

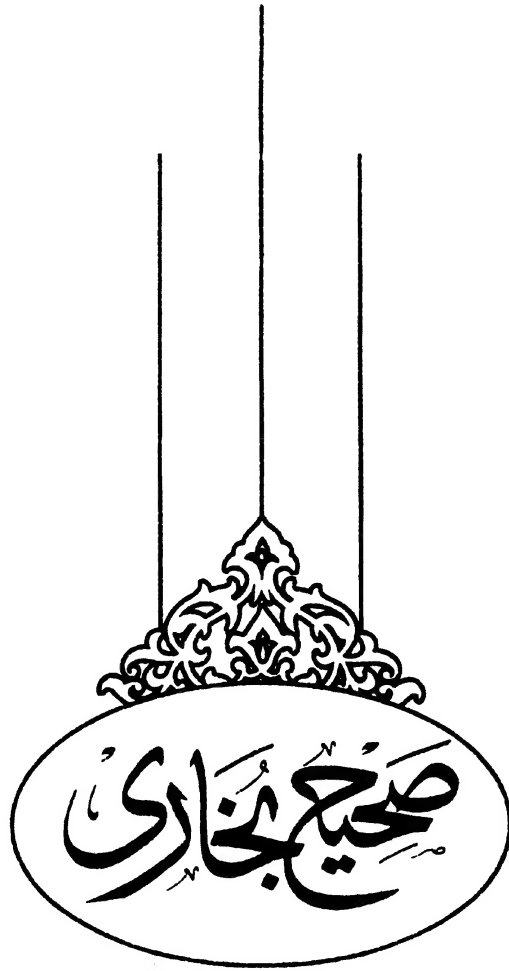
کیمیای حیات

ترجمہ از مولانا ابوالحسن علی Nadwi
محققہ الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ

ترجمہ و تفسیر
حضرت مولانا محمد داؤد آزاد رحمہ اللہ

سرکاری پبلشر (پبلک پرنٹنگ ہاؤس)

کیمیای حیات



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صحیح بخاری

جلد چہارم

رَوَّاهُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْحَدِيثِ سَيِّدُ الْفَقَهَاءِ

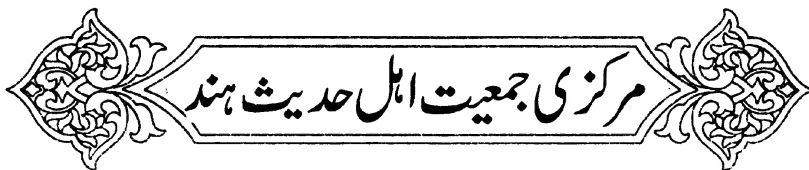
كَتَبَتْهُ الْإِمْلَاءُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بُخَارِي رَحِمَهُ اللَّهُ

تَرْجَمَهُ وَتَشَيَّخَهُ

حَضَرَتْهُ مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ دَاوُدُ رَازِي رَحِمَهُ اللَّهُ

نَظَرَ ثَانِي

حَضَرَتْهُ الْعُلَمَاءُ مَوْلَانَا عَبْدُ اللَّهِ بَنِي سَوَّيْ رَحِمَهُ اللَّهُ





جملہ حقوق بحق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند محفوظ @



نام کتاب	:	صحیح بخاری شریف
مترجم	:	حضرت مولانا علامہ محمد داؤد راز رحمہ اللہ
ناشر	:	مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
سن اشاعت	:	۲۰۰۴ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
قیمت	:	

ملک کے پتے

- ۱۔ مکتبہ ترجمان ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۶
- ۲۔ مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ بنارس، ریوری تالاب، وارانسی
- ۳۔ مکتبہ نوائے اسلام، ۱۱۶۴، ۷، چاہرہٹ جامع مسجد، دہلی
- ۴۔ مکتبہ مسلم، جمعیت منزل، بربر شاہ سری نگر، کشمیر
- ۵۔ حدیث پبلیکیشن، چارمینار مسجد روڈ، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱
- ۶۔ مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار منو ناتھ بھجن، یوپی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟	۱۹	مشترک چیزوں کی انصاف کے ساتھ
۳۹	سورج گرہن اور دوسری نشانیوں	۲۰	تقسیم میں قرعہ ڈال کر
۳۹	اگر مشترک غلام یا لونڈی کو	۲۲	یتیم کا دوسرے وارثوں کا
۴۲	اگر کسی شخص نے ساجھے کے غلام میں	۲۳	زمین مکان وغیرہ میں شرکت کا بیان
۴۳	اگر بھول چوک کر کسی کی زبان سے	۲۳	جب شریک لوگ گھروں وغیرہ کو
۴۴	ایک شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے	۲۴	سوئے چاندی اور ان تمام چیزوں میں
۴۶	ام ولد کا بیان	۲۴	مسلمان کا مشرکین اور ذمیوں کے ساتھ
۴۷	مدبر کی بیع کا بیان	۲۵	بکریوں کا انصاف کے ساتھ تقسیم کرنا
۴۸	ولاء بیچنا یا بیہ کرنا	۲۵	امان و غیرہ میں شرکت کا بیان
۴۹	اگر کسی مسلمان کا مشرک بھائی	۲۷	غلام لونڈی میں شرکت کا بیان
۵۰	مشرک غلام کو آزاد کرنے	۲۷	قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت
۵۱	اگر عربوں پر جہاد ہو	۲۹	تقسیم میں ایک اونٹ کو دس
۵۶	جو شخص اپنی لونڈی کو ادب		کتاب الرهن
۵۶	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ غلام تمہارے بھائی ہیں	۳۰	آدمی اپنی ہستی میں ہو اور گروی رکھے
۵۸	جب غلام اپنے رب کی عبادت	۳۲	زرہ کو گروی رکھنا
۵۹	غلام پر دست درازی کرنا	۳۲	ہتھیار گروی رکھنا
۶۲	جب کسی کا خادم کھانا لے کر آئے	۳۴	گروی جانور پر سواری کرنا
۶۳	غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان	۳۵	یہود وغیرہ کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا
۶۴	اگر کوئی غلام لونڈی کو مارے	۳۵	رائہن اور مرتہن میں اگر
	کتاب المکاتب		کتاب العتق
۶۶	جس نے اپنے لونڈی غلام کو زنا کی	۳۷	غلام آزاد کرنے کا ثواب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۲	اگر کسی کو کچھ ہدیہ دیا جائے.....	۶۶	مکاتب اور اس کی قسطوں.....
۱۰۳	اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو.....	۶۸	مکاتب سے کون سی شرطیں.....
۱۰۳	ایسے کپڑے کا تحفہ.....	۷۰	اگر مکاتب دوسروں سے.....
۱۰۵	مشترکین کا ہدیہ قبول کرنا.....	۷۱	اگر مکاتب اپنے تئیں بیچ.....
۱۰۸	مشترکوں کو ہدیہ دینا.....	۷۱	اگر مکاتب کسی شخص سے کہے.....
۱۰۹	کسی کے لئے حلال نہیں.....		
۱۱۱	عمری اور رقبہ کے بارے میں روایات.....		
۱۱۲	جس نے کسی سے گھوڑا عاریتاً لیا.....	۷۴	تھوڑی چیز بہہ کرنا.....
۱۱۳	شب عروسی میں دلہن کے لئے کوئی چیز عاریتاً لینا.....	۷۵	جو شخص اپنے دوستوں سے کوئی چیز.....
۱۱۳	تحفہ منیہ کی فضیلت کے بارے میں.....	۷۷	پانی (یا دودھ) مانگنا.....
۱۱۷	عام دستور کے مطابق کسی نے.....	۷۸	شکار کا تحفہ قبول کرنا.....
۱۱۸	جب کوئی کسی شخص کو گھوڑا.....	۷۹	ہدیہ کا قبول کرنا.....
		۸۲	اپنے کسی دوست کو خاص اس دن میں تحفہ.....
		۸۵	جو تحفہ واپس نہ کیا جانا چاہیے.....
		۸۵	جن کے نزدیک غائب چیز کا بہہ کرنا.....
۱۱۸	گواہوں کا پیش کرنا.....	۸۷	بہہ کا معاوضہ ادا کرنا.....
۱۲۰	اگر ایک شخص دوسرے کے.....	۸۸	اپنے لڑکے کو کچھ بہہ کرنا.....
۱۲۲	جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا.....	۸۹	بہہ کے اوپر گواہ کرنا.....
۱۲۴	جب ایک یا کئی گواہ.....	۹۰	خاوند کا اپنی بیوی کو.....
۱۲۵	گواہ عادل معتبر ہونے ضروری ہیں.....	۹۱	اگر عورت اپنے خاوند کے سوا.....
۱۲۶	کسی گواہ کو عادل ثابت کرنے.....	۹۲	ہدیہ کا اولین حقدار کون ہے؟.....
۱۲۷	نسب اور رضاعت میں.....	۹۳	جس نے کسی عذر سے ہدیہ قبول نہیں کیا.....
۱۲۹	زنا کی تہمت لگانے والے.....	۹۴	اگر بہہ یا بہہ کا وعدہ کر کے کوئی مر جائے.....
۱۳۲	اگر ظلم کی بات پر لوگ.....	۹۵	غلام لونڈی اور سامان پر کیونکر قبضہ.....
۱۳۴	جھوٹی گواہی دینا بڑا گناہ ہے.....	۹۵	اگر کوئی بہہ کرے اور موہوب لہ.....
۱۳۶	اندھے آدمی کی گواہی.....	۹۶	اگر کوئی اپنا قرض کسی کو بہہ کر دے.....
۱۳۸	عورتوں کی گواہی کا بیان.....	۹۸	ایک چیز کئی آدمیوں کو بہہ کرے.....
۱۳۹	باندیوں اور غلاموں کی گواہی.....	۹۸	جو چیز قبضہ میں ہو یا نہ ہو.....
۱۴۰	دودھ کی ماں کی گواہی.....	۱۰۱	کئی شخص کئی شخصوں کو بہہ کریں.....
۱۴۰	عورتوں کا آپس میں.....		

کتاب الہبة وفضلها والتحریر علیہا

کتاب الشہادات

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۵	میت کے قرض خواہوں اور وارثوں.....	۱۳۹	جب ایک مرد دوسرے
۱۸۶	کچھ نقد دے کر قرض کے بدلے.....	۱۳۹	کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔
	کتاب الشروط	۱۵۰	بچوں کا بالغ ہونا.....
۱۸۷	اسلام میں داخل ہوتے وقت.....	۱۵۱	مدعی علیہ کو قسم دلانے سے پہلے.....
۱۸۹	پونہ لگانے کے بعد.....	۱۵۲	دیوانی اور فوجداری.....
۱۸۹	بیع میں شرطیں.....	۱۵۳	اگر کسی نے کوئی دعویٰ کیا.....
۱۹۰	اگر بیچنے والے نے.....	۱۵۵	عصر کی نماز کے بعد.....
۱۹۲	معاملات میں شرطیں لگانے کا بیان	۱۵۶	مدعی علیہ پر جہاں.....
۱۹۲	نکاح کے وقت مہر کی شرطیں	۱۵۷	جب چند آدمی ہوں اور.....
۱۹۳	حزارت میں شرطیں.....	۱۵۸	سورۃ آل عمران کی ایک آیت شریفہ کی تشریح
۱۹۳	جو شرطیں نکاح میں جائز نہیں ہیں.....	۱۵۹	کیونکر قسم لی جائے؟
۱۹۳	جو شرطیں حدود اللہ میں.....	۱۶۰	جس مدعی نے.....
۱۹۵	اگر مکاتب اپنی بیع پر.....	۱۶۱	جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا
۱۹۶	طلاق کی شرطیں	۱۶۳	مشترکوں کی گواہی قبول نہ ہوگی
۱۹۸	لوگوں سے زبانی شرطیں کرنا	۱۶۶	مشکلات کے وقت قرضہ اندازی کرنا
۱۹۹	ولاء میں شرط لگانا		کتاب الصلح
۲۰۰	حزارت میں مالک نے کاٹھنکار.....	۱۶۹	لوگوں میں صلح کرانے کا ثواب
۲۰۱	جہاد میں شرطیں لگانا.....	۱۷۲	دو آدمیوں میں میل ملاپ کرانے کے لئے
۲۱۲	قرض میں شرط لگانا	۱۷۲	حاکم لوگوں سے کہے ہم کو لے چلو.....
۲۱۳	مکاتب کا بیان اور.....	۱۷۳	سورۃ نساء میں ایک ارشاد الہی
۲۱۳	اقرار میں شرط لگانا یا استثناء کرنا جائز ہے	۱۷۳	اگر ظلم کی بات پر صلح کریں.....
۲۱۵	وقف میں شرطیں لگانے کا بیان	۱۷۵	صلح نامہ میں یہ لکھنا کافی ہے.....
	کتاب الوصایا	۱۷۸	مشترکین کے ساتھ صلح کرنا
۲۱۶	اس بارے میں کہ وصیتیں ضروری ہیں	۱۷۹	دیت پر صلح کرنا
۲۱۹	اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا.....	۱۸۰	حضرت حسن بن علیؑ کے متعلق.....
۲۲۰	تہائی مال کی وصیت کرنے کا بیان	۱۸۲	کیا امام صلح کے لئے فریقین کو اشارہ کر سکتا ہے؟
۲۲۱	وصیت کرنے والا اپنے وصی سے کہے.....	۱۸۳	لوگوں میں آپس میں ملاپ.....
		۱۸۳	اگر حاکم صلح کرنے کے لئے.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۳	اگر وقف کرنے والا یوں کہے.....	۲۲۲	اگر مریض اپنے سر سے کوئی صاف اشارہ کرے.....
۲۵۳	سورہ نساء میں ایک ارشاد باری	۲۲۳	وارث کے لیے وصیت کرنا.....
۲۵۳	میت پر جو قرضہ ہو وہ اس کا.....	۲۲۳	موت کے وقت صدقہ کرنا.....
	کتاب الجہاد	۲۲۴	سورہ نساء میں ایک ارشاد باری
۲۵۶	جہاد کی فضیلت اور رسول کریم ﷺ.....	۲۲۶	ایک آیت شریفہ کی تفسیر
۲۵۹	سب لوگوں میں افضل وہ شخص ہے.....	۲۲۸	اگر کسی نے اپنے عزیزوں پر.....
۲۶۱	جہاد اور شہادت کے لیے.....	۲۲۹	کیا عزیزوں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہیں
۲۶۲	مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجات کا بیان	۲۳۰	کیا وقف کرنے والا اپنے وقف سے.....
۲۶۳	اللہ کے راستے میں صبح و شام چلنے کی.....	۲۳۱	کیا وقف کرنے والا مال وقف کو اپنے.....
۲۶۵	بڑی آنکھ والی حوروں کا بیان	۲۳۲	اگر کسی نے یوں کہا.....
۲۶۶	شہادت کی آرزو کرنا	۲۳۳	کسی نے کہا کہ میری زمین یا میرا باغ.....
۲۶۷	اگر کوئی شخص جہاد میں سواری سے گر کر مر جائے..	۲۳۳	کسی نے اپنی کوئی چیز یا لونڈی.....
۲۶۸	جس کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچے	۲۳۴	اگر صدقہ کے لئے کسی کو کوئل کرے.....
۲۷۰	جو اللہ کے راستے میں زخمی ہوا.....	۲۳۶	آیت شریفہ بھلت تفسیر ورثہ
۲۷۰	سورہ توبہ کی ایک آیت شریفہ	۲۳۷	اگر کسی کو اچانک موت آجائے.....
۲۷۳	جنگ سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا	۲۳۸	وقف اور صدقہ پر گواہ کرنا
۲۷۴	کسی کو اچانک نامعلوم تیر لگا.....	۲۳۹	سورہ نساء میں ایک ارشاد باری
۲۷۵	جس شخص نے اس ارادہ سے.....	۲۴۰	قیموں کے متعلق ایک ہدایت الہی
۲۷۶	جس کے قدم اللہ کے راستے میں.....	۲۴۱	وصی کے لئے یتیم کے مال میں.....
۲۷۷	اللہ کے راستے میں جن لوگوں پر.....	۲۴۲	ایک اور ہدایت قرآنی
۲۷۷	جنگ اور گردوغبار کے بعد غسل کرنا	۲۴۵	سفر اور حضر میں یتیم سے کام لینا.....
۲۷۸	سورہ آل عمران کی ایک آیت کی تفسیر	۲۴۵	اگر کسی نے ایک زمین وقف کی.....
۲۷۹	شہیدوں پر فرشتوں کا سایہ کرنا	۲۴۷	اگر کئی آدمیوں نے اپنی مشترک زمین.....
۲۸۰	شہید کا دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرنا	۲۴۸	وقف کی سند کو نکر لکھی جائے
۲۸۰	جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا	۲۴۸	مالدار اور محتاج اور مہمان.....
۲۸۱	جو جہاد کرنے کے لئے اللہ سے اولاد مانگے.....	۲۴۹	مسجد کے لئے زمین کا وقف کرنا
۲۸۲	جنگ کے موقع پر بہادری اور بزدلی کا بیان	۲۴۹	جانور اور گھوڑے اور سامان.....
۲۸۳	بزدلی سے خدا کی پناہ مانگنا	۲۵۰	وقف کی جائداد کا اہتمام کرنے والا
		۲۵۱	کسی نے کوئی کنواں وقف کیا.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۱	گھوڑ دوڑ کا بیان	۲۸۴	جو شخص اپنی لڑائی کے کارنامے بیان کرے.....
۳۱۲	گھوڑ دوڑ کے لئے گھوڑوں کو تیار کرنا	۲۸۵	جہاد کے لئے نکل کھڑا ہونا.....
۳۱۳	تیار کیے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ کی حد.....	۲۸۶	کافر اگر کفر کی حالت میں.....
۳۱۳	نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا بیان	۲۸۸	جہاد کو (نقلی کمروں پر مقدم رکھنا
۳۱۵	گدھے پر بیٹھ کر جنگ کرنا	۲۸۸	اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا.....
۳۱۵	نبی کریم ﷺ کے سفید شجر کا بیان	۲۹۲	کافروں سے لڑتے وقت صبر کرنا
۳۱۶	عورتوں کا جہاد کیا ہے	۲۹۲	مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کی.....
۳۱۷	دریا میں سوار ہو کر.....	۲۹۳	خندق کھودنے کا بیان
۳۱۸	آدمی جہاد میں اپنی ایک بیوی کو.....	۲۹۵	جو شخص کسی معقول عذر کی.....
۳۱۸	عورتوں کا جنگ کرنا.....	۲۹۵	جہاد میں روزے رکھنے کی فضیلت
۳۱۹	جہاد میں عورتوں کا.....	۲۹۶	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت
۳۲۰	جہاد میں عورتیں زخیوں کی مرہم پٹی.....	۲۹۷	جو شخص غازی کا سامان تیار کرے
۳۲۰	زخیوں اور شہیدوں کو عورتیں	۲۹۸	جنگ کے موقع پر خوشبو ملنا
۳۲۰	(عجاہدین کے) جسم سے تیر کا.....	۲۹۹	دشمنوں کی خبر لانے والے دستہ.....
۳۲۱	اللہ کے راستے میں جہاد میں پہرہ دینا.....	۲۹۹	کیا جاسوسی کے لیے.....
۳۲۲	جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت.....	۲۹۹	دو آدمیوں کا مل کر سفر کرنا
۳۲۳	اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی.....	۳۰۰	قیامت تک گھوڑے کی پیشانی
۳۲۵	اللہ کے راستے میں سرحد پر.....	۳۰۱	مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا ظالم.....
۳۲۵	اگر کسی بچے کو خدمت کے لئے.....	۳۰۲	جو شخص جہاد کی نیت سے (گھوڑا پالے).....
۳۲۷	جہاد کے لئے سمندر میں سفر کرنا	۳۰۲	گھوڑوں اور گدھوں کا نام رکھنا
۳۲۸	لڑائی میں کمزور ناتواں.....	۳۰۵	اس بیان میں کہ بعض گھوڑے منحوس ہوتے ہیں
۳۲۹	قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے.....	۳۰۶	گھوڑے کے رکھنے والے.....
۳۳۱	تیر اندازی کی ترغیب دلانے.....	۳۰۷	جہاد میں دوسرے کے جانور کو مارنا
۳۳۲	برص سے (مشق کرنے کے لیے) کھیلنا	۳۰۸	سخت سرکش جانور اور نہ گھوڑے کی سواری کرنا
۳۳۳	ذوال کا بیان.....	۳۰۹	(غنیمت کے مال سے) گھوڑے کا حصہ.....
۳۳۵	ایک اور بیان ذوال کے بارے میں	۳۰۹	اگر کوئی لڑائی میں.....
۳۳۶	تکواروں کی حائل اور تکوار کا گلے میں لٹکانا	۳۱۰	جانور پر رکاب یا غرز لگانا
۳۳۶	تکوار کی آرائش کرنا	۳۱۰	گھوڑے کی نیکی پیٹھ پر سوار ہونا
۳۳۶	جس نے سفر میں دوپہر کے آرام.....	۳۱۱	سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۷۸	نئی نئی شادی ہونے کے.....	۳۳۷	خود پہننا
۳۷۸	خوف اور دہشت کے وقت.....	۳۳۸	کسی کی موت پر اس کے ہتھیار وغیرہ.....
۳۷۸	خوف کے موقع پر.....	۳۳۹	دو پہر کے وقت درختوں کا.....
۳۷۹	کسی کو اجر دے کر.....	۳۳۹	بھالوں (نیزوں) کا بیان
۳۸۱	جو شخص مزدوری لے کر جہاد.....	۳۴۱	آنحضرت ﷺ کا لڑائی میں زرہ پہننا
۳۸۲	آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کا بیان	۳۴۳	سفر میں اور لڑائی میں چند پہننے کا بیان
۳۸۳	ایک ارشاد نبویؐ	۳۴۳	لڑائی میں حریر یعنی.....
۳۸۵	سفر جہاد میں توشہ ساتھ رکھنا	۳۴۴	چھری کا استعمال کرنا درست ہے
۳۸۸	توشہ اپنے کندھوں پر.....	۳۴۵	نصارائی سے لڑنے کی فضیلت کا بیان
۳۸۸	عورت کا اپنے بھائی کے پیچھے.....	۳۴۶	یہودیوں سے لڑائی ہونے کا بیان
۳۸۹	جہاد اور حج کے سفر میں.....	۳۴۶	ترکوں سے جنگ کا بیان
۳۸۹	ایک گدھے پر دو آدمیوں.....	۳۴۸	ان لوگوں سے لڑائی کا بیان جو.....
۳۹۱	جور کا پکڑ کر کسی کو سواری پر چڑھا دے.....	۳۴۹	بار جانے کے بعد.....
۳۹۱	مصحف یعنی لکھا ہوا قرآن شریف لے کر دشمن کے.....	۳۵۰	مشرکین کے لئے شکست.....
۳۹۲	جنگ کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا	۳۵۲	مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتلائے.....
۳۹۳	بہت چلا کر تکبیر کہنا منع ہے	۳۵۲	مشرکین کا دل ملانے کے لئے.....
۳۹۳	کسی نشیب کی جگہ میں اترتے وقت.....	۳۵۳	یہود اور نصاریٰ کو کیونکر دعوت دی جائے.....
۳۹۳	جب بلندی پر چڑھے.....	۳۵۳	نبی کریم ﷺ کا غیر مسلموں کو اسلام کی طرف دعوت دینا
۳۹۵	مسافر کو اس عبادت کا.....	۳۶۲	لڑائی کا مقام چھپانا.....
۳۹۶	اکیلے سفر کرنا	۳۶۳	ظہر کی نماز کے بعد سفر کرنا
۳۹۷	سفر میں تیز چلنا	۳۶۴	مہینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا
۳۹۸	اگر اللہ کی رل میں سواری کے لئے.....	۳۶۸	رمضان کے مہینے میں سفر کرنا
۳۹۹	ماں باپ کی اجازت لے کر جہاد میں جانا	۳۶۸	سفر شروع کرتے وقت مسافر کو رخصت کرنا
۳۹۹	اونٹوں کی گردن میں کھنٹی.....	۳۶۹	امام کی اطاعت کرنا
۴۰۰	ایک شخص اپنا نام مجاہدین.....	۳۷۰	امام کے ساتھ ہو کر لڑنا.....
۴۰۱	جاسوسی کا بیان	۳۷۱	لڑائی سے نہ بھاگنے پر.....
۴۰۳	قیدیوں کو کپڑے پہنانا	۳۷۳	بادشاہ اسلامی کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے.....
۴۰۳	اس شخص کی فضیلت.....	۳۷۵	نبی کریم ﷺ دن ہوتے ہی.....
۴۰۵	قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا	۳۷۶	اگر کوئی جہاد میں سے لوٹا.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۳۵	جو کافر دوسرے ملکوں سے اچھی.....	۴۰۵	یہودی یا نصاریٰ مسلمان ہو جائیں.....
۴۳۶	ذمیوں کی سفارش.....	۴۰۶	اگر کافروں پر رات کو چھاپہ ماریں.....
۴۳۷	وفود سے ملاقات کے لیے.....	۴۰۸	جنگ میں بچوں کا قتل کرنا.....
۴۳۸	بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے.....	۴۰۸	جنگ میں عورتوں کا قتل کرنا.....
۴۴۰	رسول کریم ﷺ کا یہود سے یوں فرمانا.....	۴۰۸	اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ کرنا
۴۴۰	اگر کچھ لوگ جو دارالحرب میں.....	۴۰۹	سورۃ محمد کی ایک آیت شریفہ
۴۴۲	خلیفہ اسلام کی طرف سے مردم شماری کرنا.....	۴۱۰	اگر کوئی مسلمان کافر کی قید میں ہو.....
۴۴۳	اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی مدد.....	۴۱۰	اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو.....
۴۴۵	جو شخص میدان جنگ میں.....	۴۱۲	(حربی کافروں کے) گھروں اور باغوں.....
۴۴۵	مدد کے لیے فوج روانہ کرنا.....	۴۱۳	(حربی) مشرک سوراہا ہو تو.....
۴۴۶	جس نے دشمن پر فتح پائی.....	۴۱۵	دشمن سے مٹ بھیڑ ہونے کی آرزو نہ کرنا
۴۴۶	سفر میں اور جہاد میں مال غنیمت.....	۴۱۶	لڑائی مکرو فریب کا نام ہے
۴۴۷	کسی مسلمان کا مال.....	۴۱۷	جنگ میں جھوٹ بولنا.....
۴۴۸	فارسی یا اور کسی بھی عجمی زبان میں بولنا	۴۱۸	جنگ میں حربی کافر کو اچانک دھوکے سے.....
۴۵۰	مال غنیمت میں سے تقسیم.....	۴۱۹	اگر کسی سے فساد بایا.....
۴۵۲	مال غنیمت کے اونٹ.....	۴۱۹	جنگ میں شعر پڑھنا.....
۴۵۳	فتح کی خوشخبری دینا.....	۴۲۱	جو گھوڑے پر اچھی طرح نہ جم.....
۴۵۳	خوش خبری دینے والے کو انعام دینا.....	۴۲۱	بوریا جلا کر زخم کی دوا کرنا.....
۴۵۳	فتح مکہ کے بعد وہاں سے ہجرت.....	۴۲۲	جنگ میں جھگڑا اور اختلاف.....
۴۵۶	ذمی یا مسلمان عورتوں.....	۴۲۵	اگر رات کے وقت دشمن.....
۴۵۷	غازیوں کے استقبال کو جانا.....	۴۲۶	دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے.....
۴۵۸	جہاد سے واپس ہوتے ہوئے کیا کہے.....	۴۲۷	حملہ کرتے وقت یوں کہنا اچھا.....
۴۶۰	سفر سے واپسی پر نفل نماز.....	۴۲۸	اگر کافر لوگ ایک مسلمان.....
۴۶۱	مسافر جب سفر سے لوٹ کر.....	۴۲۹	قیدی کو قتل کرنا.....
		۴۲۹	اپنے تئیں قید کرنا.....
	کتاب فرض الخمس	۴۳۲	مسلمان قیدیوں کو آزاد کرنا
۴۶۲	فرض کے فرض ہونے کا بیان	۴۳۳	مشرکین سے فدیہ لینا
۴۷۰	مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا	۴۳۴	اگر حربی کافر مسلمانوں کے.....
۴۷۱	نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات.....	۴۳۵	ذمی کافروں کو بچانے کے لیے لڑنا.....

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲۹	اگر کافر لڑائی کے وقت گھبرا کر.....	۴۷۲	رسول کریم ﷺ کی بیویوں کے گھروں کا ان کی طرف.....
۵۳۰	مشرکوں سے مال وغیرہ پر صلح کرنا.....	۴۷۵	نبی کریم ﷺ کی زرہ.....
۵۳۲	عہد پورا کرنے کی فضیلت.....	۴۷۹	اس بات کی دلیل کہ غنیمت کا پانچواں حصہ.....
۵۳۲	اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا.....	۴۸۱	سورہ انفال میں ایک آیت غنیمت کے متعلق.....
۵۳۳	دغا بازی کرنا کیسا گناہ ہے؟.....	۴۸۲	نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ تمہارے لیے غنیمت کے مال.....
۵۳۴	عہد کیونکر واپس کیا جائے؟.....	۴۸۸	مال غنیمت ان لوگوں کو ملے گا.....
۵۳۴	معادہ کرنے کے بعد.....	۴۸۸	اگر کوئی غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑے.....
۵۳۸	تین دن یا ایک معین مدت کے لئے صلح کرنا.....	۴۸۹	خلیفہ المسلمین کے پاس.....
۵۳۹	نامعلوم مدت کے لئے صلح کرنا.....	۴۹۰	نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائداد.....
۵۴۰	مشرکوں کی لاشوں کو.....	۴۹۰	اللہ پاک نے مجاہدین کو کرام کو.....
۵۴۱	دغا بازی کرنے والے پر گناہ.....	۴۹۳	اگر امام کسی شخص کو.....
		۴۹۳	اس بات کی دلیل کہ پانچواں حصہ مسلمانوں کی.....
	کتاب بدء الخلق	۵۰۱	آنحضرت ﷺ کا احسان.....
۵۴۲	سورہ روم کی آیت کی تشریح.....	۵۰۱	اس کی دلیل کہ خمس میں.....
۵۴۸	سات زمینوں کا بیان.....	۵۰۲	مقتول کے جسم پر جو سامان ہو.....
۵۵۰	ستاروں کا بیان.....	۵۰۵	تالیف قلوب کے لئے.....
۵۵۱	ایک آیت شریفہ کی تفسیر.....	۵۱۳	اگر کھانے کی چیزیں.....
۵۵۵	سورہ اعراف کی آیت کی تفسیر.....		
۵۵۶	فرشتوں کا بیان.....		
۵۶۹	اس حدیث کے بیان میں کہ جب ایک تمہارا.....	۵۱۴	جزیہ کا اور کافروں سے.....
۵۷۷	جنت کا بیان.....	۵۱۹	اگر ہستی کے حاکم سے صلح ہو جائے.....
۵۸۵	جنت کے دروازوں کا بیان.....	۵۱۹	آنحضرت ﷺ نے جن کافروں کو.....
۵۸۶	دوزخ کا بیان.....	۵۲۱	آنحضرت ﷺ کا بحرین سے.....
۵۹۰	ابلیس اور اس کی فوج کا بیان.....	۵۲۳	کسی ذمی کافر کو ناحق مار ڈالنا.....
۶۰۴	جنوں کا بیان.....	۵۲۴	یہودیوں کو عرب کے ملک.....
۶۰۵	سورہ جن میں جنت کا ذکر.....	۵۲۶	اگر کافر مسلمانوں سے دغا کریں.....
۶۰۵	ایک آیت قرآنی کی تفسیر.....	۵۲۷	وعدہ توڑنے والوں کے.....
۶۰۶	مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہیں.....	۵۲۸	مسلمان عورتیں اگر.....
۶۱۱	پانچ بہت ہی برے جانور ہیں جن کو حرم میں بھی مار.....	۵۲۹	مسلمان سب برابر ہیں.....

کتاب الجزیہ و الموداعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸۰	سورہ اعراف میں طوفان سے مراد.....	۶۱۳	اس حدیث کا بیان مکی پانی.....
۶۸۱	حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات		
۶۹۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات		
۶۹۳	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور ایمان والوں کے لیے.....“	۶۱۷	حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کے بیان میں
۶۹۳	قارون کا بیان	۶۱۷	آیت واذ قال ربك للملائكة کی تفسیر
۶۹۴	اس بیان میں کہ ”والی مدین اخاهم شعبا“.....	۶۲۵	روحوں کے جتنے ہیں.....
۶۹۴	حضرت یونس علیہ السلام کا بیان	۶۲۶	حضرت نوح علیہ السلام کے بیان میں
۶۹۷	اللہ پاک کا یہ فرمانا ”ان یہودیوں سے.....“	۶۲۷	سورہ نوح کی آیات کی تفسیر
۶۹۷	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور“	۶۳۰	الیاس علیہ السلام پیغمبر کا بیان
۶۹۹	حضرت داؤد علیہ السلام کا بیان	۶۳۱	حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان
۷۰۲	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور ہم نے داؤد کو سلیمان.....“	۶۳۴	حضرت حمود کا ذکر خیر
۷۰۵	حضرت لقمان علیہ السلام کا بیان	۶۳۶	یا جوج ماجوج کا بیان
۷۰۶	اور ان کے سامنے بستی والوں کی مثال بیان کر	۶۴۰	ایک آیت شریفہ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا غلیل بتلایا
۷۰۶	حضرت زکریا علیہ السلام کا بیان	۶۴۷	سورہ صافات کے ایک لفظ کی تشریح
۷۰۸	حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم علیہا السلام کا بیان	۶۶۱	حضرت ابراہیمؑ کے مہمانوں کا قصہ
۷۰۹	سورہ آل عمران میں ایک آیت کریمہ	۶۶۳	حضرت اسماعیلؑ کا بیان
۷۰۹	”جب فرشتوں نے کہا اے مریم“	۶۶۳	حضرت اسحاق بن ابراہیمؑ علیہ السلام کا بیان
۷۱۱	اللہ پاک کا سورہ مریم میں فرمانا ”اے اہل کتاب میں غلو نہ کرو“	۶۶۳	حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیان
۷۱۲	سورہ مریم میں ایک اور ذکر خیر	۶۶۴	حضرت لوط علیہ السلام کا بیان
۷۱۹	حضرت عیسیٰؑ ابن مریم علیہا السلام کا آسمان سے اترنا	۶۶۵	سورہ حجر میں آل لود کا ذکر
۷۲۰	بنی اسرائیل کے واقعات کا بیان	۶۶۶	قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان
۷۲۶	بنی اسرائیل کے ایک کوڑھی.....	۶۶۸	حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیان
۷۲۹	اصحاب کہف کے بیان میں	۶۶۹	حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان
		۶۷۳	اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور ایوب کو یاد کرو“
		۶۷۳	حضرت موسیٰؑ کا بیان
		۶۷۵	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور فرعون کے خاندان کے ایک مومن.....“
		۶۷۵	کچھ الفاظ قرآنی کی وضاحت
		۶۷۷	سورہ ط میں ذکر حضرت موسیٰؑ
		۶۷۹	حضرت موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ

فہرست تشریحی مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱	لفظ ”رب“ کے استعمال پر ایک تشریح	۱۹	مشترک چیزوں کی تقسیم سے متعلق حافظ ابن حجرؒ کی وضاحت
۶۳	امام بخاریؒ مجتہد مطلق تھے	۱۹	مشترک غلام کے بارے میں ایک تشریح
۶۴	چہرے کی شرافت پر ایک وضاحتی بیان	۲۱	ایک حدیث جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے
۶۵	صفات باری اور مسلک الحمدیہ کا بیان	۲۱	بعض فقہائے کوفہ کا ایک قیاس باطل
۶۸	کچھ حالات حضرت انس بن مالکؓ	۲۴	غیر مسلموں کی شرکت میں کاروبار کرنا جائز ہے
۷۳	لفظ ”ہبہ“ کی وضاحت	۲۶	ایک حدیث پر تفصیلی تبصرہ
۷۹	”گروہ“ کی حلت پر فاضلانہ تبصرہ	۳۰	تشریح بابت رہن اشیاء متفرقہ
۸۴	ازدواج مطہرات سے متعلق ایک تفصیلی بیان	۳۱	شیخ نظام الدین دہلویؒ کا ایک واقعہ
۸۶	حالات حضرت مسور بن مخرمہؓ	۳۱	حدیث کی ایک قابل مطالعہ تشریح
۸۸	اولاد کو کچھ ہبہ کرنے کے بارے میں	۳۳	ایک سرمایہ دار یہودی کا واقعہ
۹۷	حالات حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما	۳۴	شے مر ہونے سے نفع اٹھانے کے بارے میں
۹۹	نام نہاد تمکات پر ایک اشارہ	۳۷	احمد آبادی و بھیمدی وغیرہ کے فسادات کا ذکر
۱۰۳	حضرت امام بخاریؒ کی نظر بصیرت کا بیان	۳۸	ذکر خیر امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۴	بدوین لوگ جو اپنے عزیز ہوں ان کے ساتھ احسان	۳۹	مغرب زدہ لوگوں کا ایک خیال باطل
۱۰۶	غیر مسلم کے ہدایا کو قبول کیا جاسکتا ہے	۴۲	معاندین حضرت امام بخاریؒ پر ایک اشارہ
۱۰۷	اہل بدعت کی مذمت کا بیان	۴۶	ام ولد پر ایک تفصیلی بیان
۱۰۹	غیر مسلموں کو تحائف دے سکتے ہیں	۵۰	حضرت عباسؓ سے متعلق ایک ارشاد نبوی
۱۱۱	عمری ورقعی کی تشریحات	۵۱	خلاف حدیث رائے زنی کی مذمت
۱۱۲	کچھ مناقب محمدیؐ کا بیان	۵۳	وفد ہوا زن کا ایک واقعہ
۱۱۳	لفظ منحة کی تشریح	۵۴	امروہہ قبیلہ پلاننگ کی مذمت حدیث کی روشنی میں
۱۱۷	بیکار زمین کو آباد کرنے کی ترغیب	۵۹	الفاظ لوغی غلام سید وغیرہ کی وضاحت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۵	مرض الموت کے اقرار کے بارے میں	۱۲۰	اسلام اور سیاست پر ایک قابل مطالعہ وضاحت
۲۳۶	ذکر شہادت حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۱	حادثہ انگل پر چند اشارے
۲۳۷	جہان قاتل کی عبرت انگیز موت پر ایک اشارہ	۱۲۲	حدیث ابن صیاد یہودی بچے کے بارے میں
۲۴۱	عورتوں کی حیثیت پر ایک اہم علمی مقالہ	۱۲۷	نعدیل اور تزکیہ کے بارے میں
۲۴۳	سات مہلک گناہوں کا بیان	۱۲۹	مدت رضاعت صرف دو سال دودھ پلاتا ہے
۲۴۴	اصطلاحات حدیث پر ایک تفصیلی تبصرہ	۱۳۰	شہادت قاذف کے متعلق بعض الناس کی تردید
۲۴۸	حضرت عمرؓ کا ایک وقف نامہ	۱۳۵	گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ میں
۲۵۵	حضرت جابرؓ کا ایک ادائیگی قرضہ کا واقعہ	۱۳۹	حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ کا ایک ذکر خیر
۲۵۷	اسلامی جہاد کے حقائق کے بارے میں	۱۳۸	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۵۸	لفظ جہاد کی تشریح حافظ ابن حجر کے لفظوں میں	۱۵۲	عدالت کے لئے اسلامی ہدایات
۲۶۲	اسلام کا اولین بحری بیڑہ عہد عثمانی میں	۱۵۳	چند اسلامی قضائے کا ذکر خیر
۲۶۲	لفظ سبیل کی وضاحت	۱۵۹	قاضی کا غلط فیصلہ عند اللہ نافذ نہیں
۲۶۶	بعض طہرین کا جواب	۱۶۱	ایک غلط خیال کی تردید
۲۶۷	فضیلت خالد بن ولیدؓ	۱۶۲	حضرت امام بخاریؒ خود مجتہد مطلق ہیں
۲۶۸	ستر قاری صحابہؓ کی شہادت کا بیان	۱۶۶	محکمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر
۲۷۱	ایک قابل صدر رشک شہید کا ذکر خیر	۱۶۷	پادریوں کا ایک لغو اعتراض اور اس کا جواب
۲۷۴	دو شخص جو عند اللہ بہت محبوب ہیں	۱۷۱	عبداللہ بن ابی منافق کا بیان
۲۸۰	ایک بچہ نفیس و طبع کلام نبوی	۱۷۲	صلح صفائی کے لئے جموٹ بولنا جائز ہے
۲۸۵	غزوہ تبوک پر چند اشارات	۱۷۴	آیت فاستلوا اہل الذکر کا مطلب؟
۲۸۸	خود ساختہ ورد و طائف کی تردید	۱۷۵	بدعات مروچہ کی پر زور تردید
۲۸۹	اقسام شہادت کا بیان	۱۸۴	مقلدین جامدین کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ کی نصیحت
۲۸۹	شہید کی وجہ تشبیہ امام نودی کے لفظوں میں	۱۸۸	عورت سے بیعت لینے کا طریقہ.....
۲۹۰	جہاد فرض کفایہ ہے	۱۹۲	حضرت امام بخاریؒ علم کے دریائے بے پایاں تھے
۲۹۳	جنگ خندق پر کچھ بیانات	۱۹۵	اسلامی شرعی اسٹیٹ اور اجرائے حدود اللہ
۳۰۰	دور حاضرہ کے آلات جنگ پر ایک اشارہ	۱۹۶	طلاق کی شرطیں جو منع ہیں
۳۰۴	شرک مسلمانوں پر ایک اشارہ	۲۰۱	یہود ایک بے وفا قوم
۳۰۵	نحوست کے متعلق ایک تفصیلی بیان	۲۱۵	اسماء الحسنى پر ایک اشارہ
۳۱۱	قابل توجہ علامہ امام و مشائخ عظام	۲۱۵	وقف کے متعلق کچھ تفصیلات
۳۱۲	رہس کی دوڑ میں حصہ لینا جائز نہیں ہے	۲۲۰	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۲	حدیث معاذ کے فوائد کا بیان	۳۱۷	مسلمانوں کی اولین بحری جنگ کا ذکر خیر
۳۲۵	حادثہ جنگ احد کا بیان	۳۱۹	زندہ قوموں کی مستورات پر ایک اشارہ
۳۳۱	حضرت ضعیف کا واقعہ شہادت	۳۲۹	نیک ضعیف لوگوں سے دعا کرنا سعادت ہے
۳۳۳	شیعوں کی ایک غلط بات کی تردید	۳۲۹	اولاد ابلیس پر ایک تفصیلی اشارہ
۳۳۴	مشرکین سے فدیہ کی عمومیت	۳۳۱	آیت شریفہ اعدو الہم ما استطعتم کی تفسیر
۳۳۵	ذمیوں کے حقوق کا بیان	۳۳۲	اسلام سپاہیانہ زندگی کا مہم ہے
۳۳۶	واقعہ قرطاس پر ایک تفصیل	۳۳۳	مساجد کو بطور مرکز طلبہ قرار دینا
۳۴۰	ابن میاذ کا ذکر	۳۳۴	دندان مبارک کو صدمہ پہنچانے والا مردود
۳۴۱	مکہ شریف میں جاندہ نبوی کا بیان	۳۳۵	فتون حرب میں مہارت پیدا کرنے کی ترغیب
۳۴۲	غریبوں کو بہر حال مقدم رکھنا	۳۳۸	ایک دستور جاہلیت کی منہ بستی
۳۴۳	مجاہدین کی فہرست تیار کرنا	۳۳۶	تاتاریوں کا قبول اسلام کیونکر ہوا
۳۴۴	ایک مجاہد کا دوزخی ہونا	۳۳۸	ترک قوم کے بارے میں بشارت نبوی
۳۵۰	قاری کی وجہ تسمیہ	۳۵۳	کسریٰ کی جانی کا بیان
۳۵۲	مال غنیمت کی چوری کی سزا کا بیان	۳۶۵	احوال حضرت امام مالکؒ
۳۵۵	ہجرت کے مطالب کا بیان	۳۶۹	دو مردود ڈاکوؤں کا بیان
۳۵۷	بوقت ضرورت خاص عورت کی جامہ تلاشی	۳۷۰	خدمت تقلید جادہ
۳۵۷	صحابہ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ	۳۷۱	حقیقی امام کے اوصاف
۳۶۲	بدعت والہ بدعت سے سخت نفرت کرنا	۳۷۱	لفظ بیعت کی تحقیق
۳۶۴	ایک اہم ترین مقدمہ کا بیان	۳۷۱	ایک عظیم اسلامی تاریخی واقعہ
۳۶۵	فدک وغیرہ کا بیان	۳۷۵	تقلید جادہ پر ایک اور تبصرہ
۳۶۹	دراشت نبوی سے متعلق ایک مفصل حدیث	۳۸۳	فتوحات اسلامی کے لئے بشارات
۳۷۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وحی ہونے کی تردید	۳۸۷	معجزات کا وجود برحق ہے
۳۷۵	قرن الشیطان کی تفسیر	۳۹۳	نعرہ رسالت وغیرہ کی تردید
۳۷۶	مہر نبوی کا بیان	۳۹۶	خصوصیات امت محمدیہ
۳۷۸	حضرت علیؑ کے لئے ایک فہمائش رسالت	۴۰۲	حضرت حاطب کا خط نام مشرکین مکہ
۳۸۲	کنیت ابوالقاسم کے بارے میں	۴۰۴	ترغیب تبلیغ کا بیان
۳۸۳	رائے اور قیاس کی خدمت کا بیان	۴۰۹	فرقہ سہائہ پر ایک نشانہ دہی
۳۸۵	کسریٰ و قیصر کے بارے میں پیش گوئی	۴۱۳	ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ
۳۸۷	پادریوں کا ایک خیال باطل	۴۱۸	کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۱۴	غلط ترجمے کا نمونہ	۴۹۰	مجاہدین کو جو برکات حاصل ہوئیں ان کا بیان
۶۱۶	کتاب الانبیاء کا آغاز	۴۹۳	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا تذکرہ
۶۱۷	لفظ انبیاء کی تحقیق	۵۲۰	حکمت جہاد کا تفصیلی بیان
۶۱۸	چند الفاظ قرآنی کی تشریح	۵۳۷	سب چیزیں حادث اور مخلوق ہیں
۶۲۰	حضرت آدمؑ کا حلیہ	۵۳۷	انبیاء کرام کا ایک متفقہ عقیدہ
۶۲۲	آگ نکلنے کی پیشگوئی	۵۳۸	اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے
۶۲۵	دعوت انبیاء کا بیان	۵۵۰	عربوں کی ایک جہالت کا بیان
۶۲۵	ایک سنگین جرم کا بیان	۵۵۳	منکرین حدیث کو جو ابات
۶۲۶	روحیں عالم ازل میں	۵۵۶	ہوا بھی اللہ کی ایک مخلوق ہے
۶۳۶	قوم یاجوج ماجوج کے کچھ حالات	۵۵۶	فرشتے اجسام لطیفہ ہیں
۶۴۱	وفات نبوی کے بعد کچھ مرتد لوگوں کا بیان	۵۶۰	واقعہ معراج کی کچھ تفصیلات
۶۴۱	بزرگان دین کے متعلق جھوٹے قصے	۵۶۶	قرات سببہ پر ایک اشارہ
۶۴۲	منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب	۵۶۸	فرشتوں کا وجود برحق ہے
۶۴۲	حضرت ابراہیم کا ختنہ کرنا	۵۶۹	جبری نمازوں میں آمین بالجبر کا بیان
۶۴۶	کذبات ابراہیمی کی تشریح	۵۷۰	تصویر سازی پر ایک حدیث
۶۴۷	گرگٹ نامی زہریلے جانور کا بیان	۵۷۳	واقعہ طائف کا بیان
۶۴۹	بشمیر زمرم کا ظہور	۵۷۵	شب معراج میں دیدار الہی کا بیان
۶۵۷	حضرت ہاجرہؑ کا کچھ ذکر خیر	۵۷۷	جنت اب موجود ہے معتزلہ کی تردید
۶۵۸	منکرین حدیث و تفسیر کعبہ و بیت المقدس	۵۸۰	جنتی نعمتوں کا وجود برحق ہے
۶۶۱	دروے کی امراد ہے	۵۸۸	منکرین حدیث کی تردید
۶۶۲	حضرت ابراہیمؑ کے ایک سوال کی تشریح	۵۹۰	دوزخ میں ایک بے عمل واعظ کا حال
۶۶۵	حضرت لوط علیہ السلام کے ایک قول کی تشریح	۵۹۱	شیطان کا وجود برحق ہے
۶۶۵	کچھ الفاظ قرآنی کی تشریح	۵۹۲	جادو برحق ہے
۶۷۰	محمدؐ شین کرام کی ایک خوبی کا بیان	۵۹۳	صبح سویرے کھڑا ہونا
۶۷۵	حضرت موسیٰؑ پر کچھ تفصیلات	۵۹۵	وساوس شیطانی کا بیان
۶۸۱	فرعونوں پر عذابات کی تفصیل	۵۹۹	مختلف حرکات شیطان کا بیان
۶۸۶	حضرت خضرؑ کی تفصیلات	۶۰۲	فضیلت کلمہ توحید
۶۹۱	حضرت موسیٰؑ اور ملک الموت کا ایک واقعہ	۶۰۴	نیچریوں اور دھریوں کی تردید
۶۹۳	خواتین جن کو کامل کہا گیا ہے	۶۱۱	دو حدیثوں میں تطبیق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		۶۹۵	حضرت یونسؑ ذوالنون کیوں کہا گیا
		۶۹۷	فقہاء کی ایک کتاب النجیل کا بیان
		۶۹۸	حضرت داؤدؑ کا ایک معجزہ
		۷۰۱	حضرت داؤدؑ کے نام پر ایک جھوٹا قصہ
		۷۰۲	ایک آیت کی تفسیر
		۷۰۸	حضرت عیسیٰؑ کے گاؤں ناصرہ کا بیان
		۷۱۲	حالت شیر خوارگی میں بولنے والے بچے
		۷۱۶	انجیل میں بشارت محمدی کا بیان
		۷۱۹	کچھ مرتدین کا ذکر
		۷۲۰	عقیدہ نزول عیسیٰؑ امت کا اجماعی عقیدہ ہے
		۷۲۲	آج کے جمہوری دور پر ایک اشارہ
		۷۲۳	مسلمانوں کے موجودہ انتشار پر ایک آنسو
		۷۲۳	اذان کی خوبیاں
		۷۲۶	مہندی کے خضاب کا بیان
		۷۲۹	فطرت انسانی پر ایک اشارہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دسواں پارہ

۵- بَابُ تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيَمَةِ عَدْلِ

باب مشترک چیزوں کی انصاف کے ساتھ ٹھیک قیمت لگا کر اسے شریکوں میں بانٹنا

باب کے ذیل حافظ صاحب فرماتے ہیں قال ابن بطلان لا خلاف بين العلماء ان قسمة العروض و سائر الامتعة بعد التقويم جائز وانما اختلفوا في قسمتها بغير تقويم فاجازة الاكثر اذا كان على سبيل التراضي الخ (فتح الباری) یعنی جملہ سامان و اسباب کا جب ٹھیک طور پر اندازہ کر لیا جائے تو اس کی تقسیم جملہ علماء کے نزدیک جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ہاں بغیر اندازہ کئے تقسیم میں اختلاف ہے۔ جب باہمی طور پر کسی کو اعتراض نہ ہو اور سب راضی ہوں تو اکثر کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

کتاب الشراکت کے اس باب سے یہ دسواں پارہ شروع ہو رہا ہے جس میں شرکت سے متعلق بقایا مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک قلم کو لغزش سے بچائے اور خیریت کے ساتھ اس پارے کی بھی تکمیل کرائے آمین۔

۲۴۹۱- حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِفْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ - أَوْ شِرْكًا، أَوْ قَالَ نَصِيبًا - وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيَمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)). وَقَالَ: لَا أَذَرِي قَوْلَهُ: ((عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)) قَوْلَ مَنْ نَافِعٍ، أَوْ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [أطرافني: ۲۵۰۳، ۲۵۰۲۲، ۲۵۰۲۳، ۲۵۰۲۴، ۲۵۰۲۵].

(۲۴۹۱) ہم سے عمران بن میسرہ ابوالحسن بصری نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالوارث بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے، کہا ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مشترک (ساجھے کے) غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس سارے غلام کی قیمت کے موافق مال ہو تو وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو بس جتنا حصہ اس کا تھا اتنا ہی آزاد ہوا۔ ایوب نے کہا کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ روایت کا یہ آخری حصہ ”غلام کا وہی حصہ آزاد ہو گا جو اس نے آزاد کیا ہے۔“ یہ نافع کا اپنا قول ہے یا نبی کریم ﷺ کی حدیث میں داخل ہے۔

یعنی سارے غلام کی غلامی کی حالت میں قیمت لگائیں گے یعنی جو حصہ آزاد ہوا اگر وہ بھی آزاد نہ ہوتا تو اس کی قیمت کیا ہوتی اگر اتنا مال نہ ہو تو بس جتنا حصہ اس کا تھا اتنا ہی آزاد ہوا۔

یعنی نے اس مسئلہ میں چودہ مذہب بیان کئے ہیں۔ لیکن امام احمد اور شافعی اور اسحاق نے اسی حدیث کے موافق حکم دیا ہے اور

حضرت امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار رہے گا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دے خواہ غلام سے محنت مشقت کرا کر اپنے حصہ کے دام وصول کرے خواہ اگر آزاد کرنے والا مال دار ہو تو اپنے حصے کی قیمت اس سے بھر لے۔ پہلی اور دوسری صورت میں غلام کا ترکہ دونوں کو ملے گا اور تیسری صورت میں صرف آزاد کرنے والے کو۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگا کر اس کے جملہ مالکوں پر اسے تقسیم کر دیا جائے۔

(۲۴۹۲) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی، انہیں قتادہ نے انہیں نصر بن انس نے، انہیں بشر بن نیک نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مال سے غلام کو پوری آزادی دلا دے۔ لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو انصاف کے ساتھ غلام کی قیمت لگائی جائے۔ پھر غلام سے کہا جائے کہ (اپنی آزادی کی) کوشش میں وہ باقی حصہ کی قیمت خود کما کر ادا کر لے۔ لیکن غلام پر اس کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

۲۴۹۲- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عُرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْيَلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَوَقْمُ الْمَمْلُوكِ قِيمَةً عَدْلٍ، ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْفُوقٍ عَلَيْهِ)).

[أطرافه في: ۲۵۰۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷].

تشریح یعنی ایسی تکلیف نہ دیں جس کا وہ تحمل نہ کر سکے جب وہ باقی حصوں کی قیمت ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ ابن بطلان نے کہا شرکاء میں تقسیم کرتے وقت ان کی قطع نزاع کے لئے قرعہ ڈالنا سنت ہے اور تمام فقہاء اس کے قائل ہیں۔ صرف کوفہ کے بعض فقہاء نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ قرعہ ازملا کی طرح ہے جس کی ممانعت قرآن میں وارد ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو جائز رکھا ہے۔ دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں جاتے وقت اپنی بیویوں کے لئے قرعہ ڈالتے۔ جس کے نام نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے۔ آج کل تو قرعہ اس قدر عام ہے کہ سفر حج کے لئے بھی حاجیوں کے نام قرعہ اندازی سے چھانٹے جاتے ہیں۔

باب تقسیم میں قرعہ ڈال کر حصے کر لینا

(۲۴۹۳) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا نے، کہا میں نے عامر بن شعبہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں گھس جانے والے (یعنی خلاف کرنے والے) کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا۔ جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کے اوپر کا حصہ ملا

۶- بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْإِسْتِهَامِ فِيهِ

۲۴۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ

اور بعض کو نیچے کا۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے انہیں (دریا سے) پانی لینے کے لئے اوپر والوں کے اوپر سے گزرتا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں۔ تاکہ اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے بھی نیچے والوں کو من مانی کرنے دیں گے تو کشتی والے تمام ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیں تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔

أَغْلَاہَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلُہَا، فَكَانَ الذِّینَ فِی أَسْفَلِہَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَی مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَا خَرَقْنَا فِی نَصِیبِنَا خَرَقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِیعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَی أَعْنَیْنِهِمْ نَجَوْا وَنَجَّوْا جَمِیعًا۔

[طرفہ فی: ۲۶۸۶]۔

نتیجہ اس حدیث میں جہاز کشتی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کا ذکر کیا گیا۔ اسی سے مقصود باب ثابت ہوا ہے۔ یوں یہ حدیث بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا کیوں ضروری ہے؟ اسی سوال پر اس میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ دنیا کی مثال ایک کشتی کی سی ہے۔ جس میں سوار ہونے والے افراد میں سے ایک فرد کی غلطی جو کشتی سے متعلق ہو سارے افراد ہی کو لے ڈوب سکتی ہے۔ قرآن مجید میں یہی مضمون اس طور پر بیان ہوا۔ ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ (الانفال: ۲۵) یعنی فتنہ سے بچنے کی کوشش کرو جو اگر وقوع میں آگیا تو وہ خاص ظالموں ہی پر نہیں پڑیگا بلکہ ان کے ساتھ بہت سے بے گناہ بھی پس جائیں گے۔ جیسے حدیث ہذا میں بطور مثال نیچے والوں کا ذکر کیا گیا کہ اگر اوپر والے نیچے والوں کو کشتی کے نیچے سوراخ کرنے سے نہیں روکیں گے تو نتیجہ یہ کہ نیچے والا حصہ پانی سے بھر جائے گا۔ اور نیچے والوں کے ساتھ اوپر والے بھی ڈوبیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران: ۱۰۴) یعنی اے مسلمانو! تم میں سے ایک جماعت ایسی مقرر ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتی رہے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ آیت ہذا کی بنا پر جملہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ایک جماعت خاص مقرر کریں۔

الحمد للہ حکومت سعودیہ میں یہ حکم اسی نام سے قائم ہے اور پوری مملکت میں اس کی شاخیں ہیں جو یہ فرض انجام دے رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ اجتماعی طور پر ہر جگہ مسلمان ایسے ادارے قائم کر کے عوام کی فلاح و بہبود کا کام انجام دیا کریں۔

خلاصہ یہ کہ تقسیم کے لئے قرعہ اندازی ایک بہترین طریقہ ہے جس میں شرکاء میں سے کسی کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ ومطابقة الحديث للترجمة غير خفية وفيه وجوب الصبر على اذى الجار اذا خشى وقوع ما هو اشد ضررا وانه ليس لصاحب السفلى ان يحدث على صاحب العلو ما يضربه وانه ان احدث عليه ضرر الزمه اصلاحه وان لصاحب العلو منعه من الضرر وفيه جواز قسمة العقار المتفاوت بالقرعة قال ابن بطلان والعلماء متفقون على القول بالقرعة الا الكوفيين فانهم قالوا لا معنى لها لانها تشبه الاكراه التي نهى الله عنها (قسطلانی) حدیث کی باب سے مطابقت ظاہر ہے اور اس سے پڑوسی کی تکلیف پر صبر کرنا بطور وجوب ثابت ہوا۔ جب عدم صبر کی صورت میں اس سے بھی کسی بڑی مصیبت کے آنے کا خطرہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نیچے والے کے لئے جائز نہیں کہ اوپر والے کے لئے کوئی ضرر کا کام کرے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھے تو اس کو اس کی درستی واجب ہے اور اوپر والے کو حق ہے کہ وہ ایسے ضرر کے کام سے اس کو روکے اور سلمان و اسباب متفرقہ کا قرعہ اندازی سے تقسیم کرنا بھی ثابت ہوا۔ ابن بطلان نے کہا علماء کا قرعہ کے جواز پر اتفاق ہے سوائے اہل کوفہ کے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرعہ اندازی ان تیروں کے مشابہ ہی ہے جو کفار مکہ بطور فال نکالا کرتے تھے۔ اس لئے یہ جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ازالام سے منع کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل کوفہ کا یہ قیاس باطل ہے۔

ازلام اور قرعہ اندازی میں بہت فرق ہے اور جب قرعہ کا ثبوت صحیح حدیث سے موجود ہے تو اس کو ازلام سے تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔

باب ۷ - بَابُ شَرَكَةِ الْيَتِيمِ وَأَهْلِ

الشُّمَيْرَاتِ

اتفقوا على انه لا تجوز المشاركة في مال اليتيم الا ان كان لليتيم في ذلك مصلحة راجحة (فتح) یعنی اس پر اتفاق ہے کہ یتیم کے مال میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر یتیم کے مفاد کے لئے کوئی مصلحت رائج ہو تو جائز ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھا رہے ہیں۔ لہذا معاملہ بہت ہی نازک ہے۔

(۲۴۹۴) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ عامری اوسکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا (دوسری سند) اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورہ نساء میں) اس آیت کو پوچھا ”اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ کرنے کا ڈر ہو تو جو عورتیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار نکاح میں لاؤ“ انہوں نے کہا میرے بھانجے یہ آیت اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی (محافظ رشتہ دار جیسے چچا بھائی پھوپھی زاد یا ماموں زاد بھائی) کی پرورش میں ہو اور ترکے کے مال میں اس کی ساجھی ہو اور وہ اس کی مالداری اور خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر اس سے نکاح کر لینا چاہے لیکن پورا مرا انصاف سے جتنا اس کو اور جگہ ملتا وہ نہ دے، تو اسے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرے۔ البتہ اگر ان کے ساتھ ان کے ولی انصاف کر سکیں اور ان کی حسب حیثیت بہتر سے بہتر طرز عمل مہر کے بارے میں اختیار کریں (تو اس صورت میں نکاح کرنے کی اجازت ہے) اور ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ان کے سوا جو بھی عورت انہیں پسند ہو ان سے وہ نکاح کر سکتے ہیں۔ عروہ بن زبیر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا۔ پھر لوگوں نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد (ایسی لڑکیوں سے نکاح کی اجازت کے بارے میں) مسئلہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

۲۴۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْغَامِرِيُّ الْأَوْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا .. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَأِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَقْسُطُوا - إِلَى قَوْلِهِ - وَزَبَاغٌ﴾ فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أَخْتِي، هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجَرٍ وَلَيْهَا تَشَارِكُهُ فِي مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلَيْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَتُحِبُّ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَأَمُرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَتَزَوَّجُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾، وَالَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ أَنَّهُ يُتْلَى

کی ”اور آپ سے عورتوں کے بارے میں یہ لوگ سوال کرتے ہیں۔“ آگے فرمایا اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ یہ جو اس آیت میں ہے اور جو قرآن میں تم پر پڑھا جاتا ہے اس سے مراد پہلی آیت ہے۔ یعنی ”اگر تم کو یتیموں میں انصاف نہ ہو سکنے کا ڈر ہو تو دوسری عورتیں جو بھلی لگیں ان سے نکاح کر لو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ جو اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا اور تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس سے یہ غرض ہے کہ جو یتیم لڑکی تمہاری پرورش میں ہو اور مال اور جمال کم رکھتی ہو اس سے تو تم نفرت کرتے ہو، اس لئے جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں تم کو رغبت ہو اس سے بھی نکاح نہ کرو مگر اس صورت میں جب انصاف کے ساتھ ان کا پورا مہر دینا کرو۔

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَىٰ الَّتِي قَالَ فِيهَا: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللَّهِ فِي الْآيَةِ الْآخَرَىٰ: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيمَةٍ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجَرِهِ جَيْنَ تَكُونُ قَلِيلَةً أَمْوَالٍ وَالْجَمَالِ، فَهِيَ أَلَّا يَنْكِحُوا مَا رَغَبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ)).

[أطرافه في : ٢٧٦٣، ٤٥٧٣، ٤٥٧٤،

٤٦٠٠، ٥٠٦٤، ٥٠٩٢، ٥٠٩٨،

٥١٢٨، ٥١٤٠، ٦٩٦٥].

٨- بَابُ الشَّرَكَةِ فِي الْأَرْضَيْنِ

وَعِزَّهَا

باب زمین مکان وغیرہ میں

شرکت کا بیان

(٢٣٩٥) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ایسے اموال (زمین جائیداد وغیرہ) میں دیا تھا جن کی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے بھی بدل دیئے جائیں تو پھر شفعہ کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

٢٤٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقَسَّمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْخُدُودُ وَصُرِفَتِ الطَّرِيقُ فَلَا شُفْعَةَ)). [راجع: ٢٢١٣]

قطلانی نے کہا، اس سے یہ لگتا ہے کہ شفعہ غیر منقولہ جائیداد میں ہے کہ منقولہ میں۔ اس کی بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

باب جب شریک لوگ گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو اب اس سے پھر نہیں سکتے اور نہ ان کو شفعہ کا حق رہے گا

٩- بَابُ إِذَا اقْتَسَمَ الشَّرَكَاءُ الدُّورَ أَوْ عِزَّهَا

فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

ترجمہ باب اس طرح نکلتا ہے کہ جب شفعہ کا حق تقسیم کے بعد نہ رہا تو معلوم ہوا کہ تقسیم بھی پھر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر تقسیم باطل ہو جائے تو جائداد پھر مشترک ہو جائے گی اور شرکاء کو شفعہ کا حق پیدا ہو گا۔

(۲۳۹۶) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس جائداد میں شفعہ کا حق دیا تھا جس کی شرکاء میں ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر حد بندی ہو جائے اور راستے الگ ہو جائیں تو پھر شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

باب سونے، چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے

بیع صرف کا بیان اوپر گزر چکا ہے یعنی سونے چاندی اور نقد کی بیع بعض سونے چاندی اور نقد کے۔

(۲۳۹۷) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، ان سے عثمان نے جو اسود کے بیٹے ہیں، کہا کہ مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو المنہال سے بیع صرف نقد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز (سونے اور چاندی کی) خریدی نقد پر بھی اور ادھار پر بھی۔ پھر ہمارے یہاں براء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے شریک زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بیع کی تھی اور ہم نے اس کے متعلق رسول کریم ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ جو نقد ہو وہ لے لو اور جو ادھار ہو اسے چھوڑ دو۔

۲۴۹۶- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقَسِّمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطَّرِيقُ فَلَا شُفْعَةَ)). [راجع: ۲۲۱۳]

۱۰- بَابُ الْإِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُونُ فِيهِ الصَّرْفُ

۲۴۹۷، ۲۴۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ - يَغْنِي ابْنَ الْأَسْوَدِ - قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمُنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ: اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيكَ لِي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِينَةً، فَجَاءَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلَنَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيكِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ وَسَأَلْنَا النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: ((مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوهُ، وَمَا كَانَ نَسِينَةً فَذَرُوهُ)).

[راجع: ۲۰۶۰، ۲۰۶۱]

باب مسلمان کا مشترکین اور ذمیوں کے ساتھ مل کر کھیتی کرنا

۱۱- بَابُ مُشَارَكَةِ الذَّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِينَ فِي الْمَزَارَعَةِ

باب کی حدیث سے ذمی کی شرکت کا جواز کھیتی میں نکلتا ہے اور جب کھیتی میں شرکت جائز ہوئی تو اور چیزوں میں بھی جائز ہوگی۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ واحتج الجمهور بمعاملة النبي صلى الله عليه وسلم يهود خيبر واذا جاز في المزارعة جاز

تَشْرِيعٌ

فی غیرها وبمشروعية اخذ الجزية منهم مع ان فی اموالهم ما فیہا یعنی اس کے جواز پر جمہور علماء نے نبی کریم ﷺ کے یہود خیر سے معاملہ کرنے سے دلیل پکڑی ہے اور ان سے جزیہ لینے کی مشروعیت پر بھی حالانکہ ان کے اموال کا حال معلوم ہے کہ ان میں سود بیاج وغیرہ ناجائز آمدنی بھی ان کے یہاں ہوتی تھی۔ پھر بھی ان سے جزیہ میں ان کا مال حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا۔

۲۴۹۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرُةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَغْمَلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يُخْرَجُ مِنْهَا)).
 ۲۴۹۹- ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بنت اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر دے دی تھی کہ وہ اس میں محنت کریں اور بوئیں جو تیں۔ پیداوار کا آدھا حصہ انہیں ملا کرے گا۔

[راجع: ۲۲۸۵]

اسلام معاشرتی تمدنی امور میں مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری غیر مسلم قوموں سے مل کر اپنے معاشی مسائل حل کر سکتے ہیں نہ صرف کھیتی کاری بلکہ جملہ دنیاوی امور سب اس اجازت میں شامل ہیں اسی طرح مسلمانوں کو بہت سے دینی و دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔

باب بکریوں کا انصاف کے ساتھ تقسیم کرنا

۲۵۰۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَنِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغْطَاهُ غَنَمًا يَفْقِسُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ صَحَابًا، فَبَقِيَ غَنَمٌ، فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((صَحِّحْ بِهَ أَنتَ)). [راجع: ۲۳۰۰]

۲۵۰۰- ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی حنیب نے، ان سے ابو الخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکریاں دی تھیں کہ قربانی کے لئے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیں۔ پھر ایک سال کا بکری کا بچہ بیچ گیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے عقبہ سے فرمایا تو اس کی قربانی کر لے۔

باب اناج وغیرہ میں شرکت کا بیان

۱۳- بَابُ الشَّرَكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ وَيَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَعَمَزَهُ آخَرُ، فَرَأَى عُمَرَ أَنَّ لَهُ شَرَكَةً.

اور منقول ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز چکائی، دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا، تب اس نے مول لے لیا، اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ شریک ہے۔

۲۵۰۱، ۲۵۰۲- حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ زُهْرَةَ بْنُ مَعْبُدٍ

۲۵۰۱ (۲) ہم سے اصبح بن فرج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، کہا مجھے سعید بن ابی ایوب نے خبر دی، انہیں زہرہ بن معبد نے، انہیں ان کے دادا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے،

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا تھا۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس سے بیعت لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ابھی بچہ ہے۔ پھر آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا کی اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ انہیں اپنے ساتھ بازار لے جاتے۔ وہاں وہ غلہ خریدتے۔ پھر عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ان سے ملتے تو وہ کہتے کہ ہمیں بھی اس اناج میں شریک کرلو۔ کیونکہ آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن ہشام انہیں بھی شریک کر لیتے اور کبھی پورا ایک اونٹ (معہ غلہ) نفع میں پیدا کر لیتے اور اس کو گھر بھیج دیتے۔

عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ - وَكَانَ قَدْ أَذْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حَمِيدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ: هُوَ صَغِيرٌ. فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ - وَعَنْ زُهْرَةَ بِنِ مَعْبِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَيَقُولَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ، فَيَشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبِيعْتُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ)). [طرفہ فی: ۷۲۰۱].

[طرفہ فی: ۶۳۵۳].

بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کبھی ایک اونٹ کے لادنے کے موافق اناج پیدا کرتے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ ہم کو بھی اس اناج میں شریک کرلو۔ طعام سے کھانے کے غلہ جات گندم، چاول وغیرہ مراد ہیں۔ شرکت میں ان کا دوبار کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث ہذا میں عبد اللہ بن ہشام ایک صحابی کا ذکر ہے جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے بچپن میں دعا فرمائی تھیں اور آپ کی دعاؤں کی برکت سے اللہ نے ان کو بہت کچھ نوازا تھا۔ ان کے دادا جب غلہ وغیرہ خریدنے بازار جاتے تو ان کو ساتھ لے لیتے تاکہ حضور کی دعاؤں کی برکت شامل حال رہے۔ بعض دفعہ راستے میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن زبیر مل جاتے تو وہ بھی درخواست کرتے کہ ہم کو بھی اس تجارت میں شریک کر لیجئے تاکہ دعائے نبوی کی برکتوں سے ہم بھی فائدہ حاصل کریں۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ یہ سب بہت کچھ نفع کما کر واپس لوٹتے۔

اس حدیث پر حافظ صاحب فرماتے ہیں: وفي الحديث مسح راس الصغير وترك مبايعة من لم يبلغ والدخول في السوق لطلب المعاش وطلب البركة حيث كانت الراد على من زعم ان السعة من الحلال مذمومة وتوفر دواعي الصحابة على احضار اولادهم عند النبي صلى الله عليه وسلم لالتماس بركته وعلم من اعلام نبوته صلى الله عليه وسلم لاجابة دعائه في عبد الله بن هشام يعني اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرنا سنت نبوی ہے اور نابالغ بچے سے بیعت نہ لینا بھی ثابت ہوا اور طلب معاش کے لئے بازار جانے کی مشروعیت بھی ثابت ہوئی اور برکت طلب کرنا بھی ثابت ہوا وہ جہاں سے بھی حاصل ہو اور ان لوگوں کی تردید بھی ہوئی جو رزق حلال کی کوشش کو مذموم جانتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ بیشتر صحابہ کرام برکت حاصل کرنے کے لئے اپنی اولاد کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا کرتے تھے تاکہ آپ کی دعائیں ان بچوں کے شامل حال ہوں۔ اور حضرت عبد اللہ بن ہشام کے حق میں دعائے نبوی کی جو برکات حاصل ہوئیں یہ سب آنحضرت ﷺ کی صداقت کی نشانیوں میں سے اہم نشانیاں ہیں۔

ایسا ہی واقعہ عروہ باری رضی اللہ عنہ کا ہے جو بازار میں جاتے اور کبھی تو چالیس چالیس ہزار کا نفع کما کر بازار سے واپس لوٹتے۔ جو سب

کچھ نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کی برکت تھی۔ آپ نے ایک دفعہ ان کو ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے بھیجا تھا اور یہ اس ایک دینار کی دو قربانیاں خرید کر لائے اور راستے ہی میں ان میں سے ایک کو فروخت کر کے دینار واپس حاصل کر لیا۔ پھر حضور کی خدمت میں قربانی کا جانور پیش کیا اور نفع میں حاصل ہونے والا دینار بھی اور ساتھ میں تفصیلی واقعہ سنایا۔ جسے سن کر آنحضرت ﷺ بے حد خوش ہوئے اور ان کے کاروبار میں برکت کی دعا فرمائی۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ومطابقة الحديث للترجمة في قوله اشركنا لكونهما طلبا منه الاشتراك في الطعام الذي اشتراه فاجابهما الى ذلك وهم من الصحابة ولم ينقل عن غيرهم ما يخالف ذلك فيكون حجة والجمهور على صحة الشركة في كل ما يملك (قسطلانی)! یعنی حدیث کی باب میں مطابقت لفظ اشركنا سے ہے۔ ان ہر دو بزرگ صحابیوں نے ان سے اس خرید کردہ غلہ میں شرکت کا سوال کیا اور انہوں نے ہر دو کی اس درخواست کو قبول کیا۔ وہ سب اصحاب نبوی تھے اور کسی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہوئی۔ پس یہ حجت ہے اور جمہور ہر اس چیز میں شرکت کے جواز کے قائل ہیں جو چیز ملکیت میں آسکتی ہے۔

باب غلام لونڈی میں شرکت کا بیان

(۲۵۰۳) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی سانچے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر غلام کی۔ انصاف کے موافق۔ قیمت کے برابر اس کے پاس مال ہو تو وہ سارا غلام آزاد کرادے۔ اس طرح دوسرے سانچوں کو ان کے حصے کی قیمت ادا کر دی جائے اور اس آزاد کئے ہوئے غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔

۱۴- بَابُ الشَّرْكََةِ فِي الرِّقَّةِ

۲۵۰۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَغْتَقَ شَرِكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَغْتَقِ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدَرُ ثَمَنِهِ يَقَامُ قِيمَةَ عَدَلٍ وَيُعْطَى شَرَكَاؤُهُ حِصَّتُهُمْ وَيُحْلَى سَبِيلُ الْمُغْتَقِ)).

[راجع: ۲۴۹۱]

(۲۵۰۴) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے نصر بن انس نے، ان سے بشیر بن ہیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی (سانچے کے) غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس مال ہے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ باقی حصوں کو آزاد کرانے کے لئے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے۔ لیکن اس سلسلے میں اس پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

۲۵۰۴- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَغْتَقَ شَرِكًا لَهُ فِي عَبْدٍ أَغْتَقَ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَنْعَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)). [راجع: ۲۴۹۲]

باب قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی مکہ کو قربانی بھیج چکے پھر اس میں کسی کو شریک کر لے

۱۵- بَابُ الْإِشْرَاقِ فِي الْهَدْيِ وَالْبَذَائِدِ إِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي

توجانزہ

(۲۵۰۵، ۲۵۰۶) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، انہیں عبد الملک بن جریج نے خبر دی، انہیں عطاء نے اور انہیں جابر بن جریج نے اور (ابن جریج اسی حدیث کی دوسری روایت) طاؤس سے کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ چوتھی ذی الحجہ کی صبح کوچ کا تلبیہ کہتے ہوئے جس کے ساتھ کوئی اور چیز (عمرہ) نہ ملاتے ہوئے (مکہ میں) داخل ہوئے۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ کے حکم سے ہم نے اپنے حج کو عمرہ کر ڈالا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ (عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد حج کے احرام تک) ہماری بیویاں ہمارے لئے حلال رہیں گی۔ اس پر لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ عطاء نے بیان کیا کہ جابر بن جریج نے کہا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کیا ہم میں سے کوئی منیٰ اس طرح جائے کہ منیٰ اس کے ذکر سے ٹپک رہی ہو۔ جابر نے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے زیادہ نیک اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اگر مجھے وہ بات پہلے ہی معلوم ہوتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوتے تو میں بھی احرام کھول دیتا۔ اس پر سراقہ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ حکم (حج کے ایام میں عمرہ) خاص ہمارے ہی لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ جابر نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (مکین سے) آئے۔ اب عطاء اور طاؤس میں سے ایک تو یوں کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احرام کے وقت یوں کہا تھا۔ لبیک بما اهل به رسول اللہ ﷺ اور دوسرا یوں کہتا ہے کہ انہوں نے لبیک بحجة رسول اللہ ﷺ کہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں (جیسا بھی انہوں نے باندھا

هَذِيهِ بَعْدَ مَا أَهْدَى

۲۵۰۵، ۲۵۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ صَبَحَ رَابِعَةً مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهْلِينَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ. فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلَنَا عُمْرَةً. وَأَنْ نَجُلَ إِلَى يَسَابِنَا. فَفَشَسْتُ فِي ذَلِكَ الْقَالَةَ. قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوحُ أَحَدُنَا إِلَى مَنَى وَذِكْرُهُ يَقْطُرُ مَنَى - فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ - فَلَبَّغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَامَ خَطِيئًا فَقَالَ: ((بَلَّغْنِي أَنْ أَقُولَ مَا يَقُولُونَ كَذًا وَكُذًا، وَاللَّهِ لَا أَنَا أَبْرُ وَأَتَقَى اللَّهَ مِنْهُمْ، وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، وَلَوْ لَا أَنْ مَعِيَ الْهَذِي لَأَخْلَلْتُ)). فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ بْنُ جُعْشَمٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبْد؟ فَقَالَ: ((لَا، بَلْ لِلْأَبْد)). قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ أَخَذَهُمَا يَقُولُ: لَيْتَكَ بِمَا أَهْلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَالَ الْآخَرُ: لَيْتَكَ بِحُجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَذِي)).

[راجع: ۱۰۸۵، ۱۰۵۷]

(ہے) اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔

اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ سند میں ابن جریج کا اس حدیث کو عطاء اور طاؤس دونوں سے منقول ذکر ہے۔ حافظ نے کہا میرے نزدیک تو طاؤس سے روایت منقطع ہے کیونکہ ابن جریج نے مجاہد اور عکرمہ سے نہیں سنا اور طاؤس ان ہی کے ہم عصر ہیں، البتہ عطاء سے سنا ہے کیونکہ عطاء ان لوگوں کے دس برس بعد ہوئے تھے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مدینہ سے قربانی کے لئے ۶۳ اونٹ لئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ۳ اونٹ لائے۔ جملہ سواونٹ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ان اونٹوں میں شریک کر لیا۔

باب تقسیم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں

کے برابر سمجھنا

(۲۵۰۷) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو دکنج نے خبر دی، انہیں سفیان ثوری نے، انہیں ان کے والد سعید بن مسروق نے، انہیں عبایہ بن رفاعہ نے اور ان سے ان کے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تمامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے۔ (غنیمت میں) ہمیں بکریاں اور اونٹ ملے تھے۔ بعض لوگوں نے جلدی کی اور (جانور ذبح کر کے) گوشت کو ہانڈیوں میں چڑھا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے حکم سے گوشت کی ہانڈیوں کو الٹ دیا گیا۔ پھر (آپ نے تقسیم میں) دس بکریوں کا ایک اونٹ کے برابر حصہ رکھا۔ ایک اونٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ قوم کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی۔ ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشت ہوتی ہے۔ اس لئے جب تم ان کو نہ بچاؤ تو تم ان کے ساتھ ایسا کیا کرو۔ عبایہ نے بیان کیا کہ میرے دادا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں امید ہے یا خطرہ ہے کہ کہیں کل دشمن سے مدد بھیڑ نہ ہو جائے اور چھری ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیا دھاردار لکڑی سے ہم ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، لیکن ذبح کرنے میں جلدی کرو۔ جو چیز خون بہا دے (اسی سے کاٹ ڈالو) اگر اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھاؤ اور ناخن اور دانت سے ذبح نہ کرو۔ اس کی وجہ میں بتلاؤں۔ سنو دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں

۱۶- بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشْرَةَ مِنْ

الْغَنَمِ بِجَزْوَءٍ فِي الْقِسْمِ

۲۵۰۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ يَهَامَةَ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَ إِبِلًا، فَعَجَلْنَا الْقَوْمَ فَأَعْلَوْا بِهَا الْقُدُورَ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِنَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرَ مِنْ الْغَنَمِ بِجَزْوَءٍ ثُمَّ إِنَّ بَعِيرًا نَدَى وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنْ لَهْدِهِ الْبَهَائِمُ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا عَلَيْكُمْ مِنْهَا فَأَصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا)). قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرْجُو - وَ نَخَافُ - أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى، أَفَنَذِيقُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: ((اعْجَلْ، أَوْ أَرِنِي. مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا، لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ، وَسَأَحْدِثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمَدَى الْحَبَشَةِ)).

[راجع: ۲۴۸۸]

ہیں۔

راوی کو شبہ ہے کہ آپ نے لفظ اعجل فرمایا، یا لفظ ادن فرمایا۔ خطابی نے کہا کہ لفظ ادن اصل میں اء دن تھا جو ادن یادن سے ہے اور جس کے معنی بھی اعجل یعنی جلدی کرنے کے ہیں۔

۴۸- کتاب الرهن

کتاب رہن کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تشیع رہن کے معنی ثبوت یا رکنا اور اصطلاح شرع میں رہن کہتے ہیں قرض کے بدل کوئی چیز رکھوا دینے کو مضبوطی کے لئے کہ اگر قرض ادا نہ ہو تو مرتن اس چیز سے اپنا قرض وصول کر لے۔ جو شخص رہن کی چیز کا مالک ہو اس کو راہن اور جس کے پاس رکھا جائے اس کو مرتن اور اس چیز کو مرہون کہتے ہیں۔

رہن کے لغوی معنی گروی رکھنا، روک رکھنا، اقامت کرنا، ہمیشہ رہنا۔ مصدر ادھان کے معنی گروی کرنا۔ قرآن مجید کی آیت ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (المدثر: ۳۸) میں گروی مراد ہے۔ یعنی ہر نفس اپنے اعمال کے بدلے میں اپنے آپ کو گروی کر چکا ہے۔ حدیث نبوی کل غلام رهنہ بعقیقہ میں بھی گروی مراد ہے یعنی ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ہاتھ میں گروی ہے۔ بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ ہوا اور وہ مرگیا تو وہ اپنے والدین کی سفارش نہیں کرے گا۔ بعض نے عقیقہ ہونے تک بچے کا بالوں کی گندگی وغیرہ میں جٹلا رہنا مراد لیا ہے۔

مجید مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق رہن کے جواز کے لئے آیت قرآنی سے استشاد فرمایا۔ پھر سفر کی خصوصیت کا شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ رہن صرف سفر سے متعلق ہے، اس لئے لفظ ”حضر“ کا بھی اضافہ فرما کر اس شبہ کو رد کیا اور حضرت میں رہن کا ثبوت حدیث نبوی سے پیش فرمایا جو کہ آگے مذکور ہے۔ جس میں یہودی کے ہاں آپ نے اپنی زرہ مبارک گروی رکھی۔ اس کا نام ابو ثمم تھا اور یہ بنو ظفر سے تعلق رکھتا تھا جو قبیلہ خزرج کی ایک شاخ کا نام ہے۔

باب آدمی اپنی بستی میں ہو اور گروی رکھے

اور اللہ پاک نے سورہ بقرہ میں فرمایا

اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ

۱- بَابُ فِي الرِّهْنِ فِي الْحَضَرِ،

وَقَوْلُهُ تَعَالَى

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا

طے تو ہاتھ گروی رکھ لو

فَرِهَانَ مَقْبُوضَةً ﴿ [البقرة: ۲۸۳]

یہ باب لا کر حضرت امام بخاریؒ نے یہ بتلایا کہ قرآن شریف میں جو یہ قید ہے ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ﴾ [البقرة: ۲۸۳] یہ قید اتفاقی ہے اس لئے کہ اکثر سفر میں گروی کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضر میں گروی رکھنا درست نہیں۔

۲۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : وَلَقَدْ رَهَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِرْعَهُ بِشَعِيرٍ وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِخَنْزِيرٍ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَخِجَةٍ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ : ((مَا أَصْبَحَ لَالٌ مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَّا صَاعٌ وَلَا أَمْسَى، وَإِنَّهُمْ لَتَسْنَعُ أَيْتَاتٍ)). [راجع: ۲۰۶۹]

(۲۵۰۸) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام دستوائی نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، اور انس سے مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ جو کے بدلے گروی رکھی تھی۔ ایک دن میں خود آپ کے پاس جو کی روٹی اور باسی چربی لے کر حاضر ہوا تھا۔ میں نے خود آپ سے سنا تھا، آپ فرما رہے تھے کہ آل محمد (ﷺ) پر کوئی صبح اور کوئی شام ایسی نہیں آئی کہ ایک صاع سے زیادہ کچھ اور موجود رہا ہو، حالانکہ آپ کے نوگھر تھے۔

تشریح یہ آپؐ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا، دوسرے مومنین کو تسلی دینے کے لئے نہ کہ بطور شکوہ اور شکایت کے۔ اہل اللہ تو فقر اور فاقہ پر ایسی خوشی کرتے ہیں جو غنا اور تونگری پر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں فقر اور فاقہ اور کھ اور بیماری خالص محبوب یعنی خداوند کریم کی مراد ہے اور غنا اور تونگری میں بندے کی مراد بھی شریک ہوتی ہے۔

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ سے منقول ہے۔ جب وہ اپنے گھر میں جاتے اور والدہ سے پوچھتے کچھ کھانے کو ہے؟ وہ کہتی ”بیانا نظام الدین ما امروز مہمان خدا نیم“ تو بے حد خوشی کرتے اور جس دن وہ کہتی کہ ”ہاں! کھانا حاضر ہے“ تو کچھ خوشی نہ ہوتی۔ (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں: وفي الحديث جواز معاملة الكفار فيما لم يتحقق تحريم عين المتعامل فيه وعدم الاعتبار بفساد معتقدهم ومعاملاتهم فيما بينهم واستنبط منه جواز معاملة من اكثر ماله حرام وفيه جواز بيع السلاح ورهنه واجارته وغير ذلك من الكافر مالم يكن حربيا وفيه ثبوت اهلاك اهل الذمة في ايديهم وجواز الشراء بالثمن الموجل واتخاذ الدروع والعدد وغيرها من آلات الحرب وانه غير قاذح في التوكل وان قينة آلة الحرب لا تدل على تحبيسها قاله ابن المنير وان اكثر قوت ذلك العصر الشعر قاله الداودي وان القول قول المرتنن في قيمة المرهون مع يمينه حكاه ابن التين وفيه ما كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم من التواضع والزهد في الدنيا والتقلل منها مع قدرته عليها والكرم الذي افضى به الى عدم الادخار حتى احتاج الى رهن درعه والصبر على ضيق العيش والقناعة بالبسر وفضيلة لازواجه لصبرهن معه على ذلك وفيه غير ذلك مما مضى ويأتي.

قال العلماء الحكمة في عدوله صلى الله عليه وسلم عن معاملة مياسيرا الصحابة الى معاملة اليهود اما لبيان الجواز اولاهم له يكن عندهم اذ ذاك طعام فاضل عن حاجة غيرهم او خشى انهم لا ياخذون منه ثمنا او عرضا فلم يرد التصديق عليهم فانه لا يبعد ان يكون فيهم اذ ذاك من يقدر على ذلك واكثر منه فلعله لم يطلعهم على ذلك وانما اطلع عليه من لم يكن موسرا به ممن نقل ذلك واليه اعتمد (فتح الباری)

یعنی اس حدیث سے کفار کے ساتھ ایسی چیزوں میں جن کی حرمت متحقق نہ ہو، معاملہ کرنے کا جواز ثابت ہوا اس بارے میں

ان کے معتقدات اور باہمی معاملات کے بگاڑ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس سے ان کے ساتھ بھی معاملہ کا جواز ثابت ہوا جن کے مال کا اکثر حصہ حرام سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے کافر کے ہاتھ ہتھیاروں کا رہن رکھنا و بیچنا بھی ثابت ہوا جب تک وہ حربی نہ ہو اور اس سے ذمیوں کے املاک کا بھی ثبوت ہوا جو ان کے قابو میں ہوں اور اس سے ادھار قیمت پر خرید کرنا بھی ثابت ہوا اور ورہ وغیرہ آلات حرب کا تیار کرنا بھی ثابت ہوا اور یہ کہ اس قسم کی تیاریاں توکل کے منافی نہیں ہیں اور یہ کہ آلات حرب کا ذخیرہ جمع کرنا ۱۱۱ کے روکنے پر دلالت نہیں کرتا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر کھانے میں جو کاروبار تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شے مرہونہ کے بارے میں قسم کے ساتھ مرتن کا قول ہی معتبر مانا جائے گا اور اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا زہد و توکل بھی بدرجہ اتم ثابت ہوا۔ حالانکہ آپ کو ہر قسم کی آسائیاں بہم تھیں۔ ان کے باوجود آپ نے دنیا میں ہمیشہ کمی ہی کو محبوب رکھا اور آپ کا کرم و سخا اور عدم ذخیرہ اندوزی بھی ثابت ہوا۔ جس کے نتیجے میں آپ کو مجبوراً اپنی زرہ کو رہن رکھنا ضروری ہوا اور آپ کا صبر بھی ثابت ہوا جو آپ تنگی معاش میں فرمایا کرتے تھے اور کم سے کم پر آپ کا قناعت کرنا بھی ثابت ہوا اور آپ کی بیویوں کی بھی فضیلت ثابت ہوئی جو وہ آپ کے ساتھ کرتی تھیں اور اس بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کے بجائے یہودیوں سے ادھار کا معاملہ کیوں فرمایا؟ علماء نے ایک حکمت بیان کی ہے کہ آپ نے یہ معاملہ جواز کے اظہار کے لئے فرمایا، یا اس لئے کہ ان دنوں صحابہ کرام کے پاس فاضل غلہ نہ تھا۔ لہذا مجبوراً یہود سے آپ کو معاملہ کرنا پڑا۔ یا اس لئے بھی کہ آپ جانتے تھے کہ صحابہ کرام بجائے ادھار معاملہ کرنے کے بلا قیمت ہی وہ غلہ آپ کے گھر بھیج دیں گے اور خواہ مخواہ ان کو تنگ ہونا پڑے گا، اس لئے خاموشی سے آپ نے یہود سے ہی کام چلا لیا۔

باب زرہ کو گروی رکھنا

۲- بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

(۲۵۰۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ ہم نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے یہاں قرض میں رہن اور ضامن کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم سے اسود نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ خریدا ایک مقررہ مدت کے قرض پر اور اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھی تھی۔

۲۵۰۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: (لَدَا كُرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنِ وَالْقَبِيلِ لِي السَّلَافِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهْنَهُ دِرْعَهُ). [راجع: ۲۰۶۸]

باب ہتھیار گروی رکھنا

۳- بَابُ رَهْنِ السَّلَاحِ

(۲۵۱۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کعب بن اشرف (یہودی اسلام کا پکا دشمن) کا کام کون تمام کرتا ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت تکلیف دے رکھی ہے۔

۲۵۱۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ آذَى اللَّهِ وَرَسُولَهُ ﷺ)).

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (یہ خدمت انجام دوں گا) چنانچہ وہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ ایک یا دو سبق غلہ قرض لینے کے ارادے سے آیا ہوں۔ کعب نے کہا لیکن تمہیں اپنی بیویوں کو میرے یہاں گروی رکھنا ہو گا۔ محمد بن مسلمہ اور اسکے ساتھیوں نے کہا کہ ہم اپنی بیویوں کو تمہارے پاس کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں جب کہ تم سارے عرب میں خوبصورت ہو۔ اس نے کہا کہ پھر اپنی اولاد گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی اولاد کس طرح رہن رکھ سکتے ہیں اسی پر انہیں گالی دی جایا کرے گی کہ ایک، دو سبق غلے کے لئے رہن رکھ دیئے گئے تھے تو ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہو گی۔ البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے یہاں رہن رکھ سکتے ہیں۔ سفیان نے کہا کہ مرازا لفظ ”لامہ“ سے ہتھیار ہیں۔ پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے (چلے آئے اور رات میں اسکے یہاں پہنچ کر اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی۔

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ: أَنَا. فَأَنَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسَلِّفَنَا وَتُفَا أَوْ وَتُفِين. فَقَالَ: أَرَهْنُونِي نِسَاءَكُمْ. قَالُوا: كَيْفَ نَرَهْنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ: فَأَرَهْنُونِي أَبْنَاءَكُمْ. قَالُوا: كَيْفَ نَرَهْنُ أَبْنَاءَنَا قَيْسَبُ أَحَدُهُمْ قِيْلَ: رَهْنُ بَوَسَقِ أَوْ وَتُفِين؟ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلَكِنَّا نَرَهْنُكَ اللَّامَةَ - قَالَ سَفْيَانُ: يَغْنِي السَّلَاحُ - فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ، لَفَقَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ، فَأَخْبَرُوهُ. [أطرافه في: ٣٠٣١، ٢٠٣٢، ٤٠٣٧].

کعب بن اشرف مدینہ کا سرمایہ دار یہودی تھا۔ اسلام آنے سے اس کو اپنے سرمایہ دارانہ وقار کے لئے ایک بڑا دھچکا محسوس ہوا اور یہ شب و روز اسلام کی بیخ کنی کے لئے تدابیر سوچتا رہتا تھا۔ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے ان کا نود کر کے کفار کہہ کر نبی کریم ﷺ سے لڑنے کے لئے ابھارتا رہتا اور آپ کی شان میں جھوٹے اشعار گھڑتا۔ اس ناپاک مشن پر وہ ایک دفعہ جنگ بدر کے بعد مکہ بھی گیا تھا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اس کی ناشائستہ حرکات سے تنگ آکر اس کا مسئلہ مجمع صحابہ میں رکھا۔ جس پر حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ انہوں نے آپ سے اجازت لی کہ میں اس کے پاس جا کر آپ کے باب میں جو کچھ مناسب ہو گا اس کے سامنے کہوں گا۔ اس کی اجازت دیجئے۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی تو حضرت محمد بن مسلمہؓ اس کے پاس پہنچے اور یہ باتیں ہوئیں جو کہ یہاں مذکور ہیں۔ آخر اس یہودی نے ہتھیاروں کے رہن کو منظور کیا۔ پھر محمد بن مسلمہؓ کعب کے رضاعی بھائی ابوناثلہ کو ساتھ لیکر رات کو اس کے پاس گئے۔ اس نے قلعہ کے اندر بلایا اور جب ان کے پاس جانے لگا تو اس کی عورت نے منع کیا، وہ بولا کوئی غیر نہیں ہے۔ محمد بن مسلمہؓ ہے اور میرا بھائی ابوناثلہ محمد بن مسلمہؓ کے ساتھ ہے۔ اور بھی دو یا تین شخص تھے۔ ابو عبس بن جبر، حارث بن اوس، عباد بن بشر۔

محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ میں کعب کے بال سونگھنے کے بہانے اس کا سر تھاموں گا۔ تم اس وقت جب دیکھو کہ میں سر کو مضبوط تھامتے ہوا ہوں، اس کا سر تلوار سے قلم کر دینا۔ پھر محمد بن مسلمہؓ نے جب کعب آیا، یہی کہا کہ اے کعب! میں نے تمہارے سر جیسی خوشبو تمام عمر میں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک عورت ہے جو عرب کی ساری عورتوں سے زیادہ معطر اور خوشبودار رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے اس کا سر سونگھنے کی اجازت مانگی اور کعب کے سر کو مضبوط تھام کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے تلوار سے سراڑا دیا اور لوٹ کر دوبار رسالت میں یہ بشارت پیش کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور ان مجاہدین اسلام کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

حضرت محمد بن مسلمہ بخیر کی کنیت ابو عبد اللہ انصاری ہے اور یہ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ہیں۔ کعب بن اشرف کے قتل کی ایک وجہ یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ اس نے اپنا ہمد توڑ دیا تھا۔ اس طور پر وہ ملک کا غدار بن گیا اور بار بار غداری کی حرکات کرتا رہا۔ لہذا اس کی آخری سزا یہی تھی جو اسے دی گئی۔

حضرت محمد بن مسلمہ بخیر نے کعب کے ہاں ہتھیار رہن رکھنے کا ذکر فرمایا۔ اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

۴- بَابُ الرَّهْنِ مَرْكُوبٌ وَمَخْلُوبٌ
وَقَالَ مُعِيزَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: تَرَكْتُ الصَّالَةَ
بِقَدْرِ غَلْفِهَا، وَتَخَلَّبْتُ بِقَدْرِ غَلْفِهَا.
وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

باب گروی جانور پر سواری کرنا اس کا دودھ پینا درست ہے
اور مغیرہ نے بیان کیا اور ان سے ابراہیم نخعی نے کہ گم ہونے والے
جانور پر (اگر وہ کسی کو مل جائے تو) اس پر چارہ دینے کے بدلے سواری
کی جائے (اگر وہ سواری کا جانور ہے) اور (چارے کے مطابق) اس کا
دودھ بھی دوا جائے۔ (اگر وہ دودھ دینے کے قابل ہے) ایسے ہی گروی
جانور پر بھی۔

(۲۵۱۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے زکریا بن ابی زائدہ
نے بیان کیا، ان سے عامر شعبی نے اور ان سے ابو ہریرہ بخیر نے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گروی جانور پر اس کا خرچ نکالنے
کے لئے سواری کی جائے، دودھ والا جانور گروی ہو تو اس کا دودھ پیا
جائے۔

(۲۵۱۲) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن
مبارک نے خبر دی، انہیں زکریا نے خبر دی، انہیں شعبی نے اور ان
سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا، گروی جانور پر اس کے خرچ کے بدل سواری کی جائے۔
اسی طرح دودھ والے جانور کا جب وہ گروی ہو تو خرچ کے بدل اس کا
دودھ پیا جائے اور جو کوئی سواری کرے یا دودھ پئے وہی اس کا خرچ
اٹھائے۔

۲۵۱۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:
«الرَّهْنُ يُرَكَّبُ بِنَفَقَتِهِ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ
إِذَا كَانَ مَرْهُونًا». [طرفه في: ۲۵۱۲].

۲۵۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا عَنْ
الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الرَّهْنُ يُرَكَّبُ
بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ
بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي
يُرَكَّبُ وَيُشْرَبُ النِّفَقَةُ».

[راجع: ۲۵۱۱]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم اور اصحاب جدید کا مذہب یہی ہے کہ مرتن شے مرہونہ سے نفع اٹھا سکتا ہے۔
جب اس کی درستی اور اصلاح اور خبر گیری کرتا رہے۔ گو مالک نے اس کو اجازت نہ دی ہو اور جمہور فقہاء نے اس کے
خلاف کہا ہے کہ مرتن کو شے مرہونہ سے کوئی فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ البتہ حدیث کے مذہب پر مرتن کو مکان مرہونہ بعوض اس کی
حفاظت اور صفائی وغیرہ کے رہتا، اسی طرح غلام لونڈی سے بعوض ان کے نان اور پارچہ کے خدمت لینا درست ہو گا۔ جمہور فقہاء اس
حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ جس قرض سے کچھ فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ البتہ حدیث کہتے ہیں اول تو یہ حدیث ضعیف ہے اس

صحیح حدیث کے معارضہ کے لائق نہیں۔ دوسرے اس حدیث میں مراد وہ قرضہ ہے جو بلا گروی کے بطور قرض حسہ ہو۔ طحاوی نے اپنے مذہب کی تائید کے لئے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ راہن اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پئے اور وہی اس کا دانہ چارہ کرے۔

اور ہم کہتے ہیں کہ یہ تاویل ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ مرہونہ جانور مرتن کے قبضہ میں اور حراست میں رہتا ہے نہ کہ راہن کے۔ اس کے علاوہ حماد بن سلمہ نے اپنی جامع میں حماد بن ابی سلیمان سے جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں، روایت کی، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، اس میں صاف یوں ہے کہ جب کوئی بکری رہن کرے تو مرتن بقدر اس کے دانے چارے کے اس کا دودھ پئے۔ اگر دودھ اس کے دانے چارے کے خرچ کے بعد بچ رہے تو اس کا لینا درست نہیں وہ ربوا ہے۔ (از مولانا وحید الزماں مرحوم)

باب یہود وغیرہ کے پاس کوئی چیز گروی رکھنا

۵- بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُودِ وَغَيْرِهِمْ

(۲۵۱۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مدت ٹھہرا کر ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔

۲۵۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((اشْتَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهْنَهُ دِرْعَةً)). [راجع: ۲۰۶۸]

یہودی کا نام ابو الشحم تھا۔ آپ نے اس یہودی سے جو کے تیس صاع قرض لئے تھے اور جو زرہ گروی تھی اس کا نام ذات الفضول تھا۔ بعضوں نے کہا آپ نے وفات سے پہلے یہ زرہ چھڑالی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات تک وہ گروی رہی۔ (وحیدی)

باب راہن اور مرتن میں اگر کسی بات میں اختلاف ہو جائے یا ان کی طرح دوسرے لوگوں میں تو گواہی پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے، ورنہ (منکر) مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی

۶- بَابُ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَنُ وَنَحْوُهُ

فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

(۲۵۱۴) ہم سے غلام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں (دو عورتوں کے مقدمہ میں) لکھا تو اس کے جواب میں انہوں نے تحریر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا تھا کہ (اگر مدعی گواہ نہ پیش کر سکے) تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔

۲۵۱۴- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ قَالَ: ((كُنْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى أَنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ)).

نتیجہ یہ اختلاف خواہ اصل رہن میں ہو یا مقدار شے مرہونہ میں مثلاً مرتن کے تو نے زمین درختوں سمیت گروی رکھی تھی اور راہن کے میں نے صرف زمین گروی رکھی تھی تو مرتن ایک زیادت کا مدعی ہوا اس کو گواہ لانا چاہئے۔ اگر گواہ نہ لائے تو راہن کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ شافعیہ کہتے ہیں رہن میں جب گواہ نہ ہوں تو ہر صورت میں راہن کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ (وحیدی)

(۲۵۱۵/۱۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص جان بوجھ کر اس نیت سے جھوٹی قسم کھائے کہ اس طرح دوسرے کے مال پر اپنی ملکیت جمائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو گا۔ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے (سورہ آل عمران میں) یہ آیت نازل فرمائی ”وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی پونجی خریدتے ہیں“ آخر آیت تک انہوں نے تلاوت کی۔ ابو وائل نے کہا اس کے بعد اشعث بن قیسؓ ہمارے گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ ابو عبد الرحمن (ابو مسعودؓ) نے تم سے کون سی حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے حدیث بالا ان کے سامنے پیش کر دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے۔ میرا ایک (یہودی) شخص سے کنویں کے معاملے میں جھگڑا ہوا تھا۔ ہم اپنا جھگڑا لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے گواہ لاؤ ورنہ دوسرے فریق سے قسم لی جائے گی۔ میں نے عرض کیا پھر یہ تو قسم کھالے گا اور (جھوٹ بولنے پر) اسے کچھ پرواہ نہ ہو گی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر کسی کا مال ہڑپ کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر نہایت غضبناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی۔ اس کے بعد انہوں نے وہی آیت پڑھی ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔“ آیت ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ تک

۲۵۱۵، ۲۵۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: ((قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبًا، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا - فَقَرَأَ إِلَيَّ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [آل عمران: ۷۷].

ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ، لَقِيَ وَاللَّهِ أَنْزَلْتُ، كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بَنِي، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((شَاهِدَكَ أَوْ يَمِينُهُ)). قُلْتُ: إِنَّهُ إِذَا يَخْلِفُ وَلَا يَبَالِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبًا)). فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ: ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا - إِلَيَّ - وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾.

۴۹- کتاب الحق

کتاب غلاموں کی آزادی کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

١- بَابُ فِي الْعَتَقِ وَفَضْلِهِ قَوْلُهُ

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ بلد میں) فرمایا۔

تشریح ہر چند ہر یتیم کو بھوک کے وقت کھانا کھانا ثواب ہے مگر یتیم بچہ اگر رشتہ دار ہو تو اس کی پرورش کرنے میں دلگنا ثواب ہے۔ آیت قرآنی میں کسی غلام کو آزاد کرنا یا غریب یتیم کو بھوک کے وقت کھانا کھانا ہر دو کام ایک ہی درجہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ دورِ حاضرہ میں عمدہ عتیق کی غلامی کا دور ختم ہو گیا۔ پھر بھی آج وحشی اقتصادی غلامی موجود ہے جس میں ایک عالم گرفتار ہے۔ اس لئے اب بھی کسی قرض دار کا قرض ادا کرنا دینا کسی ناحق شکستہ میں پھنسنے ہوئے انسان کو آزاد کرنا دینا اور یتیم مسکینوں کی خبر لینا بڑے بھاری کارِ ثواب ہیں۔ جگہ جگہ کے فسادات میں کتنے مسلم بچے لاوارث یتیم ہو رہے ہیں۔ کتنے امیر امراء مساکین و فقراء کی مغفوں میں آ رہے ہیں۔ جیسا کہ حال ہی میں احمد آباد، چائے باسہ، چکدر پور، پھر ممبئی اور جل گاؤں کے حالات سامنے ہیں۔ ایسے معیبت زدہ مسلمانوں کی مدد کرنا اور ان کو زندگی کے لئے سہارا دینا وقت کا بڑا بھاری کارِ خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں سب کو امن و امان عطا کرے۔ آمین۔ لفظ ”مسعۃ“ سبغ یسبغ سبغوا سے جاع بھوک کے معنی میں ہے۔

۲۵۱۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: قَالَ حَدَّثَنِي

بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے علی بن حسین کے ساتھی سعید بن مرجانہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر میں علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبد اللہ بن جعفر و س ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔

وَأَقْدَبُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((أَيُّمَا رَجُلٍ أَغْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَقْدَّ اللَّهُ بِكُلِّ عَضْوٍ مِنْهُ عَضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ)). قَالَ سَعِيدُ بْنُ مَرْجَانَةَ: فَأَنْطَلَقْتُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى عَبْدٍ لَهُ قَدْ أَغْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشْرَةَ آلَافٍ دِرْهَمٍ - أَوْ أَلْفَ دِينَارٍ - فَأَغْتَقَهُ)).

[طرفہ فی: ۶۷۱۵].

حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن مرجانہ سے یہ حدیث سن کر اس پر فوراً عمل کر دکھایا اور اپنا ایک ایسا قیمتی غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت کے دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ جس کا نام مطرف تھا۔ مگر حضرت زین العابدین نے روپے کی طرف نہ دیکھا اور ایک عظیم نیکی کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ انسان پروری اور ہمدردی کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اولیاء اللہ یا عباد الرحمن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

باب کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

(۲۵۱۸) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو مراوح نے اور ان سے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پوچھا اور کس طرح کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، جو سب سے زیادہ قیمتی ہو اور مالک کی نظر میں جو بہت زیادہ پسند ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکا؟ آپ نے فرمایا، کہ پھر کسی مسلمان کارگیر کی مدد کر یا کسی بے ہنر کی۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں یہ بھی نہ کر سکا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ کر دے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے جسے تم خود اپنے اوپر کرو گے۔

۲- بَابُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ

۲۵۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ)). قُلْتُ فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا)). قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: ((تُعِينُ ضَانِعًا، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقٍ)). قَالَ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: ((تَدْعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ)).

قیمتی غلام اچھا بہترین ماہر کاریگر خواہ کسی بھی مفید فن کا ماہر ہو ایسا غلام مالک کی نظر میں اس لئے پیارا ہوتا ہے کہ وہ روزانہ اچھی کمائی کر لیتا ہے۔ ایسے کو آزاد کرنا بڑا کارِ ثواب ہے یا پھر ایسے انسان کی مدد کرنا جو بے ہنر ہونے کی وجہ سے پریشان حال ہو: اللھم ابد الاسلام والمسلمین۔ آمین حدیث میں صالح کا لفظ بمعنی کاریگر ہے کوئی بھی حلال پیشہ کرنے والا مراد ہے۔ بعضوں نے لفظ ضائعاً روایت کیا ہے ضا د معجم سے تو اس کے معنی یہ ہونگے جو کوئی تباہ حال ہو یعنی فقرو فاقہ میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہو رہا ہو)

۳- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعِتَاقَةِ فِي الْكُسُوفِ أَوْ الْآيَاتِ
باب سورج گرہن اور دوسری نشانیوں کے وقت غلام آزاد کرنا مستحب ہے

(۲۵۱۹) ہم سے موسیٰ بن مسعود نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے زائدہ بن قدامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ موسیٰ کے ساتھ اس حدیث کو علی بن مدینی نے بھی عبد العزیز در اور دی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ہشام سے۔

(۲۵۲۰) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے بیان کیا اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

۲۵۱۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قَدَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ)). [راجع: ۸۶]

تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الدَّرَوَارِذِيِّ عَنْ هِشَامٍ. ۲۵۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِثَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((كُنَّا نُوْمَرُ عِنْدَ الْكُسُوفِ بِالْعِتَاقَةِ)). [راجع: ۸۶]

چاند سورج کا گرہن آثارِ قدرت میں سے ہے۔ جن سے اللہ پاک اپنے بندوں کو ڈراتا اور بتلاتا ہے کہ یہ سارا عالم ایک نہ ایک دن اسی طرح تباہ و برباد ہونے والا ہے۔ ایسے موقع پر غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا جو بہت بڑی نیکی ہے اور نوعِ انسانی کی بڑی خدمت جس کا صلہ یہ کہ اللہ پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ الحمد للہ اسلام کی اسی پاک تعلیم کا ثمرہ ہے کہ آج دنیا سے ایسی غلامی تقریباً ناپید ہو چکی ہے، نیکیوں کی ترغیب کے سلسلہ میں قرآن پاک و احادیث نبوی کا ایک بڑا حصہ غلام آزاد کرانے کی ترغیبات سے بھرپور ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں انسانی آزادی کی کس قدر قدر و قیمت ہے اور انسانی غلامی کتنی مذموم شے ہے۔ تعجب ہے ان مغرب زدہ ذہنوں پر جو اسلام پر رجعت پسندی کا الزام لگاتے اور اسلام کو انسانی ترقی و آزادی کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو انصاف کی آنکھوں سے تعلیمات اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

باب اگر مشترک غلام یا لونڈی

۴- بَابُ إِذَا أُعْتِقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ،

کو آزاد کر دے

(۲۵۲۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دو ساهمیوں کے درمیان سانجھے کے غلام کو اگر کسی ایک سانجھی نے آزاد کیا تو اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو باقی حصوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔ پھر (اسی کی طرف سے) پورے غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔

(۲۵۲۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مشترک غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ غلام کی پوری قیمت ادا ہو سکے تو اس کی قیمت انصاف کے ساتھ لگائی جائے گی اور باقی ساهمیوں کو ان کے حصے کی قیمت (اسی کے مال سے) دے کر غلام کو اسی کی طرف سے آزاد کر دیا جائے گا۔ ورنہ غلام کا جو حصہ آزاد ہو چکا وہ ہو چکا۔ باقی حصوں کی آزادی کے لئے غلام کو خود کو شش کر کے قیمت ادا کرنی ہوگی۔

(۲۵۲۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مشترک غلام کے اپنے حصے کو آزاد کیا اور اس کے پاس غلام کی پوری قیمت ادا کرنے کے لئے مال بھی ہے تو پورا غلام اسے آزاد کرنا لازم ہے لیکن اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے پورے غلام کی صحیح قیمت ادا کی جاسکے۔ تو پھر غلام کا جو حصہ آزاد ہو گیا وہی آزاد ہوا ہے۔

ہم سے مسدد نے بیان کیا، ان سے بشر نے بیان کیا اور ان سے عبید اللہ نے اختصار کے ساتھ۔

أَوْ أَمَةٍ بَيْنَ الشَّرَكَاءِ

۲۵۲۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((قَالَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا قَوْمَ عَلَيْهِ ثُمَّ يَغْتَقُ)). [راجع: ۲۴۹۱]

۲۵۲۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكَاءَ لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قَوْمَ الْعَبْدِ قِيمَةً عَدْلٍ فَأَعْطَى شِرْكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَغَتَّقَ عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَقَدْ غَتَّقَ مِنْهُ مَا غَتَّقَ)). [راجع: ۲۴۹۱]

۲۵۲۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شِرْكَاءَ لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ يَقُومُ عَلَيْهِ قِيمَةً عَدْلٍ، فَأَغْتَقَ مِنْهُ مَا أَعْتَقَ)). [راجع: ۲۴۹۱]

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ . . . اختصاره.

(۲۵۲۴) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی (ساجد) کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ یا (آپ ﷺ نے) یہ الفاظ فرمائے شرکالہ فی عبد (شک راوی حدیث ایوب سختیانی کو ہوا) اور اس کے پاس اتنا مال بھی تھا جس سے پورے غلام کی مناسب قیمت ادا کی جاسکتی تھی تو وہ غلام پوری طرح آزاد سمجھا جائے گا۔ (باقی حصوں کی قیمت اس کو دینی ہوگی) نافع نے بیان کیا ورنہ اس کا جو حصہ آزاد ہو گیا بس وہ آزاد ہو گیا۔ ایوب نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں یہ (آخری کلمہ) خود نافع نے اپنی طرف سے کہا تھا یہ بھی حدیث میں شامل ہے۔

یعنی یہ عبارت والا فقد عتق منہ ما عتق حدیث میں داخل ہے یا نافع کا قول ہے۔ مگر اور راویوں نے جیسے عبید اللہ اور مالک وغیرہ ہیں، اس فقرے کو حدیث میں داخل کیا ہے اور وہی راجح ہے۔

(۲۵۲۵) ہم سے احمد بن مقدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ کو نافع نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غلام یا باندی کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ اگر وہ کئی ساجیوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اس شخص پر پورے غلام کے آزاد کرانے کی ذمہ داری ہوگی لیکن یہ اس صورت میں جب شخص مذکور کے پاس اتنا مال ہو جس سے پورے غلام کی قیمت ادا کی جاسکے۔ غلام کی مناسب قیمت لگا کر دوسرے ساجیوں کو ان کے حصوں کے مطابق ادائیگی کر دی جائے گی اور غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔ اور لیث بن ابی زب، ابن اسحاق، جویریہ، یحییٰ بن سعید اور اسماعیل بن امیہ بھی نافع سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر طور پر۔

۲۵۲۴- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أَوْ شِرْكَاءَ لَهُ فِي عَبْدٍ وَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيَمَتَهُ بِقِيَمَةِ الْعَدَلِ فَهُوَ عَتَقٌ. قَالَ نَافِعٌ: وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ أَيُّوبُ: لَا أَذَرِي أَشْيَاءَ قَالَهُ نَافِعٌ، أَوْ شَيْءَ فِي الْحَدِيثِ)).

۲۵۲۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُقْدَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوْ الْأَمَةِ يَكُونُ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ فَيُعْتَقُ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ مِنْهُ يَقُولُ: قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلُّهُ إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ يَقَوْمَ مِنْ مَالِهِ قِيَمَةَ الْعَدَلِ، وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ وَيُخْلَى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ، يُخْبِرُ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ وَابْنُ أَبِي ذَنْبٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَجُوزَيْئَةُ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. مُخْتَصَرًا.

باب اگر کسی شخص نے ساجھے کے غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور وہ نادار ہے تو دوسرے ساجھے والوں کے لئے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جیسے مکاتب سے کراتے ہیں، اس پر سختی نہیں کی جائے۔

۵- بَابُ إِذَا أَعْتَقَ نَصِيبًا فِي عَبْدٍ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ اسْتَسْعَى الْعَبْدُ غَيْرَ مُشْفُوقٍ عَلَيْهِ، عَلَى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

یعنی خواہ مخواہ اس پر جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے محنت نہ ہو سکے تو جتنا آزاد ہوا اتنا آزاد باقی حصہ غلام رہے گا۔ یہ باب لا کر امام بخاری نے اس حدیث کے دونوں الفاظ میں تطبیق دی، یعنی بعض روایتوں میں یوں آیا ہے۔ والا فقد عتق منه ماعق اور بعضوں میں یوں آیا ہے استسعی غیر مشفوق علیہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت جب ہے کہ غلام محنت و مشقت کے قاتل نہ ہو اور آزاد کرنے والا نادار ہو اور دوسری صورت جب ہے کہ وہ محنت و مشقت اور کمائی کے قاتل ہو۔

ایک دور وہ بھی تھا کہ کسی ایک غلام کو کئی آدمی مل کر خرید لیا کرتے تھے۔ اب اگر ان ساتھیوں میں سے کوئی شخص اس غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کرنا چاہتا تو اس کے لئے اسلام نے یہ حکم صادر کیا کہ پہلے اس غلام کی صحیح قیمت تجویز کی جائے۔ پھر اپنا حصہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے تو باقی حصہ داروں کو تخمینہ کے مطابق ان کے حصوں کی قیمتیں ادا کر دے اس صورت میں وہ غلام مکمل آزاد ہو گیا۔ اگر وہ شخص مالدار نہیں ہے تو پھر صرف اسی کا حصہ آزاد ہوا ہے۔ باقی حصص غلام خود محنت مزدوری کر کے ادا کرے۔ اسی صورت میں وہ پوری آزادی حاصل کر سکے گا۔

اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے مختلف طرق سے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اس روشن حقیقت کے ہوتے ہوئے کہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ آیات و احادیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں کچھ ایسے متعصب قسم کے لوگ بھی ہیں جو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیہ قرار دیتے ہیں جو ان کے تعصب اور کور باطنی کا کھلا ثبوت ہے۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ کو غیر فقیہ قرار دینا انتہائی کور باطنی کا ثبوت ہے مگر جو لوگ بڑی دلیری سے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک کو غیر فقیہ قرار دے کر رائے اور قیاس کے خلاف ان کی صحیح احادیث رد کر دینے کا فتویٰ دے دیتے ہیں، ان کے لئے حضرت امام الدیلمی رحمہ اللہ نے امام بخاری کے لئے ایسا کتنا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے۔

(۲۵۲۶) ہم سے احمد بن ابی رجا نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا میں نے قتادہ سے سنا، کہا کہ مجھ سے نصر بن انس بن مالک نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔

۲۵۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ بْنُ مَالِكٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَعْتَقَ شَقِيقًا مِنْ

عَبْدٍ . . ح.)). [راجع: ۲۴۹۲]

(۲۵۲۷) (دوسری سند) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن

۲۵۲۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

زریع نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے ان سے نصر بن انس نے، ان سے بشیر بن ہیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی سانچے کے غلام کا اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کی پوری آزادی اسی کے ذمہ ہے۔ بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو۔ ورنہ غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور (اس سے اپنے بقیہ حصوں کی قیمت ادا کرنے کی) کوشش کے لئے کہا جائے گا۔ لیکن اس پر کوئی سختی نہ کی جائے گی۔ سعید کے ساتھ اس حدیث کو حجاج بن حجاج اور ابن ابی موسیٰ بن خلف نے بھی قتادہ سے روایت کیا۔ شعبہ نے اسے مختصر کر دیا ہے۔

باب اگر بھول چوک کر کسی کی زبان سے عتق (آزادی) یا طلاق یا اور کوئی ایسی ہی چیز نکل جائے

اور آزادی صرف خدا کی رضامندی کیلئے کی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ہر انسان کو اسکی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے“ اور بھولنے والے اور غلطی سے کوئی کام کر بیٹھنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔

(۲۵۲۸) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے زرارہ بن اوفیٰ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جب تک وہ انہیں عمل یا زبان پر نہ لائیں۔

بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ هَيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَغْتَقَ نَصِيبًا - أَوْ شَقِيقًا - فِي مَمْلُوكٍ لِفَخْلَصَتُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا قَوْمٌ عَلَيْهِ فَاسْتَسْمِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ)). [راجع: ۲۴۹۲]

تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَأَبَانٌ وَمُوسَى بْنُ خَلْفٍ عَنْ قَتَادَةَ. . . اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ.

۶- بَابُ الْخَطَا وَالنَّسْيَانِ فِي الْعِتَاقِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ،

وَلَا عِتَاقَ إِلَّا لِرُوحِهِ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)). وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِي وَالْمُخْطِئِ.

۲۵۲۸- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ اللَّهُ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أَمْتِي مَا وَسَّوَسْتَ بِهِ صُدُورَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ)).

[طرفاء فی: ۵۲۶۹، ۶۶۶۴].

اس حدیث سے باب کا مطلب اس طرح نکلا کہ جب دوسے اور دل کے خیال پر مواخذہ نہ ہو تو جو چیز خالی زبان سے بھول چوک کر نکل جائیں ان پر بطریق اولیٰ مواخذہ نہ ہو گا۔ یا دوسے اور دل کے خیال پر مواخذہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ دل پر آن کر گزر جاتا ہے جتنا نہیں۔ اسی طرح جو کلام زبان سے گزر جائے قصد نہ کیا جائے تو اس کا حکم بھی دوسے کی طرح ہو گا کیونکہ دل اور زبان دونوں انسانی اعضاء ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے۔

(۲۵۲۹) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم تمیمی نے، ان سے علقمہ بن وقاص لیشی نے، کہا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو، وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے سمجھی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے تو یہ ہجرت محض اسی کے لئے ہوگی جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔ [راجع: ۱]

۲۵۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ سَفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ عُلُقَمَةَ بْنِ وَقَاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَالْأَمْوِيُّ مَا نَوَى: فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ هِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ)). [راجع: ۱]

اس حدیث کی شرح اوپر گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے یہ نکالا ہے کہ جب ہر کام کے درست ہونے کیلئے نیت شرط ہوئی تو اگر کسی شخص کی طلاق کی نیت نہ تھی لیکن بے اختیار کتنا کچھ چاہتا تھا زبان سے یہ نکل گیا انت طلاق تو طلاق نہ پڑے گی (وحیدی)

مترجم کہتا ہے کہ یہ دل کی بات اور نیت کا معاملہ ہے۔ صاحب معاملہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بارے میں خود اپنے دل سے فیصلہ کرے اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کرے اور پھر خود ہی اپنے بارے میں فتویٰ لے کہ وہ ایسی مطلقہ کو واپس لا سکتا ہے یا نہیں۔ جو لوگ بحالت ہوش و حواس اپنی عورتوں کو صاف طور پر طلاق دیتے ہیں، بعد میں حیلے بھانے کر کے واپس لانا چاہتے ہیں۔ ان کو جان لینا چاہئے کہ حلال ہونے کے باوجود طلاق عند اللہ نہایت ہی مبغوض ہے۔

باب ایک شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہہ دیا کہ وہ اللہ کے لئے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور آزادی کے ثبوت کے لئے گواہ (ضروری ہیں)

۷- بَابُ إِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلَّهِ وَنَوَى الْعِتْقَ، الْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

(۲۵۳۰) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، ان سے محمد بن بشر نے، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب وہ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے (مدینہ کے لئے) نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ (راستے میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹھٹھ گئے۔ پھر جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (مدینہ پہنچنے کے بعد) حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو ان کا غلام بھی اچانک آگیا۔ آپ نے فرمایا، ابو ہریرہ! یہ لو تمہارا غلام بھی آگیا۔

۲۵۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ ((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيدُ الْإِسْلَامَ - وَمَعَهُ غُلَامُهُ - ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَا أَبَا هُرَيْرَةَ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، حضور! میں آپ کو گواہ بنا تا ہوں کہ یہ غلام اب آزاد ہے۔ راوی نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر یہ شعر کہے تھے

هَذَا غَلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ، فَقَالَ: أَمَّا إِنِّي
أَشْهَدُكَ أَنَّهُ حُرٌّ. قَالَ فَهُوَ جِئِنْ يَقُولُ: يَا
لَيْلَةَ مِنْ طَوْلِهَا وَعَنَابِهَا عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ
الْكُفْرِ نَجَتْ

ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات
پر دلائی اس نے دار الکفر سے مجھ کو نجات

[أطرافه في : ٢٥٣١، ٣٥٣٢، ٤٣٩٣].

حالاتہ آزادی کے لئے گواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ باب کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو گواہ کر کے اپنے غلام کو آزاد کیا تھا۔ بعضوں نے کہا امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ غلام کو یوں کہنا ”وہ اللہ کا ہے“ اس وقت آزاد ہو گا جب کہنے والے کی نیت آزاد کرنے کی ہو اگر کچھ اور مطلب مراد رکھے تو وہ آزاد نہ ہو گا۔ آزاد کرنے کے لئے بعض الفاظ تو صریح ہیں جیسے کہ وہ آزاد ہے یا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا۔ بعضے کتایہ ہیں جیسے وہ اللہ کا ہے یعنی اب میری ملک اس پر نہیں رہی، وہ اللہ کی ملک ہو گیا۔

(۲۵۳۱) ہم سے عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، ان سے قیس نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آتے ہوئے راستے میں یہ شعر کہا تھا

ہے پیاری گو کٹھن ہے اور لمبی میری رات
پر دلائی اس نے دار الکفر سے مجھ کو نجات

انہوں نے بیان کیا کہ راستے میں میرا غلام مجھ سے بچھڑ گیا تھا۔ پھر جب میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسلام پر قائم رہنے کیلئے میں نے آپؐ سے بیعت کر لی۔ میں ابھی آپ کے پاس بیٹھا ہی ہوا تھا کہ وہ غلام دکھائی دیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ابو ہریرہ! یہ دیکھ تیرا غلام بھی آگیا۔ میں نے کہا، حضور وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر میں نے اسے آزاد کر دیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو کرب نے (اپنی روایت میں) ابو اسامہ سے یہ لفظ نہیں روایت کیا کہ وہ آزاد ہے۔

٢٥٣١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو اسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ
قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :
(لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ فِي
الطَّرِيقِ: يَا لَيْلَةَ مِنْ طَوْلِهَا وَعَنَابِهَا عَلَى
أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَتْ قَالَ: وَأَبْقِ مِنِّي
غَلَامَ لِي فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَبَايَعْتُهُ، فَبَيَّنَّا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ
طَلَعَ الْغَلَامُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :
(يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هَذَا غَلَامُكَ)). فَقُلْتُ :
هُوَ حُرٌّ لِرَوْحِهِ اللَّهُ، فَأَعْظَمْتُهُ)). لَمْ يَقُلْ أَبُ
كَرْبٍ عَنْ أَبِي اسْمَاعِيلَ ((حُرٌّ)).

[راجع : ٢٥٣٠]

بعض کہتے ہیں کہ یہ شعر ابو ہریرہؓ کے غلام نے کہا تھا۔ بعض نے اسے ابو مرثد غنوی کا بتایا ہے۔ ابو اسامہ کی روایت میں اتنا ہی ہے کہ وہ اللہ کے لئے ہے۔ ابو کرب والی روایت کو خود امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں وصل کیا ہے۔

(۲۵۳۲) ہم سے شہاب بن عباد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن حمید نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے، ان سے قیس نے کہ جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آ رہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا

٢٥٣٢- حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ
عَنْ قَيْسٍ قَالَ: ((لَمَّا أَقْبَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَمَنْعَهُ غُلَامَةٌ - وَهُوَ
يَطْلُبُ الْإِسْلَامَ، فَضَلَّ أَحَدَهُمَا صَاحِبَةً .
- بِهَذَا وَقَالَ - أَمَّا إِنِّي أَحْبَبْتُكَ أَنَّهُ
(فقہ)۔ [راجع: ۲۵۳۰]

آپ اسلام کے ارادے سے آرہے تھے۔ اچانک راستے میں وہ غلام
بھول کر الگ ہو گیا۔ (پھر یہی حدیث بیان کی) اس میں یوں ہے اور
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ اللہ
کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نیت آزاد کرنے ہی کی تھی، اس لئے انہوں نے یہ لفظ استعمال کئے اور آنحضرت ﷺ کو اس معاملہ پر گواہ
بنایا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

باب ام ولد کا بیان

۸- بَابُ أُمِّ الْوَلَدِ

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مِنْ
أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تَلِدَ الْأُمَةُ رَهْطًا))
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ قیامت
کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو

جنے

ام ولد وہ لونڈی ہے جو اپنے مالک کو جنے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔ امام ابو
حنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے اور ہمارے امام احمد اور اسحاق بھی اسی طرف گئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ آزاد نہیں
ہوتی اور اس کی بیچ جائز ہے۔ ترجیح قول اول ہی کو حاصل ہے۔ قیامت کی نشانی والی حدیث امام بخاری اس لئے لائے تاکہ اشارہ ہو کہ
ام ولد کی بیچ جائز نہیں اور ام ولد کا بکنا یا اس کا اپنی اولاد کی ملک میں رہنا قیامت کی نشانی ہے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں، وقد اختلف السلف والخلف في عتق ام الولد وفي جواز بيعها فلثبت عن عمر عدم جواز بيعها الخ يعني
سلف اور خلف کا ام ولد کی آزادی اور اس کی بیچ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا عدم جواز ثابت ہے۔ یہ بھی
مروی ہے کہ عمر رسالت میں پھر عمر صدیقی میں ام ولد کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں کچھ مصالح
کی بنا پر ان کی بیچ کو ممنوع قرار دیدیا۔ اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لحاظ سے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کا یہ وقتی فیصلہ ایک اجتماعی مسئلہ بن گیا ہے۔

قال الطبري هذا من القوي الدلائل على بطلان بيع امهات الاولاد وذلك ان الصحابة لو لم يعلموا ان الحق مع عمر لم يتابعوه عليه ولم
يسكتوا عنه (حاشیہ بخاری ج: ۱/ ص: ۳۴۳) یعنی طبری نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اولاد والی
لونڈی کا بیچنا باطل ہے۔ اگر صحابہ کرام یہ نہ جانتے کہ حق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو وہ نہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے
اور نہ اس فیصلہ پر خاموش رہتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی حق تھا۔

الفاظ حدیث ان تلدا مة رہا کے ذیل شارحین لکھتے ہیں۔ لرب لغة السيد والمالك والمربي والمنعم والمراد ههنا المولى معناه
اتساع الاسلام واسيلاء اهله على التبرك واتخاذهم سراوى واذا استولد الجارية كان الولد بمنزلة رهبا لانه ولد سيدها ولانه في الحسب
كايه اولان الاماء يلدن الملوک ففصير الامام من جملة الرعايا او هو كناية عن حقوق الاولاد بان يعامل الولد امه معاملة السيد امته الخ
(شرح بخاری) یعنی رب لغت میں سید اور مالک اور مربی اور منعم کو کہا جاتا ہے یہاں مولا مراد ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام بہت وسیع ہو جائے
گا اور مسلمان ترکوں پر غالب آکر ان کو غلام بنالیں گے اور جب لونڈی بچے جنے تو گویا اس نے خود اپنے مالک کو جنم دیا۔ اسلئے کہ وہ
انکے مالک کا بچہ ہے یا وہ حسب میں اپنے باپ کے مانند ہے یا یہ کہ لونڈیاں بادشاہوں کو جنیں گی پس امام بھی رعایا میں ہو جائیں گے۔ یا

اس جملہ میں اولاد کی نافرمانیوں پر اشارہ ہے کہ اولاد اپنی ماں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گی جیسا کہ ایک لونڈی کے ساتھ اس کا آقا برتاؤ کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ لونڈیوں کی اولاد بادشاہ بن جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۵۳۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زہیر نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زعمہ کی باندی کے بچے کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لڑکا میرا ہے۔ پھر جب فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ (مکہ) تشریف لائے، تو سعدؓ نے زعمہ کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبد بن زعمہ بھی ساتھ تھے۔ سعدؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ انہوں نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ انہیں کا لڑکا ہے۔ لیکن عبد بن زعمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ جو زعمہ (میرے والد) کی باندی کا لڑکا ہے۔ انہیں کے ”فراش“ پر پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعمہ کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو واقعی وہ عتبہ کی صورت پر تھا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا، اے عبد بن زعمہ! یہ تمہاری پرورش میں رہے گا۔ کیونکہ بچہ تمہارے والد ہی کے ”فراش“ میں پیدا ہوا ہے۔ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ”اے سودہ بنت زعمہ! (رضی اللہ عنہا ام المؤمنین) اس سے پردہ کیا کر“ یہ ہدایت آپؐ نے اس لئے کی تھی کہ بچے میں عتبہ کی شباهت دیکھ لی تھی سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔

۲۵۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((أَنَّ عُتْبَةَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ عَهْدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنْ يَقْبِضَ إِلَيْهِ ابْنَ وَلِيدَةٍ زَمْعَةَ قَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِي. فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَمَنَ الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدُ ابْنَ وَلِيدَةٍ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأَقْبَلَ مَعَهُ بَعْدُ بْنُ زَمْعَةَ. فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا ابْنُ أَخِي، عَهْدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَخِي، ابْنُ وَلِيدَةٍ زَمْعَةَ، وَلَدَ عَلَى فِرَاشِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ابْنِ وَلِيدَةٍ زَمْعَةَ فَإِذَا هُوَ أَشَبَهُ النَّاسَ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وَلَدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيهِ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَخْجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ)). مِمَّا رَأَى مِنْ شَبْهِهِ بَعْتَهُ. وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ

(([راجع: ۲۰۵۳])

اس حدیث میں ام ولد کا ذکر ہے۔ یہاں یہ حدیث لانے کا یہی مطلب ہے۔

باب مدبر کی بیع کا بیان

۹- بَابُ بَيْعِ الْمَدْبُورِ

مدبر وہ غلام جس کے لئے آقا کا فیصلہ ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاریؒ کا روحان اور حدیث کا مضمون یہی بتاتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ اس بارے میں امام قسطلانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں وفات النبوی الصحيح ان الحديث على ظاهره وان يجوز بيع المدبر بكل حال ما لم يمت السيد (قسطلانی) یعنی نووی نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ

حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ہر حال میں مدبر کی بیع جائز ہے جب تک اس کا آقا زندہ ہے۔

۲۵۳۴- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَغْتَقَى رَجُلٌ مَنَا عَبْدًا لَهُ عَنْ ذُبْرِ، فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ بِهِ فَبَاعَهُ. قَالَ جَابِرٌ: مَاتَ الْغُلَامُ غَافًا أَوَّلًا)). [راجع: ۲۱۴۱]

(۲۵۳۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے بعد اپنے غلام کی آزادی کے لئے کہا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس غلام کو بلایا اور اسے بیچ دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر وہ غلام اپنی آزادی کے پہلے ہی سال مر گیا تھا۔

اس کا نام یعقوب تھا۔ آنحضرت ﷺ نے آٹھ سو درہم پر یا سات سو یا نو سو درہم کے ہاتھ اس کو بیچ ڈالا۔ امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ اگر مولیٰ مدیون ہو اور دوسری کوئی ایسی جائیداد نہ ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو مدبر بیچا جائے گا ورنہ نہیں۔ حنفیہ نے ممانعت بیع پر جن حدیثوں سے دلیل لی ہے وہ ضعیف ہیں اور صحیح حدیث سے مدبر کی بیع کا جواز نکلتا ہے مولیٰ کی حیات میں (وحیدی) حدیث ہذا سے مالکیہ کے مسلک کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں جس غلام کا ذکر ہے اس کی صورت تقریباً ایسی ہی تھی۔ ہر حال مدبر کو اس کا آقا اپنی حیات میں اگر چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے کیونکہ اس کی آزادی موت کے ساتھ مشروط ہے۔ موت سے قبل اس پر جملہ احکام بیع و شراء لاگو رہیں گے واللہ اعلم۔

باب ۱۰- بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهَبَتِهِ

یعنی ولاء المعنق وهو ما اذا مات المعنق ورثة معتقة او ورثة معتقه كانت العرب تبعه وتهبه فبھی عنه الشارع لان الولاء كالنسب فلا يزول بازالة و فقهاء الحجاز والعراق مجمعون على انه لا يجوز بيع الولاء وهبته (حاشیہ بخاری) یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لئے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔

۲۵۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هَبَتِهِ)). [أطرافه في: ۶۷۵۶]

(۲۵۳۵) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کے بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔

کیونکہ ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اس غلام پر حاصل ہوتا ہے جس کو وہ آزاد کرے۔ ایسے حقوق کی بیع نہیں ہو سکتی۔ معلوم نہیں مرتے وقت اس غلام کے پاس کچھ مال وغیرہ رہتا ہے یا نہیں۔

۲۵۳۶- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ (۲۵۳۶) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے

بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو میں نے خریدنا تو ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی (کہ آزادی کے بعد وہ انہیں کے حق میں قائم رہے گی) میں نے رسول کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم انہیں آزاد کر دو، ولاء تو اسی کی ہوتی ہے جو قیمت دے کر کسی غلام کو آزاد کر دے۔ پھر میں نے انہیں آزاد کر دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے شوہر کے سلسلے میں انہیں اختیار دیا۔ بریرہ نے کہا کہ اگر وہ مجھے فلاں فلاں چیز بھی دیں تب بھی میں اسکے پاس نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہو گئیں۔

[راجع: ۴۵۶]

اس کے خاوند کا نام مغیث تھا۔ وہ غلام تھا۔ لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس کو اپنے خاوند کی نسبت جو غلام ہو اختیار ہوتا ہے خواہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کر دے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مغیث آزاد تھا مگر قطلانی نے اس کے غلام ہونے کو صحیح کہا ہے۔ یہ مغیث بریرہ کی جدائی پر روتا پھرتا تھا۔ آنحضرتؐ نے بھی بریرہ رضی اللہ عنہا سے سفارش فرمائی کہ مغیث کا نکاح باقی رکھے مگر بریرہ نے کسی طرح اس کے نکاح میں رہنا منظور نہیں کیا۔

باب اگر کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا قید ہو کر آئے تو کیا (انکو چھڑانے کیلئے) اس کی طرف سے فدیہ دیا جاسکتا ہے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے (جنگ بدر کے بعد قید سے آزاد ہونے کے لئے) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیلؓ کا بھی حالانکہ اس غنیمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور چچا عباس رضی اللہ عنہ سے ملی تھی۔

۱۱- بَابُ إِذَا أُسِيرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟ وَقَالَ أَنَسُ: ((قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: لَأَذِيتُ نَفْسِي وَلَأَذِيتُ عَقِيلًا)) وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ فِي بَلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ وَعَمِّهِ عَبَّاسٍ.

یہ عبارت لا کر امام بخاریؒ نے حنفیہ کے قول کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی اگر اپنے محرم کا مالک ہو جائے تو مالک ہوتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ جنگ بدر میں عباسؓ اور عقیلؓ قید ہوئے تھے اور علیؓ کو ان پر ملک کا ایک حصہ حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر مگر ان کی آزادی کا حکم نہیں دیا گیا۔ حنفیہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب تک لوٹ کا مال تقسیم نہ ہو اس پر ملک حاصل نہیں ہوتی۔ (وحیدی)

حضرت امام بخاریؒ کا مثلاً باب یہ ہے کہ ذی رحم محرم صرف ملکیت میں آجانے سے فوراً آزاد نہیں ہو جاتا کیونکہ جنگ بدر میں حضرت علیؓ اور خود رسول کریم ﷺ کے ہاتھوں آپ کے محترم چچا حضرت عباسؓ لگے اور حضرت عقیلؓ جو ابھی ہر دو مسلمان نہیں ہوئے تھے اور یہ اسلامی حکومت کے قیدی تھے۔ جن کو بعد میں فدیہ ہی لیکر آزاد کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ آدمی اگر کسی اپنے ہی محرم غیر مسلم کا مالک ہو جائے تو بھی وہ بغیر آزاد کئے آزادی نہیں پاسکتا۔ یہی باب کا مقصد ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں: مرادہ ان العم وابن العم ونحوهما من ذوی الرحم لا یعتقان علی من ملکهما من ذوی رحمهما لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد ملک عمہ العباس وابن عمہ

عقيل بالغنمة التي له فيهما نصب و كذلك على ولم يعتقا عليهما خلاصه مطلب وہی ہے جو اوپر گزرا۔

۲۵۳۷- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ غُفَّةٍ عَنْ مُوسَى عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: لَنَا فَلَنَرْكَ لَابِنِ أَخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، فَقَالَ: لَا تَدْعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا)).

(۲۵۳۷) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ نے، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اجازت چاہی اور آکر عرض کیا کہ آپ ہمیں اس کی اجازت دیدیتے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ معاف کر دیں آپ نے فرمایا کہ نہیں ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

[طرفاء فی : ۳۰۴۸، ۴۰۱۸]۔

حضرت عباس کے والد عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ انصار میں سے تھیں، بنی نجار کے قبیلے کی۔ اس لئے ان کو اپنا بھانجا کہا۔ سبحان اللہ! انصار کا ادب! یوں نہیں عرض کیا، اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے چچا کو فدیہ معاف کر دیں۔ کیونکہ ایسا کہنے سے گویا آنحضرت ﷺ پر احسان رکھنا ہوتا۔ آنحضرت ﷺ خوب جانتے تھے کہ حضرت عباس مالدار ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ایک روپیہ بھی ان کو نہ چھوڑو۔ ایسا عدل و انصاف کہ اپنے سگے چچا تک کو بھی کوئی رعایت نہ کی پیغمبری کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ سمجھدار آدمی کو پیغمبری کے ثبوت کے لئے کسی بڑے معجزے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی ایک ایک خصلت ہزار ہزار معجزوں کے برابر تھی۔ انصاف ایسا، عدل ایسا، سخاوت ایسی، شجاعت ایسی، صبر ایسا، استقلال ایسا کہ سارا ملک مخالف ہر کوئی جان کا دشمن، مگر علانیہ توحید کا وعظ فرماتے رہے، بتوں کی بھجوتے رہے۔ آخر میں عربوں ایسے سخت لوگوں کی کایا پلٹ دی، ہزاروں برس کی عادت بت پرستی کی چھڑا کر ان ہی کے ہاتھوں ان کے بتوں کو تروایا۔ پھر آج تیرہ سو برس گزر چکے، آپ کا دین شرقاً و غرباً پھیل رہا ہے۔ کیا کوئی جھوٹا آدمی ایسا کر سکتا ہے یا جھوٹے آدمی کا نام نیک اس طرح پر قائم رہ سکتا ہے۔ (وحیدی)

یعنی فرماتے ہیں واختلف فی علة المنع فقيل انه كان مشركا وقيل منعهم خشية ان يقع في قلوب بعض المسلمين شنى لئني آپ ﷺ نے کیوں منع فرمایا اس کی علت میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس لئے کہ اس وقت حضرت عباس مشرک تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اسلئے منع فرمایا کہ کسی مسلمان کے دل میں کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو کہ آپ نے اپنے چچا کے ساتھ ناروا رعایت کا برتاؤ کیا۔

۱۲- بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ باب مشرک غلام کو آزاد کرنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

حضرت امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ خواہ وہ غلام مشرک کافر ہی کیوں نہ ہو، اس کو آزاد کرنا بھی نیکی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو مسائل انسانی مفاد عامہ سے متعلق ہیں ان میں اسلام نے مذہبی تعصب سے بالا ہو کر محض انسانی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ یہی اسلام کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہے، کاش! مغرب زدہ لوگ اسلام کا بغور مطالعہ کر کے حقیقت حق سے واقفیت حاصل کریں۔

۲۵۳۸- حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (۲۵۳۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ حکیم بن حزام نے اپنے کفر کے زمانے میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو

اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے تھے۔ پھر جب اسلام لائے تو سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے اور سو غلام آزاد کئے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ! بعض ان نیک اعمال کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے جنہیں میں بہ نیت ثواب کفر کے زمانہ میں کیا کرتا تھا۔ (ہشام بن عروہ نے کہا کہ اتحنت بھا کے معنی تبرد بھا کے ہیں) انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا ”جو نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو، وہ سب قائم رہیں گی۔“

أَغْنَىٰ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ، وَحَمَلَ عَلَىٰ مِائَةِ بَعِيرٍ. فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَىٰ مِائَةِ بَعِيرٍ وَأَغْنَىٰ مِائَةَ رَقَبَةٍ. قَالَ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنْتُ أَتَحَنُّتُ بِهَا - يَعْنِي أَتَبَرُّزُ بِهَا - قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَسْلَمْتَ عَلَىٰ مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ)).

[راجع: ۱۴۳۶]

تشریح یہ اللہ جل جلالہ کی عنایت ہے اپنے مسلمان بندوں پر حالانکہ کافر کی کوئی نیکی مقبول نہیں اور آخرت میں اس کو ثواب نہیں ملنے کا۔ مگر جو کافر مسلمان ہو جائے اس کے کفر کے زمانے کی نیکیاں بھی قائم رہیں گی۔ اب جن علماء نے اس حدیث کے خلاف رائے لگائی ہے ان سے یہ کہنا چاہئے کہ آخرت کا حال پیغمبر صاحب تم سے زیادہ جانتے تھے۔ جب اللہ ایک فضل کرتا ہے تو تم کیوں اس کے فضل کو روکتے ہو۔ ﴿أَمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النساء: ۵۴) (وحیدی)

حضرت حکیم بن حزام رحمہ اللہ وہ جلیل القدر بزرگ سنی تر صحابی ہیں جنہوں نے قبل اسلام سو غلام آزاد کئے اور سو اونٹ لوگوں کی سواری کیلئے دیئے تھے۔ پھر اللہ نے ان کو دولت اسلام سے نوازا تو ان کو خیال آیا کہ کیوں نہ اسلام میں بھی ایسے ہی نیک کام کئے جائیں۔ چنانچہ مسلمان ہونے کے بعد پھر سو اونٹ لوگوں کی سواری کے لئے دیئے اور سو غلام آزاد کئے۔ کہتے ہیں کہ یہ سو اونٹ ہر دو زمانوں میں انہوں نے حاجیوں کی سواری کے لئے پیش کئے تھے۔ پھر ان کو مکہ شریف میں قربان کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو بشارت دی کہ اسلام لانے کے بعد ان کی عمد کفر کی بھی جملہ نیکیاں ثابت رہیں گی اور اللہ پاک سب کا ثواب عظیم ان کو عطا کرے گا۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا کہ مشرک کافر بھی اگر کوئی غلام آزاد کرے تو اس کا یہ نیک عمل صحیح قرار دیا جائے گا۔ غیر مسلم جو نیکیاں کرتے ہیں ان کو دنیا میں ان کی جزا مل جاتی ہے ﴿وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾ (الشوری: ۲۰) یعنی آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

باب اگر عربوں پر جہاد ہو اور کوئی ان کو غلام بنائے پھر بہ

کرے یا عربی لونڈی سے جملع کرے یا فدیہ لے یہ سب

باتیں درست ہیں یا بچوں کو قید کرے

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے ایک مملوک غلام کی مثال بیان کی ہے جو بے بس ہو اور ایک وہ شخص جسے ہم نے اپنی طرف سے روزی دی ہو، وہ اس میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتا ہو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں (ہرگز نہیں) تمام تعریف اللہ کے لئے ہے

۱۳ - بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ

وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَىٰ وَسَبَى الدَّرِيَّةَ

رَقِيقًا فَوْهَبَ

وقوله تعالى: ﴿حُزِبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ، وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنْ رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا، هَلْ يَسْتَوُونَ؟ الْحَمْدُ لِلَّهِ، بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا

مگر اکثر لوگ جانتے نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿النحل : ٧٥﴾

کہ حمد کی حقیقت کیا ہے اور غیر اللہ جو اپنے لئے حمد کا دعویٰ دار ہو وہ کس قدر احمق اور بے عقل ہے۔

(۲۵۳۹، ۲۵۴۰) ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یث نے خبر دی، انہیں عقیل نے، انہیں ابن شہاب نے کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی کہ جب ہوازن قبیلہ کے بھیجے ہوئے لوگ (مسلمان ہو کر) آنحضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے کھڑے ہو کر ان سے ملاقات فرمائی، پھر ان لوگوں نے آپ کے سامنے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ آپ کھڑے ہوئے (خطبہ سنایا) آپ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرے ساتھ جو لوگ ہیں۔ (میں اکیلا ہوتا تو تم کو واپس کر دیتا) اور بات وہی مجھے پسند ہے جو سچ ہو۔ اس لئے دو چیزوں میں سے ایک ہی تمہیں اختیار کرنی ہوگی، یا اپنا مال واپس لے لو، یا اپنے قیدیوں کو چھڑا لو، اسی لئے میں نے ان کی تقسیم میں بھی دیر کی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے طائف سے لوٹتے ہوئے (جعرانہ میں) ہوازن والوں کا وہاں پر کئی راتوں تک انتظار کیا تھا۔ جب ان لوگوں پر یہ بات پوری طرح ظاہر ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ دو چیزوں (مال اور قیدی) میں سے صرف ایک ہی کو واپس فرما سکتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے آدمی ہی واپس کر دیجئے جو آپ کی قید میں ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا، اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق کرنے کے بعد فرمایا، اما بعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس ٹاوم ہو کر آئے ہیں اور میرا بھی خیال یہ ہے کہ ان کے آدمی جو ہماری قید میں ہیں، انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے ان کے آدمیوں کو واپس کرے وہ ایسا کر لے اور جو شخص اپنے حصے کو چھوڑنا نہ چاہے (اور اس شرط پر اپنے قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے تیار ہو کہ ان قیدیوں کے بدلے میں) ہم اسے اس کے بعد سب سے پہلی غنیمت میں سے جو اللہ تعالیٰ ہمیں دے گا اس کے (اس) حصے کا بدلہ اس کے حوالہ کر دیں گے تو وہ ایسا کر لے۔ لوگ اس پر بول پڑے کہ

۲۵۳۹، ۲۵۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ : أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمُسَوَّرَ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازَنَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُرَدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالُهُمْ وَسَيِّئُهُمْ، فَقَالَ : ((إِنْ مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا النِّمَالَ وَإِمَّا السَّيِّئَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)) - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْتَظَرَهُمْ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَيِّئًا. فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنِ إِخْوَانُكُمْ جَاؤُونَا تَابِعِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَيِّئُهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُعْطَى ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ : طَيِّبًا ذَلِكَ. قَالَ : ((إِنَّا لَا نَذَرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَن. فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاءُكُمْ أَمْرَكُمْ)). فَارْجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاءُهُمْ. ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا.

ہم اپنی خوشی سے قیدیوں کو واپس کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا، لیکن ہم پر یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ کس نے ہمیں اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی ہے۔ اس لئے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس جائیں اور سب کے چودھری آکر ان کی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔ چنانچہ سب لوگ چلے آئے اور ان کے سرداروں نے (ان سے گفتگو کی) پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی کہ سب نے اپنی خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ یہی وہ خبر ہے جو ہمیں ہوازن کے قیدیوں کے سلسلے میں معلوم ہوئی ہے۔ (زہری نے کہا) اور انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے (جب بحرن سے مال آیا) کہا تھا کہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل رضی اللہ عنہ کا بھی۔

فَهَذَا الَّذِي بَلَّغْنَا عَنْ سَنِي هَوَازِنَ. وَقَالَ
اَنَسٌ قَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَادَيْتُ نَفْسِي.
وَفَادَيْتُ عَقِيلًا).

[راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

تَشْرِیح یہ طویل حدیث حضرت امام بخاریؒ کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے آپ نے بہت سے مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔ حضرت امام نے باب منعقدہ کے ذیل آیت قرآنی کو نقل فرمایا جس سے آپ نے باب کا مطلب یوں ثابت کیا کہ آیت میں یہ قید نہیں ہے کہ وہ غلام عرب کا نہ ہو عجمی ہو بلکہ عربی اور عجمی دونوں کو شامل ہے۔

حدیث میں قبیلہ عربی ہوازن کا ذکر ہے جو جنگ ہوازن میں کامیابی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ اس سے بھی مقصد باب ثابت ہوا کہ لونڈی غلام بوقت مناسب عربوں کو بھی بنایا جاسکتا ہے۔ جب آپؐ اس جنگ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو آپؐ نے اندازہ فرمایا تھا کہ قبیلہ ہوازن والے جلد ہی اسلام قبول کر کے اپنے قیدیوں کا مطالبہ کرنے آئیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ابھی آپؐ واپس ہی ہوئے تھے کہ وفد ہوازن اپنے ایسے ہی مطالبات لے کر حاضر ہو گیا۔ آپؐ نے ان کے مطالبات میں سے صرف قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ منظور فرمایا مگر اس شرط کے ساتھ کہ دیگر جملہ مسلمان بھی اس پر تیار ہو جائیں۔ چنانچہ جملہ اہل اسلام ان غلاموں کو واپس کرنے پر تیار ہو گئے۔ مگر یہ لوگ شمار میں بہت تھے اس لئے ان میں سے ہر ایک کی رضامندی فرداً فرداً معلوم کرنی ضروری تھی۔ آپؐ نے یہ حکم دیا کہ تم جاؤ اور اپنے اپنے چودھریوں سے جو کچھ تم کو منظور ہو وہ بیان کرو، ہم ان سے پوچھ لیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا اور آنحضرت ﷺ نے ان کے جملہ مردوں عورتوں کو واپس کرا دیا۔

بحرن کے مال کی آمد پر آنحضرت ﷺ نے تقسیم کے لئے اعلان عام فرما دیا تھا، اس وقت حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس مال کی درخواست کے ساتھ کہا تھا کہ میں اس کا بہت زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ بدر کے موقع پر میں نہ صرف اپنا بلکہ حضرت عقیلؓ کا بھی زر فدیہ ادا کر کے خالی ہاتھ ہو چکا ہوں۔ اس پر آپؐ نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ جس قدر روپیہ خود آپؐ اٹھا سکیں لے جائیں۔ اسی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہ عربوں کو بھی بحالت مقررہ غلام بنایا جاسکتا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ جیسے اشراف قریش کو بھی دور غلامی سے گزرنا پڑا۔ کاش یہ معزز حضرات شروع ہی میں اسلام سے مشرف ہو جاتے۔ مگر ج ہے ﴿اِنَّكَ لَا

تَهْدِي مَنْ اَخْبَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (القصاص: ۵۶)

۲۵۴۱- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ (۲۵۴۱) ہم سے علی بن حسن نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر

دی، کہا ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نافع رضی اللہ عنہ کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو المصطلق پر جب حملہ کیا تو وہ بالکل غافل تھے اور ان کے موسیٰ پانی پی رہے تھے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا، عورتوں بچوں کو قید کر لیا گیا۔ انہیں قیدیوں میں جویریہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) بھی تھیں۔ (نافعؓ نے لکھا تھا کہ) یہ حدیث مجھ سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی، وہ خود بھی اسلامی فوج کے ہمراہ تھے۔

حضرت جویریہؓ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کا باپ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ کہتے ہیں پہلے یہ ثابت بن قیس کے حصے میں آئیں۔ انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا اور آپ کے نکاح کر لینے کی وجہ سے لوگوں نے بنی مصطلق کے کل قیدیوں کو آزاد کر دیا، اس خیال سے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار ہو گئے۔ (وحیدی)

بنو مصطلق عرب قبیلہ تھا جسے غلام بنایا گیا تھا۔ اسی سے باب کی مطابقت ثابت ہوئی کہ عربوں کو بھی لونڈی غلام بنایا جاسکتا ہے اگر وہ کافر ہوں اور اسلامی حکومت کے مقابلہ پر لڑنے کو آئیں۔

(۲۵۴۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے، انہیں محمد بن یحییٰ بن حبان نے، ان سے ابن حمیر نے کہ میں نے ابو سعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان سے ایک سوال کیا، آپ نے جواب میں کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کے لئے نکلے۔ اس غزوے میں ہمیں (قبیلہ بنی مصطلق کے) عرب قیدی ہاتھ آئے۔ (راستہ ہی میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورت سے الگ رہنا ہم کو مشکل ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ عزل کر لیں۔ جب رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا، تم عزل کر سکتے ہو، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جن روحوں کی بھی قیامت تک کے لئے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔ (لہذا تمہارا عزل کرنا بیکار ہے)

۲۵۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبَا مِنْ سَبَى الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْغَزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا؛ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَانَتْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَانَتْ)).

[راجع: ۲۲۲۹]

تفسیر عزل کہتے ہیں انزال کے وقت ذکر باہر نکال لینے کو تاکہ رحم میں مٹی نہ پہنچے اور عورت کو حمل نہ رہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، اسی لئے ارشاد ہوا کہ تمہارے عزل کرنے سے مقدور الٰہی کے مطابق پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش رک نہیں سکتی۔ عزل کو عام طور پر مکروہ سمجھا گیا، کیونکہ اس میں قطع اور تقلیل نسل ہے۔ بحالات موجودہ جو فیملی پلاننگ کے نام سے تقلیل نسل کے پروگرام چلائے جا رہے ہیں، شریعت اسلامی سے اس کا علی الاطلاق جواز و حوزہ نا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ قطع نسل

ہی کی ایک صورت ہے۔

۲۵۴۳- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَا أَرَأَى أَحَبُّ بَنِي تَمِيمٍ . ح .)) وَحَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ الْمُغِيرَةِ عَنْ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . ح . وَعَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: ((مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مِنْذُ ثَلَاثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ فِيهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((هُمْ أَشَدُّ أُنْتَبَى عَلَى الدُّجَالِ)) قَالَ: وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هَذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا)). وَكَانَ مَسِيَّةً مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ: ((أَغْنِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ)).

[طرفہ فی : ۴۳۶۶]۔

(۲۵۴۳) ہم سے زہیر بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر بن عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے عمارہ بن قعقاع، ان سے ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا ہوں۔ (دوسری سند امام بخاری نے کہا) مجھ سے ابن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر بن عبد الحمید نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں حارث نے، انہیں ابو زرعہ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، (تیسری سند) اور مغیرہ نے عمارہ سے روایت کی، انہوں نے ابو زرعہ سے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں کی وجہ سے جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں۔ رسول کریم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ دجال کے مقابلے میں میری امت میں سب سے زیادہ سخت مخالف ثابت ہو گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) بنو تمیم کے یہاں سے زکوٰۃ (وصول ہو کر آئی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے۔ بنو تمیم کی ایک عورت قید ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے آزاد کر دے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

تشریح حدیث ہذا میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی عورت کے آزاد کرنے کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ یہ عورت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا معزز ترین خاندانی عورت ہے اسے آزاد کر دو۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا کہ عربوں کو بھی غلام لونڈی بنایا جاسکتا ہے۔ اس عورت کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور بنو تمیم کے لئے آنحضرت ﷺ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ ان کو اپنی قوم قرار دیا، کیونکہ یہ ایک عظیم عرب قبیلہ تھا جو تمیم بن مرہ کی طرف منسوب تھا۔ جس کا نسب نامہ یوں رسول کریم ﷺ سے ملتا ہے۔ تمیم بن مرہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر۔ یہاں پہنچ کر یہ نسب نامہ رسول کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

اس قبیلہ نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال کے مقابلہ پر یہ قبیلہ بہت سخت ہو گا جو لڑائی میں سختی کے ساتھ دجال کا مقابلہ کرے گا۔ ایک مرتبہ بنو تمیم کی زکوٰۃ وصول ہو کر دوبار رسالت میں پہنچی تو آپ نے ازراہ کرم فرمایا کہ یہ ہماری قوم کی زکوٰۃ ہے آنحضرت ﷺ نے بحالت کفر بھی اس خاندان کی اس قدر عزت افزائی فرمائی کہ اس سے تعلق رکھنے والی ایک لونڈی خاتون کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ یہ اولاد اسماعیل سے ہے۔

اس حدیث سے نسب شرافت پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ اسلام نے نسب شرافت میں غلو سے منع فرمایا ہے اور حد اعتدال میں

نسبی شرافت کو آپ نے قائم رکھا ہے جیسا کہ اس حدیث سے پیچھے مذکور شدہ واقعات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ حنین کے موقع پر اپنے آپ کو عبدالمطلب کا فرزند ہونے پر اظہار فخر فرمایا تھا۔ معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے کے غیر مسلم آباء و اجداد پر ایک مناسب حد تک فخر کیا جاسکتا ہے لیکن اگر یہی فخر باعث گھمنڈ و غرور بن جائے کہ دوسرے لوگ نگاہ میں حقیر نظر آئیں تو اس حالت میں خاندانی فخر کفر کا شیوہ ہے جو مسلمان کے لئے ہرگز لائق نہیں۔ فتح مکہ پر آنحضرت ﷺ نے قریش کی اس نخوت کے خلاف اظہار ناراضگی فرما کر قریش کو آگاہ فرمایا تھا کہ کلکم بنو آدم و آدم من تراب تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہے۔

۱۴- بَابُ فَضْلِ مَنْ أَذَبَ جَارِيَتَهُ باب جو شخص اپنی لونڈی کو ادب اور علم سکھائے، اس کی

فضیلت کا بیان

وَعَلَّمَهَا

(۲۵۴۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا، انہوں نے مطرف سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابو بردہ سے، انہوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

۲۵۴۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فَضِيلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا، ثُمَّ اغْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ)). [راجع: ۹۷]

الحمد للہ کہ حرم کعبہ مکہ المکرمہ میں یکم محرم ۱۳۹۰ھ سے اس پارے کے متن کا لفظ لفظ پڑھنا، پھر ترجمہ لکھنا شروع کیا تھا، ساتھ ہی رب کعبہ سے دعائیں بھی کرتا رہا کہ وہ اس عظیم خدمت کے لئے صحیح فہم عطا کرے۔ آج ۱۱ محرم ۱۴۰۰ھ کو بھونہ تعالیٰ اس حدیث تک پہنچ گیا ہوں۔ پارہ ۹، ۱۰ کے متن کو کعبہ شریف و مدینۃ المنورہ میں بیٹھ کر پڑھنے کی نذر بھی مانی تھی۔ اللہ کا بے حد شکر ہے کہ یہاں تک کامیابی ہو رہی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ بقایا کو بھی پورا کرائے اور قلم میں طاقت اور دماغ میں قوت عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ

”غلام تمہارے بھائی ہیں پس ان کو بھی تم اسی میں سے

کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو“

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور رشتہ دار پڑوسیوں اور غیر پڑوسیوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے اور اکڑنے والا اور گھمنڈ غرور

۱۵- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْغَبِيذُ

إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ))

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ، وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

کرنے والا ہو۔“ (آیت میں) ذی القربیٰ سے مراد رشتہ دار ہیں، جنب سے غیر یعنی اجنبی اور الحار الجنب سے مراد سفر کا ساتھی ہے۔

مُخْتَلًا فَخُورًا ﴿النساء: ۳۶﴾

حضرت امام نے مقصد باب ثابت فرمانے کے لئے آیت قرآنی کو نقل فرمایا جس میں ترجمہ البلب لفظ ﴿وما ملکت ايمانكم﴾ سے لگتا ہے جس سے لونڈی غلام مراد ہیں۔ ان کے ساتھ احسان سلوک کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرے قرابت داروں اور یتامیٰ و مساکین کے ساتھ ضروری ہے۔ عہد رسالت پناہ وہ دور تھا جس میں انسانوں کو لونڈی غلام بنا کر جانوروں کی طرح خرید اور بیچا جاتا تھا اور دنیا کے کسی قانون اور مذہب میں اس کی روک ٹوک نہ تھی۔ ان حالات میں پیغمبر اسلام علیہ الف صلوة و سلام نے اپنی حسن تدبیر کے ساتھ اس رسم کو ختم کرنے کا طریقہ اپنایا اور اس بارے میں ایسی پاکیزہ ہدایات پیش کیں کہ عام مسلمان اپنے غلاموں کو انسانیت کا درجہ دیتے۔ لہذا ان کو اپنے بھائی بند سمجھنے لگ گئے۔ ان کے ساتھ ہر ممکن سلوک احسان ایمان کا خاصہ بتلایا گیا جس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ یہ رسم بد انسانی دنیا سے تقریباً ختم ہو گئی۔ یہ اسی پاکیزہ تعلیم کا اثر تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اب غلامی کی اور بدترین صورتیں وجود میں آگئی ہیں۔

(۲۵۴۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ہم سے واصل بن حیان نے جو کبڑے تھے، بیان کیا، کہا کہ میں نے معرو بن سويد سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ذر غفاریؓ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر بھی ایک جوڑا تھا اور ان کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کا ایک جوڑا تھا۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک دفعہ میری ایک صاحب (یعنی بلالؓ) سے کچھ گلی گلوچ ہو گئی تھی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے میری شکایت کی، آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے انہیں ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا، تمہارے غلام بھی تمہارے بھائی ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے رکھا ہے۔ اس لئے جس کا بھی کوئی بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنتا ہے جو وہ خود پہنتا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو تو پھر ان کی خود مدد بھی کر دیا کرو۔

۲۵۴۵- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَخْذَبِ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُورَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ: ((رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: إِنِّي سَابَيْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ ((أَعَيَّرْتَهُ بِأَمْرِهِ؟)) ثُمَّ قَالَ: ((إِنْ إِخْوَانَكُمْ خَوَّلَكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمَهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَيُلْبِسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تَكْلَفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاَعْيَنُوهُمْ)). [راجع: ۳۰]

تاکہ وہ آسانی سے اس خدمت کو انجام دے سکیں۔

روایت میں مذکور غلام سے حضرت بلالؓ مراد ہیں۔ بعضوں نے کہا ابو ذرؓ کے بھائیوں میں سے کوئی تھے جیسے مسلم کی روایت میں ہے۔ غلام کو ساتھ کھلانے کا حکم استحباً ہے۔ حضرت ابو ذرؓ اپنے غلام کو ساتھ ہی کھلاتے اور اپنے ہی جیسا کپڑا پہنتے تھے۔ آیات باب میں ذی القربیٰ سے رشتہ دار مراد ہیں۔ یہ ابن عباسؓ سے مروی ہے، اس کو علی بن ابی طلحہ نے بیان کیا اور جنب سے بعضوں نے

یہودی اور نصرانی مراد رکھا ہے۔ یہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے نکالا۔ اور جابر الجبلی کی جو تفسیر امام بخاری نے کی ہے وہ مجلد اور قلدہ سے منقول ہے۔ اس حدیث سے ان معاندین اسلام کی بھی تردید ہوتی ہے جو اسلام پر غلامی کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ رسم غلامی کی جڑوں کو اسلام ہی نے کھوکھلا کیا ہے۔

باب جب غلام اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرے
اور اپنے آقا کی خیر خواہی بھی تو اس کے ثواب کا بیان

(۲۵۴۶) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے امام مالک سے، انہوں نے نافع سے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غلام جو اپنے آقا کا خیر خواہ بھی ہو اور اپنے رب کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہو تو اسے دو گنا ثواب ملتا ہے۔

۱۶- بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

۲۵۴۶- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَوْتَيْنِ)).

[طرنہ بی : ۲۵۵۰]

آنحضرت ﷺ نے جہاں مالکوں کو اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی وہاں لونڈی غلاموں کو بھی احسن طریق پر سمجھایا کہ وہ اسلامی فرائض کی ادائیگی کے بعد اپنا اہم فریضہ اپنے مالکوں کی خیر خواہی ان کو نفع رسانی سمجھیں۔ مالک اور آقا کے بھی حقوق ہیں۔ ان کے ساتھ وفاداری کے ساتھ زندگی گزاریں۔ ان کے لئے ضرر رسانی کا کبھی تصور بھی نہ کریں۔ وہ ایسا کریں گے تو ان کو دو گنا ثواب ملے گا۔ فرائض اسلامی کی ادائیگی کا ثواب اور اپنے مالک کی خدمت کا ثواب، اسی دو گنے ثواب کا تصور تھا جس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے وہ تمنا ظاہر فرمائی جو اگلی روایت میں مذکور ہے۔

(۲۵۴۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی صالح سے، انہوں نے شعبی سے، انہوں نے ابو بردہ سے اور ان سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس کسی کے پاس بھی کوئی باندی ہو اور وہ اسے پورے حسن و خوبی کے ساتھ ادب سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دو گنا ثواب ملتا ہے اور جو غلام اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کر لے اور اپنے آقاؤں کے بھی تو اسے بھی دو گنا ثواب ملتا ہے۔

۲۵۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَأَغْنَفَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ فَلَهُ أَجْرَانِ)).

[راجع: ۹۷]

اسلامی شریعت میں عورت مرد سب کو تعلیم دینا چاہئے یہاں تک کہ لونڈی غلاموں کو بھی علم حاصل کرانا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ مگر علم وہ جس سے شرافت اور انسانیت پیدا ہو، نہ آج کے علوم مروجہ جو انسان نما حیوانوں میں اضافہ کراتے ہیں۔ العلم قال اللہ قال رسولہ قال الصحابة ہم اولو العرفان یعنی حقیقی علم وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ پھر آپ کے صحابہ نے پیش فرمایا

۲۵۴۸- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ (۲۵۴۸) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک

نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہوں نے زہری سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، غلام جو کسی کی ملکیت میں ہو اور نیکو کار ہو تو اسے دو ثواب ملتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد حج اور والدہ کی خدمت (کی روک) نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ غلام رہ کر مروں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ غلام پر جہاد فرض نہیں ہے، اسی طرح حج۔ اور وہ بغیر اپنے مالک کی اجازت کے جہاد اور حج کے لئے جا بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح اپنی ماں کی خدمت بھی آزادی کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اگر یہ باتیں نہ ہوتیں تو میں آزادی کی نسبت کسی کا غلام رہنا زیادہ پسند کرتا۔ قال ابن بطلان هو من قول ابی ہریرۃ وکذلک قالہ الدوادی وغیرہ انہ مدرج فی الحدیث وقد صرح بالا دراج الاسماعیلی من طریق آخر عن عبداللہ بن المبارک بلفظ والذی نفس ابی ہریرۃ یدہ الخ وصرح مسلم ایضا بذلک (حاشیہ بخاری) یعنی یہ قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے صراحتاً یہ آیا ہے اور مسلم میں بھی یہ صراحت موجود ہے۔ واللہ اعلم

(۲۵۴۹) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے امش سے، ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کتنا اچھا ہے کسی کا وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت تمام حسن و خوبی کے ساتھ بجائے اور اپنے مالک کی خیر خواہی بھی کرتا رہے۔

۲۵۴۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : ((نَعِمًا لِأَحَدِهِمْ يُخْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ)).

باب غلام پر دست درازی کرنا اور یوں کہنا کہ یہ میرا غلام ہے یا لونڈی مکروہ ہے

۱۷- بَابُ كِرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيقِ، وَقَوْلِهِ عَبْدِي أَوْ أَمْتِي

حافظ نے کہا کہ کراہیت تنزیہی مراد ہے۔ کیونکہ غلام سے اپنے کو اعلیٰ سمجھنا ایک طرح کا تکبر ہے۔ غلام بھی ہماری طرح خدا کا بندہ ہے۔ آدمی اپنے تئیں جانور سے بھی بدتر سمجھے غلام تو آدمی ہے اور ہماری طرح آدم کی اولاد ہے اور غلام لونڈی اس وجہ سے کہتا مکروہ ہے کہ کوئی اس سے حقیقی معنی نہ سمجھے۔ کیونکہ حقیقی بندگی تو سوائے خدا کے اور کسی کے لئے نہیں ہو سکتی (وحیدی) آگے مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ نے آیات قرآنی نقل کی ہیں جن سے لفظ غلام، لونڈی اور سید کے الفاظ استعمال کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ سب مجازی معانی میں ہیں۔ لفظ عبد، مملوک اور سید آیات قرآنی و احادیث نبویؐ میں ملتے ہیں جیسا کہ یہاں منقول ہیں، ان سے ان الفاظ کا مجازی معانی میں استعمال ثابت ہوا۔ قال ابن بطلان جاز ان يقول الرجل عبدی او امتی بقوله تعالى والصالحين من عبادكم وامانكم وانما نهى عنه على سبيل الغلظة لا على سبيل التحريم وكره ذلك لاشتراك اللفظ اذ يقال عبد الله وامة الله فعلى هذا لا ينبغي التسمية بنحو عبد الرسول و عبد النبي ونحو ذلك مما يضاف العبد فيه الى غير الله تعالى (حاشیہ بخاری شریف)

اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اور تمہارے غلاموں اور تمہاری باندیوں میں جو نیک بخت ہیں۔“ اور (سورہ نحل میں فرمایا) ”مملوک غلام“ نیز (سورہ یوسف میں فرمایا) اور دونوں (حضرت یوسف اور زلیخا) نے اپنے آقا (عزیز مصر) کو دروازے پر پایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) فرمایا ”تمہاری مسلمان باندیوں میں سے۔“ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اپنے سردار کے لینے کے لئے اٹھو (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے) اور اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں فرمایا، (یوسفؑ نے اپنے جیل خانہ کے ساتھی سے کہا تھا کہ) اپنے سردار (حاکم) کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔“ اور نبی کریم ﷺ نے (بنو سلمہ سے دریافت فرمایا تھا کہ) تمہارا سردار کون ہے؟

(۲۵۵۰) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے کہا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت تمام حسن و خوبی کے ساتھ بجالائے تو اسے دو گنا ثواب ملتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾، وَقَالَ: ﴿عَبْدًا مَمْلُوكًا﴾. ﴿وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾. وَقَالَ: ﴿مِنْ فَتْيَاكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ﴾. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ)). وَ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾: سَيِّدُكَ. وَ﴿مَنْ سَيِّدُكُمْ﴾.

۲۵۵۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مِثْلَيْنِ)).

[راجع: ۲۵۴۶]

روایت میں لفظ عبد اور سید استعمال ہوئے ہیں یہی مقصود باب ہے۔

(۲۵۵۱) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے برید بن عبد اللہ سے، وہ ابو بردہ سے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ غلام جو اپنے رب کی عبادت احسن طریق کے ساتھ بجالائے اور اپنے آقا کے جو اس پر خیر خواہی اور فرمان برداری (کے حقوق ہیں) انہیں بھی ادا کرتا رہے، تو اسے دو گنا ثواب ملتا ہے۔

۲۵۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْمَمْلُوكُ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ، لَهُ أَجْرَانِ)).

[راجع: ۹۷]

یہ اس لئے کہ اس نے دو فرض ادا کئے۔ ایک اللہ کی عبادت کا فرض ادا کیا۔ دوسرے اپنے آقا کی اطاعت کی جو شرعاً اس پر فرض تھی اس لئے اس کو دو گنا ثواب حاصل ہوا (فتح)

(۲۵۵۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق

۲۵۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

نے بیان کیا، کہا ہم کو عمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کوئی شخص (کسی غلام یا کسی بھی شخص سے) یہ نہ کہے ”اپنے رب (مراد آقا) کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا۔ اپنے رب کو پانی پلا۔“ بلکہ صرف میرے سردار میرے آقا کے الفاظ کہنا چاہئے۔ اسی طرح کوئی شخص یہ نہ کہے۔ ”میرا بندہ، میری بندی، بلکہ یوں کہنا چاہئے میرا چھو کرا، میری چھو کری، میرا غلام۔“

رب کا لفظ کہنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح بندہ بندی کا تاکہ شرک کا شبہ نہ ہو، گویا کہنا مکروہ ہے حرام نہیں جیسے قرآن میں ﴿اَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف: ۴۲) بعضوں نے کہا پکارتے وقت اس طرح پکارنا منع ہے۔ غرض مجازی معنی جب مراد لیا جائے غایت درجہ یہ فعل مکروہ ہو گا اور یہی وجہ ہے کہ علماء نے عبد النبی یا عبد الحسین ایسے ناموں کا رکھنا مکروہ سمجھا ہے اور ایسے ناموں کا رکھنا شرک اس معنی پر کہا ہے کہ ان میں شرک کا ایہام یا شبہ ہے۔ اگر حقیقی معنی مراد ہو تو بے شک شرک ہے۔ اگر مجازی معنی مراد ہو تو شرک نہ ہو گا مگر کراہیت میں شک نہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ ایسے نام نہ رکھے جائیں۔ کیونکہ جہاں شرک کا وہم ہو وہاں سے بہر حال پرہیز بہتر ہے۔ خاص طور پر لفظ ”عبد“ ایسا ہے جس کی اضافت لفظ اللہ یا الرحمن یا رحیم وغیرہ اسماء الحسنیٰ ہی کی طرف مناسب ہے۔ توحید و سنت کے پیروکاروں کے لئے لازم ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف ہرگز اپنی عبدیت کو منسوب نہ کریں۔ ﴿اِبْهَکْ عَبْدَکَ﴾ کا یہی تقاضا ہے۔ واللہ ہو الموفق۔

(۲۵۵۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، انہوں نے نافع سے، وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا، اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہو جس سے غلام کی واجبی قیمت ادا کی جاسکے تو اسی کے مال سے پورا غلام آزاد کیا جائے گا ورنہ جتنا آزاد ہو گیا ہو گیا۔

۲۵۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ، فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيَمَتَهُ يَقُومُ عَلَيْهِ قِيَمَةُ عَدْلٍ وَأَعْتَقَ مِنْ مَالِهِ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ)).

صرف وہی حصہ اس کی طرف سے آزاد ہو رہے گا۔ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں عبد کا لفظ غلام کے لئے آیا ہے۔ پس مجازاً غلام پر عبد بولا جاسکتا ہے۔

(۲۵۵۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس

۲۵۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ:))

لوگوں کا واقعی امیر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں اس سے سوال ہو گا۔ دوسرے ہر آدمی اپنے گھروالوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ تیسری عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ چوتھا غلام اپنے آقا (سید) کے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ پس جان لو کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔

لَا أَمِيرَ أَلَدِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَغْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ. أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. [راجع: ۸۹۳]

اس روایت میں بھی غلام کے لئے لفظ عبد اور آقا کے لئے لفظ سید کا استعمال ہوا ہے۔ اس طرح مجازی معنوں میں ان الفاظ کا استعمال کرنا درست ہے۔ حضرت امام کاہی مقصد ہے جس کے تحت یہاں آپ یہ جملہ روایات لائے ہیں۔ ان الفاظ کا استعمال منع بھی ہے جب حقیقی معانی مراد لئے جائیں۔ اور یہ اس میں تطبیق ہے۔

(۲۵۵۵، ۲۵۵۶) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا زہری سے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان کیا، کہا میں نے ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب باندی زنا کرے تو اسے (بطور حد شرعی) کوڑے لگاؤ پھر اگر کرائے تو کوڑے لگاؤ اور اب بھی اگر کرائے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ تیسری یا چوتھی بار میں (آپ نے فرمایا کہ) پھر اسے بیچ دو، خواہ قیمت میں ایک رسی ہی ملے۔

۲۵۵۵، ۲۵۵۶ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبِيدَةُ اللَّهِ مَسْمُوعٌ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَزَيْدُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِذَا زَنَتِ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِذَا زَنَتِ فَاجْلِدُوهَا فِي الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ فَبَيْعُوهَا وَلَوْ بِصَفِيرٍ)). [راجع: ۲۱۵۲، ۲۱۴۵]

اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں لونڈی کے لئے امہ کا لفظ فرمایا ہے۔ قطلانی نے کہا کہ اس حدیث کے لائنے سے یہ مقصود ہے کہ جب لونڈی زنا کرے تو اس پر دست درازی منع نہیں ہے بلکہ اس کو سزا دینا ضروری ہے۔ آخر میں یہ راوی کاٹک ہے کہ آپ نے تیسری بار میں بیچنے کا حکم فرمایا یا چوتھی بار میں۔

ان جملہ روایات کے نقل کرنے سے حضرت امام نے ثابت فرمایا کہ مالکوں کو غلاموں اور لونڈیوں پر بڑائی نہ جتانی چاہئے۔ انسان ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔ شرافت اور بڑائی کی بنیاد ایمان اور تقویٰ ہے۔ حقیقی آقا حاکم مالک سب کا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ دنیاوی مالک آقا سب مجازی ہیں۔ آج ہیں اور کل نہیں۔ جن آیات اور احادیث میں ایسے الفاظ آقاؤں یا غلاموں کے لئے مستعمل ہوئے ہیں وہاں مجازی معانی مراد ہیں۔

باب جب کسی کا خادم کھانا لے کر

آئے؟

۱۸ - بَابُ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ

(۲۵۵۷) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ جب کسی کا غلام کھانا لائے اور وہ اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لئے) نہ بٹھا سکے تو اسے ایک یا دو نوالے ضرور کھلا دے یا (آپ نے لقمہ او لقمین کے بدل اکلے او اکلین فرمایا) یعنی ایک یا دو لقمے کیونکہ اسی نے اس کو تیار کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

۲۵۵۷- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ، أَوْ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ، فَإِنَّهُ وَلِيُّ عِلَاجِهِ)). [طرفه في : ۵۴۶۰].

لفظ خادم میں غلام، نوکر چاکر، شاگرد سب داخل ہو سکتے ہیں۔

۱۹- باب العبد راعٍ في مال سيده. ونسب النبي ﷺ المال إلى السيد

مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ کا مقصد باب یہ ہے کہ مجازی معانی میں غلام لونڈی اپنے مالکوں کو سید کے لفظ سے یاد کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ یہاں حدیث میں الفاظ الخادم فی مال سیدہ راع میں بولا گیا ہے۔ یہ حدیث جامع الصحیح میں کئی جگہ نقل کی گئی ہے اور مجتہد مطلق نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہو گا۔ ان معاندین حاسدین پر افسوس جو ایسے مجتہد کمال کی درایت سے انکار کر کے خود اپنے کور باطنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۲۵۵۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہر آدمی حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ مرد اپنے گھر کے معاملات کا افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی افسر ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہو گا۔ خادم اپنے سید کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ باتیں سنی ہیں اور مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔ غرض تم

۲۵۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)). قَالَ : فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْسِبُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيهِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،

میں سے ہر فرد حاکم ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. [راجع: ۸۹۳]

باب اگر کوئی غلام لونڈی کو مارے

۲۰- بَابُ إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ

تو چہرے پر نہ مارے

فَلْيَجَنَّبِ الْوَجْهَ

(۲۵۵۹) ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابن قلاں (ابن سمان) نے خبر دی، انہیں سعید مقبری نے، انہیں ان کے باپ نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، نبی کریم ﷺ سے۔

۲۵۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ أَنَّ اللَّهَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح. قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ قَلَانَ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

(دوسری سند اور امام بخاری نے کہا) اور ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، امام سے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے) سے پرہیز کرے

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجَنَّبِ الْوَجْهَ)).

مار پیٹ میں چہرے پر مارنے سے پرہیز صرف غلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں چونکہ غلاموں کا بیان ہو رہا تھا اس لئے عنوان میں اسی کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ بلکہ چہرے پر مارنے سے پرہیز کا حکم تمام انسانوں بلکہ جانوروں تک کے لئے ہے۔ حضرت امام نے روایت میں ایک راوی کا نام نہیں لیا۔ صرف ابن قلاں سے یاد کیا ہے اور وہ ابن سمان ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسے امام مالک اور امام احمد نے جموعاً کہا ہے اور امام بخاری نے اس کی روایت اس مقام کے سوا اور کہیں اس کتاب میں نہیں نکالی اور یہاں بھی بطور متابعت کے ہے۔ کیونکہ امام مالک اور عبد الرزاق کی روایت بھی بیان کی۔

تفسیر | اسلم کی روایت میں صاف اذا ضرب ہے اور اس حدیث میں گو خادم کو مارنے کی صراحت نہیں ہے مگر امام بخاری نے اس طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو انہوں نے ادب المفرد میں نکالا اس میں یوں ہے۔ اذا ضرب خادمہ یعنی جب کوئی تم میں سے اپنے خادم کو مارے۔ حافظ نے کیا یہ عام ہے خواہ کسی حد میں مارے یا تعزیر میں ہر حال میں منہ پر نہ مارنا چاہئے۔ اس کی وجہ مسلم کی روایت میں یوں مذکور ہے۔ کیونکہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر بنایا یعنی مار کھانے والے فحش کی صورت پر۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے۔ کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا (وحیدی) ویسے چہرے پر مارنا ادب اور اخلاق کے بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مارنا ہی ہو تو جسم کے دیگر اعضاء موجود ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قال النووي قال العلماء انما نهى عن ضرب الوجه لانه لطيف يجمع المحاسن واكثر ما يقع الادراك باعضائه فيخشى من ضربه ان تبطل او تشوه كلها او بعضها واليشن فيها فاحش لظهورها وبروزها بل لا يسلم اذا ضربه من شين والتعليل المذكور احسن لكن ثبت عند مسلم تعليل اخر فانه اخبرنا عن طريق ابى ايوب المراغي عن ابى هريرة وزاد فان الله خلق آدم

علی صورة واختلف فی الضمیر علی من يعود فالاکثر علی انه يعود علی المضروب لما تقدم من الامر باکرام وجهه ولولا ان المراد التعلیل بذلك لم یکن لهذه الجملة ارتباط بما قبلها وقال القرطبی اعاد بعضهم الضمیر علی الله متمسکا بما ورد فی بعض طرقه ان الله خلق ادم علی صورة الرحمن الی اخره (فتح الباری)

خلاصہ مطلب یہ کہ علماء نے کہا ہے چرے پر مارنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ یہ عضو لطیف ہے جو جملہ محاسن کا مجموعہ ہے اور اکثر ادراک کا وقوع چرے کے اعضاء ہی سے ہوتا ہے۔ پس اس پر مارنے سے خطرہ ہے کہ اس میں کئی ایک نقائص و عیوب پیدا ہو جائیں، پس یہ علت ہمت ہے جن کی بنا پر چرے پر مارنا منع کیا گیا ہے۔ لیکن امام مسلم کے نزدیک ایک اور علت ہے۔ انہوں نے اس حدیث کو ابو ایوب مرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے جس میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ اللہ نے آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا ہے اگرچہ ضمیر کے مرجع میں اختلاف ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک یہ ضمیر مضروب ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لئے کہ پہلے چرے کے اکرام کا حکم ہو چکا ہے۔ اگر یہ تعلیل مراد نہ لی جائے تو اس جملہ کا ماقبل سے کوئی ربط باقی نہیں رہ جاتا۔ قرطبی نے کہا کہ بعض نے ضمیر کو اللہ کی طرف لوٹایا ہے دلیل میں بعض طرق کی اس عبارت کو پیش کیا ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ نے آدم کو رحمن کی صورت پر پیدا کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن کی نص صریح لیس کمنلہ شنی دلیل ہے کہ اللہ پاک کو اور اس کے چرے کو کسی سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی واللہ اعلم بالصواب۔

الحدیث کا یہی مذہب ہے کہ اللہ پاک اپنی ذات اور جملہ صفات میں وحدہ لا شریک لہ ہے اور اس بارے میں کرید کرنا بدعت ہے۔ جیسا کہ استواء علی العرش کے متعلق سلف کا عقیدہ ہے وباللہ التوفیق۔

۵۰۔ کتاب المکاتب

کتاب مکاتب کے مسائل کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ دے کہ اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کر دے تو تو آزاد ہے۔ لفظ مکاتب تاء کے زیر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں والمکاتب بالفتح من تقع له الكتابة وبالكسر من تقع منه یعنی زیر کے ساتھ جس کے لئے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسیؓ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہؓ جن کا واقعہ اگلی روایات میں مذکور ہے۔

لفظ مکاتب باب مفاعلہ سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی وہ غلام لونڈی جس سے اس کے آقا کے ساتھ شرائط مقررہ کے ساتھ آزادی کا

معاملہ لکھ دیا گیا ہو۔

۱- بَابُ الْمَكَاتِبِ وَنَجْمُهُ فِي كُلِّ

مَسْنَةِ نَجْمٍ

باب جس نے اپنے لونڈی غلام کو زنا کی جھوٹی تہمت لگائی

اس کا گناہ

اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی، شاید انہوں نے باب قائم کر لینے کے بعد حدیث لکھنا چاہی ہوگی مگر اس کا موقع نہ ملا اور کتاب الحدود میں انہوں نے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اس کو قیامت کے دن کوڑے لگائے جائیں گے۔ بعض نسخوں میں یہ باب مذکور نہیں ہے۔

وَقَوْلُهُ: ﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَكَّابُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ

باب مکاتب اور اس کی قسطوں کا بیان، ہر سال میں ایک قسط کی ادائیگی لازم ہوگی۔

عرب میں تمام معاملات تاروں کے طلوع پر ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ حساب نہیں جانتے تھے۔ وہ یوں کہتے کہ جب فلاں تارا نکلے تو یہ معاملہ یوں ہو گا۔ اسی وجہ سے قسط کو نجم کہنے لگے۔ نجم تارے کو کہتے ہیں۔ بدل کتابت میں خواہ سالانہ قسطیں ہوں یا ماہانہ ہر طرح سے جائز ہے۔

اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو بھی مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں۔ ان کو مکاتب کر دو، اگر ان کے اندر تم کوئی خیر پاؤ۔ (کہ وہ وعدہ پورا کر سکیں گے) اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے مدد بھی دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔“ روح بن عبادہ نے ابن جریجؒ سے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن ابی رباحؒ سے پوچھا کیا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے غلام کے پاس مال ہے اور وہ مکاتب بننا چاہتا ہے تو کیا مجھ پر واجب ہو جائے گا کہ میں اس سے مکاتبت کر لوں؟ انہوں نے کہا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ (ایسی حالت میں کتابت کا معاملہ) واجب ہو جائے گا۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا آپ اس سلسلے میں کسی سے روایت بھی بیان کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (پھر انہیں یاد آیا) اور مجھے انہوں نے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین (ابن سیرین کے والد) نے انسؒ سے مکاتب ہونے کی درخواست کی (یہ انسؒ کے غلام تھے) جو مالدار بھی تھے۔ لیکن حضرت انسؒ نے انکار کیا، اس پر سیرین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

خَيْرًا. وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ﴾ [النور: ۳۳]. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أَكَاتِبَهُ؟ قَالَ: مَا أَرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا. وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ: ثَائِرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا. ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسَ الْمَكَاتِبَةَ - وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ - فَأَبَى، فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كَاتِبُهُ، فَأَبَى، فَضَرَبَهُ بِالذِّرَّةِ وَيَتْلُو عُمَرُ: ﴿فَمَكَّابُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ لَكَاتِبُهُ)).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انسؓ سے) فرمایا کہ کتابت کا معاملہ کر لے۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے سے مارا اور یہ آیت پڑھی کہ ”غلاموں میں اگر خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کر لو۔“ چنانچہ انسؓ نے کتابت کا معاملہ کر لیا۔

(۲۵۶۰) لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں اپنے مکاتبت کے معاملہ میں ان کی مدد حاصل کرنے کے لئے۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کو پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال کے اندر پانچ قسطوں میں ادا کرنی تھی۔ عائشہؓ نے کہا، انہیں خود بریرہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کرانے میں دلچسپی ہو گئی تھی کہ یہ بتاؤ، اگر میں انہیں ایک ہی مرتبہ (چاندی کے یہ پانچ اوقیہ) ادا کر دوں تو کیا تمہارے مالک تمہیں میرے ہاتھ بیچ دیں گے؟ پھر میں تمہیں آزاد کر دوں گی اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو جائے گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے ہاں گئیں اور ان کے آگے یہ صورت رکھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ صورت اس وقت منظور کر سکتے ہیں کہ رشتہ ولاء ہمارے ساتھ رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا کہ تو خرید کر بریرہؓ کو آزاد کر دے، ولاء تو اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی جڑ بنیاد کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جس کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی زیادہ حق اور زیادہ مضبوط ہے۔

۲۵۶۰- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ غُرُوبَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِنَّ بَرِيرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَعَلَيْهَا خَمْسَةُ أَوَاقٍ نَجُمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِينَ؛ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ - وَفَيْسَتْ فِيهَا - أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عِدَّةً وَاحِدَةً أَتَيْتُكَ أَهْلُكَ فَأَغْنِيكَ فَيَكُونُ وَلَاؤُكَ لِي؟ فَدَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: لَا، إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَنَا الْوَلَاءُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اشْتَرَيْنَهَا فَأَغْنِيَهَا)) فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْنَى. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ؟ شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ)). [راجع: ۴۵۶]

تفصیلی مدلل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام لونڈی اگر اپنے آقاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں اور ان میں اتنی اہلیت بھی ہو کہ کسی نہ کسی طرح اس معاملہ کو باحسن طریق پورا کریں گے تو آقاؤں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ معاملہ کر کے ان کو آزاد کر دیں۔ آیت کریمہ ﴿إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ (النور: ۳۳) اگر تم ان میں خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کر لو میں خیر سے مراد یہ ہے کہ وہ کمائی کے لائق اور ایماندار ہوں، محنت مزدوری کر کے بدل کتابت ادا کر دیں، لوگوں

کے سامنے بھیک مانگتے نہ پھریں۔ ﴿وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتٰكُمْ﴾ (النور: ۳۳) اور اپنے مال میں سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے ان کی کچھ مدد بھی کرو) سے مراد یہ کہ اپنے پاس ان کو بطور امداد کچھ دو، تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں یا بدل کتابت میں سے کچھ معاف کر دو۔

روح کے اثر کو اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں اور عبدالرزاق اور شافعی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عطاء نے واجب قرار دیا کہ بشرط مذکور آقا غلام کی مکاتبت قبول کر لے۔ امام ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک اگر غلام مکاتبت کا خواہاں ہو تو مالک پر مکاتبت کر دینا واجب ہے۔ کیونکہ قرآن میں ﴿فَكَاتِبُوهُمْ﴾ امر کے لئے ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مگر جمہور یہاں امر کو بطور استحباب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عطاء نے جب اپنا خیال ظاہر کیا تو عمرو بن دینار نے ان سے سوال کیا کہ وجوب کا قول آپ نے کسی صحابی سے سنا ہے یا اپنے قیاس اور رائے سے ایسا کہتے ہو۔ ظاہریہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن دینار نے عطاء سے یہ پوچھا لیکن حافظ نے کہا یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ابن جریج نے عطاء سے یہ پوچھا۔ جیسے عبدالرزاق اور شافعی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس صورت میں قال عمرو بن دینار جملہ معترضہ ہو گا۔ اور نسفی کی روایت میں یوں ہے وقالہ عمرو بن دینار یعنی عمرو بن دینار بھی وجوب کے قائل ہوئے ہیں اور ترجمہ یوں ہو گا ”اور عمرو بن دینار نے بھی اس کو واجب کہا ہے“ ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ تم کسی سے روایت کرتے ہو؟

حضرت سیرین جن کا قول آگے مذکور ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور یہ محمد کے والد ہیں، جو محمد بن سیرین سے مشہور ہیں۔ تابعی، فقیہ اور ماہر علم تعبیر رویا ہیں۔ اس روایت کو عبدالرزاق اور طبری نے وصل کیا ہے۔

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے اور عمل بھی ظاہر ہے کہ وہ بشرط مذکور مکاتبت کو واجب کہتے تھے۔ جیسے ابن حزم اور ظاہریہ کا قول ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال میں ادا کرنی مقرر ہوئی تھی اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ بعض علماء نے کہا کہ آیت کریمہ ﴿وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتٰكُمْ﴾ (النور: ۳۳) سے مکاتبت کو مال زکوٰۃ میں سے بھی امداد دی جاسکتی ہے۔ دور حاضرہ میں ناحق مصائب قید میں گرفتار ہو جانے والے مسلمان مرد عورت بھی حق رکھتے ہیں کہ ان کی آزادی کے لئے ان طریقوں سے مدد دی جائے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ رسول کریم ﷺ کے خادم خاص تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمر دس سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ میں قیام کیا۔ وہاں لوگوں کو ۹۱ھ تک علوم دین سکھاتے رہے۔ عمر سو سال کے لگ بھگ پائی۔ ان کی اولاد کا بھی شمار سو کے قریب ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

باب مکاتبت سے کوئی شرطیں کرنا درست ہیں اور جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو (وہ شرط باطل ہے)

اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے۔

(۲۵۶۱) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے عروہ سے اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر

۲- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمَكَاتِبِ، وَمَنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فِيهِ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۲۵۶۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ

دی کہ بریرؓ ان کے پاس اپنے معاملہ مکاتبت میں مدد لینے آئیں، ابھی انہوں نے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ تو اپنے مالکوں کے پاس جا، اگر وہ یہ پسند کریں کہ تیرے معاملہ مکاتبت کی پوری رقم میں ادا کر دوں اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ صورت اپنے مالکوں کے سامنے رکھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اگر وہ (حضرت عائشہؓ) تمہارے ساتھ ثواب کی نیت سے یہ نیک کام کرنا چاہتی ہیں تو انہیں اختیار ہے، لیکن تمہاری ولاء تو ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو خرید کر انہیں آزاد کر دے۔ ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کر دے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی کوئی ایسی شرط لگائے جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا، خواہ وہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگالے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی سب سے زیادہ معقول اور مضبوط ہے۔

ابن خزیمہ نے کہا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے اس کا عدم جواز یا عدم وجوب ثابت ہو اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شرط اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو اس کا لگانا باطل ہے۔ کیونکہ کبھی بیع میں کفالت کی شرط ہوتی ہے۔ کبھی ثمن میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اس قسم کے روپے ہوں یا اتنی مدت میں دیئے جائیں یہ شرطیں صحیح ہیں، مگر اللہ کی کتاب میں ان کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہ شرطیں مشروع ہیں۔

۲۵۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِنَعْفَقِهَا، فَقَالَ أَهْلُهَا: عَلَى أَنْ وَلَاءَهَا لَنَا. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا يَمْنَعُكَ ذَلِكَ، لِإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)).

ابن خزيمة نے کہا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی کتاب سے اس کا عدم جواز یا عدم وجوب ثابت ہو اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شرط اللہ کی کتاب میں مذکور نہ ہو اس کا لگانا باطل ہے۔ کیونکہ کبھی بیع میں کفالت کی شرط ہوتی ہے۔ کبھی ثمن میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اس قسم کے روپے ہوں یا اتنی مدت میں دیئے جائیں یہ شرطیں صحیح ہیں، مگر اللہ کی کتاب میں ان کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہ شرطیں مشروع ہیں۔

حدیث بریرہؓ سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں۔ بعض متأخرین نے ان کو چار سو تک پہنچا دیا ہے جس میں اکثر تکلف ہے کچھ فوائد حافظ نے فتح الباری میں بھی ذکر فرمائے ہیں۔ ان کو وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۳- بَابُ إِسْتِعَانَةِ الْمَكَاتِبِ وَسُؤَالِهِ النَّاسَ

باب اگر مکاتب دو سروں سے مدد چاہے اور لوگوں سے سوال کرے تو کیسا ہے؟

(۲۵۶۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کا معاملہ کیا ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا پڑے گا۔ آپ بھی میری مدد کریں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر تمہارے مالک پسند کریں تو میں انہیں (یہ ساری رقم) ایک ہی مرتبہ دے دوں اور پھر تمہیں آزاد کر دوں، تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ لیکن تمہاری ولاء میرے ساتھ ہو جائے گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے پاس گئیں تو انہوں نے اس صورت سے انکار کیا۔ (واپس آکر) انہوں نے بتایا کہ میں نے آپ کی یہ صورت ان کے سامنے رکھی تھی لیکن وہ اسے صرف اس صورت میں قبول کرنے کو تیار ہیں کہ ولاء ان کے ساتھ قائم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے آپ کو مطلع کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو انہیں لے کر آزاد کر دے اور انہیں ولاء کی شرط لگانے دے۔ ولاء تو بہر حال اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کیا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا، تم میں سے کچھ لوگوں کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ (معاملات میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ پس جو بھی شرط ایسی ہو جس کی اصل کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگالی جائیں۔ اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرط ہی مضبوط ہے کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں، اے فلاں! آزاد تم کرو اور ولاء میرے ساتھ قائم رہے گی۔ ولاء تو صرف اسی کے ساتھ قائم ہوگی جو آزاد کرے۔

۲۵۶۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتِ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى بَسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَةً فَأَعْيِنِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَحَبَّ أَهْلِكَ أَنْ أَغْذَا لَهُمْ عِدَّةً وَاحِدَةً وَأَغْضَقَكَ فَعَلْتُ وَيَكُونُ وَلَاؤُكَ لِي. فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا، فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ((خُذِيهَا فَأَغْضِقِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)). قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ فَإِنَّمَا شَرْطُ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةً شَرْطٍ، فَقَضَاءُ اللَّهِ أَهَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ. مَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَقُولُونَ أَخْذْهُمْ أَعْتَقَ يَا فَلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)).

نو اوقیہ کا ذکر راوی کا وہم ہے۔ صحیح یہی ہے کہ پانچ اوقیہ پر معاملہ ہوا تھا۔ ممکن ہے شروع میں نو کا ذکر ہوا اور راوی نے اسی کو نقل کر دیا ہو۔ یہ مضمون پیچھے مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ويمكن الجمع بان السع اصل والخمس كانت بقیة علیہا وبهذا اجزم القرطبی والمحب الطبری الخ یعنی اس طرح جمع ممکن ہے کہ اصل میں معاملہ نو پر ہوا ہو اور پانچ باقی رہ گئے ہوں۔ قرطبی اور محب طبری نے اسی تطبیق پر جزم کیا ہے۔

۴- بَابُ بَيْعِ الْمَكَاتِبِ إِذَا رَضِيَ. باب جب مکاتب اپنے تئیں بیچ ڈالنے پر راضی ہو

گو وہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہ ہوا ہو، اگر عاجز ہو گیا ہو تو وہ غلام ہو جاتا ہے اس کا بیچ ڈالنا سب کے نزدیک درست ہو جاتا ہے۔ امام احمد کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جب تک وہ عاجز نہ ہو اس کی بیچ درست نہیں ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ غلام ہی رہے گا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک ایک درہم جی باقی ہے (مکاتب آزاد نہیں ہو گا) اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مکاتب پر جب تک کچھ بھی مطالبہ باقی ہے وہ اپنی زندگی موت اور جرم (سب) میں غلام ہی مانا جائے گا۔

(۲۵۶۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالکؒ نے خبر دی یحییٰ بن سعید سے، وہ عمرہ بنت عبد الرحمن سے کہ بریرہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدد لینے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ صورت پسند کریں کہ میں (مکاتب کی ساری رقم) انہیں ایک ہی مرتبہ ادا کر دوں اور پھر تمہیں آزاد کر دوں تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہؓ نے اس کا ذکر اپنے مالک سے کیا تو انہوں نے کہا کہ (ہمیں اس صورت میں یہ منظور ہے کہ) تیری ولاء ہمارے ہی ساتھ قائم رہے۔ مالک نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا کہ عمرہ کو یقین تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کرے۔

۲۵۶۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ لَهَا: إِنَّ أَحَبَّ أَهْلِكَ أَنْ أَصُوبَ لَهُمْ فَمَنْكَ صَبَّةٌ وَاحِدَةٌ وَأَغْنِيكَ فَقُلْتُ: لَذَكَرَتْ بَرِيرَةُ ذَلِكَ لِأَهْلِهَا فَقَالُوا: إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى: فَرَعَمَتْ عُمَرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ (اشْتَرِيهَا وَأَغْنِيَهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْنَى). [راجع: ۴۵۶]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا کہ تیرے اہل چاہیں تو میں تیری قیمت ایک دفعہ ہی ادا کر دوں، یہیں سے باب کا مطلب نکلا کہ بریرہؓ نے بریرہ کو مول لینا چاہا۔ تو معلوم ہوا کہ مکاتب کی بیچ ہو سکتی ہے۔

۵- بَابُ إِذَا قَالَ الْمَكَاتِبُ اشْتَرِي. باب اگر مکاتب کسی شخص سے کہے مجھ کو خرید کر آزاد کر دو

اور وہ اسی غرض سے اسے خرید لے

(۲۵۶۵) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالواحد بن ایمن نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے باپ ایمن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں پہلے عتبہ بن ابی لہب کا غلام تھا۔ ان کا جب انتقال ہوا تو ان کی اولاد میری وارث ہوئی۔ ان لوگوں نے مجھے عبداللہ ابن ابی عمرو کو بیچ دیا اور ابن ابی عمرو نے مجھے آزاد کر دیا۔ لیکن (بیچتے وقت) عتبہ کے وارثوں نے ولاء کی شرط اپنے لئے لگالی تھی (تو کیا یہ شرط صحیح ہے؟) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ میرے یہاں آئی تھیں اور انہوں نے کتابت کا معاملہ کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے آپ خرید کر آزاد کر دیں۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں ایسا کر دوں گی (لیکن مالکوں سے بات چیت کے بعد) انہوں نے بتایا کہ وہ مجھے بیچنے پر صرف اس شرط کے ساتھ راضی ہیں کہ ولاء انہیں کے ساتھ قائم رہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے سنایا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ) آپ کو اس کی اطلاع ملی۔ اسلئے آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا، انہوں نے صورت حال کی آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ بریرہ کو خرید کر آزاد کر دے اور مالکوں کو جو بھی شرط چاہیں لگانے دو۔ چنانچہ عائشہؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ مالکوں نے چونکہ ولاء کی شرط رکھی تھی اسلئے نبی کریم ﷺ نے (صحابہ کرامؓ کے ایک مجمع سے) خطاب فرمایا، ولاء تو اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ (اور جو آزاد نہ کریں) اگرچہ وہ سو شرطیں بھی لگالیں (ولاء پھر بھی ان کے ساتھ قائم نہیں ہو سکتی)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ ابو لہب کے بیٹے تھے۔ رسول کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی، یہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے کو خریدنے اور آزاد کر دینے کی درخواست کی تھی اسی سے مضمون باب ثابت

تشیع

ہوا۔

الحمد للہ کہ کعبہ شریف میں ۵ اپریل (۱۹۷۰ء) کو یہاں تک متن بخاری شریف کے پڑھنے سے فارغ ہوا۔ ساتھ ہی دعا کی کہ اللہ پاک خدمت بخاری شریف میں کامیابی بخشے اور ان سب دوستوں بزرگوں کے حق میں اسے بطور صدقہ جاریہ قبول کرے جو اس عظیم

وَأَعْتَقَنِي، فَأَشْتَرَاهُ لِذَلِكَ
۲۵۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَيْمَنُ
قَالَ: ((دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا فَقُلْتُ: كُنْتُ لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ
وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ، وَإِنَّهُمْ يَأْغُونِي مِنْ
ابْنِ أَبِي عَمْرٍو، فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو
وَأَشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ، فَقَالَتْ: دَخَلْتُ
بَرِيرَةَ وَهِيَ مَكَاتِبَةٌ فَقَالَتْ: اشْتَرِنِي
وَأَعْتِقْنِي، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَتْ: لَا يَبِيعُونِي
حَتَّى يَشْتَرِطُوا وَلَايَ، فَقَالَتْ: لَا حَاجَةَ
لِي بِذَلِكَ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ - أَوْ
بَلَّغَهُ - فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَلَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا
قَالَتْ لَهَا، فَقَالَ: ((اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي
وَدَعِينِهِمْ يَشْتَرِطُونَ مَا شَاؤُوا))، فَأَشْتَرَتْهَا
عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا، وَأَشْرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ،
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنْ
أَشْرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ)).

خدمت میں خادم کے ساتھ ہر ممکن تعاون فرما رہے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرۃ۔ آمین
سند میں ایمن کا نام آیا ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ہو ایمن الحبشی المکی نزیل المدینۃ والد عبدالواحد وهو غیر ایمن بن نابل
الحبشی المکی نزیل عسقلان وکلاهما من التابعین ولیس لوالد عبدالواحد فی البخاری سوى خمسة احادیث هنا واخران عن عائشة
وحديثان عن جابر وكلها متابعۃ ولم یرو عنه غیر ولده عبدالواحد (فتح الباری)

۵۱- کتاب الہبہ وفضل الصاوالعشر فی صی صلیما

کتاب ہبہ کے مسائل کا بیان

اور اسکی فضیلت اور اسکی ترغیب دلانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہبہ بلا عوض کسی شخص کو کوئی مال یا حق دے دینا۔ صدقہ بھی اسی طرح ہے مگر وہ محتاج کے لئے یہ نیت ثواب ہوتا ہے۔ ہبہ میں
محتاج کی شرط نہیں ہے۔ لفظ ہبہ وہب کا مصدر ہے لفظ وہاب بھی اسی سے ہے جس کے معنی بہت ہی نعمتیں بخشنے والا۔ یہ لفظ اسماء
الحسنیٰ میں داخل ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں والہبۃ بکسر الہاء وتخفیف الباء الموحدة تطلق بالمعنی الاعم علی انواع الابرار وهو ہبۃ
الذین ممن ہو علیہ والصدقہ وہی ہبۃ ما یتمحص بہ طلب ثواب الاخرۃ والہدیۃ وہی ما یکرم بہ الموهوب لہ (الی اخرہ) وضع المصنف
محمول علی المعنی الاعم لانہ ادخل فیہا الہدایا (فتح الباری) یعنی لفظ ہبہ مختلف قسم کے نیک سلوک کرنے پر بولا جاتا ہے اور وہ
در اصل مقروض پر سے قرض کا ہبہ کر دینا ہے اور لفظ صدقہ وہ ہبہ ہے جس سے محض ثواب آخرت مطلوب ہو اور ہدیہ وہ جو کسی کو
اس کے اکرام کے طور پر دیا جائے۔ حضرت امام بخاری نے اسے عام معانی میں مراد لیا ہے اس لئے ہدایا کو بھی داخل فرمایا ہے۔

باب

۱- ہَاب

(۲۵۶۶) ہم سے عاصم بن علی ابو الحسنین نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن
ابی ذئب نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے مسلمان عورتو! ہر گز کوئی
پڑوس اپنی دوسری پڑوس کے لئے (معمولی ہدیہ کو بھی) حقیر نہ سمجھے،
خواہ بکری کے کھر کا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۵۶۶- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا
تُخْفِرْنَ جَارَةَ لِحَاظِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةً)).

[طرفہ فی: ۶۰۱۷].

جس پر بہت ہی ذرا سا گوشت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی ہمسائی کا حصہ خوشی سے قبول کرے، اس کے لینے سے ناک بھوں نہ چڑھائے۔ نہ زبان سے کوئی ایسی بات نکالے جس سے اس کی حقارت نکلے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے دل کو رنج ہو گا اور کسی مسلمان کا دل دکھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ اپنے پڑوس والوں کو تحفہ تحائف پیش کرنا سنت ہے گو وہ کم قیمت ہی کیوں نہ ہو۔ روایت میں بکری کے کمر کا ذکر ہے جو بیکار جان کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ہدیہ کی کم قیمتی کے ظاہر کرنے کے لئے کیا گیا۔

(۲۵۶۷) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اوسکی نے بیان کیا، کہا ہم سے امین ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے یزید بن رومان سے، وہ عروہ سے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ نے عروہ سے کہا، میرے بھانجے! آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں (یہ حال تھا کہ) ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا دیکھتے، پھر تیسرا دیکھتے، اسی طرح دو دو مہینے گزر جاتے اور رسول کریم ﷺ کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لئے) آگ نہ جلتی تھی۔ میں نے پوچھا، خالہ اہل! پھر آپ لوگ زندہ کس طرح رہتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صرف دو کالی چیزیں کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصاری پڑوسی تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی لہن کا دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے۔ آپ اسے ہمیں بھی پلا دیا کرتے تھے۔

دودھ بطور تحفہ بھیجنا اس سے ثابت ہوا۔ دو مہینے میں تین چاند اس طرح دیکھتے کہ پہلا چاند مہینے کے شروع ہونے پر دیکھا، پھر دوسرا چاند اس کے ختم پر تیسرا چاند دوسرے مہینے کے ختم پر۔ کالی چیزوں میں پانی کو بھی شامل کر دیا، حالانکہ پانی کالا نہیں ہوتا۔ لیکن عرب لوگ تشبیہ ایک چیز کے نام سے کر دیتے ہیں۔ جیسے شمسین قمرین چاند سورج دونوں کو کہتے ہیں۔ اس طرح ابیہین دودھ اور پانی دونوں کو کہہ دیتے ہیں اور صرف دودھ ابیہ یعنی سفید ہوتا ہے۔ پانی کا تو کوئی رنگ ہی نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے دودھ کا بطور تحفہ ہدیہ و ہبہ پیش کرنا ثابت ہوا۔ فوائد کے لحاظ سے یہ بہت ہی بڑا ہبہ ہے جو ایک انسان دوسرے انسان کو پیش کرتا ہے۔

باب تھوڑی چیز ہبہ کرنا

(۲۵۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی نے بیان کیا شعبہ سے، وہ سلیمان سے، وہ ابو حازم سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اگر مجھے بازو اور پائے (کے گوشت) پر بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کر لوں

۲۵۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ((ابْنِ اخْتِي، إِنَّ كُنَّا لَنَنْتَظِرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهْلَةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أَوْقَدْتُ فِي آيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَارًا. فَقُلْتُ: يَا خَالَهٖ، مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ. إِلَّا أَنَّهُ لَقَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ جَبْرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَاجِخٌ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبَابِهِمْ فَيَسْتَقِيمُنَا)). [طرفاه فی: ۶۴۵۸، ۶۴۵۹].

۲- بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْهَبَةِ

۲۵۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَوْ

ذُعِيتُ اِلٰی ذِرَاعٍ اَوْ كُرَاعٍ لَا جُنْتُ، وَلَوْ اُفْهِدِي اِلٰی ذِرَاعٍ اَوْ كُرَاعٍ لَقَبِلْتُ)).
 گا اور مجھے بازو یا پائے (کے گوشت) کا تحفہ بھیجا جائے تو اسے بھی قبول کر لوں گا۔

[طرفہ بی: ۵۱۷۸]

تحفہ کتنا بھی تھوڑا ہو قتل قدر ہے اور دعوت میں کچھ بھی پیش کیا جائے دعوت بہر حال قتل قبول ہے۔ ان عملوں سے ہابی محبت پیدا ہوتی ہے جو اسلام کا اصلی غشاء ہے۔ اس سے گوشت کا بطور ہبہ و تحفہ و ہدیہ پیش کرنا ثابت ہوا۔ حرث امامؑ کے نزدیک لفظ ہبہ ان سب پر بولا جاسکتا ہے۔

۳۔ بَابُ مَنْ اسْتَوْهَبَ مِنْ اَصْحَابِهِ شَيْئًا وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اصْبِرُوا لِمَا مَعَكُمْ مِنْهَا)).
 باب جو شخص اپنے دوستوں سے کوئی چیز بطور تحفہ مانگے ابو سعیدؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگنا (اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا)

۲۵۶۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَارٌ قَالَ لَهَا: ((مُرِّي عَبْدَكَ فَلْيُعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمَنِيِّ))، فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَلَمَّحَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْقَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ مَنِيرًا. فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ. قَالَ ﷺ: ((أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ، فَيَجَءُوا بِهِ، فَاَحْمِلْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ)). [راجع: ۳۷۷]

۲۵۶۹) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو غسان محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہاجرہ عورت کے پاس (اپنا آدمی) بھیجا۔ ان کا ایک غلام بڑھی تھا۔ ان سے آپ نے فرمایا کہ اپنے غلام سے ہمارے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنانے کے لئے کہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے غلام سے کہا۔ وہ غلابہ سے جا کر جھاؤ کاٹ لایا اور اسی کا ایک منبر بنادیا۔ جب وہ منبر بنا چکے تو اس عورت نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں کھلا بھیجا کہ منبر بن کر تیار ہے۔ آپ ﷺ نے کھلوا یا کہ اسے میرے پاس بھجوا دیں۔ جب لوگ اسے لائے تو آنحضرت ﷺ نے خود اسے اٹھایا اور جمل تم اسدیکھ رہے ہو۔ وہیں آپ نے اسے رکھا۔

تشریح: رسول کریم ﷺ نے بطور ہدیہ خود ایک انصاری عورت سے فرمائش کی کہ وہ اپنے بڑھی غلام سے ایک منبر بنوا دیں۔ چنانچہ قبیل کی گئی اور غلابہ کے جھاؤ کی لکڑیوں سے منبر تیار کر کے پیش کر دیا گیا۔ جب یہ پہلے دن استعمال کیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کمجور کے تنے کا سارا چھوڑ دیا جس پر آپ ٹیک دے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہی بتا تھا جو آپ کی جدائی کے غم میں سبک کر (سبک سبک کر) روئے لگا تھا۔ جب آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تب وہ خاموش ہوا۔ مہاجر کا لفظ ابو غسان راوی کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عورت انصاری تھی۔ اس سے لکڑی کا منبر سنت ہونا ثابت ہوا جو بیشتر اہلحدیث مساجد میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۲۵۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلْمِيِّ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَارٌ قَالَ لَهَا: ((مُرِّي عَبْدَكَ فَلْيُعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمَنِيِّ))، فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَلَمَّحَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْقَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ مَنِيرًا. فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ. قَالَ ﷺ: ((أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ، فَيَجَءُوا بِهِ، فَاَحْمِلْهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ)). [راجع: ۳۷۷]

۲۵۷۰) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے بیان کیا ابو حازم سے، وہ عبداللہ بن ابی قتادہ سلمی سے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ مکہ کے راستے میں ایک جگہ

میں رسول اللہ ﷺ کے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ ہم سے آگے قیام فرماتے تھے۔ (حجۃ الوداع کے موقع پر) اور لوگ تو احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میرا احرام نہیں تھا میرے ساتھیوں نے ایک گور خر دیکھا۔ میں اس وقت اپنی جوتی گاٹھنے میں مشغول تھا۔ ان لوگوں نے مجھ کو کچھ خبر نہیں دی لیکن ان کی خواہش یہی تھی کہ کسی طرح میں گور خر کو دیکھ لوں۔ چنانچہ میں نے جو نظر اٹھائی تو گور خر دکھائی دیا۔ میں فوراً گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر زین کس کر سوار ہو گیا، مگر اتفاق سے (جلدی میں) کوڑا اور نیزہ دونوں بھول گیا۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مجھے کوڑا اور نیزہ اٹھا دیں۔ انہوں نے کہا، ہرگز نہیں قسم اللہ کی، ہم تمہاری (شکار میں) کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے۔ (کیونکہ ہم سب لوگ حالت احرام میں ہیں) مجھے اس پر غصہ آیا اور میں نے خود ہی اتر کر دونوں چیزیں لے لیں۔ پھر سوار ہو کر گور خر پر حملہ کیا اور اس کو شکار کر لیا۔ وہ مر بھی چکا تھا۔ اب لوگوں نے کہا کہ اسے کھانا چاہئے۔ لیکن پھر احرام کی حالت میں اسے کھانے (کے جواز) پر شبہ ہوا۔ (لیکن بعض لوگوں نے شبہ نہیں کیا اور گوشت کھایا) پھر ہم آگے بڑھے اور میں نے اس گور خر کا ایک بازو چنپا رکھا تھا۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو اس کے متعلق آپ سے سوال کیا، (آپ نے محرم کے لئے شکار کے گوشت کھانے کا فتویٰ دیا) اور دریافت فرمایا کہ کیا اس میں اسے کچھ بچا ہوا گوشت تمہارے پاس موجود بھی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں! اور وہی بازو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ آپ بھی اس وقت احرام سے تھے (ابو حازم نے کہا کہ) مجھ سے یہی حدیث زید بن اسلم نے بیان کی، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو قتادہ نے۔

ساتھیوں نے امداد سے انکار اس لئے کیا کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے اور احرام کی حالت میں نہ شکار کرنا درست ہے نہ شکار میں مدد کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے اس گوشت میں تحفہ کی خود خواہش فرمائی۔ اسی سے مقصد باب حاصل ہوا۔ ابو قتادہ سلمیٰ نے تیر بسم اللہ پڑھ کر چلایا ہو گا۔ پس وہ شکار حلال ہوا۔ دوست احباب میں تجھے تحائف لینے دینے بلکہ بعض دفعہ باہمی طور پر خود فرمائش کر دینے کا

عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَازِلٌ أَمَامَنَا - وَالْقَوْمُ مُحْرِمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ، فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحَشِييًا - وَأَنَا مَشْفُوعٌ أَخْصِفُ نَعْلِي - فَلَمْ يُؤْذَنُوا لِي بِهِ، وَأَحْبَبُوا لِي أَنِّي أَبْصُرُهُ، فَانْقَسْتُ فَأَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ، ثُمَّ رَكِبْتُ، وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمَحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُونِي السَّوْطَ وَالرُّمَحَ، فَقَالُوا: لَا وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ، فَتَرَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جَنْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ. ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا - وَخَبَأْتُ الْعَصَدَ مَعِيَ - فَأَذْرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَسَأَلَنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: ((مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَتَوَلَّاهُ الْعَصَدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى نَفَذَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ)). فَخَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ. [راجع: ۱۸۲۱]

عام دستور ہے، اسی کا جواز یہاں سے ثابت ہوا۔

۴- بَابُ مَنِ اسْتَسْقَى

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((اسْتَسْقِ)).

باب پانی (یا دودھ) مانگنا

اور سہل بن سعد ساعدی نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا ”مجھے پانی پلاؤ“ (اس سے اپنے ساتھیوں سے پانی مانگنا ثابت ہوا)

سہل بن سعد ساعدی رحمہ اللہ انصاری ہیں اور ابو عباس ان کی کنیت ہے۔ ان کا نام حزن تھا، لیکن رسول کریم ﷺ نے اس کو سہل سے بدل دیا۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی، انہوں نے مدینہ میں ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ ان سے ان کے بیٹے عباس اور زہری اور ابو حازم روایت کرتے ہیں۔

(۲۵۷۱) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، کہا کہ مجھ سے ابو طوالہ نے جن کا نام عبد اللہ بن عبد الرحمن تھا، کہ میں نے انس رحمہ اللہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ ہمارے اسی گھر میں تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا۔ ہمارے پاس ایک بکری تھی، اسے ہم نے دوہا۔ پھر میں نے اس میں اسی کنویں کا پانی ملا کر آپ کی خدمت میں (لے کر) پیش کیا، حضرت ابو بکر رحمہ اللہ آپ کے بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر رحمہ اللہ سامنے تھے اور ایک دیہاتی آپ کے دائیں طرف تھا۔ جب آپ پی کر فارغ ہوئے تو (پالے میں کچھ دودھ بچ گیا تھا اس لئے) حضرت عمر رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ یہ حضرت ابو بکر رحمہ اللہ ہیں۔ لیکن آپ نے اسے دیہاتی کو عطا فرمایا (کیونکہ وہ دائیں طرف تھا) پھر آپ نے فرمایا، دائیں طرف بیٹھے والے، دائیں طرف بیٹھے والے ہی حق رکھتے ہیں۔ یہی خبر دار دائیں طرف ہی سی شروع کیا کرو۔ انس رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔ تین مرتبہ (آپ نے اس بات کو دہرایا)

۲۵۷۱- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو طَوْلَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((أَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي دَارِنَا هَذِهِ فَاسْتَسْقَى، فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا، ثُمَّ شَبَّهَ مِنْ مَاءِ بَنَاتِنَا هَذِهِ، فَأَعْطَيْنَاهُ وَأَبُوبَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ وَعُمَرُ نُجَاهَهُ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ. فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ ثُمَّ قَالَ: ((الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ، أَلَا قِيمَتُوا)). قَالَ أَنَسٌ: فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ)). [راجع: ۳۲۵۲]

مقصود باب اور خلاصہ حدیث واردہ یہ ہے کہ ہر انسان کے لئے اس کی مجلس زندگی میں دوست احباب کے ساتھ بے تکلفی کے بہت سے مواقع آجاتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ اس بارے میں تنگ نظر نہیں ہے، اس نے ایسے مواقع کے لئے ہر ممکن سولتیں دی ہیں جو معیوب نہیں ہیں۔ مثلاً اپنے دوست احباب سے پانی پالنے کی فرمائش کرنا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت انس رحمہ اللہ کے یہاں تشریف لا کر پانی طلب فرمایا۔ حضرت انسؓ بھی مزاج رسالت کے قدر والے تھے انہوں نے پانی اور دودھ ملا کر لے کر پیش کر دیا۔ آداب مجلس کا یہاں دوسرا واقعہ وہ پیش آیا جو روایت میں مذکور ہے۔ حضرت انسؓ نے سنت رسولؐ کو اظہار اور اس کی اہمیت بتلانے کے لئے تین بار یہ لفظ دہرائے۔ واقعہ یہی ہے کہ سنت رسولؐ کی بڑی اہمیت ہے خواہ وہ سنت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔ فدائیان رسولؐ کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ہر کام میں سنت رسولؐ کو سامنے رکھیں، اسی میں داریں کی بھلائی

سکتا اور حلال ذبیحہ کو ملکیت میں لے سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ گوشت کے ٹکڑے کی مانند ہے جو شکار کے حکم میں ہلتی نہیں رہا۔ پس صعب بن جشامہ کا پیش کردہ گوشت شکار محض تھا اور آپ محرم تھے لہذا آپ نے اسے واپس فرما دیا۔ (مشکوٰۃ)

باب ہدیہ کا قبول کرنا

۷- بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ

(۲۵۷۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدہ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ لوگ (رسول اللہ ﷺ) کی خدمت میں (تخاف بھیجنے کے لئے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ اپنے ہدایا سے یا اس خاص دن کے انتظار سے (راوی کو شک ہے) لوگ آنحضرت ﷺ کی خوشی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

۲۵۷۴- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ((أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَنْحَرُونَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَنْتَعُونَ بِهَا - أَوْ يَنْتَعُونَ بِذَلِكَ - مَوْضَاعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[أطرافہ فی: ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۳۷۷۵]۔

خدمت نبوی میں تحفہ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں پیش کرنا ہر دو امور رسول کریم ﷺ کی خوشی کا باعث تھے۔ راوی کے بیان کا یہی مطلب ہے۔

(۲۵۷۵) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جعفر بن ایاس نے بیان کیا، کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ان کی خالہ ام حنیفہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خیر، گھی اور گوہ (ساہنہ) کے تخاف بھیجے۔ آنحضرت ﷺ نے خیر اور گھی میں سے تو تناول فرمایا لیکن گوہ پسند نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (اسی) دسترخوان پر (گوہ) (ساہنہ) کو بھی کھلایا گیا اور اگر وہ حرام ہوتی تو آپ ﷺ کے دسترخوان پر کیوں کھائی جاتی۔

۲۵۷۵- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَّاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَهْدَتْ أُمُّ حَنِيفَةَ - خَالَهٗ ابْنِ عَبَّاسٍ - إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضْبًا، فَأَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الْأَضْبَ تَقَلُّدًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَكَلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أَكَلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[أطرافہ فی: ۵۳۸۹، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸]۔

آنحضرت ﷺ نے گوہ (ساہنہ) کا ہدیہ قبول تو فرمایا، مگر خود نہیں کھلایا، کیونکہ آپ کو یہ مرغوب نہ تھا۔ ہاں آپ کے دسترخوان پر اسے صحابہ کرام نے کھلایا جو اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے مگر طبعی کراہیت سے کوئی اسے نہ کھائے تو وہ گنہگار نہ ہوگا، ہاں اسے حرام کتنا غلط ہے۔

الحديث الكبير حضرت الاستاذ مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وذكر ابن خالويه ان العتب بعيش سبعمانه سنه وانه لا يشرب الماء ويبول في كل اربعين يوما قطرة ولا يسقط له سن ويقال بل اسنانه قطعة واحدة وحكي غيره ان اكل لحمه يذهب العطش لعن ابن خالويه نے ذکر کیا ہے کہ گوہ (ساہنہ) سات سو سال تک زندہ رہتی ہے اور وہ پانی نہیں پیتی اور چالیس دن میں صرف

ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کے دانت نہیں گرتے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت ایک ہی قطعہ کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض کا ایسا بھی کہنا ہے کہ اس کا گوشت پیاس کو بچھادیتا ہے۔

آگے حضرت مولانا فرماتے ہیں وقال النبی اجمع المسلمون علی ان الضب حلال لیس بمکروه یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ گدھ (ساہنہ) حلال ہے مکروه نہیں ہے۔ مگر حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب اسے مکروه کہتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ قول نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔ ترمذی کی روایت عن ابن عمر میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا اکلہ ولا احرمة نہ میں اسے کھاتا ہوں نہ حرام قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کے ذیل حضرت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ وقد اختلف اهل العلم فی اکل الضب فرخص لہ بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم وکرمہ بعضہم ویروی عن ابن عباس انہ قال قال اکل الضب علی ما تدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یعنی گدھ (ساہنہ) کے بارے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ پس اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے بعض نے اس کے لئے رخصت دی ہے اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم نے بھی اور بعض نے اسے مکروه کہا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کے دسترخوان پر گدھ (ساہنہ) کا گوشت کھایا گیا۔ مگر آپ نے طبعی کراہیت کی بنا پر نہیں کھایا۔

حضرت مولانا مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ وهو قول الجمهور وهو الراجح المعول علیہ یعنی جمہور کا قول حلت ہی کے لئے ہے اور یہی قول رائج ہے جس پر فتویٰ دیا گیا ہے اور اس مسلک پر حضرت مولانا مرحوم نے آٹھ احادیث و آثار نقل فرمائے ہیں اور مکروه کہنے والوں کے دلائل پر بطریق احسن تبصرہ فرمایا ہے۔ تفصیل کیلئے تحفۃ الاحوذی جلد: ۳ / ص: ۷۳، ۷۴ کا مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔

(۲۵۷۶) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابراہیم بن عثمان نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زیاد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی کھانے کی چیز لائی جاتی تو آپ دریافت فرماتے یہ تحفہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ، آپ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ تحفہ ہے تو آپ خود بھی ہاتھ بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ اسے کھاتے۔

۲۵۷۶- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَتَى بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ: ((أَهْدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟)) فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ: ((كُلُوا))، وَلَمْ يَأْكُلْ. وَإِنْ قِيلَ: هَدِيَّةٌ، ضَرَبَ بِيَدِهِ ﷺ، فَأَكَلَ مَعَهُمْ)).

صدقہ کو اس لئے نہ کھاتے کہ یہ آپ کے لئے اور آپ کی آل کے لئے حلال نہیں اور اس میں بہت سے مصلح آپ کے پیش نظر تھے جن کی بنا پر آپ نے اموال صدقہ کو اپنے اور اپنی آل کے لئے کھانا ناجائز قرار دیا۔

(۲۵۷۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا، ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ گوشت پیش کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے بطور صدقہ کے دیا

۲۵۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بَلْخَمٌ، فَقِيلَ: تُصَدَّقُ عَلَى

بَرِيْرَةَ، قَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). [راجع: ۱۴۹۵]

ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے (جب ان کے یہاں سے پہنچا تو) ہدیہ ہے۔

محتاج مسکین جب صدقہ یا زکوٰۃ کا مالک بن چکا تو اب وہ مختار ہے جسے چاہے کھلائے جس کو چاہے دے۔ امیر یا غریب کو اس کا تختہ قبول کرنا جائز ہوگا۔

(۲۵۷۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا عبد الرحمن بن قاسم سے، شعبہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عبد الرحمن سے سنی تھی اور انہوں نے قاسم سے روایت کی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے بریرہؓ کو (آزاد کر کے کیلئے) خریدنا چاہا۔ لیکن ان کے مالکوں نے ولاء کی شرط اپنے لئے لگائی۔ جب اس کا ذکر رسول کریم ﷺ سے ہوا، تو آپؐ نے فرمایا، تو انہیں خرید کر آزاد کر دے، ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ اور بریرہؓ کے یہاں (صدقہ کا) گوشت آیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اچھا یہ وہی ہے جو بریرہؓ کو صدقہ میں ملا ہے۔ یہ ان کیلئے تو صدقہ ہے لیکن ہمارے لئے (چونکہ ان کے گھر سے بطور ہدیہ ملا ہے) ہدیہ ہے اور (آزادی کے بعد بریرہؓ کو) اختیار دیا گیا تھا (کہ اگر چاہیں تو اپنے نکاح کو فسخ کر سکتی ہیں) عبد الرحمن نے پوچھا بریرہؓ کے خاوند (حضرت مغیثؓ) غلام تھے یا آزاد؟ شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے عبد الرحمن سے ان کے خاوند کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں وہ غلام تھے یا آزاد۔

(۲۵۷۹) ہم سے ابو الحسن محمد بن مقاتل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو خالد بن عبد اللہ نے خبر دی، انہیں خالد حذاء نے حفصہ بنت سیرین سے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا، کیا کوئی چیز (کھانے کی) تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا کہ ام عطیہؓ کے یہاں جو آپؐ نے صدقہ کی بکری بھیجی تھی، اس کا گوشت انہوں نے بھیجا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ

۲۵۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((لَنَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ، وَإِنَّهُمْ اشْتَرَوْهَا وَلَاءَهَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اشْتَرَيْنَاهَا فَأَعْتَقْنَاهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)). وَأَهْدَى لَهَا لَحْمًا، فَقِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: هَذَا تُصَدِّقُ عَلَى بَرِيْرَةَ، فَقَالَ: ((هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ)). وَخَبِرْتُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: زَوْجُهَا حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ؟ قَالَ شُعْبَةُ: سَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ عَنْ زَوْجِهَا، قَالَ: لَا أَذْرِي أَحْرًا أَمْ عَبْدًا)). [راجع: ۱۴۹۶]

۲۵۷۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَ: ((هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟)) قَالَتْ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةٍ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثَ

إِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ. قَالَ: ((إِنِّهَا قَدْ بَلَغَتْ وَهِيَ ابْنِي جَلَّةٌ بَخِيلٌ)).

[راجع: ۱۴۴۶]

یعنی اس کا کھانا اب ہمارے لئے جائز ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ صدقہ زکوٰۃ وغیرہ جب کسی مستحق شخص کو دے دیا جائے تو وہ اب جس طرح چاہے اسے استعمال کر سکتا ہے۔ وہ چاہے کسی امیر غریب کو کھلا بھی سکتا ہے۔ بطور تحفہ بھی دے سکتا ہے۔ اب وہ اس کا ذاتی مال ہو گیا، وہ اس کا مالک بن گیا۔ اس کو خرچ کرنے میں اتنی ہی آزادی ہے جتنی کہ مالک کو ہوتی ہے۔ غریب آدمی کی دلجوئی کے لئے اس کا ہر یہ قبول کر لینا اور بھی موجب ثواب ہے۔

باب اپنے کسی دوست کو خالص اس دن تحفہ بھیجنا جب وہ

اپنی ایک خاص بیوی کے پاس ہو

۸- بَابُ مَنْ أَهْدَى إِلَى صَاحِبِهِ

وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَائِهِ ذُوْنَ بَعْضٍ

(۲۵۸۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حملو بن زید نے بیان کیا، ہشام سے ان سے ان کے والد نے، ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لئے میری باری کا انتظار کیا کرتے تھے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری سوکنیں (اممات المؤمنین رضوان اللہ علیہن) جمع تھیں اس وقت انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے۔ (بطور شکایت لوگوں کی اس روش کا) ذکر کیا۔ تو آپ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔

۲۵۸۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ النَّاسُ يُتَحَرَّوْنَ بِهَذَا يَأْتَاهُمْ يَوْمِي. وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ صَوَاحِبِي اجْتَمَعْنَ، فَذَكَرَتْ لَهٗ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا)). [راجع: ۲۵۷۴]

اس لئے کہ صحابہؓ اپنی مرضی کے مختار تھے، آپ کے مزاج شناس تھے، وہ از خود ایسا کرتے تھے پھر انہیں روکا کیونکر جاسکتا تھا۔

(۲۵۸۱) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس نے، ان سے سلیمان بن ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے حضرت عائشہؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج کی دو ٹکڑیاں تھیں۔ ایک میں عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ اور دوسری میں ام سلمہؓ اور بقیہ تمام ازواج مطہرات تھیں۔ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی عائشہؓ کے ساتھ محبت کا علم تھا، اس لئے جب کسی کے پاس کوئی تحفہ ہوتا اور وہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تو انتظار کرتا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی عائشہؓ کے گھر کی باری ہوتی تو تحفہ دینے والے صاحب اپنا تحفہ آپ کی خدمت میں بھیجتے۔ اس پر ام سلمہؓ کی جماعت کی ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کیا اور ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ

۲۵۸۱- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ جَزَيْنٍ: فَجَزْبُ لَيْلَةٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسُودَةُ، وَالْجَزْبُ الْآخَرُ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ قَدْ عَلِمُوا حُبَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَائِشَةَ، فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيدُ أَنْ يُهْدِيَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَخْرَجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ

سے بات کریں تاکہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ جسے آپ کے یہاں تحفہ بھیجنا ہو وہ جہاں بھی آپ ہوں وہیں بھیجا کرے۔ چنانچہ ان ازواج کے مشورہ کے مطابق انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا لیکن آپ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ان خواتین نے پوچھا تو انہوں نے بتادیا کہ مجھے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے کہا کہ پھر ایک مرتبہ کہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر جب آپ کی باری آئی تو دوبارہ انہوں نے آپ سے عرض کیا۔ اس مرتبہ بھی آپ نے جواب نہیں دیا۔ جب ازواج نے پوچھا تو انہوں نے پھر وہی بتایا کہ آپ نے مجھے اس کا کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ازواج نے اس مرتبہ ان سے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ پر یلواؤ تو سہی۔ جب ان کی باری آئی تو انہوں نے پھر کہا۔ آپ نے اس مرتبہ فرمایا عائشہؓ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ ہو۔ عائشہؓ کے سوا اپنی بیویوں میں سے کسی کے کپڑے میں بھی مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہے۔ عائشہؓ نے بتانے کہا کہ آپ کے اس ارشاد پر انہوں نے عرض کیا 'آپ کو ایذا پہنچانے کی وجہ سے میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر ان ازواج مطہرات نے رسول اللہ ﷺ کی صابزادی حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ کہلوایا کہ آپ کی ازواج ابو بکرؓ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کیلئے آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ سے بات چیت کی۔ آپ نے فرمایا 'میری بیٹی! کیا تم وہ پسند نہیں کرتی جو میں پسند کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، اس کے بعد وہ واپس آگئیں اور ازواج کو اطلاع دی۔ انہوں نے ان سے پھر دوبارہ خدمت نبوی میں جانے کیلئے کہا۔ لیکن آپ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا تو انہوں نے زینب بنت جحشؓ کو بھیجا۔ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے سخت گفتگو کی اور کہا کہ آپ کی ازواج ابو قحافہ کی بیٹی کے بارے میں آپ سے خدا کے لئے انصاف مانگتی ہیں اور ان کی آواز اونچی ہو گئی۔ عائشہؓ نے سنا وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے (ان کے منہ پر) انہیں بھی برا بھلا کہا۔ رسول

صاحب الہدیۃ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی بَیْتِ عَائِشَہٗ. فَکَلِمَ حِزْبُ اُمِّ سَلَمَہٗ فَقُلْنَ لَهَا: کَلِمَی. رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُکَلِمُ النَّاسَ فِیَقُوْلُ: مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّہْدِی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ہِدِیۃً فَلِیَہْدِہٖ حَیْثُ کَانَ مِنْ نِّسَابِہٖ، فَکَلِمَہٗ اُمِّ سَلَمَہٗ بِمَا قُلْنَ، فَلَمْ یَقُلْ لَهَا شَیْئًا، فَسَأَلَتْہَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِی شَیْئًا، فَقُلْنَ لَهَا: فَکَلِمَہٗ، قَالَتْ: فَکَلِمَہٗ حِیْنَ ذَارَ اِلَیْہَا اَیضًا، فَلَمْ یَقُلْ لَهَا شَیْئًا. فَسَأَلَتْہَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِی شَیْئًا. فَقُلْنَ لَهَا: کَلِمَہٗ حَتّٰی یُکَلِمَکَ. فَذَارَ اِلَیْہَا فَکَلِمَہٗ فَقَالَ لَهَا: ((لَا تُؤْذِیْنِی فِی عَائِشَہٗ، لِاِنَّ الْوَحْیَ لَمْ یَأْتِیْ وَاَنَا فِی ثَوْبِ امْرَاۃٍ اِلَّا عَائِشَہٗ)). قَالَتْ: فَقُلْتُ: اَتُوبُ اِلٰی اللّٰہِ مِنْ اَذَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. ثُمَّ اِنْہُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَہٗ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَارْسَلْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ تَقُوْلُ: اِنَّ نِسَاءَکَ یَنْشُدُکَ اللّٰہُ الْعَدْلَ فِی بَیْتِ اَبِی بَکْرٍ. فَکَلِمَہٗ فَقَالَ: ((یَا بَیْتِہٖ، اَلَا تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ؟)) قَالَتْ: بَلٰی. فَرَجَعَتْ اِلَیْہُنَّ فَاخْبَرَتْہُنَّ، فَقُلْنَ اَرْجِعِی اِلَیْہِ، قَالَتْ اَنْ تَرْجِعَ. فَارْسَلْنَ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ، فَاتَتْہَا فَاعْلَظَتْ وَقَالَتْ: اِنَّ نِسَاءَکَ یَنْشُدُکَ اللّٰہُ الْعَدْلَ فِی بَیْتِ اَبِی قُحَافَہٗ، فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰی تَتَوَلَّتْ عَائِشَہٗ وَہِیَ قَاعِدَۃٌ فَسَبَّتْہَا، حَتّٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَیَنْظُرُ اِلٰی عَائِشَہٗ ہَلْ تَکَلِّمُ، قَالَ: فَکَلِمْتُ

عَائِشَةُ تَرَدُّ عَلَى زَيْنَبَ حَتَّى أَسْكَنَهَا.
قَالَتْ: فَظَنَرَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ عَائِشَةُ وَقَالَ:
((إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ)).
قَالَ الْبُخَارِيُّ: الْكَلَامُ الْأَخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ
يُذَكِّرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَرْوَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ
الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ.
وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ عَنْ هِشَامِ عَنْ غَرْوَةَ:
((كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَذَا يَوْمَ
عَائِشَةَ)). وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ
قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ النَّوَالِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ
بْنِ هِشَامٍ: ((قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ عِنْدَ
النَّبِيِّ ﷺ، فَاسْتَأْذَنْتُ فَاطِمَةَ)).

اللہ ﷺ عائشہؓ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کچھ بولتی ہیں یا نہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عائشہؓ بھی بول پڑیں اور زینبؓ کی باتوں کا جواب دینے لگیں اور آخر انہیں خاموش کر دیا۔ پھر رسول کریم ﷺ نے عائشہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابو بکر کی بیٹی ہے امام بخاریؒ نے کہا کہ آخر کلام فاطمہؓ کے واقعہ نے متعلق ہشام بن عروہ نے ایک اور شخص سے بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے روایت کی اور انہوں نے محمد بن عبدالرحمن سے اور ابو مروان نے بیان کیا ہشام سے اور انہوں نے عروہ سے کہ لوگ تحائف بھیجنے کے لئے حضرت عائشہؓ کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے اور ہشام کی ایک روایت قریش کے ایک صاحب اور ایک دوسرے صاحب سے جو غلاموں میں سے تھے، بھی ہے۔ وہ زہری سے نقل کرتے ہیں اور وہ محمد بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام سے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا جب فاطمہؓ نے (اندر آنے کی) اجازت چاہی تو میں اس وقت آپؐ ہی کی خدمت میں موجود تھی۔

تَنْجِیْ ہوا یہ کہ آنحضرت ﷺ کی بعض بیویاں ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں جمع ہوئیں اور یہ کہا کہ تم آنحضرت ﷺ سے عرض کرو کہ آپ اپنے صحابہ کو حکم دیں کہ وہ ہدیے اور تحائف بھیجنے میں یہ راہ نہ دیکھتے رہیں کہ آنحضرت ﷺ فلاں بیوی کے گھر تشریف لے جائیں تو ہم تحائف بھیجیں، بلکہ بلا قید آپؐ کسی بیوی کے پاس ہوں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کے معروضہ پر کچھ التفات نہیں فرمایا۔ وجہ التفات نہ فرمانے کی یہ تھی کہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی درخواست معقول نہ تھی۔ تحفہ بھیجنے والے کی مرضی جب چاہے بھیجے، اس کو جبراً کوئی حکم نہیں دیا جاسکتا کہ فلاں وقت بھیجے فلاں وقت نہ بھیجے۔ اس طویل حدیث میں اسی واقعہ کی تفصیل مذکور ہے اور حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

جہاں تک بیویوں کے حقوق واجبہ کا تعلق تھا آنحضرت ﷺ نے سب کے لئے ایک ایک رات کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی اور اسی کے مطابق عمل در آمد ہو رہا تھا۔ چونکہ حضرت عائشہؓ کے کچھ خصوصی اوصاف حسنہ تھے اور آپؐ انہی کی وجہ سے ان سے زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے تحائف بھیجنے والے بعض صحابہؓ نے یہ سوچا کہ جب حضور ﷺ عائشہؓ کی باری میں ان کے ہاں آیا کریں اس وقت ہدیہ تحفہ بھیجا کریں گے۔ اس پر دوسری ازواج مطہرات نے آپؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ صحابہؓ کو اس خصوصیت سے روک دیں۔ مطالبہ درست نہ تھا لہذا آپؐ نے اس پر کوئی توجہ نہ فرمائی حتیٰ کہ حضرت فاطمہؓ الزہراء رضی اللہ عنہا کو درمیان میں لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی! کیا تم ان کو دوست نہیں رکھتی جن کو میں دوست رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ہاں حضور بے شک میں بھی جسے آپ دوست رکھتے ہیں اس کو دوست رکھتی ہوں۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ ہمیشہ حضرت عائشہؓ کو دوست رکھتی رہیں۔ حضرت علیؓ مناقب عائشہؓ میں فرماتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے حضرت عائشہؓ صدیقہؓ دنیا و آخرت میں رسول کریم ﷺ کی بیوی ہیں۔ خدا کی پھٹکار ہو ان بد زبان بے لگام تالائق لوگوں پر جو حضرت عائشہؓ صدیقہؓ کی شان

والاشان میں زبان درازی کریں۔ ہدایم اللہ الی صراط مستقیم آمین۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں زیادہ علم و فضل رکھتے تھے ویسے ہی ان کی صاحبزادی بھی عورتوں میں عالمہ اور فاضلہ اور مقررہ تھیں۔ ہزاروں اشعار ان کو بر زبان یاد تھے۔ فصاحت اور بلاغت میں کوئی ان کا شیل نہ تھا وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اور سب سے بڑی فضیلت یہ کہ سرکار رسالت نے ان کو بہت سی خصوصیات کی بنا پر اپنی خاص رفیقہ حیات قرار دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا خاص اکرام کیا۔ وکفی بہ فضلا

حضرت امام بخاریؒ اس طویل حدیث کو یہاں اس لئے لائے کہ باب کا مضمون اس سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی خاص دوست کو تحفے تحائف اس کی خاص پیروی کی باری میں پیش کر سکتا ہے۔

الحمد للہ اپریل ۱۹۷۰ء کی پانچ تاریخ تک کعبہ شریف مکہ المکرمہ میں یہ پارہ اس حدیث تک پڑھا لیا اور احادیث نبویہ کے لفظ لفظ پر غور و فکر کر کے اللہ سے کعبہ میں دعا کی گئی کہ وہ مجھے اس کے سمجھنے اور تحقیق حق کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ و مختصر جامع شرح لکھنے کی توفیق عطا کرے اور اس باقیات الصالحات کا ثواب عظیم میرے مرحوم بھائی حاجی محمد علی عرف بلاری پیارو قریشی بنگلور کے حق میں بھی قبول کرے جن کی طرف سے حج بدل کرنے کے سلسلے میں مجھ کو زیارت حرمین شریفین کی یہ سعادت نصیب ہوئی۔ ﴿ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم﴾

باب جو تحفہ واپس نہ کیا جانا چاہئے

۹- بَابُ لَا مَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ

شاید حضرت امام بخاریؒ نے اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کو ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تحفہ کی تین چیزیں نہ پھیری جائیں۔ نکیہ، تیل اور دودھ۔ ترمذی نے کما تیل سے خوشبو مراد ہے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہؓ میں بھی یہی ہے کہ خوشبو کو نہ رد کیا جائے۔ فدائیان سنت رسول ﷺ کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کے اسوہ حسنہ کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔

مسک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

(۲۵۸۲) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے عزہ بن ثابت انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثمامہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، عزہ نے کہا کہ میں ثمامہ بن عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے خوشبو عنایت فرمائی اور بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو واپسی نہیں کرتے تھے۔ ثمامہؓ نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ نبی کریم ﷺ خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔

۲۵۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثَمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ((دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَأَوَّلَنِي طِبْتًا، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يُرَدُّ الطِّيبَ. قَالَ: وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُرَدُّ الطِّيبَ)). [طرفہ بی: ۵۹۲۹].

باب جن کے نزدیک غائب چیز کا ہبہ کرنا

۱۰- بَابُ مَنْ رَأَى الْهَبَّةَ الْغَائِبَةَ

درست ہے

جَائِزَةٌ

یعنی جو چیز ہبہ کے وقت حاضر نہ ہو، باب کی حدیث سے یہ مطلب اس طرح سے نکالا کہ قیدی اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس

حاضر نہ تھے۔ مگر آپ نے ہوازن فتح کرنے والوں کو ہبہ کر دیئے۔ بعضوں نے کہا ہبہ غائب سے مراد یہ ہے کہ موہوب لہ غائب ہو جیسے ہوازن کے لوگ اس وقت حاضر نہ تھے لیکن آپ نے ان کے قیدی ان کو ہبہ کر دیئے۔

(۲۵۸۳، ۸۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، ان سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا ابن شہاب سے، ان سے عروہ نے ذکر کیا کہ مسور بن مخزمہؓ اور مروان بن حکم نے انہیں خبر دی کہ جب قبیلہ ہوازن کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے لوگوں کو خطاب فرمایا اور اللہ کی شان کے مطابق ثناء کے بعد آپؐ نے فرمایا اما بعد! یہ تمہارے بھائی توبہ کر کے ہمارے پاس آئے ہیں اور میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اب جو شخص اپنی خوشی سے (قیدیوں کو) واپس کرنا چاہے وہ واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ انہیں ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی واپس کر دے) اور ہمیں اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) سب سے پہلی جو غنیمت دے گا، اس میں سے ہم اسے معاوضہ دیدیں گے۔ لوگوں نے کہا ہم آپؐ اپنی خوشی سے (ان کے قیدی واپس کر کے) آپؐ کا ارشاد تسلیم کرتے ہیں۔

۲۵۸۳، ۲۵۸۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ أَخْبَرَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، حِينَ جَاءَهُ وَلَقَدْ هَوَازَنَ قَامَ فِي النَّاسِ فَأَنَّى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ لَمْ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنْ إِخْوَانَكُمْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبِيَّهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا)). فَقَالَ النَّاسُ: طَيِّبْنَا لَكَ)). [راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

تشریح مسور بن مخزمہؓ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، زہری و قرظی ہیں۔ عبد الرحمن بن عوفؓ کے بھانجے ہیں۔ ہجرت نبوی کے دو سال بعد مکہ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے حدیث کی سماعت کی اور ان کو یاد رکھا۔ بڑے فقیہ اور صاحب فضل اور دیندار تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ بعد شہادت مکہ میں منتقل ہو گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ انہوں نے یزید کی بیعت کو پسند نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی مکہ ہی میں رہے جب تک کہ یزید نے لشکر بھیجا اور مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ابن زبیرؓ مکہ ہی میں موجود تھے۔ چنانچہ اس محاصرہ میں مسور بن مخزمہؓ کو بھی منجیت سے پھینکا ہوا ایک پتھر لگا۔ یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اس پتھر سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۶۳ھ کی چاند رات کو ہوا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔

باب ہبہ کا معاوضہ (بدلہ) ادا کرنا

(۲۵۸۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہیہ قبول فرمایا کرتے۔ لیکن اس کا بدلہ بھی دیدیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو کعب اور محاضر نے بھی روایت کیا، مگر انہوں نے اس کو ہشام سے، انہوں نے اپنے باپ

۱۱ - بَابُ الْمُكَافَاةِ فِي الْهَبَةِ

۲۵۸۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا)). لَمْ يَذْكُرْ وَكَيْفَ وَمُحَاصِرًا: ((عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ عَائِشَةَ))۔ سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کے الفاظ نہیں کئے۔

تشیع حدیث کے آخر میں راوی کے الفاظ لم يذكر وکعب و محاصر عن هشام عن ابیہ عن عائشہ کا مطلب یہ کہ وکعب اور محاصر ہر دو راویوں نے اس حدیث کو ہشام سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے وصل نہیں کیا، بلکہ مرسل ہشام سے روایت کیا۔ ترمذی اور بزار نے کہا اس حدیث کو صرف عیسیٰ بن یونس نے وصل کیا۔ حافظ نے کہا وکعب کی روایت کو تو ابن ابی شیبہ نے نکالا اور محاصر کی روایت مجھ کو نہیں ملی۔ بعض مالکیہ نے اس حدیث سے ہبہ کا بدلہ کرنا واجب رکھا ہے اور حنفیہ اور شافعیہ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں مستحب ہے۔ قطلانی نے کہا ہبہ بالمعاوضہ اگر معین اور معلوم معاوضہ کے بدل ہو تو بیع کی طرح درست ہو گا اور اگر معاوضہ مجہول ہو تو ہبہ صحیح نہ ہو گا۔

باب اپنے لڑکے کو کچھ ہبہ کرنا

اور اپنے بعض لڑکوں کو اگر کوئی چیز ہبہ میں دی تو جب تک انصاف کے ساتھ تمام لڑکوں کو برابر نہ دے، یہ ہبہ جائز نہیں ہو گا اور ایسے ظلم کے ہبہ پر گواہ ہونا بھی درست نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عطا کے سلسلہ میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو اور کیا باپ اپنا عطیہ واپس بھی لے سکتا ہے؟ اور باپ اپنے لڑکے کے مال میں سے دستور کے مطابق جبکہ ظلم کا ارادہ نہ ہو لے سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خریدا اور پھر اسے آپ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کا جو چاہے کر۔

تشیع ابجدیث اور شافعی اور احمد اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ ہبہ میں رجوع جائز نہیں۔ مگر باپ جو اپنی اولاد کو ہبہ کرے اس میں رجوع کر سکتا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا صحیح ہے۔ کسی شخص کو درست نہیں کہ اپنے عطیہ یا ہبہ میں رجوع کرے مگر والد جو اپنی اولاد کو دے اور حنفیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک قرابت دار مانع رجوع ہبہ ہے۔

(۲۵۸۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابن شہاب سے، وہ حمید بن عبدالرحمن اور محمد بن نعمان بن بشیر سے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور ہبہ دیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر (ان سے بھی) واپس لے لے۔

۱۲- بَابُ الْهَبَةِ لِلْوَلَدِ

وَإِذَا أُعْطِيَ بَعْضُ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجْزُ حَتَّى يَغْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرَ مِثْلَهُ، وَلَا يُنْهَدُ عَلَيْهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اغْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ)). وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ؟ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَالٍ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَتَعَدَّى)).
وَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْ عُمَرَ بَعِيرًا ثُمَّ أَغْطَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ: ((اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ)).

تشیع ۲۵۸۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ: أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غَلَامًا. فَقَالَ: ((أَكُلْ وَلَدِكَ نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غَلَامًا. قَالَ: لَا، قَالَ: ((فَارْجِعْهُ)).

تشیخ معلوم ہوا کہ اولاد کے لئے ہبہ یا عطیہ کے سلسلے میں انصاف ضروری ہے جو دیا جائے سب کو برابر برابر دیا جائے ورنہ ظلم ہو گا۔ والد کے لئے ثابت ہوا کہ وہ اولاد سے اپنا عطیہ واپس بھی لے سکتا ہے اور اولاد کے مال میں سے ضرورت کے وقت دستور کے موافق کھا بھی سکتا ہے۔ ابن حبان اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے۔ آپ نے فرمایا، میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ کا یہی قول ہے کہ اولاد میں عدل کرنا واجب ہے اور ایک کو دوسرے سے زیادہ دینا حرام ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ نعمان کے باپ نے اس کو باغ دیا تھا اور اکثر روایتوں میں غلام مذکور ہے۔ حافظ نے کہا، طاؤس اور ثوری اور اسحاق بھی امام احمد کے ساتھ متفق ہیں۔ بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ ایسا ہبہ ہی باطل ہے اور امام احمد صحیح کہتے ہیں پر رجوع واجب جانتے ہیں اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں عدل اور انصاف کرنا مستحب ہے۔ اگر کسی اولاد کو زیادہ دے تو ہبہ صحیح ہو گا لیکن مکروہ ہو گا، حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں (وحیدی)

حافظ ابن حجر نے یہاں عمل الخلیفین کو نقل کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کا حکم استحباب کے لئے ہے۔ مؤطا میں سند صحیح کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بڑھنے اپنے مرض وفات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا، انی کنت نحلک نحلہ فلو کنت اخترتہ لکان لک وانما هو الیوم للوارث یعنی میں نے تجھ کو کچھ بطور بخشش دینا چاہا تھا، اگر تم اس کو قبول کر لیتیں تو وہ تمہارا ہو جاتا اور اب تو وہ وارثوں ہی میں تقسیم ہو گا۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ طحاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عاصم کو کچھ بطور بخشش دیا تھا۔ مانعین نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ شیخین کے ان اقدامات پر ان کے دیگر بچے سب راضی تھے۔ اس صورت میں جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ بہر حال بہتر واولیٰ مساوات ہی ہے۔

باب ہبہ کے اوپر گواہ کرنا

۲۵۸۷- حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ غَامِرٍ قَالَ: ((سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عُمَرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ، لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهَدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عُمَرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرْتَنِي أَنْ أَشْهَدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ)). قَالَ: فَرَجَعَ، فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ)). [راجع: ۲۵۸۶]

۲۵۸۷- ہم سے حامد بن عمر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو غوانہ نے بیان کیا حصین سے، وہ عامر سے کہ میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو عمرہ بنت رواحہؓ (نعمان کی والدہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنائیں میں راضی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حاضر خدمت ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ دیا تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنا لوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اسی جیسا عطیہ تم نے اپنی تمام اولاد کو دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم رکھو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے اور ہدیہ واپس لے لیا۔

اس واقعہ سے ہبہ کے اوپر گواہ کرنا ثابت ہوا۔ نعمانؓ بڑھنے کی والدہ نے آنحضرت ﷺ کو ہبہ پر گواہ بنانا چاہا۔ اسی سے ترجمۃ الباب

ثابت ہوا۔

باب خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو

کچھ ہیہ کر دینا

ابراہیم نخعی نے کہا کہ جائز ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ دونوں اپنا ہیہ واپس نہیں لے سکتے۔ نبی کریم ﷺ نے مرض کے دن عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزارنے کی اپنی دوسری بیویوں سے اجازت مانگی تھی (اور ازدواج مطہرات نے اپنی اپنی باری ہیہ کر دی تھی) اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ اپنا ہیہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہیہ تے چاتا ہے۔ زہری نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنا کچھ مریا سارا مر مجھے ہیہ کر دے۔ (اور اس نے کر دیا) اس کے تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے (اپنے مہر کا ہیہ) واپس مانگا تو زہری نے کہا کہ اگر شوہر نے محض دھوکہ کے لئے ایسا کیا تھا تو اسے مہر واپس کرنا ہو گا۔ لیکن اگر بیوی نے اپنی خوشی سے مہر ہیہ کیا، اور شوہر نے بھی کسی قسم کا دھوکہ اس سلسلے میں اسے نہیں دیا، تو یہ صورت جائز ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اگر تمہاری بیویاں دل سے اور خوش ہو کر تمہیں اپنے مہر کا کچھ حصہ دے دیں (تو لے سکتے ہو)

۱۴- بَابُ هَيْبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ

وَالْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ : جَائِزَةٌ . قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : لَا يَرْجِعَانِ . وَاسْتَاذَنَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ اَنْ يُعْرِضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ . وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((الْعَائِدُ فِي هَيْبَةٍ كَالْكَلْبِ يَعُوذُ فِي قَيْئِهِ)). وَقَالَ الزُّهْرِيُّ - فَيَمْنَنَ قَالَ لَامْرَأَتِهِ - هِيَ لِي بَعْضُ صَدَاقِكَ اَوْ كُلِّهِ . ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ - قَالَ : يَرُدُّ اِلَيْهَا اِنْ كَانَ خَلَبَهَا ، وَاِنْ كَانَتْ اَعْطَتْهُ عَنْ طَيْبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ اَمْرِهِ خَدِيْعَةٌ جَاْزًا ، قَالَ اللهُ تَعَالَى : ﴿فَاِنْ طَبِنَ لَكُمْ مِنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا﴾ [النساء : ۴] .

یعنی اگر خاوند بیوی کو ہیہ کرے یا بیوی خاوند کو دونوں صورتوں میں ہیہ نافذ ہو گا اور رجوع جائز نہیں۔ ابراہیم نخعی اور عمر بن عبدالعزیز ان ہردو کے اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ دوسری ازدواج مطہرات نے اپنی اپنی باری کا حق آنحضرت ﷺ کو ہیہ کر دیا۔

(۲۵۸۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، جب رسول کریم ﷺ کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہو گئی تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں ایام مرض گزارنے کی اجازت چاہی اور آپ کو بیویوں نے اجازت دے دی تو آپ اس طرح تشریف لائے کہ دونوں قدم زمین پر رگڑ کھا رہے تھے۔ آپ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اور صاحب کے درمیان تھے۔ عبید اللہ نے بیان

۲۵۸۸- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : اَخْبَرَنِي عُثَيْدُ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ : ((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَاذَنَ اَزْوَاجَهُ اَنْ يُعْرِضَ فِي بَيْتِي ، فَاَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخَطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ ، وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ . فَقَالَ عُثَيْدُ اللهِ :

فَذَكَرْتُ لَابِنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ : کیا کہ پھر میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ذکر ابن عباسؓ سے کیا۔
فَقَالَ لِي: وَهَلْ تَذَرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَمْ تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، عائشہؓ نے جن کا نام نہیں لیا، جانتے ہو وہ
نُسِمَ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: هُوَ عَلِيٌّ کون تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت علی بن
بْنِ أَبِي طَالِبٍ))۔ [راجع: ۱۹۸]

رسول کریم ﷺ کا یہ مرض الوفا تھا۔ آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس موقع پر جملہ ازدواج مطہرات نے اپنی اپنی باری
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہیہ کر دی، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

۲۵۸۹- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے
حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ بیان کیا، کہا ہم سے ابن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے
أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَائِدُ فِي هَيْبَةٍ كَالْكَلْبِ اپنا ہیہ واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے پھر چاٹ جاتا
يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْبِهِ)). ہے۔

[أطرافه في: ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۶۹۷۵]۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے اسی حدیث سے دلیل لی ہے اور ہیہ میں رجوع ناجائز رکھا ہے۔ صرف باپ کو اس ہیہ میں رجوع جائز
رکھا ہے جو وہ اپنی اولاد کو کرے۔ بدلیل دوسری حدیث کے جو اوپر گزر چکی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اگر اجنبی شخص کو کچھ ہیہ
کرے تو اس میں رجوع جائز رکھا ہے جب تک وہ شے موہوب اپنے حال پر باقی ہو اور اس کا عوض نہ ملا ہو۔

۱۵- بَابُ هَيْبَةِ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا، باب اگر عورت اپنے خاوند کے سوا اور کسی کو کچھ ہیہ کرے
وَعَتَّقَهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ، فَهُوَ جَائِزٌ یا غلام لونڈی آزاد کرے اور ہیہ کے وقت اس کا خاوند
إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيهَةً موجود ہو، تو ہیہ جائز ہے

فَإِذَا كَانَتْ سَفِيهَةً لَمْ يَجُزْ، قَالَ اللَّهُ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عورت بے عقل نہ ہو۔ کیونکہ اگر وہ بے عقل
تَعَالَى: ﴿وَلَا تَوْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ ہوگی تو جائز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”بے عقل لوگوں کو اپنا
[النساء: ۵] مال نہ دو۔“

اگر اس عورت کا خاوند ہیہ کے وقت موجود نہ ہو، مرگیا ہو یا عورت نے نکاح ہی نہ کیا ہو تب تو بالاتفاق ہیہ درست ہے، عورت
اگر دیوانی ہے تو ہیہ جائز نہ ہوگا۔ جسور علماء کا یہی قول ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک عورت کا ہیہ جب اس کا خاوند موجود ہو بغیر خاوند
کی اجازت کے صحیح نہ ہو گا وہ عقل والی ہو۔ مگر تہائی مال تک نافذ ہو گا وصیت کی طرح۔

۲۵۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جَرِيْجٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَادِ بْنِ عُبْدِ اللَّهِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
(۲۵۹۰) ہم سے ابو عاصم صحاک بن مخلد نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے، ان سے عباد بن عبد اللہ نے اور
ان سے اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

میرے پاس صرف وہی مال ہے جو (میرے شوہر) زبیر نے میرے پاس رکھا ہوا ہے تو کیا میں اس میں سے صدقہ کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا، صدقہ کرو، جوڑ کے نہ رکھو، کہیں تم سے بھی۔ (اللہ کی طرف سے نہ) روک لیا جائے۔

(۲۵۹۱) ہم سے عبد اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے فاطمہ بنت منذر نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خرچ کیا کر گمان نہ کر، تاکہ تمہیں بھی گن کے نہ ملے۔ اور جوڑ کے نہ رکھو، تاکہ تم سے بھی اللہ تعالیٰ (اپنی نعمتوں کو) نہ چھپالے۔

یعنی اللہ پاک بھی تیرے اوپر کشائش نہیں کرے گا اور زیادہ روزی نہیں دے گا۔ اگر خیرات کرے گی، صدقہ دے گی تو اللہ پاک اور زیادہ دے گا۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ خاوند والی عورت کا ہبہ صحیح ہے۔ کیونکہ ہبہ اور صدقہ کا ایک ہی حکم ہے۔

(۲۵۹۲) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے، ان سے یزید بن ابی حبیب نے، ان سے کبیر نے، ان سے ابن عباس کے غلام کرب نے اور انہیں (ام المؤمنین) حضرت میمونہ بنت حارثؓ نے خبر دی کہ انہوں نے ایک لونڈی نبی کریم ﷺ سے اجازت لئے بغیر آزاد کر دی۔ پھر جس دن نبی کریم ﷺ کی باری آپ کے گھر آنے کی تھی، انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم بھی ہوا، میں نے ایک لونڈی آزاد کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا، اچھا تم نے آزاد کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر اس کے بجائے تم نے اپنے نخیال والوں کو دی ہوتی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا۔ اس حدیث کو کبیر بن مضر بن عمرو بن حارث سے، انہوں نے کبیر سے، انہوں نے کرب سے روایت کیا کہ میمونہؓ نے اپنی لونڈی آزاد کر دی۔ اخیر تک۔

(۲۵۹۳) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی زہری سے، وہ

قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لِي مَالٌ إِلَّا مَا أَذْخَلَ عَلَى الزُّبَيْرِ، فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: ((تَصَدَّقِي، وَلَا تُوعِي قُبُوعِي عَلَيْكَ)).

[راجع: ۱۴۳۴]

۲۵۹۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَنْفِقِي، وَلَا تُخْصِي فَيُخْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَلَا تُوعِي قُبُوعِي اللَّهُ عَلَيْكَ)). [راجع: ۱۴۳۴]

۲۵۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ عَنْ اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ كُبَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: ((أَنَّ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهَا أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلَيْدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنْ النَّبِيَّ ﷺ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُورُ عَلَيْهَا فِيهِ قَالَتْ: أَشَعَرْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلَيْدَتِي؟ قَالَ: ((أَوْفَعَلْتِ؟)) قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: ((أَمَّا إِنَّكَ لَوْ أَعْطَيْتَهَا أَخَوَالَكَ كَانَ أَعْظَمَ لَأَخْرُوكَ)). وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو عَنْ كُبَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ: ((إِنَّ مَيْمُونَةَ أَعْتَقَتْ. . .)) [طرفه في: ۲۵۹۴].

۲۵۹۳- حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ

عروہ سے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے لئے قرعہ اندازی کرتے اور جن کا حصہ نکل آتا انہیں کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اپنی تمام ازواج کے لئے ایک ایک دن اور رات کی باری مقرر کر دی تھی، البتہ (آخر میں) سوہ بنت زعمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری عائشہؓ کو دے دی تھی، اس سے ان کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنی تھی۔

۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰،

۷۵۰۰، ۷۵۴۵۔

الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ مَقَرًّا أَوْ رَعَى بَيْنَ بَنَاتِهِ، فَلَا يَتَّخِذُ خَرَجَ مِنْهُمَا خَرَجَ بَهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنْ سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضًا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[أطرافه في: ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸،

۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰،

۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲،

حضرت سوہ بنت زعمہ کی عمر بھی کافی تھی، اور ان کو رسول کریم ﷺ کی خوشنودی بھی مقصود تھی، اس لئے انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی، مقصد باب یہ کہ اس قسم کا ہبہ جو باہمی رضامندی سے ہو جائز و درست ہے۔

باب ہدیہ کا اولین حقدار کون ہے؟

(۲۵۹۳) اور بکر بن معمر نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے بکیر سے، انہوں نے ابن عباسؓ کے غلام کسب سے (بیان کیا کہ) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ بیومنہؓ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کی تو رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر وہ تمہارے انھیال والوں کو دی جاتی تو تمہیں زیادہ ثواب ملتا۔

معلوم ہوا کہ تحائف کے اولین حقدار عزیز و اقرباء اور رشتہ دار ہیں۔

(۲۵۹۵) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ابو عمران جوئی سے، ان سے بنو تیم بن مرہ کے ایک صاحب طلحہ بن عبد اللہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری دو پڑوسی ہیں، تو مجھے کس کے گھر ہدیہ بھیجنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تم سے قریب ہو۔

۲۵۹۴- وَقَالَ بَكْرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَارِثٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَغْنَقَتْ وَلِيدَةً لَهَا، فَقَالَ لَهَا: ((وَلَوْ وَصَلْتَ بَعْضَ أَهْوَالِكِ كَانَ أَكْبَرًا لَأَجْرِكَ)). [راجع: ۲۵۹۲]

۲۵۹۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ السَّجَوْنِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ - رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ بِنِ مَرْوَةَ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي جَارَتَيْنِ، فِلَايَ إِلَيْهِمَا أَهْدِي؟ قَالَ: ((إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا)).

[راجع: ۲۲۵۹]

یہ اشارہ اس طرف ہے کہ رشتہ داروں کے بعد اس پڑوس کا حق ہے جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے۔ فرمایا کہ آپس میں تحائف دیا کرو اس سے محبت بڑھے گی۔

١٧- بَابُ مَنْ لَمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِإِلَعْلَةٍ
وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: ((كَانَتْ
الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هَدِيَّةً،
وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ)).

باب جس نے کسی عذر سے ہدیہ قبول نہیں کیا
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہدیہ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہدیہ تھا، لیکن آج کل تو رشوت
ہے۔

٢٥٩٦- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ الصَّغْبَ بْنَ جَثَامَةَ اللَّيْثِي - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ - يُخْبِرُ: أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ - أَوْ بَوْدَانَ - وَهُوَ مُحْرَمٌ فَرَدَّهُ، قَالَ صَغْبٌ: فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدَيْتَنِي قَالَ: ((لَيْسَ بِنَا رَدُّ عَلَيْكَ، وَلَكِنَّا حُرْمٌ)).

(۲۵۹۱) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک گور خریدیہ کیا تھا۔ آپ اس وقت مقام ابوعایا ودان میں تھے اور محرم تھے۔ آپ نے وہ گور خر واپس کر دیا۔ صعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد جب آپ نے میرے چہرے پر (تاراضی کا اثر) ہدیہ کی واپسی کی وجہ سے دیکھا، تو فرمایا کہ ہدیہ واپس کرنا مناسب تو نہ تھا، لیکن بات یہ ہے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔

[راجع: ۱۸۲۵]

گویا کسی وجہ کی بنا پر ہدیہ واپس بھی کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وجہ معقول اور شرعی ہو۔ وہ ہدیہ بھی ناجائز ہے جو کسی ناجائز مقصد کے حصول کے لئے بطور رشوت پیش کیا جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ارشاد کا یہی مقصد ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ فان كان لمعصية فلا يحل وهو الرشوة وان كان لطاعت فيستحب وان كان لجائز فجائز ان كان مطلب بھی وہی ہے جو مذکور ہوا کہ رشوت کسی گناہ کے لئے ہو تو وہ حلال نہیں ہے اور اگر جائز کام کے لئے ہے تو وہ مستحب ہے۔

٢٥٩٧- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((اسْتَغْمَلَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْأَنْبِيَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هَذَا لَكُمْ وَهَذَا أَهْلِي

(۲۵۹۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا زہری سے، وہ عروہ بن زبیر سے، وہ ابو حمید ساعدیؒ سے کہ قبیلہ ازد کے ایک صحابی کو جنہیں ابن امیہ کہتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کے لئے عامل بنایا۔ پھر جب وہ واپس آئے تو کہا کہ یہ تم لوگوں کا ہے (یعنی بیت المال کا) اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے والد یا اپنی والدہ

کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا۔ دیکھتا وہاں بھی انہیں ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس (مالِ زکوٰۃ) میں سے اگر کوئی شخص کچھ بھی (ناجائز) لے لے گا تو قیامت کے دن اسے وہ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ اپنی آواز نکالتا ہو آئے گا، گائے ہے تو وہ اپنی اور اگر بکری ہے تو وہ اپنی آواز نکالتی ہوگی۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ ہم نے آپ کی بغل مبارک کی سفیدی بھی دیکھ لی (اور فرمایا) اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ اے اللہ! کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ تین مرتبہ (آپ نے یہی فرمایا)

اس سے ناجائز ہدیہ کی مذمت ثابت ہوئی۔ حاکم عامل جو لوگوں سے ڈالیاں وصول کرتے ہیں وہ بھی رشوت میں داخل ہیں۔ ایسے ناجائز مال حاصل کرنے والوں کو قیامت کے دن ایسے عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

باب اگر ہبہ یا ہبہ کا وعدہ کر کے کوئی مرجائے اور وہ چیز موہوب لہ (جس کو ہبہ کی گئی اس) کو نہ پہنچی ہو۔

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا اگر ہبہ کرنے والا مرجائے اور موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہو گیا وہ زندہ ہو پھر مرجائے تو وہ موہوب لہ کے وارثوں کا ہو گا اور اگر موہوب لہ کا قبضہ ہونے سے پیشتر واہب مر جائے تو وہ واہب کے وارثوں کو ملے گا۔ اور امام حسن بصری نے کہا کہ فریقین میں سے خواہ کسی کا بھی پہلے انتقال ہو جائے، ہبہ موہوب لہ کے ورثاء کو ملے گا۔ جب موہوب لہ کا وکیل اس پر قبضہ کر چکا ہو۔

(۲۵۹۸) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن المنکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر بنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا، اگر بحرین کا مال (جزیہ کا) آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا تین لپ مال دوں گا۔ لیکن بحرین سے مال آنے سے پہلے ہی آپ وفات فرما گئے اور حضرت ابو بکر بنہ نے ایک منادی سے یہ اعلان کرنے کے لئے کہا کہ جس سے نبی کریم ﷺ کا کوئی وعدہ ہوا یا آپ پر اس کا کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں آپ کے یہاں گیا اور کہا کہ نبی کریم

لہی۔ قَالَ: ((فَهَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ - أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ - فَيَنْظُرُ يَهْدِي لَهُ أَمْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةٌ تَنْعَرُ - ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا غُفْرَةً يُطْبِئُ - اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتَ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتَ. ثَلَاثًا)). [راجع: ۹۲۵]

۱۸- بَابُ إِذَا وَهَبَ هَبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ

وَقَالَ عُيَيْدَةُ: إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فَصِلَتِ الْهَبَةُ وَالْمُهْدِي لَهُ حَيًّا فَهِيَ لَوَرَثَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَصِلَتِ فَهِيَ لَوَرَثَةِ الَّذِي أَعْدَى. وَقَالَ الْحَسَنُ أَتَاهُمَا مَاتَ قَبْلَ فَهِيَ لَوَرَثَةِ الْمُهْدِي لَهُ إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ.

۲۵۹۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أُعْطَيْتَكَ هَكَذَا (ثَلَاثًا))، فَلَمْ يَقْدَمْ حَتَّى تُوَفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ عِدَّةٌ أَوْ ذَيْنَ فَلْيَأْتِنَا فَلْيَتْبِعْنِي فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ

وَعَدْتَنِي فَحَنَى لِي ثَلَاثًا)). [راجع: ۲۲۹۶]

حضرت امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ نے جابر کو مشروط طور پر بحرین کے مال آنے پر تین لپ ہبہ فرمادیا۔ مگر نہ مال آیا اور نہ آپ پورا کر سکے۔ بعد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کا وعدہ پورا فرمایا۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

۱۹- بَابُ كَيْفِ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ باب غلام لونڈی اور سامان پر کیونکر قبضہ ہوتا ہے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ عَلَى بَكْرِ صَغْبٍ، فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ.

(۲۵۹۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان

کیا ابن ابی ملیکہ سے اور وہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے چند قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہ رضی اللہ عنہ کو اس میں سے ایک بھی نہیں دی۔ انہوں نے (مجھ سے) کہا، بیٹے چلو، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اندر جاؤ اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کرو کہ میں آپ کا مختصر کھڑا ہوا ہوں، چنانچہ میں اندر گیا اور حضور اکرم ﷺ کو بلا لایا۔ آپ اس وقت انہیں قابوؤں میں سے ایک قبائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تمہارے لئے چھپا رکھی تھی، لو اب یہ تمہاری ہے۔ مسور نے بیان کیا کہ (میرے والد) مخرمہ رضی اللہ عنہ نے قبائی طرف دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، مخرمہ! خوش ہوا یا نہیں؟

۲۵۹۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ عَنِ الْمَسُورِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: ((قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْبِيَّةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةً مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ: خَبَأْنَا هَذَا لَكَ. قَالَ: فَنَظَرُ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ)).

[أطرافه في: ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰،

۵۸۶۲، ۶۱۳۲].

بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے۔ والد نے کہا اب مخرمہ راضی ہوا۔ ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ جب آپ نے وہ اچکن مخرمہ کو دی تو ان کا قبضہ پورا ہو گیا۔ جسور کے نزدیک ہبہ میں جب تک موہوب لہ کا قبضہ نہ ہو اس کی ملک پوری نہیں ہوتی اور مالکیہ کے نزدیک صرف عقد سے ہبہ تمام ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر موہوب لہ اس وقت تک قبضہ نہ کرے کہ واہب کسی اور کو وہ چیز ہبہ کر دے تو ہبہ باطل ہو جائے گا (وحیدی)

۲۰- بَابُ إِذَا وَهَبَ هَبَّةً فَقَبَضَهَا باب اگر کوئی ہبہ کرے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کر لے

الْآخَرُ وَلَمْ يَقْلُ قَبِلْتُ لیکن زبان سے قبول نہ کرے

مطلب یہ کہ ہبہ میں زبان سے ایجاب قبول کرنا ضروری نہیں اور شافیہ نے اس کو شرط رکھا ہے۔ البتہ صدقہ میں زبان سے ایجاب و قبول کسی نے ضرور نہیں رکھا۔

۲۶۰۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: هَلَكْتُ، فَقَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي مَضَانٍ. قَالَ: ((أَتَجِدُ رَقَبَةً؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: ((تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِينَ مِسْكِينًا؟)) قَالَ: لَا. قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: ((أَذْهَبَ بِهَذَا فَتَصَدَّقَ بِهِ)). قَالَ: عَلَى أَخَوَجٍ مِنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتِ أَخَوَجٍ مِنَّا. قَالَ: ((أَذْهَبْ فَأُطْعِمَهُ أَهْلَكَ)).

[راجع: ۱۹۳۶]

۲۶۱- بَابُ إِذَا وَهَبَ ذَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَالَ شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ: هُوَ جَائِزٌ. وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ ذِينَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُغْطِهِ أَوْ لْيَحْلِلْهُ مِنْهُ)). فَقَالَ جَابِرٌ: ((قُلْ أَبِي وَعَلَيْهِ ذَيْنِ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ غُرْمَاءَهُ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيَحْلِلُوا أَبِي)).

ﷺ

(۲۶۰۰) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا زہری سے، وہ حمید بن عبد الرحمن سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا بات ہوئی؟ عرض کیا کہ رمضان میں میں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا، تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا، کیا دو مہینے درپے روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا کہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا، کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے سکتے ہو؟ اس پر بھی جواب تھا کہ نہیں۔ بیان کیا کہ اتنے میں ایک انصاری عرق لائے۔ (عرق کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا ہوتا تھا جس میں کھجور رکھی جاتی تھی) آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اسے لے جا اور صدقہ کر دے انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا اپنے سے زیادہ ضرورت مند پر صدقہ کر دوں؟ اور اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ سارے مدینے میں ہم سے زیادہ محتاج اور کوئی گھرانہ نہیں ہو گا۔ آپ نے فرمایا پھر جا، اپنے ہی گھروالوں کو کھلا دے۔

باب اگر کوئی اپنا قرض کسی کو ہبہ کر دے

شعبہ نے کہا اور ان سے حکم نے کہ یہ جائز ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنا قرض معاف کر دیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر کسی کا دوسرے شخص پر کوئی حق ہے تو اسے ادا کرنا چاہئے یا معاف کرا لے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ میرے باغ کی (صرف موجودہ) کھجور (اپنے قرض کے بدلے میں) قبول کر لیں اور میرے والد پر (جو قرض باقی رہ جائے اسے) معاف کر دیں۔

فرمان نبوی جو یہاں منقول ہے اس سے باب کا مطلب یوں نکلا کہ حق قرض کو بھی شامل ہے جب اس کو معاف کرانے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ قرض کا معاف کرنا درست ہے۔ خواہ خود وہ قرضدار کو معاف کر دے یا دوسرے شخص کو وہ قرض

دے ڈالے کہ تم وصول کرو اور اپنے کام میں لاؤ۔ مالکیہ کے نزدیک غیر شخص کو بھی دین کا ہبہ درست ہے اور شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک درست نہیں۔ البتہ مدیون کو دین کا ہبہ کرنا سب کے نزدیک درست ہے۔

حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نواسے اور جنت کے پھول ہیں، جنت کے تمام جوانوں کے سردار، ۳۳ رمضان المبارک کی پندرہویں تاریخ کو پیدا ہوئے، وفات ۵۰ھ میں واقع ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ ان سے ان کے بیٹے حسن بن حسن اور ابو ہریرہ اور بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

جب ان کے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ میں شہید ہوئے تو لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی جن کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی اور حضرت معاویہؓ کے سپرد خلافت کا کام پندرہویں جمادی الاول ۴۱ھ میں کیا گیا۔ ان کے اور فضائل کتاب المناقب میں آئیں گے۔

(۲۶۰۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے، وہ ابن کعب بن مالک سے اور انہیں جابر بن عبد اللہؓ نے خبر دی کہ احد کی لڑائی میں ان کے باپ شہید ہو گئے (اور قرض چھوڑ گئے) قرض خواہوں نے تقاضے میں بڑی شدت کی، تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس سلسلے میں گفتگو کی، آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ میرے باغ کی کھجور لے لیں (جو بھی ہوں) اور میرے والد کو (جو باقی رہ جائے وہ قرض) معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے میرا باغ انہیں نہیں دیا اور نہ ان کے لئے پھل تڑوائے۔ بلکہ فرمایا کہ کل صبح میں تمہارے یہاں آؤں گا۔ صبح کے وقت آپ تشریف لائے اور کھجور کے درختوں میں ٹہلتے رہے اور برکت کی دعا فرماتے رہے پھر میں نے پھل توڑ کر قرض خواہوں کے سارے قرض ادا کر دیئے اور میرے پاس کھجور بچ بھی گئی۔ اس کے بعد میں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو واقعہ کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا، عمر! سن رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہمیں تو پہلے سے معلوم ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ قسم خدا کی! اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

۲۶۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ أَبَاهُ قِيلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا فَاشْتَدَّ الْغُرْمَاءُ لِي حُقُوقَهُمْ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَلَّمْتُهُ، فَسَأَلْتُهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا ثَمَرَ حَائِطِي وَيَحْلُلُوا أَبِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يَغْطِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَائِطِي وَلَمْ يُكْسِرْهُ لَهُمْ، وَلَكِنْ قَالَ: سَاعِدُوا عَلَيَّكَ. فَعَدَا عَلَيْنَا جِنَّ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدَتْهَا، فَقَضَيْتُهُمْ حَقَّهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ. ثُمَّ جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِعُمَرَ: ((اسْمَعْ - وَهُوَ جَالِسٌ - يَا عُمَرُ)). فَقَالَ: أَلَا يَكُونُ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ)).

[راجع: ۲۱۲۷]

یعنی نے کہا اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جابر کے قرض خواہوں سے یہ سفارش

فرمائی کہ بلغ میں جتنا میوہ نکلے وہ اپنے قرض کے بدلے لے لو اور جو قرض باقی رہے وہ معاف کر دو گویا باقی دین کا جابر کو ہبہ ہوا۔

باب ایک چیز کئی آدمیوں کو ہبہ کرے تو کیسا ہے؟

اور اسماء بنت ابی بکرؓ نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ میری بہن عائشہؓ سے وراثت میں مجھے غلبہ (کی زمین) ملی تھی۔ معاویہؓ نے مجھے اس کا ایک لاکھ (درہم) دیا لیکن میں نے اسے نہیں بچا، یہی تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

۲۲- بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ: وَرِثْتُ عَنْ أَخِي عَائِشَةَ بِالْغَلْبَةِ، وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ، فَهُوَ لَكُمْ.

یعنی مشاع کا ہبہ جائز ہے مثلاً ایک غلام یا ایک گھر چار آدمیوں کو ہبہ کیا۔ ہر ایک کا اس میں حصہ ہے۔ خفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں جو چیز تقسیم کے قابل نہ ہو جیسے بچی یا حمام اس کا تو بطور مشاع ہبہ جائز ہے اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو، جیسے گھر وغیرہ اس کا ہبہ بطور مشاع کے درست نہیں (وحیدی)

باب کا مطلب حضرت اسماءؓ کے اس طرز عمل سے نکلتا ہے کہ انہوں نے اپنی جائداد بطور مشاع کے دونوں کو ہبہ کر دی۔ قاسم بن محمد حضرت اسماءؓ کے بھتیجے تھے اور عبداللہؓ بھتیجے کے بیٹے، غلبہ مدینہ کے متصل ایک گاؤں تھا۔ جہاں حضرت عائشہؓ کی کچھ زمین تھی۔ حضرت اسماءؓ نے ہر دو کو زمین ہبہ فرمائی۔ اسی سے ترجمۃ الباب نکلا۔

(۲۶۰۲) ہم سے یحییٰ بن قزعة نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، وہ ابو حازم سے، وہ سل بن سعدؓ سے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پینے کو کچھ لایا (دودھ یا پانی) آپ نے اسے نوش فرمایا، آپ کے دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا اور بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اس بچے سے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے (تو بچا ہوا پانی) میں ان بڑے لوگوں کو دے دوں؟ لیکن اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کے جوٹھے میں سے ملنے والے کسی حصہ کا میں ایثار نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے پیالہ جھٹکے کے ساتھ اسی کی طرف بڑھا دیا۔

۲۶۰۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاحُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: إِنْ أَذِنْتَ لِي أُعْطِيتَ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَوْثَرٍ بِنَصِيْبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدًا. فَخَلَّهٖ فِي يَدِهِ)). [راجع: ۲۳۵۱]

حافظ نے کہا، چونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن عباسؓ سے یہ فرمایا کہ وہ اپنا حصہ بوڑھوں کو ہبہ کر دیں اور بوڑھے کئی تھے اور ان کا حصہ مشاع تھا، اس لئے مشاع کو ہبہ کا جواز نکلا اور ثابت ہوا کہ ایک چیز کئی اشخاص کو مشترک طور پر ہبہ کی جاسکتی ہے۔

باب جو چیز قبضہ میں ہو یا نہ ہو اور جو چیز بٹ گئی ہو اور جو نہ

۲۳- بَابُ الْهَبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ

الْمَقْبُوضَةِ وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.

بٹی ہو، اس کے ہبہ کا بیان اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے قبیلہ ہوازن کو ان کی تمام غنیمت ہبہ کر دی، حالانکہ اس کی تقسیم نہیں ہوئی تھی۔

۲۶۰۳- قَالَ ثَابِتٌ حَدَّثَنَا مُسْنَعٌ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ((أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي))
 اور ثابت بن محمد نے بیان کیا کہ ہم سے مسعر نے بیان کیا،
 ان سے محارب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ، ((آئیت
 خدمت میں (سفر سے لوٹ کر) مسجد میں حاضر ہوا تو آپ نے (میرے
 اونٹ کی قیمت) ادا کی اور کچھ زیادہ بھی دیا۔ [راجع: ۴۴۳]

جو چیز قبضہ میں ہو اس کا ہبہ تو بالاتفاق درست ہے اور جو چیز قبضے میں نہ ہو اس کا ہبہ اکثر علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
 مگر امام بخاریؒ نے اس کا جواز اسی طرح اس مال کے ہبہ کا جواز جو تقسیم نہ ہوا ہو، باب کی حدیث سے نکالا اس لئے کہ
 آنحضرت ﷺ نے لوٹ کا مال جو ابھی مسلمانوں کے قبضے میں نہیں آیا تھا، نہ تقسیم ہوا تھا، ہوازن کے لوگوں کو ہبہ کر دیا۔ مخالفین یہ
 کہتے ہیں کہ قبضہ تو ہو گیا تھا کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے مگر تقسیم نہ ہوئے تھے۔
 ثابت بن محمد کا قول مذکور بقول بعض تعلیق نہیں ہے۔ کیونکہ بعض نسخوں میں یوں ہی حدیث ثابت یعنی امام بخاری کہتے ہیں ہم
 سے ثابت نے بیان کیا۔

دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ شاید حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس
 میں یہ ہے کہ وہ اونٹ بھی آپؐ نے مجھ کو ہبہ کر دیا تو قبضہ سے پہلے ہبہ ثابت ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کو جو سونایا چاندی قیمت
 سے زیادہ دلویا اسے جابر رضی اللہ عنہ نے بطور تبرک ہمیشہ اپنے پاس رکھا اور خرچ نہ کیا۔ یہاں تک کہ یوم الحرۃ آیا۔ یہ لڑائی ۶۳ھ میں ہوئی۔
 جب یزیدی فوج نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا۔ حرہ مدینہ کا ایک میدان ہے وہاں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اسی جنگ میں ظالموں نے حضرت جابرؒ
 سے اس تبرک نبوی کو چھین لیا۔ آج کل بھی جگہ جگہ بہت سی چیزیں لوگوں نے تبرکات نبوی کے نام سے رکھی ہوئی ہیں۔ کس آپؐ
 کے ہوئے مبارک بتلائے جاتے ہیں اور کس قدم مبارک کے نشان وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ سب بے سند چیزیں ہیں اور ان کے بارے میں
 خطرہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر یہ افتراء ہوں اور ایسے مفتری اپنے آپ کو زندہ دوزخی بنالیں۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ
 جس نے میرے اوپر کوئی افتراء باندھا وہ زندہ دوزخی ہے۔

۲۶۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((بَغْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ: ((أَنْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ)). (فَوَزَنَ)).
 اور محمد بن بشارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن بشارؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، محارب بن دثار سے اور انہوں نے
 جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم
 ﷺ کو سفر میں ایک اونٹ بیچا تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا
 کہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر آپؐ نے وزن کیا۔ شعبہ نے
 بیان کیا، میرا خیال ہے کہ (جابرؒ نے کہا) میرے لئے وزن کیا (آپؐ کے
 حکم سے حضرت بلالؓ نے) اور (اس پلڑے کو جس میں سکھ تھا) جھکا
 دیا۔ (تاکہ مجھے زیادہ ملے) اس میں سے کچھ تھوڑا سا میرے پاس جب
 سے محفوظ تھا۔ لیکن شام والے (اموی لشکر) یوم حرہ کے موقع پر مجھ
 سے چھین کر لے گئے۔ [راجع: ۴۴۳]

تشیخ حضرت مجتہد اعظم امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب ثابت فرمانے کے لئے قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کا معاملہ پیش کیا ہے کہ اسلامی لشکر کے قبضہ میں آنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں پھر ہوازن والوں کو ہمہ فرما دیا تھا۔ دوسرا واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے جن سے آنحضرت ﷺ نے اونٹ خریدا، پھر مدینہ واپس آکر اس کی قیمت ادا فرمائی اور ساتھ ہی مزید آپ نے اور بھی بطور بخشش ہمہ فرمایا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

(۲۶۰۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے ابو حازم سے، وہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ پینے کو لایا گیا۔ آپ کی دائیں طرف ایک بچہ تھا اور قوم کے بڑے لوگ بائیں طرف تھے۔ آپ نے بچے سے فرمایا کہ کیا تمہاری طرف سے اس کی اجازت ہے کہ میں بچا ہوا پانی ان بزرگوں کو دے دوں؟ تو اس بچے نے کہا کہ نہیں قسم اللہ کی! میں آپ سے ملنے والے اپنے حصہ کا ہرگز ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مشروب ان کی طرف جھٹکے کیسا تھ بڑھا دیا۔

۲۶۰۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَاهُ بَشْرَابٌ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ اشْتَبَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: ((أَتَأْذُنُ لِي أَنْ أُغَطِّيَ هَؤُلَاءِ؟)) فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللَّهِ، لَا أَوْفُرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا. قُلْتُ لِي يَدِيهِ)).

[راجع: ۲۳۰۱]

تشیخ اگرچہ حق اس لڑکے ہی کا تھا مگر آنحضرت ﷺ کی سفارش قبول نہ کی جس پر آپ نے جھٹکے کے ساتھ اسے وہ پیالہ دے دیا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں والحق کما قال ابن بطلان انه صلى الله عليه وسلم سال الغلام ان يهب نصيبه للاشباح وكان نصيبه منه مشاعا غير متميز فدل على صحة هبة المشاع والله اعلم (فتح) یعنی حق یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لڑکے سے فرمایا کہ وہ اپنا حصہ بڑے لوگوں کو ہمہ کر دے، اس کا وہ حصہ ابھی تک مشترک تھا۔ اسی سے مشاع کے ہمہ کرنے کی صحت ثابت ہوئی۔

(۲۶۰۶) ہم سے عبد اللہ بن عثمان بن جبلة نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی شعبہ سے، ان سے سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا (اس نے سختی کے ساتھ تقاضا کیا) تو صحابہ اس کی طرف بڑھے۔ لیکن آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، حق والے کو کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش ہوتی ہی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے ایک اونٹ اسی کے اونٹ کی عمر کا خرید کر اسے دے دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس سے اچھی عمر کا ہی اونٹ مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسی کو خرید کر دے دو کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرض کے ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔

۲۶۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلْمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلْمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَيْنَ، فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: ((دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا)). وَقَالَ: ((اشْتَرُوا لَهُ مِنَّا فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ))، فَقَالُوا: إِنَّا لَا نَجِدُ مِنَّا إِلَّا مِنَّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ مِثْلِهِ. قَالَ: ((اشْتَرُوهَا فَأَعْطُوهَا إِيَّاهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَبْضًا)). [راجع: ۲۳۰۵]

بعضوں نے کہا اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ کو وکیل کیا تھا۔ انہوں

نے اونٹ خریدا، تو ان کا قبضہ آنحضرت ﷺ کا قبضہ تھا اس لئے قبضہ سے پہلے یہ ہبہ نہ ہوا اور اس کا جواب یہ ہے کہ ابو رافع صرف خریدنے کے لئے وکیل ہوئے تھے نہ ہبہ کے لئے، تو ان کا قبضہ ہبہ کے احکام میں آنحضرت ﷺ کا قبضہ نہ تھا۔ پس امام بخاری کا مطلب حدیث سے نکل آیا اور غیر مقبوض کا ہبہ ثابت ہوا (وحیدی)

باب اگر کئی شخص کئی شخصوں کو ہبہ کریں

(۸، ۲۶۰۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، ان سے لیث نے کہا، ہم سے عقیل نے ابن شہاب سے، وہ عروہ سے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ نے انہیں خبر دی کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر حاضر ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں تو آپ نے ان سے فرمایا میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اسے بھی تم دیکھ رہے ہو اور سب سے زیادہ سچی بات ہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسلئے تم لوگ ان دو چیزوں میں سے ایک ہی لے سکتے ہو یا اپنے قیدی لے لو یا اپنا مال۔ میں نے تو تمہارا پہلے ہی انتظار کیا تھا۔ اور نبی کریم ﷺ طائف سے واپسی پر تقریباً دس دن تک (مقام جعرانہ میں) ان لوگوں کا انتظار فرماتے رہے۔ پھر جب ان لوگوں کے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ ان کی صرف ایک ہی چیز واپس فرما سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں ہی کو (واپس لینا) پسند کرتے ہیں۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کو خطاب کیا، آپ نے اللہ کی اسکی شان کے مطابق تعریف بیان کی اور فرمایا، اما بعد! یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس اب توبہ کر کے آئے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ انہیں ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اس لئے جو صاحب اپنی خوشی سے واپس کرنا چاہیں وہ ایسا کر لیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہوں کہ اپنے حصے کو نہ چھوڑیں بلکہ ہم انہیں اسکے بدلے میں سب سے پہلی غنیمت کے مال میں سے معاوضہ دیں، تو وہ بھی (اپنے موجودہ قیدیوں کو) واپس کر دیں۔ سب صحابہ نے اس پر کہا، یا رسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے انہیں واپس کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن واضح طور پر اس وقت یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون اپنی خوشی سے دینے

۲۴- بَابُ إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

۲۶۰۷، ۲۶۰۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرِ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازَنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: ((مَعِيَ مِنْ تَرَوْنِ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ: إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ)) - وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْتَظِرُهُمْ بَضْعَ عَشْرَةِ لَيْلَةٍ حِينَ قَفَلَ مِنْ طَائِفِهِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِينَ فَالْتَمَى عَلَى اللَّهِ يَأْمُ هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاؤُونَا تَابِعِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، لَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظَّةٍ حَتَّى نَعْطِيَهُ يَأْهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ)). فَقَالَ النَّاسُ: طَبِئْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ: ((إِنَّا لَا نَذَرِي مَنْ أَدِنَ مِنْكُمْ فِيهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنَ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا

کیلے تیار ہے اور کون نہیں۔ اس لئے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس جائیں اور تمہارے چودھری لوگ تمہارا معاملہ لاکر پیش کریں۔ چنانچہ سب لوگ واپس ہو گئے اور نمائندوں نے ان سے گفتگو کی اور واپس ہو کر آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ تمام لوگوں نے خوشی سے اجازت دے دی ہے۔ قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے۔ یہ زہریؓ کا آخری قول تھا۔ یعنی یہ کہ ”قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہمیں یہی بات معلوم ہوئی ہے“

باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ صحابہ نے جو متعدد لوگ تھے، ہوازن کے لوگوں کو جو متعدد تھے، قیدیوں کا ہبہ کیا۔

باب اگر کسی کو کچھ ہدیہ دیا جائے اس کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوں تو اب اس کو دیا جائے جو زیادہ حقدار ہے

اس سے مقصود اس قول کا ابطال ہے الہدایا مشترک ایک بزرگ کے سامنے یہ قول بیان کیا گیا انہوں نے کہا، تنہا مشترک۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو یہ منقول ہے کہ اس کے پاس بیٹھے والے بھی اس ہدیہ میں شریک ہوں گے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ ۲۶۰۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مَقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَخَذَ سِنًا، فَجَاءَ صَاحِبَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالُوا لَهُ، فَقَالَ: ((إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، ثُمَّ قَضَاهُ أَفْضَلَ مِنْ سِنِهِ وَقَالَ: أَفْضَلَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً)). [راجع: ۲۳۰۵]

باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ اس زیادتی میں دوسرے لوگ جو وہاں بیٹھے تھے شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ اسی کو ملی جس کا اونٹ آپ پر قرض تھا۔

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِي سَفَرٍ، فَكَانَ عَلَى بَكْرِ لِعُمَرَ صَغْبٌ، فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَيَقُولُ أَبُوهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! نَبِيَّ كَرِيمٍ ﷺ

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لِي سَفَرٍ، فَكَانَ عَلَى بَكْرِ لِعُمَرَ صَغْبٌ، فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَيَقُولُ أَبُوهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! نَبِيَّ كَرِيمٍ ﷺ

اللہ لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيُّ ﷺ أَحَدًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((بِعَيْنِهِ))، فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ لَكَ، فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ: ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ، فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ)).

سے آگے کسی کو نہ ہونا چاہئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کہ عمر! اسے مجھے بیچ دے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ تو آپ ہی کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے خرید لیا۔ پھر فرمایا، عبد اللہ! یہ اب تیرا ہے۔ جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔

[راجعہ: ۲۱۱۵]

مطابقت ظاہر ہے کہ عبد اللہ کے ساتھ والے اس اونٹ میں شریک نہیں ہوئے، حضرت امام بخاریؒ نے اپنی دور رس نظر بصیرت سے اس امر کو ثابت فرمایا ہے کہ مجلس میں خواہ کتنے ہی لوگ بیٹھے ہوں، ہدیہ صرف اس کو دیا جائے گا جو اس کا مستحق ہے۔ اسی باریک بینی نے حضرت امام کو یہ مقام عطا فرمایا کہ فن حدیث کی گہرائیوں تک پہنچنا یہ صرف آپ کا حصہ تھا جس کی وجہ سے وہ امیر المؤمنین فی الحدیث سے مشہور ہوئے۔ اب آپ کے اس خدا داد منصب سے کوئی حسد کرتا ہے یا عناد، اس سے انکار کرتا ہے تو وہ کرتا رہے۔ حدیث نبوی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر فانی قبولیت دی جو تاقیام دنیا قائم رہے گی۔ ان شاء اللہ

باب اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور دوسرا شخص وہ

اونٹ اس کو ہبہ کر دے تو درست ہے

(۲۶۱۱) اور حمیدی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے عمرو نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا۔ نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دے چنانچہ آپ نے اسے خرید لیا اور پھر فرمایا عبد اللہ! تو یہ اونٹ لے جا۔ (میں نے یہ تجھ کو بخش دیا)

حضرت عبد اللہ اونٹ پر سوار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی حالت میں اسے خرید لیا اور پھر ازراہ نوازش عبد اللہ کو اسی حالت میں اسے ہبہ فرمایا، اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا۔

باب ایسے کپڑے کا تحفہ جس کا پہننا مکروہ ہو

۲۷- بَابُ هَدِيَّةٍ مَا يُكْرَهُ لِبَسْهَآ

کراہت عام ہے تزیینی ہو یا تحریمی الہ حدیث حرام کو بھی مکروہ کہہ دیتے ہیں۔

(۲۶۱۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ (بک رہا) ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اسے خرید لیتے اور جمعہ کے دن اور وفود کی ملاقات کے مواقع پر اسے زیب تن فرمایا

۲۶۱۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةَ سَبْرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبَسْتُهَا

کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب یہ دیا کہ اسے وہی لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ کے یہاں بہت سے (ریشمی) حلے آئے اور آپ نے ایک حلہ ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی عنایت فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ آپ یہ مجھے پہننے کے لئے عنایت فرما رہے ہیں حالانکہ آپ خود عطاروں کے حلوں کے بارے میں جو کچھ فرماتا تھا، فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اسے تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا ہے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا، جو مکے میں رہتا تھا۔

عطار بن حاسب بن زرارہ بن عدس بن تمیم کا بھیجا ہوا ایک شخص تھا۔ پہلا جوڑا جس کے خریدنے کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی تھی، وہی لایا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ریشمی حلے کا یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش فرمایا جس کا خود استعمال کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جائز نہ تھا۔ تفصیل معلوم کرنے کے بعد حضرت عمر نے وہ حلہ اپنے ایک غیر مسلم گئے بھائی کو دے دیا۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا اور یہ بھی کہ اپنے عزیز اگر غیر مسلم یا بد دین ہیں تب بھی ان کے ساتھ ہر ممکن احسان سلوک کرنا چاہئے کیونکہ یہ انسانیت کا تقاضا ہے اور مقام انسانیت بہر حال ارفع و اعلیٰ ہے۔

(۲۱۱۳) ہم سے ابو جعفر محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن فضیل نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے، لیکن اندر نہیں گئے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا (کہ آپ گھر میں تشریف نہیں لائے) علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر جب آنحضرت ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے دروازے پر دھاری دار پردہ لٹکا دیکھا تھا (اس لئے واپس چلا آیا) آپ نے فرمایا کہ مجھے دنیا (کی آرائش و زیبائش) سے کیا سروکار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر ان سے آپ کی گفتگو کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے جس طرح کا چاہیں اس سلسلے میں حکم فرمائیں۔ (آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو) آپ نے فرمایا کہ فلاں گھر میں اسے بھجوادیں۔ انہیں اس کی ضرورت ہے۔

دروازہ پر کپڑا بطور پردہ لٹکانا جائز نہ تھا، مگر محض زیب و زینت کے لئے کپڑا لٹکانا یہ خانوادۂ نبوت کے لئے اس لئے مناسب نہیں تھا کہ الفقر فخری ان کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ نے جو اپنے لئے پسند فرمایا اس کے لئے حضرت فاطمہؓ کو ہدایت فرمائی اور ایک موقع پر آیت

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَلَدِ قَال : إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَّةً، فَأَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً، فَقَالَ: أَكْسَوْتِنِيهَا وَقُلْتُ لِي حُلَّةٌ غَطَارِدٌ مَا قُلْتُ؟ فَقَالَ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسِكَهَا لِيَلْبَسَهَا)). فَكَسَا عُمَرُ أَخَاهُ لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا)). [راجع: ۸۸۶]

۲۶۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِنَتٍ فَاطِمَةٍ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((إِنِّي رَأَيْتُ عَلِيَّ بَابَهَا مِثْرًا مَوْشِيًا، فَقَالَ: مَا نِيْ وَلِلدُّنْيَا؟)) فَاتَّأَمَّا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ: لِيَأْمُرَنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ. قَالَ: تُرْسِلُ بِهِ إِلَى فَلَانٍ، أَهْلٍ يَنْتَبِهُ بِهِمْ حَاجَةً)).

کریمہ وللاخرة خیر لک من الاولی (الضحیٰ: ۴) کی روشنی میں ارشاد ہوا کہ میرے لئے میری آل کے لئے دنیاوی فقیش اور ترغ لائق نہیں، اللہ نے ہمارے لئے سب کچھ آخرت میں تیار فرمایا ہے۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی بہت ہی پیاری بیٹی ہیں، ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ آنحضرت ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ دنیا و آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ رمضان ۲ھ میں ان کا نکاح حضرت علیؑ سے ہوا اور ذی الحجہ میں رخصتی عمل میں آئی۔ ان کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور زینب، ام کلثوم اور رقیہ تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ وفات نبوی کے چھ ماہ بعد مدینہ طیبہ ہی میں بمر ۲۸ سال انتقال فرمایا۔ حضرت علیؑ نے ان کو غسل دیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ شب میں دفن کی گئیں۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے علاوہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ سچا نہیں پایا۔ انہوں نے فرمایا جبکہ ان دونوں کے درمیان کسی بات میں کبیدگی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ ان ہی سے پوچھ لیجئے کیونکہ وہ جھوٹ نہیں بولتی ہیں۔ مزید مناقب اپنے مقام میں آئیں گے۔ (رضی اللہ عنہا)

۴ اپریل ۷۷۰ء میں اس حدیث تک کعبہ شریف مکہ المکرمہ میں بغور و فکر متن بخاری شریف پارہ دس کو پڑھا گیا۔ اللہ پاک قلم کو لغزش سے بچائے اور کلام رسول اللہ ﷺ کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کا صحیح ترجمہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تشریحات میں بھی اللہ پاک فہم و فراست نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین۔

(۲۶۱۴) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ مجھے عبد الملک بن میسرہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے زید بن وہب سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک ریثی حلہ ہدیہ میں دیا تو میں نے اسے پہن لیا۔ لیکن جب غصے کے آثار روئے مبارک پر دیکھے تو اسے اپنی عورتوں میں بھاڑ کر تقسیم کر دیا۔

۲۶۱۴ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ خُلَّةَ مَيِّرَاءَ، فَلَبَسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْقَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ

نِسَائِي)). [طرفاء فی: ۵۳۶۶، ۵۸۴۰]۔

ابو صالح کی روایت میں یوں ہے فالموں کو بانٹ دیا، یعنی فاطمہ زہراءؑ اور فاطمہ بنت اسد کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب کو اور فاطمہ بنت شیبہ یا بنت عتبہ بن ربیعہ کو جو عقیل بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔

باب مشرکین کا ہدیہ قبول کر لینا

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی تو وہ ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک کافر بادشاہ یا (یہ کہا کہ) ظالم بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے کہا کہ انہیں (ابراہیم علیہ السلام کو) آجر (اجرہ) کو دے دو۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (خیبر کے یہودیوں کی طرف سے دشمنی میں) ہدیہ کے طور پر بکری کا ایسا

۲۸ - بَابُ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَسَارَةَ، فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ: أَعْطُوهَا أَجْرًا)). وَأَهْدَيْتَ لِلنَّبِيِّ ﷺ شَاةً فِيهَا سَمٌّ. وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: ((أَهْدَى مَلِكٌ أَهْلَةً لِلنَّبِيِّ

﴿بَغْلَةً يَنْتَظِرُ﴾، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِخِرِّهِمْ۔ گوشت پیش کیا گیا تھا جس میں زہر تھا۔ ابو حمید نے بیان کیا کہ ایلہ کے حاکم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سفید فخر اور چادر ہدیہ کے طور

بھیجی تھی اور نبی کریم ﷺ نے اسے لکھوایا کہ وہ اپنی قوم کے حاکم کی حیثیت سے باقی رہے۔ (کیونکہ اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا)

دومۃ الجندل ایک شرکا نام تھا جوک کے قریب۔ وہاں کا بادشاہ اکیدر بن عبد الملک بن عبد الجن نصرانی تھا۔ حضرت خالد بن ولید اسے گرفتار کر کے لائے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا کیونکہ وہ جزیہ دینے پر راضی ہو گیا تھا۔ اس نے ہدیہ مذکور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

کہتے ہیں حضرت سارہ بنت خوبصورت تھیں۔ ان کے حسن و جمال کی تعریف سن کر بادشاہ نے ان کو بلا بھیجا۔ بعض لوگوں نے اس کا نام عمرو بن امرء القیس بتلایا ہے۔ حضرت ہاجرہ اس کی بیٹی تھیں۔ بادشاہ نے حضرت سارہ کی کرامت دیکھ کر چاہا کہ اس کی بیٹی اس مبارک خاندان میں داخل ہو کر برکتوں سے حصہ پائے۔ حضرت ہاجرہ کو لونڈی باندی کہنا غلط ہے جس کا تفصیلی بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ ایلہ نامی مقام مذکورہ مکہ سے مصر جاتے ہوئے سمندر کے کنارے ایک بندرگاہ تھی وہاں کے عیسائی حاکم کا نام یوحنا بن اوبہ تھا۔ ان روایات کے نقل کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ مشرکین و کفار کے ہدایا کو قبول کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے۔

(۲۶۱۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا قنادہ سے اور ان سے انس بن ہشام نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دبیز قسم کے ریشم کا ایک جبہ ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ آپ اس کے استعمال سے (مردوں کو) منع فرماتے تھے۔ صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی (کہ کتنا عمدہ ریشم ہے) آپ نے فرمایا (تمہیں اس پر حیرت ہے) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذؓ ہشام کے رومال اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔

(۲۶۱۶) سعید نے بیان کیا قنادہ سے اور ان سے انس بن ہشام نے کہ دومہ (تجوک کے قریب ایک مقام) کے اکیدر (نصرانی) نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔

۲۶۱۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَنَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَهْدَيْ لِلنَّبِيِّ ﷺ جُبَّةً سُنْدُسٍ، وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ لِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا)). [طرفاه فی: ۲۶۱۶، ۳۲۴۸].

۲۶۱۶- وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنَسٍ: ((إِنَّ أَكِيدَرَ ذُوْمَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ)). [راجع: ۲۶۱۵]

جس کا ذکر اس حدیث میں ہے۔

(۲۶۱۷) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ہشام بن زید نے اور ان سے انس بن مالک بن ہشام نے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم

۲۶۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ الْوَهَّابُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ

بن مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ يَهُودِيَّةَ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا، فَقِيلَ: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: ((لَا)). فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

مٹھیلیم کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکری کا گوشت لائی، آپ نے اس میں سے کچھ کھایا (لیکن فوراً ہی فرمایا کہ اس میں زہر پڑا ہوا ہے) پھر جب اسے لایا گیا (اور اس نے زہر ڈالنے کا قرار بھی کر لیا) تو کہا گیا کہ کیوں نہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس زہر کا اثر میں نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کے تالوں میں محسوس کیا۔

تشریح اثر سے مراد اس زہر کا رنگ ہے یا اور کوئی تغیر جو آپ کے تالوں مبارک میں ہوا ہو گا۔ کہتے ہیں بشرین براء ایک صحابی نے بھی ذرا سا گوشت اس میں سے کھالیا تھا وہ مر گئے۔ جب تک وہ مرے نہ تھے آپ نے صحابہ کو اس عورت کے قتل سے منع فرمایا۔ چونکہ آپ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ یہ بھی آپ کی نبوت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ جب بشر مر گئے تو ان کے قصاص میں وہ عورت بھی ماری گئی۔ معلوم ہوا زہر خورانی سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو زہر کھلانے والے کو قصاصاً قتل کر سکتے ہیں اور خفیہ نے اس میں خلاف کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفات کے قریب ارشاد فرمایا اے عائشہ! جو کھانا میں نے خیر میں کھالیا تھا، یعنی یہی زہر آلود گوشت، اس نے اب اثر کیا اور میری شاہ رگ کاٹ دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت بھی عطا فرمائی (وحیدی)

اس واقعہ سے ان غالی مبتدعین کی بھی تردید ہوتی ہے جو آنحضرت ﷺ کو مطلقاً عالم الغیب کہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں صاف اللہ نے آپ سے اعلان کر لیا ہے ﴿لَوْ كُنْتَ أَغْلَمَ الْغَيْبِ لَاسْتَكُنْتَ مِنَ الْخَبْرِ وَمَا مَشْنَى الشَّوْءِ﴾ (الاعراف: ۱۸۸) یعنی میں غیب جاننے والا ہوتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور کبھی کوئی تکلیف مجھ کو نہ پہنچ سکتی۔ پس جو لوگ عقیدہ بالا رکھتے ہیں وہ سراسر گمراہی میں گرفتار ہیں۔ اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین۔

(۲۶۱۸) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے ابو عثمان نے بیان کیا اور ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم ایک سو تیس آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ایک سفر میں) تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا کسی کے ساتھ کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟ ایک صحابی کے ساتھ تقریباً ایک صاع کھانا (آٹا) تھا۔ وہ آٹا گوندھا گیا۔ پھر ایک لبا ترنگا مشرک پریشان بال بکریاں ہانکتا ہوا آیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ بیچنے کے لئے ہیں۔ یا کسی کا عطیہ ہے یا آپ نے (عطیہ کی بجائے) ہیہ فرمایا۔ اس نے کہا کہ نہیں بیچنے کے لئے ہیں۔ آپ نے اس سے ایک بکری خریدی پھر وہ ذبح کی گئی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کبھی بھوننے کے لئے کہا۔ قسم خدا کی ایک سو تیس اصحاب میں

۲۶۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ؟)) فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوَهُ، فَمَجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشَاعَنٌ طَوِيلٌ بَغَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةٌ؟ أَوْ قَالَ: أَمْ هِبَةٌ؟)) قَالَ: لَا، بَلْ بَيْعٌ. فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً، فَصَبَّغَتْ، وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِسِوَادِ الْبُظْنِ أَنْ يُشَوَّى. وَإِيمُ اللَّهِ سَمَّاهِي

سے ہر ایک کو اس کبھی میں سے کاٹ کے دیا۔ جو موجود تھے انہیں تو آپ نے فوراً ہی دے دیا اور جو اس وقت موجود نہیں تھے ان کا حصہ محفوظ رکھ لیا۔ پھر بکری کے گوشت کو دو بڑی قابوں میں رکھا گیا اور سب نے خوب سیر ہو کر کھلایا۔ جو کچھ قابوں میں بچ گیا تھا اسے اونٹ پر رکھ کر ہم واپس لائے۔ اوکا قاتل

الثَّلَاثِينَ وَالْعِمَاةَ إِلَّا وَقَدْ حَزَّ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ حُزَّةٌ مِنْ سِوَادٍ بَطِيْهَا، إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَغْطَاهَا إِيَّاهُ، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا حَبَا لَهُ، فَجَعَلَ مِنْهَا قِصْعَتَيْنِ، فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ وَشَبَعْنَا، فَفَضَّلَتِ الْقِصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ. (أَوْ كَمَا قَالَ)). [راجع: ۲۲۱۶]

اس سے بھی کسی کافر مشرک کا ہدیہ قبول کرنا یا اس سے کوئی چیز خریدنا ناجائز ثابت ہوا اور آنحضرت ﷺ کا ایک عظیم معجزہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی دعا سے وہ قلیل گوشت سب کے لئے کافی ہو گیا۔

باب مشرکوں کو ہدیہ دینا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”جو لوگ تم سے دین کے بارے میں لڑے نہیں اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے انہوں نے نکالا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے معاملہ میں انصاف کرنے سے تمہیں نہیں روکتا“

۲۹- بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لَا يَنْهَاكُمْ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾ [المتنحه : ۸]

اس آیت سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ مشرکوں اور کافروں سے دنیاوی اخلاق اور سلوک منع نہیں ہے۔

(۲۶۱۹) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کے یہاں ایک ریشمی جوڑا بک رہا ہے۔ تو آپ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ یہ جوڑا خرید لیجئے تاکہ جمعہ کے دن اور جب کوئی وفد آئے تو آپ اسے پہنا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے تو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے ریشمی جوڑے آئے اور آپ نے ان میں سے ایک جوڑا عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے کس طرح پہن سکتا ہوں جبکہ آپ خود ہی اس کے متعلق جو کچھ ارشاد فرماتا تھا، فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا بلکہ اس لئے دیا کہ تم اسے بیچ دو یا کسی (غیر مسلم) کو پہنا دو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مکے میں اپنے ایک بھائی کے گھر بھیج دیا جو ابھی اسلام

۲۶۱۹- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَى عُمَرُ خُلَّةً عَلَى رَجُلٍ تَبَاعَ، فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: ابْتَغِ هَذِهِ الْخُلَّةَ تَلْبَسُهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ، فَقَالَ: ((إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ))، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا بِخُلَّةٍ، فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ مِنْهَا بِخُلَّةٍ، فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيهَا مَا قُلْتَ؟ قَالَ: ((إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا، تَبِيعُهَا أَوْ تَكْسُوهَا)). فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخِي لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ

نہیں لایا تھا۔

﴿مُسْلِمٌ﴾: [راجع: ۸۸۶]

معلوم ہوا کہ مشرکین کو ہدیہ دیا بھی جاسکتا ہے۔ اسلام نے دنیاوی معاملات میں اپنوں اور غیروں کے ساتھ ہمیشہ رواداری و اشتراک باہمی کا ثبوت دیا ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ سے عیاں ہے کہ مسلمان جس ملک میں گئے، تمدن اور معاشرت میں وہاں کی قوموں میں خلط ملط ہو گئے۔ جس زمین پر جا کر بے اس کو گل و گلزار بنا دیا۔ کاش! معاندین اسلام ان حقائق پر غور کریں۔

(۲۶۲۰) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میری والدہ (قتیلہ بنت عبد العزیٰ) جو مشرکہ تھیں، میرے یہاں آئیں۔ میں نے آپ سے پوچھا، میں نے یہ بھی کہا کہ وہ (مجھ سے ملاقات کی) بہت خواہش مند ہیں، تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

۲۶۲۰- حَدَّثَنَا غَبِيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ عَلَى أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ: إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ، أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: ((نَعَمْ، صَلِّيْ أُمْلِكُ)).

[أطرافه في: ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹]

اس کا بیٹا حارث بن مدرکہ بھی ساتھ آیا تھا۔ مگر اس کا نام صحابہ میں نہیں ہے۔ شاید وہ کفری پر مرا۔ یہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اسی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت کے زمانے میں طلاق دے دی تھی اور وہ اب بھی غیر مسلمہ تھی جو مدینہ میں اپنی بیٹی اسماء کو دیکھنے آئی اور میوے اور سبزی وغیرہ کے تحفے ساتھ لائی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی اور احسن برتاؤ کا حکم دیا تھا۔ اس سے اسلام کی اس روش پر روشنی پڑتی ہے جو وہ غیر مسلم مردوں عورتوں کے ساتھ برتاؤ پیش کرتا ہے۔

۳۰- بَابُ لَا يَجِلُّ لِأَخِي أَنْ يَرْجِعَ بَابُ كَيْسِي كَلَيْ حَلَالٍ نَهَيْتُ أَنْ يَرْجِعَ بَابُ كَيْسِي كَلَيْ حَلَالٍ نَهَيْتُ أَنْ يَرْجِعَ بَابُ كَيْسِي كَلَيْ حَلَالٍ نَهَيْتُ أَنْ يَرْجِعَ

واپس لے لے

فِي هَيْبَتِهِ وَصَدَقْتِهِ

(۲۶۲۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام اور شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا سعید بن مسیب سے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اپنا دیا ہوا ہدیہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی کی ہوئی قے کا چائے والا۔

۲۶۲۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمَاعِدُ فِي هَيْبَتِهِ كَالْمَاعِدِ فِي قَيْبِهِ)).

[راجع: ۲۵۸۹]

ظاہر حدیث سے یہی نکلتا ہے کہ ہبہ اور صدقہ میں رجوع حرام ہے لیکن دوسری حدیث کی رو سے وہ ہبہ مستثنیٰ ہے جو باپ اپنی اولاد کو کرے، اس میں رجوع کرنا جائز ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا یہی فتویٰ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے رجوع کو مکروہ کہا ہے حرام نہیں۔

۲۶۲۲- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوءِ، الَّذِي يَعُودُ فِيهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ)).

[راجع: ۲۵۸۹]

۲۶۲۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَصَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَغْطَاكَ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ)). [راجع: ۱۴۹۰]

(۲۶۲۲) ہم سے عبدالرحمن بن مبارک نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا عکرمہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال النبی ﷺ: ((لَیْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الَّذِیْ یَعُوْدُ فِیْهِ کَالْکَلْبِ یَرْجِعُ فِیْ قَیْئِهِ)).

(۲۶۲۳) ہم سے یحییٰ بن قزعه نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا زید بن اسلم سے ان سے ان کے باپ نے کہ انہوں نے عمر بن خطابؓ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے (ایک شخص کو) دیا۔ جسے میں نے وہ گھوڑا دیا تھا۔ اس نے اسے دہلا کر دیا۔ اس لئے میرا ارادہ ہوا کہ اس سے اپنا وہ گھوڑا خرید لوں۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ شخص وہ گھوڑا سستے داموں پر بیچ دے گا۔ لیکن جب میں نے اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو، خواہ تمہیں وہ ایک ہی درہم میں کیوں نہ دے۔ کیونکہ اپنے صدقہ کو واپس لینے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو اپنی ہی قے خود چاٹتا ہے۔

اس گھوڑے کا نام ورد تھا۔ یہ تیم داری نے آنحضرت ﷺ کو تحفہ گزرا تا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اسے حضرت عمرؓ کو بخش دیا تھا۔

باب

۳۱ - بَابُ

یہ باب گویا پہلے باب کی فصل ہے اور اس باب میں جو حدیث بیان کی اس کی مناسبت اگلے باب سے یہ ہے کہ صہیب کے بیٹوں نے جب آنحضرت ﷺ کا بہہ بیان کیا تو مروان نے یہ نہ پوچھا کہ آپ نے رجوع کیا تھا یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ بہہ میں رجوع نہیں۔

(۲۶۲۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ ابن جدعان کے غلام بنو صہیب نے دعویٰ کیا کہ دو مکان اور ایک حجرہ نبی کریم ﷺ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا تھا۔ (جو وراثت میں انہیں ملنا چاہئے) خلیفہ مروان بن حکم نے پوچھا کہ تمہارے حق میں اس دعویٰ پر گواہ کون

۲۶۲۴- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هِشَامٍ عَنْ يُونُسَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّادٍ أَنَّ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ: ((أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ مَوْلَى بَنِي جَدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْنَيْنِ وَحُجْرَةً أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَغْطَى ذَلِكَ صُهَيْبًا،

فَقَالَ مَرَوَانُ مَنْ يَشْهَدُ لَكُمْ عَلَى ذَلِكَ؟
 قَالُوا: ابْنُ عُمَرَ. فَدَعَاهُ، فَشَهِدَ لِأَعْطَى
 رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صُحْبَتَا بَنَيْنِ وَحُجْرَةَ،
 فَقَضَى مَرَوَانُ بِشَهَادَتِهِ لَهُمْ)).

ہے؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ مروان نے آپ کو بلایا تو
 آپ نے گواہی دی کہ وہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے صہیب رضی اللہ
 عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ دیا تھا۔ مروان نے آپ کی گواہی پر فیصلہ
 ان کے حق میں کر دیا۔

صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت پر گو حاکم کو اطمینان ہو سکتا تھا۔ مگر شرعاً ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہے۔ گو وہ کتنا ہی
 معتبر ہو۔ مروان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت لی ہو گی اور مدعیوں سے قسم، ایک گواہ اور ایک مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے۔
 اہل حدیث اور شافعی اور احمد اور اکثر علماء کا یہی قول ہے، حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے۔

”عمری اور رقبی کے بارے میں روایات“

۳۲- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْعُمَرَى وَالرَّقْبَى
 أَغْمَرْتُهُ الدَّارَ فَبَيَّ عُمَرَى: جَعَلْتُهَا لِي.
 ﴿اِسْتَعْمَرْتُ فِيهَا﴾ جَعَلْتُكُمْ عُمَارًا.

(اگر کسی نے کہا کہ) میں نے عمر بھر کے لئے تمہیں یہ مکان دے دیا تو
 اسے عمری کہتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر بھر کے لئے) مکان
 میں نے اس کی ملکیت میں دے دیا۔ قرآنی لفظ ﴿اِسْتَعْمَرْتُ فِيهَا﴾
 کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

۲۶۲۵- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا
 شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَضَى النَّبِيُّ ﷺ
 بِالْعُمَرَى أَنَهَا لِمَنْ وَهَبَتْ لَهُ)).

(۲۶۲۵) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، ان
 سے یحییٰ نے، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
 رسول اللہ ﷺ نے عمری کے متعلق فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس کا ہو جاتا
 ہے جسے ہبہ کیا گیا ہو۔

لَتَبَيَّنَ
 عمری کسی شخص کو مثلاً عمر بھر رہنے کے لئے مکان دینا۔ رقبی یہ ہے مثلاً کسی کو ایک مکان دے اس شرط پر کہ اگر دینے والا
 پہلے مر جائے تو مکان اس کا ہو گیا اور اگر لینے والا پہلے مر جائے تو مکان پھر دینے والے کا ہو جائے گا۔ اس میں ہر ایک
 دوسرے کی موت کو تکتا رہتا ہے۔ اس لئے اس کا نام رقبی ہوا۔ یہ دونوں عقد جاہلیت کے زمانے میں مروج تھے۔ جمہور علماء کے نزدیک
 دونوں صحیح ہیں اور امام ابو حنیفہ نے رقبی کو منع رکھا ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک عمری لینے والے کا ملک ہو جاتا ہے اور دینے والے
 کی طرف نہیں لوٹتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث اس باب میں بیان کی۔ اس میں صرف عمری کا ذکر ہے رقبی کا نہیں۔ اور شائد
 انہوں نے دونوں کو ایک سمجھا (وحیدی)

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ والعمری بضم المهملة وسكون الميم مع القصر وحكى ضم الميم مع ضم اوله وحكى فتح اوله مع
 السكون مأخوذ من العمر والرقبي بوزنها من المراقبة لانهم كانوا يفعلون ذلك في الجاهلية فيعطى الرجل الدار ويقول له اعمرتك ايها
 اى ربحتها لك مدة عمرك فقبل لها عمرى لذلك و كذا قيل لها رقبى لان كلامهما يرقب متى يموت الاخر لترجع اليه وكذا ورنه
 فيقومون مقامه في ذلك هذا اصلها لغة واما شرعا فالجمهور على ان العمرى اذا وقعت كانت ملكا للاخذ ولا ترجع الى الاول الا ان صرح
 باشتراط ذلك وذهب الجمهور الى صحة العمرى (فتح الباری)

خلاصہ یہ کہ لفظ عمری عمر سے ماخوذ ہے اور رقبی مراقبہ سے۔ اس لئے کہ جاہلیت میں دستور تھا کوئی آدمی بطور عطیہ کسی کو اپنا گھر
 اس شرط پر دے دیتا کہ یہ گھر صرف تیری مدت عمر تک کے لئے میں تجھے بخش کرتا ہوں اسی لئے اسے عمری کہا گیا اور رقبی اس لئے

کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی موت کا خطرہ رہتا کہ کب وہ موہوب لہ انتقال کرے اور کب گھرواہب کو واپس ملے۔ اسی طرح اس کے وارث کا خطرہ رہے۔ یہ لغوی طور پر ہے۔ شرعاً یہ کہ جمہور کے نزدیک کہ عمری جب واقع ہو جائے تو وہ لینے والے کی ملکیت بن جاتا ہے اور اول کی طرف نہیں واپس ہو سکتا۔ مگر اس صورت میں کہ دینے والا صراحت کے ساتھ واپسی کی شرط لگا دے اور جمہور کے نزدیک عمری صحیح ثابت ہو جاتا ہے۔

(۲۶۲۶) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے نضر بن انس نے بیان کیا، ان سے بشیر بن نیک نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے اور عطاء نے کہا کہ مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح بیان کیا۔

کسی کو کوئی چیز صرف اس کی عمر تک بخش دینا اسی کو عمری کہا گیا ہے۔

باب جس نے کسی سے گھوڑا عاریتاً لیا

(۲۶۲۷) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، قتادہ سے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ مدینے پر (دشمن کے حملے کا) خوف تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا، پھر آپ اس پر سوار ہوئے (صحابہ بھی ساتھ تھے) پھر جب واپس ہوئے تو فرمایا: ہمیں تو کئی خطرہ کی چیز نظر نہ آئی، البتہ یہ گھوڑا ہم نے سمندر کی طرح

(تیز دوڑتا) پایا۔

۲۶۲۶- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْعُمْرَى جَائِزَةٌ)). وَقَالَ عَطَاءٌ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. نَحْوَهُ.

۳۳- بَابُ مَنْ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ

۲۶۲۷- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: كَانَ فَرَسًا بِالْمَدِينَةِ، فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمُنْدُوبُ فَرَسًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)).

[أطرافه في: ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۵۳،

۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸،

۴۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲].

دربار کی طرح تیز اور بے تکان جاتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپ نگلی پیٹھ پر سوار ہوئے آپ کے گلے میں کھوار پڑی تھی۔ آپ اکیلے ہی طرف تشریف لے گئے جدھر سے مدینہ والوں نے آواز سنی تھی۔ سبحان اللہ! آنحضرت ﷺ کی شجاعت اس واقعہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اکیلے تمام دشمن کی خبر لینے کو تشریف لے گئے۔ سخاوت ایسی کہ کسی مانگنے والے کا سوال رد نہ کرتے۔ شرم اور حیا اور مروت ایسی کہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ۔ عفت ایسی کہ کبھی بدکاری کے پاس تک نہ پھٹکے۔ حسن اور جمال ایسا کہ سارے عرب میں کوئی آپ کا نظیر نہ تھا۔ فحاش اور لطافت ایسی کہ جدھر سے نکل جاتے۔ درو دیوار معطر ہو جاتے۔ حسن خلق ایسا کہ دس برس تک حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت میں رہے کبھی ان کو جھڑکا تک نہیں۔ عدل اور انصاف ایسا کہ اپنے گئے چچا کی بھی کوئی رعایت

نہ کی۔ فرمایا اگر فاطمہ بیٹی بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹواؤں، عبادت اور ریاضت ایسی کہ نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں ورم کر گئے۔ بے لمبی ایسی کہ لاکھ روپے آئے، سب مسجد نبوی میں ڈلوادے اور اسی وقت بٹوا دیئے۔ مبر و قناعت ایسی کہ دو دو مہینے تک چولہا گرم نہ ہوتا۔ جو کی سوکھی روٹی اور کھجور پر اکتفاء کرتے۔ کبھی دو دو تین تین فاقے ہوتے۔ ننگے پورے پڑھتے۔ بدن پر نشان پڑ جاتا مگر اللہ کے شکر گزار اور خوش و خرم رہتے۔ حرف شکایت زبان پر نہ لاتے۔ کیا ان سب امور کے بعد کوئی احمق سے احمق بھی آپ کی نبوت اور پیغمبری میں شک کر سکتا ہے؟ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

باب شب عروسی میں دلہن کے لئے

کوئی چیز عاریتاً لینا

(۲۶۲۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالواحد بن ابیمن نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قطر (عین کا ایک دبیز کھردرا کپڑا) کی قمیص قیمتی پانچ درہم کی پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا۔ ذرا نظر اٹھا کے میری اس لونڈی کو تو دیکھ اسے گھر میں بھی یہ کپڑے پہننے سے انکار ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس اسی کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی دلہن بنائی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص عاریتاً منگالیتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بتانا چاہتی ہیں کہ اب ہمارے گھروں میں جس طرح کے کپڑے پہننے سے ہماری باندیوں کو انکار ہے رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ہمارے ایسے کپڑے لوگ شادیوں میں استعمال کے لئے عاریتاً لے جایا کرتے تھے۔ اس سے کپڑوں کا عاریتاً لے جانا ثابت ہوا۔

باب تحفہ منیمہ کی فضیلت کے بارے میں

(۲۶۲۹) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا یہی عمدہ ہے ہدیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا جس نے ابھی حال ہی میں بچہ جنا ہو اور دودھ دینے والی بکری کا جو صبح و شام اپنے دودھ سے برتن بھر دیتی ہے۔ ہم سے عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا کہ (دودھ دینے والی اونٹنی

۳۴- بَابُ الْإِسْتِعَارَةِ لِلْعُرُوسِ عِنْدَ

الْبَنَاءِ

۲۶۲۸- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِي مَنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قَطِرٌ ثَمَنُ خُمُسَةِ دَرَاهِمٍ، فَقَالَتْ: اذْهَبْ بِصَرَكٍ إِلَى جَارِئَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا تُزْهِى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْيَتِّ. وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُمْ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَمَا كَانَتْ امْرَأَةٌ تَقِينُ بِالْمَدِينَةِ إِلَّا أُرْسِلَتْ إِلَيَّ تَسْعِيرَةً)).

۳۵- بَابُ فَضْلِ الْمَنِحَةِ

۲۶۲۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((نِعْمَ الْمَنِحَةُ اللَّفْحَةُ الصَّفِيُّ مَنَحَةٌ، وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرَوْحُ بِإِنَاءٍ)). حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ قَالَ: ((نِعْمَ

الصَّدَقَةُ. ((. [طرفہ فی: ۵۶۰۸].) (کا صدقہ کیا ہی عمدہ ہے۔

منیہ عربوں کی اصطلاح میں دودھ دینے والی اونٹنی یا کسی بھی ایسے جانوروں کو کہتے تھے جو کسی دوسرے کو کوئی تحفہ کے طور پر دودھ پینے کے واسطے دے دے۔

منیہ اور صدقہ میں فرق ہے۔ منیہ حسن معاملت اور صلہ رحمی کے باب سے تعلق رکھتا ہے اور صدقہ کا مفہوم بہت عام ہے۔ ہر میٹھی بات کو بھی صدقہ کہا گیا ہے اور ہر مناسب اور اچھے طرز عمل کو بھی۔ اس لحاظ سے منیہ اور صدقہ میں عموم خصوص مطلق کا فرق ہے۔ ہر منیہ صدقہ بھی ہے مگر ہر صدقہ منیہ نہیں ہے۔ فافہم۔

المحدث الکبیر حضرت مولانا عبدالرحمن مبارکپوری مرحوم فرماتے ہیں۔ قال فی القاموس منحة كمنعه وضربه اعطاه والاسم المنحة بالكسر ومنحة الناقة جعل له وبرها ولبنها وولدها وهي المنحة والمنيحة انتهى وقال الحافظ في الفتح المنيحة بالنون والمنيحة وزن عظيمة هي في الاصل العطية قال ابو عبيدة المنيحة عند العرب على وجهين احدهما ان يعطى الرجل صاحبه صلة فتكون له والاخران يعطيه ناقة او شاة ينتفع بحلبها ووبرها زمان ثم يرددها وقال القزاز قيل لا تكون المنيحة الا ناقة او شاة والاول اعرف انتهى (تحفة الاحوذی ج: ۳ / ص: ۱۳۳)

خلاصہ یہ کہ لفظ منہ اور منیہ اصل میں عطیہ بخشش پر بولا جاتا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ منیہ عرب کے نزدیک دو طریق پر ہے۔ اول تو یہ کہ کوئی اپنے ساتھی کو بطور صلہ رحمی بخش دے، وہ اس کا ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی کسی کو اونٹنی یا بکری اس شرط پر دے کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور ایک عرصہ بعد اسے واپس کر دے۔ قرآن نے کہا کہ لفظ منیہ صرف اونٹنی یا بکری کے عطیہ پر بولا جاتا ہے۔ مگر اول معنی ہی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

۲۶۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ مِنْ مَكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيهِمْ يَغْنِي شَيْئًا، وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ، فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ يُعْطَوْهُمْ ثِمَارَ أَمْوَالِهِمْ كُلِّ عَامٍ وَيَكْفُوهُمْ الْعَمَلَ وَالْمَوْتَةَ. وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ أُمُّ سَلِيمٍ كَانَتْ أُمُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، فَكَانَتْ أَغْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَذَاقًا، فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ أَمْ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أَمْ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ)). قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا فَرَّغَ مِنْ قِتَالِ

۲۶۳۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دی یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے ساتھ کوئی بھی سامان نہ تھا۔ انصار زمین اور جائداد والے تھے۔ انصار نے مہاجرین سے یہ معاملہ کر لیا کہ وہ اپنے باغات میں سے انہیں ہر سال پھل دیا کریں گے اور اس کے بدلے مہاجرین ان کے باغات میں کام کیا کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم جو عبد اللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کی بھی والدہ تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا ایک باغ ہدیہ دے دیا تھا۔ لیکن آپ نے وہ باغ اپنی لونڈی ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں، عنایت فرما دیا۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے یہودیوں کی جنگ سے فارغ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے تحائف واپس کر دیئے جو انہوں

نے پھلوں کی صورت میں دے رکھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا باغ بھی واپس کر دیا اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اس کے بجائے اپنے باغ میں سے (کچھ درخت) عنایت فرمادیئے۔ احمد بن شیبہ نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے خبر دی اور انہیں یونس نے اسی طرح البتہ (اپنی روایت میں بجائے مکانہن من حانطہ کے) مکانہن من خالصہ بیان کیا۔

أَهْلُ خَيْبَرَ فَأَنْصَرَفَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ - النَّبِيُّ كَانُوا مِنْهُمْ - مِنْ ثَمَارِهِمْ، فَرَدَّ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى أُمِّهِ عَذَاقَهَا، وَأَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَانِطَةٍ. وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ بِهَذَا وَقَالَ: ((مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصَةٍ)).

[أطرافه في: ٣١٢٨، ٤٠٣٠، ٣١٢٠]

تشیخ یعنی بجائے من حانطہ کے اس روایت میں من خالصہ ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص اپنی زمین میں سے چند کھجور کے درخت آنحضرت ﷺ کو دیا کرتا تھا۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائیدادیں آپ کو ملیں تو آپ نے اس شخص کے درخت پھیر دیئے۔ انسؓ نے کہا میرے عزیزوں نے مجھ سے کہا تو آنحضرت ﷺ کے پاس جا اور جو درخت ہم نے آنحضرت ﷺ کو دیئے تھے وہ سب کے سب یا ان میں سے کچھ واپس مانگ۔ آنحضرت ﷺ نے وہ درخت ام ایمن اپنی آیا کو دے دیئے تھے۔ میں جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے وہ درخت مجھ کو دے دیئے۔ ام ایمن آئیں اور میرے گلے پڑ گئیں، کہنے لگیں وہ درخت تو میں تجھ کو کبھی نہیں دوں گی۔ آنحضرت ﷺ ان کو سمجھانے لگے۔ ام ایمن تو ان کے بدلے اتنے اتنے درخت لے لے۔ وہ کہتی رہیں میں ہرگز نہ لوں گی قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے دس گئے درخت ان کے بدلے دینا قبول کئے (وحیدی)

(۲۶۳۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا حسان بن عطیہ سے، ان سے ابو کبشہ سلولی نے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چالیس خصلتیں جن میں سب سے اعلیٰ و ارفع دودھ دینے والی بکری کا ہدیہ کرنا ہے۔ ایسی ہیں کہ جو شخص ان میں سے ایک خصلت پر بھی عامل ہو گا ثواب کی نیت سے اور اللہ کے وعدے کو سچا سمجھتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حسان نے کہا کہ دودھ دینے والی بکری کے ہدیہ کو چھوڑ کر ہم نے سلام کا جواب دینا چھینکے والے کا جواب دینا اور تکلیف دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دینے وغیرہ کا شمار کیا، تو سب پندرہ خصلتیں بھی ہم شمار نہ کر سکے۔

۲۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةٍ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ عَمْرِو بْنِ رَضِيٍّ وَاللَّهِ ﷻ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرْبَعُونَ خَصْلَةً - أَغْلَاهُنَّ مَنِيخَةُ الْغَنَزِ - مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصَدِيقِ مَوْعُودِهَا إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ)). قَالَ حَسَّانٌ: لَقَدْ ذُنَّا مَا ذُنُونَ مَنِيخَةَ الْغَنَزِ - مَنْ رَدَّ السَّلَامَ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ - فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ

عَشْرَةَ خَصْلَةٍ.

آنحضرت ﷺ نے ان خصلتوں کو کسی مصلحت سے مبسم رکھا۔ شاید یہ غرض ہو کہ ان کے سوا اور دوسری نیک خصلتوں میں لوگ سستی نہ کرنے لگیں۔ مترجم کتا ہے کہ ایسی عمدہ خصلتیں جن پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ متفرق احادیث میں چالیس بلکہ زیادہ بھی مذکور موجود ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ حضرت حسان بن عطیہ کو ان سب کا مجموعی طور پر علم نہ ہو سکا۔ تفصیل مزید کے لئے کتاب شعب الایمان امام بیہقی کا مطالعہ مفید ہو گا۔

(۲۶۳۲) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عطاء نے بیان کیا، ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے بہت سے اصحاب کے پاس فالتو زمین بھی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ تمہاری یا چوتھائی یا نصف کی بٹائی پر ہم کیوں نہ اسے دے دیا کریں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو تو اسے خود بونی چاہئے یا پھر کسی اپنے بھائی کو ہدیہ کر دینی چاہئے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو پھر زمین اپنے پاس ہی رکھے رہے۔

۲۶۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي غَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ لِرِجَالٍ مَنَا فَضُولٌ أَرْضِينَ، فَقَالُوا: نَوَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبْعِ وَالنِّصْفِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرِغْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ. فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْسِكْ أَرْضَهُ)).

(۲۶۳۳) اور محمد بن یوسف نے بیان کیا، ان سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یزید نے بیان کیا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہجرت کے لئے پوچھا۔ آپ نے فرمایا، خدا تم پر رحم کرے۔ ہجرت کا تو بڑا ہی دشوار معاملہ ہے۔ تمہارے پاس اونٹ بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، اور اس کا صدقہ (زکوٰۃ) بھی ادا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، اس میں سے کچھ ہدیہ بھی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے دریافت فرمایا، تو تم اسے پانی پلانے کے لئے گھاٹ پر لے جانے والے دن دوہتے ہو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا کہ سمندروں کے پار بھی اگر تم عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑے گا۔

۲۶۳۳- وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي غَطَاءٌ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهَجْرَةِ، فَقَالَ: ((وَبِحَلِّكَ، إِنَّ الْهَجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وَرْدِهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَارِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا)).

ایک دیہاتی نے دیگر ماجرین کی طرح اپنا ملک چھوڑ کر مدینہ میں رہنا چاہا آپ جانتے تھے کہ اس سے ہجرت نہ بھگے گی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنے ملک میں رہ کر نیک کام کرتا رہ، یہی کافی ہے۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے جبکہ ہجرت فرض نہیں رہی تھی۔

(۲۶۳۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے طاؤس نے بیان کیا کہ مجھ سے ان میں سب سے زیادہ اس (مخبرہ) کے جاننے والے نے بیان کیا، ان کی مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تھی کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ایسے کھیت کی طرف تشریف لے گئے جس کی کھیتی لہلہا رہی تھی، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا ہے؟ صحابہؓ نے بتلایا کہ فلاں نے اسے کرایہ پر لیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ہدیتاً دے دیتا تو اس سے بہتر تھا کہ اس پر ایک مقررہ اجرت وصول کرتا۔

۲۶۳۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَلِكَ - يَغْنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ نَهْتَرُ زَرْعًا، فَقَالَ: ((لِمَنْ هَذِهِ؟)) فَقَالُوا: اكْتَرَاهَا فُلَانٌ. فَقَالَ: ((أَمَّا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ كَانَ لَهُ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَغْلُومًا)). [راجع: ۲۳۳۰]

مطلب آنحضرت ﷺ کا یہ تھا کہ اگر زمین بیکار پڑی ہو تو اپنے مسلمان بھائی کو مفت زراعت کے لئے دے دے۔ اس کا کرایہ لینے سے یہ امر افضل ہے اور کرایہ لینے سے آپ نے منع نہیں فرمایا۔ دوسری روایت میں عمرو نے طاؤس سے کہا، کاش! تم بٹائی کرنا چھوڑ دو، کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔ انہوں نے کہا عمرو! میں تو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہوں اور صحابہؓ میں جو سب سے زیادہ علم رکھتے تھے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے مجھ سے بیان کیا، آخر تک۔ یہ نہ بھولنا چاہئے کہ عہد نبوی نہ صرف عرب بلکہ ساری دنیا میں انسانی، تمدنی، معاشرتی ترقی کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ ان ہی مقاصد کے پیش نظر پیغمبر اسلام علیہ الف صلوٰۃ والسلام نے زمین کو آباد کرنے کے سلسلہ میں ہر ممکن آسانی و سہولت کو مد نظر رکھا اور اس کو زیادہ عوامی بنانے کی رغبت دلائی، مگر بعد کے زمانوں میں جاگیرداری نظام نے زمیندار اور کاشتکار دو طبقے پیدا کر دیئے جن کے نتائج بد کی سنگین سزائیں آج تک یہ دونوں گروہ باہمی کش مکش کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ کاش اسلامی نظام دنیا میں برپا ہو، جس کی برکت سے نوع انسانی کو ان مصائب سے نجات مل سکے۔ آمین۔

باب عام دستور کے مطابق کسی نے کسی شخص سے کہا کہ یہ لڑکی میں نے تمہاری خدمت کے لئے دی تو جائز ہے بعض لوگوں نے کہا کہ لڑکی عاریتاً ہوگی اور اگر یہ کہا کہ میں نے تمہیں یہ کپڑا پہننے کے لئے دیا تو کپڑا ہبہ سمجھا جائے گا۔

۳۶- بَابُ إِذَا قَالَ: أَخَذْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهِيَ جَائِزٌ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هَذِهِ عَارِيَةٌ. وَإِنْ قَالَ: كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوبَ فَهَذِهِ هِبَةٌ.

مقصود امام بخاری کا حنفیہ پر رد کرنا ہے کہ لونڈی میں تو وہ کلام خاص عاریت پر محمول ہو گا اور کپڑے میں ہبہ پر۔ یہ ترجیح بلا مرجع اور تخصیص بلا تخصیص ہے۔ بعضوں نے کہا وان قال کسوتک هذا الثوب یہ الگ کلام ہے۔ بعض الناس کا مقولہ نہیں ہے۔

(۲۶۳۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سارہؓ کے ساتھ ہجرت کی تو انہیں بادشاہ نے آجر کو (یعنی ہاجرہ کو) عطیہ میں

۲۶۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ،

دے دیا۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور ابراہیم سے کہا، دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ایک لڑکی خدمت کیلئے بھی دے دی۔ ابن سیرین نے کہا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے کہ بادشاہ نے ہاجرہ کو ان کی خدمت کیلئے دے دیا تھا۔

باب جب کوئی کسی شخص کو گھوڑا سواری کے لئے ہدیہ کر دے تو وہ عمری اور صدقہ کی طرح ہوتا ہے (کہ اسے واپس نہیں لیا جاسکتا) لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ واپس لیا جاسکتا ہے۔

(۲۶۳۶) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، کہا کہ میں نے مالک سے سنا، انہوں نے زید بن اسلم سے پوچھا تھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے ایک شخص کو دے دیا تھا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ اسے بیچ رہا ہے۔ اسلئے میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ اسے واپس میں ہی خرید لوں؟ آپ نے فرمایا اس گھوڑے کو نہ خرید اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو وہ جس کو دیا اس کی ملک ہو چکا اب اس میں رجوع جائز نہیں۔ باب اور حدیث میں یہی مطابقت ہے۔

فَأَعْطَوْهَا آجَرَ، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: أَشْعَرْتُ أَنْ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً؟)) وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((فَأَخْدَمَهَا هَاجِرًا)). [راجع: ۲۲۱۷]

۳۷- بَابُ إِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمُرِيِّ وَالصَّدَقَةِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا.

۲۶۳۶- حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَشْرِهِ وَلَا تَعْدُ فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ۱۴۹۰]

۵۲- کتاب الشہادات

کتاب گواہوں کے متعلق مسائل کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب گواہیوں کا پیش کرنا

۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى

الْمُدَّعِي

مدعی کے ذمہ ہے

مدعی وہ شخص جو کسی حق یا شے کا دوسرے پر دعویٰ کرے۔ مدعی علیہ جس پر دعویٰ کیا جائے۔ بار ثبوت شرعاً بھی مدعی پر ہے اور عقل اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ہے کہ ”اے ایمان والو! جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کسی مدت مقررہ تک کے لئے کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا ٹھیک صحیح لکھے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھایا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ لکھ دے اور چاہئے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہے اور چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ پھر اگر وہ جس کے ذمے حق واجب ہے کم عقل ہو یا یہ کہ کمزور ہو اور اس قابل نہ ہو کہ وہ خود لکھواسکے تو لازم ہے کہ اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوادے اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو۔ پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہو، ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ تاکہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دونوں میں سے بھول جائے اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور اس (معاطلے) کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی میعاد تک لکھنے سے اتنا نہ جائے یہ کتابت اللہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ انصاف سے نزدیک ہے اور گواہی کو درست تر رکھنے والی ہے اور زیادہ لائق اس کے کہ تم شبہ میں نہ پڑو، بجز اس کے کہ کوئی سودا ہاتھوں ہاتھ ہو جسے تم باہم لیتے دیتے ہی رہتے ہو۔ سو تم پر اس میں کوئی الزام نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور جب خرید و فروخت کرتے ہو تب بھی گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ دیا جائے اور اگر ایسا کرو گے تو یہ تمہارے حق میں ایک گناہ ہو گا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بہت جاننے والا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ چاہے تمہارے یا

لَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ، وَلْيَكْتُبَ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ، وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ، فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَخْشَ مِنْهُ شَيْئًا، فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلِئَ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ، وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ، فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّاهِدَةِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكَّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى، وَلَا يَأْبَ الشَّاهِدَةُ إِذَا مَا دُعُوا، وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ تَكْتُبُوا صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلٍ، ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَنْ لَا تَرْتَابُوا، إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ لَا تَكْتُبُوهَا، وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ، وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ، وَإِنْ تَفَعَّلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ، وَبِعَلِّمُكُمُ اللَّهُ، وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۸۲]۔

وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ اللَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ

غَيَا أَوْ فَتِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا، فَلَا تَتَّبِعُوا
الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوْا أَوْ نَفَرْتُمْ
فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾
(النساء: ۱۳۵)

(تمہارے) والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ وہ امیر ہو یا
مفلس، اللہ (بہر حال) دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ تو خواہش نفس کی
پیروی نہ کرنا کہ (حق سے) ہٹ جاؤ اور اگر تم کچی کرو گے یا پہلو تھی
کرو گے، تو جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اس سے خوب خبردار ہے۔

اسلامیات کا ادنیٰ ترین طالب علم بھی جان سکتا ہے کہ اسلامی تعلیم کا خلاصہ بنی نوع انسان کو اجتماعی طور پر ایک بہترین تنظیم
کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔ ایسی تنظیم جو امور اخروی کے ساتھ ساتھ امور دنیاوی کو بھی احسن طریق پر انجام دینے کی
ضامن ہو۔ اسی تنظیم کا دوسرا نام اسلامی شریعت ہے۔ جس میں ایک انسان کو دیوانی، فوجداری، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی، انفرادی بہت سے
مسائل سے سابقہ پڑتا ہے۔ بعض دفعہ اس کو مدعی بننا اور بعض دفعہ مدعی علیہ کی حیثیت سے عدالت کے کٹہر میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔
بعض اوقات وہ گواہوں کی جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ ان جملہ مراحل زندگی کے پیش نظر ضروری تھا کہ مدینیت کے اور بہت سے
مسائل کے ساتھ ساتھ شہادت یعنی گواہیوں کے مسائل بھی کتاب و سنت کی روشنی میں بتلائے جائیں۔ اسی لئے مجتہد مطلق حضرت
امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع الصصح میں اور بہت سے مدنی (شرعی) مسائل کے ساتھ مسائل شہادت کو بھی بیان کرنا ضروری سمجھا اور
کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی وہ وضاحت پیش فرمائی جس سے مذہب اسلام کی جامعیت اور سیاست پر بہت کٹنی روشنی پڑتی ہے۔
اس سلسلہ میں مجتہد مطلق نے اول آیات قرآنی کو نقل فرمایا، جن سے واضح کیا کہ ایک مرد مومن کے لئے جس طرح نماز روزہ کی
ادائیگی اسلامی مذہبی فرائض ہیں، اسی طرح معاملات میں ہمہ وقت عدل و انصاف کی راہ اختیار کرنا اور امانت و دیانت کو ہاتھ سے نہ
جانے دینا بھی اسلامی فرائض ہی میں داخل ہے۔ یوں تو آیات قرآنی میں بہت کچھ بتلایا گیا ہے مگر ان امور پر زیادہ توجہ دلائی گئی ہے کہ
بانی دین کے معاملات کو زبانی نہ رکھا کرو بلکہ ان کو بھی کھاتہ پر لانا ضروری ہے اور گواہوں کا ہونا بھی ضروری ہے مردوں میں سے
دو گواہ کافی ہوں گے۔ ایک مرد ہے تو دوسرے گواہ کی جگہ دو عورتوں کو بھی گواہ رکھا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ گواہ مقرر کرنا نص قرآنی
سے ثابت ہے۔ اب اسی امر کی وہ جملہ تفصیلات ہیں جو آگے مختلف احادیث کی روشنی میں بیان ہوں گی۔

حضرت امامؒ نے شروع میں جو آیات قرآنی نقل کی ہیں، ان ہی سے ترجمہ باب نکلتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں آیتوں میں گواہی دینے
اور گواہ بنانے کا ذکر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گواہ کرنے کی ضرورت اسی شخص کو ہوتی ہے جس کا قول قسم کے ساتھ مقبول نہ ہو تو اس
سے یہ نکلا کہ مدعی کو گواہ پیش کرنا ضروری ہے۔ امام بخاری کو اس باب میں وہ مشہور حدیث بیان کرنی چاہئے تھی جس میں یہ ہے کہ
مدعی پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے۔ اور شاید انہوں نے اس حدیث کے لکھنے کا اس باب میں قصداً کیا ہو گا مگر موقع نہ ملایا صرف آیتوں
پر اکتفا مناسب سمجھی۔ (وحیدی)

۲- بَابُ إِذَا عَدَلَ رَجُلٌ أَحَدًا
فَقَالَ: لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا،
قَالَ: مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

باب اگر ایک شخص دوسرے کے نیک عادات و عمدہ
خصائل بیان کرنے کے لئے اگر صرف یہ کہے کہ ہم تو اس
کے متعلق اچھا ہی جانتے ہیں یا یہ کہے کہ میں اس کے

متعلق صرف اچھی ہی بات جانتا ہوں

تعدیل اور تزکیہ کے معنی کسی شخص کو نیک اور سچا اور مقبول الشہادۃ بتلانا۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ الفاظ تعدیل کے لئے
کافی نہیں ہیں۔ جب تک صاف یوں نہ کہے کہ وہ اچھا شخص ہے اور عادل ہے۔

اسلام نے مقدمات میں بنیادی طور پر گواہوں کے عادل اور نیک چلن ہونے پر بہت زور دیا ہے کیونکہ مقدمات میں فیصلے کی بنیاد گواہ ہی ہوتے ہیں۔ گواہوں کی تبدیل کے لئے ایک تو یہی راستہ ہے کہ حاکم کی عدالت میں کوئی معتمد آدمی اس گواہ کی عدالت اور نیک چلنی کی گواہی دے۔ دوسرا یہ کہ حکومت کے خفیہ آدمی اس گواہ کے متعلق پوری معلومات حاصل کر کے حکومت کو مطلع کریں۔ گواہی میں جھوٹ بولنے والوں کی برائیوں میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

۲۶۳۷- حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو النَّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ثَوْبَانٌ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي غُرُورَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا - حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا فَعَلَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ وَأُسَامَةُ حِينَ اسْتَلَبْتُ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ فَقَالَ: أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَقَالَتْ بَرِيرَةُ: إِن رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثُ السَّنَنِ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِيهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يَغْذُرُنَا فِي رَجُلٍ بَلَّغْنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، فَرَّ اللَّهُ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا)).

(۲۶۳۷) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن عمر نمیری نے بیان کیا، کہا ہم سے ثوبان نے بیان کیا اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب انہیں عروہ، ابن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق خبر دی اور ان کی باہم ایک کی بات دوسرے کی بات کی تصدیق کرتی ہے کہ جب ان پر تہمت لگانے والوں نے تہمت لگائی تو رسول اللہ ﷺ نے علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو اپنی بیوی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو اپنے سے جدا کرنے کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے بلایا، کیونکہ آپ پر اب تک (اس سلسلے میں) وحی نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو یہ کہا کہ آپ کی زوجہ مطہرہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) میں ہم سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے۔ اور بریرہ (ان کی خادمہ) نے کہا کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتی جس سے ان پر عیب لگایا جاسکے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نو عمر لڑکی ہیں کہ آنا گوندھتی اور پھر جا کے سو رہتی ہے اور بکری آکر اسے کھا لیتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے (تہمت کے جھوٹ ثابت ہونے کے بعد) فرمایا کہ ایسے شخص کی طرف سے کون عذر خواہی کرے گا جو میری بیوی کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتا ہے۔ قسم اللہ کی! میں نے اپنے گھر میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا اور لوگ ایک ایسے شخص کا نام لیتے ہیں جس کے متعلق بھی مجھے خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔

[راجع: ۲۵۹۳]

تشیخ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک مشہور ترین حادثہ ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ اور بہت سے اکابر صحابہ کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر اس بارے میں سورہ نور نازل ہوئی اور اللہ پاک نے حضرت عائشہ کی پاکدامنی ظاہر کرنے کے سلسلے میں کئی شاندار بیانات دیئے۔ امام بخاریؒ نے مطلب باب اس سے نکالا کہ حضرت اسامہ نے حضرت عائشہ کی تبدیل ان لفظوں میں بیان کی جو مقصد باب ہیں۔ اس الزام کا بانی عبد اللہ بن ابی منافق مردود تھا جو اسلام سے دل میں سخت کینہ رکھتا تھا۔ الزام ایک نہایت ہی پاک دامن صحابی

مفوان بن معطل کے ساتھ لگایا تھا جو نہایت نیک صالح اور مرد عقیف تھا۔ یہ اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ حدیث اٹک کی اور تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

باب جو اپنے تئیں چھپا کر گواہ بنا ہو اس کی گواہی درست

ہے اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز کہا ہے اور فرمایا کہ جھوٹے بے ایمان کے ساتھ ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔ شعبی، ابن سیرین، عطاء اور قتادہ نے کہا کہ جو کوئی کسی سے کوئی بات سنے تو اس پر گواہی دے سکتا ہے گو وہ اس کو گواہ نہ بنائے اور حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسے اس طرح کہنا چاہئے کہ اگرچہ ان لوگوں نے مجھے گواہ نہیں بنایا لیکن میں نے اس اس طرح سے سنا ہے۔

۳- بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِیِّ،

وَأَجَازُهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ

قَالَ : وَكَذَلِكَ يَفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ .
وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ :
السَّمْعُ شَهَادَةٌ . وَقَالَ الْحَسَنُ لَمْ
يُشْهِدُونِي عَلَى شَيْءٍ ، وَإِنِّي سَمِعْتُ كَذَا
وَكَذَا .

باب ہذا کے ذیل میں شروع میں عمرو بن حریث کا نام آیا ہے یہ کسں صحابہ میں سے تھے۔ ان کے باپ بھی صحابی تھے۔ بخاری شریف میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ آیا ہے۔ اس اثر کو امام بیہقی نے وصل کیا۔ جملہ کذا لک بلفعل بالکاذب الفاجر (جو شخص جھوٹا بے ایمان ہو اس کے لئے یہی تدبیر کریں گے) یعنی جو جھوٹا بے ایمان آدمی لوگوں کے سامنے کسی کا حق تسلیم کرنے سے ڈرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ اس پر گواہ بن جائیں اور تمنا میں اقرار کرتا ہے تو اس کا اقرار چھپ کر سن سکتے ہیں۔

آگے حدیث میں ابن صیاد کا ذکر آیا ہے۔ جس کا نام صاف تھا۔ وہ یہودی لڑکا تھا اور عوام کو گمراہ کرنے اور اسلام سے بدظن کرنے کے لئے خود جھوٹی باتیں بطور امام بنا کر لوگوں کو سناتا رہتا تھا۔ اس میں دجال کے بہت سے خصائل تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کا مکرو فریب معلوم کرنے کے لئے درختوں کی آڑ میں اسے دیکھنے گئے۔ یہیں سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ ایسے موقع پر چھپ کر کسی کی باتیں سنا درست ہے اور جب سنا درست ہو اتنا اس پر گواہی دے سکتا ہے۔

(۶۲۳۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعبی نے خبر دی زہری سے کہ سالم نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر کھجور کے اس باغ کی طرف تشریف لے گئے جس میں ابن صیاد تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے تو آپ درختوں کی آڑ میں چھپ کر چلنے لگے۔ آپ چاہتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھنے نہ پائے اور اس سے پہلے آپ اس کی باتیں سن سکیں۔ ابن صیاد ایک روئیں دار چادر میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگٹا رہا تھا۔ ابن صیاد کی ماں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ درخت کی آڑ لئے چلے آ رہے ہیں تو وہ کہنے لگی اے صاف! یہ محمد (ﷺ) آ رہے ہیں۔ ابن

۲۶۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعْبَةُ عَنْ النَّظَرِيِّ قَالَ سَالِمٌ : سَمِعْتُ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ :
انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَنِي كَعْبٍ
الْأَنْصَارِيُّ إِذَا مَا نَ الْخَلِّ الَّتِي فِيهَا ابْنُ
صَيَّادٍ . حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ طَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقِي بِجَذْوِعِ
الْخَلِّ وَهُوَ يَخْتَلُّ أَنْ يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ
سَيِّئًا قُلْتُ أَلَمْ يَرَأَ . وَإِبْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ
عَلَى فِرَاشِهِ فِي قِطْعَةٍ . لَمْ فِيهَا رَمُومَةٌ أَوْ
رَمُومَةٌ . فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ

يَنْقِي بِجُدُوعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لَابِنِ صَيَّادٍ: صياد ہوشیار ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اسے
أَيُّ صَافٍ، هَذَا مُحَمَّدٌ. فَتَنَاهِيَ ابْنَ صَيَّادٍ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ تَرَكْتَهُ بَيْنَ)).
اپنے حال پر رہنے دیتی تو بات ظاہر ہو جاتی۔

[راجع: ۱۳۵۵]

ابن صیاد مدینہ میں ایک یہودی لڑکا تھا جو بڑا مارا کرتا تھا کہ مجھ پر بھی وحی اترتی ہے۔ حالانکہ اس پر شیطان سوار تھا۔ اکثر نیم بے
ہوشی میں رہتا تھا اور دیوانگی کی باتیں کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ چاہا چھپ کر اس کی بڑ کو سنیں اور وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔
یہی واقعہ یہاں مذکور ہے۔ اور اسی سے حضرت امام نے ترجمۃ الباب کو ثابت فرمایا ہے۔

۲۶۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرَورَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا جَاءَتْ امْرَأَةً رِفَاعَةَ الْقُرْظِيِّ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَلَطَّقَنِي فَأَبْتُ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هَذِهِ الثَّوْبِ. فَقَالَ: ((أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَيَّ رِفَاعَةً؟ لَا، حَتَّى تَذُوقِي عُسَلِيَّتَهُ وَيَذُوقَ عُسَلِيَّتَكَ)). وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْظُرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ. فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلَيَّ هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ)).

(۲۶۳۹) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا زہری سے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہا کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کی نکاح میں تھی۔ پھر مجھے انہوں نے طلاق دے دی اور قطعی طلاق دے دی۔ پھر میں نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ لیکن ان کے پاس تو (شرمگاہ) اس کپڑے کی گانٹھ کی طرح ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کیا تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے۔ لیکن تو اس وقت تک ان سے اب شادی نہیں کر سکتی جب تک تو عبدالرحمن بن زبیر کا مزانہ چکھ لے اور وہ تمہارا مزانہ چکھ لیں۔ اس وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں موجود تھے اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ دروازے پر اپنے لئے (اندر آنے کی) اجازت کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا، ابو بکر! کیا اس عورت کو نہیں دیکھتے نبی کریم ﷺ کے سامنے کس طرح کی باتیں زور زور سے کہہ رہی ہے۔

[أطرافه في: ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ہے۔

۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴]۔

امام بخاری نے ہمیں سے یہ نکالا کہ چھپ کر گواہ بننا درست ہے۔ کیونکہ خالد دروازے کے باہر تھے۔ عورت کے سامنے نہ تھے۔
باوجود اس کے خالد نے ایک قول کی نسبت اس عورت کی طرف کی اور آنحضرت ﷺ نے خالد پر اعتراض نہیں کیا۔ عبدالرحمن بن زبیر صاحب اولاد تھے مگر اس وقت شاید وہ مریض ہوں... اسی وجہ سے اس عورت نے اس کو کپڑے کی گانٹھ سے تعبیر کیا جس میں کچھ بھی حرکت نہیں ہوتی، یعنی وہ جماع نہیں کر سکتے۔ مگر حضرت ابن زبیر نے عورت کے اس بیان کی تردید کی تھی۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ جب تک مطلقہ عورت از خود کسی دوسرے مرد کے نکاح میں جا کر اس سے بچان نہ کرائے اور وہ خود اس کو طلاق نہ دے دے وہ پہلے خاوند کے نکاح میں دوبارہ نہیں جاسکتی۔ فرضی حلالہ کرائے والوں پر لعنت آتی ہے

جیسا کہ فقہائے حنفیہ کے ہاں رواج ہے کہ وہ تین طلاق والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا کرتے ہیں، جو باعث لعنت ہے۔

باب جب ایک یا کئی گواہ کسی معاملے کے اثبات میں گواہی دیں اور دوسرے لوگ یہ کہہ دیں کہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں تو فیصلہ اسی کے قول کے مطابق ہو گا جس

نے اثبات میں گواہی دی ہے

حمیدی نے کہا کہ یہ ایسا ہے جیسے بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے اور فضل رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ آپ نے (کعبہ کے اندر) نماز نہیں پڑھی۔ تو تمام لوگوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی گواہی کو تسلیم کر لیا۔ اسی طرح اگر دو گواہوں نے اس کی گواہی دی کہ فلاں شخص کے فلاں پر ایک ہزار درہم ہیں اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ ڈیڑھ ہزار درہم ہیں تو فیصلہ زیادہ کی گواہی دینے والوں کے قول کے مطابق ہو گا۔

۴- بَابُ إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شَهْوَدٌ بَشِيءٌ فَقَالَ آخَرُونَ: مَا عَلِمْنَا بِذَلِكَ يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

قَالَ الْخَمِينِيُّ : هَذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي الْكُعْبَةِ. وَقَالَ الْفَضْلُ: لَمْ يُصَلِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ. كَذَلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلَى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةٍ، يَقْضَى بِالزِّيَادَةِ.

حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ میں نے آپ ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ان کو اس بارے میں علم نہ تھا۔ حضرت بلال کی شہادت تھی کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اکثریت بھی ان کے ساتھ تھی۔ لہذا ان ہی کی بات کو مانا گیا۔

۲۶۴۰- حَدَّثَنَا حَبَابٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةَ أَبِي إِبَاهِبِ بْنِ عَزْرَبِ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالْبَنِي تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ أَرْضَعْتِي، وَلَا أَخْبَرْتَنِي. فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِبَاهِبٍ يَسْأَلُهُمْ فَقَالُوا: مَا عَلِمْنَا أَرْضَعْتَ صَاحِبًا. فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ وَقَدْ قَبِلَ؟)) فَقَارَفَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ)).

ہم سے حبان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو عمر بن سعید بن ابی حنین نے خبر دی اور انہیں عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ پھر ایک خاتون آئیں اور کہنے لگیں کہ عقبہ کو بھی میں نے دودھ پلایا ہے اور اسے بھی جس سے اس نے شادی کی ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ آپ نے مجھے دودھ پلایا ہے اور آپ نے مجھے پہلے اس سلسلے میں کچھ بتایا بھی نہیں تھا۔ پھر انہوں نے آل ابو اہاب کے یہاں آدمی بھیجا کہ ان سے اس کے متعلق پوچھے۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے دودھ پلایا ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ اب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا، اب کیا ہو سکتا ہے جبکہ کہا جا چکا۔ چنانچہ آپ نے

[راجع: ۸۸]

دونوں میں جدائی کرا دی اور اس کا نکاح دوسرے شخص سے کرا دیا۔

ترجمہ باب اس طرح ثابت ہوا کہ عقبہ اور اس کی اہلیہ کے عزیز کا بیان نفی میں تھا اور دودھ پلانے والی عورت کا بیان اثبات میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسی عورت کی گواہی قبول فرمائی۔ معلوم ہوا کہ گواہی میں اثبات نفی پر مقدم ہے۔

باب گواہ عادل معتبر ہونے ضروری ہیں

۵- بَابُ الشَّهَادَةِ الْعَدُولِ

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ طلاق میں فرمایا کہ ”اپنے میں سے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنا لو۔“ اور (اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں فرمایا کہ) ”گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرو۔“

(۲۶۳۱) ہم سے حکم بن ثافع نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، کہا کہ مجھ سے حمید بن عبد الرحمن بن عوف نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عتبہ نے اور انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا وحی کے ذریعہ مؤاخذہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ہم صرف انہیں امور میں مؤاخذہ کریں گے جو تمہارے عمل سے ہمارے سامنے ظاہر ہوں گے۔ اس لئے جو کوئی ظاہر میں ہمارے سامنے خیر کرے گا، ہم اسے امن دیں گے اور اپنے قریب رکھیں گے۔ اس کے باطن سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا۔ اس کا حساب تو اللہ تعالیٰ کرے گا اور جو کوئی ہمارے سامنے ظاہر میں برائی کرے گا تو ہم بھی اسے امن نہیں دیں گے اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہی کہتا رہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: «وَأَشْهِدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ» - وَ مَسْنُ تَرْضَوْنَ مِنَ الشَّهَادَةِ

الطَّلَاق: ۲ وَالْبَقَرَةُ: ۲۸۲

۲۶۴۱- حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((إِنَّ أَنَا مَا كَانُوا يُؤْخَذُونَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدْ انْقَطَعَ، وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمْ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمَانَةً وَقَرِينَةً وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ، اللَّهُ يَخَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ. وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوءًا لَمْ نَأْمَنَهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ)).

تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ان بے وقوفوں کا رد ہوا جو ایک بدکار فاسق کو درویش اور ولی سمجھیں۔ اور یہ دعویٰ کریں کہ ظاہری اعمال سے کیا ہوتا ہے، دل اچھا ہونا چاہیے۔ کہو، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا تھا تو تم پچارے کس باغ کی مولیٰ ہو۔ دل کا حال بجز اللہ کریم کے کوئی نہیں جانتا۔ پیغمبر صاحب کو بھی اس کا علم وحی یعنی اللہ کے بتلانے سے ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاعدہ بیان کیا کہ ظاہر کی رو سے جس کے اعمال شرع کے موافق ہوں اس کو اچھا سمجھو اور جس کے اعمال شرع کے خلاف ہوں ان کو برا سمجھو۔ اب اگر اس کا دل بالفرض اچھا بھی ہو گا جب بھی ہم اس کے برا سمجھنے میں کوئی مؤاخذہ وار نہ ہوں گے کیونکہ ہم نے شریعت کے قاعدے پر عمل کیا۔ البتہ ہم اگر اس کو اچھا سمجھیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ (وحیدی)

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ فاسق بدکار کی بات نہ مانی جائے گی یعنی اس کی شہادت مقبول نہ ہو گی۔ معلوم ہوا کہ شہد کے لئے عدالت ضروری ہے۔ عدالت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، نیک ہو، تو کافریا غلام یا مجنون یا نابالغ یا فاسق کی گواہی مقبول نہ ہو گی (وحیدی)

یہ بھی مقصد ہے کہ عادل گواہ کے ظاہری حالات کا درست ہونا ضروری ہے ورنہ اس کو عادل نہ مانا جائے گا۔ اسلام کا فتویٰ ظاہری حالت پر ہے۔ باطن اللہ کے حوالہ ہے۔ اس میں ان نام نہاد صوفیوں کی بھی تردید ہے جن کا ظاہر سراسر خلاف شرع ہوتا ہے اور باطن میں وہ ایماندار عاشق خدا و رسول بنتے ہیں۔ ایسے مکار نام نہاد صوفیوں نے ایک خلقت کو گمراہ کر رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تو اتنے بے حیا واقع ہوئے ہیں کہ نماز روزہ کی کھلے لفظوں تحقیر کرتے ہیں، علماء کی برائیاں کرتے ہیں، شریعت اور طریقت کو الگ الگ بتلاتے ہیں۔ ایسے لوگ سراسر گمراہ ہیں۔ ہرگز ہرگز قابل قبولیت نہیں ہیں بلکہ وہ خود گمراہ اور مخلوق کے گمراہ کرنے والے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے کہ کل حقیقة لا یشهد له الشرع فهو زندقۃ ہر وہ حقیقت جس کی شہادت شریعت سے نہ ملے وہ بد دینی اور بے ایمانی اور زندگیقیت ہے۔ نعوذ باللہ من شر و دانفسنا من سیات اعمالنا

۶- بَابُ تَعْدِيلِ كَمْ يَجُوزُ؟ باب کسی گواہ کو عادل ثابت کرنے کے لئے کتنے آدمیوں کی

گواہی ضروری ہے؟

(۲۶۴۲) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ثابت سے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس میت کی تعریف کی، آپ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ پھر دو سرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی، یا اس کے سوا اور الفاظ (اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے) کہے (راوی کو شبہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! آپ نے اس جنازہ کے متعلق بھی فرمایا کہ واجب ہو گئی اور پہلے جنازے پر بھی یہی فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان والی قوم کی گواہی (بارگاہ الہی میں مقبول ہے) یہ لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔

۲۶۴۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَرُّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِجَنَازَةٍ، فَأَتَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). ثُمَّ مَرُّ بِآخَرَى فَأَتَوْا عَلَيْهَا شَرًّا - أَوْ قَالَ: غَيْرَ ذَلِكَ- فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)). فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتَ لِهَذَا وَجَبَتْ وَلِهَذَا وَجَبَتْ. قَالَ: ((شَهَادَةُ الْقَوْمِ. الْمُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ)). [راجع: ۱۳۶۷]

(۲۶۴۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے داؤد بن ابی قرات نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن بریدہ نے بیان کیا ابو الاسود سے کہ میں مدینہ آیا تو یہاں وبا پھیلی ہوئی تھی، لوگ بڑی تیزی سے مر رہے تھے۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک جنازہ گزرا۔ لوگوں نے اس میت کی تعریف کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واجب ہو گئی۔ پھر دو سرا گزرا لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہو گئی۔ پھر تیسرا گزرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے بھی یہی کہا کہ واجب ہو

۲۶۴۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: ((أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ وَهُمْ يَمُوتُونَ مَوْتًا ذَرِيعًا، فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأَنْتَى خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّ بِآخَرَى فَأَنْتَى خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ ثُمَّ

گئی۔ میں نے پوچھا امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے لئے چار آدمی اچھائی کی گواہی دے دیں اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرتا ہے۔ ہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا اور اگر تین دیں؟ آپ نے فرمایا کہ تین پر بھی۔ ہم نے پوچھا اور اگر دو آدمی گواہی دیں؟ فرمایا، دو پر بھی۔ پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے نہیں پوچھا۔

مَرُّ بِالْبَالِغَةِ فَإِنِّي شَرٌّ لِّقَالَ وَجَبَتْ فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: قُلْتُ: كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)). قُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: ((وِثَلَاثَةٌ)). قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: ((وَاثْنَانِ)). ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَالِدِ)). [راجع: ۱۳۶۸]

اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ تعدیل اور تزکیہ کے لئے کم سے کم دو شخصوں کی گواہی ضروری ہے۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک کی بھی گواہی کافی ہے (قطلانی)

حدیث کا مطلب یہ کہ جس کی مسلمانوں نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور جس کی برائی کی اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی۔ جس کا مطلب رائے عامہ کی تصویب ہے۔ سچ ہے - آوازہ خلق کو فحشاء خدا کہتے ہیں۔ مجتہد مطلق امام بخاری کا ان روایات کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ تعدیل و تزکیہ میں رائے عامہ کا کافی دخل ہے۔

۷- بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ، باب نسب اور رضاعت میں جو مشہور ہو، اسی طرح پرانی

موت پر گواہی کا بیان

وَالرَّضَاعُ الْمُسْتَفِيزُ، وَالْمَوْتُ الْقَدِيمُ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرْضَعْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ نُؤْتِيَهُ)). وَالنَّبِيُّ فِيهِ.

یعنی جب تک رضاعت اچھی طرح ثابت نہ ہو سنی سنائی بات پر عمل نہ کرنا۔ مقصود امام بخاری کا اشارہ ہے حضرت عائشہؓ کی حدیث کی طرف جو آگے اس کتاب میں مذکور ہے کہ سوچ سمجھ کر کسی کو اپنا رضاعی بھائی قرار دو۔ منعقدہ باب کے جملہ مضامین سے مطلب امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ ان چیزوں میں صرف برائے شہرت شہادت دینا درست ہے گو گواہ نے اپنی آنکھ سے ان واقعات کو نہ دیکھا ہو۔ پرانی موت سے مراد یہ ہے کہ اس کو چالیس یا پچاس برس گزر چکے ہوں۔

۲۶۴۴- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا الْحَكَمُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ عَلِيٌّ أَفْلَحَ فَلَمْ أَذَنْ لَهُ، فَقَالَ: اسْتَخْجِنِي مِنِّي وَأَنَا عَمَلُكَ؟ فَقُلْتُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: أَرْضَعْتُكِ امْرَأَةً أَخِي بَلْبَنٍ أَخِي. فَقَالَتْ: سَأَلْتُ عَنْ

(۲۶۴۴) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم کو حکم نے خبر دی، انہیں عراک بن مالک نے، انہیں عروہ بن زبیر نے اور ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ (پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد) افعلؓ نے مجھ سے (گھر میں آنے کی) اجازت چاہی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ بولے کہ آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (دودھ کا) چچا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی (واکل) کی عورت نے آپ کو میرے

ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((صَدَقَ أَفْلَحُ
الَّذِي لَهُ)).

[أطرافه في: ٤٧٩٦، ٥١٠٣، ٥١١١،
٥٢٢٩، ٦١٥٦].

بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے
اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ افلح نے
سچ کہا ہے۔ انہیں (اندر آنے کی) اجازت دے دیا کرو (ان سے پردہ
نہیں ہے)

رضاعت میں صرف اکیلے افلح کی گوای کو تسلیم کیا گیا، باب کا یہی مقصد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ گواہ کو پرکھنا بھی ضروری ہے۔
(۲۶۴۵) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے
بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا جابر بن زید سے اور ان سے
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و
سلم نے حمزہ کی صاحبزادی کے باب میں فرمایا کہ یہ میرے لئے حلال
نہیں ہو سکتیں، جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہی
دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ یہ تو میرے رضاعی بھائی کی
لڑکی ہیں۔

۲۶۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ
حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ
بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ: ((لَا
تَجُلُ لِي، يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ
مِنَ النَّسَبِ، هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ
الرِّضَاعَةِ)). [طرفه في: ٥١٠٠].

رشتہ میں بھی رضاعت کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

شیریں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے چچا تھے۔ ہر دو کی عمروں میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ اس لئے جس وقت آنحضرت
ﷺ دودھ پیتے تھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھی دودھ پینے کا وہی زمانہ تھا۔ اور دونوں حضرات نے ابو لب کی باندی ثویبہ کا
دودھ پیا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی جن کا نام امامہ یا عمارہ بتایا جاتا ہے، کے متعلق یہ حدیث آپ نے اسی بنیاد پر بیان کی تھی۔ قطلانی
نے کہا، ان میں سے چار رشتے مستثنیٰ ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، لیکن رضاع سے حرام نہیں ہوتے۔ ان کا ذکر کتاب النکاح میں
آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۶۴۶) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو
امام مالک نے خبر دی عبداللہ بن ابی بکر سے، وہ عمرو بنت عبدالرحمن
سے اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا نے ایک صحابی کی آواز سنی جو (ام المومنین) حفصہ کے
گھر میں آنے کی اجازت چاہتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا
کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! میرا خیال ہے یہ حفصہ کے دودھ کے
چچا ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ صحابی آپ کے گھر میں
(جس میں حفصہ رہتی ہیں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہوں

۲۶۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ
أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ
عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوَّجَ النَّبِيَّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا
سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ
حَفْصَةَ، - قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَاهُ فَلَانَا، لَعَمْرُ
حَفْصَةَ مِنَ الرِّضَاعَةِ - فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ.

نے بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا، میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب، حفصہ کے رضاعی چچا ہیں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے بھی اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق پوچھا کہ اگر فلاں زندہ ہوتے تو کیا وہ بے حجاب میرے پاس آسکتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! دودھ سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرَأَيْتَ فَلَانًا، لَعَمْرُكَ حَفْصَةَ مِنَ الرُّضَاعَةِ)). فَقَالَتْ: عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فَلَانٌ حَيًّا - لَعَمْرُهَا مِنَ الرُّضَاعَةِ - دَخَلَ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَعَمْ، إِنَّ الرُّضَاعَةَ يَحْرُمُ مِنْهَا مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ)).

[طرفہ فی: ۳۱۰۵، ۵۰۹۹]۔

الحمد للہ کہ ۸ اپریل ۷۰ء میں حرم نبوی مدینہ المنورہ میں اس پارے کے متن کی قرأت غور و فکر کے ساتھ یہاں سے شروع کی گئی اور دعا کی گئی کہ اللہ پاک اپنے پیارے نبی ﷺ کے پیارے ارشادات کے سمجھنے اور ان کا بہترین اردو ترجمہ مع تشریح کرنے کی توفیق بخشے اور اس خدمت حدیث نبوی کو میرے لئے اور میرے جملہ متعلقین و مخلصین کے لئے قبول فرما کر ذریعہ سعادت و ابرین بنائے اور حاجی مرحوم بلاری پیارو قریشی بگوری کو جنت نصیب کرے جن کے حج بدل کے سلسلہ میں مجھ کو مدینہ منورہ کی یہ حاضری نصیب ہوئی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ امین یا رب العلمین

(۲۶۴۷) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، انہیں اشعث بن ابو شعثاء نے، انہیں ان کے والد نے، انہیں مسروق نے اور ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (گھر میں) تشریف لائے تو میرے یہاں ایک صاحب (ان کے رضاعی بھائی) بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، عائشہ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ ذرا دیکھ بھال کر چلو، کون تمہارا رضاعی بھائی ہے۔ کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو کم سنی میں ہو۔ محمد بن کثیر کے ساتھ اس حدیث کو عبدالرحمن بن ممدی نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے۔

۲۶۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعِنْدِي رَجُلٌ وَقَالَ: ((يَا عَائِشَةُ مَنْ هَذَا؟)) قُلْتُ: أَحَبِّي مِنَ الرُّضَاعَةِ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ أَنْظُرِينَ مَنْ أَخَوَانُكُمْ، فَإِنَّمَا الرُّضَاعَةُ مِنَ الْمُجَاعَةِ)). تَابَعَهُ ابْنُ مُهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ.

[طرفہ فی: ۵۱۰۲]۔

بچے کا اسی زمانہ میں کسی عورت کے دودھ پینے کا اعتبار ہے جبکہ بچے کی زندگی کے لئے وہ ضروری ہو یعنی مدت رضاعت جو دو سال کی ہے۔ اگر اس کے اندر دو بچے کسی ماں کا دودھ پیئیں تو اس کا اعتبار ہو گا اور دونوں میں حرمت ثابت ہوگی ورنہ حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ مدت رضاعت حولین کا طین خود قرآن مجید سے ثابت ہے یعنی پورے دو سال، اس سے زیادہ دودھ پلانا غلط ہو گا۔ حنفیہ کے نزدیک یہ مدت تین ماہ اور زائد تک ہے جواز روئے قرآن مجید صحیح نہیں ہے۔

باب زنا کی تمت لگانے والے اور چور اور حرام کاری

گواہی کا بیان

۸- بَابُ شَهَادَةِ الْفَاضِلِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

نتیجہ غرض امام بخاری کی باب اور تفصیلات ذیل سے یہ ہے کہ قاذف اگر توبہ کرے تو آئندہ اس کی گواہی مقبول ہوگی۔ آیت یہی نکلتا ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے سے وہ فاسق نہیں رہتا، لیکن اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی۔ بعضوں نے کہا اگر اس کو حد لگ گئی تو گواہی قبول ہوگی حد سے پہلے مقبول نہ ہوگی۔

تفصیلات مذکورہ میں مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے حاکم تھے۔ مذکورہ تینوں شخصوں نے ان کی نسبت بیان کیا کہ انہوں نے ام جمیل ایک عورت سے زنا کیا ہے لیکن چوتھے گواہ زیاد نے یہ بیان کیا کہ میں نے دونوں کو ایک چادر میں دیکھا، مغیرہ کی سانس چڑھ رہی تھی، اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے ان تینوں کو حد قذف لگائی۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قاذف کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ لیکن نکاح میں قاذف کی شہادت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نکاح کا معاملہ بھی کچھ غیر اہم نہیں ہے۔ ایک مرد مسلمان کے لئے عمر بھر بلکہ اولاد در اولاد حلال حرام کا سوال ہے۔ لیکن امام صاحب قاذف کی گواہی نکاح میں قبول مانتے ہیں اسی طرح رمضان کے چاند میں بھی قاذف کی شہادت کے قائل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ان کا پہلا قول کہ قاذف کی شہادت قائل قبول نہیں وہ قول غلط ہے۔ جس کی غلطی خود ان ہی کے دیگر اقوال مجھ سے ہو رہی ہے۔ اس باب میں مسلک سلف ہی صحیح اور واجب الصلح ہے کہ قاذف کی شہادت مقبول ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ قاذف جب تک اپنے تئیں جھٹلائے نہیں اس کی توبہ صحیح نہ ہوگی۔ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ جب وہ نیک کام دریاہ کرنے لگے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اس نے توبہ کی اب اپنے تئیں جھٹلانا ضروری نہیں۔ حضرت امام بخاری کا بھی میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کعب بن مالکؒ اور ان کے ساتھیوں کی روایت غزوہ تبوک میں مذکور ہوگی۔ ان سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ قاذف کو سزا ہو جانا بھی یہی توبہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے زانی کو اور کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کو سزا دینے کے بعد توبہ کی تکلیف نہیں دی۔

الفاظ ترجمۃ الباب وقال بعض الناس کے تحت حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ هذا منقول عن الحنفية واحتجوا في رد شهادة المحدود باحدیث قال الحفاظ لا یصح منها شئ الخ یعنی یہاں حنفیہ مراد ہیں جن سے یہ منقول ہے کہ قاذف کی شہادت جائز نہیں اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو اس بارے میں انہوں نے چند احادیث سے استدلال کیا ہے، مگر حفاظ حدیث کا کہنا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حدیث جو وہ اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ ان میں زیادہ مشہور حدیث عمرو بن شعبہ عن ابیہ عن جدہ کی ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں۔ لا تجوز شهادة خانن ولا خائنة ولا محدود فی الاسلام اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کے مثل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے لا یصح یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور ابو زرع نے اسے منکر کہا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نور میں) فرمایا، ایسے تہمت لگانے والوں کی گواہی کبھی نہ مانو، یہی لوگ توبہ کار ہیں، مگر جو توبہ کر لیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ، شبل بن معبد (ان کے ماں جائے بھائی) اور نافع بن حارث کو حد لگائی مغیرہ پر تہمت رکھنے کی وجہ سے۔ پھر ان سے توبہ کرائی اور کہا جو کوئی توبہ کر لے اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور عبد اللہ بن عتبہ اور عمر بن عبد العزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ اور زہری اور محارب بن دثار اور شریح اور معاویہ بن قرہ نے بھی توبہ کے بعد اس کی گواہی کو جائز رکھا ہے اور ابو الزناد

﴿وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا، وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا﴾ [النور: 4-5] وَجَلَدَ عُمَرُ أَبَا بَكْرَةَ وَشَيْلَ بْنَ مَعْبُدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمَغِيرَةِ، ثُمَّ اسْتَأْنَبَهُمْ وَقَالَ: مَنْ تَابَ قَبِلَتْ شَهَادَتُهُ. وَأَجَازَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ

نے کہا ہمارے نزدیک مدینہ طیبہ میں تو یہ حکم ہے جب قاذف اپنے قول سے پھر جائے اور استغفار کرے تو اس کی گواہی قبول ہوگی اور شجی اور قتادہ نے کہا جب وہ اپنے تئیں جھٹلائے اور اس کو حد پڑ جائے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور سفیان ثوری نے کہا جب غلام کو حد قذف پڑے اسکے بعد وہ آزاد ہو جائے تو اس کی گواہی قبول ہوگی۔ اور جس کو حد قذف پڑی ہو اگر وہ قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ اور بعض لوگ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کہتے ہیں قاذف کی گواہی قبول نہ ہوگی گو وہ توبہ کر لے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر دو گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا اور اگر حد قذف پڑے ہوئے گواہوں کی گواہی سے نکاح کیا تو نکاح درست ہوگا۔ اگر دو غلاموں کی گواہی سے کیا تو درست نہ ہوگا اور ان ہی لوگوں نے حد قذف پڑے ہوئے لوگوں کی اور لونڈی غلام کی گواہی رمضان کے چاند کیلئے درست رکھی ہے۔ (۱) اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ قاذف کی توبہ کیونکر معلوم ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زانی کو ایک سال کے لئے اخراج کیا اور آپ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں سے منع کر دیا کوئی بات نہ کرے۔ پچاس راتیں اسی طرح گزریں۔

(۱) حالانکہ یہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے۔ تو جب محدود فی القذف کی گواہی حنفیہ نے ناجائز رکھی ہے تو اس کو کیوں جائز رکھتے ہیں) (۲۶۳۸) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا اور ان سے یونس نے اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے فتح مکہ پر چوری کر لی تھی۔ پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور آپ کے حکم کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر انہوں نے اچھی طرح توبہ کر لی اور شادی کر لی۔ اس کے بعد وہ آتی تھیں تو میں ان کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

دِثَارٍ وَشُرَيْحٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةٍ. وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِينَةِ إِذَا رَجَعَ الْقَاضِفُ عَنْ قَوْلِهِ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهُ. وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ أُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ، وَإِنْ اسْتَقْضِيَ الْمُخْدُودُ لِقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ. وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْقَاضِفِ وَإِنْ تَابَ. ثُمَّ قَالَ: لَا يَجُوزُ نِكَاحُ بَغِيرِ شَاهِدَيْنِ، فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مُخْدُودَيْنِ جَازَ، وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَتَيْنِ لَمْ يَجْزَ. وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمُخْدُودِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَاةِ هِلَالِ رَمَضَانَ. وَكَيْفَ تَعْرِفُ تَوْبَتَهُ. وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ ﷺ الزَّانِي سَنَةً، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبِيهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُونَ لَيْلَةً.

(۱) حالانکہ یہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے۔ تو جب محدود فی القذف کی گواہی حنفیہ نے ناجائز رکھی ہے تو اس کو کیوں جائز رکھتے ہیں) (۲۶۳۸) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا اور ان سے یونس نے اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ ایک عورت نے فتح مکہ پر چوری کر لی تھی۔ پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور آپ کے حکم کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر انہوں نے اچھی طرح توبہ کر لی اور شادی کر لی۔ اس کے بعد وہ آتی تھیں تو میں ان کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

۴۳۰۴، ۶۷۸۷، ۶۷۸۸، ۶۸۰۰۔]

شیخ یہ عورت مخدوم قریش کے اشراف میں سے تھی۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے گھر سے ایک چادر چرائی تھی جیسے کہ ابن ماجہ کی روایت میں اس کی صراحت مذکور ہے اور ابن سعد کی روایت میں زیور چرانا مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ ہر دو چیزیں چرائی ہوں۔ باب کا مطلب حضرت عائشہؓ کے قول فحسنت توبتها سے نکلتا ہے۔ طحاوی نے کہا چور کی شہادت بالاجماع مقبول ہے جب وہ توبہ کر لے۔ باب کا مطلب یہ تھا کہ قاذف کی توبہ کیونکر مقبول ہوگی لیکن حدیث میں چور کی توبہ مذکور ہے تو امام بخاری نے قاذف کو چور پر قیاس کیا۔

(۲۶۴۹) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا عقیل سے، وہ ابن شہاب سے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور ان سے زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے جو شادی شدہ نہ ہوں اور زنا کریں۔ یہ حکم دیا تھا کہ انہیں سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے۔

۲۶۴۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ أَمَرَ فِيمَنْ زَنَى وَلَمْ يُخْصَنْ بِجُلْدٍ مِائَةً وَتَفَرِيبٍ عَامٍ)). [راجع: ۲۳۱۴]

حضرت امام بخاری کا مقصد اس روایت کے لانے سے یہ ہے کہ جب حدیث میں غیر محسن کی سزا یہی مذکور ہوئی کہ سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے جلا وطن کرو اور توبہ کا علیحدہ ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا ایک سال تک بے وطن رہنا یہی توبہ ہے۔ اس کے بعد اس کی شہادت قبول ہوگی۔

باب اگر ظلم کی بات پر لوگ گواہ بنانا چاہیں تو گواہ نہ بنے

۹- بَابُ لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرِ إِذَا أَشْهَدَ

(۲۶۵۰) ہم سے عبد ان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو ابو حیان تیمی (یحییٰ بن سعید) نے، انہیں شعبی نے، اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری ماں نے میرے باپ سے مجھے ایک چیز بہہ دینے کیلئے کہا (پہلے تو انہوں نے انکار کیا کیونکہ دوسری بیوی کے بھی اولاد تھی) پھر راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز بہہ کر دی۔ لیکن ماں نے کہا کہ جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ نہ بنائیں میں اس پر راضی نہ ہوں گی۔ چنانچہ والد میرا ہاتھ پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں ابھی نو عمر تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس لڑکے کی ماں عمرہ بنت رواحہؓ مجھ سے ایک چیز اسے بہہ کرنے کیلئے کہہ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا،

۲۶۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّمِيمِيُّ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَأَلْتُ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهَبَةِ لِي مِنْ مَالِهِ، ثُمَّ بَدَأَ لَهُ فَوَهَبَهَا لِي، فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تَشْهَدَ النَّبِيُّ ﷺ. فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ فَأَتَى بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((إِنَّ أُمَّهُ بِنْتُ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهَبَةِ لِهَذَا. قَالَ: ((أَلَاكَ وَلَدٌ سِوَاهَا؟)) قَالَ: نَعَمْ. فَأَرَاهُ قَالَ: ((لَا

اس کے علاوہ اور بھی تمہارے لڑکے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، ہیں۔ نعمانؓ! نے بیان کیا، میرا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا تو مجھ کو ظلم کی بات پر گواہ نہ بنا۔ اور ابو حریز نے شعبی سے یہ نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا میں ظلم کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔

گواہ پر اگر یہ ظاہر ہے کہ یہ ظلم ہے تو اس کا فرض ہے کہ اس کے حق میں ہرگز گواہی نہ دے ورنہ وہ بھی اس گناہ میں شریک ہو جائے گا۔

(۲۶۵۱) ہم سے آدمؑ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو جمرہ نے بیان کیا کہ میں نے زہد بن مضربؓ سے سنا کہ میں نے عمران بن حصینؓ سے سنا اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ (تابعین) پھر وہ لوگ جو اس کے بھی بعد آئیں گے (تابعین) عمران نے بیان کیا کہ میں نہیں جانتا آنحضرت ﷺ نے دو زمانوں کا (اپنے بعد) ذکر فرمایا یا تین کا پھر آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو چور ہوں گے، جن میں دیانت کا نام نہ ہو گا۔ ان سے گواہی دینے کے لئے نہیں کہا جائے گا۔ لیکن وہ گواہیاں دیتے پھریں گے۔ نذریں مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے، مثلاً ان میں عام ہو گا۔

تَشْهَدُنِي عَلَى جَوْرٍ)). وَقَالَ أَبُو حَرِيْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: ((لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ)).

[راجع: ۲۵۸۶]

۲۶۵۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ زُهْدَ بْنَ مَضْرُبٍ قَالَ : سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((خَيْرُكُمْ قَوْمِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ - قَالَ عِمْرَانُ : لَا أَذْهَبُ أَذْكَرَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةَ - قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنْ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمِنُونَ، وَيَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُفَوَّنَ، وَيُظْهَرُ فِيهِمُ السُّمْنُ)).

[أطرافه في: ۳۶۵۰، ۶۴۲۸، ۶۶۹۵].

مطلب یہ ہے کہ نہ گواہی میں ان کو پاک ہو گا نہ قسم کھانے میں، جلدی کے مارے کبھی گواہی پہلے ادا کریں گے پھر قسم کھائیں گے۔ کبھی قسم پہلے کھالیں گے پھر گواہی دیں گے۔

حدیث کے جملہ ویشہدون ولا یستشہدون پر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ ویعارضہ ما رواہ مسلم من حدیث زید بن خالد مرفوعاً الا اخیر کم بغیر الشہداء الذی باتی بالشہادة قبل ان یشالہا واختلف العلماء فی ترجیحہما ففتح ابن عبدالبر الی ترجیح حدیث زید بن خالد لکونه من رواة اهل المدينة فقد مه علی رواة اهل العراق وبالغ فرعم ان حدیث عمران هذا لا اصل له وفتح غیرہ الی ترجیح حدیث عمران لانفاق صاحبی الصحیح علیہ وانفراد مسلم باخراج حدیث زید بن خالد وذهب اخرون الی الجمع بینہما الخ (فتح) یعنی ویشہدون ولا یستشہدون سے زید بن خالد کی حدیث مرفوع معارض ہے، جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں؟ وہ وہ لوگ ہوں گے کہ وہ طلبی سے پہلے ہی خود گواہی دے دیں..... ہر دو احادیث کی ترجیح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن عبدالبر نے حدیث زید بن خالد (مسلم) کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ اہل مدینہ کی روایت ہے۔ اور حدیث مذکور اہل عراق کی روایت سے ہے۔ پس اہل عراق پر اہل مدینہ کو ترجیح حاصل ہے۔ انہوں نے یہاں تک

مبالغہ کیا کہ حدیث عمران مذکورہ کو کہہ دیا کہ اس کی کوئی اصل نہیں (حالانکہ ان کا ایسا کہنا بھی صحیح نہیں ہے) دوسرے علماء نے حدیث عمران کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اس پر ہر دو اماموں امام بخاری و امام مسلم کا اتفاق ہے۔ اور حدیث زید بن خالد کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ تیسرا گروہ علماء وہ ہے جو ان ہر دو احادیث میں تطبیق دینے کا قائل ہے۔

پہلی تطبیق یہ دی گئی ہے کہ حدیث زید میں ایسے شخص کی گواہی مراد ہے جسے کسی انسان کا حق معلوم ہے اور وہ انسان خود اس سے لاعلم ہے، پس وہ پہلے ہی جا کر اس صاحب حق کے حق میں گواہی دے کر اس کا حق ثابت کر دیتا ہے۔ یا یہ کہ اس شہادت کا کوئی اور عالم زندہ نہ ہو پس وہ اس شہادت کے مستحقین ورثہ کو خود مطلع کر دے اور گواہی دے کر ان کو معلوم کر دے۔ اس جواب کو اکثر علماء نے پسند کیا ہے۔ اور بھی کئی توجیہات کی گئی ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ ایسے تعارضات کو مناسب تطبیق سے اٹھایا جائے نہ کہ کسی صحیح حدیث کا انکار کیا جائے۔

(۲۶۵۲) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی منصور سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہیں عبیدہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگوں کا زمانہ آئے گا جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارے بڑے بزرگ شہادت اور عہد کا لفظ زبان سے نکالنے پر ہمیں مارتے تھے۔

۲۶۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةَ أَحَدِهِمْ يَمِينُهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ)). قَالَ إِبْرَاهِيمُ: ((وَكَانُوا يَضْرِبُونَ عَلَيَّ الشَّهَادَةَ وَالْعَهْدَ)).

[أطرافه في: ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸].

مطلب یہ کہ شہد باللہ یا علی عہد اللہ ایسی باتوں کے منہ سے نکالنے پر ہمارے بزرگ ہم کو مارا کرتے تھے تاکہ قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے۔ موقع بے موقع قسم کھانے کی عادت بہتر نہیں ہے قسم میں احتیاط لازمی ہے۔

باب جھوٹی گواہی دینا بڑا گناہ ہے

۱۰- بَابُ مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّورِ

اللہ تعالیٰ نے (سورہ فرقان میں) فرمایا بہشت کا بالاخانہ ان کو ملے گا جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اسی طرح گواہی کو چھپانا بھی گناہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ) گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جس شخص نے گواہی کو چھپایا تو اس کے دل میں کھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سورہ نساء میں کہ) اگر تم تیج دار بناؤ گے اپنی زبانوں کو (جھوٹی) گواہی دے کر۔

لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ ، وَكَيْفَ ، ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آتِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ تَلَوْا أَلَسْتُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ قال تلوی لسانک بغیر الحق وہی اللجلجة فلا تقیم الشهادة علی وجهها یعنی مراد یہ ہے کہ تو اپنی زبان کو حق بات سے پھیر کر توڑ موڑ کر بولے کہ جس سے گواہی صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے۔ شارع علیہ السلام کا

مقصود یہ ہے کہ جہاں حق اور صداقت کی گواہی کا موقع ہو وہاں کھل کر صاف صاف لفظوں میں گواہی کا فرض ادا کرنا چاہیے۔ کناہی استعارہ اشارہ وغیرہ ایسے مواقع پر درست نہیں ہیں۔

(۲۶۵۳) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، کہا ہم نے وہب بن جریر اور عبد الملک بن ابراہیم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی کی جان لینا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اس روایت کی متابعت غندر، ابو عامر، ہمز اور عبد الصمد نے شعبہ سے کی ہے۔

۲۶۵۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُبيدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْكِبَارِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَغُفُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ)). تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَأَبُو عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ.

[طرفاء فی: ۵۹۷۷، ۶۸۷۱]

تشریح کبیرہ گناہ اور بھی بہت ہیں۔ یہاں روایت کے لانے سے حضرت امام کا مقصد جھوٹی گواہی کی مذمت کرنا ہے کہ یہ بھی کبیرہ گناہوں میں داخل ہے جس کی مذمت میں اور بھی بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بلکہ جھوٹ بولنے، جھوٹی گواہی دینے کو اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے یعنی بہت ہی بڑا کبیرہ گناہ جھوٹی گواہی دینا ہے۔

(۲۶۵۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریری نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ابی بکر نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ تین بار آپ نے اسی طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ اس وقت تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا، ہاں اور جھوٹی گواہی بھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش! آپ خاموش ہو جاتے۔ اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جریری نے بیان کیا، اور ان سے عبد الرحمن نے بیان کیا۔

۲۶۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفْضَلِ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَلَا أُنبِئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَارِ (ثَلَاثًا؟) قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَغُفُوقُ الْوَالِدَيْنِ - وَجَلَسَ وَكَانَ مُكِنًّا فَقَالَ -: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ)). قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

[أطرافه فی: ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹]

آپ کو بار بار یہ فرمانے میں تکلیف ہو رہی تھی، صحابہ نے شفقت کی راہ سے یہ چاہا کہ آپ بار بار فرمانے کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ خاموش ہو رہیں جبکہ آپ کئی بار فرما چکے ہیں۔ علماء نے گناہوں کو صغیرہ اور کبیرہ دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، جس کے لئے دلائل بہت

ہیں۔ کچھ کا ایسا خیال ہے کہ صغیرہ گناہ کوئی نہیں، گناہ سب ہی کبیرہ ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ انکار الفرق بین الکبیرۃ والصغیرۃ لا یلیق بالفقیہ یعنی دین کی سمجھ رکھنے والوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کے فرق کا انکار کریں۔ آپ نے جھوٹی گواہی کو بار بار اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اور بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ، آپ کا مقصد تھا کہ مسلمان ہرگز اس کا ارتکاب نہ کریں۔

باب اندھے آدمی کی گواہی اور اس کے معاملہ کا بیان

اور اس کا اپنا نکاح کرنا یا کیس دوسرے کا نکاح کرنا، یا اس کی خرید و فروخت یا اس کی اذان وغیرہ جیسے امامت اور اقامت بھی اندھے کی درست ہے اسی طرح اندھے کی گواہی ان تمام امور میں جو آواز سے سمجھے جاسکتے ہوں۔ قاسم، حسن بصری، ابن سیرین، زہری اور عطاء نے بھی اندھے کی گواہی جائز رکھی ہے۔ امام شعبی نے کہا کہ اگر وہ ذہین اور سمجھدار ہے تو اس کی گواہی جائز ہے۔ حکم نے کہا کہ بہت سی چیزوں میں اس کی گواہی جائز ہو سکتی ہے۔ زہری نے کہا اچھا بتاؤ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی معاملہ میں گواہی دیں تو تم اسے رد کر سکتے ہو؟ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما (جب نابینا ہو گئے تھے تو) سورج غروب ہونے کے وقت ایک شخص کو بھیجتے (تاکہ آبادی سے باہر جا کر دیکھ آئیں کہ سورج پوری طرح غروب ہو گیا یا نہیں اور جب وہ آکر غروب ہونے کی خبر دیتے تو) آپ انظار کرتے تھے۔ اسی طرح آپ طلوع فجر کے متعلق پوچھتے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ ہاں فجر طلوع ہو گئی تو دو رکعت (سنت فجر) نماز پڑھتے۔ سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری کے لئے میں نے ان سے اجازت چاہی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا سلیمان اندر آ جاؤ۔ کیونکہ تم غلام ہو۔ جب تک تم پر (مال کتابت میں سے) کچھ بھی باقی رہ جائے گا۔ سمرہ بن جندبؓ نے نقاب پوش عورت کی گواہی جائز قرار دی تھی۔

آثار مذکورہ میں سے قاسم کے اثر کو سعید بن منصور نے اور حسن اور ابن سیرین اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے اثر کو اثرم نے وصل کیا۔ قطلانی نے کہا مالکیہ کا یہی مذہب ہے کہ اندھے کی گواہی قول میں اور بہرے کی گواہی فعل میں درست ہے۔ اور گواہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ آنکھوں والا اور کانوں والا ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا، اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ اس اثر سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ اندھا اپنے معاملات میں دوسرے آدمی پر اعتماد کر سکتا ہے حالانکہ وہ اس کی صورت نہیں دیکھتا۔ سلیمان بن یسار مذکور حضرت عائشہؓ کے غلام تھے اور حضرت عائشہؓ غلام

۱۱- بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمَى وَأَمْرِهِ

وَنِكَاحِهِ وَإِنِكَاحِهِ وَمُبَايَعَتِهِ وَقَبُولِهِ فِي الثَّانِيْنَ وَغَيْرِهِ . وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ . وَأَجَازُ شَهَادَتِهِ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيرِينَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءُ . وَقَالَ الشَّعْبِيُّ : تَجُوزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا . وَقَالَ الْحَكَمُ : رُبُّ شَيْءٍ تَجُوزُ فِيهِ . وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهُ؟ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا ، إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ . وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيلَ لَهُ طَلَعَ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ . وَقَالَ سَلِيمَانُ بْنُ يَسَارٍ : اسْتَأْذَنَتْ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَعَرَفَتْ صَوْتِي ، قَالَتْ سَلِيمَانُ ؟ اذْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ . وَأَجَازُ سَمُرَةُ بْنُ جَنْدَبٍ شَهَادَةُ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ .

تَشْرِيحُ

آثار مذکورہ میں سے قاسم کے اثر کو سعید بن منصور نے اور حسن اور ابن سیرین اور زہری کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور عطاء کے اثر کو اثرم نے وصل کیا۔ قطلانی نے کہا مالکیہ کا یہی مذہب ہے کہ اندھے کی گواہی قول میں اور بہرے کی گواہی فعل میں درست ہے۔ اور گواہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ آنکھوں والا اور کانوں والا ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو عبدالرزاق نے وصل کیا، اس آدمی کا نام معلوم نہیں ہوا۔ اس اثر سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ اندھا اپنے معاملات میں دوسرے آدمی پر اعتماد کر سکتا ہے حالانکہ وہ اس کی صورت نہیں دیکھتا۔ سلیمان بن یسار مذکور حضرت عائشہؓ کے غلام تھے اور حضرت عائشہؓ غلام

سے پردہ کرنا ضروری نہیں جانتی تھیں خواہ اپنا غلام ہو یا کسی اور کا۔ سلیمان بن یسار مکتب تھے۔ ان کا بدل کتابت ابھی ادا نہیں ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب تک بدل کتابت میں سے ایک پیسہ بھی تجھ پر باقی ہے تو غلام ہی سمجھا جائے گا۔ نقاب ڈالنے والی عورت کا نام معلوم نہیں ہوا۔ (وحیدی)

(۲۶۵۵) ہم سے محمد بن عبید بن میمون نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے باپ نے، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے سنا تو فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مجھے انہوں نے اس وقت فلاں اور فلاں آیتیں یاد دلادیں جنہیں میں فلاں سورتوں میں سے بھول گیا تھا۔ عباد بن عبد اللہ بنی ہاشم نے اپنی روایت میں عائشہؓ سے یہ زیادتی کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھی۔ اس وقت آپؐ نے عباد بنی ہاشم کی آواز سنی کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا عائشہ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا، اے اللہ! عباد پر رحم فرما۔

۲۶۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((رَحِمَهُ اللَّهُ، لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً اسْتَقْطَعْتُهُنَّ مِنْ سُورَةٍ كَذَا وَكَذَا)). وَزَادَ عُبَادُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ: ((تَهَجَّدَ النَّبِيُّ ﷺ لِي بَنِي، فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، أَصَوْتُ عَبَادٍ هَذَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْ عَبْدًا)).

[أطرافه في: ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲، ۶۳۳۵].

اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن یزید یا عباد کی صورت نہیں دیکھی۔ صرف آواز سنی اور اس پر اعتماد کیا، تو معلوم ہوا کہ اندھا آدمی بھی آواز سن کر شہادت دے سکتا ہے۔ اگر اس کی آواز پہچانتا ہو۔ امام زہری یہی بتلا رہے ہیں کہ نابینا کی گواہی قبول ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ نابینا ہونے کی وجہ سے کوئی ان کی گواہی قبول نہ کرے۔

(۲۶۵۶) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن شہاب نے خبر دی سالم بن عبد اللہ سے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلال بنی ہاشم رات میں اذان دیتے ہیں۔ اس لئے تم لوگ سحری کھانی سکتے ہو یہاں تک کہ (فجر کے لئے) دوسری اذان پکاری جائے۔ یا (یہ فرمایا) یہاں تک کہ عبد اللہ ابن ام مکتوم کی اذان سن لو۔ عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور جب تک ان سے کہا نہ جاتا صبح ہو گئی ہے، وہ اذان نہیں دیتے

۲۶۵۶- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ بَلَغَ يُودُنُ بَلِيلًا، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤْذَنَ - أَوْ قَالَ: حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ - ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ)) وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلًا أَعْمَى

لَا يُؤْذَنُ حَتَّى يَقُولَ لَهُ النَّاسُ: أَصْبَحْتَ. تھے۔

[راجع: ۶۱۷]

اس حدیث کی مطابقت باب سے ظاہر ہے کہ لوگ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان پر اعتماد کرتے، کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اس سے بھی نابینا کی گواہی کا اثبات مقصود ہے اور ان لوگوں کی تردید جو نابینا کی گواہی قبول نہ کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

۲۶۵۷- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: (أَقْبَمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةً، فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ نَغْطِئًا مِنْهَا شَيْئًا. فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَكَلَّمَهُ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ صَوْتَهُ. خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُولُ: ((حَبَاتُ هَذَا لَكَ، حَبَاتُ هَذَا لَكَ)). [راجع: ۲۵۹۹]

(۲۶۵۷) ہم سے زیاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن وردان نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے اور ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چند قبائیں آئیں تو مجھ سے میرے باپ مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلو۔ ممکن ہے آپ ان میں سے کوئی مجھے بھی عنایت فرمائیں۔ میرے والد (حضور اکرم ﷺ کے گھر پہنچ کر) دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باتیں کرنے لگے۔ آپ نے ان کی آواز پہچان لی اور باہر تشریف لائے، آپ کے پاس ایک قبائ بھی تھی، آپ اس کی خوبیاں بیان کرنے لگے، اور فرمایا کہ میں نے یہ تمہارے ہی لئے الگ کر رکھی تھی، صرف تمہارے ہی لئے۔

تفسیر حافظ صاحب فرماتے ہیں فان فیہ انہ اعتمد علی صوته قبل ان یری شخصہ یعنی اس حدیث سے مسئلہ یوں ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کی صرف آواز سنتے ہی ان پر اعتماد کر لیا اور آپ باہر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ اندھا آدمی بھی آواز سے تو شہادت دے سکتا ہے اگر اس کی آواز پہچانتا ہو۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی غریب پروری بھی ظاہر ہے کہ آپ غریبوں کا کس حد تک خیال فرماتے تھے۔ ﷺ۔

باب عورتوں کی گواہی کا بیان

اور (سورہ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ ”اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی میں پیش کرو)

(۲۶۵۸) ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ مجھے زید نے خبر دی، انہیں عیاض بن عبد اللہ نے اور انہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے آدھے کے برابر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی تو ان کی عقل

۱۲- بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ لَمْ يَكُنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

۲۶۵۸- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدُ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ

بخاری نے کہا اور ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے بیان کیا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا، کہا کہ مجھ سے عقبہ بن حارث بنیہ نے بیان کیا (یہ کہا کہ) میں نے یہ حدیث ان سے سنی کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اہاب سے شادی کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر ایک سیاہ رنگ والی باندی آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، تو آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا پس میں جدا ہو گیا۔ میں نے پھر آپ کے سامنے جا کر اس کا ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا اب (کلاخ) کیسے (باقی رہ سکتا ہے) جبکہ تمہیں اس عورت نے بتا دیا ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ آپ نے انہیں ام یحییٰ کو اپنے ساتھ رکھنے سے منع فرمادیا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک لونڈی کی شہادت آنحضرت ﷺ نے قبول فرمائی اور اس کی بنا پر ایک صحابی عقبہ بن حارثؓ اور ان کی عورت میں جدائی کرا دی، معلوم ہوا کہ لونڈی غلاموں کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے، جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں ان کا قول درست نہیں۔

باب دودھ کی ماں کی گواہی کا بیان

(۲۶۶۰) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا عمر بن سعید سے، وہ ابن ابی ملیکہ سے، ان سے عقبہ بن حارث نے بیان کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اس لئے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں بتا دیا گیا (کہ ایک ہی عورت تم دونوں کی دودھ کی ماں ہے) تو پھر اب اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اپنی بیوی کو اپنے سے جدا کر دے یا اسی طرح کے الفاظ آپ نے فرمائے۔

معلوم ہوا کہ رضاع کے بارے میں ایک ہی عورت مرنفہ کی شہادت کافی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، اس سے مرنفہ کی شہادت کا بھی اثبات ہوا۔

باب عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے کی اچھی عادتوں کے بارے میں گواہی دینا

الْحَارِثُ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ أَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ: أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِبَاهِبَ، قَالَ: فَجَاءَتْ أُمَّةً سَوْدَاءَ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَأَعْرَضَ عَنِّي، قَالَ: فَتَنَحَيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: ((وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمْتَ أَنَّهَا أَرْضَعْتُكُمَا. فَتَهَا عَنْهَا)). [راجع: ۸۸]

۱۴- بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

۲۶۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: ((تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَجَاءَتْ امْرَأَةً فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ قِيلَ؟ دَعَهَا عَنْكَ. أَوْ نَحْوَهُ)). [راجع: ۸۸]

۱۵- بَابُ تَغْدِيلِ النِّسَاءِ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا

۲۶۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ - وَأَفْهَمَنِي بَعْضُهُ أَحْمَدُ - قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ غُرُورَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُثَيْبِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غُنَبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَأَهَا اللَّهُ مِنْهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةٌ مِنْ حَدِيثِهَا - وَبَعْضُهُمْ أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ لَهُ أَتِّصَاصًا - وَوَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا. رَعَمُوا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ مَسْرًا أَفْرَغَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. فَأَفْرَغَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابَ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيهِ. فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَّغَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلْ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ آذَنَ لَيْلَةً بِالرُّجُلِ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرُّجُلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرُّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِي، فَإِذَا عَقْدٌ لِي مِنْ جَزَعِ أَطْفَارٍ لَقَدْ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَلَتَمَسْتُ عِقْدِي، فَحَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ.

(۲۶۶۱) ہم سے ابو ربیع سلیمان بن داؤد نے بیان کیا، امام بخاری نے کہا کہ اس حدیث کے بعض مطالب مجھ کو امام احمد بن یونس نے سمجھائے۔ کہا ہم سے فلح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ قصہ بیان کیا، جب تممت لگانے والوں نے ان پر تممت لگائی لیکن اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اس سے بری قرار دیا۔ زہری نے بیان کیا (کہ زہری سے بیان کرنے والے، جن کا سند میں زہری کے بعد ذکر ہے) تمام راویوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا ایک ایک حصہ بیان کیا تھا، بعض راویوں کو بعض دوسرے راویوں سے حدیث زیادہ یاد تھی اور وہ بیان بھی زیادہ بہتر طریقہ پر کر سکتے تھے۔ بہر حال ان سب راویوں سے میں نے یہ حدیث پوری طرح محفوظ کر لی تھی جسے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے تھے۔ ان راویوں میں ہر ایک کی روایت سے دوسرے راوی کی تصدیق ہوتی تھی۔ ان کا بیان تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ جب سفر میں جانے کا ارادہ کھتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کا پانسہ نکلتا، سفر میں وہی آپ کے ساتھ جاتی۔ چنانچہ ایک غزوہ کے موقع۔ جس میں آپ بھی شرکت کر رہے تھے، آپ نے قرعہ ڈلوایا اور میرا نام نکلا۔ اب میں آپ کے ساتھ تھی۔ یہ واقعہ پردے کی آیت کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ خیر میں ایک ہودج میں سوار رہتی، اسی میں بیٹھے بیٹھے مجھ کو اتارا جاتا تھا۔ اس طرح ہم چلتے رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات آپ نے کوچ کا اعلان کروایا۔ میں یہ حکم سنتے ہی انھی اور لشکر سے آگے بڑھ گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی تو کجاوے کے پاس آ گئی۔ وہاں پہنچ کر بدو میں نے اپنا سینہ ٹٹولا تو میرا مغفار کے کالے گینوں کا ہار موجود نہیں تھا۔ اس لئے میر، وہاں دوبارہ پہنچی (جہاں قضاء حاجت کے لئے مئی تھی)

اور میں نے ہار کو تلاش کیا۔ اس تلاش میں دیر ہو گئی۔ اس عرصے میں وہ اصحاب جو مجھے سوار کراتے تھے آئے اور میرا ہودج اٹھا کر میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ وہ یہی سمجھے کہ میں اس میں بیٹھی ہوں۔ ان دنوں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، بھاری بھر کم نہیں۔ گوشت ان میں زیادہ نہیں رہتا تھا کیونکہ بہت معمولی غذا کھاتی تھیں۔ اس لئے ان لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو انہیں اس کے بوجھ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا۔ میں یوں بھی نو عمر لڑکی تھی۔ چنانچہ اصحاب نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی اس کے ساتھ چلے گئے۔ جب لشکر روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار ملا اور میں پڑاؤ کی جگہ آئی۔ لیکن وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس لئے میں اس جگہ گئی جہاں پہلے میرا قیام تھا۔ میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کے آئیں گے۔ (اپنی جگہ پہنچ کر) میں یوں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمیٰ ثم زکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے (جو لشکریوں کی گری پڑی چیزوں کو اٹھا کر انہیں ان کے مالک تک پہنچانے کی خدمت کے لئے مقرر تھے) وہ میری طرف سے گزرے تو ایک سوئے ہوئے انسان کاسیہ نظر پڑا اس لئے اور قریب پہنچے۔ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کے اٹالہ پڑھنے سے میں بیدار ہو گئی۔ آخر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا (تاکہ بلا کسی مدد کے میں خود سوار ہو سکوں) چنانچہ میں سوار ہو گئی اب وہ اونٹ پر مجھے بٹھائے ہوئے خود اس کے آگے آگے چلے گئے۔ اسی طرح ہم جب لشکر کے قریب پہنچے تو لوگ بھری دوپہر میں آرام کے لئے پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ (اتنی ہی بات تھی جس کی بنیاد پر) جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور تہمت کے معاملے میں پیش پیش عبد اللہ بن ابی ابن سلول (منافق) تھا۔ پھر ہم مدینہ میں آ گئے اور میں ایک مہینے تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ اپنی اس بیماری کے دوران مجھے اس سے بھی بڑا شبہ ہوتا تھا کہ ان دنوں رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف و کرم بھی میں نہیں دیکھتی

فَأَقْبَلَ الَّذِينَ يَرْحَلُونَ لِي فَأَخْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذَا ذَلِكَ خَفَافًا لَمْ يَقْلُنَّ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَإِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْغُلَقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِينَ رَفَعُوهُ فَقُلَّ الْهُودَجُ فَأَخْتَمَلُوهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا، فَوَجَدْتُ عَقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجَنُتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ، فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ. فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَنِي غِيَايَ فَمِئْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعْطَلِ السَّلْمِيُّ ثُمَّ الذُّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ، فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ، فَأَتَانِي، وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا، فَاَنْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُعَرَّسِينَ فِي نَخْرِ الظُّهَيْرَةِ، فَهَلَكَ مِنْ هَٰذَا، وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي ابْنِ سَلُولٍ. فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاسْتَكْنَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكَ، وَيَرْتَبِئِي فِي وَجْعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ ﷺ اللَّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَمْرَضُ، إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيَسْلُمُ ثُمَّ يَقُولُ: ((كَيْفَ بَيْنَكُمْ؟)) لَا

تھی جن کا مشاہدہ اپنی پھیلی بیماریوں میں کر چکی تھی۔ پس آپ گھر میں جب آتے تو سلام کرتے اور صرف اتنا دریافت فرما لیتے، مزاج کیا ہے؟ جو باتیں تمت لگانے والے پھیلا رہے تھے ان میں سے کوئی بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ جب میری صحت کچھ ٹھیک ہوئی تو (ایک رات) میں ام مسطح کے ساتھ مناصح کی طرف گئی۔ یہ ہماری قضاء حاجت کی جگہ تھی، ہم یہاں صرف رات ہی میں آتے تھے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب ابھی ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلاء نہیں بنے تھے۔ میدان میں جانے کے سلسلے میں (قضاء حاجت کے لئے) ہمارا طرز عمل قدیم عرب کی طرح تھا، میں اور ام مسطح بنت ابی رہم چل رہے تھے کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر پڑیں اور ان کی زبان سے نکل گیا، 'مسطح برباد ہو۔ میں نے کہا، 'بری بات آپ نے اپنی زبان سے نکالی، ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں آپ، جو ہمد کی لڑائی میں شریک تھا۔ وہ کہنے لگیں، 'اے! جو کچھ ان سب نے کہا ہے وہ آپ نے نہیں سنا، پھر انہوں نے تمت لگانے والوں کی ساری باتیں سنائیں اور ان باتوں کو سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ میں جب اپنے گھر واپس ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور دریافت فرمایا، 'مزاج کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے والدین کے یہاں جانے کی اجازت دیجئے۔ اس وقت میرا ارادہ یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور میں جب گھر آئی تو میں نے اپنی والدہ (ام رومان) سے ان باتوں کے متعلق پوچھا، جو لوگوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے فرمایا، 'بیٹی! اس طرح کی باتوں کی پروا نہ کر، خدا کی قسم! شاید ہی ایسا ہو کہ تجھ جیسی حسین و خوبصورت عورت کسی مرد کے گھر میں ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں، پھر بھی اس طرح کی باتیں نہ پھیلائی جالیا کریں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! (سوکنوں کا کیا ذکر) وہ تو دوسرے لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ رات میں نے وہیں گزاری، صبح تک میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند آئی۔ صبح ہوئی تو رسول

أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَفَهْتُ، فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قَبْلَ الْمَنَاصِحِ مُتَبَرِّزًا، لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تَتَّخِذَ الْكُفَّ قَرِينًا مِنْ بَيُوتِنَا، وَأَمْرُنَا أَمَرَ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ فِي الْبَرِيَّةِ أَوْ فِي الشَّوْءِ. فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رَهْمٍ نَمْشِي، فَغَنَرْتُ فِي مِرْطَبِهَا فَقَالَتْ: تَعِمَسُ مِسْطَحٌ. فَقُلْتُ لَهَا: بَنَسْ مَا قُلْتَ، أَسْتَيْنُ رَجُلًا شَهْدَ بَذَرٍ؟ فَقَالَتْ: يَا هَتَاهُ، أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوا: فَأَخْبَرْتَنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ، فَأَزْدَدْتُ مَرَضًا إِلَى مَرَضِي. فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمَ فَقَالَ: ((كَيْفَ بَيْنَكُمُ؟)) فَقُلْتُ: أَنْذَنَ لِي إِلَى أَبِيي - قَالَتْ: وَأَنَا جَنِينٌ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا - فَأَذَنَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَأَتَيْتُ أَبِيي، فَقُلْتُ لَأُمِّي: مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بَيْتَةَ، هُوَنِي عَلَى نَفْسِكَ الشَّأْنُ، فَوَا اللَّهُ لَقَلَّمَا كَانَتْ امْرَأَةٌ قَطُ وَضِئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَابُؤُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهِذَا؟ قَالَتْ: قَبْتُ بَلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَزِقُّ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَجِلُ بَنُومٍ. ثُمَّ أَصْبَحْتُ، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ جِئْنَا اسْتَلْبَثَ الْوُحْيَ يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فُرَاقِ

اللہ ﷺ نے اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلے میں مشورہ کرنے کے لئے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ کیونکہ وحی (اس سلسلے میں) اب تک نہیں آئی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی بیویوں سے آپ کی محبت کا علم تھا۔ اس لئے اسی کے مطابق مشورہ دیا اور کہا، آپ کی بیوی یا رسول اللہ! واللہ، ہم ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ باندی سے بھی آپ دریافت فرمالیجئے، وہ سچی بات بیان کریں گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا (جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص خادمہ تھی) اور دریافت فرمایا، بریرہ! کیا تم نے عائشہ میں کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تمہیں شبہ ہوا ہو۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کا عیب میں ان پر لگا سکوں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ وہ نو عمر لڑکی ہیں آٹا گوندھ کر سو جاتی ہیں پھر بکری آتی ہے اور کھالیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی دن (منبر پر) کھڑے ہو کر عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں مدد چاہی۔ آپ نے فرمایا، ایک ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت اور تکلیف وہی کا سلسلہ اب میری بیوی کے معاملے تک پہنچ چکا ہے۔ اللہ کی قسم، اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں۔ پھر نام بھی اس معاملے میں انہوں نے ایک ایسے آدمی کا لیا ہے جس کے متعلق بھی میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ خود میرے گھر میں جب بھی وہ آئے ہیں تو میرے ساتھ ہی آئے۔ (یہ سن کر) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! واللہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص (جس کے متعلق تمہمت لگانے کا آپ نے اشارہ فرمایا ہے) اس قبیلہ سے ہو گا تو ہم اس کی گردن مار دیں گے (کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ خود قبیلہ اس کے سردار تھے) اور اگر وہ خزرج کا آدمی ہوا، تو آپ ہمیں حکم دیں، جو بھی آپ کا حکم

أَهْلِي، فَأَمَّا أَسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوَدِّ لَهُمْ، فَقَالَ أَسَامَةُ: أَهْلَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللَّهِ إِلَّا خَيْرًا. وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءَ سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصُدِّقُكَ. فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ: ((يَا بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يُرِيكَ؟)) فَقَالَتْ بَرِيرَةُ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْصَصُهُ عَلَيْهَا قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَغْدَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَنِ سَلُولٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يَغْدُرْنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَّغْنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَ اللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي)). فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا وَاللَّهُ أَغْدُرُكَ مِنْهُ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُقْفَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْنَا فَفَعَلْنَا فِيهِ أَمْرًا. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ - وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلَكِنْ اخْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ - فَقَالَ: كَذَبْتُ لَعَمْرُ اللَّهِ، وَاللَّهُ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ. فَقَامَ أَسِيدُ بْنُ الْحَضَرِ

ہو گا ہم قہیل کریں گے۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے اب تک بہت صلح تھے۔ لیکن اس وقت (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بات پر) حمیت سے غصہ ہو گئے تھے اور (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے) کہنے لگے خدا کے دوام و بقا کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو، نہ تم اسے قتل کر سکتے ہو اور نہ تمہارے اندر اس کی طاقت ہے۔ پھر اسید بن حذیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی) اور کہا، خدا کی قسم! ہم اسے قتل کر دیں گے (اگر رسول اللہ ﷺ کا حکم ہوا) کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ تم بھی منافق ہو۔ کیونکہ منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔ اس پر اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جو ابھی تک منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ منبر سے اترے اور لوگوں کو نرم کیا۔ اب سب لوگ خاموش ہو گئے اور آپ بھی خاموش ہو گئے۔ میں اس دن بھی روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی۔ پھر میرے پاس میرے ماں باپ آئے۔ میں دو راتوں اور ایک دن سے برابر روتی رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روتے روتے میرے دل کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ماں باپ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری عورت نے اجازت چاہی اور میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں۔ ہم سب اسی طرح تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جس دن سے میرے متعلق وہ باتیں کی جا رہی تھیں جو کبھی نہیں کی گئیں تھیں۔ اس دن سے میرے پاس آپ نہیں بیٹھے تھے۔ آپ ایک مہینے تک انتظار کرتے رہے تھے۔ لیکن میرے معاملے میں کوئی وحی آپ پر نازل نہیں ہوئی تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر آپ نے تشدد پڑھی اور فرمایا، عائشہ! تمہارے متعلق مجھے یہ یہ باتیں معلوم ہوئیں۔ اگر تم اس معاملے میں بری ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری برأت ظاہر کر دے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے

فَقَالَ كَذَبْتَ لِعَمْرِ اللَّهِ، وَاللَّهُ لَيَقْتُلَنَّهُ، فَبَانَكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ. فَقَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنَبَرِ. فَتَزَلَّ فَخَفَضَهُمْ حَتَّى سَكَنُوا وَسَكَتَ. وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرَقًا لِي دَمْعًا، وَلَا أَتَحْجِلُ بِنَوْمٍ، فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبُو آيٍ وَقَدْ بَكَيتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَلِإِقِّ كَيْدِي. قَالَتْ: قَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذْ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، قَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمٍ قِيلَ لَهَا مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءًا. قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: ((يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكَ وَكَذَا وَكَذَا، فَإِنْ كُنْتَ بِرَبْنَةٍ فَسَيَرُوكَ اللَّهُ، وَإِنْ كُنْتَ أَلَمَمْتَ فَاسْتَغْفِرِي اللَّهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِ)) فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ فَلَمَّ دَمْعِي حَتَّى مَا أَحْسُ مِنْهُ قَطْرَةً، وَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَذْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. فِيمَا قَالَ: قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا أَذْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. قَالَتْ: وَأَنَا جَارِيَةٌ جَدِيدَةُ السَّنَةِ

مغفرت چاہو اور اس کے حضور توبہ کرو کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ جو نبی آپؐ نے اپنی گفتگو ختم کی، میرے آسواں طرح خشک ہو گئے کہ اب ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے متعلق کہئے۔ لیکن انہوں نے کہا، قسم اللہ کی! مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرت ﷺ سے مجھے کیا کتنا چاہئے۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا، اس کے متعلق آنحضور ﷺ سے آپ ہی کچھ کہئے، انہوں نے بھی یہی فرمادیا کہ قسم اللہ کی! مجھے معلوم نہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے کیا کتنا چاہئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجھے زیادہ یاد نہیں تھا۔ میں نے کہا اللہ گواہ ہے، مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگوں نے بھی لوگوں کی افواہ سنی ہیں اور آپ لوگوں کے دلوں میں وہ بات بیٹھ گئی ہے اور اس کی تصدیق بھی آپ لوگ کر چکے ہیں، اس لئے اب اگر میں کہوں کہ میں (اس بہتان سے) بری ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی اس سے بری ہوں تو آپ لوگ میری اس معاملے میں تصدیق نہیں کریں گے۔ لیکن اگر میں (گناہ کو) اپنے ذمہ لے لوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں، تو آپ لوگ میری بات کی تصدیق کر دیں گے۔ قسم اللہ کی! میں اس وقت اپنی اور آپ لوگوں کی کوئی مثال یوسف علیہ السلام کے والد (یعقوب علیہ السلام) کے سوا نہیں پاتی کہ انہوں نے بھی فرمایا تھا ”ہنس صبر جمیل“ صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس معاملے میں میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔“ اس کے بعد بستر پر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور مجھے امید تھی کہ خود اللہ تعالیٰ میری برأت کرے گا۔ لیکن میرا یہ خیال کبھی نہ تھا کہ میرے متعلق وحی نازل ہوگی۔ میری اپنی نظر میں حیثیت اس سے بہت معمولی تھی کہ قرآن مجید میں میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو۔ ہاں مجھے اتنی امید ضرور تھی کہ آپ کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری فرماوے گا۔

لَا أَفْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَخَذُ بِهِ النَّاسُ وَوَقَّرَ لِي أَنْفُسَكُمْ وَصَدَقْتُمْ بِهِ، وَلَكِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ - وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَبَرِيئَةٌ - لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ، وَلَكِنْ اغْبِرْتُ لَكُمْ بِأَمْرِ - وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ - لَتُصَدِّقُنِي. وَاللَّهُ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ: ﴿فَصَبِّرْ صَبِيرًا﴾ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ﴾. ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاسِي وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُرَتِّبَنِي اللَّهُ. وَلَكِنْ وَاللَّهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزَلَ لِي ثَانِي وَحَيًّا، وَلَئِنِّي أَحَقُّرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي، وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُرَتِّبَنِي، فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزَلَ عَلَيْهِ، فَآخِذُهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرْخَاءِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْخَرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجَمَانِ مِنَ الْفَرْقِ لِي يَوْمَ شَاتٍ. فَلَمَّا سُرِّيَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي: ((يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللَّهَ، فَقَدْ بَرَأَكَ اللَّهُ)). قَالَتْ لِي أُمِّي: قَوْمِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ، وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ﴾ [النور: ١١] الْآيَاتِ. فَلَمَّا أُنْزِلَ اللَّهُ هَذَا لِي بَرَأَتِي

اللہ گواہ ہے کہ ابھی آپ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور نہ اس وقت گھر میں موجود کوئی باہر نکلا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور (شدت وحی سے) آپ جس طرح پسینے پسینے ہو جایا کرتے تھے وہی کیفیت آپ کی اب بھی تھی۔ پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح آپ کے جسم مبارک سے گرنے لگے۔ حالانکہ سردی کا موسم تھا۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ ہنس رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا، وہ یہ تھا اے عائشہ! اللہ کی حمد بیان کر کہ اس نے تمہیں بری قرار دے دیا ہے۔ میری والدہ نے کہا بیٹی جا رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑی ہو جا۔ میں نے کہا، نہیں قسم اللہ کی میں آپ کے پاس جا کر کھڑی نہ ہوں گی اور میں تو صرف اللہ کی حمد و ثنا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی ”جن لوگوں نے تمہارا ترائی کی ہے۔ وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔“ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں یہ آیت نازل فرمائی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے اخراجات قربات کی وجہ سے خود ہی اٹھاتے تھے کہا کہ قسم اللہ کی اب میں مطح پر کبھی کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا کہ وہ بھی عائشہ پر سمت لگانے میں شریک تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ ”تم میں سے صاحب فضل و صاحب مال لوگ قسم نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد غفور رحیم تک۔“ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا کی قسم! بس میری یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے۔ چنانچہ مطح رضی اللہ عنہ کو جو آپ پہلے دیا کرتے تھے وہ پھر دینے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا ام المؤمنین) سے بھی میرے متعلق پوچھا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم (عائشہ) کے متعلق کیا جانتی ہو؟ اور کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں (کہ جو چیز میں نے دیکھی ہو یا نہ سنی ہو وہ آپ سے بیان کرنے لگوں) خدا گواہ ہے کہ میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہی میری برابر کی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی وجہ

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحَ بْنِ أَنَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ - وَاللَّهُ لَا أَنْفِقُ عَلَى مِسْطَحَ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ مَا قَالَ لِعَائِشَةَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَلَا يَأْتِلْ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ - إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي، فَوَجَعَ إِلَى مِسْطَحَ الَّذِي كَانَ يُجْرِي عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْأَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي، فَقَالَ: ((يَا زَيْنَبُ مَا عَلِمْتِ؟ مَا رَأَيْتِ؟)) فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا. قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي، فَعَصَمَهَا اللَّهُ بِالْوَرَعِ)). قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَرْوَةَ عَنْ غَرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مِثْلَهُ.

[راجع: ۲۵۹۳]

سے بچالیا۔ ابو الریح نے بیان کیا کہ ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے عروہ نے، ان سے عائشہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے اسی حدیث کی طرح۔ ابو الریح نے (دوسری سند میں) بیان کیا کہ ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن اور یحییٰ بن سعید نے اور ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اسی حدیث کی طرح۔

تشریح مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ طویل حدیث مذکورہ عنوان کے تحت اس لئے لائے ہیں کہ اس میں بریرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی کا ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا اور انہوں نے آپ کے خصائل و اخلاق پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اسی طرح حدیث میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی گواہی کا بھی ذکر ہے۔

واقعہ اہل اسلامی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ محدثین کرام نے اس سے بہت سے مسائل کا استخراج کیا ہے۔ خود حضرت امام بخاریؒ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور مختلف مسائل اس سے نکالتے ہیں۔ واقعہ کی تفصیلات خود حدیث میں موجود ہیں۔ شروع میں آنحضرت ﷺ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ آپ کی شان نبوت پر ایک وجہ لگ رہا تھا۔ مگر تحقیق حق کے بعد آپ نے عبد اللہ بن ابی منافق کو اس الزام میں سنگین سزا دی چاہی کیونکہ اس الزام کا تراشنے والا اور اس کو ہوا دینے والا وہی بد بخت تھا۔ حضرت عائشہؓ نے جب اس الزام کا ذکر سنا تو روتے روتے ان کا برا حال ہو گیا بلکہ بخار بھی چڑھ آیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان نے آپ کو بہت سمجھایا بھجایا۔ مگر آپ کے رنج میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ آپ کا کھانا پینا سونا سب ختم ہو رہا تھا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اپنے ذاتی اطمینان کے لئے اسامہ بن زیدؓ سے مشورہ لیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کی برأت پر شہادت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق آپ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا تو، تو انہوں نے بھی صاف صاف آپ کی معصومیت پر گواہی دی اور حضرت عائشہؓ کی برأت میں سورہ نور نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اسے ﴿بہتان عظیم﴾ قرار دیا۔

سبحان اللہ! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف کا کیا ٹھکانا کہ آپ کی شان میں قرآن نازل ہوا، جو قیامت تک پڑھا جایا کرے گا۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی ازدواج مطہرات میں شرف خاص سے نوازا کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کی گود میں آپ کے گھر میں انتقال فرمایا، پھر وہی گھر قیامت تک کے لئے اللہ کے محبوب نبی ﷺ کی آرامگاہ میں تبدیل ہو گیا۔ (ﷺ)

حافظ صاحب فرماتے ہیں والغرض منه سواله صلى الله عليه وسلم بريرة عن حال عائشة وجوابها ببرائتها واعتماد النبي صلى الله عليه وسلم على قولها حتى خطب فاستعذر من عبدالله بن ابي وكذلك سواله من زينب بنت جحش عن حال عائشة وجوابها ببرائتها ايضا وقول عائشة في حق زينب هي التي كانت تسامني فعصمها الله بالورع ففی ذلك مراد الترجمة (فتح) آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے متعلق بریرہ سے پوچھنا اور ان کا حضرت عائشہؓ کی پاکیزگی کے متعلق بیان دینا اور ان کے بیان پر آنحضرت ﷺ کا اعتماد کر لینا، یہی مقصود باب ہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے بارے میں خطبہ دیا اور ان کے متعلق مسلمانوں سے اپیل فرمائی۔ ایسا ہی حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق پوچھنا اور ان کا حضرت عائشہؓ کی برأت میں جواب دینا جس کے متعلق حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ بھی میری سوکن تھی، مگر اللہ پاک نے اس کی پرہیز گاری کی وجہ سے ان کو غلط بیانی سے بچایا، اسی سے ترجمہ الباب کا اثبات ہوا۔

حضرت سعد بن عبادہ کی غلطی محض اس غلط فہمی پر تھی کہ سعد بن معاذ قبیلہ اوس سے پرانی عداوت کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نہایت صالح آدمی تھے مگر غلط فہمی نے ان کی حیثیت کو جگا دیا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

باب جب ایک مرد و دوسرے مرد کو اچھا کئے تو یہ کافی ہے

اور ابو جلیلہ نے کہا کہ میں نے ایک لڑکا راستے میں پڑا ہوا پایا۔ جب مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا، ایسا نہ ہو یہ غار آفت کا غار ہو، گویا انہوں نے مجھ پر برا گمان کیا، لیکن میرے قبیلہ کے سردار نے کہا کہ یہ صالح آدمی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسی بات ہے تو پھر اس بچے کو لے جا اس کا نفقہ ہمارے (بیت المال کے) ذمے رہے گا۔

یعنی ایک شخص کا تزکیہ کافی ہے اور شافیہ اور مالکیہ کے نزدیک کم سے کم دو شخص تزکیہ کے لئے ضروری ہیں۔

تذکرہ کی مثال عرب میں اس موقع پر کسی جاتی ہے جہاں ظاہر میں سلامتی کی امید ہو اور در پردہ اس میں ہلاکت ہو۔ ہوا یہ تھا کہ کچھ لوگ جان بچانے کو ایک غار میں جا کر چھپے، وہ غار ان پر گر پڑا تھا یا دشمن نے وہیں آکر ان کو آلیا۔ جب سے یہ مثل جاری ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے سمجھ گئے کہ اس نے حرام کاری نہ کی ہو اور یہ لڑکا اس کا نطفہ ہو مگر ایک شخص کی گواہی پر آپ کا دل صاف ہو گیا اور آپ نے اس بچے کا بیت المال سے وظیفہ جاری کر دیا۔

تدلیل کا مطلب یہ کہ کسی آدمی کی عمدہ عداوت و خصائل اور اس کی صداقت اور سنجیدگی پر گواہی دینا، اصطلاح محدثین میں تدلیل کا یہی مطلب ہے کہ کسی راوی کی شہادت ثابت کرنا۔

(۲۶۶۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ابی بکر نے اور ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کے سامنے دوسرے شخص کی تعریف کی، تو آپ نے فرمایا افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی، کئی مرتبہ (آپ نے اسی طرح فرمایا) پھر فرمایا کہ اگر کسی کے لئے اپنے کسی بھائی کی تعریف کرنی ضروری ہو جائے تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا ایسا ہے اگر اس کا حال جانتا ہو۔

۲۶۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَانِي رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: ((وَبَلَّكَ))، قَطَعْتَ عُقُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُقُقَ صَاحِبِكَ (مِرَارًا). ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسَبُ فَلَانًا. وَاللَّهُ حَسِيَّتُهُ. وَلَا أَزْكِي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا. أَحْسِبُهُ كَذًّا وَكَذًّا. إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ)). [طرفاء فی: ۶۰۶۱، ۶۱۶۲].

باب کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے جو جانتا ہو بس

۱۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الإِطْنَابِ فِي

وہی کے

(۲۶۶۳) ہم سے محمد بن صباح نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے برید بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص دوسرے کی تعریف کر رہا تھا اور مبالغہ سے کام لے رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ اس کی پشت توڑ دی۔

چونکہ گواہ کی تعدیل اور تزکیہ کا بیان ہو رہا ہے لہذا یہ بتلادیا گیا کہ کسی کی تعریف میں حد سے گزر جانا اور کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا شرعاً یہ بھی مذموم ہے کہ اس سے سننے والے کے دل میں عجب و خود پسندی اور کبر پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ لہذا تعریف میں مبالغہ ہرگز نہ ہو اور تعریف کسی کے منہ پر نہ کی جائے اور اس کی بابت جس قدر معلومات ہوں بس ان پر اضافہ نہ ہو کہ سلامتی اسی میں ہے۔

باب بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی شہادت کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

”ب تمہارے بچے احتلام کی عمر کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں (گھروں میں داخل ہوتے وقت) اجازت لینی چاہئے۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں احتلام کی عمر کو پہنچا تو میں بارہ سال کا تھا اور لڑکیوں کا بلوغ حیض سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں“ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ان یضعن حملھن﴾ تک۔ حسن بن صالح نے کہا کہ میں نے اپنی ایک پڑوسن کو دیکھا کہ وہ اکیس سال کی عمر میں دادی بن چکی تھیں۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد باب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی عمر پندرہ سال کو پہنچ جائے تو وہ بالغ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی قبول ہوگی۔ یوں بچے بارہ سال کی عمر میں بھی بالغ ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ اتفاق امر ہے۔ عورتوں کے لئے حیض آ جانا بلوغت کی دلیل ہے۔ وقد اجمع العلماء علی ان الحيض بلوغ فی حق النساء (فتح) یعنی علماء کا اجماع ہے کہ عورتوں کا بلوغ ان کا حائضہ ہونا ہی ہے۔

(۲۶۶۴) ہم سے عبید اللہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے

الْمَذْح، وَلَيَقُلْ مَا يَغْلَم

۲۶۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَّا حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيَطْرُقُهُ فِي مَذْجِهِ فَقَالَ: ((أَهْلَكْتُمْ - أَوْ قَطَعْتُمْ - ظَهْرَ الرَّجُلِ)). [طرفه فی: ۶۰۶۰].

۱۸- بَابُ بُلُوغِ الصَّبِيَّانِ وَشَهَادَتِهِمَا

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا﴾ [النور: ۵۹]

وَقَالَ مُغِيرَةُ: اخْتَلَمْتُ وَأَنَا ابْنُ ثِنْتِي عَشْرَةَ سَنَةً. وَبُلُوغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ لِقَوْلِهِ غَزَوْجَلٌ ﴿وَاللَّامِي يَنْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ - إِلَى قَوْلِهِ - أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ۴]. وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ: أَذْرَكْتُ جَارَةً لَنَا جَدَّةَ بِنْتِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ سَنَةً.

۲۶۶۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو اسْمَاءَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ

نافع نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی کے موقع پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے (جنگ پر جانے کے لئے) پیش ہوئے تو انہیں اجازت نہیں ملی، اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ پھر غزوہ خندق کے موقع پر پیش ہوئے تو اجازت مل گئی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ نافع نے بیان کیا کہ جب میں عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے یہاں ان کی خلافت کے زمانے میں گیا تو میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان (پندرہ سال ہی کی) حد ہے۔ پھر انہوں نے اپنے حاکموں کو لکھا کہ جس بچے کی عمر پندرہ سال کی ہو جائے (اس کا فوجی وظیفہ) بیت المال سے مقرر کر دیں۔

معلوم ہوا کہ پندرہ سال کی عمر ہونے پر بچے پر شرعی احکام جاری ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں وہ گواہی کے قائل ہو سکتا ہے۔

(۲۶۶۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے صفوان بن سلیم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔

قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجْزَنِي، ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِي)) قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ خَلِيفَةُ فَحَدَّثْتُهُ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَدَّثَ بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَكُتِبَ إِلَيَّ عُمَالِهِ أَنْ يَفْرِضُوا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ. [طرفہ بی: ۴۰۹۷]۔

۲۶۶۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَتْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ))۔ [راجع: ۸۵۸]

یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ شرعی واجبات انسان پر اس کے بالغ ہونے ہی پر نافذ ہوتے ہیں۔ شہادت بھی ایک شرعی امر ہے جس کے لئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ بلوغت کی آخر حد پندرہ سال ہے جیسا کہ کچھلی روایت میں مذکور ہوا۔ اس سے امام بخاری نے یہ بھی نکالا کہ احتلام ہونے سے مرد جوان ہو جاتا ہے گو اس کی عمر پندرہ سال کو نہ پہنچی ہو۔

باب مدعی علیہ کو قسم دلانے سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ پوچھنا تیرے پاس گواہ ہیں؟

۱۹- بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدْعَى: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَبْلَ الْيَمِينِ؟

(۲۶۶۶) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی اور انہیں اعمش نے، اس میں شعیب نے اور ان سے عبد اللہ بن جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے کوئی ایسی قسم کھائی، جس میں وہ جھوٹا تھا، کسی مسلمان کا مال چھیننے کے لئے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہو گا۔

۲۶۶۶، ۲۶۶۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ - وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ - لَيَقْطَعَ بِهَا مَالًا -

انہوں نے بیان کیا کہ اس پر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا گواہ ہے، یہ حدیث میرے ہی متعلق آنحضور ﷺ نے فرمائی تھی۔ میرا ایک یہودی سے ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ یہودی میرے حق کا انکار کر رہا تھا۔ اس لئے میں اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا (کیونکہ میں مدعی تھا) کہ گواہی پیش کرنا تمہارے ہی ذمہ ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، گواہ تو میرے پاس کوئی بھی نہیں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہودی سے فرمایا کہ پھر تم قسم کھاؤ۔ اشعث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں بول پڑا، یا رسول اللہ! پھر تو یہ قسم کھالے گا اور میرا مال، ہضم کر جائے گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اسی واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں سے معمولی پونجی خریدتے ہیں آخر آیت تک“

اَمْرٍ مِّنْ مُّسْلِمٍ لَّقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانٌ))۔ قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ: فَمَنْ وَاللّٰهِ كَانَ ذَلِكَ، كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَلَيْكَ بَيِّنَةٌ؟)) قَالَ: قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: ((اخْلِفْ)). قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا يَخْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [آل عمران: ۷۷] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ))۔

[راجع: ۲۳۰۶، ۲۳۰۷]

عدالت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مدعی سے گواہ طلب کرے۔ اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے قسم لے، اگر مدعی علیہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہوگا، مگر عدالت میں بہت لوگ جھوٹ سے بچنا ضروری نہیں جانتے حالانکہ جھوٹی گواہی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسے ہی جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہڑپ کرنا اکبرا الکبائر یعنی بہت ہی بڑا کبیرہ گناہ ہے۔

باب دیوانی اور فوجداری دونوں مقدموں میں

مدعی علیہ سے قسم لینا

اور نبی کریم ﷺ نے (مدعی سے) فرمایا کہ تم اپنے دو گواہ پیش کرو ورنہ مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ قتیبہ نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے (کوفہ کے قاضی) ابن شبرمہ نے بیان کیا کہ (مدینہ کے قاضی) ابو الزناد نے مجھ سے مدعی کی قسم کے ساتھ صرف ایک گواہ کی گواہی کے (نافذ ہو جانے کے) بارے میں گفتگو کی تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اور تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو“ پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، جن گواہوں سے کہ تم مطمئن ہو، تاکہ اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ میں نے کہا کہ اگر مدعی کی قسم کے ساتھ صرف ایک گواہ کی گواہی کافی ہوتی تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی

۲۰- بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدْعَى

عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُودِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)) وَقَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ شَبْرَمَةَ كَلَّمَنِي أَبُو الزِّنَادِ فِي شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِينِ الْمُدْعَى، فَقُلْتُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ. فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ [البقرة: ۲۸۲] قُلْتُ: إِذَا كَانَ يُكْفَى بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِينِ الْمُدْعَى لَمَّا

تَحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِخْذَاهُمَا الْآخَرَى، مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذَنْبِهِ الْآخَرَى. کہ اگر ایک بھول جائے۔ تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ دوسری عورت کے یاد دلانے سے فائدہ ہی کیا ہے؟

ابو الزناد جن کا اوپر ذکر ہوا مدینہ کے قاضی اور امام مالک کے استاد ہیں۔ اہل مدینہ اور امام شافعی اور احمد اور ابوالحدیث سب اس کے قائل ہیں کہ اگر مدعی کے پاس ایک ہی گواہ ہو تو مدعی سے قسم لے کر ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کر دیں گے۔ مدعی کی قسم دوسرے گواہ کے قائم مقام ہو جائے گی اور یہ امر حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کو امام مسلم نے ابن عباس سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کیا اور اصحاب سُنن نے اس کو ابو ہریرہ اور جابر سے نکالا۔ ابن خزیمہ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

ابن شبرمہ کوفہ کے قاضی تھے۔ اہل کوفہ جیسے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسے جائز نہیں کہتے اور صحیح حدیث کے برخلاف آیت قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت قرآن حدیث کے برخلاف نہیں ہو سکتی اور قرآن کا جاننے والا اور سمجھنے والا آنحضرت ﷺ سے زیادہ کوئی نہ تھا (وحیدی)

آیت سے ابن شبرمہ نے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں معاملہ کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ معاملہ کرتے وقت دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کو گواہ کر لیں۔ دو عورتیں اس لئے رکھی ہیں کہ وہ ناقص العقل اور ناقص الحفظ ہوتی ہیں۔ ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی سے جو قسم لی جاتی ہے وہ اسی وقت جب نصاب شہادت کا پورا نہ ہو، اگر ایک مرد اور دو عورتیں یا دو مرد موجود ہوں تب مدعی سے قسم لینے کی ضرورت نہیں۔

امام شافعی نے فرمایا، یٰمِیْنُ مَعَ الشَّاهِدِ کی حدیث قرآن کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں بیان ہے اس امر کا جس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اس کے پیغمبر کے حکم پر چلیں اور جس چیز سے آپ نے منع فرمایا ہے اس سے باز رہیں۔ میں (مولانا وحید الزملی مرحوم) کہتا ہوں قرآن میں تو یہ ذکر ہے کہ اپنے پاؤں وضو میں وضو، پھر خنیفہ موزوں پر مس کیوں جائز کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں یہ ذکر ہے کہ اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو اور خنیفہ اس کے برخلاف ایک ضعیف حدیث کی رو سے نیز ترسے وضو کیوں جائز سمجھتے ہیں اور لطف یہ ہے کہ نیز ترمذی ضعیف اور مجہول حدیث ضعیف قرار دے کر اس سے کتاب اللہ پر زیادت جائز سمجھتے ہیں اور یٰمِیْنُ مَعَ الشَّاهِدِ کی صحیح اور مشہور حدیث کو رد کرتے ہیں۔ وہل ہذا لا ظلم عظیم منہ (وحیدی)

حدیث ہذا کے ذیل مرحوم لکھتے ہیں یعنی جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں۔ بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مرفوعاً یوں نکالا البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر معلوم ہوا کہ مدعی علیہ پر ہر حال میں قسم کھانا لازم ہو گا۔ جب مدعی کے پاس شہادت نہ ہو، خواہ مدعی اور مدعی علیہ میں اختلاط اور ربط ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی اور ابوالحدیث اور جمہور علماء کا یہی قول ہے، لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ مدعی علیہ سے اسی وقت قسم لی جائے گی۔ جب اس میں اور مدعی میں ارتباط اور معاملات ہوں۔ ورنہ ہر شخص شریف آدمیوں کو قسم کھلانے کے لئے جھوٹے دعوے ان پر کرے گا (وحیدی)

۲۶۶۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: ((كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَقَضَى بِالْيَمِينِ عَلَى الْمُدْعَى عَلَيْهِ)).
(۲۶۶۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع بن عمر نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا تھا ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ کے لئے قسم کھانے کا فیصلہ کیا تھا۔“

(۷۰، ۲۶۶۹) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا منصور سے، ان سے ابو داؤد نے بیان کیا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص (جھوٹی) قسم کسی کا مال حاصل کرنے کے لئے کھائے گا تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ اللہ پاک اس پر غضبناک ہو گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (اس حدیث کی) تصدیق کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ عذاب الیم“ تک۔ پھر اشعث بن قیسؓ ہماری طرف تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تم سے کون سی حدیث بیان کر رہے تھے۔ ہم نے ان کی یہی حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے صحیح بیان کی، یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرا ایک شخص سے جھگڑا تھا۔ ہم اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ یا تم دو گواہ لاؤ، ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہو گا۔ میں نے کہا کہ (گواہ میرے پاس نہیں ہیں لیکن اگر فیصلہ اس کی قسم پر ہوا) پھر تو یہ ضرور ہی قسم کھالے گا اور کوئی پروا نہ کرے گا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص بھی کسی کا مال لینے کے لئے (جھوٹی) قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہو گا۔ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی تھی، پھر انہوں نے یہی آیت تلاوت کی۔

بعض حنفیہ نے اس حدیث سے یہ دلیل لی ہے کہ یحییٰ مع الشہد پر فیصلہ کرنا درست نہیں اور یہ استدلال فاسد ہے کہ یحییٰ مع الشہدین کی شق میں داخل ہے تو مطلب یہ ہے کہ دو گواہ لا اس طرح سے کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں یا ایک مرد اور ایک قسم ورنہ مدعی علیہ سے قسم لے۔ یہ حنفیہ اتنا غور نہیں کرتے کہ اللہ اور پیغمبر کے کلام کو باہم ملانا بہتر ہے یا ان میں مخالفت ڈالنا، ایک پر عمل کرنا، ایک کو ترک کرنا۔ (وحیدی)

الحمد للہ کہ حرم نبوی مدینۃ المنورہ میں ۹ اپریل ۱۹۷۰ء کو حضور کے موابہ شریف میں بیٹھ کر یہ متن کو بغور پڑھا گیا۔

باب اگر کسی نے کوئی دعویٰ کیا یا (اپنی عورت پر) زنا کا جرم لگایا اور گواہ لانے کے لئے مہلت چاہی تو مہلت دی جائے

گی

۲۶۶۹، ۲۶۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِيقَ ذَلِكَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ - إِلَى - عَذَابٍ أَلِيمٍ)). ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَحَدَّثَنَاهُ بِمَا قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ، لَقِيَ أَنْزَلَتْ، كَانَ يَنْجِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٍ لِي شَيْءٍ، فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: شَاهِدَا أَوْ يَمِينُهُ. فَقُلْتُ: إِنَّهُ إِذَا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا - وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ - لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ)). فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ. ثُمَّ اقْرَأْ هَذِهِ الْآيَةَ)). [راجع: ۲۳۵۶، ۲۳۵۷]

۲۱ - بَابُ إِذَا ادَّعَى أَوْ قَدَفَ فَلَهُ أَنْ يَلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِيَطْلُبَ الْبَيِّنَةَ

جیسے حسب دیکھنے کے لئے مہلت دی جائے گی۔ اگر مہلت کے بعد ایک گواہ لایا اور دوسرا گواہ حاضر کرنے کے لئے اور مہلت چاہے تو پھر مہلت دی جائے گی۔

(۳۶۷۱) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن ابی عدی نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے عکرمہ نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سماء کے ساتھ تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا کہ اس پر گواہ لا ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اگر اپنی عورت پر کسی دوسرے کو دیکھے گا تو گواہ ڈھونڈنے دوڑے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر یہی فرماتے رہے کہ گواہ لا ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ پھر لعان کی حدیث کا ذکر کیا۔

۲۶۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةٍ قَدَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشْرِيكَ بْنِ سَخْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْبَيِّنَةُ، أَوْ حَدٌّ لِي ظَهَرَكَ))، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُولُ: ((الْبَيِّنَةُ، وَإِلَّا حَدٌّ لِي ظَهَرَكَ. فَذَكَرَ حَدِيثَ اللَّعَانِ)).

[طرفاء فی : ۴۷۴۷، ۵۳۰۷]۔

نتیجہ مطلب یہ ہے کہ دعویٰ کرنے یا کسی پر تہمت لگانے کے بعد اگر مدعی کے پاس فوری طور پر گواہ نہ ہوں تو اتنا اس امر کی مہلت دی جائے گی کہ وہ گواہ تلاش کر کے عدالت میں پیش کرے۔ ہلال بن امیہ کے سامنے اس کا اپنا چشم دید واقعہ تھا اور خود اپنی بیوی کا معاملہ تھا، دوسری طرف ارشاد رسول پاک ﷺ کہ شرعی قانون کے تحت چار گواہ پیش کرو، اس نے حیران و پریشان ہو کر یہ بات کہی جو حدیث میں مذکور ہے۔ آخر اللہ پاک نے اس مشکل کا حل لعان کی صورت میں خود ہی پیش فرمایا اور رسول کریم ﷺ نے لعان کے متعلق مفصل حدیث ارشاد فرمائی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ احادیث نبوی کا اصل ماخذ قرآن کریم ہی ہے، اس حقیقت کے پیش نظر قرآن مجید متن ہے اور حدیث نبوی اس کی شرح ہے جو لوگ محض قرآن مجید پر عمل کرنے کا نعرہ بلند کرتے اور احادیث نبوی کی تکذیب کرتے ہیں یہ شیطانی فریب میں گرفتار اور گمراہی کے عمیق غار میں گر چکے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہلاکت، تباہی، گمراہی اور دوزخ ہے۔ خدا کی مار ان لوگوں پر جو قرآن مجید اور حدیث نبوی میں تضاد ثابت کریں۔ قرآن پر ایمان کا دعویٰ کریں اور حدیث کا انکار کریں۔ ﴿قَاتِلْهُمْ اللَّهُ أَلَمْ يُوَفِّكَوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۰)

انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو قتلہ انکار حدیث کے بانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث نبوی کو غیبات کے درجہ میں رکھ کر ان کی اہمیت کو گرا دیا۔ حدیث نبوی جو بسند صحیح ثابت ہو اسکو محض ظن کہہ دینا بہت بڑی جرأت ہے اللہ ان فقہاء پر رحم کرے جو اس تخفیف حدیث کے محرک ہوئے جنہوں نے قتلہ انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو صراطِ مستقیم نصیب کرے۔ آمین

باب عصر کی نماز کے بعد (جھوٹی) قسم کھانا اور زیادہ گناہ ہے

(۳۶۷۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن

۲۲- بَابُ الْيَمِينِ بَعْدَ الْعَصْرِ

۲۶۷۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

عبدالحمید نے بیان کیا اعمش سے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ انہیں سخت دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ شخص جو سفر میں ضرورت سے زیادہ پانی لئے جا رہا ہے اور کسی مسافر کو (جسے پانی کی ضرورت ہو) نہ دے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی (خليفة المسلمين) سے بیعت کرے اور صرف دنیا کے لئے بیعت کرے کہ جس سے اس نے بیعت کی اگر وہ اس کا مقصد پورا کر دے تو یہ بھی وفاداری سے کام لے، ورنہ اس کے ساتھ بیعت و عہد کے خلاف کرے۔ تیسرا وہ شخص جو کسی سے عصر کے بعد کسی سامان کا بھاء کرے اور اللہ کی قسم کھالے کہ اسے اس کا اتنا اتنا روپیہ مل رہا تھا اور خریدار اس سامان کو (اس کی قسم کی وجہ سے) لے لے۔ حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔

تینوں گناہ جو یہاں مذکور ہوئے اخلاقی اعتبار سے بھی بہت ہی برے ہیں کہ ان کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ حضرت امام بخاریؒ مذکورہ تیسرے شخص کی وجہ سے یہاں اس حدیث کو لائے۔ تجارت میں جھوٹ بول کر مال فروخت کرنا ہر وقت ہی گناہ ہے مگر عصر کے بعد ایسی قسم کھانا اور بھی بدتر گناہ ہے کہ دن کے اس آخری حصہ میں بھی وہ جھوٹ بولنے سے باز نہ رہ سکا۔

باب مدعی علیہ پر جہاں قسم کھانے کا حکم دیا جائے
وہیں قسم کھالے یہ ضروری نہیں کہ
کسی دوسری جگہ پر جا کر قسم کھائے

اور مروان بن حکم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک مقدمے کا فیصلہ منبر پر بیٹھے ہوئے کیا اور (مدعی علیہ ہونے کی وجہ سے) ان سے کہا کہ آپ میری جگہ آکر قسم کھائیں۔ لیکن زید رضی اللہ عنہ اپنی ہی جگہ سے قسم کھانے لگے اور منبر کے پاس جا کر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ مروان کو اس پر تعجب ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ نے (اشعث بن قیس سے) فرمایا تھا کہ دو گواہ لاؤ ورنہ اس (یسودی) کی قسم پر فیصلہ ہو گا۔ آپ نے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيقٍ يَنْتَعِ مِنْهُ ابْنُ السَّبِيلِ. وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يَبِيعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ. وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْغَصْرِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذًا وَكَذَا فَأَخَذَهَا)). [راجع: ۲۳۵۸]

۲۳- بَابُ يَخْلِفُ الْمُدْعَى عَلَيْهِ
حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِينُ
وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ

قَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِينِ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمُنْبَرِ فَقَالَ: أَخْلِفُ لَهُ مَكَانِي، فَجَعَلَ زَيْدٌ يَخْلِفُ، وَأَبَى أَنْ يَخْلِفَ عَلَى الْمُنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَتَعَجَّبُ مِنْهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ)) فَلَمْ يَخْصُصْ مَكَانًا دُونَ مَكَانٍ.

مثلاً مدعی کے کہ مسجد میں چل کر قسم کھاؤ، تو مدعی علیہ پر ایسا کرنا لازم نہیں۔ حنفیہ کا یہی قول ہے اور حنابلہ بھی اس کے قائل

ہیں اور شافعیہ کے نزدیک اگر قاضی مناسب سمجھے تو ایسا حکم دے سکتا ہے گو مدعی اس کی خواہش نہ کرے۔ مروان کے واقعہ کو امام مالکؒ نے موطا میں وصل کیا ہے۔ زید بن ثابت اور عبد اللہ بن مطیع میں ایک مکان کی بابت جھگڑا تھا۔ مروان اس وقت معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ اس نے زید کو منبر پر جا کر قسم کھانے کا حکم دیا۔ زید نے انکار کیا اور زید کے قول پر عمل کرنا بہتر ہے، مروان کی رائے پر عمل کرنے سے۔ لیکن حضرت عثمان سے بھی مروان کی رائے کے مطابق منقول ہے کہ منبر کے پاس قسم کھائی جائے، امام شافعی نے کہا مصحف پر قسم دلانے میں قباحت نہیں (وحیدی)

اشعث بن قیس اور یهودی کا مقدمہ گزشتہ سے پوسٹہ حدیث میں گزر چکا ہے، یہاں اسی طرف اشارہ ہے اگر کچھ اہمیت ہوتی تو آنحضرت ﷺ یودی سے تورات ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کا حکم فرماتے یا ان کے گرجا میں قسم کھانے کا حکم دیتے۔ مگر شرعاً ان کی قسم کے بارے میں کوئی ضرورت نہیں۔

۲۶۷۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ لِيَقْطَعَ بِهَا مَالًا لِقِيٍّ اللَّهِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ)). [راجع: ۲۳۵۶]

(۲۶۷۳) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا اعمش سے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص قسم اس لئے کھاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی کامل (ناجائز طور پر) ہضم کر جائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ پاک اس پر غضبناک ہوگا۔

قسم میں تاکید و تنبیہ کسی خاص مکان جیسے مسجد وغیرہ یا کسی خاص وقت جیسے عصر یا جمعہ کے دن وغیرہ سے نہیں پیدا ہوتی۔ جہاں عدالت ہے اور قانون شریعت کے اعتبار سے مدعی علیہ پر قسم واجب ہوئی ہے، اس سے قسم اسی وقت اور وہیں لی جائے۔ قسم لینے کے لئے نہ کسی خاص وقت کا انتظار کیا جائے اور نہ کسی مقدس جگہ اسے لے جایا جائے۔ اس لئے کہ مکان و زمان سے اصل قسم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ یہی بتلاتا چاہتے ہیں۔

۲۶- بَابُ إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِينِ

باب جب چند آدمی ہوں اور ہر ایک قسم کھانے میں جلدی کرے تو پہلے کس سے قسم لی جائے

۲۶۷۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِينَ فَأَسْرَعُوا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ أَيُّهُمْ يُخْلِفُ)).

(۲۶۷۴) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے چند آدمیوں سے قسم کھانے کے لئے کہا (ایک ایسے مقدمے میں جس کے یہ لوگ مدعی علیہ تھے) قسم کے لئے سب ایک ساتھ آگے بڑھے۔ تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ قسم کھانے کے لئے ان میں باہم پانسہ ڈالا جائے کہ پہلے کون قسم کھائے۔

ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ دو شخصوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا اور کسی کے پاس گواہ نہ تھے۔ آپؐ نے فرمایا: قرعہ ڈالو اور جس کا نام نکلے وہ قسم کھالے۔ حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ دو آدمیوں نے ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش

کئے۔ آپؐ نے آدموں آدھ اونٹ دونوں کو دلا دیا اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے قرع کا حکم دیا اور جس کا نام قرعہ میں نکلا اس کو دلا دیا۔

۲۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾.

۲۶۷۵- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الْقَوَامُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَقَامَ رَجُلٌ سَلْعَتَهُ فَحَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ بِهَا. فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا)) ((آل عمران : ۷۷)). وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: ((النَّاجِشُ أَكِلُ رِبَا خَائِنٌ)).

[راجع: ۲۰۸۸]

باب اللہ تعالیٰ کا سورہ آل عمران میں فرمان کہ
”جو لوگ اللہ کو درمیان میں دے کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر تھوڑا
مول لیتے ہیں۔“ (آخر آیت تک)

(۲۶۷۵) مجھ سے اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو یزید بن ہارون نے خبر دی، انہیں عوام نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے ابراہیم ابو اسماعیل سکسکی نے بیان کیا اور انہوں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک شخص نے اپنا سامان دکھا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اسے اس سامان کا اتار وہی مل رہا تھا، حالانکہ اتنا نہیں مل رہا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعہ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔“ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ گاہوں کو پھانسنے کے لئے قیمت بڑھانے والا سود خود کی طرح خائن ہے۔

قاضی کے سامنے عدالت میں جھوٹ بولنے والوں کی مذمت پر جو جھوٹی قسم کھا کر غلط بیانی کریں حضرت امام بخاری نے خاص استدلال فرمایا ہے۔ یوں جھوٹ بولنا ہر جگہ ہی منع ہے۔

(۲۶۷۶، ۲۶۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبًا لَيَقْطَعَ مَالَ رَجُلٍ - أَوْ قَالَ أَخِيهِ - لَقِيَّ اللَّهُ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبًا)). وَأَنْزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَ ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ الْآيَةَ. فَلَقِّنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللَّهِ

عمر بن محمد بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا شعبہ سے، ان سے سلیمان نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم اس لئے کھائے کہ اس کے ذریعہ کسی کا مال لے سکے یا انہوں نے یوں بیان کیا کہ اپنے بھائی کا مال لے سکے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی تصدیق میں قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ”جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی (جھوٹی) قسموں کے ذریعہ معمولی پونجی حاصل کرتے ہیں۔“ ارخ پھر مجھ سے اشعث بن مسعود نے آج تم لوگوں سے کیا حدیث بیان کی تھی۔

الْيَوْمَ؟ قُلْتُ: كَلَّا وَكَذَا. قَالَ: فِيمَا أَنُوتُ. [راجع: ۲۳۵۶، ۲۳۵۷]

میں نے ان سے بیان کر دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت میرے ہی واقعے کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔

عدالت غیب داں نہیں ہوتی۔ کوئی شخص غلط بیانی کر کے جموئی قسمیں کھا کر فیصلہ اپنے حق میں کرا لے، حالانکہ وہ ناحق پر ہے تو ایسا شخص عند اللہ ملعون ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ کا انگارہ کھا رہا ہے۔ قیامت کے دن وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گا۔ اس کو یہ حقیقت خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے۔ جو لوگ قاضی کے فیصلہ کو ظاہر و باطن ہر حال میں نافذ کرتے ہیں، ان کی غلط بیانی کی طرف بھی یہ اشارہ ہے۔

باب کیونکر قسم لی جائے

سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وہ لوگ آپ کے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تم کو راضی کرنے کے لئے“ اور سورہ نساء میں ”پھر تیرے پاس اللہ کی قسم کھاتے آتے ہیں کہ ہماری نیت تو بھلائی اور ملاپ کی تھی“ قسم میں یوں کہا جائے باللہ، تاللہ، واللہ (اللہ کی قسم) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اور وہ شخص جو اللہ کی قسم عصر کے بعد کھاتا ہے۔ اور اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائیں۔

۲۶- بَابُ كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ؟ قَالَ

تَعَالَى: ﴿يُحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ﴾ وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ثُمَّ جَاءُوكَ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّ أَرْدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا﴾. يُقَالُ: بِاللَّهِ وَتَالَهُ وَوَالَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللَّهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ)) وَلَا يُحْلِفُ بغيرِ اللَّهِ.

بعض نسخوں میں اور دو آیتیں بھی مذکور ہیں ﴿وَيُحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ (التوبہ: ۵۶) اور ﴿فَيُفْسِنُ بِاللَّهِ لَشَهَادَتَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتَيْهَا﴾ (المائدہ: ۱۰۷)۔ اور آیتوں کے لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قسم میں غلطی یعنی سختی ضروری نہیں صرف اللہ کی قسم کافی ہے۔ عرب میں باللہ، تاللہ، واللہ یہ تینوں کلمے قسم میں کئے جاتے ہیں۔ مضمون باب میں آخری جملہ ولا يحلف بغير الله یہ حضرت امام بخاری کا کلام ہے۔ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔

(۲۶۷۸) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ان کے چچا ابو سہیل نے، ان سے ان کے والد نے اور انہوں نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (ضام بن ثعلبہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام کے متعلق پوچھنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، دن اور رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا۔ اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ نماز اور ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ تم نفل پڑھو۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اور رمضان کے روزے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ (روزے) واجب ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، سو اس کے جو تم اپنے طور پر نفل رکھو۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے

۲۶۷۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ))، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطُوعَ)). فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَصِيَامُ رَمَضَانَ))، قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطُوعَ)). قَالَ: ((وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا تو انہوں نے پوچھا کیا (جو فرض زکوٰۃ آپ نے بتائی ہے) اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی خیرات واجب ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، سوا اس کے جو تم خود اپنی طرف سے نفل دو۔ اس کے بعد وہ صاحب یہ کہتے ہوئے جانے لگے کہ اللہ گواہ ہے نہ میں ان میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کوئی کمی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہوا۔

یعنی جنت میں جائے گا۔ باب کا مطلب اس سے نکلا کہ اس نے قسم میں لفظ واللہ استعمال کیا۔ قسم کھانے میں یہی کافی ہے۔ واللہ باللہ، تاشد یہ سب قسمیہ الفاظ ہیں۔

(۲۶۷۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جویریہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ نافع نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی کو قسم کھانی ہی ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔

الرَّكَاةُ)). قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: ((لَا، إِلَّا أَنْ تَطُوعُ))، فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَفْلَحَ إِنْ صَدَّقَ)). [راجع: ۴۶]

۲۶۷۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ: ذَكَرَ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ كَانَ خَالِفًا فَلْيُخْلِِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْنَعُ)).

[أطرافه في: ۳۸۳۶، ۶۱۰۸، ۶۶۴۶، ۶۶۴۸].

اس میں اشارہ ہے کہ عدالت میں قسم وہی معتبر ہوگی جو اللہ کے نام پر کھائی جائے۔ غیر اللہ کی قسم ناقابل اعتبار بلکہ گناہ ہوگی۔ دوسری روایت میں ہے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے شرک کیا۔ پس قسم جی کھانی چاہئے اور وہ صرف اللہ کے نام پاک کی قسم ہو ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے۔

باب جس مدعی نے (مدعی علیہ کی) قسم کھالینے کے بعد گواہ پیش کئے

۲۷- بَابُ مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِينِ

تو اس کے گواہ قبول ہوں گے، اہل کوفہ اور شافعی اور احمد کا یہی قول ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر مدعی کو اپنے گواہوں کا علم نہ تھا اور اس نے مدعی علیہ سے قسم لے لی، پھر گواہوں کا علم ہوا تو گواہ قبول ہوں گے اور جو گواہوں کا علم ہوتے ہوئے اس نے گواہ پیش نہیں کئے اور قسم لے لی تو اب گواہ منظور نہ ہوں گے۔ (وحیدی)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ ممکن ہے کہ (مدعی اور مدعی علیہ میں کوئی) ایک دوسرے سے بہتر طریقہ پر اپنا مقدمہ پیش کر سکتا ہو۔ طاؤس، ابراہیم اور شریح رحمہم نے کہا کہ عادل گواہ جھوٹی قسم کے مقابلے میں قبول کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِخُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ)). وَقَالَ طَاوُسٌ وَابْرَاهِيمُ: الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِينِ الْفَاجِرَةِ.

(۲۶۸۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا امام مالک سے، ان

۲۶۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ

سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب نے اور ان سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، تم لوگ میرے یہاں اپنے مقدمات لاتے ہو اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک تم میں دوسرے سے دلیل بیان کرنے میں بڑھ کر ہوتا ہے (قوت بیانیہ بڑھ کر رکھتا ہے) پھر میں اس کو اگر اس کے بھائی کا حق (غلطی سے) دلا دوں، تو وہ (حلال نہ سمجھے) اس کو نہ لے، میں اس کو دونوں کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔

مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ فَإِنَّمَا أَفْطَحُ لَهُ لِفُطْحَةٍ مِنَ النَّارِ، فَلَا يَأْخُذْهَا)). [راجع: ۲۴۵۸]

تشیخ اس حدیث میں امام مالک اور شافعی اور امام احمد اور جمہور علماء کا مذہب ثابت ہوا کہ قاضی کا حکم ظاہراً نافذ ہوتا ہے نہ کہ باطناً، یعنی قاضی اگر غلطی سے کوئی فیصلہ کر دے تو جس کے موافق فیصلہ کرے عند اللہ اس کیلئے وہ شے درست نہ ہوگی اور خفیہ کارروایاں جن کے نزدیک قاضی کی قضا ظاہراً اور باطناً دونوں طرح نافذ ہو جاتی ہیں۔ حدیث سے بھی یہی نکلا کہ پیغمبر صاحب کو بھی دھوکا ہو جانا ممکن تھا اور آپ کو علم غیب نہ تھا اور جب آپ سے جو سارے جہاں سے افضل تھے غلطی ہو جانا ممکن ہوا تو اور کسی قاضی یا مجتہد یا امام یا عالم کی کیا حقیقت اور کیا ہستی ہے اور بڑا بے وقوف ہے وہ شخص جو کسی مجتہد یا جرح کو خطا سے معصوم سمجھے۔ (وحیدی)

باب جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اس کو پورا کر دیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس وصف سے کیا ہے کہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ اور سعید بن الاشوع نے وعدہ پورا کرنے کے لئے حکم دیا تھا۔ اور سمروہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی نقل کیا، اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ اپنے ایک داماد (ابو العاص) کا ذکر فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ اسحاق بن ابراہیم کو میں نے دیکھا کہ وہ وعدہ پورا کرنے کے وجوب پر ابن اشوع کی حدیث سے دلیل لیتے تھے۔

۲۸- بَابُ مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ
وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ بْنُ وَادْعَةَ فِي الْكِتَابِ
إِسْمَاعِيلُ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ
وَقَضَى ابْنُ الْأَشْوَعِ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذَلِكَ
وَعَنْ سَمُرَةَ. وَقَالَ الْمِسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ:
(سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ ذَكَرَ صَهْرًا لَهُ قَالَ:
وَعَدَنِي فَوَقَى لِي)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ:
رَأَيْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يَخْتَجُّ بِحَدِيثِ
ابْنِ أَشْوَعٍ.

امام بخاری اور بعض علماء کا یہی قول ہے کہ وعدہ پورا کرنا چاہئے، اگر کوئی نہ کرے تو قاضی پورا کرائے گا۔ لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ وعدہ پورا کرنا مستحب ہے اور اخلاقاً ضروری ہے۔ پر قاضی جبراً اسے پورا نہیں کرا سکتا۔ از روئے درایت امام بخاری ہی کا قول صحیح ہے کہ عدالت فیصلہ کرتے وقت ایک حکم جاری کرتی ہے گویا مدعی علیہ سے وعدہ لیتی ہے کہ وہ عدالت کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے گویا اس پر عمل درآمد کرنے کا وعدہ کر رہا ہے۔ اب مگر جا کر وہ اس حکم پر عمل نہ کرے اور مدعی کو کورا جواب دے تو عدالت پولیس کے ذریعہ اپنے فیصلہ کا نفاذ کرائے گی۔ حضرت امام کا یہی منشا ہے اور دنیا کا یہی قانون ہے۔ اسی مقصد سے حضرت امام بخاری نے کئی احادیث اور آثار نقل کر دیے ہیں۔ اگر عدالتی حکم کو کوئی شخص جاری نہ ہونے دے اور تسلیم کے وعدہ سے پھر جائے اور عدالت

کچھ نہ کر سکے تو یہ محض ایک تماشہ بن کر رہ جائے گا۔

(۲۶۸۱) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ انہیں ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا تھا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں نماز، سچائی، عفت، عہد کے پورا کرنے اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ نبی کی صفات ہیں۔

[راجع: ۷]

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ خود مجتہد مطلق ہیں۔ جامع الصحیح میں جگہ جگہ آپ نے اپنے خدا داد اجتہادی ملکہ سے کام لیا ہے۔ آپ کے سامنے یہ نہیں ہوتا کہ ان کو کس مسلک کی موافقت کرنی ہے اور کس کی تردید۔ ان کے سامنے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہوتی ہے۔ ان ہی کے تحت وہ مسائل و احکام پیش کرتے ہیں۔ وہ کسی مجتہد و امام کے مسلک کے مخالف ہوں یا موافق حضرت امام کو قطعاً یہ پرواہ نہیں ہوتی۔ پھر موجودہ دیوبندی ناشران بخاری کا کئی جگہ یہ لکھنا کہ یہاں امام بخاری نے فلاں امام کا مسلک اختیار کیا ہے بالکل غلط اور حضرت امام کی شان اجتہاد میں تنقیص ہے۔ اس جگہ بھی صاحب تنقیم البخاری نے ایسا ہی الزام دہرایا ہے۔ وہ صاحب لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وعدہ کرنے کا حکم بھی قضا کے تحت آ سکتا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی غالباً اس باب میں امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ (تنقیم البخاری، پ: ۱۰/ ص: ۱۱۷)

جج ہے المرأ بقیس علی نفسہ مقلدین کا چونکہ یہی رویہ ہے وہ مجتہد مطلق امام بخاری کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ حضرت امام خود مجتہد مطلق ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲۶۸۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کسی تو جھوٹ کسی امانت دی گئی تو اس نے اس میں خیانت کی اور وعدہ کیا تو اسے پورا نہیں کیا۔

[راجع: ۳۳]

(۲۶۸۳) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہمیں ہشام نے خبر دی، ان سے ابن جریج نے بیان کیا، انہیں عمرو بن دینار نے خبر دی،

۲۶۸۱- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُيَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: ((سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَرَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَإِذَا الْأَمَانَةِ، قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيِّ)). [راجع: ۷]

۲۶۸۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي غَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اتَّعَمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)). [راجع: ۳۳]

۲۶۸۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي

انہیں محمد بن علی نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس (محرر کے عامل) علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مال آیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جس کسی کا بھی نبی کریم ﷺ پر کوئی قرض ہو، یا آنحضرت ﷺ کا اس سے وعدہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس پر میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ اتنا مال مجھے عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھ بڑھائے اور میرے ہاتھ پر پانچ سو پھر پانچ سو اور پھر پانچ سو گن دیئے۔

عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ: ((لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ، أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَّةٌ فَلْيَأْتِنَا: قَالَ جَابِرٌ: فَقُلْتُ وَعَدَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُعْطِيَني هَكَذَا وَهَكَذَا - فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - قَالَ جَابِرٌ: فَقَدْ فِي يَدِي خَمْسَمِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَمِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَمِائَةٍ)). [راجع: ۲۲۹۶]

گویا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی کو پورا کر دکھایا، اس سے بھی یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا ہی ہو گا خواہ بذریعہ عدالت ہی ہو۔

(۲۶۸۴) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو سعید بن سلیمان نے خبر دی، ان سے مروان بن شجاع نے بیان کیا، ان سے سالم افطس نے اور ان سے سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ حیرہ کے یہودی نے مجھ سے پوچھا، موسیٰ علیہ السلام نے (اپنے مہر کے ادا کرنے میں) کون سی مدت پوری کی تھی؟ (یعنی آٹھ سال کی یا دس سال کی، جن کا قرآن میں ذکر ہے) میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں، ہاں! عرب کے بڑے عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں (تو پھر تمہیں بتا دوں گا) چنانچہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپ نے بڑی مدت پوری کی (دس سال کی) جو دونوں مدتوں میں بہتر تھی۔ رسول اللہ ﷺ بھی جب کسی سے وعدہ کرتے تو پورا کرتے تھے۔

۲۶۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سَلِيمَانَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شَجَاعٍ عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ: أَيُّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوسَى؟ قُلْتُ: لَا أَذْرِي حَتَّى أَقْدِمَ عَلَى خَبَرِ الْقُرْبِ فَأَسْأَلَهُ. فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ لَعَلَّ)).

نتیجہ ان جملہ احادیث سے حضرت امام نے وعدہ پورا کرنے کا وجوب ثابت کیا، خصوصاً جو وعدہ عدالت میں کیا جائے وہ نہ پورا کرے تو اس سے جبراً اسے پورا کرایا جائے گا۔ ورنہ عدالت ایک تماشہ بن کر رہ جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آٹھ سال اور دس سال کی مدتیں رکھی گئی تھیں۔ حضرت شعیبؑ نے ان سے فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں۔ بشرطیکہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو اور اگر دس برس پورا کرو تو یہ تمہارا احسان ہو گا۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ کہ اللہ کے رسول وعدہ خلاف ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ہمیں سے ترجمہ باب لکھا

ہے۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ سعید نے کہا، پھر وہ یہودی مجھ سے ملا تو میں نے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا وہ اسے بتلادیا۔ وہ کہنے لگا ابن عباس رضی اللہ عنہما بے شک عالم ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آنحضرت ﷺ سے سنا تھا اور آپ نے یہ حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا تھا۔ جبرائیلؑ نے اللہ پاک سے جس کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا تھا کہ موسیٰؑ نے وہ میحلو پوری کی جو زیادہ لمبی اور زیادہ بہتر تھی۔

باب مشرکوں کی گواہی قبول نہ ہوگی

اور شعبی نے کہا کہ دوسرے دین والوں کی گواہی ایک سے دوسرے کے خلاف یعنی جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ”ہم نے ان میں باہم دشمنی اور بغض کو ہوا دے دی ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ اہل کتاب کی (ان کی مذہبی روایات میں) نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ لیا کرو کہ اللہ پر اور جو کچھ اس نے نازل کیا سب پر ہم ایمان لائے۔ الآیۃ

۲۹- بَابُ لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكَ عَنْ

الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿فَأَعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ [المائدة: ۱۴].

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: ﴿أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ﴾ (الآیۃ)).

مشرکوں کی گواہی مشرکوں پر نہ مسلمانوں پر قبول ہوگی۔ خفیہ کے نزدیک مشرکوں کی گواہی مشرکوں پر قبول ہوگی۔ اگرچہ ان کے مذہب مختلف ہوں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو چار یہودیوں کی شہادت پر رجم کیا تھا۔

(۲۶۸۵) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا یونس سے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، اے مسلمانو! اہل کتاب سے تم کیوں سوالات کرتے ہو۔ حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تم اسے پڑھتے ہو اور اس میں کسی قسم کی آمیزش بھی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہے کہ اہل کتاب نے اس کتاب کو بدل دیا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دی تھی اور خود ہی اس میں تغیر کر دیا اور پھر کہنے لگے یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان کا مقصد اس سے صرف یہ تھا کہ اس طرح تھوڑی پونجی (دنیا کی) حاصل کر سکیں۔ پس کیا جو علم (قرآن) تمہارے پاس آیا ہے وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے پوچھنے کو نہیں روکتا۔ اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ان آیات کے متعلق تم سے پوچھتا ہو جو تم پر

۲۶۸۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ وَكِتَابَكُمْ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ أَخَذْتُ الْأَخْبَارَ بِاللَّهِ تَقْرَأُونَهُ لَمْ يُشَبَّ؟ وَقَدْ حَدَّثَكُمْ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوا: ﴿هَؤُلَاءِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ [البقرة: ۷۹] أَفَلَا يَنْهَاكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسْأَلَتِهِمْ لَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنْ

(تمہارے نبی کے ذریعہ) نازل کی گئی ہیں۔

الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ)).

[أطرافہ فی : ۷۳۶۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳].

نتیجہ اسلام نے ثقہ عادل گواہ کے لئے جو شرائط رکھی ہیں۔ ایک غیر مسلم کا ان کے معیار پر اترنا نامکن ہے۔ اس لئے علی العموم اس کی گواہی قابل قبول نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ اسی مسلک کے دلائل بیان فرما رہے ہیں۔ یہ امر دیگر ہے کہ امام وقت حاکم مجاز کسی غیر مسلم کی گواہی اس بنا پر قبول کرے کہ بعض دوسرے مستند قرائن سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہو۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے خود چار یہودیوں کی گواہی پر ایک یہودی مرد اور یہودی عورت کو زنا کے جرم میں سنگساری کا حکم دیا تھا۔ بہر حال قاعدہ کلیہ وہی ہے جو حضرت امام نے بیان فرمایا ہے۔

باب مشکلات کے وقت قرعہ اندازی کرنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”جب وہ اپنی قلمیں ڈالنے لگے (قرعہ اندازی کے لئے تاکہ) فیصلہ کر سکیں کہ مریم کی کفالت کون کرے۔“ حضرت ابن عباسؓ نے (آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا) کہ جب سب لوگوں نے (نہر اردن میں) اپنے اپنے قلم ڈالے، تو تمام قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے۔ لیکن زکریاؑ کا قلم اس بہاؤ میں اوپر آگیا۔ اس لئے انہوں نے ہی مریم علیہا السلام کی تربیت اپنے ذمہ لی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد فساہم کے معنی ہیں پس انہوں نے قرعہ ڈالا۔ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾ (میں مدحضین کے معنی ہیں) ﴿مِنَ الْمَسْهُومِينَ﴾ (یعنی قرعہ انہیں کے نام پر نکلا) حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (کسی مقدمہ میں مدعی علیہ ہونے کی بنا پر) کچھ لوگوں سے قسم کھانے کے لئے فرمایا، تو وہ سب (ایک ساتھ) آگے بڑھے۔ اس لئے آپؐ نے ان میں قرعہ ڈالنے کے لئے حکم فرمایا تاکہ فیصلہ ہو کہ سب سے پہلے قسم کون آدمی کھائے۔

۳۰۔ بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُسْكَاتِ

وَقَوْلِهِ: ﴿إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ [آل عمران : ۴۴].

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اقْتَرَعُوا فَجَرَّتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجَرِيَةِ، وَغَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّا الْجَرِيَةَ فَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا. وَقَوْلُهُ: ﴿فَسَاَهُمُ﴾ أَفْرَعُ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ﴾ مِنَ الْمَسْهُومِينَ [الصفات : ۱۴۱].

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: ((عَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِينَ فَأَسْرَعُوا، فَأَمَرَ أَنْ يُسْهِمَ بَيْنَهُمْ أَيُّهُمْ يَخْلِفُ)).

جسور علماء کے نزدیک قطع نزاع کے لئے قرعہ ڈالنا جائز اور مشروع ہے۔ ابن منذر نے حضرت امام ابو حنیفہ سے بھی اس کا جواز نقل کیا ہے۔ پس آیات اور حدیث سے قرعہ اندازی کا ثبوت ہوا۔ اب اگر کوئی قرعہ اندازی کا انکار کرے تو وہ خود غلطی میں مبتلا ہے۔

(۲۶۸۶) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعش نے، کہا کہ ہم سے شعبی نے بیان کیا، انہوں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی حدود میں سستی برتنے والے اور اس میں

۲۶۸۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَالَ

جتلا ہو جانے والے کی مثال ایک ایسی قوم کی سی ہے جس نے ایک کشتی (پر سفر کرنے کیلئے جگہ کے بارے میں) قرعہ اندازی کی۔ پھر نیچے میں کچھ لوگ نیچے سوار ہوئے اور کچھ اوپر۔ نیچے کے لوگ پانی لے کر اوپر کی منزل سے گزرتے تھے اور اس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس خیال سے نیچے والا ایک آدمی کلباڑی سے کشتی کا نیچے کا حصہ کاٹنے لگا۔ (تاکہ نیچے ہی سے سمندر کا پانی لے لیا کرے) اب اوپر والے آئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ تم لوگوں کو (میرے اوپر آنے جانے سے) تکلیف ہوتی تھی اور میرے لئے بھی پانی ضروری تھا۔ اب اگر انہوں نے نیچے والے کا ہاتھ پکڑ لیا تو انہیں بھی نجات دی اور خود بھی نجات پائی۔ لیکن اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا، تو انہیں بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔

اس سے قرعہ اندازی کا ثبوت ہوا۔ حضرت امام کا اس حدیث کو یہاں لانے کا یہی مقصد ہے اور اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید شدید بھی ظاہر ہوئی کہ برائی کو روکنا ضروری ہے ورنہ اس کی پیٹ میں سب ہی آسکتے ہیں۔ طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکا جائے۔ ورنہ زبان سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں اس سے سخت نفرت کی جائے اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ الحمد للہ حکومت عربیہ سعودیہ میں دیکھا کہ محکمہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر سرکاری سطح پر قائم ہے اور ساری مملکت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں، جو اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ اللہ پاک ہر جگہ کے مسلمانوں کو یہ توفیق بخشے کہ وہ اسی طرح اجتماعی طور پر بنی نوع انسان کی یہ اعلیٰ ترین خدمت انجام دیں اور انسانوں کی بھلائی و فلاح کو اپنی زندگی کا لازمہ بنالیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(۲۶۸۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، ان سے خارجہ بن زید انصاری نے بیان کیا کہ ان کی رشتہ دار ایک عورت ام علاء نامی نے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، انہیں خبر دی کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لئے پانے ڈالے تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصے میں آیا۔ ام علاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے گھر ٹھہرے اور کچھ مدت بعد وہ بیمار پڑ گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی مگر کچھ دن بعد ان کی وفات ہو گئی۔ جب ہم انہیں کفن دے چکے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا، ابو السائب! (عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت) تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، میری گواہی ہے کہ اللہ

النَّبِيُّ ﷺ: (مَثَلُ الْمَذْهَبِ فِي خُدُودِ اللَّهِ وَالْوَأَقِ فِيهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهْمُوا سَفِينَةً لِّصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلَاهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا يَمْرُؤُونَ بِالنِّمَاءِ عَلَى الَّذِينَ فِي أَعْلَاهَا، فَتَأَذُّوا بِهِ، فَأَخَذَ فُلَانًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِينَةِ، فَأَتَوْهُ فَقَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذُّبْتُمْ بِي وَلَا بُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ أَخَذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ وَتَجَوَّأُوا أَنْفُسَهُمْ، وَإِنْ تَرَكُوهُ أَهْلَكُوهُ وَأَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ)).

۲۶۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بِنُ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ مَظْعُونٍ طَارَ لَنَا سَهْمُهُ فِي السُّكْنَى حِينَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سَكْنَى الْمُهَاجِرِينَ، قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: لَسَكُنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، فَاسْتَكْنَى لَمَرْصَنَاهُ، حَتَّى إِذَا تَوَفَّي وَجَعَلَنَاهُ فِي بِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: رَحْمَةُ

اللَّهُ عَلَيْكَ أَمَّا السَّائِبُ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ
لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ:
«وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمُهُ؟» فَقُلْتُ: لَا
أُذْرِي بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ.
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ
جَاءَهُ وَاللَّهُ أَلْفَيْنَ، وَإِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ،
وَاللَّهُ مَا أُذْرِي - وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ - مَا
يُفْعَلُ بِهِ». قَالَتْ: فَوَاللَّهِ لَا أَزْكِي أَحَدًا
بَعْدَهُ أَبَدًا، وَأَخَزَنِي ذَلِكَ. قَالَتْ: فَمِمَّنْ
فَأَرِنِي لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي، فَجَنَّتْ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: «(ذَلِكَ
عَمَلُهُ)». [راجع: ۱۲۴۳]

تعلیٰ نے اپنے یہاں تمہاری ضرور عزت اور بڑائی کی ہوگی۔ اس پر
آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ
نے ان کی عزت اور بڑائی کی ہوگی۔ میں نے عرض کیا، میرے ماں اور
باپ آپ پر فدا ہوں، مجھے یہ بات کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہوئی
ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عثمان کا جہاں تک معاملہ ہے، تو اللہ
گواہ ہے کہ ان کی وفات ہو چکی اور میں ان کے بارے میں اللہ سے
خبر ہی کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ہونے کے
باوجود مجھے بھی یہ علم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا، ام علاء
بٹیؓ کہنے لگیں، اللہ کی قسم! اب اس کے بعد میں کسی شخص کی پاکی
کبھی بیان نہیں کروں گی۔ اس سے مجھے رنج بھی ہوا (کہ آنحضرت
ﷺ کے سامنے میں نے ایک ایسی بات کہی جس کا مجھے حقیقی علم نہیں
تھا) انہوں نے کہا (ایک دن) میں سو رہی تھی، میں نے خواب میں
حضرت عثمانؓ کے لئے ایک بہتا ہوا چشمہ دیکھا۔ میں رسول اللہ
ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے خواب بیان کیا۔ آپ
نے فرمایا کہ یہ ان کا عمل (نیک) تھا۔

کسی بھی بزرگ کے لئے قطعی جنتی ہونے کا حکم لگانا یہ منصب صرف اللہ اور رسول ہی کو حاصل ہے اور کسی کو بھی حق
نہیں کہ کسی کو مطلق جنتی کہہ سکے۔ روایت میں قسم کے لئے لفظ واللہ بار بار آیا ہے اسی غرض سے امام بخاری اس کو یہاں
لئے ہیں۔ دوسری روایت میں یوں ہے۔ میرا حال کیا ہوتا ہے اور عثمان کا حال کیا ہوتا ہے۔ یہ موافق ہے اس آیت کے جو سورۃ احقاف
میں ہے۔ ﴿وَمَا أَذْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ (الاحقاف: ۹) یعنی میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔
حدیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے، باب کے مطابق یہ بھی ایک توجیہ ہے۔

پادریوں کا یہ اعتراض کہ تمہارے پیغمبر کو جب اپنی نجات کا علم نہ تھا تو دوسروں کی نجات وہ کیسے کرا سکتے ہیں۔ محض لغو اعتراض
ہے۔ اس لئے کہ اگر آپ سچے پیغمبر نہ ہوتے تو ضرور اپنی محل کے لئے یوں فرماتے کہ میں ایسا کروں گا ویسا کروں گا، مجھے سب اختیار
ہے۔ سچے راست باز ہمیشہ انکساری سامنے رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر آپ نے ایسا فرمایا۔

۲۶۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ قَالَ
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ
قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا
أَرَادَ سَفَرًا أَفْرَغَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَتَتْهُنَّ خَرَجَ

(۲۶۸۸) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر
دی، انیس یونس نے خبر دی زہری سے، انیس عروہ نے خبر دی اور ان
سے عائشہ بٹیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ
فرماتے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی فرماتے اور جن کا نام نکل آتا،
انہیں اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ اپنی ہر بیوی

کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر کر دی تھی۔ البتہ سوودہ بنت زمرہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی عمر کے آخری دور میں) اپنی باری آپ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی تاکہ رسول اللہ ﷺ کی ان کو رضا حاصل ہو۔ (اس سے بھی قرعہ اندازی ثابت ہوئی)

سَهْمَهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا. غَيْرَ أَنْ سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضًا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. [راجع: ۲۵۹۳]

(۲۶۸۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو بکر کے غلام سی نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور پھر انہیں اس کے حاصل کرنے کے لئے قرعہ اندازی کرنی پڑتی، تو وہ قرعہ اندازی بھی کرتے اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ نماز سویرے پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو لوگ ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگیں اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی کتنی فضیلتیں ہیں تو اگر گھنٹوں کے بل آنا پڑتا تو پھر بھی آتے۔

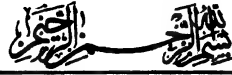
۲۶۸۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهْمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجُّبِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْغَنَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا)). [راجع: ۶۱۵]

ان جملہ احادیث سے حضرت امام نے قرعہ اندازی کا جواز نکالا اور بتلایا کہ بہت سے معاملات ایسے بھی سامنے آ جاتے ہیں کہ ان کے فیصلہ کے لئے بہتر طریقہ قرعہ اندازی ہی ہوتا ہے۔ پس اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ بعض لوگ قرعہ اندازی کو جائز نہیں کہتے، یہ ان کی عقل کا قصور ہے۔

حدیث ہذا سے اذان پکارنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کی بھی انتہائی فضیلت ثابت ہوئی اور نماز سویرے اول وقت پڑھنے کی بھی جیسا کہ جماعت اہلحدیث کا عمل ہے کہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اول وقت ادا کرنا ان کا معمول ہے۔ خاص طور پر عصر و فجر میں تاخیر کرنا عند اللہ محبوب نہیں ہے۔ عصر اول وقت ایک مثل سایہ ہو جانے پر اور فجر فُلَس میں اول وقت پڑھنا، آنحضرت ﷺ کا یہی طرز عمل تھا۔ جو آج تک حرمین شریفین میں معمول ہے۔ وہاں اللہ التوفیق

۵۳ - کتاب الصلح

کتاب مسائل صلح کے بیان میں



باب لوگوں میں صلح کرانے کا ثواب

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”ان کی اکثر کا پھونسیوں میں خیر نہیں، سوا ان (سرگوشیوں) کے جو صدقہ یا اچھی بات کی طرف لوگوں کو ترغیب دلانے کے لئے ہوں یا لوگوں کے درمیان صلح کرائیں اور جو شخص یہ کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو جلد ہی ہم اسے اجر عظیم دیں گے اور اس باب میں یہ بیان ہے کہ امام خود اپنے اصحاب کے ساتھ مختلف مقامات پر جا کر لوگوں میں صلح کرائے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صلح کی فضیلت میں اسی آیت پر اقتصار کیا، شاید ان کو کوئی حدیث صحیح اس باب میں اپنی شرط پر نہیں ملی۔ امام احمدؒ نے ابو الدرداء سے مرفوعاً نکالا کہ میں تم کو وہ بات نہ بتلاؤں جو روزے اور نماز اور صدقے سے افضل ہے، وہ کیا ہے آپس میں ملاپ کر دینا۔ آپس میں فساد نیکیوں کو مٹ دیتا ہے۔ صلح کے مقابلے پر فساد جھگڑا جس کی قرآن مجید نے شدت سے برائی کی ہے اور بار بار بتلایا ہے کہ اللہ پاک جھگڑے فساد کو دوست نہیں رکھتا۔ وہ بہر حال صلح، امن، ملاپ کو دوست رکھتا ہے۔

(۲۶۹۰) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو غسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا، ان سے سل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (قباء کے) بنو عمرو بن عوف میں آپس میں کچھ تکرار ہو گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اپنے کئی اصحاب کو ساتھ لے کر ان کے یہاں ان میں صلح کرانے کے لئے گئے اور نماز کا

۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ [النساء : ۱۱۴]۔

وَخُرُوجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِیُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ۔

تَفْسِیْحٌ

۲۶۹۰ - حَدَّثَنَا مَعِينُ بْنُ أَبِي مُرَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : ((أَنَّ نَاسًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانُوا بَيْنَهُمْ هُمُومًا ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فِي أَنْاسٍ مِنْ

وقت ہو گیا، لیکن آپ تشریف نہ لاسکے۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اذان دی، ابھی تک چونکہ آنحضرت ﷺ تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لئے وہ (آنحضرت ﷺ ہی کی ہدایت کے مطابق) ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ حضور ﷺ وہیں رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے، کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اگر تم چاہو۔ اس کے بعد بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی تکبیر کی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ (نماز کے درمیان) نبی کریم ﷺ صفوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آ پہنچے۔ لوگ بار بار ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے۔ مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے (مگر جب بار بار ایسا ہوا تو) آپ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے پیچھے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے انہیں حکم دیا کہ جس طرح وہ نماز پڑھا رہے ہیں، اسے جاری رکھیں۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اور اٹلے پاؤں پیچھے آ گئے اور صف میں مل گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں ہدایت کی کہ لوگو! جب نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگتے ہو۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے۔ (مردوں کو) جس کی نماز میں کوئی بات پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہئے، کیونکہ یہ لفظ جو بھی سنے گا وہ متوجہ ہو جائے گا۔ اے ابو بکر! جب میں نے اشارہ بھی کر دیا تھا تو پھر آپ لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟ انہوں نے عرض کیا، ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے یہ بات مناسب نہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھائے۔

أَصْحَابِهِ يُصَلِّحُ بَيْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَمْ يَأْتِ النَّبِيُّ ﷺ، فَجَاءَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَأْتِ النَّبِيُّ ﷺ. فَجَاءَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ حُسْبٍ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوْمِئَ النَّاسَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ الصَّلَاةَ. فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ حَتَّى أَكْثَرُوا، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَكَادُ يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ، فَالْتَفَتَ فَإِذَا هُوَ بِالنَّبِيِّ ﷺ وَرَاءَهُ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِيَدِهِ فَأَمَرَهُ يُصَلِّيَ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي صَلَاتِكُمْ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ، إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا الْتَفَتَ. يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ حِينَ أَشْرْتُ إِلَيْكَ لَمْ تُصَلِّ بِالنَّاسِ؟)) فَقَالَ: مَا كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ.

(([راجع: ۸۶۴])).

یہ حدیث پیچھے بھی گزر چکی ہے۔ یہاں حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ اس میں آپ کے مقام قباء عمرو بن عوفؓ میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ صلح کو اتنی اہمیت ہے کہ اس کے لئے بڑی سے بڑی شخصیت بھی پیش قدمی کر سکتی ہے۔ بھلا رسول کریم ﷺ سے افضل، بہتر اور بڑا کون ہو گا۔ آپ خود اس پاک مقصد کے لئے

تبا تشریف لے گئے۔ (مشہد)

یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں نادانی سے کچھ لغزش ہو جائے تو وہ بہر حال قاتل معافی ہے۔ مگر امام کو چاہئے کہ غلطی کرنے والوں کو آئندہ کے لئے ہدایت کر دے۔

(۲۶۹۱) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا، اگر آپ عبد اللہ بن ابی منافق کے یہاں تشریف لے چلے تو بہتر تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کے یہاں ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم پیدل آپ کے ہمراہ تھے۔ جدھر سے آپ گزر رہے تھے وہ شور زمین تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اس کے یہاں پہنچے تو وہ کہنے لگا ذرا آپ دور ہی رہئے آپ کے گدھے کی بونے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے۔ اس پر ایک انصاری صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبو دار ہے۔ عبد اللہ (منافق) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص ان صحابی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور ہاتھ پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت پہنچ گئی۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ ”اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔“

۲۶۹۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ لَوْ أَتَيْتَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي. فَأَنْطَلَقَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَرَكِبَ حِمَارًا، فَأَنْطَلَقَ الْمُسْلِمُونَ يَمْشُونَ مَعَهُ - وَهِيَ أَرْضٌ مَبْحَةٌ - فَلَمَّا أَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ : إِلَيْكَ عَنِّي، وَاللَّهِ لَقَدْ أَذَانِي نَنُ حِمَارِكَ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ: وَاللَّهِ لَحِمَارُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَطْيَبُ رِيحًا مِنْكَ. فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ، فَشَتَمَا، فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصْحَابُهُ، فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَوْدِ وَالْأَيْدِي وَالنَّعَالِ، فَلَبَغْنَا أَنَّهُمَا أَنْزَلَتْ: هُوَانٌ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتُلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا)) [الحجرات: ۹].

مشہد عبد اللہ بن ابی خزرج کا سردار تھا، مدینہ والے اس کو بادشاہ بنانے کو تھے، آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور یہ امر ملتوی رہا۔ لوگوں نے آپ کو یہ رائے دی کہ آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں گے تو اس کی دلجوئی ہوگی اور بہت سے لوگ اسلام قبول کریں گے۔ پیغمبر مغرور نہیں ہوتے، آپ بلا تکلف تشریف لے گئے۔ مگر اس مردود نے جو اپنے آپ کو بہت نفیس مزاج سمجھا تھا، آپ کے گدھے کو بد بودار سمجھا اور یہ گستاخانہ کلام کیا جو اس کے خبث باطنی کی دلیل تھا۔ ایک انصاری صحابی نے اس کو منہ توڑ جواب دیا۔ جسے سن کر اس منافق کے خاندان کے کچھ لوگ طیش میں آ گئے اور قریب تھا کہ باہم جنگ چھا ہو جائے، آنحضرت ﷺ نے ہردو فریق میں صلح کرا دی، آیت میں مسلمانوں میں صلح کرانے کا ذکر ہے۔ یہ ہردو گروہ مسلمان ہی تھے۔ کتاب الصلح میں اس لئے اس حدیث کو حضرت امامؒ نے درج کیا کہ آپس کی صلح صفائی کے لئے آنحضرت ﷺ کی سخت ترین تاکیدات ہیں اور یہ عمل عند اللہ بہت ہی اجر و ثواب کا موجب ہے۔ آیت مذکورہ فی الباب میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ مگر یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آیت تو مسلمانوں کے بارے میں ہے اور عبد اللہ بن ابی کے ساتھی تو اس وقت تک کافر تھے۔ قطانی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی کے ساتھی بھی مسلمان ہو چکے تھے، آیت میں لفظ ”مؤمنین“ خود اس امر پر دلیل ہے۔

اہل اسلام کا باہمی قتل و قاتل اتنا برا ہے کہ اس کی جس قدر مذمت کی جائے کم ہے۔ اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا بعض متعصب مقلد علماء نے اپنے مسلک کے سوا دوسرے مسلمانوں کے خلاف عوام میں اس قدر تعصب پھیلا رکھا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو بالکل اجنبیت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ایسے علماء کو خدا نیک سمجھ عطا کرے، آمین۔ خاص طور پر اہلحدیث سے بغض و عناد اہل بدعت کی نشانی ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی نے تحریر فرمایا ہے۔

۲- بَابُ لَيْسَ الْكَاذِبُ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

باب دو آدمیوں میں میل ملاپ کرانے کے لئے جھوٹ بولنا گناہ نہیں ہے

(۲۶۹۲) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا صالح بن کینان سے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں حمید بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ ان کی والدہ ام کلثوم بنت عقبہ نے انہیں خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لئے کسی اچھی بات کی چٹلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔

۲۶۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كَلثُومَ بِنْتَ عَقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْصَحِي خَيْرًا أَوْ يَقُولُ خَيْرًا)).

مثلاً دو آدمیوں میں رنج ہو اور یہ ملاپ کرانے کی نیت سے کہے کہ وہ تو آپ کے خیر خواہ ہیں یا آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ **تفسیر** قطانی نے کہا ایسے جھوٹ کی رخصت ہے جس سے بہت فائدے کی امید ہو۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت ہے۔ ایک تو لڑائی میں، دوسرے مسلمانوں میں آپس میں میل جول کرانے میں، تیسرے اپنی بیوی سے۔ بعضوں نے اور مقاموں کو بھی جہل کوئی مصلحت ہو، انہی پر قیاس کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں جھوٹ بولنا جب منع ہے جب اس سے نقصان پیدا ہو یا اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، بعضوں نے کہا جھوٹ ہر حال میں منع ہے اور ایسے مقاموں میں تو یہ کرنا بہتر ہے۔ مثلاً کوئی ظالم سے یوں کہے میں تو آپ کے لئے دعا کیا کرتا ہوں اور مطلب یہ رکھے اللھم اغفر للمسلمین کہا کرتا ہوں، اور ضرورت کے وقت تو جھوٹ بولنا بالاتفاق جائز ہے۔ ضرورت سے مذکورہ صلح صفائی کی ضرورت مراد ہے، یا کسی ظالم کے ظلم سے بچنے یا کسی کو بچانے کے لئے جھوٹ بولنا، حدیث انما الاعمال بالنیات کا یہ بھی مطلب ہے۔

باب حاکم لوگوں سے کہے ہم کو لے چلو

ہم صلح کرا دیں

(۲۶۹۳) ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی اور اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قباء کے

۳- بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ :

اذْهَبُوا بِنَا نُصْلِحْ

۲۶۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْثَمِيُّ وَاسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ

لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک نے دوسرے پر پتھر پھینکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا۔ چلو ہم ان میں صلح کرائیں گے۔

بَنَّا نَصْلَحَ بَيْنَهُمْ)). [راجع: ۶۸۴]

گويا آپ ﷺ نے صلح کے لئے خود پیش قدمی فرمائی، یہی باب کا مقصد ہے۔ باہمی جھگڑے کا ہونا ہر وقت ممکن ہے، مگر اسلام کا تقاضا بلکہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ حسن تدبیر سے ایسے جھگڑوں کو ختم کر کے باہمی اتفاق کرا دیا جائے۔

باب سورۃ نساء میں اللہ کا یہ فرمانا
اگر میاں بیوی صلح کر لیں تو صلح ہی

۴- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:
﴿أَنْ يَصَالِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ

بہتر ہے

خَيْرٌ﴾ [النساء: ۱۲۸]

(۲۶۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرمایا) ”اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بے توجہی دیکھے“ تو اس سے مراد ایسا شوہر ہے جو اپنی بیوی میں ایسی چیزیں پائے جو اسے پسند نہ ہوں، عمر کی زیادتی وغیرہ اور اس لئے اسے اپنے سے جدا کرنا چاہتا ہو اور عورت کہے کہ مجھے جدا نہ کرو (نفقہ وغیرہ) جس طرح تم چاہو دیتے رہنا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۶۹۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَغْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا، قَالَتْ: ((هُوَ الرَّجُلُ يَرَى مِنْ امْرَأَتِهِ مَا لَا يُعْجِبُهُ كِبَرًا أَوْ غَيْرَهُ فَيُرِيدُ فِرَاقَهَا، فَتَقُولُ: أُمْسِكْنِي، وَاقْسِمْ لِي مَا شِئْتَ قَالَتْ: فَلَا بَأْسَ إِذَا تَرَاضَيَا)).

[راجع: ۲۴۵۰]

پھر اگر مرد قرار داد کے موافق اس کی باری میں دوسری عورت کے پاس رہے یا اس کو خرچ کم دے تو گنہگار نہ ہو گا۔ کیونکہ عورت نے اپنی رضامندی سے اپنا حق ساقط کر دیا، جیسا کہ حضرت سودہؓ نے اپنی رضا سے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی تھی اور آنحضرت ﷺ ان کی باری کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہا کرتے تھے۔ میاں بیوی کا باہمی طور پر صلح مغفلی سے رہنا اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

باب اگر ظلم کی بات پر صلح کریں
تو وہ صلح لغو ہے

۵- بَابُ إِذَا اضْطَلَحُوا عَلَى صُلْحٍ
جَوْرٍ فَالْصُّلْحُ مَرْدُودٌ

(۲۶۹۵، ۹۶) ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ

۲۶۹۵، ۲۶۹۶- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَا: جَاءَ أَغْرَابِي فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَفْضِي بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ. فَقَامَ خَصْمُهُ
فَقَالَ: صَدَقَ، أَفْضِي بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ.
فَقَالَ الْأَغْرَابِيُّ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيْفًا عَلَى
هَذَا فَرَزَنِي بِأَمْرَائِهِ، فَقَالُوا لِي: عَلَى ابْنِكَ
الرَّجْمُ، فَقَدَيْتُ ابْنِي مِنْهُ بِجَائَةٍ مِنَ النَّعْمِ
وَوَلِيدَةٍ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوا: إِنَّمَا
عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ. فَقَالَ
النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا أَفْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ،
أَمَّا الْوَلِيدَةُ وَالنَّعْمُ فَرُدُّ عَلَيْكَ، وَعَلَى
ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ. وَأَمَّا أَنْتَ يَا
أُنَيْسُ - لِرَجُلٍ - فَأَغْذِ عَلَى امْرَأَةٍ هَذَا
فَارْجُمُهَا. فَقَدَا عَلَيْهَا أُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا)).

[راجع: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵]

نے اور ان سے ابو ہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ
ایک دہاتی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ
سے فیصلہ کر دیجئے۔ دوسرے فریق نے بھی یہی کہا کہ اس نے سچ کہا
ہے۔ آپ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کر دیں۔ دہاتی نے کہا کہ
میرا لڑکا اس کے یہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔
قوم نے کہا تمہارے لڑکے کو رجم کیا جائے گا، لیکن میں نے اپنے
لڑکے کے اس جرم کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دے دی۔
پھر میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کے سوا کوئی
صورت نہیں کہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک
سال کے لئے ملک بدر کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں تمہارا
فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تو تمہیں کو واپس
لوٹا دی جاتی ہیں، البتہ تمہارے لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے
اور ایک سال کے لئے ملک بدر کیا جائے گا اور انیس تم (یہ قبیلہ اسلم
کے ایک صحابی تھے) اس عورت کے گھر جاؤ اور اسے رجم کر دو (اگر وہ
زنا کا اقرار کر لے) چنانچہ انیس گئے، اور (چونکہ اس نے بھی زنا کا
اقرار کر لیا تھا اس لئے) اسے رجم کر دیا۔

گویا بیوی کے خاوند سے سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر صلح کر لی۔ باب کا مطلب اس سے نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے
فرمایا، حیرتی بکریاں اور لونڈی تجھ کو واپس ملیں گی، کیونکہ یہ ناجائز اور خلاف شرع صلح تھی۔ ابن دقیق العید نے کہا، اس
حدیث سے یہ نکلا کہ معاوضہ ناجائز کے بدل جو چیز لی جائے اس کا پھیر دینا واجب ہے، لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔ روایت میں اہل
علم سے مراد وہ صحابہ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جیسے خلفائے اربعہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور
زید بن ثابت اور عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم)

یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اہل علم سے اس کی تحقیق کر لینا ضروری ہے اور یہ تحقیق کتاب و سنت کی روشنی میں
ہونی چاہئے نہ کہ محض تقلید کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھائی جائیں، آیت ﴿فَسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (التخل: ۴۳) کا
یہی مطلب ہے۔

(۲۶۹۷) ہم سے یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم
بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، ان سے قاسم
بن محمد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی

۲۶۹۷- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ
بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ فِي أَمْرِنَا

هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهَوَ رَدٌّ. رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِي
غَوْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ.

اس کی روایت عبد اللہ بن جعفر مخرمی اور عبد الواحد بن ابی عون نے سعد بن ابراہیم سے کی ہے۔

عبد اللہ بن جعفر کی روایت کو امام مسلم نے اور عبد الواحد کی روایت کو دار قطنی نے وصل کیا۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ جو صلح برخلاف قواعد شرع ہو وہ لغو اور باطل ہے اور جب معاہدہ صلح باطل ٹھہرا تو جو معاوضہ کسی فریق نے لیا وہ واجب الرد ہو گا۔

یہ حدیث شریعت کی اصل الاصول ہے۔ اس سے ان تمام بدعات کا جو لوگوں نے دین میں نکال رکھی ہیں پورا رد ہو جاتا ہے۔ جیسے تیج، فاتحہ، چلم، شب برات کا طوہ، محرم کا کھچرا، تعزیه، شدہ، مولود، عرس، قبروں پر غلاف و پھول ڈالنا، ان پر میلے کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ امور اس لئے بدعت سیہ ہیں کہ زمانہ رسالت اور زمانہ صحابہ و تابعین میں ان کا کوئی وجود نہیں ملتا، جیسا کہ کتب تاریخ و سیر موجود ہے۔ مگر کسی بھی مستند کتب میں کسی بھی جگہ ان بدعات سیہ کا ثبوت نہیں ملے گا۔ اگر سارے اہل بدعت بھی مل کر زور لگائیں تو ناکام رہیں گے۔ بہر حال بدعت سے پرہیز کرنا اور سنت نبوی کو معمول بنانا بے حد ضروری ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے

مسلك سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

باب صلح نامہ میں یہ لکھنا کافی ہے ”یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں ولد فلاں اور فلاں ولد فلاں نے صلح کی اور خاندان اور نسب نامہ لکھنا ضروری نہیں ہے۔“

(اگر دونوں شخص مشہور و معروف ہوں)

(۲۶۹۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی صلح (قریش سے) کی تو اس کی دستاویز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی۔ انہوں نے اس میں لکھا محمد اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے۔ مشرکین نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھو، اگر آپ رسول اللہ ہوتے تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں؟ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں تو اسے نہیں مٹا سکتا، تو آنحضرت ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے وہ لفظ مٹا دیا اور

۶- بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ: هَذَا مَا
صَالِحُ فَلَانُ ابْنُ فَلَانٍ وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ
إِلَى قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ

۲۶۹۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَّةِ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ رِضْوَانَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَيْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ، لَوْ كُنْتُ رَسُولًا لَمْ نَقَابِلَكَ. فَقَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَحُهُ. قَالَ عَلِيٌّ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَمَحَاهُ. فَمَحَاهُ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يَدِيهِ وَصَالِحُهُمْ عَلَى أَنْ
يَدْخُلَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا
يَدْخُلُوهَا إِلَّا بِجُلْبَانِ السَّلَاحِ. فَسَأَلُوهُ.
مَا جُلْبَانُ السَّلَاحِ؟ فَقَالَ: الْقِرَابُ بِمَا
(فيہ)۔ [راجع: ۱۷۸۱]

مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ
(آئندہ سال) تین دن کے لئے مکہ آئیں اور ہتھیار میان میں رکھ کر
داخل ہوں، شاگردوں نے پوچھا کہ ﴿جلبان السلاح﴾ (جس کا یہاں
ذکر ہے) کیا چیز ہوتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میان اور جو چیز اس کے
اندر ہوتی ہے (اس کا نام جلبان ہے)

صلح نامہ میں صرف محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔ اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ کسی موقع پر اگر
مخالفین کوئی نامناسب مطالبہ کریں جو ضد کی حد تک پہنچ جائے تو مجبوراً اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ آج جبکہ اہل اسلام اقلیت
میں ہیں اور معاندین اسلام کی اکثریت ہے تو مجبوراً مسلمانوں کے سامنے ایسے بہت سے مسائل ہیں جن کو بادل ناخواستہ تسلیم کرنے ہی
میں سلامتی ہے۔ ایسے امور کے لئے امید ہے کہ عند اللہ مؤاخذہ نہ ہو گا۔

آنحضرت ﷺ مستقبل میں اسلام کی فتح مبین دیکھ رہے تھے۔ اسی لئے حدیبیہ کے موقع پر مصلحتاً آپ نے مشرکین کی کئی ایک
نامناسب باتوں کو تسلیم کر لیا اور آئندہ خود مشرکین مکہ ہی کو ان کی غلط شرائط کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ سچ ہے الحق بعلو ولا یعلیٰ علیہ

۲۶۹۹- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ
إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اغْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي ذِي
الْقَعْدَةِ، فَلَمَّى أَهْلَ مَكَّةَ أَنْ يَدْغَوْهُ يَدْخُلُ
مَكَّةَ، حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يَقِيمَ بِهَا
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ. فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا: هَذَا
مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ،
فَقَالُوا: لَا نَقْرُءُ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ
اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ
اللَّهِ. قَالَ: ((أَنَا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ))، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ: ((امْنَحْ)):
((رَسُولُ اللَّهِ)) قَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَمْسُوكَ
أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْكِتَابَ
فَكَتَبَ: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ
عَبْدِ اللَّهِ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سَلَاحٍ إِلَّا فِي
الْقِرَابِ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ

(۲۶۹۹) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا اسرا ئیل سے، ان سے
ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول
اللہ ﷺ نے ذی قعدہ کے مہینے میں عمرہ کا احرام باندھا۔ لیکن مکہ
والوں نے آپ کو شرمیں داخل نہیں ہونے دیا۔ آخر صلح اس پر ہوئی
کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین روز قیام کریں گے۔ جب صلح نامہ
لکھا جانے لگا تو اس میں لکھا گیا کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ
ﷺ نے کیا ہے۔ لیکن مشرکین نے کہا کہ ہم تو اسے نہیں مانتے۔ اگر
ہمیں علم ہو جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ روکیں۔
بس آپ صرف محمد بن عبداللہ ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں
رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ اس کے بعد آپ
نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، انہوں نے عرض کیا
نہیں خدا کی قسم! میں تو یہ لفظ کبھی نہ مٹاؤں گا۔ آخر آپ نے خود
دستویزی کی اور لکھا کہ یہ اس کی دستاویز ہے کہ محمد بن عبداللہ نے اس
شرط پر صلح کی ہے کہ مکہ میں وہ ہتھیار میان میں رکھے بغیر داخل نہ
ہوں گے۔ اگر مکہ کا کوئی شخص ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اسے
ساتھ نہ لے جائیں گے۔ لیکن اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی شخص

مکہ میں رہنا چاہے گا تو اسے وہ نہ روکیں گے۔ جب (آئندہ سال) آپ مکہ تشریف لے گئے اور (مکہ میں قیام کی) مدت پوری ہو گئی، تو قریش علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے صاحب سے کہئے کہ مدت پوری ہو گئی ہے اور اب وہ ہمارے یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ اس وقت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر فاطمہ ملیسا السلام کے پاس ہاتھ پکڑ کر لائے اور فرمایا، اپنی چچا زاد بہن کو بھی ساتھ لے لو، انہوں نے اسکو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہ کا جھگڑا ہوا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں، یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں بھی ہیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچہ کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم صورت اور عادات و اخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔ زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی بھی ہو اور ہمارے مولا بھی۔

إِنْ أَرَادَ أَنْ يَبْعَهُ، وَأَنْ لَا يَمْنَعُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بَهَا. فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلَ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا: قُلْ لِصَاحِبِكَ اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلَ. فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ، فَبَعَثَهُمْ ابْنَةً حَمْرَةَ - يَا عَمُّ، يَا عَمُّ - فَتَسَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: ذُوْنِكَ ابْنَةُ عَمِّكَ اخْمِلِيهَا. فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ. فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أَخِي. فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِحَالَتِهَا وَقَالَ: ((الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ))، وَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ)). وَقَالَ لِجَعْفَرٍ: ((أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخَلْقِي)). وَقَالَ لِرَزِيدٍ: ((أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا)). [راجع: ۱۷۸۱]

تشیخ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس لئے ان کی صاحبزادی نے آپ کو چچا چچا کہہ کر پکارا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس بچی کو اپنی بھینجی اس لئے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔ زید رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے لفظ مولانا سے خطاب فرمایا، مولیٰ اس غلام کو کہتے ہیں جس کو مالک آزاد کر دے۔ آپ نے حضرت زید کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ جب آپ نے یہ لڑکی از روئے انصاف حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دلوائی، تو اوروں کا دل خوش کرنے کے لئے یہ حدیث فرمائی۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی فضیلت نکلی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں تیرا ہوں، تو میرا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم تم دونوں ایک ہی دادا کی اولاد ہیں اور خون ملا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مٹانے اور آپ کا نام نامی لکھنے سے انکار عدول حکمی کے طور پر نہیں کیا، بلکہ قوت ایمانیہ کے جوش سے ان سے یہ نہیں ہو سکا کہ آپ کی رسالت جو سرا سر برحق اور صحیح تھی، اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کا حکم بطور وجوب کے نہیں ہے۔

ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ ترجمہ میں صرف فلاں بن فلاں لکھنے پر اقتصار کیا اور زیادہ نسب نامہ خاندان وغیرہ نہیں لکھوایا۔ روایت ہذا میں جو آپ کے خود لکھنے کا ذکر ہے یہ بطور معجزہ ہو گا، ورنہ درحقیقت آپ نبی امی تھے اور لکھنے پڑھنے سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر اللہ نے آپ کو علوم الاولین والاخرین سے مالا مال فرمایا۔ جو لوگ حضور ﷺ کے امی ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، امی ہونا بھی آپ کا معجزہ ہے۔

باب مشرکین کے ساتھ صلح کرنا

اس باب میں ابو سفیان کی حدیث ہے۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ ایک دن آئے گا کہ پھر تمہاری رومیوں سے صلح ہو جائے گی۔

اس باب میں سل بن حنیف اسماء اور مسور رضی اللہ عنہ کی بھی نبی کریم ﷺ سے روایات ہیں۔

(۲۷۰۰) موسیٰ بن مسعود نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ مشرکین کے ساتھ تین شرائط پر کی تھی، (۱) یہ کہ مشرکین میں سے اگر کوئی آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آجائے تو آپ اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی مشرکین کے یہاں پناہ لے گا تو یہ لوگ ایسے شخص کو واپس نہیں کریں گے۔ (۲) یہ کہ آپ آئندہ سال مکہ آسکیں گے اور صرف تین دن ٹھہریں گے۔ (۳) یہ کہ ہتھیار، تلوار، تیغ وغیرہ نیام اور ترکش میں ڈال کر ہی مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو مسلمان ہو گئے تھے اور قریش نے ان کو قید کر رکھا تھا) بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے، تو آپ نے انہیں (شرائط معاہدہ کے مطابق) مشرکوں کو واپس کر دیا۔ امام بخاری نے کہا کہ مؤمل نے سفیان سے ابو جندل کا ذکر نہیں کیا ہے اور ابوجلبان السلاح کے بجائے) الا بجلب السلاح کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

(۲۷۰۱) ہم سے محمد بن رافع نے بیان کیا، کہا ہم سے شریح بن نعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ عمرہ کا احرام باندھ کر نکلے، تو کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا۔ اس لئے آپ نے قربانی کا جانور حدیبیہ میں ہی ذبح کر دیا اور سر بھی وہیں منڈوا لیا اور کفار مکہ سے آپ نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ آپ آئندہ سال عمرہ

۷- بَابُ الصَّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ:

فِيهِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ

وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((كُنْتُمْ تَكُونُونَ هَذِهِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَيْنِ الْأَصْفَرِ)).
وَفِيهِ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَأَسْمَاءُ، وَالْمَسُورُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۲۷۰۰- وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((صَالَحَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: عَلَى أَنْ مَنْ آتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ رِذْوَةٌ إِلَيْهِمْ، وَمَنْ آتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ. وَعَلَى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيَقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِحِلْبَانِ السِّلَاحِ: السِّيفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهِ. فَجَاءَ أَبُو جَنْدَلٍ يَخْجُلُ فِي قِيودِهِ لِرِذْوَةِ إِلَيْهِمْ)). [راجع: ۱۷۸۱]
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: لَمْ يَذْكُرْ مُؤْمَلٌ عَنْ سُفْيَانَ أَبَا جَنْدَلٍ، وَقَالَ: ((إِلَّا بِجِلْبُ السِّلَاحِ)).

۲۷۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارٌ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ، وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَّةِ، وَقَامَ عَنْهُمْ

کر سکیں گے۔ تلواریں کے سوا اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں گے۔ اور وہ بھی نیام میں ہوں گی) اور قریش جتنے دن چاہیں گے اس سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہر سکیں گے۔ (یعنی تین دن) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور شرائط کے مطابق آپؐ مکہ میں داخل ہوئے، پھر جب تین دن گزر چکے تو قریش نے مکہ سے چلے جانے کے لئے کہا اور آپؐ وہاں سے واپس چلے آئے۔

عَلَى أَنْ يَغْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ، وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ إِلَّا سِوْفًا، وَلَا يَقِيمَ بِهَا إِلَّا مَا أَحْبَبُوا. فَاغْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ لَدَعْلَهَا كَمَا كَانَ صَلَاحَهُمْ، فَلَمَّا أَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا أَمَرُوهُ أَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ)).

[طرفہ فی : ۴۲۵۲]

اگرچہ مشرکین کی یہ شرطیں بالکل نامناسب تھیں، مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے بہت سے مصالح کے پیش نظر ان کو تسلیم فرمایا۔ پس مصلحتاً آپؐ کر لینا بھی بعض مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلام سراسر صلح کا حامی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص فساد کو مٹانے کے لئے اپنا حق چھوڑ کر بھی صلح کر لے، اللہ اس سے بہت ہی بہتر اجر عطا کرتا ہے۔ حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح بھی اسی قسم کی تھی۔

(۲۷۰۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے بشر بن یسار نے اور ان سے سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن سہل اور محبصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیر گئے۔ خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی ان دنوں صلح تھی۔

۲۷۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَنْظَلَةَ قَالَ: ((أَنْطَلَقَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَبِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ إِلَيَّ خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صَلَاحٌ...)).

[أطرافہ فی : ۳۱۷۳، ۶۱۴۳، ۶۸۹۸]

[۷۱۹۲]

اسی سے کافروں کے ساتھ صلح کرنا ثابت ہوا۔ صلح کے متعلق اسلام نے خاص ہدایات اسی لئے دی ہیں کہ اسلام سراسر امن اور صلح کا علمبردار ہے۔ اسلام نے جنگ و جدال کو کبھی پسند نہیں کیا، قرآن مجید میں صاف ہدایت ہے۔ ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (الانفال: ۶۱) اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو آپ ضرور صلح کے لئے جھک جائیے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی جنگی احکامات ہیں وہ صرف مدافعت کے لئے ہیں، جارحانہ ہدایت کہیں بھی نہیں ہے۔

باب دیت پر صلح کرنا (یعنی قصاص معاف کر کے دیت پر

۸- بَابُ الصَّلَاحِ فِي الدِّيَةِ

راضی ہو جانا)

(۲۷۰۳) ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نصر کی بیٹی ربیعہ رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیئے۔ اس پر لڑکی والوں نے تاوان مانگا اور ان لوگوں نے معافی چاہی، لیکن معاف کرنے سے انہوں نے

۲۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ أَنَّ الرَّبِيعَةَ - وَهِيَ ابْنَةُ النَّصْرِ - كَسَرَتْ نَيْتَهُ جَارِيَةً، فَطَلَبُوا الْأَرْضَ

وَطَلَبُوا الْفَقْعَ، فَأَبَوْا. فَأَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ
فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ:
أَتُكْسَرُ نَيْتُهُ الرَّبِيعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ لَا
وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ نَيْتُهَا.
فَقَالَ: ((يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ الْقِصَاصُ)).
فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:
((إِنْ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ
لَا بُرْهَةَ)). زَادَ الْفَرَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ
أَنَسٍ: ((فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْضَ)).
[أطرافه في: ٢٨٠٦، ٤٤٩٩، ٤٥٠٠، ٤٦١١، ٦٨٩٤].

انکار کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے
بدلہ لینے کا حکم دیا (یعنی ان کا بھی دانت توڑ دیا جائے) انس بن نضر رضی اللہ
نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ربیع کا دانت کس طرح توڑا جاسکے گا؟
نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا
ہے، اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انس!
کتاب اللہ کا فیصلہ تو بدلہ لینے (قصاص) ہی کا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ
راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ
بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ خود ان کی
قسم پوری کرتا ہے۔ فزاری نے (اپنی روایت میں) حمید سے، اور
انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ وہ لوگ راضی ہو
گئے اور تادان لے لیا۔

دیت پر صلح کرنا ثابت ہوا۔ حضرت انس بن نضرؓ نے اللہ کی قسم اس امید پر کھائی کہ وہ ضرور ضرور فریق ثانی کے دل موڑ دے گا
اور وہ قصاص کے بدلہ دیت پر راضی ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی قسم کو پورا کر دیا اور فریق ثانی دیت لینے پر راضی ہو گیا، جس
پر آنحضرت ﷺ نے کچھ مقبولان بارگاہ الہی کی نشان دہی فرمائی کہ وہ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ پاک سے متعلق اپنے دلوں میں کوئی سچا
عزم کر لیں اور اس کو پورے بھروسے پر درمیان میں لے آئیں تو وہ ضرور ضرور ان کا عزم پورا کر دیتا ہے اور وہ اپنے ارادے میں
کامیاب ہو جاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کاملین میں ایسی بہت سی مثالیں تاریخ عالم کے صفحات پر موجود ہیں اور قدرت کا یہ
قانون اب بھی جاری ہے۔

باب حضرت حسن بن علیؓ کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ

فرمانا کہ میرا یہ بیٹا ہے

مسلمانوں کا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے
دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے اور اللہ پاک کا سورۂ حجرات میں یہ
ارشاد کہ ”پس دونوں میں صلح کرادو“۔

(۲۷۰۴) ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے
سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ میں نے
حضرت امام حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قسم اللہ کی!
جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں) پہاڑوں جیسا
لشکر لے کر پہنچے، تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا (جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

۹- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْحَسَنِ بْنِ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا:

((إِنِّي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بَيْنَ
بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ، وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ
﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾).

۲۷۰۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ:
سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: ((اسْتَقْبَلْ وَاللَّهِ
الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَابِ أَمْثَالِ
الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّي

مشیر خاص تھے) کہ میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مقابل کو نیست و نابود کئے بغیر واپس نہ جائے گا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اور قسم اللہ کی، وہ ان دونوں اصحاب میں زیادہ اچھے تھے، کہ اے عمرو! اگر اس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا، یا اس نے اس کو کر دیا، تو (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لوگوں کے امور (کی جواب دہی کے لئے) میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا، لوگوں کی بیوہ عورتوں کی خبر گیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہو گا۔ لوگوں کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہو گا۔ آخر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں قریش کی شاخ بنو عبد شمس کے دو آدمی بھیجے۔ عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد اللہ بن عامر بن کریم، آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے یہاں جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو، ان سے اس پر گفتگو کرو اور فیصلہ انہیں کی مرضی پر چھوڑ دو۔ چنانچہ یہ لوگ آئے اور آپ سے گفتگو کی اور فیصلہ آپ ہی کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم بنو عبد المطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو خلافت کی وجہ سے روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہو گئی ہے اور ہمارے ساتھ یہ لوگ ہیں، یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں، بغیر روپیہ دیئے ماننے والے نہیں۔ وہ کہنے لگے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا انعام روپیہ دینے پر راضی ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں۔ فیصلہ آپ کی مرضی پر چھوڑا ہے اور آپ سے پوچھا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں قاصدوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت حسن نے جس چیز کے متعلق بھی پوچھا، تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ آخر آپ نے صلح کر لی، پھر فرمایا کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پہلو میں تھے، آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

لَأَرَى كِتَابَ لَا تُؤْتِي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا۔ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ - وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ - أَيْ عَمْرُو، إِنَّ قَتْلَ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ، مَنْ لِي بِسَانِهِمْ، مَنْ لِي بِصَنِيعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ - عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ - قَالَ : أَذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَأَعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُولَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ. فَأَتِيَاهُ فَذَخَلَا عَلَيْهِ فَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ فَطَلَبَا إِلَيْهِ. فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ : إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ غَاثَتْ فِي دِمَائِهَا. قَالَا : فَإِنَّهُ يَعْزُضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا. وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ. قَالَ : فَمَنْ لِي بِهِذَا؟ قَالَا : نَحْنُ لَكَ بِهِ. فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا : نَحْنُ لَكَ بِهِ. فَصَالَحَهُ. فَقَالَ الْحَسَنُ : وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنْبَرِ - وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ - وَهُوَ يَقْبَلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ : إِنَّ أُنْبِيَ هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصَلِّحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : إِنَّمَا بَتْنَا لَنَا سِمَاعَ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔ امام بخاری نے کہا
مجھ سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا کہ ہمارے نزدیک اس
حدیث سے حسن بصری کا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سننا ثابت ہوا ہے۔

حدیث میں حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی باہمی صلح کا ذکر ہے اور اس سے صلح کی اہمیت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس
مقصد کے تحت مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ اس حدیث کو یہاں لائے۔ اس صلح کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے پیش
گوئی فرمائی تھی، جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی اور اس سے مسلمانوں کی باہمی خون ریزی رک گئی۔ حضرت حسنؓ کی عسکری طاقت
اور حضرت امیر معاویہؓ کی دور اندیشی پھر مصالحت کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی آمادگی، یہ جملہ حالات امت کے لئے بہت سے اسباق
پیش کرتے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ ان اسباق کو بہت کم مد نظر رکھا گیا، جس کی سزا امت ابھی تک بھگت رہی ہے۔

راوی کے قول وکان خیر الرجلین میں اشارہ حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی طرف ہے کہ حضرت معاویہ عمرو بن
عاص رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے جو جنگ کے خواہاں نہیں تھے۔

باب کیا امام صلح کے لئے فریقین کو اشارہ کر سکتا ہے؟

۱۰۔ بَابُ هَلْ يُشِيرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ؟

(۲۷۰۵) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا کہ کہا کہ مجھ سے
میرے بھائی عبد الحمید نے بیان کیا، ان سے سلیمان بن ہلال نے، ان
سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے ابو الرجال محمد بن عبد الرحمن نے، ان
سے ان کی والدہ عمرہ بنت عبد الرحمن نے بیان کیا کہ میں نے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دروازے پر دو جھگڑا کرنے والوں کی آواز سنی جو بلند ہو گئی
تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے قرض میں کچھ کمی کرنے
اور تقاضے میں کچھ نرمی برتنے کے لئے کہہ رہا تھا اور دوسرا کہتا تھا کہ
اللہ کی قسم! میں یہ نہیں کروں گا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس بات پر اللہ کی قسم کھانے والے
صاحب کہاں ہیں؟ کہ وہ ایک اچھا کام نہیں کریں گے۔ ان صحابی نے
عرض کیا، میں ہی ہوں یا رسول اللہ! اب میرا بھائی جو چاہتا ہے وہی مجھ
کو بھی پسند ہے۔

۲۷۰۵۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ
قَالَ: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيَى
بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الرَّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ أَنَّ أُمَّهُ عُمَرَةَ بِنْتَ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ، غَالِيَةً أَصْوَاتَهُمْ،
وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ
فِي شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَفْعَلُ،
فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَيْنَ
الْمَتَأَلَّى عَلَى اللَّهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ؟
فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَهُ أَيْ ذَلِكَ
أَحَبُّ)).

آنحضرت ﷺ نے ہردو میں صلح کا اشارہ فرمایا، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حافظ نے کہا، ان لوگوں کے نام معلوم نہیں ہوئے،
ترجمہ باب اس سے نکلتا ہے کہ آپ نے اس شخص کو پوچھا تھا وہ کہاں ہے جو اچھی بات نہ کرنے کے لئے قسم کھا رہا تھا۔ گویا آپ نے
اس کے فعل کو برا سمجھا اور صلح کا اشارہ کیا۔ وہ سمجھ گیا اور آپ کے پوچھتے ہی خود بخود کہنے لگا میرا مقروض جو چاہے وہ مجھ کو منظور

ہے۔ اس شخص نے آنحضرت ﷺ کے ادب و احترام میں فوراً ہی آپ کا اشارہ پا کر مقروض کے قرض میں تخفیف کا اعلان کر دیا۔ یوں کے احترام میں انسان اپنا کچھ نقصان بھی برداشت کر لے تو بہتر ہے۔

۲۷۰۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ: ((حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَذَرٍ الْأَسْلَمِيُّ مَالٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَعَزَّ بِهِمَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يَا كَعْبُ - فَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ: النِّصْفَ - فَأَخَذَ نِصْفَ مَا لَهُ عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا)).

(۲۷۰۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے بیان کیا کہ مجھ سے عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور ان سے کعب بن مالک بن مزینہ نے کہ عبد اللہ بن حذر اسلمیؓ پر ان کا قرض تھا، ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا (آخر ٹکرا رہے) دونوں کی آواز بلند ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے تو آپ نے فرمایا، اے کعب! اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، جیسے آپ کہہ رہے ہوں کہ آدھا (قرض کم کر دے) چنانچہ انہوں نے آدھا قرض چھوڑ دیا اور آدھا لیا۔

[راجع: ۴۵۷]

اسلامی تعلیم یہی ہے کہ اگر مقروض نادار ہے تو اس کو ڈھیل دینا یا پھر معاف کر دینا ہی بہتر ہے۔ جو قرض خواہ کے اعمال خیر میں لکھا جائے گا۔ ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرْهُ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ يَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (البقرة: ۲۸۰) آیت قرآنی کا یہی مطلب ہے۔

۱۱- بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

باب لوگوں میں آپس میں ملاپ کرانے اور انصاف کرنے کی فضیلت کا بیان

۲۷۰۷- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كُلُّ سَلَامَةٍ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَغْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ)).

(۲۷۰۷) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الرزاق نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، ہمام سے اور ان سے ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑے پر ہر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔

[طرفاء بی: ۲۸۹۱، ۲۹۸۹]۔

یعنی جو صدقہ واجب تھا وہ لوگوں کے درمیان عدل کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ بھی ہے کہ لوگوں کے درمیان انصاف کیا جائے یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہی ہے جس کے نتائج بہت دور رس ہوتے ہیں، اسی لئے آپس میں میل ملاپ کر دینے کو نفل نماز اور نفل روزہ سے بھی زیادہ اہم عمل بتلایا گیا ہے۔

۱۲- بَابُ إِذَا أَشَارَ الْإِمَامُ بِالْصَّلَاحِ

باب اگر حاکم صلح کرنے کے لئے اشارہ کرے اور کوئی فریق

فَأَبَى، حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ النَّبِيِّ.

نہ مانے تو قاعدے کا حکم دے دے

حکم یہی ہے کہ جس کا حکیت اوپر ہو وہ مینڈوں تک پانی بھر جانے کے بعد اپنے ہمسایہ کے حکیت میں پانی چھوڑ دے۔

۲۷۰۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُزْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَذْرًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شِرَاجٍ مِنَ الْخَرَّةِ كَأَنَّا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: ((اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَى جَارِكَ)). فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ. فَتَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((اسْقِ، ثُمَّ اخْبِسْ حَتَّى يَتَلَعَّ الْجَذَنُ)). فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَئِذٍ حَقَّهُ لِلزُّبَيْرِ.

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ ذَلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيِ سَعَةِ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ، قَالَ عُزْوَةُ قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ مَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذَلِكَ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ [الآية] [النساء: ۶۵].

(۲۷۰۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انیس عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کی ٹالی کے باب میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالے سے (اپنے باغ) سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم پہلے سیراب کرلو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو، اس پر انصاری کو غصہ آگیا اور کہا، یا رسول اللہ! کیا اس وجہ سے کہ یہ آپ کی چھو بھٹی کے لڑکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ دیوار تک چڑھ جائے۔ اس مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو غصہ دلایا تو آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی ”پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کر لیں۔“ [راجع: ۲۳۶۰]

قاعدے اور ضابطے کا جہاں تک تعلق ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں بالکل انصاف پر مبنی تھا۔ مگر انصاری صحابی کو اس میں رو رعایت کا پہلو نظر آیا جو صحیح نہ تھا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بلاچوں و چرا اطاعت رسول کو ایمان کی بنیاد قرار دیا گیا۔

آیت کریمہ سے ان مقلدین جلدین کا بھی رد ہوتا ہے جو صحیح احادیث پر اپنے ائمہ کے اقوال کو ترجیح دیتے اور مختلف جملوں بہانوں سے فیصلہ نبوی کو ٹال دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جلد اول، ص: ۳۶۵، ۳۶۶ پر فرماتے ہیں۔ ”پس اگر ہمیں

رسول معصوم کی حدیث بہ سند صحیح پہنچے جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے اور مجتہد کا مذہب اس سے مختلف ہو اور اس کے باوجود ہم حدیث صحیح کو چھوڑ کر مجتہد کی تحمیں اور ظنی بات کی پیروی کریں تو ہم سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا اور ہم اس وقت کیا عذر پیش کریں گے جب کہ لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر ہوں گے۔" دوسری جگہ حضرت شاہ صاحب نے ایسی تقلید کو آیت ﴿تَتَّخِذُوا أَمْثَلَكُمْ وَذُنُوبَهُمْ أَزْيَبًا مِّنْ ذُنُوبِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱) کا مصداق قرار دیا ہے۔ (وجہ اللہ البالغہ)

۱۳- بَابُ الصَّلَاحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ

باب میت کے قرض خواہوں اور وارثوں میں صلح کا بیان

اور قرض کا اندازہ سے ادا کرنا

الْمَيِّتَاتِ، وَالْمَجَازَفَةِ فِي ذَلِكَ

اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر دو شریک آپس میں یہ نصرہ لیں کہ ایک (اپنے حصہ کو بدل) قرض وصول کرے اور دوسرا نقد مال لے لے تو کوئی حرج نہیں۔ اب اگر ایک شریک کا حصہ تلف ہو جائے (مثلاً قرضہ ڈوب جائے) تو وہ اپنے شریک سے کچھ نہیں لے سکتا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا بَأْسَ أَنْ يَتَخَارَجَ الشَّرِيكَانِ لِيَأْخُذَ هَذَا ذَيْنَا وَهَذَا عَيْنًا فَإِنْ تَوَيَّ لَأَخْبِجَهُمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

(۲۷۰۹) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے وہب بن کیسان نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میرے والد جب شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ میں نے ان کے قرض خواہوں کے سامنے یہ صورت رکھی کہ قرض کے بدلے میں وہ (اس سال کی کھجور کے) پھل لے لیں۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے قرض پورا نہیں ہو سکے گا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب پھل توڑ کر مرید (وہ جگہ جہاں کھجور خشک کرتے تھے) میں جمع کر دو (تو مجھے خبر دو) چنانچہ میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ تشریف لائے۔ ساتھ میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ وہاں کھجور کے ڈھیر پر بیٹھے اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا کہ اب اپنے قرض خواہوں کو بلا لا اور ان کا قرض ادا کر دے، چنانچہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا جس کا میرے باپ پر قرض رہا اور میں نے اسے ادا نہ کر دیا ہو۔ پھر بھی تیرہ وسق کھجور باقی بچ گئی۔ سات وسق عجوہ میں سے اور چھ وسق لون میں سے، یا چھ وسق عجوہ میں سے اور سات وسق لون میں سے، بعد میں

۲۷۰۹- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا غَبِيْدُ اللَّهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((تَوَيَّ أَبِي وَعَلَيْهِ ذَيْنِ، فَعَرَضْتُ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَأْخُذُوا النَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا، وَلَمْ يَرَوْا أَنْ فِيهِ وَفَاءٌ، فَأَنْتَبْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: ((إِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي النَّمْرِ أَدْنَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ)). فَجَاءَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُو، فَجَلَسَ عَلَيْهِ لَدَعَا بِالرَّسَكَةِ ثُمَّ قَالَ: ((ادْعُ غُرَمَاءَكَ فَأُولَئِهِمْ)). لَمَّا تَرَكْتُ أَحَدًا لَهُ عَلَى أَبِي ذَيْنِ إِلَّا قَضِيَّتُهُ، وَفَضَلَ ثَلَاثَةُ عَشَرَ وَسَقًا: سَبْعَةُ عَجْوَةٍ وَسَبْعَةُ لَوْنٍ، أَوْ سَبْعَةُ عَجْوَةٍ وَسَبْعَةُ لَوْنٍ. فَأَوَاقَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْمَغْرِبَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَضَحِكَ

میں رسول اللہ ﷺ سے مغرب کے وقت جا کر ملا اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا، ابو بکر اور عمر کے یہاں جا کر انہیں بھی یہ واقعہ بتا دو۔ چنانچہ میں نے انہیں بتلایا، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کرنا تھا آپ نے وہ کیا۔ ہمیں جیسی معلوم ہو گیا تھا کہ ایسا ہی ہو گا۔ ہشام نے وہب سے اور انہوں نے جابر سے عصر کے وقت (جابرؓ کی حاضری کا) ذکر کیا ہے اور انہوں نے نہ ابو بکرؓ کا ذکر کیا اور نہ ہنسے کا، یہ بھی بیان کیا کہ (جابرؓ نے کہا) میرے والد اپنے پر تیس وسق قرض چھوڑ گئے تھے اور ابن اسحاق نے وہب سے اور انہوں نے جابرؓ سے ظہر کی نماز کا ذکر کیا ہے۔

فَقَالَ: ((أَنْتِ أَمَا بَكْرٌ وَعُمَرُ فَأَخْبِرْهُمَا))،
فَقَالَا: لَقَدْ عَلِمْنَا - إِذْ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا صَنَعَ - أَنْ سَيَكُونُ ذَلِكَ)).
وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: ((صَلَاةُ الْغُصْبِ)) وَلَمْ يُذَكِّرْ ((أَمَا بَكْرٌ)) وَلَا ((ضَحِكٌ)) وَقَالَ: ((وَتَرَكْتُ أَبِي عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسَقًا ذِينًا)). وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: ((صَلَاةُ الظُّهْرِ)).
[راجع: ۲۱۲۷]

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ عجوہ مدینہ کی کھجور میں بہت اعلیٰ قسم ہے اور لون اس سے کمتر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت جابرؓ نے اپنا سارا قرض ادا کر دیا، پھر بھی کئی بچت ہو گئی۔ خوش نصیب تھے حضرت جابرؓ جن کو یہ فیضان نبوی حاصل ہوا۔ مضمون باب کی ہر شق حدیث ہذا سے ثابت ہے۔

باب کچھ نقد دے کر قرض کے بدلے صلح کرنا

(۲۷۱۰) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن عمر نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی اور لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبد اللہ بن کعب نے خبر دی اور انہیں کعب بن مالکؓ نے خبر دی کہ انہوں نے ابن ابی حدردؓ سے اپنا قرض طلب کیا، جو ان کے ذمہ تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کا واقعہ ہے۔ مسجد کے اندر ان دونوں کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سنی۔ آپ اس وقت اپنے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ باہر آئے اور اپنے حجرہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالکؓ کو آواز دی۔ آپ نے پکارا اے کعب! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ آدھا معاف کر دو۔ کعبؓ نے کہا کہ میں نے کر دیا یا رسول اللہ! آپ نے (ابن ابی حدردؓ سے) فرمایا کہ اب اٹھو اور قرض ادا کر دو۔ (حدیث اور باب میں

۱۴- بَابُ الصَّلْحِ بِالذَّيْنِ وَالْعَيْنِ

۲۷۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ ح. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنُ أَبِي حَذَرٍ ذِينًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَرْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ: ((يَا كَعْبُ))، قَالَ: كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ صَنَعَ الشُّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُمْ فَأَقْضِهِ)). [راجع: ۴۵۷] [مطابقت ظاہر ہے]

۵۴- کتاب الشروط

کتاب شرائط کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اسلام میں داخل ہوتے وقت اور معاملات بیع و شراء

میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہے؟

(۱۳/۷۷۲) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی، انہوں نے خلیفہ مروان اور مسور بن مخرمہ سے سنا، یہ دونوں حضرات اصحاب رسول اللہ ﷺ سے خبر دیتے تھے کہ جب سہیل بن عمرو نے (حدیبیہ میں کفار قریش کی طرف سے معاہدہ صلح) لکھوایا تو جو شرائط نبی کریم ﷺ کے سامنے سہیل نے رکھی تھیں، ان میں یہ شرط بھی تھیں کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص اگر آپ کے یہاں (فرار ہو کر) چلا جائے خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو تو آپ کو اسے ہمارے حوالہ کرنا ہوگا۔ مسلمان یہ شرط پسند نہیں کر رہے تھے اور اس پر انہیں دکھ ہوا تھا۔ لیکن سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح قبول نہ کی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اسی شرط پر صلح نامہ لکھوا لیا۔ اتفاق سے اسی دن ابو جندل رضی اللہ عنہ کو جو مسلمان ہو کر آیا تھا (معاہدہ کے تحت بادل ناخواستہ) ان کے والد سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح مدت صلح میں جو مرد بھی آنحضرت ﷺ کی

۱- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الشَّرُوطِ فِي

الْإِسْلَامِ، وَالْأَحْكَامِ، وَالْمُبَايَعَةِ

۲۷۱۱، ۲۷۱۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ

قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ

سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُمَا يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ

اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ

عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ

عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا

أَحَدٌ - وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ - إِلَّا رَدَدْتَهُ

إِلَيْنَا وَخَلَيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ. فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ

ذَلِكَ وَامْتَعَضُوا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذَلِكَ

فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى ذَلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا

جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ

أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمَدَّةِ

خدمت میں (کہہ سے بھاگ کر آیا) آپ نے اسے ان کے حوالے کر دیا۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ رہا ہو۔ لیکن چند ایمان والی عورتیں بھی ہجرت کر کے آگئی تھیں، ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل تھیں جو اسی دن (کہہ سے نکل کر) آپ کی خدمت میں آئی تھیں، وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو آپ نے انہیں ان کے حوالے نہیں فرمایا، بلکہ عورتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ (سورہ ممتحنہ میں) ارشاد فرما چکا تھا کہ ”جب مسلمان عورتیں تمہارے یہاں ہجرت کر کے پہنچیں تو پہلے تم ان کا امتحان لے لو، یوں تو ان کے ایمان کے متعلق جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک کہ ”کفار و مشرکین ان کے لئے حلال نہیں ہیں الخ۔“

(۲۷۱۳) عروہ نے کہا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ہجرت کرنے والی عورتوں کا اس آیت کی وجہ سے امتحان لیا کرتے تھے ”اے مسلمانو! جب تمہارے یہاں مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لو“ غفور رحیم تک۔ عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان عورتوں سے جو اس شرط کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ میں نے تم سے بیعت کی، آپ صرف زبان سے بیعت کرتے تھے۔ قسم اللہ کی! بیعت کرتے وقت آپ کے ہاتھ نے کسی بھی عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا، بلکہ آپ صرف زبان سے بیعت لیا کرتے تھے۔

وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا. وَجَاءَ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ - وَهِيَ غَائِقٌ - فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ لِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمْ: ﴿وَإِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ فَاْمْتَحِنُوهُنَّ﴾ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ - إِلَى قَوْلِهِ - وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ [الممتحنة : ۱۰]۔

[راجع: ۱۶۹۴، ۱۶۹۵]

۲۷۱۳- قَالَ غُرُوةٌ فَأَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهَذَا الْآيَةِ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مَهَاجِرَاتٍ فَاْمْتَحِنُوهُنَّ﴾ - إِلَى - غُفُورٍ رَحِيمٍ)) قَالَ غُرُوةٌ: قَالَتْ عَائِشَةُ: لَمَنْ أَقْرَأَ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ بَايَعْتُكَ)) كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهِ، وَاللَّهُ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ، وَمَا بَايَعَهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ)).

[أطرافه في : ۲۷۳۳، ۴۱۸۲، ۴۸۹۱،

۵۲۸۸، ۷۲۱۴]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے بیعت لینے میں صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے، ان کو ہاتھ لگانا درست نہیں جیسے ہمارے زمانہ کے بعض جاہل پیر کرتے ہیں۔ خدا ان سے سمجھے اور ان کو ہدایت کرے۔ صلح حدیبیہ شرائط معلومہ کے ساتھ کی گئی، جن میں بعض شرطیں بظاہر مسلمانوں کے لئے ناگوار بھی تھیں، مگر برحال ان ہی شرائط پر صلح کا معاہدہ لکھا گیا، اس سے ثابت ہوا کہ ایسے مواقع پر فریقین مناسب شرطیں لگا سکتے ہیں۔

(۲۷۱۴) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان

۲۷۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا

کیا ان سے زیادہ بن علاقہ نے بیان کیا کہ میں نے جریر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تو آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی شرط پر بیعت کی تھی۔

(۲۷۱۵) ہم سے مسدود نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی شرطوں کے ساتھ بیعت کی تھی۔

ہر دو احادیث میں بیعت کے شرائط نماز قائم کرنے وغیرہ کے متعلق ذکر ہے اسی لئے ان کو یہاں لایا گیا۔

باب پیوند لگانے کے بعد اگر کھجور کا درخت بیچے؟

(۲۷۱۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی ایسا کھجور کا باغ بیچا جس کی پیوند کاری ہو چکی تھی تو اس کا پھل (اس سال کے) بیچنے والے ہی کا ہو گا۔ ہاں اگر خریدار شرط لگا دے۔ (تو پھل سمیت بیع سمجھی جائے گی)

مطلب یہ کہ بیع و شراء میں ایسی مناسب شرطوں کا لگانا جائز ہے۔ پھر معاملہ شرطوں کے ساتھ ہی طے سمجھا جائے گا۔ پیوند کاری کے بعد اگر خریدنے والا اسی سال کے پھل کی شرط لگائے تو پھل اس کا ہو گا ورنہ مالک ہی کا رہے گا۔

باب بیع میں شرطیں کرنے کا بیان

(۲۷۱۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن شہاب نے ان سے عروہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ بریرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اپنے مکاتبت کے بارے میں ان سے مدد لینے کے لئے آئیں انہوں نے ابھی تک اس معاملے میں (اپنے مالکوں کو) کچھ دیا نہیں تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا کہ اپنے مالکوں کے یہاں جا کر (ان سے دریافت کرو) اگر وہ یہ

سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَشْرَطَ عَلَيَّ: ((وَالنُّصْحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))، [راجع: ۵۷]

۲۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِنَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))، [راجع: ۵۷]

۲- بَابُ إِذَا بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرَتْ

۲۷۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرَتْ فَصَوَّرْتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ))، [راجع: ۲۲۰۳]

۳- بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْبَيْعِ

۲۷۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَصَّتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكَ فَإِنْ أَحْبَبُوا

صورت پسند کریں کہ تمہاری مکاتبت کی ساری رقم میں ادا کردوں اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو جائے تو میں ایسا کر سکتی ہوں۔ بریرہ نے اسکا تذکرہ جب اپنے مالکوں کے سامنے کیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ وہ (عائشہؓ) اگر چاہیں تو یہ کارثواب تمہارے ساتھ کر سکتی ہیں لیکن ولاء تو ہمارے ہی ساتھ قائم ہوگی۔ عائشہؓ نے اسکا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم انہیں خرید کر آزاد کردو، ولاء تو میرا حال اسی کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو آزاد کر دے۔

بیچ میں خلاف شرع شرطیں لگانا جائز نہیں، اگر کوئی ایسی شرطیں لگائے بھی تو وہ شرطیں باطل ہوگی، باب اور حدیث کا یہاں یہی مقصد ہے۔

باب اگر بیچنے والے نے کسی خاص مقام تک سواری کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے

(۲۷۱۸) ہم سے ابو نعیم فضل بن دکین نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عامر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے جابرؓ نے بیان کیا کہ وہ (ایک غزوہ کے موقع پر) اپنے اونٹ پر سوار آرہے تھے، اونٹ تھک گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کا دھڑ سے گزر ہوا، تو آپ نے اونٹ کو ایک ضرب لگائی اور اس کے حق میں دعا فرمائی، چنانچہ اونٹ اتنی تیزی سے چلنے لگا کہ کبھی اس طرح نہیں چلا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ اسے ایک اوقیہ میں مجھے بیچ دو۔ میں نے انکار کیا مگر آپ کے اصرار پر پھر میں نے آپ کے ہاتھ پر بیچ دیا، لیکن اپنے گھر تک اس پر سواری کو مستثنیٰ کرا لیا۔ پھر جب ہم (مدینہ) پہنچ گئے۔ تو میں نے اونٹ آپ کو پیش کر دیا اور آپ نے اس کی قیمت بھی ادا کر دی، لیکن جب میں واپس ہونے لگا تو میرے پیچھے ایک صاحب کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا (میں حاضر ہوا تو) آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا اونٹ کوئی لے تھوڑا ہی رہا تھا، اپنا اونٹ لے جاؤ، یہ تمہارا ہی مال ہے۔ (اور قیمت واپس نہیں لی) شعبہ نے مغیرہ کے واسطے سے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ

أَنْ أَفْضِي عَنْكَ كَيْتَبَكَ وَيَكُونُ وَلَاؤُكَ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ بِرَبِيرَةَ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَخْسِبَ عَلَيْكَ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُونُ لَنَا وَلَاؤُكَ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهَا: ((إِنِّي أَفْضِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَفْضَى)). [راجع: ۴۵۶]

۴- بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهَرَ الدَّابَّةِ إِلَى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ

۲۷۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَتَاهَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ فَصَرَبَهُ، فَذَعَا لَهُ فَسَارَ بِسَرٍ لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ. ثُمَّ قَالَ: ((بِعَيْنِهِ بِأَوْقِيَةٍ))، قُلْتُ: لَا، ثُمَّ قَالَ: ((بِعَيْنِهِ بِأَوْقِيَةٍ)) فَبِعْتُهُ، فَاسْتَنْتِ جِمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي. فَلَمَّا قَدِمْنَا أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَتَقَدَّيْتُ لَمَنَّهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَأَرْسَلَ عَلَيَّ أَثَرِي قَالَ: ((مَا كُنْتُ لِأَخْذِ جَمَلِكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ ذَلِكَ فَهُوَ مَالُكَ)). وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ: ((أَفْقَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ)). وَقَالَ إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مُغِيرَةَ: ((فَبِعْتُهُ عَلَيَّ أَنْ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ

ﷺ نے مدینہ تکہ اونٹ پر مجھے سوار ہونے کی اجازت دی تھی، اسحاق نے جریر سے بیان کیا اور ان سے مغیرہ نے کہ (جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا) پس میں نے اونٹ اس شرط پر بیچ دیا کہ مدینہ پہنچنے تک اس پر میں سوار رہوں گا۔ عطاء وغیرہ نے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا) اس پر مدینہ تک کی سواری تمہاری ہے۔ محمد بن مسکد رنے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ انہوں نے مدینہ تک سواری کی شرط لگائی تھی۔ زید بن اسلم نے جابر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا) مدینہ تک اس پر تم ہی رہو گے۔ ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ مدینہ تک کی سواری کی آنحضور ﷺ نے مجھے اجازت دی تھی۔ اعش نے سالم سے بیان کیا اور ان سے جابر نے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اپنے گھر تک تم اسی پر سوار ہو کے جاؤ۔ عبید اللہ اور ابن اسحاق نے وہب سے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ اونٹ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔ اس روایت کی متابعت زید بن اسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ ابن جریج نے عطاء وغیرہ سے بیان کیا اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا) میں تمہارا یہ اونٹ چار دینار میں لیتا ہوں، اس حساب سے کہ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے، چار دینار کا ایک اوقیہ ہو گا۔ مغیرہ نے شعبی کے واسطے سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے (ان کی روایت میں اور) اسی طرح ابن المسکد ر اور ابو الزبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں قیمت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اعش نے سالم سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں ایک اوقیہ سونے کی وضاحت کی ہے۔ ابو اسحاق نے سالم سے اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اپنی روایت میں دو سو درہم بیان کئے ہیں اور داؤد بن قیس نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن مقسم نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضور ﷺ نے اونٹ تبوک کے راستے میں (غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے) خریدا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ چار اوقیہ میں (خریدا تھا) ابو نصرہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت میں بیان کیا کہ بیس دینار میں خریدا

حَتَّى أَتْلُعَ الْمَدِينَةَ)). وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ: ((لَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةَ)). وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ جَابِرٍ: ((شَرَطَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةَ)). وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ: ((وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتَّى تَرْجِعَ)). وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ: ((أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةَ)). وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: ((تَبْلُغُ عَلَيْهِ إِلَى أَهْلِكَ)). وَقَالَ عُثَيْدُ اللَّهِ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ: ((اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ ﷺ بِوَقِيَّةٍ)). وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهِ عَنْ جَابِرٍ: ((أَخَذَتْهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرَ)) وَهَذَا يَكُونُ أَوْقِيَّةً عَلَى حِسَابِ الدَّنَانِيرِ بِعَشْرَةِ دَرَاهِمٍ. وَلَمْ يَبَيِّنِ النَّمَنُ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ. وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: ((أَوْقِيَّةٌ ذَهَبٍ)). وَقَالَ أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ: ((بِجَانَتِي دِرْهَمٍ)) وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ: ((اشْتَرَاهُ بِطَرِيقِ تَبُوكَ، أَحْسَبُهُ قَالَ: بِأَرْبَعِ أَوَاقٍ)). وَقَالَ أَبُو نَصْرَةَ عَنْ جَابِرٍ: ((اشْتَرَاهُ بِعَشْرِينَ دِينَارًا)). وَقَوْلُ الشَّعْبِيِّ: ((بِأَوْقِيَّةٍ)). أَكْثَرُ الْإِشْتِرَاطِ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ عِنْدِي، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ. [راجع: ٤٤٣]

تھا۔ شعبی کے بیان کے مطابق ایک اوقیہ ہی زیادہ روایتوں میں ہے۔ اسی طرح شرط لگانا بھی زیادہ روایتوں سے ثابت ہے اور میرے نزدیک صحیح بھی یہی ہے، یہ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے فرمایا۔

شعبہ حضرت امام بخاریؒ کی وسعت علم میں سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایک حدیث کے کتنے کتنے طریق ان کو محفوظ تھے۔ حاصل ان سب روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ اکثر روایتوں میں سواری کی شرط کا ذکر ہے، جو ترجمہ باب سے معلوم ہوا کہ بیچ میں ایسی شرط لگانا درست ہے۔ امام بخاریؒ کے بعد ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ کا مرتبہ ہے۔ شاید کوئی کتاب حدیث کی ایسی ہو، جو ان کی نظر سے نہ گزری ہو اور صحیح بخاری تو الحمد کی طرح ان کو حفظ یاد تھی۔ یا اللہ! ہم کو عالم برزخ میں امام بخاری اور ابن تیمیہ اور حافظ ابن حجر کی زیارت نصیب کر اور حقیر محمد داؤد راز کو بھی ان بزرگوں کے خادموں میں شمار فرماتا۔ آمین۔

باب معاملات میں شرطیں لگانے کا بیان

(۲۷۱۹) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار رضوان اللہ علیہم نے نبی کریم ﷺ کے سامنے (مواخات کے بعد) یہ پیش کش کی کہ ہمارے کھجور کے باغات آپ ہم میں اور ہمارے بھائیوں (مہاجرین) میں تقسیم فرمادیں، لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ آپ لوگ ہمارے باغوں کے کام کر دیا کریں اور ہمارے ساتھ پھل میں شریک ہو جائیں، مہاجرین نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم ایسا ہی کریں گے۔

(۲۷۲۰) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے ثلف نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کو اس شرط پر دی تھی کہ اس میں کام کریں اور اسے بوائیں تو آدمی پیداوار انہیں دی جلیا کرے گی۔

۵- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْمَعَامِلَةِ

۲۷۱۹- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَقْسِمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النُّعَيْلِ. قَالَ: ((لَا)). فَقَالُوا: تَكْفُونَنَا الْمَوْنَةَ وَتُنْشِرُكُمْ فِي الْفَمْرِ، قَالُوا سَمِعْنَا وَأَعْطَيْنَا)).

[راجع: ۲۳۲۵]

۲۷۲۰- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُودَ أَنْ يَغْمُلُوهَا وَيَزْرَعُوهَا، وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا)).

[راجع: ۲۲۸۵]

دو احادیث سے ثابت ہوا کہ معاملات میں مناسب اور جائز شرطیں لگانا اور فریقین کا ان پر معاملہ طے کر لینا درست ہے۔

باب نکاح کے وقت مہر کی شرطیں

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقوق کی اقطعت شرائط کے پورا

۶- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْمَهْرِ عِنْدَ النِّكَاحِ

وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ مَقَاطِعَ الْحَقُوقِ عِنْدَ

کرنے ہی سے ہوتی ہے اور تمہیں شرط کے مطابق ہی ملے گا۔ مسور نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا کہ آپ نے اپنے ایک داماد کا ذکر فرمایا اور (حقوق) دامادی (کی ادائیگی میں) ان کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جب بھی کوئی بات کہی تو سچ کہی اور وعدہ کیا تو اس میں پورے نکلے۔

(۲۷۲۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا، ان سے ابو الخیر نے اور ان سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ شرطیں جن کے ذریعہ تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

الشُّرُوطُ، وَلَكَ مَا شَرَطْتَ. وَقَالَ الْمِسْوَرُ ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَأَتَيْتُ عَلَيْهِ فِي مُصَاهِرَتِهِ فَأَحْسَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي لَصَدَّقَنِي، وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي)).

۲۷۲۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهَا مَا اسْتَحَلَّتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ)).

[طرفہ بی: ۵۱۵۱]۔

جن میں ایجاب و قبول اور مرکی شرطیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ کوئی شخص مہربند حوائے وقت دل میں نہ ادا کرنے کا خیال رکھتا ہو تو عند اللہ اس کا نکاح حلال نہ ہو گا۔ قطلانی نے کہا مراد وہ شرطیں ہیں جو عقد نکاح کے مخالف نہیں ہیں، جیسے مباشرت یا نان نفقہ کے متعلق شرطیں، لیکن اس قسم کی شرطیں کہ دوسرا نکاح نہ کرے گا یا لونڈی نہ رکھے گا، یا سفر میں نہ لے جائے گا، پوری کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ شرطیں لغو ہوں گی۔ امام احمد اور ابجدیث کا یہ قول ہے کہ ہر قسم کی شرطیں پوری کرنی پڑیں گی، کیونکہ حدیث مطلق ہے۔ مکروہ شرطیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں۔

باب مزارعت کی شرطیں جو جائز ہیں

(۲۷۲۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حنظلہ زرقی سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ ہم اکثر انصار کا شکاری کیا کرتے تھے اور ہم زمین پٹائی پر دیتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی کھیت کے ایک کلوے میں پیداوار ہوتی اور دوسرے میں نہ ہوتی، اس لئے ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔ لیکن چاندی (روپے وغیرہ) کے لگان سے منع نہیں کیا گیا۔

۷- بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْمَزَارَعَةِ ۲۷۲۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، لَكُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هَذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ. فَهَبْنَاهَا عَنْ ذَلِكَ، وَلَمْ نَنْهَ عَنِ الْوَرَقِ)). [راجع: ۲۲۸۶]

یعنی وہ مزارعت منع ہے جس میں یہ قرار دیا ہو کہ اس قطعہ کی پیداوار ہم لیں گے، اس قطعہ کی تم لینا، کیونکہ اس میں دھوکا

ہے۔ شاید اس قطعہ میں کچھ پیدا نہ ہو۔

۸- بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوطِ

فِي النِّكَاحِ

۲۷۲۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْبَغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَزِيدَنَّ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلَى خُطْبَتِهِ. وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِيَسْتَكْفِيَءَ إِنَاءَهَا)).

[راجع: ۲۱۴۰]

باب جو شرطیں نکاح میں جائز نہیں ہیں

ان کا بیان

(۲۷۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سعید نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شری کسی دیہاتی کا مال تجارت نہ بیچے۔ کوئی شخص نجش نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر بھاؤ بڑھائے۔ نہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے پیغام نکاح کی موجودگی میں اپنا پیغام بھیجے اور نہ کوئی عورت (کسی مرد سے) اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے (جو اس مرد کے نکاح میں ہو) تاکہ اس طرح اس کا حصہ بھی خود لے لے۔

کوئی سوکن اپنی بہن کو طلاق دلوانے کی شرط لگائے تو یہ شرط درست نہ ہوگی، باب اور حدیث میں اسی سے مطابقت ہے۔

باب جو شرطیں حدود اللہ میں جائز نہیں ہیں، ان کا بیان

(۲۷۲۴، ۲۷۲۵) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دیہاتی صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ سے کر دیں۔ دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا، کہا کہ جی ہاں! کتاب اللہ سے ہی ہمارا فیصلہ فرمائیے، اور مجھے (اپنا مقدمہ پیش کرنے کی) اجازت دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ پیش کر۔ اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ کہ میرا بیٹا ان صاحب کے یہاں مزدور تھا۔ پھر اس نے ان کی بیوی سے زنا کر لیا، جب مجھے معلوم ہوا کہ (زنا کی سزا میں) میرا لڑکا رجم کر دیا جائے گا تو میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک باندی دی، پھر علم والوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے

۹- بَابُ الشُّرُوطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي الْحُدُودِ

۲۷۲۴، ۲۷۲۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثَيْبٍ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا قَالَا: ((إِنْ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْشُدْكَ اللَّهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللَّهِ. فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ - وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ -: نَعَمْ فَأَقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ وَانْزِلْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُلْ)). قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا لَوْزَنِي بِأَمْوَالِهِ، وَإِنِّي أَخْبَرْتُ أَنْ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَأَقْدَمْتُ مِنْهُ بِعَانَةٍ شَاةٍ وَوَلَدَةٍ،

کو (زنا کی سزائیں کیونکہ وہ غیر شادی تھا) سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے شریک رکھ دیا جائے گا۔ البتہ اس کی بیوی رجم کر دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، 'اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے کروں گا۔ باندی اور بکریاں تمہیں واپس ملیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے گا۔ اچھا انیس! تم اس عورت کے یہاں جاؤ، اگر وہ بھی (زنا کا) اقرار کر لے، تو اسے رجم کر دو (کیونکہ وہ شادی شدہ تھی) بیان کیا کہ انیس! عورت کے یہاں گئے اور اس نے اقرار کر لیا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے وہ رجم کی گئی۔

فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّهَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِبُ عَامٍ، وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللَّهِ: الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدُّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِبُ عَامٍ. اغْدُ يَا أَنْيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنَّ اعْتَرَفَتْ، فَأَرْجُمُهَا)). قَالَ: فَقَدَا عَلَيْهَا فَأَعْتَرَفَتْ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوُجِمَتْ)).

[راجع: ۲۳۱۴، ۲۳۱۵]

سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کی طرف سے فدیہ دے کر اسکو چھڑا لیا، توجہ باب ہمیں سے نکلتا ہے کیونکہ اس نے زنا کی حد کے بدلے یہ شرط کی سو بکریاں اور ایک لونڈی اس کی طرف سے دوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو باطل اور لغو قرار دیا۔ حدود اللہ کے حقوق میں سے ہیں۔ جو بندوں کی باہمی صلح سے ٹالی نہیں جاسکتی۔ جب بھی کوئی ایسا جرم ثابت ہو گا حد ضرور جاری کی جائے گی۔ البتہ جو سزائیں انسانی حقوق کی وجہ سے دی جاتی ہیں ان میں باہمی صلح کی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔ زانیہ عورت کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے جو چشم دید بیان دیں، یا عورت و مرد خود اقرار کر لیں یہ بھی یاد رہے کہ حدود کا قائم کرنا اسلامی شرعی اسٹیٹ کا کام ہے۔ جہاں قوانین اسلامی کا اجراء مسلم ہو۔ اگر کوئی اسٹیٹ اسلامی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ حدود اللہ کو قائم نہیں کرتی تو وہ عند اللہ سخت مجرم ہے۔ زانی مرد غیر شادی شدہ کی حدود ہے جو یہاں مذکور ہوئی، رجم کیلئے آخر میں خلیفہ وقت کا حکم ضروری ہے۔

باب اگر مکاتب اپنی بیعت پر اس لئے راضی ہو جائے کہ اسے آزاد کر دیا جائے گا تو اس کے ساتھ جو شرائط جائز ہو سکتی

۱۰- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ عَلَى أَنْ يُعْتَقَ

ہیں، ان کا بیان

(۲۷۲۶) ہم سے خلا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد بن ایمن کی نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بتلایا کہ بریرہ میرے یہاں آئیں، انہوں نے کتابت کا معاملہ کر لیا تھا۔ مجھ سے کہنے لگیں کہ اے ام المؤمنین! مجھے آپ خرید لیں، کیونکہ میرے مالک مجھے بیچنے پر آمادہ ہیں، پھر آپ مجھے آزاد کر دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہاں (میں ایسا کر لوں گی) لیکن بریرہ رضی اللہ عنہا نے پھر کہا کہ میرے مالک مجھے

۲۷۲۶- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ الْمَكْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى بَرِيرَةَ وَهِيَ مَكَاتِبَةٌ فَقَالَتْ: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ اشْتَرِينِي، فَإِنَّ أَهْلِي يَبْتَغُونِي فَأَغْنِنِي. قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَتْ: إِنَّ أَهْلِي لَا يَبْتَغُونِي حَتَّى يَشْتَرُوا

اسی وقت بیچیں گے جب وہ ولاء کی شرط اپنے لئے لگالیں۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر مجھے ضرورت نہیں ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے سنا یا آپ کو معلوم ہوا (راوی کو شبہ تھا) تو آپ نے فرمایا کہ بریرہ (رضی اللہ عنہا) کا کیا معاملہ ہے؟ تم انہیں خرید کر آزاد کرو، وہ لوگ جو چاہیں شرط لگالیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس کے مالک نے ولاء کی شرط اپنے لئے محفوظ رکھی۔ آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا کہ ولاء اسی کے ساتھ ثابت ہوتی ہے جو آزاد کرے (دوسرے) جو چاہیں شرط لگاتے رہیں۔

معلوم ہوا کہ غلط شرطوں کے ساتھ جو معاملہ ہو وہ شرطیں ہرگز قائل تسلیم نہ ہوں گی اور معاملہ منعقد ہو جائے گا۔

باب طلاق کی شرطیں (جو منع ہیں)

ابن مسیب، حسن اور عطاء نے کہا خواہ شرط کو بعد میں بیان کرے یا پہلے، ہر حال میں شرط کے موافق عمل ہو گا۔

یعنی طلاق کو مقدم کرے شرط اس کے بعد کہے۔ مثلاً یوں کہے انت طالق ان دخلت الدار شرط کو مقدم کر کے طلاق بعد میں رکھے مثلاً یوں کہے ان دخلت الدار فانت طالق ہر حال میں طلاق جب ہی پڑے گی جب شرط پائی جائے، یعنی وہ عورت گھر میں جائے۔ ان تینوں اثروں کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے (وحیدی)

(۲۷۲۷) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے عدی بن ثابت نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (تجارتی قافلوں کی) پیشوائی سے منع فرمایا تھا اور اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان تجارت بیچے اور اس سے بھی کہ کوئی عورت اپنی (دینی یا نسبی) بن کے طلاق کی شرط لگائے اور اس سے کہ کوئی اپنے کسی بھائی کے بھاء پر بھاء لگائے، اسی طرح آپ نے نجش اور تصریہ سے بھی منع فرمایا۔ محمد بن عرعہ کے ساتھ اس حدیث کو معاذ بن معاذ اور عبدالصمد بن عبدالوارث نے بھی شعبہ سے روایت کیا ہے اور غندر اور عبدالرحمن بن مہدی نے یوں کہا کہ مناعت کی گئی تھی (مجمول کے صفحے کے ساتھ) آدم بن ابی ایاس نے یوں کہا کہ ہمیں منع کیا گیا تھا۔ نصر اور حجاج بن منہال نے یوں کہا کہ منع کیا تھا (رسول اللہ ﷺ

وَلَا يَهِ. قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيْكَ. فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - أَوْ بَلَّغَهُ - فَقَالَ: ((مَا شَأْنُ بَرِيرَةَ؟ فَقَالَ: اشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا وَلَيْسَتْ رُطُوًا مَا شَاوُوا)). قَالَتْ: فَاشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا وَاشْتَرَطْتُ أَهْلَهَا وَلَا عَمَّا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنْ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ)). [راجع: ۴۵۶]

۱۱ - بَابُ الشَّرْطِ فِي الطَّلَاقِ

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ: إِنْ بَدَأَ بِالطَّلَاقِ أَوْ آخَرَ فَهُوَ أَحَقُّ بِشَرْطِهِ.

۲۷۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ التَّلْقِي، وَأَنْ يَنْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْأَعْرَابِيِّ.

وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أَخِيهَا، وَأَنْ يَسْتَأْمَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمٍ أَخِيهِ. وَنَهَى عَنِ النَّجْشِ، وَعَنِ التَّصْرِيَةِ)). تَابَعَهُ مُعَاذُ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ. وَقَالَ غُنْدَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ: ((نَهَى)). وَقَالَ آدَمُ: ((نَهَى)). وَقَالَ النَّصْرُ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ ((نَهَى)). [راجع: ۲۱۴۰]

(نے)

ترجمہ باب حدیث کے لفظ وان تشترط المرأة طلاق احتضا سے نکلا کیونکہ اگر وہ سوکن کی طلاق کی شرط کر لے اور خاوند شرط کے موافق طلاق دے دے تو طلاق پڑ جائے گی ورنہ شرط لگانے کی ممانعت سے کوئی فائدہ نہیں۔ بخش دھوکا دینے کی نیت سے نرخ بڑھانا تاکہ دوسرا شخص جلد اس کو خرید لے، یا کسی بکتی ہوئی چیز کی برائی بیان کرنا تاکہ خریدار اس کو چھوڑ کر دوسری طرف چلا جائے اور تصریح خریدار کو دھوکا دینے کے لئے جانور کا دودھ اس کے تھنوں میں روک کر رکھنا۔

معاذ بن معاذ کی روایت اور عبدالصمد اور غندر کی روایتوں کو امام مسلم نے وصل کیا اور عبدالرحمن بن ممدی کی روایت حافظ صاحب کو موصولاً نہیں ملی اور حجاج کی روایت کو امام بیہقی نے وصل کیا اور آدم کی روایت کو انہوں نے اپنے نسخہ میں وصل کیا اور نصر کی روایت کو اسحاق بن راہویہ نے وصل کیا۔ (الحمد للہ کہ پارہ ۱۰ پورا ہوا)

الحمد للہ! آج تاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۷۰ء یوم جمعہ بخاری شریف پارہ ۱۰ کے متن مبارک کی قرأت سے فراغت حاصل ہوئی، جبکہ مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے دامن میں آنحضرت ﷺ کے مواجہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور دعا کر رہا ہوں کہ پروردگار اس عظیم خدمت حدیث میں مجھ کو خلوص اور کامیابی عطا فرما جبکہ تیسرے پیارے حبیب کے ارشادات طیبات کی نشرواشاعت زندگی کا مقصد وحید قرار دے رہا ہوں۔ مجھ کو اس کے ترجمہ اور تشریحات میں لغزشوں سے بچائیو، اس خدمت کو احسن طریق پر انجام دینے کے لئے میرے دل و دماغ میں ایمانی و روحانی روشنی عطا فرما کر قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائیو۔ میرا ایمان ہے کہ یہ مبارک کتاب تیسرے حبیب کے ارشادات طیبات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ جس کی نشرواشاعت آج کے دور میں جہاد اکبر ہے۔ اے اللہ! میرے جو جو بھائی جہاں جہاں بھی اس پاکیزہ خدمت میں میرے ساتھ ممکن اشتراک و مساعدت فرما رہے ہیں، ان سب کو جزائے خیر عطا فرما اور قیامت کے دن اپنے حبیب ﷺ کی شفاعت سے ان کو سرفراز کر اور ان سب کو جنت نصیب فرما، آمین یا رب العالمین۔

(۲ صفر ۱۳۹۰ھ یوم الجمعہ - مدینہ طیبہ)

الحمد للہ کہ ترجمہ اور تشریحات کی تکمیل سے آج فراغت حاصل ہوئی، اس سلسلہ میں جو بھی محنت کی گئی ہے اور لفظ لفظ کو جس گہری نظر سے دیکھا گیا ہے وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر بھی غلطیوں کا امکان ہے، اس لئے اہل علم سے بعد ادب درخواست ہے کہ جہاں بھی کوئی لغزش نظر آئے مطلع فرما کر میری دعائیں حاصل کریں۔ انسان مرکب من الخطاء والنسیان مشہور مقولہ ہے۔ سال بھر سے زائد عرصہ اس پارے کے ترجمہ و تشریحات پر صرف کیا گیا ہے اور متن و ترجمہ کو کتنی بار نظروں سے گزارا گیا ہے، اس کی گنتی خود مجھ کو یاد نہیں۔ یہ محنت شائد محض اس لئے برداشت کی گئی کہ یہ جناب سرکار دو عالم رسول کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاکیزہ فرامین عالیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں غور و فکر وسیلہ نجات دارین ہے۔ اور اس کی خدمت و اشاعت موجب صد اجر عظیم ہے۔

یا اللہ! یہ حقیر خدمت محض تیری و تیرے محبوب رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لئے انجام دی جا رہی ہے۔ اس میں خلوص اور کامیابی بخشا تیرا کام ہے۔ جس طرح یہ دسواں جزء تو نے پورا کرایا ہے، اس سے بھی زیادہ بہتر دوسرے بیس پاروں کو بھی پورا کرائیو اور میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی خدمت حدیث کا یہ مبارک سلسلہ جاری رکھنے کی میرے عزیزوں کو توفیق دیجو کہ سب کچھ تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ﴿فَعَالٌ لَّيًّا يُرِيذُ﴾ ہے۔ بے شک ہر چیز پر تو قادر ہے۔

جو ہوا تیرے ہی کرم سے ہوا جو ہو گا تیرے ہی کرم سے ہو گا

خادم حدیث نبوی محمد داؤد راز السلفی الدحلوی

رہو، ضلع گوڑ گاؤں (ہریانہ بھارت) یکم محرم الحرام ۱۳۹۱ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گیارہواں پارہ

(۲۷۲۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے خبر دی سعید بن جبیر سے اور ان میں ایک دوسرے سے زیادہ بیان کرتا ہے، ابن جریج نے کہا مجھ سے یہ حدیث یعلیٰ اور عمرو کے سوا اوروں نے بھی بیان کی، وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خضر سے جو جا کر ملے تھے وہ موسیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر آخر تک حدیث بیان کی کہ خضر رضی اللہ عنہ نے موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا میں آپ کو پہلے ہی نہیں بتا چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے) پہلا سوال تو بھول کر ہوا تھا، بیچ کا شرط کے طور پر اور تیسرا جان بوجھ کر ہوا تھا۔ آپؑ نے خضرؑ سے کہا تھا کہ ”میں جس کو بھول گیا آپ اس میں مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور نہ میرا کام مشکل بناؤ“ دونوں کو ایک لڑکا ملا جسے خضر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا پھر وہ آگے بڑھے تو انہیں ایک دیوار ملی جو گرنے والی تھی لیکن خضر نے اسے درست کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَرَأَاهُم مَلِكٌ﴾ کے بجائے ﴿امامہم ملک﴾ پڑھا ہے۔

کہ اگلے آگے ایک بادشاہ تھا۔ حضرت خضر رضی اللہ عنہ اور حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان زبانی شرطیں ہوئیں، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ (امام بخاری اور کثیر علماء کے نزدیک حضرت خضر رضی اللہ عنہ وفات پا چکے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

۲۷۲۸- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى اَخْبَرَنَا هِشَامُ اَنْ اِبْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُ قَالَ: اَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ، وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ - قَالَ: اِنَّا لَعِنَدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي بْنُ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُوسَى رَسُولُ اللَّهِ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: ((أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا)) كَانَتْ الْأَوَّلَى نِسْيَانًا، وَالْوَسْطَى شَرْطًا، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا. ﴿قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُؤْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي غَسْرًا﴾، ﴿لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ﴾، ﴿فَانْطَلَقَا﴾. فَوَجَدَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقُضَ فَاقَامَهُ ﴿قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ: ((أَمَامَهُمْ مَلِكٌ)).﴾ [راجع: ۷۴]

۱۳- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْوَلَاءِ

باب ولاء میں شرط لگانا

ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے لیکن اگر وہ مر جائے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے، عرب لوگ اس حق کو بیچ ڈالنے اور بہہ کرتے، آنحضرتؐ نے اس سے منع فرمایا۔

۲۷۲۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((جَاءَنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتِبْتُ أَهْلِي عَلَى بَسَمِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَّةٌ، فَأَعِينَنِي. فَقَالَتْ: إِنْ أَحْبَبُوا أَنْ أَغْدَهَا لَهُمْ وَيَكُونُوا وَلَاؤُكَ لِي فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بِرَبِيرَةَ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ - وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ - فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((حَذِينَهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)). فَفَعَلْتُ عَائِشَةُ. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شَرْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةً شَرْطٍ، فِقَضَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَقَ)).

[راجع: ۴۵۶]

(۲۷۲۹) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبہ کر لی ہے، ہر سال ایک اوقیہ دینا ہو گا۔ آپ بھی میری مدد کیجئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر تمہارے مالک چاہیں تو میں ایک دم انہیں اتنی قیمت ادا کر سکتی ہوں، لیکن تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہو گی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالکوں کے یہاں گئیں اور ان سے اس صورت کا ذکر کیا لیکن انہوں نے ولاء کے لئے انکار کیا۔ جب وہ ان کے یہاں سے واپس ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں کے سامنے یہ صورت رکھی تھی، لیکن وہ کہتے تھے کہ ولاء انہیں کے ساتھ قائم رہے گی۔ نبی کریم ﷺ نے بھی یہ بات سنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو انہیں خرید لے اور انہیں ولاء کی شرط لگانے دے۔ ولاء تو اسی کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے جو آزاد کرے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ میں گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ کچھ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا کوئی پتہ کتاب اللہ میں نہیں ہے، ایسی کوئی بھی شرط جس کا پتہ کتاب اللہ میں نہ ہو باطل ہے خواہ سو شرطیں کیوں نہ لگائی جائیں، اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرطیں ہی پابدار ہیں اور ولاء تو اسی کو ملے گی جو آزاد کرے گا۔

مقصد باب یہ کہ ولاء میں ایسی غلط شرط لگانا منع ہے جس کا کوئی ثبوت کتاب اللہ سے نہ ہو۔ ہاں جائز شرطیں جو فریقین طے کر لیں وہ تسلیم ہوں گی۔ اس روایت میں نو اوقیہ کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں پانچ کا جس کی تطبیق یوں دی گئی ہے کہ شاید نو اوقیہ پر معاملہ ہو اور پانچ بقی رہ گئے ہوں جن کے لئے بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنا پڑا یا ممکن ہے نو کے لئے راوی کا وہم ہو اور پانچ

ہی صحیح ہو۔ روایات سے پہلے خیال کو ترجیح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ فتح الباری میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

باب مزارعت میں مالک نے کاشتکار سے یہ شرط لگائی کہ

جب میں چاہوں گا، تجھے بے دخل کر سکوں گا

۱۴- بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ فِي

الْمُزَارَعَةِ ((إِذَا شِئْتُ أَخْرَجْتُكَ))

یعنی مزارعت میں کوئی مدت معین نہ کرے بلکہ زمین کا مالک یوں شرط کرے کہ میں جب چاہوں گا تجھ کو بے دخل کر دوں گا، یہ شرط بھی جائز ہے بشرطیکہ ہر دو فریق خوشی سے منظور کریں۔ مقصد یہ ہے کہ تمدنی و معاشرتی امور میں باہمی طور پر جن شرطوں کے ساتھ معاملات ہوتے ہیں، وہ شرطیں جائز حدود میں ہوں تو ضرور قائل تسلیم ہوں گی جیسا کہ یہاں مزارعت کی ایک شرط مذکور ہے۔

(۲۷۳۰) ہم سے ابو احمد مرار بن حمویہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ ابو غسان الکِنَافِی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ان کے ہاتھ پاؤں خیر والوں نے توڑ ڈالے تو عمر رضی اللہ عنہما نے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیر کے یہودیوں سے ان کی جائداد کا معاملہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں قائم رکھے، ہم بھی قائم رکھیں گے اور عبد اللہ بن عمر وہاں اپنے اموال کے سلسلے میں گئے تو رات میں ان کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ کیا گیا جس سے ان کے پاؤں ٹوٹ گئے۔ خیر میں ان کے سوا اور کوئی ہمارا دشمن نہیں، وہی ہمارے دشمن ہیں اور انہیں پر ہمیں شبہ ہے اس لئے میں انہیں جلا وطن کر دینا ہی مناسب جانتا ہوں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنو ابی حقیق (ایک یہودی خاندان) کا ایک شخص تھا، آیا اور کہا یا امیر المؤمنین کیا آپ ہمیں جلا وطن کر دیں گے حالانکہ محمد ﷺ نے ہمیں یہاں باقی رکھا تھا اور ہم سے جائداد کا ایک معاملہ بھی کیا تھا اور اس کی ہمیں خیر میں رہنے دینے کی شرط بھی آپ نے لگائی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھول گیا ہوں۔ جب حضور ﷺ نے کہا تھا کہ تمہارا کیا حال ہو گا جب تم خیر سے نکالے جاؤ گے اور تمہارے اونٹ تمہیں راتوں رات لئے پھریں گے۔ اس نے کہا یہ تو ابو القاسم (حضور ﷺ) کا ایک مذاق تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کے دشمن! تم نے جھوٹی بات کہی۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شہر بدر کر دیا اور ان کے پھلوں کی

۲۷۳۰- حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُو غَسَّانَ الْكِنَافِيُّ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا قَدَعَ أَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَامَ عُمَرُ حَظِيئًا فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ: نَفَرُكُمْ مَا أَفْرَسَكُمْ اللَّهُ، وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى مَالِهِ هُنَاكَ فَعَلِدِي عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ فَلَعِدَعَتْ يَدَاهُ وَرَجَلَاهُ، وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ، هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا، وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَهُمْ. فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذَلِكَ آتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الْحَقِيقِ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَفْرَأْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَعَامَلْنَا عَلَى الْأَمْوَالِ وَشَرَطَ ذَلِكَ لَنَا؟ فَقَالَ عُمَرُ: أَطْنَنْتَ أَنِّي نَسِيتُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ بَكَ إِذَا أَخْرَجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قُلُوبَكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ)). فَقَالَ: كَانَ ذَلِكَ هَزِيلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ. فَقَالَ: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللَّهِ. فَأَجْلَاءَهُمْ عُمَرُ، وَأَعْطَاهُمْ لِيَمَةً مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ النَّمْرِ مَالًا وَإِبِلًا وَغَرُوضًا

مِنْ أَقْتَابٍ وَجِبَالٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ)).

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ أَحْسَنَهُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، اختصاراً.

کچھ نقد قیمت، کچھ مال اور اونٹ اور دوسرے سامان یعنی کجاوے اور رسیوں کی صورت میں ادا کر دی۔ اس کی روایت حماد بن سلمہ نے عبید اللہ سے نقل کی ہے جیسا کہ مجھے یقین ہے نافع سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مختصر طور پر۔

شرح روایت کے شروع سند میں ابو احمد مرار بن حمویہ ہیں۔ جامع الصالح میں ان سے اور ان کے شیخ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو پیداوار وصول کرنے کے لئے خیر بھیجا تھا۔ وہاں بد عمد یہودیوں نے موقع پا کر حضرت عبداللہ کو ایک چمت سے نیچے دھکیل دیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ دیئے۔ ایسی ہی شرارتوں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر سے یہود کو جلا وطن کر دیا۔ خیر کی فتح کے بعد رسول کریم ﷺ نے مفتوحہ زمینات کا معاملہ خیر کے یہودیوں سے کر لیا تھا اور کوئی مدت مقرر نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جب اللہ چاہے گا یہ معاملہ ختم کر دیا جائے گا۔ اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمد خلافت میں ان کو بے دخل کر کے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ اس بد عمد قوم نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی، اس لئے یہ قوم ملعون اور مردود قرار پائی۔ اس حدیث سے یہ نکلا کہ زمین کا مالک اگر کاشکار کا کوئی قصور دیکھے تو اس کو بے دخل کر سکتا ہے گو وہ کام شروع کر چکا ہو مگر اس کے کام کا بدل دینا ہو گا جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

۱۵- بَابُ الشَّرْوَطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ
مَعَ أَهْلِ الْخُرُوبِ، وَكِتَابَةُ الشَّرْوَطِ

(۲۷۳۱، ۲۷۳۲) مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا مجھ کو معمر بن خردی، کہا کہ مجھے زہری نے خبر دی، کہا مجھے عروہ بن زہیر نے خبر دی اور ان سے مخزمہ رضی اللہ عنہ اور مروان نے دونوں کے بیان سے ایک دوسرے کی حدیث کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ صلح حدیبیہ کے موقع پر (کہہ جا رہے تھے، ابھی آپ راستے ہی میں تھے، فرمایا خالد بن ولید قریش کے (دو سو) سواروں کے ساتھ ہماری نقل و حرکت کا اندازہ لگانے کے لئے مقام غیم میں مقیم ہے (یہ قریش کا مقدمہ الجیش ہے) اس لئے تم لوگ داہنی طرف سے جاؤ، پس خدا کی قسم خالد کو ان کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہو سکا اور جب انہوں نے اس لشکر کا غبار اٹھتا ہوا دیکھا تو قریش کو جلدی جلدی خبر دیئے گئے۔ ادھر نبی کریم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی پر پہنچے جس سے مکہ میں اترتے ہیں تو آپ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ

۲۷۳۱، ۲۷۳۲ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي غُرُورَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمَسْنُونِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ - يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ - قَالَ: ((خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ حَتَّى كَانُوا بِنَعْصِ الطَّرِيقِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ بِالْقَمِيمِ لِي خَيْلٍ لِقُرَيْشٍ طَلِيعَةً، فَخَلُّوا ذَاتَ الْجَنِينِ)). فَوَ اللَّهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتَّى إِذَا هُمْ بِقِفْرَةِ الْعَجْنِشِ، فَأَنْطَلَقَ يَوْكُضُ نَذِيرًا لِقُرَيْشٍ وَسَارَ النَّبِيُّ

﴿حَتَّىٰ إِذَا كَانَ بِالنَّبِيِّ أَلْحِي يُهَيِّطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكْتَ بِهِ رَاحِلَتَهُ، فَقَالَ النَّاسُ: حَلَّ خَلِّ. فَأَلْحَتْ. فَقَالُوا خَلَّاتِ الْقَصَوَاءَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا خَلَّاتِ الْقَصَوَاءَ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخَلْقٍ. وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ)). ثُمَّ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْأَلُونَنِي خُطَّةً يَعْظُمُونَ فِيهَا حُرْمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَغْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا. ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَّتِ)). قَالَ: فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَفْصَى الْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا، فَلَمْ يَلْبَثْهُ النَّاسُ حَتَّى نَزَحُوهُ، وَشَكَّيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعَطَشُ، فَاتَّزَعَ مِنْهُمَا مِنْ كَيْفَانِيَّةٍ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهُ فِيهِ، فَوَ اللَّهِ مَا زَالَ يَجِيشُ لَهُمْ بِالرُّيِّ حَتَّى صَدَرُوا عَنْهُ، فَبَيَّنَمَا هُمْ كَذَلِكَ، إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيِّ لِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ خُزَاعَةَ - وَكَانُوا عَيْتَةَ نَصِیحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَهْلِ يَهَامَةَ - فَقَالَ: إِنِّي تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ. نَزَلُوا أَغْدَاذَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَّةِ، وَمَعَهُمُ الْعُوذُ الصَّطَائِلُ، وَهُمْ مُقَابِلُوكَ وَصَادُوكَ عَنِ الْبَيْتِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّا لَمْ نَجِئْهُ لِقِتَالِ أَحَدٍ، وَلَكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ، وَإِنْ قُرَيْشًا قَدْ نَهَكْتَهُمُ الْحَرْبُ وَأَضْرَبَتْ بِهِمْ، فَإِنْ شَاؤُوا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً وَيُخْلَوُا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ، فَإِنْ أَظْهَرَ فَإِنْ شَاؤُوا أَنْ يَدْخُلُوا

(اونٹنی کو اٹھانے کیلئے حل حل کرنے لگے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔ صحابہ نے کہا کہ قصواء اڑ گئی، آپ نے فرمایا قصواء اڑی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے، اسے تو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں (کے لشکر) کو (کہ) میں داخل ہونے سے روک لیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے قریش جو بھی ایسا مطالبہ رکھیں گے جس میں اللہ کے گھر کی بڑائی ہو تو میں ان کا مطالبہ منظور کر لوں گا۔ آخر آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ اٹھ گئی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ صحابہ سے آگے نکل گئے اور حدیبیہ کے آخری کنارے (ایک چشمہ یا گڑھا) پر جہاں پانی کم تھا، آپ نے پڑاؤ کیا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی استعمال کرنے لگے، انہوں نے پانی کو ٹھہرنے ہی نہیں دیا، سب کھینچ ڈالا۔ اب رسول کریم ﷺ سے پیاس کی شکایت کی گئی تو آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اس گڑھے میں ڈال دیں بخدا تیر گاڑتے ہی پانی انہیں سیراب کرنے کے لئے اٹھنے لگا اور وہ لوگ پوری طرح سیراب ہو گئے۔ لوگ اسی حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء خزاعی بیٹھ اپنی قوم خزاعہ کے کئی آدمیوں کو لے کر حاضر ہوا۔ یہ لوگ تمامہ کے رہنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے محرم راز پرے خیر خواہ تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو پیچھے چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ جنہوں نے حدیبیہ کے پانی کے ذخیروں پر اپنا پڑاؤ ڈال دیا ہے، ان کے ساتھ بکثرت دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے نئے نئے بچوں کے ساتھ ہیں۔ وہ آپ سے لڑیں گے اور آپ کے بیت اللہ بچنے میں رکاوٹ ہوں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں صرف عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ (مسلسل) لڑائیوں نے قریش کو بھی کمزور کر دیا ہے اور انہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے، اب اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت ان سے صلح کا معاہدہ کر لوں گا، اس عرصہ میں وہ میرے اور عوام (کفار مشرکین عرب) کے درمیان نہ پڑیں پھر اگر میں کامیاب ہو جاؤں اور (اس کے بعد) وہ چاہیں تو اس دین (اسلام) میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں (جس میں اور تمام لوگ داخل ہو چکے ہوں گے) لیکن اگر مجھے کامیابی

نہیں ہوئی تو انہیں بھی آرام مل جائے گا اور اگر انہیں میری پیش کش سے انکار ہے تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک میرا سرتن سے جدا نہیں ہو جاتا، میں اس دین کے لئے برابر لڑتا رہوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹانہ ہی فرما دے گا۔ بدیلؒ نے کہا کہ قریش تک آپ کی گفتگو میں پہنچاؤں گا چنانچہ وہ واپس ہوئے اور قریش کے یہاں پہنچے اور کہا کہ ہم تمہارے پاس اس شخص (نبی کریم ﷺ) کے یہاں سے آرہے ہیں اور ہم نے اسے ایک بات کہتے سنا ہے، اگر تم چاہو تو تمہارے سامنے ہم اسے بیان کر سکتے ہیں۔ قریش کے بے وقوفوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ تم اس شخص کی کوئی بات ہمیں سناؤ۔ جو لوگ صاب الرائے تھے، انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے جو کچھ تم نے سنا ہے ہم سے بیان کر دو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے (آنحضرت ﷺ) کو یہ کہتے سنا ہے اور پھر جو کچھ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا، سب بیان کر دیا۔ اس پر عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کفار کے ساتھ تھے) کھڑے ہوئے اور کہا اے قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں رکھتے۔ سب نے کہا کیوں نہیں! ضرور رکھتے ہیں۔ عروہ نے پھر کہا کیا میں بیٹے کی طرح تمہارا خیر خواہ نہیں ہوں، انہوں نے کہا کیوں نہیں ہے۔ عروہ نے پھر کہا تم لوگ مجھ پر کسی قسم کی تہمت لگا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لئے کہا تھا اور جب انہوں نے انکار کیا تو میں نے اپنے گھرانے، اولاد اور ان تمام لوگوں کو تمہارے پاس لا کر کھڑا کر دیا تھا جنہوں نے میرا کہا مانا تھا؟ قریش نے کہا کیوں نہیں (آپ کی باتیں درست ہیں) اس کے بعد انہوں نے کہا دیکھو اب اس شخص (نبی کریم ﷺ) نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز رکھی ہے، اسے تم قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس (گفتگو) کے لئے جانے دو، سب نے کہا آپ ضرور جاییں۔ چنانچہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے گفتگو شروع کی۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی وہی باتیں کہیں جو آپ بدیل سے کہہ چکے تھے، عروہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا۔ اے محمد ﷺ! بتاؤ اگر آپ

فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا. وَإِلَّا فَقَدْ جَمُوا. وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا قَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِي هَذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالَفِي، وَلَيَنْفِذَنَّ اللَّهُ أَمْرَهُ) فَقَالَ بُدَيْلٌ: سَأَبْلَغُهُمْ مَا تَقُولُ. قَالَ فَاَنْطَلَقَ حَتَّى أَتَى قُرَيْشًا قَالَ: إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ، وَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ قَوْلًا، فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا. فَقَالَ سَفَهَاؤُهُمْ: لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ. وَقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ مِنْهُمْ: هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُولُ: قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ كَذًا وَكَذًا. فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ. فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ: أَيُّ قَوْمٍ أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: أَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: فَهَلْ تَتَّهَمُونِي؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنِّي اسْتَفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ، فَلَمَّا بَلَغُوا عَلَيَّ جِئْتَكُمْ بِأَهْلِي وَوَلَدِي وَمَنْ أَطَاعَنِي؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: إِنَّ هَذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبُلُوهَا وَدَعُونِي آتِيهِ. قَالُوا آتِيهِ. فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ النَّبِيُّ نَحْوًا مِنْ قَوْلِهِ لِبُدَيْلٍ. فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذَلِكَ: أَيُّ مُحَمَّدٍ، أَرَأَيْتَ إِنْ اسْتَأْصَلْتُ أَمَرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْقَرَبِ اجْتَنَحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ؟ وَإِنْ تَكُنِ الْآخَرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَرَى وَجُوهًا، وَإِنِّي لَأَرَى أَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُوا

نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام و نشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ پر غالب ہوئے) تو میں تو خدا کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ بیچ میل لوگ یہی کریں گے، اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تماچھوڑ دیں گے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے امصص ببطر اللات (اے جا! لات بت کی شرمگاہ چوس لے) کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو تماچھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے تھے، تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی کوئی کون کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دعا باز! کیا میں نے تیری دعا بازی کی سزا سے تجھ کو نہیں پہچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدنہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں، رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ وہ دعا بازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا، پھر عروہ رضی اللہ عنہ گھور گھور کر رسول کریم ﷺ کے اصحاب کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ پھر راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ ﷺ نے بلم بھی تھو کا تو آپ کے

وَيَدْعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: امْصِصْ بَظَرَ اللَّاتِ، اَنْحَنُ نَفْرُ عَنْهُ وَنَدْعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ. قَالَ: اَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ لَا يَدُكَ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أُخْرِكَ بِهَا لِأَجْنُكَ. قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَانِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ السِّيفُ وَعَلَيْهِ الْمَغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى غُرُوزَهُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السِّيفِ وَقَالَ لَهُ: أَخْرَجْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَرَفَعَ غُرُوزَهُ رَأْسَهُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ. فَقَالَ: أَيْ غُدْرُ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غُدْرَتِكَ؟ وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحْبٌ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَمَّا الْإِسْلَامُ فَأَقْبَلُ وَأَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ)). ثُمَّ إِنَّ غُرُوزَهُ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنِيهِ. قَالَ: قَوْلَ اللَّهِ مَا تَنْخَمُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نُحَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهُهُ وَجِلْدُهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأُوا كَادُوا يَقْتِيلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحَدِّثُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَغْظِيمًا لَهُ. فَرَجَعَ غُرُوزَهُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمُ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى

اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا اگر آپؐ نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپؐ وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپؐ کے وضو کے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپؐ گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپؐ کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپؐ کے ساتھی نظر بھر کر آپؐ کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی، میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپؐ کی کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد ﷺ نے بغم بھی تھوک دیا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں پر مل لے لیا اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیا۔ آپؐ نے انہیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپؐ نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپؐ کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ آپؐ نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ان کے دلوں میں آپؐ کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے ہمارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہئے کہ اسے قبول کر لو۔ اس پر بوکھلاہٹ کا ایک شخص بولا کہ اچھا مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو، لوگوں نے کہا تم بھی جاسکتے ہو۔ جب یہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قریب پہنچے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے، ایک ایسی قوم کا فرد جو بیت اللہ کی قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس لئے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو۔ صحابہؓ نے قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دیئے اور لیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ سبحان اللہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کو کعبہ سے روکا جائے۔ اس کے بعد قریش میں سے ایک دو سرا شخص مرکز بن

قَبَصَرٍ وَكَسْرَى وَالنَّجَاشِي، وَاللَّهُ إِنْ رَأَيْتَ مُلْكًا قَطُّ يُعْظَمُ أَصْحَابُهُ مَا يُعْظَمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ مُحَمَّدًا، وَاللَّهُ إِنْ تَنَحَّمَ نُحَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ لِي كَفَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بَهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَاذِبُوا يَقْتُلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحْدِثُونَ النَّظَرَ إِلَيْهِ تَعْظِيمًا لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةٌ رُشِدٍ فَأَقْبِلُوهَا. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي كَيْسَانَ: دَعُونِي آتِيهِ، فَقَالُوا: آتِيهِ. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هَذَا فَلَانٌ، وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُعْظَمُونَ الْإِذْنَ، فَاذْهَبُوا لَهُ))، فَبِغِثَ لَهُ، وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يَلْبُونَ. فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، مَا يَنْبَغِي لِهَؤُلَاءِ أَنْ يُصَلُّوا عَنِ الْبَيْتِ. فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ قَالَ رَأَيْتُ الْإِذْنَ قَدْ قُلِدْتُ وَ أَشْعِرْتُ فَمَا رَأَى يُصَلُّوا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مِكْرَزُ بْنُ خَفْصٍ فَقَالَ: دَعُونِي آتِيهِ. فَقَالُوا: آتِيهِ. فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَذَا مِكْرَزُ، وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ)). فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ. فَتَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو. قَالَ مَعْمَرٌ: فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَقَدْ سَهِّلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ)).

فحص نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی ان کے یہاں جانے دو۔ سب نے کہا کہ تم بھی جاسکتے ہو جب وہ آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ سے قریب ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مرکز ہے ایک بدترین شخص۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے لگا۔ ابھی وہ گفتگو کر رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آگیا۔ معمر نے (سابقہ سند کے ساتھ) بیان کیا کہ مجھے ایوب نے خبر دی اور انہیں عکرمہ نے کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی کریم ﷺ نے (نیک فال کے طور پر) فرمایا تمہارا معاملہ آسان (سل) ہو گیا۔ معمر نے بیان کیا کہ زہری نے اپنی حدیث میں اس طرح بیان کیا تھا کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو کہنے لگا کہ ہمارے اور اپنے درمیان (صلح) کی ایک تحریر لکھ لو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل کہنے لگا رحمٰن کو اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے۔ البتہ تم یوں لکھ سکتے ہو باسمک اللہم جیسے پہلے لکھا کرتے تھے مسلمانوں نے کہا کہ قسم اللہ کی ہمیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا اور کوئی دوسرا جملہ نہ لکھنا چاہئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ باسمک اللہم ہی لکھنے دو۔ پھر آپؐ نے لکھوایا یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے صلح نامہ کی دستاویز ہے (ﷺ) سہیل نے کہا اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو نہ ہم آپؐ کو کعبہ سے روکتے اور نہ آپؐ سے جنگ کرتے۔ آپؐ تو صرف اتنا لکھتے کہ ”محمد بن عبد اللہ“ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ گواہ ہے کہ میں اس کا سچا رسول ہوں خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے رہو، لکھو جی ”محمد بن عبد اللہ“ زہری نے بیان کیا کہ یہ سب کچھ (زری اور رعایت) صرف آپؐ کے اس ارشاد کا نتیجہ تھا (جو پہلے ہی آپؐ بدیل ہوئے سے کہہ چکے تھے) کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہوگی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے سہیل سے فرمایا لیکن صلح کے لئے پہلی شرط یہ ہوگی کہ تم لوگ ہمیں بیت اللہ کے طواف کرنے کے لئے جانے دو گے۔ سہیل نے کہا قسم اللہ کی ہم (اس سال) ایسا نہیں ہونے دیں گے ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم مغلوب ہو گئے تھے (اس لئے ہم نے اجازت دے

قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ : فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ : هَاتِ اَكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا .
فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ الْكَاتِبَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَكْتُبْ ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)) ، قَالَ سُهَيْلٌ : أَمَّا ((الرَّحْمَنُ)) فَوَ اللَّهِ مَا أَذْرِي مَا هُوَ ، وَلَكِنْ اَكْتُبْ ((بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ)) كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ : وَاللَّهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)) ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَكْتُبْ ((بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ)) . ثُمَّ قَالَ : ((هَذَا مَا قَاضِي عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ)) فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللَّهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ ، وَلَكِنْ اَكْتُبْ ((مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ)) ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَاللَّهِ إِنِّي لَرَسُولُ اللَّهِ وَإِنْ كَذَبْتُمُونِي ، اَكْتُبْ ((مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ)) ، قَالَ الزُّهْرِيُّ : وَذَلِكَ لِقَوْلِهِ : ((لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةَ يَعْظُمُونَ فِيهَا حُرْمَاتِ اللَّهِ إِلَّا أَغْطَيْنَهُمْ إِيَّاهَا)) . فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : ((عَلَى أَنْ تُخْلُوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَتَطُوفَ بِهِ)) . فَقَالَ سُهَيْلٌ : وَاللَّهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ أَنَا أَخَذْنَا ضُغْطَةً ، وَلَكِنْ ذَلِكَ مِنَ الْقَامِ الْمَقْبِلِ ، فَكُتِبَ ، فَقَالَ سُهَيْلٌ : وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ - وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ - إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا . قَالَ الْمُسْلِمُونَ : سُبْحَانَ اللَّهِ ، كَيْفَ يُرَدُّ إِلَى

دی) البتہ آئندہ سال کے لئے اجازت ہے۔ چنانچہ یہ بھی لکھ لیا۔ پھر سہیل نے لکھا کہ یہ شرط بھی (لکھ لیجئے) کہ ہماری طرف کا جو شخص بھی آپ کے یہاں جائے گا خواہ وہ آپ کے دین ہی پر کیوں نہ ہو آپ اسے ہمیں واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر کہا) سبحان اللہ! (ایک شخص کو) مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جاسکتا ہے جو مسلمان ہو کر آیا ہو۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں کو گھینٹے ہوئے آپہنچے، وہ کہہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جس کے لئے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیں اسے واپس کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے (اس لئے جب صلح نامہ طے پا جائے گا اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہئے) سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر بھی آپ سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کر دو۔ اس نے کہا کہ میں اس سلسلے میں احسان بھی نہیں کر سکتا۔ آنحضرت نے پھر فرمایا کہ نہیں تمہیں احسان کر دینا چاہئے لیکن اس نے یہی جواب دیا کہ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ البتہ کمزور نے کہا کہ چلے ہم اس کا آپ پر احسان کرتے ہیں مگر (اس کی بات نہیں چلی) ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانو! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں، کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟ کیا میرے ساتھ جو کچھ معاملہ ہوا ہے تم نہیں دیکھتے؟ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو راستے میں بڑی سخت ازیتیں پہنچائی گئیں تھیں۔ راوی نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے حکم عدولی میں نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے

الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا؟ قَبِينَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ دَخَلَ أَبُو جَنْدَلٍ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سُلَيْفٍ فِي قَبُودِهِ، وَقَدْ خَرَجَ مِنْ أَسْفَلِ مَكَّةَ حَتَّى رَمَى بِنَفْسِهِ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ سُهَيْلٌ: هَذَا يَا مُحَمَّدُ أَوَّلُ مَا أَقَاضِيكَ عَلَيْهِ أَنْ تَرُدَّهُ إِلَيَّ.

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ)). قَالَ: فَوَرَّاهُ إِذَا لَمْ أَصَالِحْكَ عَلَى شَيْءٍ أَبَدًا. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَأَجِزْهُ لِي)). قَالَ: مَا أَنَا بِمُجِيزٍ لَكَ، قَالَ: ((بَلَى فَاَفْعَلْ))، قَالَ: مَا أَنَا بِفَاعِلٍ. قَالَ مِكْرَزٌ: بَلْ لَقَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ. قَالَ أَبُو جَنْدَلٍ: أَنِّي مَعَشَرَ الْمُسْلِمِينَ، أَرَدْتُ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا؟ أَلَا تَرَوْنَ مَا لَقِيتُ؟ وَكَانَ قَدْ غَضِبَ عَذَابًا شَدِيدًا فِي اللَّهِ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: أَلَسْتُ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: ((بَلَى)). قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدْنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: ((بَلَى)). قُلْتُ: فَلِمَ نَغْطِي الدِّينَةَ فِي دِينِنَا إِذَا؟ قَالَ: ((إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَسْتُ أَغْضِيهِ، وَهُوَ نَاصِرِي)). قُلْتُ: أَوَلَيْسَ كُنْتُ تَحَدَّثُنَا أَنَا سَنَاتِي الْبَيْتَ فَتَطَوُّفُ بِهِ؟ قَالَ: ((بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَا نَأْيِيهِ الْعَامَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: لَا. قَالَ: ((فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمَطْوُوفٌ بِهِ)). قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ:

تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں (آپ نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا) آپ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابو بکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) اللہ کی نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلا شک و شبہ وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو، خدا گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا آنحضور ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آنحضرت نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں میں نے اپنی اس غلط پسندی کی مکافات کے لئے نیک اعمال کئے۔ پھر جب صلح نامہ سے آپ فارغ ہو چکے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ اب اٹھو اور (جن جانوروں کو ساتھ لائے ہو ان کی) قربانی کر لو اور سر بھی منڈا لو۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ گواہ ہے صحابہ میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا اور تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ فرمایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو حضرت ﷺ ام سلمہ کے خیمہ میں گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کیا۔ حضرت ام سلمہ نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کر لیں اور اپنے حجام کو بلا لیں جو آپ کے بال مونڈ دے۔ چنانچہ

بَلَى. قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّوْنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى. قُلْتُ: فَلَمْ نُعْطِ الدِّيْنَةَ لِي دِينِنَا إِذَا؟ قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ، إِنَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَيْسَ يَعْصِي رَأْيَهُ، وَهُوَ نَاصِرُهُ، فَاسْتَمْسِكْ بِغُرْزِهِ فَإِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ. قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُخَذُّنَا أَنَا مَنَاقِبِي الْيَتِي وَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمَطُوفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالًا. قَالَ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ: ((قُومُوا فَانْحَرُوا ثُمَّ اخْلِقُوا)). قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ، حَتَّى قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَتْ أُمِّ سَلَمَةَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَتُحِبُّ ذَلِكَ؟ اخْرُجْ، ثُمَّ لَا تُكَلِّمَ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى تَنْحَرَ بُذْنَكَ، وَتَدْعُو خَالِقَكَ فَيُخَلِّقَكَ. فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمَ أَحَدًا مِنْهُمْ حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ: نَحَرَ بُذْنَهُ، وَدَعَا خَالِقَهُ فَخَلَقَهُ. فَلَمَّا رَأَوْا ذَلِكَ قَامُوا فَانْحَرُوا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَخْلُقُ بَعْضًا، حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا عَمًا. ثُمَّ جَاءَهُ بِنُوءَ مُؤْمِنَاتٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاْمْتَحِنُوهُنَّ - حَتَّى بَلَغَ - بَعْضُ الْكُوفَرِيِّ﴾ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ

آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے۔ کسی سے کچھ نہیں کہا اور سب کچھ کیا اپنے جانور کی قربانی کر لی اور اپنے حجام کو بلوایا جس نے آپ کے بال مونڈے۔ جب صحابہ نے دیکھا تو وہ بھی ایک دوسرے کے بال مونڈنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رنج و غم میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ پھر آنحضور ﷺ کے پاس (مکہ سے) چند مومن عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو۔ بعصم الکوافر تک۔ اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی جو اب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا تھا اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو قریش کے ایک فرد ابو بصیر رضی اللہ عنہ (مکہ سے فرار ہو کر) حاضر ہوئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ قریش نے انہیں واپس لینے کے لئے دو آدمیوں کو بھیجا اور انہوں نے آکر کہا کہ ہمارے ساتھ آپ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ قریش کے دونوں افراد جب انہیں واپس لے کر لوٹے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو کھجور کھانے کے لئے اترے جو ان کے ساتھ تھی۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سے فرمایا قسم اللہ کی تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے، دوسرے ساتھی نے تلوار نیام سے نکال دی۔ اس شخص نے کہا ہاں اللہ کی قسم نہایت عمدہ تلوار ہے، میں اس کا بارہا تجربہ کر چکا ہوں۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ اس پر بولے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ اور اس طرح اپنے قبضہ میں کر لیا پھر اس شخص نے تلوار کے مالک کو ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا، اس کا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد میں دوڑتا ہوا۔ داخل ہوا نبی کریم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو فرمایا یہ شخص کچھ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا اللہ کی قسم میرا ساتھی تو مارا گیا اور میں بھی مارا جاؤں گا (اگر آپ لوگوں نے ابو بصیر کو نہ روکا) اتنے میں ابو بصیر بھی آگے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی، آپ

امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشَّرْكِ، فَتَزَوَّجَ إِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَالْأُخْرَى صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ. ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ، فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا: الْعَهْدُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا، فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى بَلَّغَا ذَا الْحَلِيفَةِ، فَزَلُّوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمَرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فَلَانُ جَيْدًا، فَاسْتَلْتُهُ الْآخَرَ فَقَالَ: أَجَلٌ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَجَيْدٌ، لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَأَمَكَّنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ، وَلَوْ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ، لَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَغْدُو، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَأَاهُ: ((لَقَدْ رَأَى هَذَا دُعْرًا))، فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قُبِلَ وَاللَّهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ. فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، قَدْ وَاللَّهِ أَوْفَى اللَّهِ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ، ثُمَّ أَنْجَانِي اللَّهُ مِنْهُمْ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَيْلٌ أُمِّهِ مِنْغَرٍّ حَزْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ))، فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُّهُ إِلَيْهِمْ؛ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سَيْفَ الْبَحْرِ. قَالَ: وَتَنَفَّلْتُ مِنْهُمْ أَبُو جَنْدَلٍ بْنُ سَهْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ، فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ، حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ

عَصَابَةٍ، فَوَاللَّهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيْرِ خَوَجَتَ
لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اغْتَرَضُوا لَهَا.
فَقَتَّلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ. فَأَرْسَلْتُ
قُرَيْشًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تَنَاهِيَهُ بِاللَّهِ وَالرَّحِمِ
لَمَّا أُرْسِلَ فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ
ﷺ إِلَيْهِمْ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَهُوَ
الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ
بِطَعْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ -
حَتَّىٰ بَلَغَ - الْحَمِيَّةَ﴾، حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ
[الفتح: ٢٤] وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ
يَقْرَءُوا أَنَّهُ نَبِيُّ اللَّهِ، وَلَمْ يَقْرَءُوا بِسْمِ اللَّهِ
الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَحَالُوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ
النَّبِيِّتِ)). [راجع: ١٦٩٤، ١٦٩٥]

مجھے ان کے حوالے کر چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات
دلائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (تیری ماں کی خرابی) اگر اس کا کوئی ایک
بھی مددگار ہوتا تو پھر لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ جب انہوں نے آپ
کے یہ الفاظ سنے تو سمجھ گئے کہ آپ پھر کفار کے حوالے کر دیں گے اس
لئے وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے۔ راوی نے بیان کیا
کہ اپنے گھروالوں سے (مکہ سے) چھوٹ کر ابو جندل بن سمیل رضی اللہ عنہ بھی
ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور اب یہ حال تھا کہ قریش کا جو شخص بھی اسلام
لا تا (بجائے مدینہ آنے کے) ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے یہاں (ساحل سمندر پر) چلا
جاتا۔ اس طرح سے ایک جماعت بن گئی اور اللہ گواہ ہے یہ لوگ قریش
کے جس قافلے کے متعلق بھی سن لیتے کہ وہ شام جا رہا ہے تو اسے راستے
ہی میں روک کر لوٹ لیتے اور قافلہ والوں کو قتل کر دیتے۔ اب قریش نے
نبی کریم ﷺ کے یہاں اللہ اور رحم کا واسطہ دے کر درخواست بھیجی کہ
آپ کسی کو بھیجیں (ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کے یہاں
کہ وہ قریش کی ایذا سے رک جائیں) اور اس کے بعد جو شخص بھی آپ
کے یہاں جائے گا (مکہ سے) اسے امن ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان
کے یہاں اپنا آدمی بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”اور وہ
ذات پروردگار جس نے روک دیا تھا تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان
کے ہاتھوں کو تم سے (یعنی جنگ نہیں ہو سکی تھی) وادی مکہ میں (حدیبیہ
میں) بعد میں اس کے کہ تم کو غالب کر دیا تھا ان پر یہاں تک کہ بات
جاہلیت کے دور کی بے جا حمایت تک پہنچ گئی تھی۔“ ان کی حمایت
(جاہلیت) یہ تھی کہ انہوں نے (معاہدے میں بھی) آپ کے لئے اللہ کے
نبی ہونے کا اقرار نہیں کیا اسی طرح انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم
نہیں لکھنے دیا اور آپ کے بیت اللہ جانے سے مانع بنے۔

(۲۷۳۳) عقیل نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے اور ان
سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کا (جو مکہ سے مسلمان
ہونے کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتی تھیں) امتحان لیتے تھے
(زہری نے) بیان کیا کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ

۲۷۳۳- وَقَالَ عَقِيلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ:
(قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ ﷺ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ. وَبَلَّغَنَا أَنَّهُ لَمَّا
أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَرْفُؤُوا إِلَى الْمُشْرِكِينَ

نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمان وہ سب کچھ ان مشرکوں کو واپس کر دیں جو انہوں نے اپنی ان بیویوں پر خرچ کیا ہو جو (اب مسلمان ہو کر) ہجرت کر آئی ہیں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں قریبہ بنت ابی امیہ اور ایک جروہ خزاعی کی لڑکی کو طلاق دے دی۔ بعد میں قریبہ سے معاویہؓ نے شادی کر لی تھی (کیونکہ اس وقت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور دوسری بیوی سے ابو جہم نے شادی کر لی لیکن جب کفار نے مسلمانوں کے ان اخراجات کو ادا کرنے سے انکار کیا جو انہوں نے اپنی (کافر) بیویوں پر کئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”اور تمہاری بیویوں میں سے کوئی کافروں کے یہاں چلی گئی تو وہ معاوضہ تم خود ہی کے لو“ یہ وہ معاوضہ تھا جو مسلمان کفار میں سے اس شخص کو دیتے جس کی بیوی ہجرت کر کے (مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان کے نکاح میں آگئی ہو) پس اللہ نے اب یہ حکم دیا کہ جس مسلمان کی بیوی مرتد ہو کر (کفار کے یہاں) چلی جائے اسکے (مہر و نفقہ کے) اخراجات ان کفار کی عورتوں کے مہر سے ادا کر دیئے جائیں جو ہجرت کر کے آگئی ہیں (اور کسی مسلمان نے ان سے نکاح کر لیا ہے) اگرچہ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی مہاجرہ بھی ایمان کے بعد مرتد ہوئی ہوں اور ہمیں یہ روایت بھی معلوم ہوئی کہ ابو بصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مومن و مہاجر کی حیثیت سے معاہدہ کی مدت کے اندر ہی حاضر ہوئے تو اخس بن شریق نے نبی کریم ﷺ کو ایک تحریر لکھی جس میں اس نے (ابو بصیرؓ کی واپسی کا) مطالبہ آپ سے کیا تھا۔ پھر انہوں نے حدیث پوری بیان کی۔

مَا أَنْفَقُوا عَلَى مَنْ هَاجَرَ مِنْ أَزْوَاجِهِمْ، وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ لَا يُنْسِكُوا بَعْضَ الْكُفَّارِ، أَنْ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ طَلَّقَ امْرَأَتَيْنِ: - قَرِيبَةَ بِنْتِ أَبِي أُمَيَّةَ، وَابْنَةَ جَرَوَلٍ الْخَزَاعِيَّ فَتَزَوَّجَ قَرِيبَةَ مُعَاوِيَةَ وَتَزَوَّجَ الْآخَرَى أَبُو جَهْمٍ. فَلَمَّا أَتَى الْكُفَّارُ أَنْ يَقْرُوا بِأَدَاءِ مَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاتِبْتُمْ﴾ [الممتحنة: ١١] وَالْعَقَبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُونَ إِلَى مَنْ هَاجَرَ امْرَأَتَهُ مِنَ الْكُفَّارِ، فَأَمَرَ أَنْ يُعْطَى مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَا أَنْفَقَ مِنْ صَدَاقٍ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِي هَاجَرْنَ، وَمَا نَعَلَمُ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيْمَانِهَا. وَبَلَّغْنَا أَنَّ أَبَا بَصِيرٍ بْنُ أَسِيدٍ الثَّقَفِيُّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ، فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيقٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُهُ أَبَا بَصِيرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ [راجع: ٢٧١٣]

یہ واقعہ ۶ھ کا ہے آنحضرت ﷺ ہجر کے دن ذی قعدہ کے آخر میں مدینہ سے عمرہ کا ارادہ کر کے نکلے۔ آپ کے ساتھ سات سو مسلمان تھے اور ستر اونٹ قربائی کے ہر دس آدمی میں ایک اونٹ۔ ایک روایت میں آپ کے ساتھیوں کی تعداد چودہ سو بتلائی ہے۔ آپ نے بسر بن سفیان کو قریش کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا، اس نے واپس آ کر بتلایا کہ قریش کے لوگ آپ کے آنے کی خبر سن کر ذی طوی میں آگئے ہیں اور خالد بن ولید ان کے سواروں کے ساتھ کراع الحمیم نامی جگہ میں آٹھرے ہیں، یہ جگہ مکہ سے دو میل پر ہے۔ اس روایت میں واقعہ حدیبیہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ روایت میں قصویٰ اونٹنی کا ذکر ہے، اس پر آنحضرت ﷺ سواری

کرتے تھے، یہ تمام اونٹوں میں آگے رہتی، آپؐ نے اس پر سوار ہو کر ہجرت کی تھی۔ روایت میں تمامہ کا ذکر ہے، یہ مکہ اور اس کے اطراف کی بستیوں کو کہتے ہیں۔ تم گرمی کی شدت کو کہتے ہیں، یہ علاقہ بے حد گرم ہے، اسی لئے تمامہ نام سے موسوم ہوا۔ کعب بن لوی قریش کے جد اعلیٰ ہیں۔ عوذ المطفیل کا لفظ جو روایت میں آیا ہے اس کے دو معنی ہیں ایک بچہ دار اونٹنیاں جو ابھی بچہ جنی ہوں اور کائی دودھ دے رہی ہوں۔ دوسرے انسانوں کے بال بچے۔ دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ قریش کے لوگ ان چشموں پر زیادہ دنوں تک رہنے کے لئے اپنے اونٹ اور اونٹنیاں اور بال بچے لے کر آئے ہیں تاکہ وہ عرصہ تک آپ سے جنگ کرتے رہیں۔ عروہ بن مسعود جو قریش کے نمائندہ بن کر آپ سے صلح کی گفتگو کرنے آئے تھے، یہ چھ سال بعد خود مسلمان ہو کر مبلغ اسلام کی حیثیت سے اپنی قوم میں گئے تھے۔ آج یہ آنحضرت ﷺ کو سمجھنا سمجھانے کا خیال لے کر آئے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس کا یہ جملہ سنا کہ یہ متفرق قبائل کے لوگ جو مسلمان ہو کر آپ کے ارد گرد جمع ہیں، در صورت شکست آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، جو ابنا از راہ غصہ کما تھا کہ تو واپس جا کر اپنے معبودات کی شرمگاہ چوس لے، یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مغیرہ بن شعبہ جس کو عروہ نے غدار قرار دیا تھا۔ کہتے ہیں یہ عروہ کے بھتیجے تھے، ایک ہونے والی جنگ میں جو مغیرہ کی قوم سے متعلق تھی، عروہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا تھا۔ اس احسان کو جتلا رہے تھے۔ بنو کنانہ میں سے آنے والے کانام حلیس بن علقمہ حارثی تھا۔ وہ حبشیوں کا سردار تھا، آپ نے اس کے بارے میں جو فرمایا وہ بالکل صحیح ثابت ہوا کہ اس نے قریشی کے جانور کو دیکھ کر، مسلمانوں سے لبیک کے نعرے سن کر بڑے اچھے لفظوں میں مسلمانوں کا ذکر خیر کیا اور مسلمانوں کے حق میں سفارش کی۔ صلح حدیبیہ کا متن لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔ جن دفعات کے تحت یہ صلح نامہ لکھا گیا ان کا اختصار یہ ہے (۱) دس سال تک باہمی صلح رہے گی، ہر دو طرف کے لوگوں کی آمد و رفت میں کسی کو روک ٹوک نہ ہو گی (۲) جو قبائل چاہیں قریش سے مل جائیں اور جو قبائل چاہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائیں، حلیف قبائل کے حقوق بھی یہی ہوں گے (۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہو گی، اس وقت ہتھیار ان کے جسم پر نہ ہوں گے گو سفر میں ساتھ ہوں (۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو قریش کے طلب کرنے پر وہ شخص واپس کر دینا ہو گا لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔ آخری شرط سن کر سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سارے مسلمان گھبرا اٹھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بارے میں زیادہ پر جوش تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے ہنس کر اس شرط کو بھی منظور فرمایا۔

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا کہ اس سے ڈر کر آئندہ کوئی شخص مسلمان نہ ہو گا لیکن یہ شرط ابھی لکھی بھی نہ تھی تھی کہ اس مجلس میں ابوجندلؓ پہنچ گئے جن کو مسلمان ہونے کی وجہ سے قریش نے قید کر رکھا تھا اور اب وہ موقع پا کر زنجیروں سمیت ہی بھاگ کر اسلامی لشکر میں پہنچ گئے تھے۔ قریش کے نمائندہ سہیل نے کہا کہ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عند نامہ کے مکمل ہو جانے پر اسکے خلاف نہ ہو گا ابھی چونکہ یہ نامکمل ہے لہذا ابوجندل کو واپس نہیں کیا جاسکتا، اس پر سہیل نے کہا کہ تب ہم صلح نہیں کر سکتے۔ آخر ابوجندل واپس کر دیا گیا، ان حالات کو دیکھ کر، مسلمان بہت طیش میں آ گئے اور عمر رضی اللہ عنہ تو اس قدر بگڑے کہ وہ اس جرأت پر نعرہ بھر بیچتے رہے مگر اس اہم موقع پر حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی قاتل صد تحسین ہے کہ آپ نے ان حالات کا کوئی اثر نہیں لیا اور آنحضرت ﷺ کے ہر قدم کی آپ تعریف ہی کرتے رہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

باب قرض میں شرط لگانا

۱۶- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْقَرْضِ

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَعَطَاءٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: اور عبد اللہ بن عمر اور عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر قرض (کی ادائیگی) کے لئے کوئی مدت مقرر کی جائے تو یہ جائز ہے۔

إِذَا أَجَلُهُ فِي الْقَرْضِ جَازٌ.

(۲۷۳۴) اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ہرمز نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جنہوں نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگا اور اس نے ایک مقررہ مدت تک کے لئے دے دیا۔

۲۷۳۴- وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى)). [راجع: ۱۴۹۸]

معلوم ہوا کہ قرض دینے والا ایسی جائز شرطیں لگا سکتا ہے اور ادا کرنے والے پر لازم ہو گا کہ ان ہی شرائط کے تحت وقت مقررہ پر وہ قرض ادا کر دے۔ بنی اسرائیل کے ان دو شخصوں کا ذکر پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

باب مکاتب کا بیان اور جو شرطیں اس کی کتاب اللہ کے مخالف ہیں، ان کا جائز نہ ہونا

۱۷- بَابُ الْمَكَاتِبِ، وَمَا لَا يَجِلُّ مِنَ الشُّرُوطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ

مکاتب وہ لونڈی یا غلام جو اپنی آزادی کے لئے شرائط مقررہ کے ساتھ اپنے آقا سے تحریری معاہدہ کر لے۔

اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں کہا کہ ان کی (یعنی مکاتب اور اس کے مالک کی) جو شرطیں ہوں وہ معتبر ہوں گی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (راوی کو شبہ ہے) کہا کہ ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے خواہ ایسی سو شرطیں بھی لگالی جائیں۔ ابو عبد اللہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے یہ قول مروی ہے۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي الْمَكَاتِبِ: شُرُوطُهُمْ بَيْنَهُمْ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ - أَوْ عُمَرُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ. وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: يُقَالُ عَنْ كَلِمَتِهَا، عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ.

(۲۷۳۵) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، یحییٰ بن سعید انصاری سے، ان سے عمرہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنی مکاتبیت کے سلسلے میں ان سے مدد مانگنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تمہارے مالکوں کو (پوری قیمت) دے دوں اور تمہاری ولاء میرے ساتھ قائم ہوگی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا انہیں تو خرید لے اور آزاد کر دے۔ ولاء تو بہر حال اسی کے ساتھ قائم ہوگی جو آزاد کر دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا کوئی پتہ کتاب اللہ میں نہیں ہے،

۲۷۳۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَتَتْهَا بَرِيرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَغَطَيْتُ أَفْئِكَ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِي. فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَتْهُ ذَلِكَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْتَعَيْنَهَا فَأَغَفَيْتَهَا، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ)) ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمَنَبَرِ فَقَالَ: ((مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنْ اشْتَرَطَ شَرْطًا

لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ. [راجع: ۴۵۶]

جس نے بھی کوئی ایسی شرط لگائی جس کا پتہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو خواہ ایسی سو شرطیں لگالے ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا۔

حضرت بریرہ کے آقا آزادی کے بعد ان کی ولاء کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے اور اسی شرط پر وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش کے مطابق آزاد کرنا چاہتے تھے۔ ان کی یہ شرط باطل تھی کیونکہ ایسے لونڈی غلاموں کی ولاء ان کے ساتھ قائم ہوتی ہے جو اپنا رویہ خرچ کر کے ان کے آزاد کرانے والے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص کوئی غلط شرط لگائے تو لگاتار بے شرعاً وہ شرط باطل ہوگی اور قانون اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

باب اقرار میں شرط لگانا یا اشتیاء کرنا جائز ہے اور ان

شرطوں کا بیان

جو معاملات میں عموماً لوگوں میں رائج ہیں اور اگر کوئی یوں کہے مجھ پر فلاں کے سودر ہم نکلتے ہیں مگر ایک یادو

تو ننانوے یا اٹھانوے درہم دینے ہوں گے یعنی اگر یوں کہا سو نکلتے ہیں مگر ایک تو ننانوے دینے ہوں گے اور اگر دو کا اشتیاء کیا تو اٹھانوے دینے ہوں گے اور قلیل کا کثیر سے اشتیاء بالاتفاق درست ہے۔ اختلاف اس اشتیاء میں ہے جو کثیر کا قلیل سے ہو۔ جمہور نے اس کو بھی جائز رکھا ہے۔

اور ابن عون نے ابن سیرین سے نقل کیا کہ کسی نے اونٹ والے سے کہا تو اپنے اونٹ اندر لا کر باندھ دے اگر میں تمہارے ساتھ فلاں دن تک نہ جاسکا تو تم سودر ہم مجھ سے وصول کر لینا۔ پھر وہ اس دن تک نہ جاسکا تو قاضی شریح رحمہ اللہ نے کہا کہ جس نے اپنی خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی اور اس پر کوئی جبر بھی نہیں کیا گیا تھا تو وہ شرط اس کو پوری کرنی ہوگی۔ ایوب نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ کسی شخص نے غلہ بیچا اور خریدار نے کہا کہ اگر تمہارے پاس بدھ کے دن تک نہ آسکا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی۔ پھر وہ اس دن تک نہیں آیا تو شریح رحمہ اللہ نے خریدار سے کہا کہ تو نے وعدہ خلافی کی ہے، آپ نے فیصلہ اس کے خلاف کیا۔

(۲۷۳۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جو شخص ان سب کو محفوظ رکھے گا وہ

۱۸- بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِشْتِرَاطِ

وَالثَّنْيَا فِي الْإِقْرَارِ،

وَالشُّرُوطُ الَّتِي يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَإِذَا قَالَ مِائَةً إِلَّا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ وَقَالَ ابْنُ

عَوْنٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ: قَالَ رَجُلٌ لِكُرَيْبٍ: أَذْجَلُ رِكَابِكَ، فَإِنْ لَمْ أَزْجَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَاكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ، فَلَمْ يَخْرُجْ، فَقَالَ اشْتَرِ: مَنْ شَرَطَ عَلَى نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ. وَقَالَ أَيُّوبُ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ: إِنْ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَقَالَ: إِنْ لَمْ آتِكَ الْأَرْبَعَاءُ فَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَيْعٌ، فَلَمْ يَجِبْ. فَقَالَ شَرِيعٌ لِلْمُشْتَرِي: أَنْتَ أَخْلَفْتَ، فَقَضَى عَلَيْهِ.

۲۷۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً

قَالَ: ((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا، مِائَةً

إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَخْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)). جنت میں داخل ہوگا۔
[طرفاء فی : ۶۴۱۰، ۷۳۹۲]

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سو میں سے ایک اختیاء کیا۔ معلوم ہوا کثیر میں سے قلیل کا اختیاء درست ہے۔ اللہ پاک کے یہ ننانوے نام اسماء الحسنیٰ کہلاتے ہیں۔ ان میں صرف ایک نام یعنی اللہ اسم ذاتی ہے اور باقی سب صفاتی نام ہیں۔ ان میں سے اکثر قرآن مجید میں بھی مذکور ہوئے ہیں، باقی احادیث میں۔ سب کو یکجا شمار کیا گیا ہے۔ ہم نے اپنی مشہور کتب مقدس مجموعہ کے آخر میں اسماء الحسنیٰ کو مع ترجمہ کے ذکر کر دیا ہے۔

باب وقف میں شرطیں لگانے کا بیان

(۷۳۳۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک قطعہ زمین ملی تو آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشورہ کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں ایک زمین کا ٹکڑا ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا تھا، آپ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو اصل زمین اپنی ملکیت میں باقی رکھ اور پیداوار صدقہ کر دے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کر دیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ اس کا ہبہ کیا جائے گا اور نہ اس میں وراثت چلے گی۔ اسے آپ نے محتاجوں کے لئے، رشتہ داروں کے لئے اور غلام آزاد کرانے کے لئے، اللہ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے اور مہمانوں کیلئے صدقہ (وقف) کر دیا اور یہ کہ اس کا متولی اگر دستور کے مطابق اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق وصول کر لے یا کسی محتاج کو دے تو اس پر کوئی الزام نہیں۔ ابن عون نے بیان کیا کہ جب میں نے اس حدیث کا ذکر ابن سیرین سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ (متولی) اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

۱۹- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْوَقْفِ

۲۷۳۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: أَنْبَأَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَصَابَ أَرْضًا بِخَيْبَرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أَصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ، فَمَا تَأْمُرُ بِهِ؟ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ حَسَنْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا)). قَالَ: فَتَصَدَّقُ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاغُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ. وَتَصَدَّقُ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْفُقَرَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ، وَلَا جُنَاحَ عَلَيَّ مَنْ وَلَّيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ)). قَالَ: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ سِيرِينَ فَقَالَ: ((غَيْرَ مُتَأَمِّلٍ مَالًا)).

[راجع: ۲۳۱۳]

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے، واقف اپنی وقف کو جس جس طور چاہے مشروط کر سکتا ہے، جیسا کہ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرطوں کی تفصیلات موجود ہیں، اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ واقف اپنی تجویز کردہ شرطوں کے تحت اپنے وقف پر اپنی ذاتی ملکیت بھی باقی رکھ سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وقف کا متولی نیک نیتی کے ساتھ دستور کے مطابق اس میں سے اپنا خرچ بھی وصول کر سکتا ہے۔ اس وقف نامہ میں مصارف کی ایک مدنی سبیل اللہ بھی مذکور ہے جس سے مجاہدین کی امداد مراد ہے اور وہ جملہ کام جن

سے اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہو جیسے اسلامی مدارس اور تبلیغی ادارے وغیرہ وغیرہ۔

وقف کی تعریف میں امام شوکانی فرماتے ہیں ہو فی اللغة الحبس يقال وقف كذا بدون الف على اللغة الفصحى ای حبستہ وفی الشریعة حبس الملك فی سبیل اللہ تعالیٰ للفقراء و ابناء السبیل یصرف علیہم منافعہ ویبقى اصلہ علی ملک الوقف والفاظہ وقف و حبست و سبلت و ابدت هذه صرائح الفاظہ واما کتابة تصدقت و اختلف فی حرمت فقيل صریح وقيل غیر صریح (بیل الاوطار) یعنی وقف کا لغوی معنی روکنا ہے، کہا جاتا ہے کہ میں نے اس طرح اس کو وقف کر دیا یعنی روک دیا، ٹھہرا دیا اور شریعت میں اپنی کسی ملکیت کو اللہ کے راستے میں روک دینا، وقف کر دینا کہ اس کے منافع کو فقراء اور مسافروں پر خرچ کیا جائے اور اس کی اصل واقف کی ملکیت میں باقی رہے وقف کی صحت کے لئے الفاظ میں نے وقف کیا، میں نے اسے روک دیا وغیرہ صریح الفاظ ہیں۔ بطور کنایہ یہ بھی درست ہے کہ میں نے اسے صدقہ کر دیا۔ لفظ حرمت میں نے اس کے منافع کا استعمال اپنے لئے حرام قرار دے لیا، اس کو بعض نے وقف کے لئے لفظ صریح قرار دیا اور بعض نے غیر صریح قرار دیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کی حدیث کے ذیل امام شوکانی فرماتے ہیں وفی الحدیث فوائد منها ثبوت صحة اصل الوقف قال النووی وهذا مذهبنا یعنی ائمة الشافعية ومذهب الجماهير ويدل عليه ايضا اجماع المسلمين على صحة وقف المساجد والسقايات ومنها فضيلة الانفاق مما يجب ومنها ذكر فضيلة ظاهرة لعمر عنه ومنها مشاورة اهل الفضل والصلاح في الامور وطريق الخير ومنها فضيلة صلة الارحام والوقف عليهم۔ واللہ اعلم (نیل)

یعنی اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں جن میں سے اصل وقف کی صحت کا ثبوت بھی ہے۔ بقول علامہ نووی ائمہ شافعیہ اور جماہیر کا یہی مذہب ہے اور اس پر عام مسلمانوں کا اجماع بھی دلیل ہے جو مساجد اور کنوئیں وغیرہ کے وقف کی صحت پر ہو چکا ہے اور اس حدیث سے خرچ کرنے کی بھی فضیلت ثابت ہوئی جو اپنے محبوب ترین مال میں سے کیا جاتا ہے اور اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور اس سے اہل علم و فضل سے صلاح و مشورہ کرنا بھی ثابت ہوا اور صلہ رحمی کی فضیلت اور رشتہ ناطہ والوں کے لئے وقف کرنے کی فضیلت بھی ثابت ہوئی۔

لفظ "وقف" مختلف احادیث میں مختلف معانی پر بولا گیا ہے جس کی تفصیل کیلئے کتاب لغات الحدیث بذیل لفظ "واو" کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۵۔ کتاب الوصایا

کتاب وصیتوں کے مسائل کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب اس بارے میں کہ وصیتیں ضروری ہیں

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی وصیت لکھی ہوئی ہونی چاہئے

۱۔ بَابُ الْوَصَايَا وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ:

((وَصِيَّةُ الرَّجُلِ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ))

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ ”تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی معلوم ہو اور کچھ مال بھی چھوڑ رہا ہو تو وہ والدین اور عزیزوں کے حق میں دستور کے موافق وصیت کر جائے۔ یہ لازم ہے پر بیہیز گاروں پر۔ پھر جو کوئی اسے اس کے سننے کے بعد بدل ڈالے سو اس کا گناہ اسی پر ہو گا جو اسے بدلے گا بے شک اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔ البتہ جس کسی کو وصیت کرنے والے سے متعلق کسی کی طرفداری یا حق تلفی کا علم ہو جائے پھر وہ منوسی لہ اور وارثوں میں (وصیت میں کچھ کی کر کے) میل کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشش کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے (آیت میں) جنفا کے معنی ایک طرف جھک جانے کے ہیں، متجانف کے معنی جھکنے والے کے ہیں۔

وصیت کہتے ہیں مرتے وقت آدمی کا کچھ کہہ جانا کہ میرے بعد ایسا ایسا کرنا، فلاں کو یہ دینا فلاں کو یہ۔ وصیت کرنے والے کو موصی اور جس کے لئے وصیت کی ہو اس کو موصی لہ کہتے ہیں۔ آیت میراث نازل ہونے کے بعد صرف تہائی مال میں وصیت کرنا جائز قرار دیا گیا باقی مال حصہ داروں میں تقسیم ہو گا۔

(۲۷۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی نافع سے، وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے جن کے پاس وصیت کے قابل کوئی بھی مال ہو درست نہیں کہ دو رات بھی وصیت کو لکھ کر اپنے پاس محفوظ رکھے بغیر گزارے۔ امام مالک کے ساتھ اس روایت کی متابعت محمد بن مسلم نے عمرو بن دینار سے کی ہے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ. فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ، إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ جَنَفًا: مَيْلًا. مُتَجَانِفٌ: مَائِلٌ.

۲۷۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةً عِنْدَهُ)). تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

آیت شریفہ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ﴾ (البقرہ: ۱۸۰) آیت میراث سے پہلے نازل ہوئی۔ اس وقت وصیت کرنا فرض تھا۔ جب میراث کی آیت اتری تو وصیت کی فرضیت جاتی رہی اور وارث کے لئے وصیت کرنا منع ہو گیا جیسا کہ عمرو بن خارجہ کی روایت میں ہے ان اللہ اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیۃ لوارث (اخرجہ اصحاب السنن) اور غیر وارث کے لئے وصیت جائز رہ گئی۔ آیت شریفہ ﴿فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ﴾ (البقرہ: ۱۸۱) کا مطلب یہ ہے کہ وصیت بدل دینا گناہ ہے مگر جس صورت میں موصی نے خلاف شریعت وصیت کی ہو اور ٹکٹ سے زائد کسی کو دلا کر وارثوں کا حق تلف کیا ہو تو ایسی غلط وصیت کو بدل ڈالنا منع نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ موصی لہ اور دیگر وارثوں میں صلح صفائی کرا دے اور مطابق شریعت فیصلہ کر کے وصیت کی

اصلاح کر دے۔ وصیت الرجل مکتوب عندہ یہ مضمون خود باب کی حدیث میں آگے آ رہا ہے مگر اس میں مرء کا لفظ ہے اور لفظ رجل کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی۔ شاید حضرت امام بخاریؒ نے اسے بالسنن روایت کیا ہو کیونکہ مرء رجل ہی کو کہتے ہیں اور رجل کی قید اعتبار اکثر کے ہے ورنہ عورت اور مرد دونوں کی وصیت صحیح ہونے میں کوئی فرق نہیں، اسی طرح نابالغ کی وصیت بھی صحیح ہے، جب وہ عقل اور ہوش رکھتا ہو۔ ہمارے امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا یہی قول ہے لیکن حنفیہ اور شافعیہ نے اس کو جائز کہاں رکھا ہے۔ امام احمد نے ایسے لڑکے کی عمر کا اندازہ سات برس یا دس برس کا کیا ہے۔ وصیت کا ہر وقت لکھا ہوا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے نہ معلوم کب اللہ پاک کا حکم ہو اور انسان کا اخروی سفر شروع ہو جائے، لہذا لازم ہے کہ اس سفر کے لئے ہر وقت تیار رہے اور اپنے بعد کے لئے ضروری معاملات کے واسطے اسے جو بہتر معلوم ہو وہ لکھا ہوا اپنے پاس تیار رکھے۔ حدیث کن فی الدنيا کانک غریب کا بھی یہی مطلب ہے کہ دنیا میں ہر وقت مسافرانہ زندگی گزارو نہ معلوم کب کوچ کا وقت آجائے۔

(۲۷۳۹) - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مَعَاوِيَةَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْحَارِثِ حَتَّى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَخِي جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: ((مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا، إِلَّا بَقِلَّتْهُ الْبَيْضَاءُ وَسِلَاحُهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)).

(۲۷۳۹) ہم سے ابراہیم بن حارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ ابن ابی بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے زہیر بن معاویہ جعفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ نے بیان کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے جو جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) کے بھائی ہیں، بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد سوائے اپنے سفید خمر، اپنے ہتھیار اور اپنی زمین کے جسے آپ وقف کر گئے تھے نہ کوئی درہم، چھوڑا تھا نہ دینار نہ غلام نہ باندی اور نہ کوئی چیز۔

[أطرافه في : ۲۸۷۳، ۲۹۱۲، ۳۰۹۸، ۴۴۶۱]

یعنی اپنی صحت کی حالت میں آپ نے یہ زمین وقف فرمادی تھی پھر وفات کے وقت بھی اس کی تاکید فرمادی۔ بعضوں نے کہا ورجعها صدقة کی ضمیر تینوں کی طرف پھرتی ہے یعنی خمر اور ہتھیار اور زمین سب کو وقف کر دیا تھا۔

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ وقف کا اثر مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہوا۔

(۲۷۴۰) - حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مَالِكُ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ: ((سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْصَى؟ فَقَالَ: لَا. فَقُلْتُ: كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ؟ قَالَ: أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّهِ)).

(۲۷۴۰) ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، کہا ہم سے طلحہ بن مصرف نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر میں نے پوچھا کہ پھر وصیت کس طرح لوگوں پر فرض ہوئی؟ یا (راوی نے اس طرح بیان کیا) کہ لوگوں کو وصیت کا حکم کیوں کر دیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے یوں ہے کہ وقف کا اثر مرنے کے بعد بھی رہتا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہوا۔

[طرفہ فی: ۴۴۶۰، ۵۰۲۲]۔

تھی۔ (اور کتاب اللہ میں وصیت کرنے کے لئے حکم موجود ہے)

تشیع باب کا مطلب اس سے نکلا کہ لوگوں پر وصیت کیسے فرض ہوئی۔ اللہ کی کتاب پر چلنے کا حکم ایک جامع وصیت ہے جو شریعت کے سارے احکام کو شامل ہے، جب تک مسلمان اس وصیت پہ قائم رہے اور قرآن و حدیث پر چلتے رہے ان کی دن دو گنی رات چو گنی ترقی ہوتی گئی اور جب سے قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا اور ہر ایک نے اپنی رائے اور قیاس کو اصل بنایا، چھوٹ پڑ گئی، الگ الگ مذاہب بن گئے اور ہر جگہ مسلمان متفرق ہو کر مغلوب ہو گئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ جزیرہ عرب کو یہودیوں سے پاک کر دینا، ذی کافروں کی ہر ممکن خاطر مدارات کرنا جیسے کہ میں کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصی ہونے کی کوئی صحیح حدیث کسی بھی مستند کتاب میں منقول نہیں ہے۔

۲۷۴۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَّارَةَ أَخْبَرَنَا
بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
الْأَسْوَدِ قَالَ: ((ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ
عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ وَصِيًّا،
فَقَالَتْ: مَتَى أَوْصَى إِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ
مُسْنِدَتَهُ إِلَى صَدْرِي - أَوْ قَالَتْ: حَجَرِي
- فَدَعَا بِالطُّسْتِ، فَلَقِدَ انْخَسَتْ لِي
حَجَرِي لَمَّا شَعَرْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، لَمَتْنِي
أَوْصَى إِلَيْهِ؟)) [طرفہ فی: ۴۴۵۹]۔

۲۷۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ
بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَغُذِّي وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ
يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ بِالْأَرْضِ النَّبِيَّ هَاجَرَ مِنْهَا،
قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ ابْنَ عَفْرَاءَ))۔ قُلْتُ: يَا

حضرت عائشہ کا مطلب یہ ہے کہ بیماری سے لے کر وفات تک تو آنحضرت ﷺ میرے ہی پاس رہے، میری ہی گود میں انتقال فرمایا، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی بناتے یعنی اپنا خلیفہ مقرر کرتے جیسے شیعہ گمان کرتے ہیں تو مجھ کو تو ضرور خبر ہوتی پس شیعوں کا یہ دعویٰ بالکل بلا دلیل ہے۔

باب اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ وہ
لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں

۲۷۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ
بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَغُذِّي وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ
يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ بِالْأَرْضِ النَّبِيَّ هَاجَرَ مِنْهَا،
قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ ابْنَ عَفْرَاءَ))۔ قُلْتُ: يَا

۲- بَابُ أَنْ يَتْرَكَ وَرَثَتَهُ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ
مِنْ أَنْ يَتَكَفَّفُوا النَّاسَ

۲۷۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ
بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ يَغُذِّي وَأَنَا بِمَكَّةَ، وَهُوَ
يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ بِالْأَرْضِ النَّبِيَّ هَاجَرَ مِنْهَا،
قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ ابْنَ عَفْرَاءَ))۔ قُلْتُ: يَا

رَسُولُ اللَّهِ أَوْصَى بِمَالِي كُلِّهِ؟ قَالَ: ((لَا)). قُلْتُ: فَالْثُّلُثُ؟ قَالَ: ((لَا)). قُلْتُ: الثَّلَاثُ؟ قَالَ: ((فَالثَّلَاثُ، وَالثَّلَاثُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ غَالَةً يَكْفُفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ وَإِنَّكَ مِنْهُمَا أَنْفَقْتَ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ، حَتَّى اللَّفْظَةُ تَرْفَعُهَا إِلَيَّ فِي أَمْرَاتِكَ، وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا ابْنَةٌ)).

فرمائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے سارے مال و دولت کی وصیت کر دوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ نے اس پر بھی یہی فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا پھر تہائی کی کر دوں؟ آپ نے فرمایا تہائی کی کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تم اپنی کوئی چیز (اللہ کے لئے خرچ کرو گے) تو وہ خیرات ہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (وہ بھی خیرات ہے) اور (ابھی وصیت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفا دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی صرف ایک بیٹی تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس بیماری میں ناامیدی کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے سارے مال کے وقف کر دینے کا خیال ظاہر کیا مگر آنحضرت ﷺ نے آپ کی ڈھارس بندھائی اور آپ کی صحت کی بشارت دی چنانچہ آپ بعد میں تقریباً پچاس سال زندہ رہے اور تاریخ اسلام میں آپ نے بڑے عظیم کارنامے انجام دیئے (رضی اللہ عنہ) مؤرخین نے ان کے دس بیٹے اور بارہ بیٹیاں بتلائی ہیں واللہ اعلم بالصواب

۳- بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثَّلَاثِ

وَقَالَ الْحَسَنُ: لَا يَجُوزُ لِلَّذِي مَيَّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثَّلَاثُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَأَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ [المائدة: ۴۹]۔

باب تہائی مال کی وصیت کرنے کا بیان

اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذی کافر کے لئے بھی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نافذ نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں فرمایا کہ آپ ان میں غیر مسلموں میں بھی اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔

ذی اور مسلمانوں کا ایک ہی حکم ہے کسی کی وصیت تہائی مال سے زیادہ نافذ نہ ہوگی۔ امام مالک اور شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے کہ وصیت تہائی مال سے زیادہ میں نافذ نہ ہوگی، اگر میت کے وارث نہ ہوں تو باقی مال بیت المال میں رکھا جائے گا اور حنفیہ کا یہ قول ہے کہ اگر وارث نہ ہوں یا وارث ہوں اور وہ اجازت دیں تو ثلث سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ ہو سکتی ہے۔ ابن بطلان نے کہا کہ امام بخاریؒ نے امام حسن بصری کا قول لا کر حنفیہ پر رد کیا اور اسی لئے قرآن کی یہ آیت لائے ﴿وَإِنْ أَحْكَمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ (المائدہ: ۴۹) کیونکہ آنحضرت ﷺ کا حکم بھی ﴿بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ میں داخل ہے (وحیدی) قال ابن بطلان اراد البخاری بهذا الرد علی من قال كالحنفية لجواز الوصية بالزيادة على الثلث لمن لا وارث له وكذلك احتج بقوله وان احكم بينهم بما انزل الله والذي حكم به

النبي صلى الله عليه وسلم من الثلث وهو الحكم بما انزل الله فمن تجاوز ما حده فقد اتى ما نهى عنه وقال ابن المنير لم يرد البخارى هذا وانما اراد الاستشهاد بالاية على ان الذى اذا تحاكم اليها ورثته لا تنفذ من وصيته الا بالثلث لانا لا نحكم فيهم الا بحكم الاسلام لقوله تعالى وان احكم بينهم بما انزل الله الاية (فتح البارى) عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو مذکور ہوا۔

۲۷۴۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُهَيْبَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ غَزْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرَّبِيعِ، لَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الثلث، والثلث كثيرٌ أو كثيرٌ)).
 (۲۷۴۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، کاش! لوگ (وصیت کو) چوتھائی تک کم کر دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم تہائی (کی وصیت کر سکتے ہو) اور تہائی بھی بہت ہے یا۔ (آپؐ نے یہ فرمایا کہ) یہ بڑی رقم ہے۔

(۲۷۴۴) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن عدی نے بیان کیا، ان سے مروان بن معاویہ نے، ان سے ہاشم ابن ہاشم نے، ان سے عامر بن سعد نے اور ان سے ان کے باپ سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں مکہ میں بیمار پڑا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اگلے پاؤں واپس نہ کر دے (یعنی مکہ میں میری موت نہ ہو) آپؐ نے فرمایا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے اور تم سے بہت سے لوگ نفع اٹھائیں۔ میں نے عرض کیا میرا ارادہ وصیت کرنے کا ہے۔ ایک لڑکی کے سوا اور میرے کوئی (اولاد) نہیں۔ میں نے پوچھا کیا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ آدھا تو بہت ہے۔ پھر میں نے پوچھا تو تہائی کی کر دوں؟ فرمایا کہ تہائی کی کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی بہت ہے یا (یہ فرمایا کہ) بڑی (رقم) ہے۔ چنانچہ لوگ بھی تہائی کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کیلئے جائز ہو گئی۔

اس حدیث سے بھی تہائی تک کی وصیت کرنا جائز ثابت ہوا، ساتھ یہ بھی کہ شارع کا منشا وارثوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مال چھوڑنا ہے تاکہ وہ پیچھے محتاج نہ ہوں، وصیت کرتے وقت وصیت کرنے والوں کو یہ امر ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہے۔

۴- بَابُ قَوْلِ الْمُوصِي لَوْصِيَّةٍ :
 تَعَاهَذْ وَلَدِي.
 باب وصیت کرنے والا اپنے وصی سے کہے کہ میرے بچے کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور وصی کے لئے کس طرح کے

دعوے جائز ہیں؟

(۲۷۴۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی نے بیان کیا کہ ہم سے امام مالک نے ابن شہاب سے، وہ عروہ بن زبیر سے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ زعمہ کی باندی کا لڑکا میرا ہے، اس لئے تم اسے لے لینا چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر سعد رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور کہا کہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ انہوں نے اس بارے میں مجھے اس کی وصیت کی تھی۔ پھر عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ تو میرا بھائی ہے، میرے باپ کی لونڈی نے اس کو جتا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پھر یہ دونوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے، مجھے اس نے وصیت کی تھی۔ لیکن عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ میرا بھائی اور میرے والد کی باندی کا لڑکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ لڑکا تمہارا ہی ہے عبد بن زعمہ! بچہ فراش کے تحت ہوتا ہے اور زانی کے حصے میں پھر نہیں لیکن آپ نے سودہ بنت زعمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کر کیونکہ آپ نے عتبہ کی مشابہت اس لڑکے میں صاف پائی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اس لڑکے نے سودہ رضی اللہ عنہا کو کبھی نہ دیکھا تا آنکہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ عتبہ نے کہا میرے لڑکے کا خیال رکھو، اس کو لے لینا اور سعد نے جو اپنے بھائی کے وصی تھے اس کا دعویٰ کیا۔ اس بچے کا نام عبدالرحمن تھا حالانکہ آپ نے فیصلہ کر دیا کہ وہ زعمہ کا بیٹا ہے تو سودہ کا بھائی ہوا مگر چونکہ اس کی صورت عتبہ سے ملتی تھی اس لئے احتیاطاً حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔

باب اگر مریض اپنے سر سے کوئی صاف اشارہ کرے تو اس پر حکم دیا جائے گا؟

(۲۷۴۶) ہم سے حسان بن ابی عبا نے بیان کیا کہ ہم سے امام نے بیان کیا قتادہ سے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی نے ایک

وَمَا يُجُوزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوَى

۲۷۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَهَا قَالَتْ: ((كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ عَهْدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةٍ زَمْعَةَ مَنِي، فَأَقْبَضَهُ إِلَيْكَ. فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهْدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ أُمِّ أَبِي وَلَدٍ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أَخِي، كَانَ عَهْدَ إِلَيَّ فِيهِ. فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةٍ أَبِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ)). ثُمَّ قَالَ لِسُودَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ: ((اخْتَجِي مِنْهُ)). لَمَّا رَأَى مِنْ شَبْهِهِ بَعْتَبَةً. لَمَّا رَأَاهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ)).

[راجع: ۲۰۵۳]

تَشْرِيحُ

۵- بَابُ إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيضُ بِرَأْسِهِ إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

۲۷۴۶- حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَتَابٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ

(انصاری) لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان میں رکھ کر کچل دیا تھا۔ لڑکی سے پوچھا گیا کہ تمہارا سر اس طرح کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں شخص نے کیا؟ فلاں نے کیا؟ آخر یہودی کا بھی نام لیا گیا (جس نے اس کا سر کچل دیا تھا) تو لڑکی نے سر کے اشارے سے ہل میں جواب دیا۔ پھر وہ یہودی بلایا گیا اور آخر اس نے بھی اقرار کر لیا اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس کا بھی پتھر سے سر کچل دیا گیا۔

[راجع: ۲۴۱۳]

تفسیر آپ ﷺ نے اس لڑکی کا بیان جو سر کے اشارے سے تھا، شہادت میں قبول کیا اور یہودی کی گرفتاری کا حکم دیا گو قصاص کا حکم صرف شہادت کی بنا پر نہیں دیا گیا بلکہ یہودی کے اقبال جرم پر لہذا ایسے مظلوم کے سر کے اشارے سے بھی اہل قانون نے موت کے وقت کی شہادت کو معتبر قرار دیا ہے کوئیکہ آدی مرتے وقت اکثر بچ ہی کہتا ہے اور بھوٹ سے پرہیز کرتا ہے۔

۶- بَابُ لَا وَصِيَّةَ لِّوَارِثٍ

باب وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے

تفسیر یہ مضمون صراحتاً ایک حدیث میں وارد ہے جس کو اصحاب سنن وغیرہ نے ابو امامہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں کلام ہے، اسی لئے حضرت امام بخاری اس کو نہ لائے۔ امام شافعی نے اس روایت کو متواتر کہا ہے اور فقر الدین رازی نے اس کا انکار کیا ہے۔

۲۷۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ الْمَالُ لِلزَّوْجِ، وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَسَخَّ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلزَّكَوِّ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبْوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمْنُ وَالرُّبْعَ، وَلِلزَّوْجِ الشُّطْرُ وَالرُّبْعَ)). [طرفاه فی: ۴۵۷۸، ۶۷۳۹].

(۲۷۴۷) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا ورقاء سے، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ان سے عطاء نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ شروع اسلام میں (میراث کا) مال اولاد کو ملتا تھا اور والدین کے لئے وصیت ضروری تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس حکم کو منسوخ کر دیا پھر لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر قرار دیا اور والدین میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ اور بیوی کا (اولاد کی موجودگی میں) آٹھواں حصہ اور (اولاد کے نہ ہونے کی صورت میں) چوتھا حصہ قرار دیا۔ اسی طرح شوہر کا (اولاد نہ ہونے کی صورت میں) آدھا اور (اولاد ہونے کی صورت میں) چوتھائی حصہ قرار دیا۔

اس صورت میں وصیت کا کوئی سوال ہی بقی نہیں رہا۔

۷- بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب موت کے وقت صدقہ کرنا

۲۷۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ

(۲۷۴۸) ہم سے محمد بن عطاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا سفیان ثوری سے، وہ عمارہ سے، ان سے ابو زرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے

پوچھایا رسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا یہ کہ صدقہ تندرستی کی حالت میں کر کہ (تجھ کو اس مال کو باقی رکھنے کی) خواہش بھی ہو جس سے کچھ سرمایہ جمع ہو جانے کی تمہیں امید ہو اور (اسے خرچ کرنے کی صورت میں) محتاجی کا ڈر ہو اور اس میں تاخیر نہ کر کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو کہنے بیٹھ جائے کہ اتنا مال فلاں کے لئے، فلاں کو اتنا دینا، اب تو فلاں کا ہو ہی گیا (تو تو دنیا سے چلا)

باب اللہ تعالیٰ کا (سورۃ نساء میں) یہ فرمانا کہ وصیت اور قرضے کی ادائیگی کے بعد حصے بنیں گے

اور منقول ہے کہ قاضی شریح اور عمر بن عبدالعزیز اور طاؤس اور عطاء اور عبدالرحمن بن اذینہ ان لوگوں نے بیماری میں قرض کا اقرار درست رکھا ہے اور امام حسن بصری نے کہا سب سے زیادہ آدمی کو اس وقت سچا سمجھنا چاہئے جب دنیا میں اس کا آخری دن اور آخرت میں پہلا دن ہو اور ابراہیم نخعی اور حکم بن عتبہ نے کہا اگر بیمار وارث سے یوں کہے کہ میرا اس پر کچھ قرضہ نہیں تو یہ ابراء صحیح ہو گا اور رافع بن خدیج (صحابی) نے یہ وصیت کی کہ ان کی بیوی فزاریہ کے دروازے میں جو مال بند ہے وہ نہ کھولا جائے اور امام حسن بصری نے کہا اگر کوئی مرتے وقت اپنے غلام سے کہے میں تجھ کو آزاد کر چکا تو جائز ہے۔ اور شعبی نے کہا کہ اگر عورت مرتے وقت یوں کہے میرا خاوند مجھ کو مردے چکا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہو گا اور بعض لوگ (حنفیہ) کہتے ہیں بیمار کا اقرار کسی وارث کے لئے دوسرے وارثوں کی بدگمانی کی وجہ سے صحیح نہ ہو گا۔ پھر یہی لوگ کہتے ہیں کہ امانت اور بضاعت اور مضاربت کا اگر بیمار اقرار کرے تو صحیح ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بدگمانی سے بچے رہو، بدگمانی بڑا جھوٹ ہے اور مسلمانو! (دوسرے وارثوں کا حق) مار لینا درست نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے منافق کی نشانی یہ ہے کہ امانت میں خیانت کرے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ

رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ خَرِيصٌ، تَأْمُلُ الْغَنَى وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُهْمِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْخُلُقُومَ قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ)). [راجع: ۱۴۱۹]

۸- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذِينَ﴾ [النساء: ۲۲]

وَيَذْكُرُ أَنْ شَرِيحًا وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَطَاوُسًا وَعَطَاءٌ وَابْنُ أَذِينَةَ أَجَازُوا إِفْرَازَ الْمَرِيضِ بِذَيْنِ. وَقَالَ الْحَسَنُ أَحَقُّ مَا يُصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ آخِرَ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا وَأَوَّلَ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَالْحَكَمُ: إِذَا أَبْرَأَ الْوَارِثُ مِنَ الدِّينِ بَرَاءً. وَأَوْصَى رَافِعُ بْنُ خَلِيدٍ أَنْ لَا تُكْشَفَ امْرَأَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا أُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا. وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ لِمَمْلُوكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ: كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ جَارًا. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: إِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا: إِنَّ زَوْجِي قَضَانِي وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَارًا. وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا يَجُوزُ إِفْرَازُهُ لِسُوءِ الظَّنِّ بِهِ لِلزَّوْجَةِ. ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ: يَجُوزُ إِفْرَازُهُ بِالزَّوْجَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ. وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ)) وَلَا يَجِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِينَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((آيَةُ

النَّمَانِ إِذَا اتَّعِنَ خَانَ) وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُوَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء : ۵۸] فَلَمْ يَخْصُ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ. فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

نساء میں فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہے، اس کو پختیادو۔ اس میں وارث یا غیر وارث کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اسی مضمون میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے۔

تشریح | اس باب کے ذیل حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ اراد المصنف واللہ اعلم بهذه الترجمة الاحتجاج بما اختاره من جواز اقرار المريض بالدين مطلقا سواء كان المقر له وارثا او اجنبيا ووجه الدلالة انه سبحانه وتعالى سوى بين الوصية والدين في تقديمها على الميراث ولم يفصل فخرجت الوصية للوارث بالدليل الذي تقدم وبقي الاقرار بالدين على حاله الخ یعنی اس باب کے منعقد کرنے سے معصفت کا ارادہ اس امر پر حجت پکڑنا ہے کہ انہوں نے مریض کا قرض کے بارے میں مطلقا اقرار کر لینا جائز قرار دیا ہے جس کے لئے مریض اقرار کر رہا ہے وہ اس کا وارث ہو یا کوئی اجنبی انسان ہو، اس لئے کہ آیت شریفہ میں اللہ پاک نے میراث کے اوپر وصیت اور قرض ہر دو کو برابری کے ساتھ مقدم کیا ہے۔ ان ہر دو میں کوئی فاصلہ نہیں فرمایا پس وصیت دلیل مقدم کی بنا پر وارث کے لئے منسوخ ہو گئی اور قرض کا اقرار کر لینا اپنی حالت پر قائم رہا۔ حضرت امامؒ نے اپنے خیال کی تائید میں مختلف ائمہ کرام و محدثین عظام کے اقوال استنباط کے طور پر نقل فرمائے ہیں۔

شارحین لکھتے ہیں قال بعض الناس ای الحنفیة يقولون لا يجوز اقرار المريض لبعض الورثة لانه مظنة انه يريد به الاساءة في آخر الامر ثم ناقضوا حيث جوزوه اقراره للورثة بالوديعة ونحوه بمجرد والاستحسان من غير دليل يدل على امتناع ذالك وجواز هذه ثم رد عليهم بانه سوء ظن به وبانه لا يحل مال المسلمين ای المقر له لحدیث اذا اتمن خان كذا في مجمع البحار یعنی حنفیہ نے کہا کہ بعض وارثوں کے لئے مریض کا اقرار قرض جائز نہیں اس گمان پر کہ ممکن ہے مریض وارث کے حق میں برائی کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس پر پھر مناقضہ پیش کیا ہے بایں طور پر کہ احناف حضرات نے مریض کا ودیعت کے بارے میں کسی وارث کے لئے اقرار کرنا جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہ خیال محض اتحسان کی بنا پر ہے جس کی کوئی دلیل نہیں جسے اس کے امتناع یا جواز پر پیش کیا جاسکے۔ حضرت امام بخاریؒ نے پھر ان پر بایں طور رد فرمایا کہ یہ مریض کے ساتھ سوء ظن ہے اور بایں طور کہ جس کے لئے مریض اقرار کر رہا ہے، اس مسلمان کا مال ہڑپ کرنا اس حدیث سے جائز نہیں کہ امانت کا مال نہ ادا کرنا خیانت ہے۔ مریض نے جس وارث وغیرہ کے لئے اقرار کیا ہے وہ مال اس وارث وغیرہ کی امانت ہو گیا جس کی ادائیگی ضروری ہے۔

علامہ یعنی نے کہا امانت اور مضاربت کا اقرار اس لئے صحیح ہے کہ قرض میں لڑوم ہوتا ہے، ان چیزوں میں لڑوم نہیں۔ میں کتنا ہوں گو لڑوم نہ ہو مگر وارثوں کا نقصان تو ان میں بھی محتمل ہے جیسے قرض میں اور جب علت موجود ہے تو حکم بھی وہی ہونا چاہئے۔ اس لئے اعتراض امام بخاریؒ کا صحیح ہے۔ حدیث ابایکم والظن کو امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں وصل کیا۔ یہ حدیث لا کر امام بخاریؒ نے حنفیہ کا رد کیا جو بدگمانی یا جوازی کی علت قرار دیتے ہیں۔ علامہ یعنی نے کہا ہم بدگمانی کو تو علت ہی قرار نہیں دیتے پھر یہ استدلال بے کار ہے اور اگر مان لیں تب بھی حدیث سے بدگمانی منع ہے اور یہ گمان بدگمان نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک مسلمان کو مرتے وقت جھوٹا سمجھا تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدگمانی ہوگی۔ حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ نکالا ہے کہ مریض پر جب کسی کا قرض ہو تو اس کا اقرار کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ خیانت کا مرتکب ہو گا اور جب اقرار کرنا واجب ہو تو اس کا اقرار معتبر بھی ہو گا ورنہ اقرار کے واجب کرنے سے فائدہ کیا ہے اور آیت سے یہ نکالا کہ قرض بھی دوسرے کی گویا امانت ہے خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔ پس وارث کے لئے اقرار صحیح

ہو گا۔ یعنی کا یہ اعتراض کہ قرض کو امانت نہیں کہہ سکتے اور آیت میں امانت کی ادائیگی کا حکم ہے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امانت سے یہاں لغوی امانت مراد ہے یعنی دوسرے کا حق نہ کہ شرعی امانت اور قرض لغوی امانت میں داخل ہے۔ اس آیت کا شان نزول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے عثمان بن طلحہ شیشی سے کعبے کی کنجی لی اور اندر گئے۔ اس کنجی کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مانگا اس وقت یہ آیت اتری، آپ نے وہ کنجی پھر شیشی کو دے دی جو آج تک ان کے خاندان میں چلی آتی ہے۔ یہی وہ خاندان ہے جو قبل اسلام سے آج تک کعبہ شریف کی کنجی کا محافظ چلا آ رہا ہے۔ اسلامی دور میں بھی اسی خاندان کو اس خدمت پر بحال رکھا گیا اور آج سعودی حکومت کے دور میں بھی یہی خاندان ہے جو کعبہ شریف کی کنجی کا محافظ ہے۔ اگر امیر حکومت سعودی بھی کعبہ میں داخل ہونا چاہیں تو اسی خاندان سے ان کو یہ کنجی حاصل کرنا ضروری ہے اور واپسی کے بعد واپس کر دینا بھی ضروری ہے۔ اس دور میں حجاز میں کتنے سیاسی انقلابات آئے مگر اس نظام میں کسی دور میں بھی فرق نہیں آیا۔ (اللہ تعالیٰ اس نظام کو ہمیشہ قائم دائم رکھے آمین)

حدیث لا صدقة الا الخ اس کو امام بخاری نے کتاب الزکوٰۃ میں وصل کیا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ دین (قرض) کا ادا کرنا وصیت پر مقدم ہے، اس لئے کہ وصیت مثل صدقہ کے ہے اور جو شخص مدیون (مقروض) ہو وہ مالدار نہیں ہے۔ (تفسیر وحیدی)

۲۷۴۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكٍ بْنُ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَيُّةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا، وَإِذَا اتَّخَذَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)). [راجع: ۳۳]

۹- بَابُ تَأْوِيلِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿مَنْ بَعْدَ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ ذِينَ﴾ [النساء: ۱۲]

وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضَى بِالذَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ. وَقَوْلُهُ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ فَأَذَاءُ الْأَمَانَةِ أَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِيَّةِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهَرٍ غَنِيٍّ)). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَا يُوصِي الْعَبْدُ إِلَّا بِأَذْنِ أَهْلِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ)).

باب اللہ تعالیٰ کے (سورہ نساء میں) یہ فرمانے کی تفسیر کہ حصول کی تقسیم وصیت اور دین کے بعد ہوگی اور منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کا حکم دیا اور (اس سورت میں) یہ فرمانے کی اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچاؤ تو امانت (قرض) کا ادا کرنا نفل وصیت کے پورا کرنے سے زیادہ ضروری ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدقہ وہی عمدہ ہے جس کے بعد آدمی مالدار رہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا غلام بغیر اپنے مالک کی اجازت کے وصیت نہیں کر سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے۔

(۲۷۵۰) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام

۲۷۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا

الأوزاعيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَعِيدِ بْنِ
الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ
حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ
فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ لِي: ((يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا
الْمَالَ خَصِيرٌ خُلُوْ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةٍ
نَفْسٍ بُوْزَكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافٍ
نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي
يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ
السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ
اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَرْزَأُ أَحَدًا
بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ
أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَأْتِي
أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا. ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ
لِيُعْطِيَهُ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ
الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي أُعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي
قَسَمَ اللَّهُ لَهُ مِنْ هَذَا النَّفْيِ فَيَأْتِي أَنْ
يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ
بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى تُوفِّيَ رَحِمَهُ اللَّهُ)).

٢٧٥١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ
السَّخْتْيَانِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((كُلُّكُمْ
رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْإِمَامُ رَاعٍ
وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي

(۱۵۷) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی کہا ہم کو یونس نے، انہوں نے زہری سے، انہوں نے کہا مجھ کو سالم نے خبر دی، انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حاکم بھی نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا

اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نمکبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھی جائے گی اور غلام اپنے صاحب کے مال کا نمکبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں سمجھتا ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا نمکبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنَّ قَدْ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ).

[راجع: ۸۹۳]

تشریح یہ حدیث کتاب العتق میں گزر چکی ہے، اس کی مناسبت ترجمہ سے مشکل ہے۔ بعضوں نے کہا ہے غلام اپنے مالک کے مال کا نمکبان ہوا حالانکہ وہ غلام ہی کا کیا ہوا ہے تو اس میں مالک اور غلام دونوں کے حق متعلق ہوئے، لیکن مالک کا حق مقدم کیا گیا کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی طرح قرض اور وصیت میں قرض کو مقدم کیا جائے گا، کیونکہ قرض کی ادائیگی فرض ہے اور وصیت ایک قسم کا تبرع یعنی نفل ہے۔ شافعیہ نے کہا کہ ان میں وارث داخل نہ ہوں گے۔ بعضوں نے کہا داخل ہوں گے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا عزیزوں سے محرم نالہ دار مراد ہوں گے، باپ کی طرف کے ہوں یا ماں کی طرف کے۔

۱۰۔ بَابُ إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصَى لِأَقَارِبِهِ، وَمَنْ الْأَقَارِبُ؟

باب اگر کسی نے اپنے عزیزوں پر کوئی چیز وقف کی یا ان کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے اور عزیزوں سے کون لوگ مراد ہوں گے

اور ثابت نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے فرمایا تو یہ بلغ اپنے عزیزوں کو دے ڈال۔ انہوں نے حسان اور ابی بن کعب کو دے دیا (جو ابو طلحہ کے چچا کی اولاد تھے) اور محمد بن عبد اللہ انصاری نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، انہوں نے ثمامہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے ثابت کی طرح روایت کی، اس میں یوں ہے اپنے قرابت دار محتاجوں کو دے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا تو ابو طلحہ نے وہ بلغ حسان اور ابی بن کعب کو دے دیا، وہ مجھ سے زیادہ ابو طلحہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور حسان اور ابی بن کعب کی قرابت ابو طلحہ سے یوں تھی کہ ابو طلحہ کا نام زید ہے وہ سہیل کے بیٹے، وہ اسود کے، وہ حرام کے، وہ عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کے اور حسان ثابت کے بیٹے، وہ منذر کے، وہ حرام کے تو دونوں حرام میں جا کر مل جاتے ہیں جو پر دادا ہے تو حرام بن عمرو بن زید، مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ: ((عَنْ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ أَقَارِبِكَ)). فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأَبِي بَنِ كَعْبٍ)) وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ مِثْلَ حَدِيثِ ثَابِتٍ: قَالَ: ((اجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قُرَابَتِكَ))، قَالَ أَنَسٌ: فَجَعَلَهَا لِحَسَّانٍ وَأَبِي بَنِ كَعْبٍ وَكَانَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنِّي)). وَكَانَ قُرَابَةُ حَسَّانٍ وَأَبِي مِنْ أَبِي طَلْحَةَ وَأَسْمُهُ زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ بْنُ الْأَسْوَدِ بْنِ حَرَامٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ زَيْدِ مَنَآةَ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ عَمْرٍو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ بْنُ الْمُضَنِّيرِ بْنِ حَرَامٍ، فَجَعَلَهَا إِلَى حَرَامٍ وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ، وَحَرَامُ ابْنُ

حسان اور ابو طلحہ کو ملا دیتا ہے اور ابی بن کعب چھٹی پشت میں یعنی عمرو بن مالک میں ابو طلحہ سے ملتے ہیں، ابی کعب کے بیٹے، وہ قیس کے، وہ عبید کے، وہ زید کے، وہ معاویہ کے، وہ عمرو بن مالک بن نجار کے تو عمرو بن مالک حسان اور ابو طلحہ اور ابی بن کعب کے شاگرد (نے) کہا عزیزوں کے لئے وصیت کرے تو جتنے مسلمان باپ دادا گزرے ہیں وہ سب داخل ہوں گے۔

(۲۷۵۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہوں نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ سے فرمایا (جب انہوں نے اپنا باغ بیرحاء اللہ کی راہ میں دینا چاہا) میں مناسب سمجھتا ہوں تو یہ باغ اپنے عزیزوں کو دے دے۔ ابو طلحہ نے کہا بہت خوب ایسا ہی کروں گا۔ پھر ابو طلحہ نے وہ باغ اپنے عزیزوں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب (سورہ شعراء کی) یہ آیت اتری اور اپنے قریب کے ناطے والوں کو (خدا کے عذاب سے) ڈرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خاندانوں بنی فہر، بنی عدی کو پکارنے لگے (ان کو ڈرایا) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب یہ آیت اتری ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (ان کو ڈرایا) اے قریش کے لوگو! (اللہ سے ڈرو)۔

باب کیا عزیزوں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہوں گے

(۲۷۵۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے زہری سے، کہا مجھ کو سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب (سورہ

عَمْرُو بْنُ زَيْدٍ مَنَاءَ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَانَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأَبِيٍّ إِلَى سِتَّةِ آبَاءِ إِلَى عَمْرِو بْنِ مَالِكِ، وَهُوَ أَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ بْنِ قَيْسِ بْنِ غَبِيْدٍ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ، فَعَمْرُو بْنُ مَالِكِ يَجْمَعُ حَسَانَ وَأَبَا طَلْحَةَ وَأَبِيًّا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِذَا أَوْصَى لِقَرَابَتِهِ فَهُوَ إِلَى آبَائِهِ فِي الْإِسْلَامِ.

۲۷۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ: ((أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ))، قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُنَادِي: ((يَا بَنِي فَهْرٍ: يَا بَنِي عَدِيٍّ، لَبَطُونِ قُرَيْشٍ)). وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ)). [راجع: ۱۴۶۱]

۱۱- بَابُ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ؟

۲۷۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ

شعراء کی) یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری اور اپنے نزدیک ناطے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے لوگو! یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ تم لوگ اپنی اپنی جانوں کو (نیک اعمال کے بدل) مول لے لو (بچالو) میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آنے کا (یعنی اس کی مرضی کے خلاف میں کچھ نہیں کر سکتے) (عبد مناف کے بیٹو! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آنے کا۔ عباس عبد المطلب کے بیٹو! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آنے کا۔ صفیہ میری پھوپھی! اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آنے کا۔ فاطمہ بیٹا تو چاہے میرا مال مانگ لے لیکن اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آئے گا۔ ابو الیمان کے ساتھ حدیث کو اصغ نے بھی عبد اللہ بن وہب سے، انہوں نے یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کیا۔

أَبَاهُ رِزْوَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ قَالَ: ((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ - أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا - اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلْبِي مَا شَيْءٌ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا)). تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنْ ابْنِ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ. [طرفاه فی: ۳۵۲۷، ۴۷۷۱].

تَشْرِیح بچپن کی حدیث میں پہلے آپ نے قریش کے کل لوگوں کو مخاطب کیا جو خاص آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ پھر عبد مناف اپنے چوتھے دادا کی اولاد کو۔ پھر خاص اپنے چچا اور پھوپھی یعنی دادا کی اولاد کو پھر خاص اپنی اولاد کو۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ قرابت والوں میں عورتیں داخل ہیں۔ کیونکہ حضرت صفیہ اپنی پھوپھی کو بھی آپ نے مخاطب کیا اور بچے بھی اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب یہ آیت اتری کم سن بچی تھیں، آپ نے ان کو بھی مخاطب فرمایا۔

باب کیا وقف کرنے والا اپنے وقف سے خود بھی وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی (اپنے وقف کے لئے) کہ جو شخص اس کا متولی ہو اس کے لئے اس وقف میں سے کھا لینے سے کوئی حرج نہ ہو گا۔ (دستور کے مطابق) واقف خود بھی وقف کا مہتمم ہو سکتا ہے اور دوسرا شخص بھی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اونٹ یا کوئی اور چیز اللہ کے راستے میں وقف کی تو جس طرح دوسرے اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں خود وقف کرنے والا بھی اٹھا سکتا ہے اگرچہ (وقف کرتے وقت) اس کی شرط نہ لگائی ہو۔

۱۲ - بَابُ هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ؟ وَقَدْ اشْتَرَطَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلُ. وَقَدْ يَلِي الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ. وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ جَعَلَ بَذَنَةً أَوْ شَيْئًا لِلَّهِ فَلَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ كَمَا يَنْتَفِعُ غَيْرُهُ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ.

تَشْرِیح واقف اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جب اس چیز کو خود اپنے اوپر اور نیز دوسروں پر وقف کر دیا ہو یا وقف میں ایسی شرط کر لی ہو یا اس میں سے ایک حصہ اپنے لئے خاص کر لیا ہو یا متولی کو کچھ دلایا ہو اور خود ہی متولی ہو۔ قطلانی نے کہا

شافعیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اپنی ذات پر وقف کرنا باطل ہے۔

حضرت عمرؓ کا اثر کتاب الشروط میں موصولاً گزر چکا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے یہ نکالا کہ جب وقف کے متولی کو حضرت عمرؓ نے اس میں سے کھانے کی اجازت دی تو خود وقف کرنے والے کو بھی اس میں سے کھانا یا کچھ فائدہ لینا درست ہو گا۔ اس لئے کہ کبھی وقف کرنے والا خود اس جائداد کا متولی ہوتا ہے۔ آخری مضمون میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا اگر کوئی چیز فقیروں پر وقف کی اور وقف کرنے والا فقیر نہیں ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا درست نہیں۔ البتہ اگر وہ فقیر ہو جائے یا اس کی اولاد میں سے کوئی فقیر ہو جائے تو فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہی مختار ہے۔

۲۷۵۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَنَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهُ: ((ارْكَبْهَا))، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ - فِي الثَّالِثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ - ((ارْكَبْهَا وَتِلْكَ - أَوْ وَيْنَحْكَ)).

[راجع: ۱۶۹۰]

۲۷۵۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ، قَالَ: ((ارْكَبْهَا وَتِلْكَ)). فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ)). [راجع: ۱۶۸۹]

(۲۷۵۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے قنادہ نے اور ان سے انس بن مسعودؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا۔ اس صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپؐ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا افسوس! سوار بھی ہو جا (یا آپؐ نے ویدک کی بجائے ویحک فرمایا جس کے معنی بھی وہی ہیں)

(۲۷۵۵) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک صاحب قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جا لیکن انہوں نے معذرت کی کہ یا رسول اللہ! یہ تو قربانی کا ہے۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ سوار بھی ہو جا۔ افسوس! یہ کلمہ آپؐ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا تھا۔

اس حدیث سے حضرت امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ وقتی چیز سے خود وقف کرنے والا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، جانور پر مکان کو بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی مکان وقف کرے تو اس میں خود بھی رہ سکتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ قربانی کے جانور پر بوقت ضرورت سواری کی جاسکتی ہے، اگر وہ دودھ دینے والا جانور ہے تو اس کا دودھ بھی استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ وہ جانور برائے قربانی متعین کرنے کے بعد عضو معطل نہیں بن جاتا۔ عام طور پر مشرکین اپنے شرکیہ افعال کے لئے موسوم کردہ جانوروں کو بالکل آزاد سمجھنے لگ جاتے ہیں جو ان کی نادانی کی دلیل ہے، غیر اللہ کے ناموں پر اس طرح جانور چھوڑنا ہی شرک ہے۔

باب اگر وقف کرنے والا مال وقف کو (اپنے قبضہ میں رکھے)

دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے

اس لئے کہ عمر بن الخطابؓ نے (خیبر کی اپنی زمین) وقف کی اور فرمایا کہ اگر

۱۳- بَابُ إِذَا وَقَفَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ

يَذْفَعَهُ إِلَى غَيْرِهِ فَهُوَ جَائِزٌ

لَأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْقَفَ وَقَالَ: لَا

اس میں سے اس کا متولی بھی کھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہاں آپ نے اس کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی کہ خود آپ ہی اس کے متولی ہوں گے یا کوئی دوسرا۔ نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میرا خیال ہے کہ تم اپنی زمین (باغ) میرا صدقہ کرنا چاہتے ہو تو اپنے عزیزوں کو دے دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

چنانچہ انہوں نے اپنے عزیزوں اور چچا کے لڑکوں میں بانٹ دیا۔

تشریح تو معلوم ہوا کہ وقف کرنے والا اپنے وقف کو اپنے قبضہ میں بھی رکھ سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک وقف اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک مال وقف کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کے قبضے میں نہ دے۔ جمہور کی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کے افعال ہیں۔ ان سب نے اپنے اوقاف کو اپنے ہی قبضہ میں رکھا تھا۔ اس کا نفع خیرات کے کاموں میں صرف کرتے۔ باب کے تحت ذکر کردہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی متولی رہ سکتے تھے کیونکہ آنحضرتؐ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ متولی ہو سکے تو ان کو اس میں سے کھانا بھی درست ہو گا، باب کا یہی مطلب ہے۔ اس لئے وقف کو عام اول خاص دو قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے جس سے مراد وہ اوقاف ہوتے ہیں جن کا اصل مقصد کچھ تو امور دینی اور کار ہائے خیر میں امداد کرنا ہے اور کچھ خاص اشخاص یا خاص کسی جماعت کی نفع رسانی ہے۔ وقف خاص جن کا مقصد اصلی واقف کے عیال و اطفال یا اقرباء کے لئے آذوقہ مہیا کرنا ہو، لغوی معنی وقف کے باندھ دینا، جس کر دینا ہے اور اصل میں یہ لفظ گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کے باندھنے میں استعمال کیا جاتا ہے اور علمائے اسلام کی اصطلاح میں وقف سے مراد کسی کار خیر کے لئے اپنا مال دے دینا۔ وقف کی تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ کسی جائداد مثل اراضی و مکانات وغیرہ کے حق ملکیت سے دست بردار رہ کر راہ خدا میں اس کو اس طرح سے دے دینا کہ بندگان خدا کو اس سے فائدہ ہو بشرطیکہ مال موقوف وقف کرنے کے وقت واقف کا اپنا ہو۔ واقف اپنے قبض و ملک کی شرط بھی لگا سکتا ہے۔ کسی دوسرے مقام پر اس کی تفصیل آئے گی۔

باب اگر کسی نے یوں کہا کہ میرا گھر اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، فقراء وغیرہ کے لئے صدقہ ہونے کی کوئی وضاحت

نہیں کی تو وقف جائز ہوا اب اس کو اختیار ہے اسے وہ اپنے عزیزوں کو بھی دے سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کیونکہ صدقہ کرتے ہوئے کسی کی تخصیص نہیں کی تھی۔ جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ میرا باغ ہے اور وہ اللہ کے راستے میں صدقہ ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے جائز قرار دیا تھا (حالانکہ انہوں نے کوئی تعین نہیں کیا تھی کہ وہ یہ کسے دیں گے) لیکن بعض لوگ شافعیہ نے کہا کہ جب تک یہ نہ بیان کر دے کہ

جَنَاحَ عَلٰی مَنْ وَلِيَهُ اَنْ يَّأْكُلَ، وَلَمْ يَخْصُ
اِنْ وَلِيَهُ عُمْرُ اَوْ غَيْرُهُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا بِي
طَلْحَةَ: ((اَرَى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِينَ))،
فَقَالَ: اَفْعَلُ، فَفَسَمَهَا فِي اَقَارِبِهِ وَبَنِي
عُمِّهِ.

۱۴ - بَابُ اِذَا قَالَ: دَارِيْ صَدَقَةٌ

لِلّٰهِ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لِلْفُقَرَاءِ

اَوْ غَيْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ وَيَضَعُهَا فِي الْاَقْرَبِينَ
اَوْ حَيْثُ اَرَادَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا بِي طَلْحَةَ
حِينَ قَالَ اَحَبُّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِرِجَاءٍ وَاَنْهَا
صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، فَاجَازَ النَّبِيُّ ﷺ. وَقَالَ
بَعْضُهُمْ: لَا يَجُوزُ حَتّٰى يُبَيِّنَ لِمَنْ،
وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

صدقہ کس لئے ہے، جائز نہیں ہو گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت ابو طلحہ نے مجمل طور پر اپنا بلغ آنحضرت ﷺ کے حوالہ کر دیا اور آپؐ نے واپس فرماتے ہوئے اسے ان کے قریبداروں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، کسی قریب دار کی تخصیص نہیں کی۔ اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔

۱۵- بَابُ إِذَا قَالَ أَرْضِي أَوْ بُسْتَانِي صَدَقَةً عَنْ أُمِّي فَهُوَ جَائِزٌ،

وَأِنْ لَمْ يُبَيِّنْ لِمَنْ ذَلِكَ

۲۷۵۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُولُ: أَتَيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيْبَغُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَإِنِّي أَشْهَدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمَخْرُوفَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا)).

[طرفہ فی: ۲۷۶۲، ۲۷۷۰].

حضرت سعد بن عبادہ غزوہ دومۃ الجندل میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ گئے ہوئے تھے، پیچھے سے ان کی محترمہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ خراف اس بلغ کا نام تھا یا اس کے معنی بہت میدہ دار کے ہیں۔

۱۶- بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ أَوْ وَقَفَ بَعْضَ مَالِهِ

أَوْ بَعْضَ رَقِيقِهِ أَوْ دَوَابِّهِ فَهُوَ جَائِزٌ ۲۷۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ

(مطلب یہ کہ مال مشترک مال منقولہ کا بھی وقف درست ہے) ۲۷۵۷- ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عبد الرحمن ابن عبد اللہ بن کعب نے خبر دی اور ان سے عبد اللہ بن کعب نے بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان

كَعْبَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ:
قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، إِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ
أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى
رَسُولِهِ ﷺ، قَالَ: ((أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَغْضَ
مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ)). قُلْتُ: فَإِنِّي
أَمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْرٍ.

[أطرافه في : ٢٩٤٧، ٢٩٤٨، ٢٩٤٩،
٢٩٥٠، ٣٠٨٨، ٣٥٥٦، ٣٨٨٩]

کرتے تھے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ (غزوہ تبوک
میں نہ جانے کی) قبول ہونے کا شکرا نہ یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور
اس کے رسول ﷺ کے راستے میں دے دوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر
اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس ہی باقی رکھو تو تمہارے حق میں یہ بہتر
ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنا خیر کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھتا
ہوں۔

٣٩٥١، ٤٤١٨، ٤٦٧٣، ٤٦٧٦

٤٦٧٧، ٤٦٧٨، ٦٢٥٥، ٦٦٩٠،
[٧٢٢٥]

یہ کعب بن مالک وہ صحابی ہیں جو اپنے دو ساتھیوں سمیت جنگ تبوک میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہیں نکلے تھے۔ آپ ایک
مدت تک زیر عتاب رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ اس کا مفصل ذکر کتاب المغازی میں آئے گا۔ حدیث سے یہ بھی نکلا
کہ سارا مال خیرات کر دینا مکروہ ہے اور یہ بھی نکلا کہ مال منقولہ کا وقف کرنا بھی جائز ہے۔

۱۷- بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ إِلَى وَكِيلِهِ ثُمَّ
رَدَّ الْوَكِيلُ إِلَيْهِ
باب اگر صدقہ کے لئے کسی کو وکیل کرے اور وکیل اس کا
صدقہ پھیر دے

(۲۷۵۸) اور اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا کہ مجھے عبدالعزیز بن
عبداللہ بن ابی سلمہ نے خبر دی، انہیں اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ
نے (امام بخاریؒ نے کہا کہ) میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت انہوں نے
انس بن مالک سے کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا (جب سورۃ آل عمران کی)
یہ آیت نازل ہوئی کہ ”تم نیکی ہرگز نہیں پاسکتے جب تک اس مال میں
سے خرچ نہ کرو جو تم کو زیادہ پسند ہے“ تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تبارک و
تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ”تم نیکی ہرگز نہیں پاسکتے جب تک
اس مال میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو زیادہ پسند ہے اور میرے اموال
میں سب سے پسند مجھے بیرحاء ہے۔ بیان کیا کہ بیرحاء ایک باغ تھا۔
رسول اللہ ﷺ بھی اس میں تشریف لے جایا کرتے، اس کے سامنے
میں بیٹھتے اور اس کا پانی پیتے (ابو طلحہ نے کہا کہ) اس لئے وہ اللہ
عزوجل کی راہ میں صدقہ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ میں اس
کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ پس

۲۷۵۸- وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ
الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لَا
أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
((لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا
مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ
تَعَالَى فِي كِتَابِهِ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى
تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنْ أَحَبُّ أَمْوَالِي
إِلَيَّ بِرِحَاءٌ - قَالَ: وَكَانَ حَدِيثَهُ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَسْتَظِلُّ بِهَا
وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا - فَهِيَ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى
رَسُولِهِ ﷺ أَرْجُو بَرَّهُ وَذَخْرَهُ، فَضَعَهَا أُنَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. فَقَالَ رَسُولُ

یا رسول اللہ! جس طرح اللہ آپ کو بتائے اسے خرچ کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ واہ شاباش ابو طلحہ یہ تو بڑا نفع بخش مال ہے، ہم تم سے اسے قبول کر کے پھر تمہارے ہی حوالے کر دیتے ہیں اور اب تم اسے اپنے عزیزوں کو دے دو۔ چنانچہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے عزیزوں کو دے دیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جن لوگوں کو باغ آپ نے دیا تھا ان میں ابی اور حسان رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حسان رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیچ دیا تو کسی نے ان سے کہا کہ کیا آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا مال بیچ رہے ہیں؟ حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں کھجور کا ایک صاع روپوں کے ایک صاع کے بدل کیوں نہ بیچوں۔ انسؓ نے کہا یہ باغ بنی حدیلہ کے محلہ کے قریب تھا جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے (بطور قلعہ کے) تعمیر کیا تھا۔

اللہ ﷻ: ((بِئْسَ يَا أَبَا طَلْحَةَ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ قَبْلُنَا مِنْكَ وَرَدَدْنَاهُ عَلَيْكَ، فَاجْعَلْهُ فِي الْأَقْرَبِينَ)). فَتَصَدَّقَ بِهِ أَبُو طَلْحَةَ عَلَى ذَوِي رَحِمِهِ. قَالَ وَكَانَ مِنْهُمْ أَبِي وَحَسَّانُ. قَالَ: وَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهُ مِنْهُ بِنِ مَعَاوِيَةَ فَقِيلَ لَهُ: تَبِيعُ صَدَقَةَ أَبِي طَلْحَةَ؟ فَقَالَ: أَلَا أُبِيعُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِنْ ذَرَاهِمٍ؟ قَالَ: وَكَانَتْ بِلْكَ الْحَدِيقَةِ فِي مَوْضِعٍ قَصْرٍ بَنِي جُدَيْلَةَ الَّذِي بَنَاهُ مَعَاوِيَةُ)). [راجع: ۱۶۶۱]

تشیخ

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ ابو طلحہ نے آنحضرت ﷺ کو وکیل کیا تھا، آپؐ نے ان کا مقدمہ قبول فرما کر پھر ان ہی کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اسے اپنے اقرباء میں تقسیم کر دو۔ حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا جب لوگوں نے اعتراض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کھجور کا ایک صاع روپوں کے ایک صاع کے بدل کیوں نہ بیچوں یعنی ایسی قیمت پھر کہاں ملے گی گویا کھجور چاندی کے ہم وزن بک رہی ہے۔ کہتے ہیں صرف حسان کا حصہ اس باغ میں حضرت معاویہ نے ایک لاکھ درہم کو خریدا۔ چونکہ ابو طلحہ نے یہ باغ معین لوگوں پر وقف کیا تھا لہذا ان کو اپنا حصہ بیچنا درست ہوا۔ بعضوں نے کہا ابو طلحہ نے ان لوگوں پر وقف کرتے وقت یہ شرط لگا دی تھی کہ اگر ان کو حاجت ہو تو بیچ سکتے ہیں ورنہ مال وقف کی بیج درست نہیں۔ قصر بنی حدیلہ کی تفصیل حافظ صاحب یوں فرماتے ہیں۔ واما قصر بنی حدیلہ وهو بالمهملة مصغر و هو من قاله بالميم فسب اليهم القصر بسبب المجاورة والا فالذي بناه هو معاوية بن ابي سفيان وبنو حديلة بالمهملة مصغر بطن من الانصار وهم بنو معاوية بن عمرو بن مالک النجار وكانو بثلک البقعة فعرفت بهم فلما اشترى معاوية حصة حسان بنی فيها هذا القصر فعرفت بقصر بنی حديلة ذکر ذلك عمرو بن شبة وغيره فی اخبار المدينة ملکهم الحدیقة المذكورة ولم یبقها علیهم اذ لو وقفها ما ساغ لحسان ان یبیعها ووقع فی اخبار المدينة لمحمد ابن الحسن المخزومی من طریق ابی بکر بن حزم ان ثمن حصة حسان مائة الف درهم قبضها من معاوية بن ابی سفيان (خلاصة فتح الباری) اور لیکن قصر بنی حدیلہ جائے مہمل کے ساتھ اور جس نے اسے جیم کے ساتھ نقل کیا یہ اس کا وہم ہے۔ یہ پڑوس کی وجہ سے بنو حدیلہ کی طرف منسوب ہو گیا تھا ورنہ اس کے بنانے والے حضرت معاویہ بن ابی سفيان ہیں اور بنو حدیلہ انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ بنو معاویہ بن عمرو بن مالک النجار ہیں جو یہاں رہا کرتے تھے پس ان ہی سے یہ منسوب ہو گیا۔ پس جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ والا حصہ خرید لیا تو وہاں یہ قلعہ بنایا جو قصر بنو حدیلہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔ اسے عمرو بن شیبہ وغیرہ نے اخبار المدینہ میں ذکر کیا ہے، حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کو بیچ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر اس کو ان پر وقف کرتے تو اسے حسان فروخت نہیں کر سکتے تھے اور اخبار مدینہ میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسان کو ان کے حصہ کی قیمت ایک لاکھ درہم ادا کی تھی۔ علامہ قطلانی فرماتے ہیں واجب آخر بان ابا طلحة حين وقفها شرط جواز بيعهم عند الاحتياج فان الشرط بهذا الشرط قال بعضهم لجوازه والله اعلم یعنی حضرت

ابو طلحہؓ نے جب اسے وقف کیا تو حاجت کے وقت ان لوگوں کو بیچنے کی اجازت دے دی تھی اور اس شرط کے ساتھ وقف جائز ہے۔ لفظ حدیلہ کو بعض نے جیم کے ساتھ جدیدہ نقل کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ صحیح حاء مضمومہ کے ساتھ حدیلہ ہے واللہ اعلم۔

۱۸- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

باب

﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ﴾

(سورہ نساء میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”جب (میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار (جو وارث نہ ہوں) اور یتیم اور مسکین آجائیں تو ان کو بھی ترکے میں سے کچھ کچھ کھلا دو (اور اگر کھلانا نہ ہو سکے تو) اچھی بات کہہ کر نرمی سے ٹال دو۔“

جو لوگ خود وارث ہوں، ان کو تو یتیم اور مسکین اور دور کے ٹالے والوں کو جو وارث نہیں ہیں تقسیم کے وقت کچھ دینا واجب تھا اور جو خود وارث نہ ہوں جیسے وارث اولیٰ اس کو یہ حکم تھا کہ نرمی سے جواب دے دو۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر اس مدتے کا وجوب جاتا رہا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی، اب بعضوں نے کہا اب بھی یہ حکم باقی ہے آیت منسوخ نہیں ہے۔

۲۷۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنْ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ، وَلَا وَاللَّهِ مَا نُسِخَتْ، وَلَكِنَّهَا مِمَّا تَهَآوَنَ النَّاسُ، هُمَا وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ يَرْزُقُ، وَالْأَلِ لَا يَرِثُ فَذَلِكَ الَّذِي يَقُولُ بِالْمَعْرُوفِ، يَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ أَنْ أُعْطِيكَ)).

۴۵۷۶: [طرفہ فی : ۴۵۷۶]

کے میاں میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

سند میں مذکور حضرت سعید بن جبیر اسدی کوئی ہیں، جلیل القدر تابعین میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ انہوں نے ابو مسعود، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور انس رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا اور ان سے بہت سے لوگوں نے۔ ماہ شعبان ۹۵ھ میں جبکہ ان کی عمر انچاس سال کی تھی، حجاج بن یوسف نے ان کو قتل کرایا اور خود حجاج رمضان میں مرا اور بعض کے نزدیک اسی سال شوال میں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ان کی شہادت کے چھ ماہ بعد مرا۔ اس کے بعد حجاج کسی کے قتل پر قادر نہ ہوا۔ کیونکہ سعید نے اس کے لئے دعا کی تھی جبکہ حجاج ان سے مخاطب ہو کر بولا کہ بتاؤ تم کو کس طرح قتل کیا جائے میں تم کو اسی طرح قتل کروں گا۔ سعید بولے کہ اے حجاج! تو اپنا قتل ہونا جس طرح چاہے وہ بتاؤ، اس لئے کہ خدا کی قسم جس طرح تو مجھ کو قتل کرے گا اسی طرح آخرت میں میں تجھ کو قتل کروں گا۔ حجاج بولا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں۔ بولے کہ اگر محض واقع ہوا تو وہ اللہ کی طرف سے ہو گا اور تیرے لئے اس میں کوئی برأت و عذر نہیں۔ حجاج یہ سن کر بولا کہ ان کو لے جاؤ اور قتل کر ڈالو۔ پس جب ان کو دروازہ سے باہر نکالا تو یہ ہنس پڑے۔ اس

کی اطلاع حجاج کو پہنچائی گئی تو حکم دیا کہ ان کو واپس لاؤ۔ لہذا واپس لایا گیا تو ان سے پوچھا کہ اب ہٹنے کا کیا سبب تھا۔ بولے کہ مجھ کو اللہ کے مقابلے میں تیری بے باکی اور اللہ تعالیٰ کی تیرے مقابلے میں حلم و بردباری پر تعجب ہوتا ہے۔ حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ کھال بچھائی جائے تو بچھائی گئی پھر حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے بعد سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ﴿ وَخُفَّتْ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَ (الانعام: ۷۹) یعنی میں نے اپنا رخ سب سے موز کر اس خدا کی طرف کر لیا ہے کہ جو خالق آسمان و زمین ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔ حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ ان کو قبلہ کی مخالف سمت کر کے مضبوط باندھ دیا جائے۔ سعید نے فرمایا ﴿ فَاتَّقِنَا تَوَلَّوْا فَنَمَّ وَجْهَ اللَّهِ ﴾ (البقرة: ۱۱۵) جس طرف بھی تم رخ کرو گے اسی طرف اللہ ہے۔ اب حجاج نے حکم دیا کہ سر کے بل اوندھا کر دیا جائے۔ سعید نے فرمایا ﴿ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ﴾ (طہ: ۵۵) حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس کو ذبح کر ڈالو۔ سعید نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا اور حجت پیش کرتا ہوں، اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ حجت ایمانی میری طرف سے سنجال یہاں تک کہ تو مجھ سے قیامت کے دن ملے۔

پھر سعید نے دعا کی اے اللہ! حجاج کو میرے بعد کسی کے قتل پر قادر نہ کر۔ اس کے بعد کھال پر ان کو فزع کر دیا گیا۔ بتتے ہیں کہ حجاج اس کے قتل کے بعد پندرہ راتیں اور جیا، اس کے بعد حجاج کے پیٹ میں کیڑوں کی بیماری پیدا ہو گئی۔ حجاج نے حکیم کو بلوایا تاکہ معائنہ کر لے۔ حکیم نے ایک گوشت کا ایک سڑا ہوا ٹکڑا منگوایا اور اس کو دھاگے میں پرو کر اس کے گلے سے اتارا اور کچھ دیر تک چھوڑے رکھا، اس کے بعد حکیم نے اس کو نکالا تو دیکھا کہ خون سے بھرا ہوا ہے۔ حکیم سمجھ گیا کہ اب یہ بچنے والا نہیں۔ حجاج اپنی بقیہ زندگی میں چیختا چلاتا رہتا تھا کہ مجھے اور سعید کو کیا ہوا کہ جب میں سوتا ہوں تو میرا پاؤں پکڑ کر ہلا دیتا ہے۔ سعید بن جبیر عراق کی کھلی آبادی میں دفن کئے گئے۔ غفر اللہ لہ (اکمال)

۱۹- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِيَ
فُجَاءَةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ،
باب اگر کسی کو اچانک موت آجائے تو اس کی طرف سے
خیرات کرنا مستحب ہے

اور میت کی نذروں کو پوری کرنا

وَقَضَاءُ النُّذُورِ عَنِ الْمَيْتِ

(۲۷۶۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ایک صحابی (سعد بن عبادہ) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری والدہ کی موت اچانک واقع ہو گئی، میرا خیال ہے کہ اگر انہیں گفتگو کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرتیں تو کیا میں ان کی طرف سے خیرات کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے خیرات کر۔

٢٧٦٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي اقْتَلَتْ نَفْسَهَا، وَأَرَاهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، تَصَدَّقْ عَنْهَا)). [راجع: ١٣٨٨]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کی طرف سے میت کو خیرات اور صدقے کا ثواب پہنچتا ہے۔ ابجدیث کا اس پر اتفاق ہے لیکن محقر نے اس کا انکار کیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے سعد نے پوچھا کوئی خیرات افضل ہے، آپؐ نے فرمایا پانی پلانا۔ اس کو امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

۲۷۶۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ، فَقَالَ: ((أَقْضِي عَنْهَا)).

[طرفاء فی: ۶۶۹۸، ۶۹۰۹].

(۲۷۶۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی ابن شہاب سے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا، انہوں نے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے ذمہ ایک نذر تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی طرف سے نذر پوری کر دے۔

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ماں کی نذر پورا کرنے کا حکم فرمایا، معلوم ہوا کہ ماں باپ کے اس قسم کے فرائض کی ادائیگی اولاد پر لازم ہے۔

باب وقف اور صدقہ پر گواہ کرنا

۲۰- بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ

۲۷۶۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَعْلَى أَنَّهُ سَمِعَ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَبْنَانَا ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ - تُوَفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُمِّي تُوَفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَإِنِّي أَشْهَدُكَ أَنَّ حَائِطِي الْمَخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا)).

[راجع: ۲۷۵۶]

(۲۷۶۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یعلیٰ بن مسلم نے خبر دی، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عکرمہ سے سنا اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ قبیلہ بنی ساعدہ کے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہوا تو وہ ان کی خدمت میں حاضر نہیں تھے (بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ دومۃ الجندل میں شریک تھے) اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اس وقت موجود نہیں تھا تو اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! سعد رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے خیرات ہے۔

لفظ مخراف کے بارے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں قوله المخراف: بكسر اوله وسكون المعجمة وآخره فاء ای المكان المشمر سمی بذلك لما يخرف منه ای يجنى من الشجرة تقول شجرة مخراف و منمار قاله الخطابي ووقع في رواية عبدالرزاق المخرف بغير الف وهو اسم الحائط المذكور والحائط البستان (فتح) یعنی مخراف پھل دار درخت کو کہتے ہیں، اس باغ کا نام ہی مخراف ہو گیا تھا۔

باب سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ

”اور یتیموں کو ان کا مال بچچا دو اور ستھرے مال کے عوض گندہ مال مت لو۔ اور ان کا مال اپنے مال کے ساتھ گڈ کر کے نہ کھاؤ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں جو تمہیں پسند ہوں، ان سے نکاح کر لو“

یعنی اپنی خراب چیز یتیم کے مال میں شریک کر دی اچھی چیز لے لی، ایسا نہ کرو کیونکہ یتیم کا مال تمہارے لئے حرام اور گندہ ہے اور تمہاری چیز کو خراب ہو مگر حلال اور ستھری ہے۔

۲۷۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو الِیْمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : ((كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ قَالَتْ: هِيَ الْيَتِيمَةُ فِي حَجَرٍ وَلَيْهَا، فَيَرْغَبُ فِي جَمَالِهَا وَمَالِهَا، وَيُرِيدُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِأَذْنٍ مِنْ سُنَّةِ نِسَائِهَا، فَهِيَ عَنْ نِكَاحِهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا فِي إِكْمَالِ الصَّدَاقِ، وَأَمْرُوا بِنِكَاحٍ مِنْ سِوَاهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ اسْتَفْتَى النَّاسُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ قَالَتْ: فَبَيْنَ اللَّهِ فِي هَذِهِ أَنَّ الْيَتِيمَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَمَالٍ رَغِبُوا فِي نِكَاحِهَا وَلَمْ يُلْجِقُوهَا بِسُنَّتِهَا بِإِكْمَالِ الصَّدَاقِ، فَإِذَا كَانَتْ مَرْغُوبَةً عَنْهَا فِي قَلْبِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَكَوْهَا وَانْتَمَسُوا غَيْرَهَا مِنَ النِّسَاءِ. قَالَ: فَكَمَا

(۲۷۶۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان سے حدیث بیان کرتے تھے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (ترجمہ اوپر گزر چکا) کا مطلب پوچھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی زیر پرورش ہو، پھر ولی کے دل میں اس کا حسن اور اس کے مال کی طرف سے رغبت نکاح پیدا ہو جائے مگر اس کم مہر پر جو ویسی لڑکیوں کا ہونا چاہئے تو اس طرح نکاح کرنے سے روکا گیا لیکن یہ کہ ولی ان کے ساتھ پورے مہر کی ادائیگی میں انصاف سے کام لیں (تو نکاح کر سکتے ہیں) اور انہیں لڑکیوں کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں ہدایت کرتا ہے“ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا کہ یتیم لڑکی اگر جمال اور مال والی ہو اور (ان کے ولی) ان سے نکاح کرنے کے خواہش مند ہوں لیکن پورا مردینے میں ان کے (خاندان کے) طریقوں کی پابندی نہ کر سکیں تو (وہ ان سے نکاح مت کریں) جبکہ مال اور حسن کی کمی کی وجہ سے ان کی طرف انہیں کوئی رغبت نہ ہوتی ہو تو انہیں وہ چھوڑ دیتے اور

ان کے سوا کسی دوسری عورت کو تلاش کرتے۔ راوی نے کہا جس طرح ایسے لوگ رغبت نہ ہونے کی صورت میں ان یتیم لڑکیوں کو چھوڑ دیتے، اسی طرح ان کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ جب ان لڑکیوں کی طرف انہیں رغبت ہو تو ان کے پورے مہر کے معاملے میں اور ان کے حقوق ادا کرنے میں انصاف سے کام لئے بغیر ان سے نکاح کریں۔

يَتْرُكُونَهَا حِينَ يَزْعُمُونَ عَنْهَا فَلَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَنْكِحُوهَا إِذَا رَغِبُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهَا الْأَوْفَى مِنَ الصَّدَاقِ وَيُعْطُوهَا حَقَّهَا. [راجع: ۲۴۹۴]

شیخ تاریخ و روایات میں مذکور ہے کہ یتیم لڑکیوں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں اور وہ لڑکی اس ولی کے مال وغیرہ میں بوجہ قربت کے شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتی تھیں، کبھی تو یہ صورت پیش آتی کہ وہ لڑکی خوبصورت ہوتی اور ولی کو اس کے مال و جمال ہر دو کی رغبت کی وجہ سے اس سے نکاح کی خواہش ہوتی اور وہ تھوڑے سے مہر پر اس سے نکاح کر لیتا کیونکہ کوئی دوسرا شخص اس لڑکی کا عویدار نہیں ہوتا تھا اور کبھی یہ صورت پیش آتی کہ یتیم لڑکی صورت شکل میں حسین نہ ہوتی مگر اس کا وہ ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے کسی سے اس کا نکاح کر دوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضے سے نکل جائے گا۔ اس مصلحت سے وہ نکاح تو اس لڑکی سے طوعاً و کرہاً کر لیتا مگر ویسے اس سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا اور اولیاء کو ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ تم ایسی یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم ان سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں ان سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے۔ قاعدہ شریعہ کے مطابق ان سے نکاح کر لو تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم ان کے حقوق کے حامی رہو گے اور تم بھی کسی گناہ میں نہ پڑو گے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے کہ بہر حال اولیاء کا فرض ہے کہ یتیم بچوں اور بیچوں کے مال کی خدا ترسی کے ساتھ حفاظت کریں اور ان کے بالغ ہونے پر جیسے ان کے حق میں بہتر جائیں وہ مال ان کو ادا کر دیں۔ واللہ اعلم

۲۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

”اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں صلاحیت دیکھ لو تو ان کے حوالے ان کا مال کر دو اور ان کے مال کو جلد جلد اسراف سے اور اس خیال سے کہ یہ بڑے ہو جائیں گے مت کھا ڈالو، بلکہ جو شخص مالدار ہو تو یتیم کے مال سے بچا رہے اور جو شخص نادار ہو وہ دستور کے موافق اس میں سے کھا سکتا ہے اور جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو ان پر گواہ بھی کر لیا کرو اور اللہ حساب کرنے والا کافی ہے۔ مردوں کے لئے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جس کو والدین اور نزدیک کے قربت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی اس ترکہ میں حصہ ہے جس کو والدین اور نزدیک قربت دار چھوڑ جائیں۔ اس (متروکہ) میں سے تھوڑا یا زیادہ

هُوَ ابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا الْبَكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا، وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ، فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ، وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا. لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا [النساء:]

۶-۷]۔ حَسْبِنَا يَغْنِي كَافِيَا۔ ضرور ایک حصہ مقرر ہے۔ ”آیت میں حَسْبِنَا کے معنی کافی کے ہیں۔

جاہلیت کے زمانہ میں عرب لوگ ترکہ میں صرف مردوں کا حق سمجھتے تھے، عورتوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ اللہ نے یہ بری رسم باطل کر دی اور عورت مرد سب کا حصہ مقرر کر دیا، اب بھی بہت سی جاہل قوموں میں جو مسلمان ہیں مگر لڑکی کا حصہ دینے کا رواج نہیں ہے۔ یہ سراسر ظلم اور باطل رسم ہے، لڑکی کو بھی اسلام نے حصہ دار ٹھہرایا ہے، اس کا بھی حصہ ادا کرنا ضروری ہے، اسلام اور ادیان سابقہ میں عورتوں کی حیثیت پر ایک پراز معلومات مقالہ آنریبل مولوی سید امیر علی ایم۔ اے بیرسٹریٹ لاء نے اپنی قانونی کتاب ”جامع الاحکام فی فقہ الاسلام“ میں حوالہ قلم کیا ہے جس کا اختصار درج ذیل ہے۔

”جو اصلاہیں شارع اسلام ﷺ نے فرمائیں ان سے عورتوں کی حالت میں نمایاں ترقی واقع ہوئی، عرب میں بھی اور ان یہودیوں میں جو جزیرہ نمائے عرب میں سکونت پذیر تھے۔ عورتوں کی حالت بہت ہی اتر تھی۔ عورت اپنے باپ کے گھر میں کنیز کی حالت میں رہتی تھی اور اگر وہ نابالغ ہوتی تو اس کے باپ کو اس کے بیچ ڈالنے کا اختیار ہوتا تھا۔ اس کا باپ اور باپ کی وفات کے بعد اس کا بھائی جو چاہتا تھا اس کے ساتھ سلوک کرتا تھا بجز کسی خاص صورت کے بیٹی بالکل مجبب الارث تھی۔ مشرکین عرب میں عورت صرف ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اپنے باپ یا شوہر کی ملکیت کا ایک جزو اعظم تصور کی جاتی تھی اور ہر شخص کی بیوی مثل اور متروکہ کے اس کی بیٹی اور بیٹیوں کو بطور ترکہ پدری کے ملتی تھیں، اسی وجہ سے سوتیلی ماؤں کی شادیاں اکثر سوتیلے بیٹوں کے ساتھ ہو جاتی تھیں، اس فیج رسم کو اسلام میں حرام کر دیا گیا۔

شرع محمدی کے بموجب عورت کی حیثیت انگلستان کی عورتوں کی حالت سے بہتر و برتر ہے جب تک وہ ناکتھا رہتی ہے، اپنے باپ کے گھر میں رہتی ہے اور جب تک نابالغ رہتی ہے کسی قدر اپنے باپ کے یا اس کے قائم مقام کے اختیار رہتی ہے، بالغ ہو جانے پر اس کو وہ تمام حقوق شرعی حاصل ہو جاتے ہیں جو بالغ اور رشید انسان کو ملنے چاہئیں وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ ماں باپ کے ترکہ میں حصہ ہوتی ہے اور اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصہ میں فرق ہے مگر یہ فرق بھائی اور بہن کے حالات کا منصفانہ لحاظ کر کے رکھا گیا ہے۔ شادی کے بعد بھی اس کے شخص میں کچھ فرق نہیں آتا اور وہ ایک جداگانہ ممبر یعنی شریک سوسائٹی کی حیثیت میں باقی رہتی ہے اور اس کا وجود اس کے شوہر کے وجود کے ساتھ ایسے نہیں ہو جاتا، اس کا مال اس کے شوہر کا مال نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا مال اسی کا رہتا ہے اور وہ ایک ذاتی حق اپنی ملکیت میں رکھتی ہے، وہ اپنے قرضداروں پر علانیہ عدالت میں نالش کر سکتی ہے اور کسی دلی کو شریک کرنے یا اپنے شوہر کے نام سے نالش کرنے کی ضرورت نہیں رکھتی۔ جب وہ اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے مکان میں جا چکتی ہے تب بھی اس کو سب حقوق شرعی وہی حاصل رہتے ہیں جو مردوں کو حاصل ہیں تمام ہو واجب اور حقوق جو ایک عورت اور زوجہ کو حاصل ہونے چاہئیں اس کو صرف مروت اور اخلاق کی رو سے حاصل نہیں ہیں جس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ نص قرآنی کے بموجب حاصل ہیں۔ وہ اپنی جائیداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کر سکتی ہے اور وہ وصیت کر سکتی ہے، وہ اوروں کی جائیداد کی وصیہ اور منتظرہ مقرر ہو سکتی ہے اور اوقاف کی متولیہ بھی مقرر ہو سکتی ہے۔

باب وصی کے لئے یتیم کے مال میں تجارت اور محنت کرنا

درست ہے اور پھر محنت کے مطابق اس میں سے کھالینا

درست ہے

مَالِ الْيَتِيمِ

وَمَا يَأْكُلْ مِنْهُ بِقَدَرٍ عَمَلِهِ

۲۷۶۴- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ أَشْعَثَ ۲۷۶۴) ہم سے ہارون بن اشعث نے بیان کیا، کہا ہم سے بنو ہاشم

کے غلام ابو سعید نے بیان کیا، ان سے صحابہ جویریہ نے بیان کیا نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک جائداد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں وقف کر دی، اس جائداد کا نام شمع تھا اور یہ ایک کھجور کا ایک باغ تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک جائداد ملی ہے اور میرے خیال میں نہایت عمدہ ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ اسے صدقہ کر دوں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اصل مال کو صدقہ کر کہ نہ بیچا جاسکے نہ ہبہ کیا جاسکے اور نہ اس کا کوئی وارث بن سکے، صرف اس کا پھل (اللہ کی راہ میں) صرف ہو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا، ان کا یہ صدقہ غازیوں کے لئے غلام آزاد کرانے کے لئے، محتاجوں اور کمزوروں کے لئے، مسافروں کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے تھا اور یہ کہ اس کے گمراہوں کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا کہ وہ دستور کے موافق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھائے بشرطیکہ اس میں سے مال جمع کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى نَبِيِّ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - وَكَانَ يُقَالُ لَهُ تَمْعٌ، وَكَانَ نَخْلًا - فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالًا وَهُوَ عِنْدِي نَفِيسٌ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لَا بَيَاعَ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ، وَلَكِنْ يَنْفَقُ ثَمَرُهُ، فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ، فَصَدَّقْتَهُ بِلَكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسْكِينِ وَالصَّغِيرِ وَأَبْنِ السَّبِيلِ وَلِذِي الْقُرْبَى، وَلَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ يُؤْكِلَ صَدِيقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهِ)).

[راجع: ۲۳۱۳]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقف کا متولی اپنی محنت کے عوض دستور کے موافق اس میں سے کھا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ وقف فرماتے وقت طے کر دیا تھا۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں ومطابقة الحديث للترجمة من جهة ان المقصود جواز اخذ الاجرة من مال اليتيم لقول عمرو لا جناح على من وليه ان ياكل منه بالمعروف (قسطلانی) مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

۲۷۶۵- حَدَّثَنَا غُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ، وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ)) قَالَتْ: أُنزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ أَنْ يُصِيبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ. [راجع: ۲۲۱۲]

(۲۷۶۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا ہشام سے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قرآن مجید کی اس آیت) ”اور جو شخص مالدار ہو وہ اپنے کو یتیم کے مال سے بالکل روکے رکھے، البتہ جو شخص نادار ہو تو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے“ کے بارے میں فرمایا کہ یتیموں کے ولیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ یتیم کے مال میں سے اگر ولی نادار ہو تو دستور کے مطابق اس کے مال میں سے لے سکتا ہے۔

اس حدیث سے باب کا پہلا حصہ یعنی یتیموں کے مال میں نیک نیتی سے تجارت کرنا، پھر اپنی محنت کے مطابق اس میں سے کھانا درست ہے۔

۲۳- بابُ قولِ اللہ تعالیٰ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا، وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [النساء: ۱۰].

”بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھا جاتے ہیں“ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، وہ ضرور دہکتی ہوئی آگ ہی میں جھونک دیئے جائیں گے“

ابن ابی حاتم میں ابو سعید خدریؓ سے حدیث مسراج میں منقول ہے کہ آپ نے دوزخ میں ایسے لوگ دیکھے جن کے پیٹ اونٹوں کے پیٹ جیسے ہیں۔ جن میں دوزخ کا دہکتا ہوا پتھر ڈالا جا رہا ہے اور وہ نیچے سے نکل جاتا ہے۔ آپؐ کو بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھا جایا کرتے تھے۔

۲۷۶۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ عَنْ أَبِي الْفَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُفَوِّاتَ)). قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: ((الشُّرَكَاءُ بِاللَّهِ، وَالسَّخَرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزُّخْفِ، وَقَذْفُ الْمُخَضَّنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)).

۲۷۶۶- ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے ثور بن زید مدنی نے بیان کیا، ان سے ابو فیث نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تسمت لگانا۔

[طرفاء فی : ۵۷۶۴، ۶۸۵۷].

کبیرہ گناہوں کی تعداد ان سات پر ختم نہیں ہے اور بھی بہت سے گناہ اس ذیل میں بیان کئے گئے ہیں۔ بعض علماء نے ان کی تفصیلات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، بہر حال یہ گناہ ہیں جن کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا یعنی جہنم رسید ہوا۔ باب کی مطابقت یتیم کا مال کھانے سے ہے جن کی مذمت آیت مذکورہ فی الہاب میں کی گئی ہے۔ اس حدیث کے جملہ راوی مدنی ہیں اور حضرت امام نے اسے کتاب الطب والمجارین میں بھی نکالا ہے۔

۲۴- بابُ قولِ اللہ تعالیٰ:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى، قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ، وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَلَا وَفَاءَ بَعْدَ إِخْلَاقِكُمْ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ، وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَغْنَيْنَاكُمْ، إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

”آپؐ سے لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپؐ کہہ دیجئے کہ جہاں تک ہو سکے ان کے مالوں میں بہتری کا خیال رکھنا ہی بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ (ان کے اموال میں) ساتھ مل جل کر رہو تو (بہر حال) وہ بھی تمہارے ہی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ سنوارنے والے

[البقرة : ۲۲۰] لَاَعْتَنَكُم:

لَاخْرَجَكُمْ وَضَيْقٌ. وَعَنْتٌ : خَصَصَتْ.

اور فساد پیدا کرنے والے کو خوب جانتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں تنگی میں مبتلا کر دیتا بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے“ (قرآن کی اس آیت میں) لا عنتکم کے معنی ہیں کہ تمہیں حرج اور تنگی میں مبتلا کر دیتا اور (سورہ طہ میں لفظ) تحنت کے معنی منہ جھک گئے، اس اللہ کے لئے جو زندہ ہے اور سب کا سنبھالنے والا۔

(۲۷۶۷) اور امام بخاری نے کہا ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، ان سے حماد بن اسامہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کوئی وصی بناتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتے۔ ابن سیرین تابعی رحمہ اللہ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ یتیم کے مال و جائیداد کے سلسلے میں ان کے خیر خواہوں اور ولیوں کو جمع کرتے تاکہ ان کے لئے کوئی اچھی صورت پیدا کرنے کے لئے غور کریں۔ طاؤس تابعی رحمہ اللہ سے جب یتیموں کے بارے میں کوئی سوال کیا جاتا تو آپ یہ آیت پڑھتے کہ ”اور اللہ فساد پیدا کرنے والے اور سنوارنے والے کو خوب جانتا ہے۔“ عطاء رحمہ اللہ نے یتیموں کے بارے میں کہا خواہ وہ معمولی قسم کے لوگوں میں ہوں یا بڑے درجے کے، اس کا ولی اس کے حصہ میں سے جیسے اس کے لائق ہو، ویسا اس پر خرچ کرے۔

۲۷۶۷- وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانٌ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ : مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلَى أَحَدٍ وَصِيَّتُهُ. وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيْهِ فِي مَالِ الْيَتِيمِ أَنْ يَجْتَمِعَ إِلَيْهِ نَصَحَاؤُهُ وَأَوْلِيَاؤُهُ فَيَنْظُرُوا الَّذِي هُوَ خَيْرٌ لَهُ. وَكَانَ طَاوُسٌ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْيَتَامَى قَرَأَ : هُوَ اللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ. وَقَالَ عَطَاءٌ فِي يَتَامَى الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ: يُنْفَقُ الْوَلِيُّ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ بِقَدَرِهِ مِنْ حِصَّتِهِ.

تشریح حضرت امام بخاری کا قول ”قال لنا سليمان حدثنا حماد الخ“ یہ حدیث موصول ہے معلق نہیں ہے کیونکہ سلیمان بن حرب امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور تعجب ہے معنی سے کہ انہوں نے حافظ ابن حجر پر یہ اعتراض جمایا کہ اس حدیث کا موصول ہونا کسی لفظ سے نہیں پایا جاتا حالانکہ اس میں صاف قال لنا کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری نے سلیمان سے سنا اور یہ امام بخاری کا کمال احتیاط ہے کہ انہوں نے ایسے مقامات پر حدیث یا اخبارنا کا لفظ استعمال نہیں فرمایا کیونکہ سلیمان نے امام بخاری کو یہ روایت بطور تحدیث کے نہ سنائی ہوگی بلکہ وہ کسی اور سے مخاطب ہوں گے اور امام بخاری نے سن لیا ہو گا (وحیدی)

حدیث موصول یا متصل و معلق کی تعریف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لفظوں میں یہ ہے۔ فان لم يسقط راو من الرواة ان المين فالحدیث متصل ويسمى عدم السقوط اتصالا وان سقط واحد او اكثر فالحدیث منقطع وهذا السقوط انقطاع والسقوط اما ان يكون من اول السند ويسمى معلقاً وهذا الاسقاط تعليقاً والساقط قد يكون واحد او قد يكون اكثر وقد يحذف تمام السند كما هو عادة المصنفين يقولون قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والتعليقات كثيرة في تراجم صحيح البخارى ولها حكم الاتصال لانه النزم في هذا الكتاب ان لا ياتي الا بالصحيح (مقدمة مشكوة) یعنی سند کے راویوں میں سے کوئی راوی ساقط نہ ہو، اس حدیث کو متصل (یا موصول) کہیں گے اور اس عدم سقوط کو دوسرا نام اتصال کا دیا گیا ہے اور اگر کوئی ایک راوی یا زیادہ ساقط ہوں پس وہ حدیث منقطع ہے اس سقوط کو انقطاع کہتے ہیں۔ کبھی سقوط راوی سند میں سے ہوتا ہے، ایسی حدیث کو معلق کہتے ہیں اور اس اسقاط کو تعلیق کہتے ہیں، ساقط کبھی ایک

راوی ہوتا ہے کبھی زیادہ جیسا کہ مصنفین کی عادت ہے کہ وہ بغیر سند بیان کئے قال رسول اللہ ﷺ کہہ دیتے ہیں اور اس قسم کی تعلیقات صحیح بخاری کے ابواب میں بکثرت ہیں اور ان سب کے لئے اتصال ہی کا حکم ہے کیونکہ حضرت امام بخاری نے التزام کیا ہوا ہے کہ وہ اس کتاب میں صرف صحیح احادیث و آثار ہی کو نقل کریں گے۔

ترجمہ الباب میں مذکورہ آیت شریفہ ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى﴾ الح (البقرة: ۲۲۰) کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتَامَى﴾ الح (الانعام: ۱۵۲) نازل ہوئی تو لوگوں نے خوف کے مارے یتیموں کا کھانا پینا سب بالکل الگ کر دیا پس وہ کچھ بچ جاتا تو خراب ہو جاتا، یہ امر بہت مشکل ہوا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں اس مشکل کا ذکر کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ ان کو اپنے ساتھ ہی کھلاؤ پلاؤ، ان کے مال کی حفاظت کرو، اگر تمہاری نیت درست ہوگی تو اللہ خوب جانتا ہے ﴿وَاللَّهُ يَغْلُمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (البقرة: ۲۲۰)

باب سفر اور حضر میں یتیم سے کام لینا

جس میں اس کی بھلائی ہو

اور ماں اور سوتیلے باپ کا یتیم پر نظر ڈالنا

۲۵- بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيمِ فِي

السَّفَرِ وَالْحَضَرِ إِذَا كَانَ صَلَاحًا لَهُ

وَنَظَرِ الْأُمِّ أَوْ زَوْجِهَا لِلْيَتِيمِ

(۲۷۶۸) ہم سے یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز بن صہیب نے بیان کیا، ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ کوئی خادم نہیں تھا۔ اس لئے ابو طلحہ (جو میرے سوتیلے باپ تھے) میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت لے گئے اور عرض کی یا رسول اللہ! انس سمجھ دار بچہ ہے۔ یہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ انس بولتے کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی سفر اور حضر میں خدمت کی، آپ نے مجھ سے کبھی کسی کام کے بارے میں جسے میں نے کر دیا ہو، یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے اس طرح کیوں کیا، اسی طرح کسی ایسے کام کے متعلق جسے میں نہ کر سکا ہوں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا۔

۲۷۶۸- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ، فَأَحَدَ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِي فَأَنْطَلَقَ بِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدَمْكَ، قَالَ: فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، مَا قَالَ لِي لَشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا هَكَذَا؟ وَلَا لَشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هَذَا هَكَذَا؟)). [طرفاه فی: ۶۰۳۸، ۶۹۱۱]۔

حضرت ابو طلحہ نے جو حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ تھے، ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جبکہ آپؐ ایک جنگ کے لئے نکل رہے تھے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ قاتل صد مبارک باد ہیں کہ ان کو سفر و حضر میں پورے دس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت کا موقع حاصل ہوا اور آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا بہت قریب سے انہوں نے معائنہ کیا اور قیامت تک کے لئے وہ خادم رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے دنیا میں یادگار رہ گئے (بولتے وارضاء) یہ ابو طلحہ زید بن سہل انصاری شہرام سلیم (والدہ انس) کے ہیں اور اس حدیث کے جملہ راوی بصری ہیں جس طرح کہ قطلانی نے بیان کیا ہے۔

۲۶- بَابُ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنْ

باب اگر کسی نے ایک زمین وقف کی (جو مشہور و معلوم

الْحَدُودَ فَهُوَ جَائِزٌ،

وَكَذَلِكَ الصَّدَقَةُ

ہے) اس کی حدیں بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح

ایسی زمین کا صدقہ دینا

(۲۷۶۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کھجور کے باغات کے اعتبار سے مدینہ کے انصار میں سب سے بڑے مالدار تھے اور انہیں اپنے تمام مالوں میں مسجد نبوی کے سامنے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پسند تھا۔ خود نبی کریم ﷺ بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا بیٹھاپانی پیتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ”نیکی تم ہرگز نہیں حاصل کرو گے جب تک اپنے اس مال سے نہ خرچ کرو جو تمہیں پسند ہوں“ تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکو گے جب تک اپنے ان مالوں میں سے نہ خرچ کرو جو تمہیں زیادہ پسند ہوں“ اور میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ پسند بیرحاء ہے اور یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے، میں اللہ کی بارگاہ سے اس کی نیکی اور ذخیرہ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں، آپ کو جہاں اللہ تعالیٰ بتائے اسے خرچ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا شاماش یہ تو بڑا فائدہ بخش مال ہے یا (آپ نے بجائے رابع کے) رانح کہا، یہ شک عبد اللہ بن مسلمہ راوی کو ہوا تھا۔۔۔ اور جو کچھ تم نے کمائیں نے سب سن لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اسے اپنے ناٹھے والوں کو دے دو۔ ابو طلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عزیزوں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ اسماعیل، عبد اللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے مالک کے واسطے سے۔ رانح کے بجائے رانح بیان کیا ہے۔

۲۷۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنْ أَحَبُّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءَ، وَإِنِّهَا صَدَقَةٌ اللَّهُ أَرْجُو بَرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ، فَضَعَمَهَا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ، فَقَالَ: ((بَعْ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ - أَوْ رَابِعٌ، شَكُّ ابْنِ مَسْلَمَةَ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ)). قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ)).

وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ: ((رَابِعٌ)).

[راجع: ۱۴۶۱]

ترجمہ باب کی مطابقت صاف ظاہر ہے کہ ابو طلحہ نے بیرحاء کو صدقہ کر دیا۔ اس کے حدود بیان نہیں کئے کیونکہ بیرحاء باغ مشہور و معروف تھا، ہر کوئی اس کو جانتا تھا اگر کوئی ایسی زمین وقف کرے کہ وہ معروف و مشہور نہ ہو تب تو اس کی حدود بیان کرنی ضروری ہیں۔

لفظ ہیرحاء دو کلموں سے مرکب ہے پہلا کلمہ ہیر ہے جس کے معنی کنویں کے ہیں دوسرا کلمہ حاء ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ کسی مرد یا عورت کا نام ہے یا کسی جگہ کا نام جس کی طرف یہ کنواں منسوب کیا گیا ہے یا یہ کلمہ اونٹوں کے ڈانٹنے کے لئے بولا جاتا تھا اور اس جگہ اونٹ بکثرت چرائے جاتے تھے، لوگ ان کو ڈانٹنے کیلئے لفظ حاء استعمال کرتے۔ اسی سے یہ لفظ ہیرحاء مل کر ایک کلمہ بن گیا۔ پھر حضرت ابو طلحہ کا سارا باغ ہی اس نام سے موسوم ہو گیا کیونکہ یہ کنواں اس کے اندر تھا لفظ بیخ واہ واہ کی جگہ بولا جاتا تھا۔

(۲۷۷۰) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم کو روح بن عبادہ نے خبر دی، کہا ہم کو زکریا بن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے بیان کیا عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ ایک صحابی سعد بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا اگر وہ ان کی طرف سے خیرات کریں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ میرا ایک پر میوہ باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

۲۷۷۰- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أُمَّهُ تُوُفِّيَتْ أَيْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ: فَإِنِّي لِي مَخْرَافًا، وَأَشْهَدُكَ أَنِّي لَقَدْ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَنْهَا)).

[راجع: ۲۷۵۶]

یہاں بھی اس باغ کی حدود کو بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے مقصد باب ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب کیلئے کنواں یا کوئی باغ وقف کر دینا بہترین صدقہ جاریہ ہے کہ مخلوق اس سے فائدہ حاصل کرتی رہے گی اور جس کیلئے بنایا گیا اس کو ثواب ملتا رہے گا۔

باب اگر کئی آدمیوں نے اپنی مشترک زمین جو مشاع تھی (تقسیم نہیں ہوتی تھی) وقف کر دی تو جائز ہے۔

۲۷- بَابُ إِذَا وَقَفَ جَمَاعَةٌ أَرْضًا مُشَاعًا فَهِيَ جَائِزَةٌ

(۲۷۷۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح یزید بن حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ میں) مسجد بنانے کا حکم دیا اور بنی نجار سے فرمایا تم اپنے اس باغ کا مجھ سے مول کر لو۔ انہوں نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم تو اللہ ہی سے اس کا مول لیں گے۔

۲۷۷۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَارِ ثَامِنُونِي بِخَانِطِكُمْ هَذَا))، قَالُوا: لَا وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ)). [راجع: ۲۳۴]

گویا بنی نجار نے اپنی مشترک زمین مسجد کیلئے وقف کر دی تو باب کا مطلب نکل آیا لیکن ابن سعد نے طبقات میں واقفی سے یوں روایت کی ہے کہ آپ نے یہ زمین دس دینار میں خریدی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کی۔ اس صورت میں بھی باب کا مقصد نکل آئے گا اس طرح سے کہ پہلے بنی نجار نے اس کو وقف کرنا چاہا اور آپ نے اس پر انکار نہ کیا۔ واقفی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے قیمت اسلئے دی کہ دو یتیم بچوں کا بھی اس میں حصہ تھا (دھپدی) یہ حدیث ابواب الجنائز میں بھی گزر چکی ہے۔

۲۸- بَابُ الْوَقْفِ كَيْفَ يُكْتَبُ؟

۲۷۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَصَابَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِخَيْرِ أَرْضَا، فَلَاتَى النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((أَصَبْتَ أَرْضًا لَمْ أَصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ مِنْهُ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ حَسَنْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا)). فَتَصَدَّقَ عُمَرُ أَنَّهُ لَا يَبَاغُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُوزَنُ فِي الْفُقَرَاءِ وَالرَّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالصَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيلِ، لَا جُنَاحَ عَلَيَّ مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ)). [راجع: ۲۳۱۳]

باب وقف کی سند کیونکر لکھی جائے

(۲۷۷۲) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، عمر رضی اللہ عنہ کو خیر میں ایک زمین ملی (جس کا نام ٹمغ تھا) تو آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایک زمین ملی ہے اور اس سے عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا تھا، آپ اس کے بارے میں مجھے مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر چاہے تو اصل جائداد اپنے قبضے میں روک رکھ اور اس کے منافع کو خیرات کر دے۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط کے ساتھ صدقہ (وقف) کیا کہ اصل زمین نہ بیچی جائے، نہ بہہ کی جائے اور نہ وراثت میں کسی کو ملے اور فقراء، رشتہ دار، غلام آزاد کرانے، اللہ کے راستے (کے مجاہدوں) مہمانوں اور مسافروں کے لئے (وقف ہے) جو شخص بھی اس کا متولی ہو اگر دستور کے مطابق اس میں سے کھائے یا اپنے کسی دوست کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مال جمع کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کی یہ شرطیں لکھوا دیں مگر امام بخاری نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو ابو داؤد نے نکالا۔ اس میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرطیں معقیب کی قلم سے لکھوا دیں جس میں یہ تھا کہ اصل جائداد کو کوئی بیع یا ہبہ نہ کر سکے، اسی کو وقف کہتے ہیں۔ ٹامے والوں میں مالدار اور نادار سب آگئے تو باب کا مقصد نکل آیا (وحیدی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ۷ھ سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے شروع میں اس کا متولی حضرت حفصہ ام المؤمنین کو بنایا تھا اور یہ لکھا تھا کہ هذا ما كتب عبد الله عمر امير المؤمنين في تمغ انه الى حفصة ما عاشت تنفق ثمرة حيث ارادها الله فان توفيت فالى ذوى الراى من اهلها وقف نامہ کا متن لکھنے والے معقیب تھے اور گواہ عبد اللہ بن ارقم۔ آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد میں یہ زبانی وقف تھا، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں اسے باضابطہ تحریر کرا دیا (فتح الباری)

۲۹- بَابُ الْوَقْفِ لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ

وَالصَّيْفِ

باب مالدار اور محتاج اور مہمان سب پر وقف کر سکتا ہے

(۲۷۷۳) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن عون نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خیر میں ایک

۲۷۷۳- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَدَ مَالًا

جائداد ملی تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق خبر دی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو اسے صدقہ کر دو۔ چنانچہ آپ نے فقراء، مساکین، رشتہ داروں اور مہمانوں کے لئے اسے صدقہ کر دیا۔

بِخَيْرٍ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ قَالَ: ((إِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا)) فَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَذِي الْقُرْبَى وَالضَّعِيفِ. [راجع: ۱۲۱۳]

تَشْرِيحُ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں فیہ جواز الوقف علی الاغنیاء لان ذوی القربی والضعیف لم یقید بالحاجة وهو الاصح عند الشافعية (فتح) یعنی اس سے اغنیاء پر وقف کرنے کا جواز نکلا، اس لئے کہ قربتداروں اور مہمانوں کے لئے حاجت مند ہونے کی قید نہیں لگائی اور شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح مسلک ہے۔

باب مسجد کے لئے زمین کا وقف کرنا

(۲۷۷۴) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الصمد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے اپنے والد (عبد الوارث) سے سنا، ان سے ابو التیاح نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد بنانے کے لئے حکم دیا اور فرمایا اے بنو نجار! اپنے باغ کی مجھ سے قیمت لے لو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔

۳۰- بَابُ وَقْفِ الْأَرْضِ لِلْمَسْجِدِ
۲۷۷۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ وَقَالَ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ تَأْمِنُونِي بِحَاطِطِكُمْ هَذَا))، قَالُوا: لَا وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ)).

[راجع: ۲۳۴]

تَشْرِيحُ لجعل البخاری اراد الرد علی من خص جواز الوقف بالمسجد و كانه قال قد نفذ وقف الارض المذكورة قبل ان تكون مسجدا فدل علی ان صحة الوقف لا تختص بالمسجد ووجه اخذه من حديث الباب ان الذين قالوا لا نطلب ثمنها الا الى الله كانوا هم تصدقوا بالارض المذكورة لحتم انعقاد الوقف قبل البناء فيؤخذ منه ان من وقف ارضا علی ان يبنیها مسجدا ینعقد الوقف قبل البناء (فتح) خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ مسجد کے نام پر تعمیر سے پہلے ہی کسی زمین کا وقف کرنا درست ہے کچھ لوگ اس کو جائز نہیں کہتے، ان کی تردید کرنا۔ امام بخاریؒ کا مقصد ہے بنو نجار نے پہلے زمین کو وقف کر دیا تھا بعد میں مسجد بنوی وہاں تعمیر کی گئی۔

باب جانور اور گھوڑے اور سلمان اور

سونا چاندی وقف کرنا

زہریؒ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا تھا جس نے ہزار دینار اللہ کے راستہ میں وقف کر دیئے اور انہیں اپنے ایک تاجر غلام کو دے دیا تھا کہ اس سے کاروبار کرے اور اس کے نفع کو وہ شخص محتاجوں اور ناطے والوں کے لئے صدقہ کیا۔ کیا وہ شخص ان اشرافیوں

۳۱- بَابُ وَقْفِ الدُّوَابِّ وَالْكِرَاعِ

وَالْعُرُوضِ وَالصَّامِتِ

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ جَعَلَ أَلْفَ دِينَارٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَدَفَعَهَا إِلَى غُلَامٍ لَهُ تَاجِرٌ يَنْجِرُ بِهَا، وَجَعَلَ رِبْحَهُ صَدَقَةً لِلْمَسَاكِينِ وَالْأَفْرَبِينَ هَلْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ

ذَلِكَ الْاَلْفُ شَيْئًا وَاِنْ لَمْ يَكُنْ جَعَلَ رِنِحَهَا صَدَقَةً فِي الْمَسَاكِينِ؟ قَالَ لَيْسَ لَهُ اَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

کے نفع میں سے کچھ کھا سکتا ہے، اس نے اس نفع کو محتاج پر صدقہ نہ کیا ہو جب بھی اس میں سے کھا نہیں سکتا۔

ترجمہ الباب کا مقصد جائداد منقولہ کا وقف کرنا ہے۔ کراغ کاف کے ضمہ کے ساتھ گھوڑوں کو کہا جاتا ہے۔ لفظ عروض نقدی کے علاوہ دیگر اسباب پر بولا جاتا ہے اور صامت سونے چاندی پر مستعمل ہے (فتح) خلاصہ یہ کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ بشرائط معلومہ سب کا وقف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ وہ اشرفیاں اللہ کی راہ میں نکالیں تو گویا صدقہ کر دیں، اب صدقے کا مال اپنے خرچ میں کیونکر لا سکتا ہے، اس اثر کو ابن وہب نے اپنے مؤطا میں وصل کیا ہے (وحیدی)

۲۷۷۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ لَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَغْطَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلًا، فَأَخْبِرَ عُمَرَ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيعُهَا، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَتَّاعَهَا، فَقَالَ: ((لَا تَبْتَاعَهَا وَلَا تَرْجِعْ لِي صَدَقَتِكَ)).

(۲۷۷۵) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن قتان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک گھوڑا اللہ کے راستہ میں (جماد کرنے کے لئے) ایک آدمی کو دے دیا۔ یہ گھوڑا آنحضرت ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، اس لئے کہ آپ جماد میں کسی کو اس پر سوار کریں۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ جس شخص کو یہ گھوڑا ملا تھا، وہ اس گھوڑے کو بازار میں بیچ رہا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا وہ اسے خرید سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہر گز اسے نہ خرید۔ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لے۔

[راجع: ۱۴۸۹]

گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گھوڑا صدقہ دیا تھا مگر وقف کا حکم بھی صدقہ پر قیاس کیا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وقف میں تو اصل جائداد روک لی جاتی ہے اور صدقہ میں اصل جائداد کی ملکیت منتقل کی جاتی ہے، اس لئے یہ قیاس صحیح نہیں۔ اب یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گھوڑا وقف کیا تھا، اس لئے صحیح نہیں ہو سکتا کہ اگر وقف کیا ہوتا تو وہ شخص جس کو گھوڑا ملا تھا، اس کو بیچنے کے لئے بازار میں کیونکر کھڑا کر سکتا۔

۳۲- بَابُ نَفَقَةِ الْقِيمِ لِلْوَقْفِ

باب وقف کی جائداد کا اہتمام کرنے والا اپنا خرچ اس میں سے لے سکتا ہے

۲۷۷۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَفْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ - بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي

(۲۷۷۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی میرے وارث ہیں، وہ روپیہ اشرفی اگر میں چھوڑ جاؤں تو وہ تقسیم نہ کریں، وہ میری بیویوں کا خرچ اور جائداد کا اہتمام کرنے والے کا

خرچ نکالنے کے بعد صدقہ ہے۔

وَمُؤَوَّنةٌ عَامِلِي - فَهِيَ صَدَقَةٌ))۔

[طرفاء فی : ۳۰۹۶، ۶۷۲۹]۔

معلوم ہوا کہ جو کوئی وقفی جائداد کا انتظام کرے، اس کا وہ متولی ہو وہ اپنی محنت کا واجبی معاوضہ جائداد میں سے دلانے کا مستحق ہو

گا۔ (وحیدی)

(۲۷۷۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقف میں یہ شرط لگائی تھی کہ اس کا متولی اس میں سے کھا سکتا ہے اور اپنے دوست کو کھلا سکتا ہے پر وہ دولت نہ جوڑے۔

۲۷۷۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ عُمَرَ اشْتَرَطَ لِي وَفْقِهِ أَنْ يَأْكُلَ مَنْ وَلِيَهُ وَيُؤْكَلَ صَدِيقُهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا)). [راجع: ۲۳۱۳]

باب کسی نے کوئی کنواں وقف کیا اور اپنے لئے بھی اس میں سے عام مسلمانوں کی طرح پانی لینے کی شرط لگائی یا زمین وقف کی اور دوسروں کی طرح خود بھی اس سے فائدہ لینے

۳۳- بَابُ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا أَوْ بَنَى اشْتَرَطَ لِنَفْسِهِ مِثْلَ دَلَاءِ الْمُسْلِمِينَ

کی شرط کر لی تو یہ بھی درست ہے

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک گھر وقف کیا تھا (مدینہ میں) جب کبھی مدینہ آتے، اس گھر میں قیام کیا کرتے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھروں کو وقف کر دیا تھا اور اپنی ایک مطلقہ لڑکی سے فرمایا تھا کہ وہ اس میں قیام کریں لیکن اس گھر کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ اس میں کوئی دوسرا نقصان کرے اور جو خاوند والی بیٹی ہوتی اس کو وہاں رہنے کا حق نہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (وقف کردہ) گھر میں رہنے کا حصہ اپنی محتاج اولاد کو دے دیا تھا۔

وَأَوْقَفَ أَنَسٌ دَارًا، فَكَانَ إِذَا قَدِمَ نَزَلَهَا. وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِذَوْرِهِ وَقَالَ لِلْمَرْدُودَةِ مِنْ بَنَاتِهِ: أَنْ تَسْكُنَ. غَيْرَ مُضْبِرَّةٍ وَلَا مُضْبِرٍّ بِهَا، فَإِنْ اسْتَفْتَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ. وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيبَهُ مِنْ دَارِ عُمَرَ سَكْنَى لِدَوِي الْحَاجَةِ مِنْ آلِ عَبْدِ اللَّهِ.

(۲۷۷۸) عبدان نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں ابو اہناق نے، انہیں ابو عبد الرحمن نے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاصرے میں لئے گئے تو (اپنے گھر کے) اوپر چڑھ کر آپ نے باغیوں سے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اور صرف نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۲۷۷۸- وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ: ((أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَيْثُ حُوصِرَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ: أَنْشُدْكُمْ اللَّهَ، وَلَا أَنْشُدُ إِلَّا أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ)). أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

جو شخص بڑرومہ کو کھودے گا اور اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا تو اسے جنت کی بشارت ہے تو میں نے ہی اس کنویں کو کھودا تھا۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ آنحضرتؐ نے جب فرمایا تھا کہ جیش عسرت (غزوہ تبوک پر جانے والے لشکر) کو جو شخص ساز و سامان سے لیس کر دے گا تو اسے جنت کی بشارت ہے تو میں نے ہی اسے مسلح کیا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ کی ان باتوں کی سب نے تصدیق کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے وقف کے متعلق فرمایا تھا کہ اس کا منتظم اگر اس میں سے کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ منتظم خود واقف بھی ہو سکتا ہے اور کبھی دوسرے بھی ہو سکتے ہیں اور ہر ایک کے لئے یہ جائز ہے۔

﴿مَنْ حَفَرَ رُومَةً فَلَهُ الْجَنَّةُ﴾،
﴿فَحَفَرْتُهَا؟ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ قَالَ: (مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ)﴾،
﴿فَجَهَّزْتُهُ؟ قَالَ: لَفَصَدَّقُوهُ بِمَا قَالَ. وَقَالَ غَمْرٌ لِي وَفِيهِ: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ، وَلَقَدْ يَلْبِسُهُ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ، فَهُوَ وَاسِعٌ لِكُلِّ﴾.

یعنی کسی نے اپنے وقف سے خود بھی فائدہ اٹھانے کی شرط لگائی تو اس میں کوئی ہرج نہیں۔ ابن بطلان نے کہا کہ اس مسئلے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ اگر کسی نے کوئی چیز وقف کرتے ہوئے اس کے منافع سے خود یا اپنے رشتہ داروں کے نفع (اٹھانے) کی بھی شرط لگائی تو جائز ہے مثلاً کسی نے کوئی کنواں وقف کیا اور شرط لگائی کہ عام مسلمانوں کی طرح میں بھی اس میں سے پانی پیا کروں گا تو وہ پانی بھی لے سکتا ہے اور اس کی یہ شرط جائز ہوگی۔

حضرت زبیر بن عوام کے اثر کو داری نے اپنی مسند میں وصل کیا ہے۔ آپ خاوند والی بیٹی کو اس میں رہنے کی اس لئے اجازت نہ دیتے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہ سکتی ہے یہ اثر ترجمہ باب سے اس طرح مطابق ہوتا ہے کہ کوئی بیٹی ان کی کنواری بھی ہوگی اور صحبت سے پہلے اس کو طلاق دی گئی ہوگی تو اس کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے اس کا رہنا گویا خود باپ کا وہاں رہنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اثر کو ابن سعد نے وصل کیا ہے، یہ وہ گھر تھا جس کو عمرؓ نے وقف کر گئے تھے تو اثر ترجمہ باب کے مطابق ہو گیا۔ عبدان امام بخاریؒ کے شیخ تھے تو یہ تعلیق نہ ہوگی اور دار قطنی اور اسماعیلؒ نے اس کو وصل بھی کیا ہے۔ دوسری روایتوں میں یوں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ کنواں خرید کر کے وقف کیا تھا، کھدوانا مذکور نہیں ہے لیکن شاید حضرت عثمانؓ نے اس کو کچھ وسیع کرنے کے لئے کھدوایا بھی ہو۔ یہ روایت لا کر امام بخاریؒ نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس کو ترمذی نے نکالا۔ اس میں یوں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی رومہ کا کنواں خرید لے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اپنا ڈول بھی اس میں ڈالے اس کو بہشت میں اس سے بھی عمدہ کنواں ملے گا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ کنواں بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ مذکور جیش عسرت یعنی تنقی کا لشکر جس سے مراد وہ لشکر ہے جو جنگ تبوک میں آپؐ کے ساتھ گیا تھا، اس جنگ کا سامان مسلمانوں کے پاس بالکل نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر سب سامان اپنی ذات سے فراہم کر دیا جس پر آنحضرتؐ نے بہت ہی زیادہ اظہار مسرت فرماتے ہوئے حضرت عثمانؓ کے لئے زندہ جنتی ہونے کی بشارت پیش فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے جب اپنی آزمائش کے دنوں میں صحابہ کرام کو اس طرح مخاطب فرمایا جو اثر میں مذکور ہے تو بیشتر صحابہ نے آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی جن میں حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ پیش پیش تھے۔ اس حدیث کے ذیل میں حضرت عثمانؓ کے مناقب سے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے کئی ایک احادیث کو نقل کیا ہے الاحتیاج الی ذلک لدفع مضرة او تحصل منفعة وانما یکرہ ذلک عند المفارقة

والکافرة والعجب (فتح) یعنی اس سے اس امر کا جواز ثابت ہوا کہ کسی نقصان کو دفع کرنے یا کوئی نفع حاصل کرنے کے لئے آدمی خود اپنے مناقب بیان کر سکتا ہے، لیکن فخر اور خود پسندی کے طور پر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

باب اگر وقف کرنے والا یوں کہے کہ اس کی قیمت اللہ ہی سے لیں گے تو وقف درست ہو جائے گا

۳۴- بَابُ إِذَا قَالَ الْوَاقِفُ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ فَهُوَ جَائِزٌ

(۲۷۷۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے ابو التیاح نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا اے بنو نجار! تم اپنے باغ کی قیمت مجھ سے وصول کر لو تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں چاہتے۔

۲۷۷۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا بَنِي النَّجَّارِ فَاثْبُتُونِي بِحَائِطِكُمْ))، قَالُوا: لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ)). [راجع: ۲۳۴]

باب (سورۃ مائدہ میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

”مسلمانو! جب تم میں سے کوئی مرنے لگے تو آپس کی گواہی وصیت کے وقت تم میں سے۔ (یعنی مسلمانوں میں سے یا عزیزوں میں سے) دو معتبر شخصوں کی ہوتی چاہئے یا اگر تم سفر میں ہو اور وہاں تم موت کی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو غیر بنی یعنی کافرا یا جن سے قربت نہ ہو دو شخص سنی (میت کے وارث) ان دونوں گواہوں کو عصر کی نماز کے بعد تم روک لو اگر تم کو (ان کے سچے ہونے میں شبہ ہو) تو وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس گواہی کے عوض دنیا کمانا نہیں چاہتے گو جس کے لئے گواہی دیں وہ اپنا رشتہ دار ہو اور نہ ہم خدا واسطے گواہی چھپائیں گے، ایسا کریں تو ہم اللہ کے قصور وار ہیں، پھر اگر معلوم ہو واقعی یہ گواہ جھوٹے تھے تو دوسرے وہ دو گواہ کھڑے ہوں جو میت کے نزدیک کے رشتہ دار ہوں (یا جن کو میت کے دو نزدیک کے رشتہ داروں نے گواہی کے لائق سمجھا ہو) وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی ناحق بات نہیں کہی، ایسا کیا ہو تو بے شک ہم گنہگار ہوں گے۔ یہ تدبیر ایسی ہے جس سے ٹھیک ٹھیک گواہی دینے کی زیادہ امید پڑتی ہے یا اتنا تو ضرور ہو گا کہ وصی یا گواہوں کو ڈر رہے گا ایسا نہ ہو ان کے قسم

۳۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَتَمَّ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ، فَيَقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنْ اَرْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى، وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الْآلَمِينَ. فَإِنْ غَيَّرَ عَلَى أَنْهَمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوَّلَانِ فَيَقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا، إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ. ذَلِكَ أَذْنَى أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانُ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ، وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا، وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [المائدة:

کھانے کے بعد پھر وارثوں کو قسم دی جائے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کا حکم سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو (راہ پر) نہیں لگاتا۔“

(۲۷۸۰) حضرت امام بخاریؒ نے کہا ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے کہا ہم سے ابن ابی زائدہ نے انہوں نے محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے عبد الملک بن سعید بن جبیر سے انہوں نے اپنے باپ سے کہا ہم سے عبد اللہ بن عباسؓ سے انہوں نے کہا بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر کو نکلا وہ ایسے ملک میں جا کر مر گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ دونوں شخص اس کا متروک مال لیکر مدینہ واپس آئے۔ اسکے اسباب میں چاندی کا ایک گلاس گم تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو قسم کھانے کا حکم فرمایا (انہوں نے قسم کھائی) پھر ایسا ہوا کہ وہ گلاس مکہ میں ملا انہوں نے کہا ہم نے یہ گلاس تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس وقت میت کے دو عزیز (عمرو بن عاص اور مطلب کمرے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ ہماری گواہی تمیم اور عدی کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے یہ گلاس میت ہی کا ہے۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (جو اوپر گزری) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اشْهَدُوا بَيْنَكُمْ﴾ آخر آیت تک۔

باب میت پر جو قرضہ ہو وہ اس کا وصی ادا کر سکتا ہے گو

دوسرے وارث حاضر نہ ہوں

(۲۷۸۱) ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا یا فضل بن یعقوب نے محمد بن سابق سے (یہ شک خود حضرت امام بخاریؒ کو ہے) کہا ہم سے شیبان بن عبد الرحمن ابو معاویہ نے بیان کیا ان سے فراس بن یحییٰ نے بیان کیا ان سے شعبی نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ انصاریؒ نے بیان کیا کہ ان کے والد (عبد اللہؓ) احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اپنے پیچھے چھ لڑکیاں چھوڑی تھیں اور قرض بھی۔ جب کھجور کے پھل توڑنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی

۲۷۸۰- وَقَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ مَعَ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَاءٍ، فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضِ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِرَكْبِهِ فَقَدُوا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِنْ ذَهَبٍ، فَأَخْلَفَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ وَجَدَ الْجَامَ بِمَكَّةَ فَقَالُوا: ابْتِغَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَعَدِيِّ، فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَخَلَفَا: لَشَهَادَتِنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَإِنَّ الْجَامَ لِمَصْحَبِهِمَا، قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اشْهَدُوا بَيْنَكُمْ﴾.

۳۶- بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ ذِيُونِ

الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَخْضَرٍ مِنَ الْوَرَثَةِ

۲۷۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ - أَوْ الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْهُ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ: قَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ((أَنَّ أَبَاهُ اسْتَشْهَدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ذَيْنًا، فَلَمَّا خَضَرَ جَدَاذُ النَّخْلِ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

﴿قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ وَالِدِي اسْتَنْهَدَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا كَثِيرًا، وَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ يَرَاكَ الْفَرَمَاءُ. قَالَ: ((أَذْهَبْ فَيَبِيزْ كُلَّ تَمْرٍ عَلَى نَاحِيَةٍ)). فَفَعَلْتُ، ثُمَّ دَعَوْتُهُ، فَلَمَّا نَظَرُوا إِلَيْهِ أَغْرَوْا بَنِي بَلَكِ السَّاعَةِ، فَلَمَّا رَأَى مَا يَصْنَعُونَ طَافَ حَوْلَ أَغْظَمِهَا بَيْنَدْرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: ((اذْغُ أَصْحَابَكَ))، فَمَا زَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّى أَمَانَةَ وَالِدِي، وَأَنَا وَاللَّهِ رَاضٍ أَنْ يُؤَدِّيَ اللَّهُ أَمَانَةَ وَالِدِي وَلَا أَرْجِعُ إِلَى أَخَوَاتِي تَمْرَةً، فَسَلِمَ وَاللَّهُ الْبَيَادِرُ كُلُّهَا حَتَّى أَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ((أَغْرُوا بَنِي)) يَغْنِي هِيْجُوا بَنِي. ﴿فَاغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾. [راجع: ۲۱۲۷]

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو یہ معلوم ہی ہے کہ میرے والد ماجد احد کی لڑائی میں شہید ہو چکے ہیں اور بہت زیادہ قرض چھوڑ گئے ہیں، میں چاہتا تھا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ لیں (تاکہ قرض میں کچھ رعایت کر دیں) لیکن وہ یہودی تھے اور وہ نہیں مانے، اسلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اور کھلیان میں ہر قسم کی کھجور الگ الگ کر لو جب میں نے ایسا ہی کر لیا تو آنحضرتؐ کو بلایا، قرض خواہوں نے آنحضرتؐ کو دیکھ کر اور زیادہ سختی شروع کر دی تھی۔ آنحضرتؐ نے جب یہ طرز عمل ملاحظہ فرمایا تو سب سے بڑے کھجور کے ڈھیر کے گرد آپؐ نے تین چکر لگائے اور وہیں بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ۔ آپؐ نے ناپ ناپ کر دینا شروع کیا اور واللہ میرے والد کی تمام امانت ادا کر دی، اللہ گواہ ہے کہ میں اتنے پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا تمام قرض ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کیلئے ایک کھجور بھی اس میں سے نہ لے جاؤں لیکن ہوا یہ کہ ڈھیر کے ڈھیر بچ رہے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جس ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے اس میں سے تو ایک کھجور بھی نہیں دی گئی تھی۔ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ نے کہا کہ اغروابی (حدیث میں الفاظ) کے معنی ہیں کہ مجھ پر بھڑکنے اور سختی کرنے لگے۔ اسی معنی میں قرآن مجید کی آیت ﴿فَاغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ میں فاغرینا

ہے۔

تشریح آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان عداوت اور بغض کو بھڑکا دیا۔ حدیث کا لفظ اغروابی 'اغرینا بنی' کے معنی میں ہے۔ جابرؓ تو آنحضرتؐ کو اس لئے لے گئے تھے کہ آپؐ کو دیکھ کر قرض خواہ نرمی کریں گے مگر ہوا کہ وہ قرض خواہ اور زیادہ پیچھے پڑ گئے کہ ہمارا سب قرض ادا کرو۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ جب آنحضرتؐ جابرؓ کے پاس تشریف لائے ہیں تو اگر جابرؓ سے کل قرضہ ادا نہ ہو سکے گا تو آنحضرتؐ ادا کر دیں گے یا ذمہ داری لے لیں گے۔ اس غلط خیال کی بنا پر انہوں نے قرض وصول کرنے کے سلسلے میں اور زیادہ سخت رویہ اختیار کیا جس پر آنحضرتؐ نے حضرت جابرؓ کے باغ میں دعا فرمائی اور جو بھی ظاہر ہوا وہ آپؐ کا کھلا معجزہ تھا۔ یہ حدیث اوپر کئی بار گزر چکی ہے اور حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ نے اس سے کئی آب مسائل کا استخراج فرمایا ہے۔ یہاں باب کا مطلب یوں نکلا کہ جابرؓ جو اپنے باپ کے وصی تھے، انہوں نے اپنے باپ کا قرض ادا کیا، اس وقت دوسرے وارث ان کی بہنیں موجود تھیں ان قرض خواہوں نے اپنا نقصان آپؐ کیا۔ آنحضرتؐ نے ان کو کئی بار سمجھایا کہ تم اپنے قرض کے بدلے یہ ساری کھجوریں لے لو، انہوں نے کھجوروں کو کم سمجھ کر قبول نہ کیا۔

الحمد للہ کہ کتاب الشروط ختم ہو کر آگے کتاب الجہاد شروع ہو رہی ہے۔ جس میں حضرت امام بخاریؒ نے مسئلہ جہاد کے اوپر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ اللہ پاک خیریت کے ساتھ کتاب الجہاد کو ختم کرائے۔ آمین والسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

۵۶- کتاب الجہاد والسیر

کتاب جہاد کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱- بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسَّيْرِ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَظَا عَلَيْهِمْ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ، وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ؟ فَاسْتَبْشِرُوا بَبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَتَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۱] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: الْخُدُودُ الطَّاعَةُ.

باب جہاد کی فضیلت اور رسول کریم ﷺ کے حالات کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کے مال اس بدلے میں خرید لئے ہیں کہ انہیں جنت ملے گی“ وہ مسلمان اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح (محارب کفار کو) یہ مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ (کہ مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کے نتیجے میں جنت ملے گی) سچا ہے، تورات میں، انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ پس خوش ہو جاؤ تم اپنے اس سودا کی وجہ سے جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے، آخر آیت ﴿وبشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی حدوں سے مراد اس کے احکام کی اطاعت ہے۔

انجیل میں جہاد کا حکم نہیں ہے مگر انجیل میں توراۃ کا صحیح اور سچی کتاب ہونا مذکور ہے تو توراۃ کے سب احکام گویا انجیل میں بھی موجود ہیں۔ آیت مذکورہ میں آگے ﴿وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳) کے الفاظ بھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر امام بخاریؒ نے نقل کر دی ہے، اس کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں نکالا ہے، آیت کا شان نزول لیلۃ العقبہ میں انصار کے بیعت کرنے سے متعلق ہے اور حکم قیامت تک کے لئے عام ہے۔ اس بیعت کے وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ! آپ

اپنے رب کے لئے اور اپنی ذات کے لئے ہم سے جو چاہیں عہد لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے لئے عہد لیتا ہوں کہ صرف اسی ایک کی عہدت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور اپنے لئے یہ کہ نفع و نقصان میں اپنے نفسوں کے ساتھ مجھ کو شریک کر لو، انہوں نے کہا کہ اس کا بدلہ ہم کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جنت ملے گی، اس پر وہ بولے کہ یہ تو بہت ہی نفع بخش سودا ہے (فتح الباری)

(۲۷۸۲) ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن سابق نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک بن مغول نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ولید بن عمر ازہری سے سنا، ان سے سعید بن ایاس ابو عمرو شیبانی نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ دین کے کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر میں نے آپ سے زیادہ سوالات نہیں کئے، ورنہ آپ اسی طرح ان کے جوابات عنایت فرماتے۔

۲۷۸۲- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَوَّلِيَّةَ بْنَ الْعِزَّارِ ذَكَرَ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلَى مِيقَاتِهَا)). قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ بُرُّ الْوَالِدَيْنِ)). قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). فَتَسَكَّتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَوْ اسْتَزِدُّهُ لَوَافِدِي)).

[راجع: ۵۲۷]

(۲۷۸۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے منصور بن معتمر نے بیان کیا مجاہد سے، انہوں نے طاؤس سے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد اب ہجرت (فرض) نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت بخیر کرنا اب بھی باقی ہیں اور جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔

۲۷۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا اسْتَفْرَغْتُمْ فَاغْفِرُوا)).

[راجع: ۱۳۴۹]

یعنی اب فتح مکہ ہونے کے بعد وہ خود دار الاسلام ہو گیا، اس لئے یہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہجرت کا سلسلہ سرے سے ختم ہو گیا ہے جہاں تک ہجرت کا عام تعلق ہے یعنی دنیا کے کسی بھی دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت، تو اس کا حکم اب بھی باقی ہے مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

یعنی قیامت تک جہاد فرض رہے گا، دوسری حدیث میں ہے کہ جب سے مجھ کو اللہ نے بھیجا قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اخیر میں میری امت دجال سے مقابلہ کرے گی۔ جہاد اسلام کا ایک رکن اعظم ہے اور فرض کفایہ ہے لیکن جب ایک جگہ ایک

ملک کے مسلمان کافروں کے مقابلہ سے عاجز ہو جائیں تو ان کے پاس والوں پر، اس طرح تمام دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اس کے ترک سے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھ آئیں تو ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں پر بھی۔ ہمارے زمانہ میں چند دنیا دار خوشامد خورے جموٹے و عطاہر مولویوں نے کافروں کی خاطر سے عام مسلمانوں کو بگا دیا ہے کہ اب جہاد فرض نہیں رہا، ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور توبہ کرنا بھی ضروری ہے، جہاد کی فرضیت قیامت تک باقی رہے گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک امام عادل سے پہلے بیعت کی جائے اور (محارب) کافروں کو حسبِ وعدہ نوٹس دیا جائے اگر وہ اسلام یا جزیہ قبول نہ کریں، اس وقت اللہ پر بھروسہ کر کے ان سے جنگ کی جائے اور فتنہ اور فساد اور عورتوں اور بچوں کی خونریزی کسی شریعت میں جائز نہیں ہے (وحیدی)

لفظ جہاد کی تشریح میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، 'والجہاد بکسر الجیم اصله لغة المشقة يقال جهدت جهادا بلغة المشقة وشرعا بذل الجهد فی قتال الکفار ویطلق ایضا علی مجاہدة النفس والشیطان والفساق فاما مجاہدة النفس فعلى تعلم امور الدین ثم علی العمل بها علی تعلیمها واما مجاہدة الشیطان فعلى دفع ما یتانی من الشهوات وما یزینہ من الشهوات واما مجاہدة الکفار فتقع فبالید والمال واللسان والقلب واما مجاہدة الفساق فبالید ثم اللسان ثم القلب (فتح الباری) یعنی لفظ جہاد جیم کے کسر کے ساتھ لغت میں مشقت پر بولا جاتا ہے اور شریعت میں (محارب) کافروں سے لڑنے پر اور یہ لفظ نفس اور شیطان اور فساق کے مجاہدات پر بھی بولا جاتا ہے پس نفس کے ساتھ جہاد دینی علوم کا حاصل کرنا، پھر ان پر عمل کرنا اور دوسروں کو انہیں سکھانا ہے اور شیطان کے ساتھ جہاد یہ کہ اس کے لائے ہوئے شہوات کو دفع کیا جائے اور ان کو جو وہ شہوات کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، ان سب کو دفع کرنا شیطان کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور محارب کافروں سے جہاد ہاتھ اور مال اور زبان اور دل کے ساتھ ہوتا ہے اور فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ جہاد یہ کہ پچھتے سے ان کو افعال بد سے روکا جائے پھر زبان سے، پھر دل سے۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ مجاہد جب جہاد کے لئے نکلتا ہے تو اس کا سونا، بیٹھنا، چلنا، گھوڑے کا دانہ پانی کرنا، سب عبادت ہی عبادت ہوتا ہے تو جہاد کے برابر دوسری کون عبادت ہو سکتی ہے البتہ کوئی برابر عبادت میں مصروف رہے ذرا دم نہ لے تو شاید جہاد کے برابر ہو مگر ایسا کس سے ہو سکتا ہے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر الہی جہاد سے بھی افضل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ایام عشر میں عبادت کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، ان حدیثوں میں تقاض نہیں ہے بلکہ سب اپنے محل اور موقع پر دوسرے تمام اعمال سے افضل ہیں مثلاً جب کافروں کا زور بڑھ رہا ہو تو جہاد سب عملوں سے افضل ہو گا اور جب جہاد کی ضرورت نہ ہو تو ذکر الہی سب سے افضل ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا رجعتنا من الجہاد الا صغر الی الجہاد الا کبیر یعنی نفس کشی اور ریاضت کو آپ نے بڑا جہاد فرمایا (وحیدی)

۲۷۸۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَمْ لَا نُجَاهِدُ، قَالَ: ((لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجُّ مَبْرُورٍ)).

(۲۷۸۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حبیب بن ابی عمرو نے بیان کیا عائشہ بنت طلحہ سے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین) نے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد افضل اعمال میں سے ہے پھر ہم (عورتیں) بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ نے فرمایا لیکن سب سے افضل جہاد مقبول حج ہے جس میں گناہ نہ ہوں۔

[راجع: ۱۵۲۰]

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، باب کا مطلب اس حدیث سے یوں نکلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جہاد کو سب سے افضل کہا اور

آنحضرت ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

۲۷۸۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حَصِينٍ أَنَّ ذُكْوَانَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: ((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يَغْدِلُ الْجِهَادَ. قَالَ: ((لَا أَجِدُهُ)). قَالَ: هَلْ تَسْتَطِيعُ إِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَقُومَ، وَتَصُومَ وَلَا تُفْطِرَ؟)) قَالَ: وَمَنْ يَسْتَطِيعُ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيْسَتْ فِي طَوْلِهِ، فَيَكْتَسِبُ لَهُ حَسَنَاتٌ)).

[راجع: ۱۵۲۰]

۲- بَابُ أَفْضَلِ النَّاسِ مُؤْمِنٍ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيَكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ؟ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ، ذَلِكَُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ، ذَلِكََ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ [الصف: ۱۰]۔

۲۷۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ

(۲۷۸۵) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عفان بن مسلم نے خبر دی، کہا ہم سے ہمام نے، کہا ہم سے محمد بن جوادہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے ابو حصین نے خبر دی، ان سے ذکوان نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (نام نامعلوم) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ایسا کوئی عمل میں نہیں پاتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم اتنا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد (جہاد کے لئے) نکلے تو تم اپنی مسجد میں آکر برابر نماز پڑھنی شروع کر دو اور (نماز پڑھتے رہو اور درمیان میں) کوئی سستی اور کالی تمہیں محسوس نہ ہو، اسی طرح روزے رکھنے لگو اور (کوئی دن) بغیر روزے کے نہ گزرے۔ ان صاحب نے عرض کیا بھلا ایسا کون کر سکتا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجاہد کا گھوڑا جب رسی میں بندھا ہوا زمین (پر پاؤں) مارتا ہے تو اس پر بھی اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

باب سب لوگوں میں افضل وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں

اپنی جان اور مال سے جہاد کرے

اور اللہ نے (سورہ صف میں) فرمایا کہ ”اے ایمان والو! کیا میں تم کو بتاؤں ایک ایسی تجارت جو تم کو نجات دلائے دکھ دینے والے عذاب سے، وہ یہ کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھو، اگر تم نے یہ کام انجام دیئے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا تمہارے گناہ اور داخل کرے گا تم کو ایسے باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور بہترین مکانات تم کو عطا کئے جائیں گے، جنات عدن میں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے“

(۲۷۸۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عطاء

بن یزید لیشی نے کہا اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہؓ نے پوچھا اور اس کے بعد کون؟ فرمایا وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہتا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔

اللَّيْثِيُّ أَنْ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ)). قَالُوا: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((مُؤْمِنٌ فِي شَيْبٍ مِنَ الشَّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ وَيَذْغُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ)). [طرفہ فی: ۶۴۹۴].

نتیجہ جب آدمی لوگوں میں رہتا ہے تو ضرور کسی نہ کسی کی غیبت کرتا ہے یا غیبت سنتا ہے یا کسی پر غصہ کرتا ہے، اس کو ایذا دیتا ہے۔ تمنا کی اور عزت میں اس کے شر سے سب لوگ بچے رہتے ہیں۔ اس حدیث سے اس نے دلیل لی جو عزت اور گوشہ نشینی کو اختلاط سے بہتر جانتا ہے۔ جمہور کا مذہب ہے کہ اختلاط افضل ہے اور حق یہ ہے کہ یہ مختلف ہے باختلاف اشخاص اور احوال اور زمانہ اور موقع کے۔ جس شخص سے مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی فائدے پہنچتے ہوں اور وہ لوگوں کی برائیوں پر صبر کر سکے، اس کیلئے اختلاط افضل ہے اور جس شخص سے اختلاط سے گناہ سرزد ہوتے ہوں اور اس کی صحبت سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو، اس کیلئے عزت افضل ہے۔ اوپر حدیث میں ای الناس افضل کونسا آدمی بہتر ہے جواب میں جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا حقیقت میں ایسا مسلمان دوسرے سب مسلمانوں سے افضل ہو گا کیونکہ جان اور مال دنیا کی سب چیزوں میں آدمی کو بہت محبوب ہیں تو ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا سب سے بڑھ کر ہو گا بعضوں نے کہا لوگوں سے عام مسلمان مراد ہیں ورنہ علماء اور صدیقین مجاہدین سے بھی افضل ہیں۔ میں (مولانا وحید الزمان مرحوم) کہتا ہوں کفار اور طہرین اور مخالفین دین سے بحث مباحثہ کرنا اور ان کے اعتراضات کا جو وہ اسلام پر کریں، جواب دینا اور ایسی کتابوں کا چھاپنا اور چھپوانا یہ بھی جہاد ہے (وحیدی) اس نازک دور میں جبکہ عام لوگ قرآن و حدیث سے بے رغبتی کر رہے ہیں اور دن بدن جہالت و ضلالت کے غار میں گرتے چلے جا رہے ہیں، بخاری شریف جیسی اہم پاکیزہ کتاب کا با ترجمہ و تشریح شائع کرنا بھی جہاد سے کم نہیں ہے اور میں اپنے انشراح صدر کے مطابق یہ کہنے کیلئے تیار ہوں کہ جو حضرات اس کار خیر میں حصہ لے کر اسکی تکمیل کا شرف حاصل کرنے والے ہیں یقیناً وہ اللہ کے دفتر میں اپنے مالوں سے مجاہدین فی سبیل اللہ کے دفتر میں لکھے جا رہے ہیں (راز)

(۲۷۸۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ فرما رہے تھے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال --- اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کیلئے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ --- اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے

۲۷۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - وَاللَّهُ أَكْثَرُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ - كَمَثَلِ الصَّائِمِ اللَّائِمِ. وَتَوَكَّلَ اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِهِ بَأَن يَتَوَفَّاهُ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ

یُوجِبُهُ سَالِمًا مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ)). والے کیلئے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو

اسے بے حساب و کتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ و سلامت [راجع: ۳۶]

(گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔

یعنی نیت کا حال خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ مخلص ہے یا نہیں، اگر مخلص ہے تو وہ مجاہد ہو گا ورنہ کوئی دنیا کے مال و جاہ اور ناموری کے لئے لڑے وہ مجاہد فی سبیل اللہ نہیں ہے۔ مثال میں نماز پڑھنے سے نماز نفل اسی طرح روزہ رکھنے سے نفل روزہ مراد ہے کہ کوئی فicus دن بھر نفل روزے رکھتا ہو اور رات بھر نفل نماز پڑھتا ہو، مجاہد کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

۳- بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ باب جہاد اور شہادت کے لئے مرد اور عورت

دونوں کا دعا کرنا

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اپنے رسول کے شہر (مدینہ طیبہ) میں شہادت کی موت عطا فرماؤ۔

(۸۹، ۲۷۸۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا امام مالک سے، انہوں نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ ام حرام کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس کی خالہ تھیں جو عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں) ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں، اس عرصے میں آپ سو گئے، جب بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لئے دریا کے بچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں یہ شک اسحاق راوی کو تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی پھر آپ اپنا سر رکھ کر سو گئے، اس مرتبہ بھی آپ جب بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ

لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

وَقَالَ عُمَرُ: ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي بَلَدِ رَسُولِكَ.

۲۷۸۸، ۲۷۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامِ بِنْتِ مِلْحَانَ قُطْعِمَةً وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأُطْعِمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَقْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يَضْحَكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي غَرَضُوا عَلَيَّ غُرَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَرَكِبُونَ نَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَمِيرَةِ- أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَمِيرَةِ))، شَكَ إِسْحَاقُ - قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذْ غُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ

ہنس رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لئے جا رہے ہیں پہلے کی طرح، اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ سے میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تو سب سے پہلی فوج میں شامل ہوگی (جو بحری راستے سے جہاد کرے گی) چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرا دیا اور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہو گئی۔

يَضْحَكُ. فَقُلْتُ: وَمَا يَضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي غَرَضُوا عَلَيَّ غَزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ - كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ)) - فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اذْغُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: ((أَنْتَ مِنَ الْأَوَّلِينَ)). فَرَكِبْتُ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَصَرَعَتْ عَنْ ذَاتِهَا حِينَ خَرَجْتُ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكْتُ)).

[أطرافه في: ٢٧٩٩، ٢٨٧٧، ٢٨٩٤، ٢٢٨٢،

[٧٠٠١]. [أطرافه في: ٢٨٧٨، ٢٨٠٠، ٢٨٩٥،

٢٩٢٤، ٦٢٨٣، ٧٠٠٢].

تشیخ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مصر کے گورنر تھے اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا، جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے روم پر لشکر کشی کی اجازت مانگی اور اجازت مل جانے پر مسلمانوں کا سب سے پہلا بحری بیڑا تیار ہوا جس نے روم کے خلاف جنگ کی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر کے ساتھ اس لڑائی میں شریک تھیں اور اس طرح آنحضرتؐ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ میں شریک ہو کر شہید ہوئیں۔ فرضی اللہ عنہا۔ شہادت کا وقوع اس وقت ہوا جب مسلمان جہاز سے لوٹ کر آ رہے تھے، گو ام حرام خود نہیں لڑیں مگر اللہ کی راہ میں نکلی اور نص قرآن و حدیث کی رو سے جو کوئی جہاد کے لئے نکلے اور راہ میں اپنی موت سے مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ پس ام حرام کو شہادت نصیب ہوئی اور اس طرح دعائے نبوی کا ظہور ہوا۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپؐ کی دودھ کی خالہ ہوتی ہیں، اسی لئے آپؐ ان کے ہاں آیا جایا کرتے تھے، وہ بھی آپؐ کے لئے ماں سے بھی زیادہ شفیق تھیں، (رضی اللہ عنہا) روایت سے عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا ثابت ہوا۔ حضرت امام بخاریؒ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے مرد یہ دعا کر سکتا ہے یا اللہ مجھ کو تو مجاہدین میں کر، مجھ کو شہادت نصیب کر، ایسے ہی عورت بھی یہ دعا کر سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانوں میں بھی عورتیں مجاہدین کے ہمراہ رہی ہیں۔ ان کے کھانے پینے، زخم پٹی کرنے کی خدمات عورتوں نے انجام دی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ مدینہ میں ابو لؤلؤ مجوسی کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے (رضی اللہ عنہ وارضاه)

۴- بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

سبیل کا لفظ عربی زبان میں ہذا سبیلی و ہذا سبیلی مذکر اور مؤنث

دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

سَبِيلِ اللَّهِ

يُقَالُ هَذِهِ سَبِيلِي، وَهَذَا سَبِيلِي

تشیخ چونکہ حدیث میں فی سبیل اللہ کا لفظ آیا تھا تو امام بخاریؒ نے اس مناسبت سے سبیل کی تحقیق بیان کر دی کہ یہ لفظ عربی زبان میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح بولا جاتا ہے ہذا سبیلی اور ہذا سبیلی دونوں طرح کہتے ہیں بعض نسخوں میں اس کے بعد اتنی عبارت اور ہے وقال ابو عبد اللہ عزى واحداها عازى درجات لهم درجات ليعنى سورة آل عمران ركوع ١٢ میں جو غزی کا لفظ آیا

ہے تو غزوی غازی کی جمع ہے اور ہم درجات کا معنی لہم درجات ہے یعنی ان کے لئے درجے ہیں (وحیدی)

(۲۷۹۰) ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ بڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں یوں کہا کہ اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ محمد بن فلح نے اپنے والد سے وفوقہ عرش الرحمن ہی کی روایت کی ہے۔

۲۷۹۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا فَلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، جَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وَلَدَ فِيهَا)). فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا تُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَسَأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ - أَرَأَاهُ: وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ - وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ: ((وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ)).

[طرفہ فی: ۷۴۲۳]

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو جہاد نصیب نہ ہو لیکن دوسرے فرائض ادا کرتا ہے اور اسی حال میں مرجائے تو آخرت میں اس کو بہشت ملے گی گو اس کا درجہ مجاہدین سے کم ہو گا۔ محمد بن فلح کے روایت کردہ اضافہ میں شک نہیں ہے جیسے یحییٰ بن سلیمان کی روایت میں ادراہ النج وارد ہے کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہا بہشت کی نہروں سے وہ چار نہریں پانی اور دودھ اور شہد اور شراب کی مراد ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔

(۲۷۹۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے، کہا ہم سے ابو رجاء نے، ان سے سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے رات میں دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے پھر وہ مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھے اور اس کے بعد مجھے ایک ایسے مکان میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بڑا پاکیزہ تھا، ایسا

۲۷۹۱- حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتِيَانِي فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، لَمْ أَرُ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا،

قَالَ أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشَّهَادَةِ)).
[راجع: ۸۴۵]
خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہیدوں کا ہے۔

مفصل طور پر یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ دو شخصوں سے مراد حضرت جبرائیل و میکائیل ہیں جو پہلے آپ کو بیت المقدس لے گئے تھے، بعد میں آسمانوں کی سیر کرائی اور جنت و دوزخ کے بہت سے مناظر آپ کو دکھائے۔ جسمانی معراج کا واقعہ الگ ہے جو بالکل حق اور حقیقت ہے۔

باب اللہ کے راستے میں صبح و شام چلنے کی اور جنت میں ایک کمان برابر جگہ کی فضیلت

(۲۷۹۲) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے (فضل جماد میں) بیان کیا، کہا ہم سے حمید طویل نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

(۲۷۹۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن قلیح نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ہلال بن علی سے، ان سے عبد الرحمن بن ابی نمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک (کمان) ہاتھ جگہ دنیا کی ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے اور آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام چلنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

(۲۷۹۴) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا انہوں نے ابو حازم سے اور ان سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح و شام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔

۵- بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَقَابُ قَوْسٍ أَحَدُكُمْ فِي الْجَنَّةِ ۲۷۹۲- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وَهَبٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((لِغَدْوَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٍ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [طرفاه فی: ۲۷۹۶، ۶۵۶۸].

۲۷۹۳- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَلِيحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ. وَقَالَ: لَغَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ)). [طرفہ فی: ۳۲۵۳].

۲۷۹۴- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [أطرافہ فی: ۲۸۹۲، ۳۲۵۰، ۶۴۱۵].

جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل میں بہت سی آیات قرآنی اور احادیث نبوی وارد ہوئی ہیں ان ہی میں سے یہ احادیث بھی ہیں جو فضائل جہاد کو واضح لفظوں میں ظاہر کر رہی ہیں۔ قرون اوٹی کے مسلمانوں کی زندگی شاہد ہے کہ انہوں نے اسلام کو اور اس کے مقاصد عالیہ کو کما حقہ سمجھا تھا اور وہ اسی بنا پر سر پر کفن باندھے ہوئے پوری دنیا میں سرگرداں اور کوشاں ہوئے اور ایک ایسی تاریخ بنا گئے جو قیامت تک آنے والے اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

۶- بَابُ الْخُورِ الْعَيْنِ وَصِفَتِهِنَّ
يَحَارُ فِيهَا الظَّرْفُ شَدِيدَةً سِوَادِ الْعَيْنِ،
شَدِيدَةً بَيَاضِ الْعَيْنِ. وَزَوْجَانَهُمْ:
أَنكَحْنَاهُمْ.

باب بڑی آنکھ والی حوروں کا بیان، ان کی صفات جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی

جن کی آنکھوں کی پتلی خوب سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی اور (سورہ دخان میں) زوجناہم کے معنی انکحناہم کے ہیں۔

۲۷۹۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ يَسْرُهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَأَنْ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، إِلَّا الشَّهِيدَ لَمَّا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّهُ يَسْرُهُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيَقْتَلَ مَرَّةً أُخْرَى)). [طرفہ فی: ۲۸۱۷].

۲۷۹۶- قَالَ: وَسَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((لَوْ وَحَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ عَذْوَةً خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابَ قَوْسٍ أَحَدَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ أَوْ مَوْضِعُ قَيْدٍ - يَعْنِي سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لِأَضَاءَتِ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَّتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)).

۲۷۹۷- ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بھی اللہ کا بندہ جو مرجائے اور اللہ کے پاس اس کی کچھ بھی نیکی جمع ہو وہ پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا گو اس کو ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ مل جائے مگر شہید پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے کہ جب وہ (اللہ تعالیٰ کے) یہاں شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا تو چاہے گا کہ دنیا میں دوبارہ آئے اور پھر قتل ہو (اللہ تعالیٰ کے راستے میں)

۲۷۹۶) اور میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام بھی گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے اور کسی کے لئے جنت میں ہاتھ جگہ بھی یا (راوی کو شبہ ہے) ایک قید جگہ، قید سے مراد کوڑا ہے، دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک بھی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں۔ اس کے سر کا دوپٹہ بھی دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

بعض لمہرین بے دین حوروں کے نور اور خوشبو پر استبعاد پیش کرتے ہیں، ان کا جواب یہ ہے کہ محبت کا قیاس دنیا پر نہیں ہو سکتا نہ محبت کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح ہے۔ بہت سی چیزیں ہم دنیا میں دیکھ نہیں سکتے مگر آخرت میں ان کو دیکھیں گے، دوزخ کا پلکے سے ہلکا عذاب آدمی کبھی نہیں اٹھا سکتا پر آخرت میں آدمی کو ایسی طاقت دی جائے گی کہ وہ دوزخ کے عذابوں کا تحمل کرے گا اور پھر زندہ رہے گا۔ الغرض اخروی امور کو دنیاوی حالات پر قیاس کرنے والے خود فہم و فراست سے محروم ہیں۔

باب شہادت کی آرزو کرنا

۷۔ بَابُ تَمَنِّيِ الشَّهَادَةِ

(۲۷۹۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سعید بن مسیب نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپؐ فرما رہے تھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جملہ کے لئے نکل جاؤں اور مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں غزوہ کے لئے جا رہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں۔

۲۷۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ لَا أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْذُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أَقْتُلُ)).

[راجع: ۳۶]

معلوم ہوا کہ شہادت کی آرزو کرنا اس نیت سے ہے کہ اس سے شہر اسلام کی آبادی ہوگی اور آخرت میں بلند درجات حاصل ہوں گے۔ یہ جائز بلکہ سنت ہے اور ضروری ہے۔

(۲۷۹۸) ہم سے یوسف بن یعقوب صفار نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن علیہ نے، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا فوج کا جھنڈا اب زید نے اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لے لیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے اور اب کسی ہدایت کا انتظار کئے بغیر خالد بن ولید نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ان کے ہاتھ پر اسلامی لشکر کو فتح ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا

۲۷۹۸- حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَمِيدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ امْرَأَةٍ فَفُتِحَ لَهُ)). وَقَالَ:

اور ہمیں کوئی اس کی خوشی بھی نہیں تھی کہ یہ لوگ جو شہید ہو گئے ہیں ہمارے پاس زندہ رہتے کیونکہ وہ بہت عیش و آرام میں چلے گئے ہیں۔ ایوب نے بیان کیا آپ نے یہ فرمایا کہ انہیں کوئی اس کی خوشی بھی نہیں تھی کہ ہمارے ساتھ زندہ رہتے، اس وقت آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

ہوایہ تھا کہ ۸ھ میں آپؐ نے غزوہ موتہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ زید بن حارثہ کو اس کا سردار مقرر کیا، فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر کو سردار بنانا، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو۔ اتفاق سے یکے بعد دیگرے یہ تینوں سردار شہید ہو گئے اور خالد بن ولید نے آخر میں افسری جعزا اٹھالیا تاکہ مسلمان بہت نہ ہاریں کیونکہ لڑائی سخت ہو رہی تھی۔ گوان کے لئے آنحضرتؐ نے کچھ نہیں فرمایا تھا۔ آپؐ کافروں سے یہاں تک لڑے کہ اللہ نے آپؐ کے ذریعہ اسلام کے لشکر کو فتح نصیب فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے خوش ہو کر خالد کے حق میں فرمایا کہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ مزید تفصیلات جنگ موتہ کے ذکر میں آئیں گی۔

۸- بَابُ فَضْلِ مَنْ يُصْرَعُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

باب اگر کوئی شخص جہاد میں سواری سے گر کر مر جائے تو اس کا شمار بھی مجاہدین میں ہوگا، اس کی فضیلت

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی نیت کر کے نکلے اور پھر راستے ہی میں اس کی وفات ہو جائے تو اللہ پر اس کا اجر (ہجرت کا) واجب ہو گیا (آیت میں) وقوع کے معنی وجب کے ہیں۔

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ [النساء: ۱۰۰] وقع : وجب۔

کہتے ہیں ایک شخص ضررہ نامی جو مسلمان تھا، مکہ میں رہ گیا تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿الْم تَكُنْ اَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَهَاجِرًا﴾ یعنی ”کیا اللہ کی زمین فراخ نہیں ہے کہ تم اس میں ہجرت کر جاؤ“ یہ آیت سن کر انہوں نے بیماری میں مدینہ کا سفر شروع کر دیا مگر راستے ہی میں ان کو موت آگئی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جہاد بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص جہاد کو نکلے مگر راستے میں اپنی موت سے مر جائے تو اس کو بھی مجاہدین کا ثواب ملے گا اور وہ عند اللہ شہیدوں سے لکھا جائے گا۔ مشہور حدیث انما لكل امری ما نوى سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ہجرت اپنا دین ایمان بچانے کے لئے دارالحرب سے دارالاسلام میں چلے جانے کو کہتے ہیں اور یہ قیامت تک کے لئے باقی ہے۔

۲۷۹۹، ۲۸۰۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ: ((نَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَرَيْنَا مِنِّي، ثُمَّ

۲۷۹۹، ۲۸۰۰) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپؐ بیدار ہوئے تو

اسْتَقِظَ يَبَسْمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: ((أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي غَرَضُوا عَلَيَّ يَرْتَكِبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَمِيرَةِ))، قَالَ: فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ، فَدَعَا لَهَا. ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: مِثْلَ قَوْلِهَا، فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ)). فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَارِزًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَالَتِ لِي فَزَلُوا الشَّامَ فَفَرَّتُ إِلَيْهَا ذَابَةً لِرُكْبَتِهَا فَصَرَعْتُهَا فَمَاتَتْ)).

[راجع: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

مسکرا رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لئے اس بتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ میرے لئے بھی دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنادے۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ سو گئے اور پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام بٹی بٹھانے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ نے وہی جواب دیا۔ ام حرام بٹی بٹھانے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنادے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہوگی چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں۔ معاویہؓ کے زمانہ میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام بٹی بٹھانے کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

انبیاء کے خواب بھی وحی اور الہام ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی امت کے کچھ لوگ بڑی شان اور شوکت کے ساتھ بادشاہوں کی طرح سمندر پر سوار ہو رہے ہیں۔ آخر آپ کا یہ خواب پورا ہوا اور مسلمانوں نے عند معاویہؓ میں بحری بیڑہ تیار کر کے شام پر حملہ کیا، ترجمہ باب اس طرح نکلا کہ ام حرام جانور سے اگرچہ گر کر مر گئی مگر آنحضرتؐ نے ان کو مجاہدین میں شامل فرمایا اور انت من الاولین سے آپ نے پیش گوئی فرمائی۔

باب جس کو اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچے (یعنی اس کے کسی عضو کو صدمہ ہو)

۹- بَابُ مَنْ يُنْكَبُ أَوْ يُطْعَنُ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ

۲۸۰۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو الْخَوْصِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامًا مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ إِلَى بَنِي عَامِرٍ فِي سَبْعِينَ، فَلَمَّا قَدَّمُوا قَالَ لَهُمْ خَالِي: اتَّقَدُّمُكُمْ، فَإِنْ

(۲۸۰۱) ہم سے حفص بن عمر حوضی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے، ان سے اسحاق نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو سلیم کے ستر آدمی (جو قاری تھے) بنو عامر کے یہاں بھیجے۔ جب یہ سب حضرات (بڑے معونہ پر) پہنچے تو میرے ماموں حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے کہا میں (بنو سلیم کے یہاں) آگے جاتا ہوں اگر مجھے انہوں نے اس بات کا امن دے دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی باتیں ان تک

پہنچاؤں تو بہتر ورنہ تم لوگ میرے قریب تو ہو ہی۔ چنانچہ وہ ان کے یہاں گئے اور انہوں نے امن بھی دے دیا۔ ابھی وہ قبیلہ کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنایا رہے تھے کہ قبیلہ والوں نے اپنے ایک آدمی (عامر بن طفیل) کو اشارہ کیا اور اس نے آپ کے پرچھا پیوست کر دیا جو آر پار ہو گیا۔ اس وقت ان کی زبان سے نکلا اللہ اکبر میں کامیاب ہو گیا کعبہ کے رب کی قسم! اس کے بعد قبیلہ والے حرام بیٹھ کے دوسرے ساتھیوں کی طرف (جو ستر کی تعداد میں تھے) بڑھے اور سب کو قتل کر دیا۔ البتہ ایک صاحب جو لنگڑے تھے، پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ہمام (راوی حدیث) نے بیان کیا میں سمجھتا ہوں کہ ایک صاحب اور ان کے ساتھی (پہاڑ پر چڑھے تھے) (عمر بن امیہ ضمری) اس کے بعد جبرائیل نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ آپ کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے جا ملے ہیں پس اللہ خود بھی ان سے خوش ہے اور انہیں بھی خوش کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہم (قرآن کی دوسری آیتوں کے ساتھ یہ آیت بھی) پڑھتے تھے (ترجمہ) ہماری قوم کے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے ہیں، پس ہمارا رب خود بھی خوش ہے اور ہمیں بھی خوش کر دیا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت منسوخ ہو گئی، نبی کریم ﷺ نے چالیس دن تک صبح کی نماز میں قبیلہ رعل، ذکوان، بنی لحيان اور بنی عصبہ کے لئے بد دعا کی تھی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

أَشْؤُنِي حَتَّى أَبْلُغَهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَّا كُنْتُمْ مِنِّي قَرِيبًا. فَتَقَدَّمُوا فَأَمَّنُوهُ، فَيَنْمُو يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوْمَرُوا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَطَعْنَهُ فَأَنْفَذَهُ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، فَرُتْ وَرَبَّ الْكَعْبَةِ. ثُمَّ مَالُوا عَلَى بَقِيَّةِ أَصْحَابِهِ فَقَتَلُوهُمْ إِلَّا رَجُلًا أَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ، قَالَ هَمَامٌ: فَأَرَاهُ آخِرَ مَعَةٍ، فَأَخْبَرَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ قَدْ لَقُوا رَبَّهُمْ فَرَضِي عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ، فَكُنَّا نَقْرَأُ أَنْ بَلَّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقَيْنَا رَبَّنَا فَرَضِي عَنْهُمْ وَأَرْضَانَا، ثُمَّ نُسَخَ بَعْدُ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانٍ وَبَنِي لِحْيَانَ وَبَنِي عُصْبَةَ الَّذِينَ عَصَوْا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)).

[راجع: ۱۰۰۱]

حافظ نے کہا اس میں حفص بن عمر امام بخاری کے شیخ سے سو ہو گیا ہے اور صحیح یوں ہے کہ حضرت ﷺ نے ام سلیم کے ایک بھائی یعنی حرام بن ملحان کو ستر آدمیوں کے ساتھ بنی عامر کی طرف بھیجا تھا۔ یہ ستر آدمی انصار کے قادی تھے اور آپ نے دین کی تعلیم پھیلانے کے لئے قبیلہ بنی عامر کے ہاں بھیجے تھے جن کے لئے خود اس قبیلہ نے درخواست کی لیکن راستے میں بنو سلیم نے دعا کی اور ان غریب قادیوں کو ناحق قتل کر دیا۔ بنو سلیم کا سردار عامر بن طفیل تھا۔ لعنت کے سلسلہ میں جن قبائل کا ذکر روایت میں آیا ہے یہ سب بنو سلیم کی شاخیں ہیں۔ آیت جس کا ذکر روایت میں آیا ہے ان آیتوں میں سے ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو گئی۔

(۲۸۰۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے اسود بن قیس نے اور ان سے جندب بن سفیان نے بیان کیا، کہ نبی کریم ﷺ کسی لڑائی کے موقع پر موجود تھے اور آپ کی

۲۸۰۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سَفْيَانَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

انگلی زخمی ہو گئی تھی۔ آپؐ نے انگلی سے مخاطب ہو کر فرمایا تیری حقیقت ایک زخمی انگلی کے سوا کیا ہے اور جو کچھ ملا ہے اللہ کے راستے میں ملا ہے (مولانا وحید الزماں مرحوم نے ترجمہ یوں کیا ہے)

ایک انگلی ہے تیری ہستی یہی
جو خدا کی راہ میں زخمی ہوئی

باب جو اللہ کے راستے میں زخمی ہوا؟ اس کی فضیلت کا

بیان

(۲۸۰۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تمیمی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو شخص بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کوئی زخمی ہوا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہو گا، رنگ تو خون جیسا ہو گا لیکن اس میں خوشبو مشک جیسی ہو گی۔

یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے کون لڑتا ہے اور اس میں ریا اور ناموری کا شائبہ ہے یا نہیں۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ جو شخص باغیوں یا رہزموں کے ہاتھ سے زخمی ہو یا دین کی تعلیم کے دوران میں مرجائے اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے، آج کل جو مسلمان دشمنوں کے ہاتھ سے مظلومانہ قتل ہو رہے ہیں وہ بھی اسی ذیل میں ہیں (واللہ اعلم بالصواب)

باب فرمان الہی کے

اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو تم ہمارے لئے کیا انتظار کرتے ہو، ہمارے لئے تو دونوں میں سے (شہادت یا فح) کوئی بھی ہو اچھا ہی ہے اور لڑائی ہے کبھی ادھر کبھی ادھر۔

(۲۸۰۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہر قل نے ان سے کہا تھا میں نے

﴿كَانَ فِي بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيتَ اصْبَعُهُ فَقَالَ: ((هَلْ أَنْتَ إِلَّا اصْبَعُ دَمِيتَ، وَلِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتَ))﴾۔
[طرفہ فی: ۶۱۶۶]۔

۱۰- بَابُ مَنْ يُجْرَحُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

۲۸۰۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُكَلِّمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِهِ - إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَرَحُهُ يَشْمَعُ وَاللُّونُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرَّيْحُ رِيحُ الْمَسْكَ))۔ [راجع: ۲۳۷]

۱۱- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿قُلْ هَلْ تَرْتَبُّونَ بِنَا إِلَّا اخْذِي الْحُسَيْنَيْنِ﴾ [التوبة: ۵۲]

وَالْحَرْبُ سِجَانٌ

۲۸۰۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ

تم سے پوچھا تھا کہ ان کے یعنی (نبی کریم ﷺ) کے ساتھ تمہاری لڑائیوں کا کیا انجام رہتا ہے تو تم نے بتایا کہ لڑائی ڈولوں کی طرح ہے، کبھی ادھر کبھی اُدھر یعنی کبھی لڑائی کا انجام ہمارے حق میں ہوتا ہے اور کبھی ان کے حق میں۔ انبیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آزمائش ہوتی رہتی ہے (کبھی فتح اور کبھی ہار سے) لیکن انجام انہیں کے حق میں اچھا ہوتا ہے۔

هَرَقَلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ فَتَالُكُمْ
إِيَّاهُ. فَرَعَمْتُ أَنَّ الْحَرْبَ سَجَالٌ وَذُولٌ،
فَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ يَكُونُ لَهُمْ
الْعَاقِبَةُ. (راجع: ۷)

یعنی یا تو مسلمان لڑتے لڑتے اپنی جان دے دے گا یا پھر فتح حاصل ہوگی۔ ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کے لئے دونوں انجام نیک اور اچھے ہیں۔ فتح کی صورت کو تو سب اچھی سمجھتے ہیں لیکن لڑائی میں موت اور شہادت ایک مومن کا آخری مقصد ہے، اللہ کے راستے میں لڑتا ہے اور اپنی جان دے دیتا ہے، جب اللہ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو اس کی نوازشیں اور نیاں اُسے خوب حاصل ہوتی ہیں۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ

۱۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

”مومنوں میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو بچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا، پس ان میں کچھ تو ایسے ہیں جو اللہ کے راستے میں شہید ہو کر اپنا عہد پورا کر چکے اور کچھ ایسے ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور اپنے عہد سے وہ پھرے نہیں ہیں۔“

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا
اللَّهُ عَلَيْهِ، فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾. [الأحزاب
: ۲۳]

آیت میں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو صحابہؓ نے احد کے دن کیا تھا یا لیلۃ العقبہ میں کہ آنحضرتؐ کا ساتھ دیں گے اور کسی حال میں منہ نہ موڑیں گے۔ بعض تو اپنا فرض ادا کر چکے جیسے انس بن نضر، عبداللہ انصاری، حمزہ، طلحہ وغیرہ بعض شہادت کے شہر ہیں جیسے حضرات خلفائے اربعہ اور دوسرے صحابہ جو بعد میں شہید ہوئے اور عموم کے لحاظ سے قیامت تک آنے والے وہ جملہ مسلمان جو دلوں میں ایسی تمنا رکھتے ہیں جعلنا اللہ منہم امین

(۲۸۰۵) ہم سے محمد بن سعید خزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا (دوسری سند) ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زیاد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے حمید طویل نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں حاضر نہ ہو سکے، اس لئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کپا کرتا ہوں۔ پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا

۲۸۰۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ
الْخَزَاعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ حُمَيْدٍ
قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا. ح حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ
زُرَّارَةَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ
الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
(غَابَ عَمِّي أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ
بَدْرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ
قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِينَ، لَئِنْ اللَّهُ أَشْهَدَنِي
قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ لَيَرَيْنَّ اللَّهَ مَا أَصْنَعُ.

اور مسلمان بھاگ نکلے تو انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے (مشرکین کی طرف) تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد بن معاذ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم میں جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کی جسم پر تھے، وہ شہید ہو چکے تھے، مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا، صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سمجھتے ہیں (یا آپ نے بجائے نری کے نطن کہا) مطلب ایک ہی ہے کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ”مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا“ آخر آیت تک۔

(۲۸۰۶) انہوں نے بیان کیا کہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی ایک بہن ربیع نامی بیٹی نے کسی خاتون کے آگے کے دانت توڑ دیئے تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنایا ہے (قصاص میں) ان کے دانت نہ ٹوٹیں گے۔ چنانچہ مدعی تاوان لینے پر راضی ہو گئے اور قصاص کا خیال چھوڑ دیا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھالیں تو اللہ خود ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

حضرت انس بن نضر نے جو کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ میں دونوں کاموں سے ناراض ہوں، مشرک تو کم بخت ناپاک ہیں جو ناحق پر لڑ رہے ہیں۔ ان سے قطعاً بیزار ہوں اور مسلمان جن کو حق پر جم کر لڑنا چاہئے تھا وہ بھاگ نکلے ہیں، ان کی حرکت کو

فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُونَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي أَصْحَابَهُ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي الْمَشْرِكِينَ. ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ، الْجَنَّةُ وَرَبُّ النَّصْرِ، إِنِّي أَجِدُ رِيحَهَا مِنْ ذُوْنِ أُحُدٍ. قَالَ سَعْدٌ: فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَنَعَ.

قَالَ أَنَسٌ: فَوَجَدْنَا بِهِ بَضْعًا وَكَمَائِينَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ أَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ أَوْ رَمِيَةً بِهِمْ. وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَلَ بِهِ الْمَشْرِكُونَ، فَمَا عَرَفَهُ أَحَدٌ إِلَّا أُخْتَهُ بَيْنَاهُ. قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَرَى - أَوْ نَظُنُّ - أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِ وَفِي أَشْبَاهِهِ: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ)).

[طرفاد فی: ۴۰۴۸، ۴۷۸۳]

۲۸۰۶- وَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ - وَهِيَ تَسْمَى الرَّبِيعَ - كَسَرَتْ نَيْبَةَ امْرَأَةٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا يُكْسَرُ نَيْبُهَا، فَرَضُوا بِالْأَرْضِ وَتَرَكَوا الْقِصَاصَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنْ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لِابْتِرَءَ)).

[راجع: ۲۷۰۳]

بَشِيرٌ

بھی ناپسند کرتا ہوں اور تیری درگاہ میں معذرت کرتا ہوں کہ میں ان بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے کفار پر حملہ کیا اور کتوں کو جنم رسید کرتے ہوئے آخر جام شہادت پی لیا۔ بھاگنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو جنگ احد میں ایک درے کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا اور بتا کید کہہ دیا گیا تھا کہ تا اذن ہرگز درہ نہ چھوڑیں مگر انہوں نے شروع میں مسلمانوں کی فتح دیکھی تو درہ خالی چھوڑ دیا اور جس میں سے کفار قریش نے دوبارہ وار کیا اور میدان احد کا نقشہ ہی بدل گیا، جنگ احد اسلامی تاریخ کا ایک بہت ہی دردناک معرکہ ہے جس میں ستر مسلمان شہید ہوئے اور اسلام کو بڑا زبردست نقصان پہنچا۔ میدان احد میں گنج شہیدان ان ہی شہدائے احد کا یادگاری قبرستان ہے جہاں اللہ جزا حسنا

ہمارا اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پودا سی کی لگائی ہوئی ہے

۲۸۰۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ ح. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ أَرَاهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَفَذْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهَادَتَهُ شَهَادَةً رَجُلَيْنِ، وَهُوَ قَوْلُهُ: «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ»)).

۲۸۰۷- ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی زہری سے، دوسری سند اور مجھ سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے بھائی نے بیان کیا، ان سے سلیمان نے، میرا خیال ہے کہ محمد بن عتیق کے واسطے سے، ان سے ابن شہاب (زہری) نے اور ان سے خارجہ بن زید نے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب قرآن مجید کو ایک مصحف کی (کتابی) صورت میں جمع کیا جانے لگا تو میں نے سورۃ احزاب کی ایک آیت نہیں پائی جس کی رسول اللہ ﷺ سے برابر آپ کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا رہا تھا (جب میں نے اسے تلاش کیا تو) صرف خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں وہ آیت مجھے ملی۔ یہ خزیمہ رضی اللہ عنہ وہی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ وہ آیت یہ تھی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳)

ترجمہ باب کے ذیل میں گزر چکا ہے)

[أطرافه في: ٤٠٤٩، ٤٦٧٩، ٤٧٨٤،

٤٩٨٦، ٤٩٨٨، ٤٩٨٩، ٧١٩١،

[٧٤٢٥].

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن شریف ایک شخص کی روایت پر جمع ہوا ہے کیونکہ یہ آیت سنی تو بہت سے آدمیوں نے شہادت دی تھی جیسے حضرت عمر اور ابی بن کعب اور ہلال بن امیہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مگر اتفاق سے لکھی ہوئی کسی کے پاس نہ ملی۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا، یہ خاص خزیمہ کے لئے آپ نے فرمایا تھا۔ ہوا یہ کہ آپ نے ایک شخص سے کوئی بات فرمائی، اس نے انکار کیا۔ خزیمہ نے کہا میں اس کا گواہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ سے تو گواہی طلب نہیں کی گئی پھر تو گواہی دیتا ہے۔ خزیمہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم آسمان سے جو حکم اترتے ہیں ان پر آپ کی تصدیق کرتے ہیں یہ کوئی بڑی بات ہے۔ آپ نے خزیمہ کی شہادت پر فیصلہ کر دیا اور ان کی شہادت دوسرے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر رکھی (وحیدی)

باب جنگ سے پہلے کوئی نیک عمل کرنا

اور ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ اپنے (نیک) اعمال کی بدولت جنگ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا (سورہ صف میں یہ) ارشاد کہ ”اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑے غصے کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہ کرو“ بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اسکے راستے میں صف بنا کر ایسے جم کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی ٹھوس دیوار ہوں“

مسلمانوں کی دو صفیں اللہ کو بہت ہی محبوب ہیں۔ ایک صف تو وہ جو نماز میں قائم کرتے ہیں کہ پیر سے پیر، کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ دوسری صف وہ جو وہ دشمن کے مقابلہ پر سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی شکل میں قائم کر کے جہاد کرتے ہیں، یہ ہر دو صفیں اللہ کو بہت محبوب ہیں اور صد افسوس کہ اس دور نازک میں یہ ہر قسم کی حقیقی صف بندی مسلمانوں میں سے مفقود ہو چکی ہے۔ جہاد کی صف بندی تو خواب و خیال میں بھی نہیں مگر نمازوں کی صف بندی کا بھی برا حال ہے کسی بھی مسجد میں جا کر دیکھو صفوں میں ہر نمازی دوسرے نمازی سے اس طرح دور دور ہٹا نظر آئے گا گویا وہ دوسرا نمازی اور اس کے قدم چھونے سے کوئی گناہ کبیرہ لازم آجائے گا۔

”صفیں کج“ دل پریشان، سجدہ بے ذوق کہ انداز جنوں باقی نہیں ہے

(۲۸۰۸) ہم سے محمد بن عبد الرحیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شبابہ بن سوار فراری نے بیان کیا، کہا ہم سے اسراکیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنچے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہوتا۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔

۲۸۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْفَرَّارِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيدِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقَاتِلْ وَأَسْلِمَ؟ قَالَ: ((أَسْلِمَ ثُمَّ قَاتِلْ)). فَأَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقَاتِلْ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((عَمَلٌ فَلَيْلًا وَأَجْرٌ كَثِيرًا)).

بعضوں نے کہا یہ شخص عمرو بن ثابت انصاری تھا۔ ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے پوچھا کرتے تھے کہ بھلا بتاؤ وہ کون شخص ہے جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں چلا گیا، پھر کہتے یہ عمرو بن ثابت ہے۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر نیک کام کی قبولیت کے لئے پہلے مسلمان ہونا شرط ہے۔ غیر مسلم جو نیکی کرے دنیا میں اس کا بدلہ اسے ملے گا اور آخرت میں اس کے لئے کچھ نہیں۔

باب کسی کو اچانک نامعلوم تیر لگا اور اس تیر نے اسے مار دیا

۱۴ - بَابُ مَنْ أَتَاهُ سَهْمٌ غُرُوبَ

فَقَتَلَهُ

اس کی فضیلت کا بیان

(۲۸۰۹) ہم سے محمد بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسین بن محمد ابو احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا قتادہ سے، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ام الریح بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! حارث کے بارے میں بھی آپ مجھے کچھ بتائیں۔۔۔ حارث رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے، انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیرا کر لگا تھا۔۔۔ کہ اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کر لوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لئے روؤں دھوؤں۔ آپ نے فرمایا اے ام حارث! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔

۲۸۰۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أُمَّ الرَّيْحِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بِنِ سَرَّاقَةَ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَلَا تَحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ - وَكَانَ قَتْلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرَبَ - فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ. قَالَ: ((يَا أُمَّ حَارِثَةَ، إِنَّهَا جَنَّاتٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنْ ابْنُكَ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى)).

[أطرافه في: ۳۹۸۲، ۶۵۵۰، ۶۵۶۷].

روایت میں ام الریح کو براء کی بیٹی بتلانا راوی کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ ام الریح نصر کی بیٹی ہیں اور انس بن مالک کی چھوٹی چھوٹی ہیں۔ ان کا بیٹا حارث نامی بدر کی لڑائی میں ایک نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تھا، ان ہی کے بارے میں انہوں نے یہ تحقیق فرمائی۔ یہ سن کر ام حارث ہنستی ہوئی گئی اور کہنے لگیں حارث مبارک ہو! مبارک ہو! پہلے یہ سمجھیں کہ حارث دشمن کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا شاید اسے جنت نہ ملے مگر بشارت نبوی سن کر ان کو اطمینان ہو گیا۔ سبحان اللہ عہد نبوی کی مسلمان عورتوں کا بھی کیا ایمان اور یقین تھا کہ وہ اسلام کے لئے مرجانا موجب شہادت و دخول جنت جاتی تھیں۔ آج کل کے مسلمان ہیں جو اسلام کے نام پر ہر ہر قدم پیچھے ہی ہٹتے جا رہے ہیں پھر بھلا ترقی اور کامیابی کیونکر نصیب ہو۔ اقبال نے سچ کہا ہے۔

آجھ کو جیتا ہوں تقدیر ام کیا ہے شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

۱۵- بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةً

باب جس شخص نے اس ارادہ سے جنگ کی کہ اللہ تعالیٰ ہی

اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا

(۲۸۱۰) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مروہ نے، ان سے ابو داؤد نے اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمیرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لئے، ایک شخص

۲۸۱۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ

جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لئے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہو تاکہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رہے، صرف وہی اللہ کے راستے میں لڑتا ہے۔

يُورَى مَكَانَهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ :
(مَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْغَلِيَّةَ
فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)).
[راجع: ۱۲۳]

مقصد یہ کہ اصل چیز غلوص ہے اگر یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ قیامت کے دن کتنے نئی، کتنے قاری، کتنے مجاہدین دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ وہ ہوں گے جن کا مقصد صرف ریا اور نمود تھا، ناموری اور شہرت طلبی کے لئے انہوں نے یہ کام کئے، اس لئے ان کو سیدھا دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (اعاذنا اللہ منها)

۱۶- بَابُ مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ - إِلَى قَوْلِهِ -
إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾
[التوبة: ۱۲۰].

۲۸۱۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْثَمٍ أَخْبَرَنَا عُبَايَةُ بْنُ رَافِعٍ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَنَسٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَبْرِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ)). [راجع: ۹۰۷]

پوری آیات باب کا ترجمہ یہ ہے ”مدینہ والوں کو اور جو ان کے آس پاس گنوار رہتے ہیں، یہ مناسب نہ تھا کہ اللہ کے پیغمبر کے پیچھے بیٹھ رہیں اور اس کی جان کی فکر نہ کر کے اپنی جان بچانے کی فکر میں رہیں۔ اس لئے کہ لوگوں کو یعنی جہاد کرنے والوں کو خدا کی راہ میں پیاس ہو، بھوک ہو، اس مقام پر چلیں جس سے کافر خفا ہوں، دشمن کو کچھ بھی نقصان پہنچائیں، ہر ہر کے بدل ان پانچوں کاموں میں ان کا نیک عمل خدا کے پاس لکھ لیا جاتا ہے، بے شک اللہ نیکوں کی محنت برباد نہیں کرتا۔“ اس آیت سے امام بخاری نے باب کا مطلب نکالا کہ اللہ کی راہ میں اگر آدمی ذرا بھی چلے اور پاؤں پر گرد پڑے تو بھی ثواب ملے گا، جب اللہ کی راہ میں پاؤں گرد آلود ہونے سے یہ اثر ہو کہ دوزخ کی آگ چھوئے بھی نہیں تو وہ لوگ کیسے دوزخ میں جائیں گے جنہوں نے اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کی ہوگی۔ اگر ان سے کچھ قصور بھی ہو گئے ہیں تو اللہ جل جلالہ سے امید محض ہے۔ اس حدیث سے مجاہدین کو خوش ہونا چاہئے کہ وہ دوزخ سے محفوظ رہیں گے (وحیدی)

باب اللہ کے راستے میں جن لوگوں پر گرد پڑی ہو
ان کی گرد پونچھنا

(۲۸۱۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الوہاب ثقفی نے خبر دی، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا مکرّمہ سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور (اپنے صاحبزادے) علی بن عبد اللہ سے فرمایا تم دونوں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے احادیث نبوی سنو۔ چنانچہ ہم حاضر ہوئے، اس وقت ابو سعید اپنے (رضاعی) بھائی کے ساتھ باغ میں تھے اور باغ کو پانی دے رہے تھے، جب آپ نے ہمیں دیکھا تو (ہمارے پاس) تشریف لائے اور (چادر اوڑھ کر) گوٹ مار کر بیٹھ گئے، اسکے بعد بیان فرمایا ہم مسجد نبوی کی اینٹیں (ہجرت نبوی کے بعد تعمیر مسجد کیلئے) ایک ایک کر کے ڈھورہے تھے لیکن عمارؓ دو دو اینٹیں لا رہے تھے، اتنے میں نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا پھر فرمایا افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت مارے گی، یہ تو انہیں اللہ کی (اطاعت کی) طرف دعوت دے رہا ہو گا لیکن وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل و حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں مراد جنگ مہین سے ہے جس میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں تھے اور ۳۵ھ میں یہ وہاں ہی ۹۳ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ازراہ شفقت و محبت ان کا سر گرد و غبار سے صاف کیا، اس سے ان کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی اور باب کا مقصد بھی ثابت ہوا۔

جنگ اور گرد و غبار کے بعد
غسل کرنا

(۲۸۱۳) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی ہشام بن عروہ سے، انہیں ان کے والد نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ خندق سے (فارغ ہو کر) واپس ہوئے اور ہتھیار رکھ کر غسل کرنا چاہا تو جبرائیل علیہ السلام آئے، ان کا سر غبار سے اٹا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیئے، اللہ کی قسم میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپ نے

۱۷- بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ النَّاسِ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ

۲۸۱۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلَعَلِّيْ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: إِنِّيَأَبَا سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ. فَأَتَيْنَا وَهُوَ وَأَخُوهُ فِي حَاطِطٍ لَّهُمَا يَسْتَقِيَانِهِ، فَلَمَّا رَأَيْنَا جَاءَ فَاحْتَبَى وَجَلَسَ فَقَالَ: كُنَّا نَقْلُ لِبْنِ الْمَسْجِدِ لِبْنَةً لِبْنَةً، وَكَانَ عُمَارٌ يَنْقُلُ لِبَتَيْنِ لِبَتَيْنِ، فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَمَسَحَ عَنْ رَأْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ: ((وَيْحَ عُمَارٍ تَقْتُلُهُ الْفِتْنَةُ الْبَاطِنِيَّةُ، عُمَارُ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ)).

[راجع: ۴۴۷]

۱۸- بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ

وَالْغُبَارِ

۲۸۱۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السَّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ وَقَدْ عَصَبَ رَأْسُهُ الْغُبَارَ فَقَالَ: ((وَضَعْتَ السَّلَاحَ؟ فَوَ اللَّهُ مَا وَضَعْتَهُ)).

دریافت فرمایا تو پھر اب کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے فرمایا ادھر اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے خلاف لشکر کشی کی۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَأَيْنَ؟)) قَالَ: هَا هُنَا. وَأَوْمَأَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ - قَالَتْ: فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

[راجع: ۴۶۳]

بنو قریظہ کے یہود نے جنگ خندق میں مسلمانوں سے معاہدہ کے خلاف مشرکین مکہ کا ساتھ دیا تھا اور یہ اندرونی سازشوں میں تیزی کے ساتھ مصروف رہے تھے، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کی سازشوں سے بھی مدینہ کو پاک کیا جائے چنانچہ اللہ نے ایسا ہی کیا اور یہ سب مدینہ سے نکال دیئے گئے، باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

باب ان شہیدوں کی فضیلت جن کے بارے میں ان آیات کا نزول ہوا ”وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے گئے انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں (وہ جنت میں) رزق پاتے رہتے ہیں“ ان (نعمتوں) سے بے حد خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہیں اور جو لوگ ان کے بعد والوں میں سے ابھی ان سے نہیں جا ملے ان کی خوشیاں منا رہے ہیں کہ وہ بھی (شہید ہوتے ہی) بے ڈر اور بے غم ہو جائیں گے۔ وہ لوگ خوش ہو رہے ہیں اللہ کے انعام اور فضل پر اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

۱۹- بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران: ۱۷۹، ۱۸۱]

(۲۸۱۴) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اصحاب بَرِ مَعُونَةٍ (برِ مَعُونَةٍ) کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا ان پر رسول اللہ ﷺ نے تیس دن تک صبح کی نماز میں بددعا کی تھی۔ یہ رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل کے لوگ تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو (۷۰ قاری) صحابہ بَرِ مَعُونَةٍ کے موقع پر شہید کر دیئے گئے تھے، ان کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تھی جسے ہم مدت تک پڑھتے رہے تھے بعد میں آیت منسوخ ہو گئی تھی (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے) ”ہماری قوم کو پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آ ملے ہیں، ہمارا رب ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں۔“

۲۸۱۴- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بَرِ مَعُونَةٍ. ثَلَاثِينَ عِدَّةً، عَلَى رِغْلٍ وَذِكْوَانٍ وَعَصِيَّةٍ عَصَتِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ. قَالَ أَنَسٌ: أُنْزِلَ فِي الَّذِينَ قَتَلُوا بَرِ مَعُونَةٍ قُرْآنُ قَرَأْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ: بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ)).

[راجع: ۱۰۰۱]

(۲۸۱۵) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا عمرو سے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ کچھ صحابہ نے جنگ احد کے دن صبح کے وقت شراب پی (ابھی تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی) پھر وہ شہید ہو گئے۔ سفیان رضی اللہ عنہ (راوی حدیث) سے پوچھا گیا کیا اسی دن کے آخری حصے میں (ان کی شہادت ہوئی) تھی جس دن انہوں نے شراب پی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲۸۱۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((اصْطَلَحَ نَاسُ الْخَمْرِ يَوْمَ أُحُدٍ، ثُمَّ قُتِلُوا شُهَدَاءَ. فَقِيلَ لِسُفْيَانَ: مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: لَيْسَ هَذَا فِيهِ)). [طرفاه فی: ۴۰۴۴، ۴۶۱۸].

یعنی اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اسی دن شام کو شراب پی تھی بلکہ صبح کو پینے کا ذکر ہے، جنگ احد جب ہوئی اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ شہید کی فضیلت اس حدیث سے یوں نکلی کہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ کے باپ سے کلام کیا جنہوں نے یہ آرزو کی کہ میں پھر دنیا میں بھیج دیا جاؤں پھر انہوں نے اللہ سے یہ دعا کی کہ میرا حال میرے ساتھیوں کو پہنچا دے۔ اس پر یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ (آل عمران: ۱۶۹) اس روایت کو ترمذی نے نکالا ہے اور حضرت امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس روایت میں ان شہداء سے متعلق شراب نوشی کا ذکر ضمناً آ گیا ہے، بعد میں شراب کی حرمت نازل ہونے پر جملہ اصحاب نبوی نے شراب کے برتن تک توڑ کر اپنے گھروں سے باہر پھینک دیئے تھے رضی اللہ عنہم۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں مطابقتہ للترجمة فيه عسر الا ان يكون مراده ان الخمر التي شربوها يومئذ لم تضرهم لان الله عز وجل انى عليهم بعد موتهم ورفع عنهم الخوف والحزن وانما كان ذالك لان كانت يومئذ مباحة (فتح) یعنی حدیث اور باب میں مطابقت مشکل ہے مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ اس دن ان شہیدوں نے شراب پی تھی جس سے ان کی شہادت میں کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ اللہ نے موت کے بعد ان کی تعریف کی اور ان سے خوف و غم کو دور کر دیا۔ یہ اس لئے کہ اس دن تک شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ مباح تھی۔ بعد میں حرمت نازل ہو کر وہ قیامت تک کے لئے حرام کر دی گئی۔

باب شہیدوں پر فرشتوں کا

سایہ کرنا

(۲۸۱۶) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے محمد بن مکملہ سے سنا، انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد رسول اللہ ﷺ کے سامنے لائے گئے (احد کے موقع پر) اور کافروں نے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے تھے، ان کی نعش نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی گئی تو میں نے آگے بڑھ کر ان کا چہرہ کھولنا چاہا لیکن میری قوم کے لوگوں نے مجھے منع کر دیا پھر نبی کریم ﷺ نے رونے پینے کی آواز سنی (تو دریافت فرمایا کہ کس کی آواز ہے؟) لوگوں نے بتایا کہ عمرو کی لڑکی ہیں (شہید

۲۰- بَابُ ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى

الشَّهِيدِ

۲۸۱۶- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: ((جِئْتُ بِأَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَثَلَ بِهِ وَوَضَعَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَذَهَبَتْ أَمْشِيفُ عَنْ وَجْهِهِ، فَتَهَانِي قَوْمِي، فَسَمِعَ صَوْتَ صَانِحَةٍ، فَقِيلَ: ابْنَةُ عَمْرٍو- أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو- فَقَالَ: ((لَمْ تَبْكِي، أَوْ لَا تَبْكِي،

کی (بسن) یا عمرو کی (بسن ہیں) (شہید کی چچی شک راوی کو تھا) آپ نے فرمایا روکیوں رہی ہیں یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) روئیں نہیں ملائکہ برابر ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے صدقہ سے پوچھا کیا حدیث میں یہ بھی ہے کہ (جنازہ) اٹھائے جانے تک تو انہوں نے بتایا کہ سفیان نے بعض اوقات یہ الفاظ بھی حدیث میں بیان کئے تھے۔

باب شہید کا دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی آرزو کرنا

(۲۸۱۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے قتادہ سے سنا، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو گا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے، خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے۔ اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر درس مرتبہ اور قتل ہو (اللہ کے راستے میں) کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔

باب جنت کا تلواروں کی چمک کے نیچے ہونا

اس باب کے ذیل حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنیر کان البخاری اراد ان السیوف لما كانت لها بارقة كان لها ايضا ظل قال القرطبي وهو من الكلام النفيس الجامع الموجز المشتمل على ضروب من البلاغة مع الوجاهة وعلوية اللفظ فانه الماض الحضر على الجهاد و الاخبار بالثواب عليه والحضر على مقاربة العدو و استعمال السیوف کالاجتماع حين الرفض حتى تضير السیوف تظل المتقاتلين وقال ابن الجوزی المراد ان الجنة تحصل بالجهاد والظلال جمع ظل و اذا تدانى الخصمان صار كل منهما تحت ظل سيف صاحبه لحرصه حل دفعه عليه ولا يكون ذالك الا عند النحام القتال (فتح الباری) خلاصہ عبارت کا یہ کہ گویا امام بخاری نے یہ مراد لی ہے کہ جب تلواروں کی چمک ہوتی ہے تو ان کا سایہ بھی ہوتا ہے۔ قرطبی نے کہا کہ یہ بہت ہی نفیس کلام ہے جامع مختصر جو فصاحت و بلاغت کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے جو بہت ہی حلاوت اور عذوبت اپنے اندر رکھتا ہے اور دشمن سے قریب ہونے اور تلواروں کے استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور لڑائی کے وقت اجتماع کی بھی، یہاں تک کہ فریقین کی تلواریں جمع ہو کر سایہ اٹھانے لگتی ہیں۔ ابن جوزی نے کہا مراد یہ ہے کہ جنت جماد سے حاصل ہوتی ہے اور ظلال ظل کی جمع ہے اور جب دو دشمن تلواریں

مَا زَالَتْ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا)). قُلْتُ لِمَصَدَقَةٍ: أَفِيهِ حَتَّى رُفِعَ؟ قَالَ: رُبَّمَا قَالَ)). [راجع: ۱۲۴۴]

۲۱- بَابُ تَمَنَّى الْمُجَاهِدِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا

۲۸۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا لِيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لَمَّا يَرَى مِنَ الْكِرَامَةِ)). [راجع: ۲۷۹۵]

۲۲- بَابُ الْجَنَّةِ تَحْتَ بَارِقَةِ السَّيْفِ

اس باب کے ذیل حضرت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں قال ابن المنیر کان البخاری اراد ان السیوف لما كانت لها بارقة كان لها ايضا ظل قال القرطبي وهو من الكلام النفيس الجامع الموجز المشتمل على ضروب من البلاغة مع الوجاهة وعلوية اللفظ فانه الماض الحضر على الجهاد و الاخبار بالثواب عليه والحضر على مقاربة العدو و استعمال السیوف کالاجتماع حين الرفض حتى تضير السیوف تظل المتقاتلين وقال ابن الجوزی المراد ان الجنة تحصل بالجهاد والظلال جمع ظل و اذا تدانى الخصمان صار كل منهما تحت ظل سيف صاحبه لحرصه حل دفعه عليه ولا يكون ذالك الا عند النحام القتال (فتح الباری) خلاصہ عبارت کا یہ کہ گویا امام بخاری نے یہ مراد لی ہے کہ جب تلواروں کی چمک ہوتی ہے تو ان کا سایہ بھی ہوتا ہے۔ قرطبی نے کہا کہ یہ بہت ہی نفیس کلام ہے جامع مختصر جو فصاحت و بلاغت کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے جو بہت ہی حلاوت اور عذوبت اپنے اندر رکھتا ہے اور دشمن سے قریب ہونے اور تلواروں کے استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور لڑائی کے وقت اجتماع کی بھی، یہاں تک کہ فریقین کی تلواریں جمع ہو کر سایہ اٹھانے لگتی ہیں۔ ابن جوزی نے کہا مراد یہ ہے کہ جنت جماد سے حاصل ہوتی ہے اور ظلال ظل کی جمع ہے اور جب دو دشمن تلواریں

لے کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں تو ہر ایک پر تلواروں کا سلیہ پڑتا ہے اور وہ مداخلت کی کوشش کرتا ہے اور یہ لڑائی کے گرم ہونے پر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ ہی وہ عمل ہیں جو اسلام کی سر بلندی کا واحد ذریعہ ہیں مگر جہاد کے لئے شریعت نے کچھ اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں اور یہ جہاد محض مداخلت اعداء کے لئے ہوتا ہے۔ اسلام نے جارحانہ جنگ کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔ آیت قرآنی ﴿اِنَّ لِلَّذِينَ يَقَاتِلُونَ بَانِهِمْ ظُلْمًا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ (الحج: ۳۹) اس پر کھلی دلیل ہے کہ اہل اسلام کو جب وہ مظلوم ہوں مداخلت جہاد کی اجازت ہے

اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اپنے رب کا یہ پیغام دیا ہے کہ ہم میں سے جو بھی (اللہ کے راستے میں) قتل کیا جائے وہ سیدھا جنت میں جائے گا اور عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تھا کیا ہمارے مقتول جنتی اور ان کے (کفار کے) مقتول دوزخی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تھا کیوں نہیں۔

(۲۸۱۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا موسیٰ بن عقبہ سے ان سے عمر بن عبید اللہ کے مولیٰ سالم ابو النضر نے سالم عمر بن عبید اللہ کے کاتب بھی تھے بیان کیا کہ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے عمر بن عبید اللہ کو لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یقیناً: انو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ اس روایت کی متابعت اوسنی نے ابن ابی الزناد کے واسطے سے کی اور ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔

وَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ رَبِّنَا: مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَبَارًا إِلَى الْجَنَّةِ. وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ ((بَلَى))

۲۸۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبِيدَةَ اللَّهِ - وَكَانَ كَاتِبَهُ - قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((وَاغْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ)). تَابَعَهُ الْأَوْتَيْسِيُّ عَنْ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ.

[أطرافه في: ۲۸۳۳، ۲۹۶۶، ۳۰۲۴،

۷۲۳۷].

باب جو جہاد کرنے کے لئے اللہ سے اولاد مانگے

اس کی فضیلت

(۲۸۱۹) لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بیان کیا ان سے عبد اللہ بن ہرمز نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۲۳ - يَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ

لِلْجِهَادِ

۲۸۱۹ - وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((قَالَ سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: لِأَطْوَفَنِ اللَّيْلَةَ عَلَى مِائَةِ امْرَأَةٍ - أَوْ يَسَعُ وَتَسْعِينَ - كُلَّهُنَّ تَأْتِي بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةً وَاحِدَةً جَاءَتْ بِشِقْ رَجُلٍ. وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَسَّانَا أَجْمَعُونَ)).

[أطرافه في: ٣٤٢٤، ٥٢٤٢، ٦٦٣٩،

[٦٧٢٠، ٧٤٦٩].

مزید تفصیلات حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں آئیں گی۔ ان شاء اللہ۔

باب جنگ کے موقع پر بہادری اور

بزدلی کا بیان

(۲۸۲۰) ہم سے احمد بن عبد الملک بن واقد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا ثابت بطلی سے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ حسین (خوبصورت) سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ فیاض تھے، مدینہ طیبہ کے تمام لوگ (ایک رات) خوف زدہ تھے (آواز سنائی دی تھی اور سب لوگ اس کی طرف بڑھ رہے تھے) لیکن نبی کریم ﷺ اس وقت ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے (جب واپس ہوئے تو) فرمایا اس گھوڑے کو (دوڑنے میں) ہم نے سمندر پایا۔

[راجع: ۲۶۲۷]

یعنی بے مکان چلا ہی جاتا ہے، کہیں رکتا یا اڑتا نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ رات کے وقت بنفس نفیس یکہ «تھا آواز کی طرف تشریف لے گئے اور دشمن کا کچھ بھی ڈر نہ کیا۔ سبحان اللہ شجاعت ایسی، سخاوت ایسی، حسن و جمال ظاہری ایسا، کمالات باطنی ایسے، قوت ایسی، رحم و کرم ایسا کہ کبھی سائل کو محروم نہیں کیا، کبھی کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہا، جس نے معافی چاہی معاف کر دیا۔ عبادت اور خدا ترسی ایسی کہ رات رات بھر نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں ورم کر گئے، تدبیر اور رائے ایسی کہ چند روز ہی میں عرب کی کاپا لٹ کر رکھ دی، بڑے بڑے بہادروں اور اکثروں کو نیچا دکھا دیا، ایسے عظیم پیغمبر پر لاکھوں بار درود و سلام۔

۲۴- بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ

وَالجَبْنِ

۲۸۲۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَدُوٍّ الْمَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشَجَعَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ. وَلَقَدْ فَرَّغَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ، فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ سَبَقَهُمْ عَلَى فَرَسٍ، وَقَالَ: ((وَجَدْنَاهُ بَخْرًا)).

(۲۸۲۱) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی، انہیں محمد بن جبیر نے خبر دی، کہا کہ مجھے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ وادی حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ کو لپٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تاکہ جب آپ انہیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر مجھے دے دو، اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور بزدل پاؤ گے۔

[طرفہ بی: ۳۱۴۸] یہ اس لئے فرمایا کہ بخیل کے نتائج میں جھوٹ اور بزدلی اور سخاوت کے نتائج میں صداقت اور بہادری لازم ہیں، یہ جنگ حنین سے واپسی کا واقعہ ہے۔ مزید تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔

باب بزدلی سے خدا کی پناہ مانگنا

(۲۸۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا، انہوں نے عمرو بن میمون اووی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ کلمات دعائیہ اس طرح سکھاتے تھے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعہ اللہ کی پناہ مانگتے تھے (دعا کا ترجمہ یہ ہے) ”اے اللہ! بزدلی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں دنیا کے فتنوں سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے“ پھر میں نے یہ حدیث جب معصب بن سعد سے بیان کی تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔

۲۸۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مَطْعَمٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مَطْعَمٍ أَنَّهُ يَنْمُو هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَةً مِنْ حُنَيْنٍ، فَلَقَهُ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطُرُّوا إِلَى سَمَرَةٍ فَخَطَفَتْ رِداءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَعْطُونِي رِدَائِي، لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هَذِهِ الْعِصَاءِ نَعْمًا لَقَسَمْتُه بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا)).

[طرفہ بی: ۳۱۴۸]

۲۵- بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ النِّجْنِ

۲۸۲۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ: ((كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيهِ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْعِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُمْ ذُبُرَ الصَّلَاةِ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ النِّجْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَرُدَّ إِلَى أَرْدَلِ الْعُمْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). فَحَدَّثْتُ بِهِ مُصَنَّبًا فَصَدَّقَهُ)).

[أطرافه بی: ۶۳۶۵، ۶۳۷۰، ۶۳۷۴]

[۶۳۹۰]

(۲۸۲۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے معتمر نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بڑھاپے کی ذلیل حدود میں پہنچ جانے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔“

۲۸۲۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالسَّهْوِ وَالنَّهْمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)).

[أطرافه في: ۴۷۰۷، ۶۳۶۷، ۶۳۷۱]

بڑھاپے کی ذلیل حدود جس میں انسان کا دل مغلوب ہو جاتا ہے اور وہ بچوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ ہوش و حواس اور عقل و شعور غائب ہو جاتے ہیں ایسی عمر میں بچنے سے بھی پناہ مانگنی چاہئے، ایسے ہی عاجزی، کالی، بزدلی، زندگی اور موت کے فتنے اور قبر کا عذاب یہ سب ایسی ہیں کہ ہر مسلمان کو ان سے پناہ مانگنی ضروری ہے۔

باب جو شخص اپنی لڑائی کے کارنامے بیان کرے، اس کا

۲۶- بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي

بیان

الْحَرْبِ

اس باب میں ابو عثمان نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ.

یہ دوسرے مسلمانوں کی بہت بڑھانے کے لئے جائز ہے نہ کہ ریا اور ناموری کے لئے۔

(۲۸۲۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حاتم نے بیان کیا محمد بن یوسف سے، ان سے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص، مقداد بن اسود اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم کی صحبت میں بیٹھا ہوں لیکن میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے نہیں سنا۔ البتہ طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ احد کی جنگ کے متعلق بیان کیا کرتے تھے۔

۲۸۲۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: ((صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَعَنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ

عَنْ يَوْمٍ أُحَدِّثُ)). [طوافه في: ۴۰۶۲]

دوسرے صحابہ بطور احتیاط کثرت روایت سے پرہیز کرتے تاکہ کہیں غلط بیانی ہو کر باعث گناہ عظیم نہ ہو پھر بھی ان جملہ حضرات کی مرویات موجود ہیں جو بہت ہی ذمہ داری کے ساتھ انہوں نے روایت کی ہیں۔ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے پاس صرف طلحہ اور سعد رہ گئے تھے اور طلحہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا، انہوں نے مشرکوں کے وار اپنے ہاتھ پر لئے اور آنحضرت ﷺ کو بچایا۔ سعد وہ بزرگ ہیں

جن کو کافروں کا تبر بے پہلے آکر لگا جیسا کہ کتب المغازی میں آئے گا۔

باب جہاد کے لئے نکل کھڑا ہونا واجب ہے اور جہاد کی نیت

رکھنے کا واجب ہونا

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”کہ نکل پڑو ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مال سے اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو“ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم جانو، اگر کچھ مال آسانی سے مل جائے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی ہوتا تو یہ لوگ (منافقین) اے پیغمبر! ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو (جو کہ) کاسفر ہی دور دراز معلوم ہوا اور یہ لوگ اب اللہ کی قسم کھائیں گے ”الآیۃ اور اللہ کا ارشاد ”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو، کیا تم دنیا کی زندگی پر آخرت کے مقابلہ میں راضی ہو گئے ہو؟ سو دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کی زندگی کے سامنے بہت ہی تھوڑا ہے“ اللہ کے ارشاد ”اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے“ تک۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے (پہلی آیت کی تفسیر میں) منقول ہے کہ جدا جدا ٹکڑیاں بنا کر جہاد کے لئے نکلو، کہا جاتا ہے کہ ثبات (جمع) کا مفرد ثبۃ ہے۔

(۲۸۲۵) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے منصور نے بیان کیا مجاہد سے، انہوں نے طاؤس سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا کہ فتح ہونے کے بعد (اب مکہ سے مدینہ کے لئے) ہجرت باقی نہیں ہے، لیکن خلوص نیت کے ساتھ جہاد اب بھی باقی ہے اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہو۔

یہ آیتیں غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئیں۔ تبوک مکہ سے شرمینہ کے شمال کی سرحد پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے تبوک کی مسافت بارہ منزلوں کی ہے۔ شام پر اس وقت عیسائیوں کی حکومت تھی، آنحضرت ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ کو خبر ملی کہ عیسائی فوجیں مقام تبوک میں جمع ہو رہی ہیں اور مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں لگی ہوئی ہیں، جن کی آپ نے خود ہی بیڑہ کر مدافعت کرنی چاہی۔ چنانچہ تیس ہزار فوج آپ کے ساتھ ہو گئی، لیکن موسم سخت گرمی کا تھا،

۲۷- بَابُ وَجُوبِ النَّفِيرِ، وَمَا

يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَقَوْلِهِ

﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ذَلِكَ لَكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ، وَلَكِنْ بَعْدَتْ عَنْهُمْ الشُّقَّةُ، وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ﴾ [التوبة: ۴۱] الآية. وقوله: ﴿هِيَ آيَةُ الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَنْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ؟ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ - إِلَى قَوْلِهِ - عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَلِيلٌ﴾ [التوبة: ۳۸].

يُذَكِّرُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ (انْفِرُوا ثَبَاتٍ: سَرَّابًا مُتَفَرِّقِينَ). يُقَالُ: وَاحِدُ الثَّبَاتِ ثَبَةٌ.

۲۸۲۵- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ: ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَثْبَةٌ، وَإِذَا اسْتَفْرَغْتُمْ فَاَنْفِرُوا)).

[راجع: ۱۳۴۹]

بِسْمِ اللَّهِ

مہجوروں کی فصل پکنے اور کٹنے کا زمانہ تھا جس پر اہل مدینہ کی گزران بڑی حد تک موقوف تھی، مقابلہ بھی ایک ہاتھ وہ فوج سے تھا اور وہ بھی اپنے وقت کی بڑی سلطنت کی فوج اور سفر بھی دور دراز، اس لئے بعضوں کی ہمتیں جواب دے گئیں اور منافقین نے تو خوب ہی بہانے لگائے پھر بھی جب عیسائیوں کو حالات کی ہموافقت کے باوجود مسلمانوں کی اس تیاری کا علم ہوا تو خود ہی ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہیں فوج کشی کی ہمت نہ ہوئی۔ لشکر اسلام ایک مدت تک انتظار کے بعد واپس چلا آیا (سورہ توبہ میں) آیات شریفہ ﴿يَنْتَظِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ﴾ (التوبہ: ۹۳) میں اس جگہ سے متعلق منافقین کا ذکر ہے دنیا کا رگڑا عمل ہے، وقت آنے پر جی چرائے والوں کو اسلامی اصطلاح میں لفظ منافق سے یاد کیا گیا ہے کیونکہ اسلام سراسر عملی زندگی کا نام ہے، سچ ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ تاری ہے

۲۸- بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ، باب کافر اگر کفر کی حالت میں مسلمان کو مارے پھر مسلمان

تُمْ يُسْلِمُ فَيَسُدُّ

بَعْدُ وَيُقْتَلُ

تو اس کی فضیلت کا بیان

(۲۸۳۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تميمی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی ابو الزناد سے، انہوں نے اعرج سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ ایسے دو آدمیوں پر ہنس دے گا کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا اور پھر بھی دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ پہلا وہ جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ شہید ہو گیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قاتل کو توبہ کی توفیق دی اور وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس طرح دونوں قاتل و مقتول بلا آخر جنت میں داخل ہو گئے۔

۲۸۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَضْحَكُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ، يُقَاتِلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُ، ثُمَّ يُتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيَسْتَشْهَدُ)).

یعنی قاعدہ توبہ ہے کہ قاتل اور مقتول ایک ساتھ جنت یا جہنم میں جمع نہ ہوں، اگر مقتول اور شہید (اللہ کے راستے کا) جنتی ہے تو یقیناً ایسے انسان کا قاتل جہنم میں جائے گا لیکن اللہ پاک خود اپنی قدرت کے عجائبات ملاحظہ فرماتا ہے تو اسے ہنسی آ جاتی ہے کہ ایک شخص نے کافروں کی طرف سے لڑتے ہوئے ایک مسلمان مجاہد کو شہید کر دیا پھر خدا کی قدرت کہ اسے بھی یہ ایمان کی حالت نصیب ہوئی اور اس کے بعد وہ مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا اور اس طرح قاتل اور مقتول دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ اللہ پاک جب اپنی قدرت کا یہ عجوبہ دیکھتا ہے تو ہنسی آ جاتی ہے جیسے اللہ کی اور صفات حق ہیں اس طرح اس کا ہنسنا بھی حق ہے۔ جس کی کیفیت میں کرید کرنا بدعت ہے، سلف کا یہی مسلک ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام لانے سے اور جہاد کرنے سے کفر کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، امام احمد اور امام کی روایت سے یہ صراحت نکلتی ہے کہ ان دو شخصوں میں ایک مومن تھا ایک کافر۔ پس اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو محمد الہی جان بوجہ کر کسی شرعی وجہ کے بغیر قتل کر کے قاتل توبہ کرے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو تو اس کا گناہ معاف نہ ہو گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہی قول ہے کہ قاتل مومن کی توبہ قبول نہیں اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس کی توبہ صحیح ہے اور آیت ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ۹۳) بر طریق تھلیلہ ہے کہ لوگ اس سے باز

رہیں، خلود سے مراد مدت تک رہنا ہے (خلاصہ وحیدی)

آج عید الاضحیٰ ۱۴ھ کو جبکہ جماعت کی دعوت پر بمبئی عید الاضحیٰ پڑھانے آیا ہوا تھا، یہ تشریحی بیان حوالہ قلم کیا گیا۔ اللہ پاک آج کے مبارک دن میں یہ دعا قبول کرے کہ اس مبارک کتب کی تکمیل کا شرف حاصل ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

قال ابن الجوزی اکثر السلف بمثل هذا ويرونه كما جاء وينبغي ان يراعى مثل في مثل هذا الامر اعتقاد انه يشبه صفات الله صفات الخلق ومعنى الامرار عدم العلم بالمراد منه مع اعتقاد التنزيه (فتح الباری) یعنی ابن جوزی نے فرمایا کہ اکثر سلف صالحین اس قسم کی صفات الہی کی تاویل منع جانتے ہیں بلکہ جس طرح یہ وارد ہوتی ہیں اسی طرح تسلیم کرتے ہیں، اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔ تسلیم کرنے کا مطلب یہ کہ ہم کو ان کے معنی معلوم ہیں، کیفیت معلوم نہیں۔

۲۸۲۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْسَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحُوهَا فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْهَمَ لِي، فَقَالَ بَعْضُ بَنِي سَعِيدٍ بَنِي الْعَاصِ: لَا تُسْهِمَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قُوَيْلٍ، فَقَالَ ابْنُ سَعِيدٍ بَنِي الْعَاصِ: وَاعْجَبًا لَوَبَّرَ تَذَلِّيَ عَلَيْنَا مِنْ قُدُومِ ضَانٍ يَنْعَى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللَّهُ عَلَى يَدَيَّ وَلَمْ يُهْنِ عَلَى يَدَيْهِ. قَالَ: فَلَا أَذْرِي أَسْهَمَ لَهُ أَمْ لَمْ يُسْهِمَ)). قَالَ سُفْيَانُ: وَحَدَّثَنِي السَّعِيدِيُّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: السَّعِيدِيُّ هُوَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بْنِ سَعِيدٍ بَنِي الْعَاصِ. [أطرافه في: ٤٢٣٧، ٤٢٣٨، ٤٢٣٩].

(۲۸۲۷) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے حنبلہ بن سعید نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ خیر میں ٹھہرے ہوئے تھے اور خیر فتح ہو چکا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا بھی (مال غنیمت میں) حصہ لگائیے۔ سعید بن العاص کے ایک لڑکے (ابن بن سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ! ان کا حصہ نہ لگائیے۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ یہ شخص تو ابن قوئل (نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ) کا قاتل ہے۔ ابن بن سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کتنی عجیب بات ہے کہ یہ جانور (یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) ابھی تو پہاڑ کی چوٹی سے بکریاں چراتے چراتے یہاں آگیا ہے اور ایک مسلمان کے قتل کا مجھ پر الزام لگاتا ہے۔ اس کو یہ خبر نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں سے (شہادت) عزت دی اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچالیا (اگر اس وقت میں مارا جاتا) تو دوزخی ہوتا، حنبلہ نے بیان کیا کہ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ آپ نے ان کا بھی حصہ لگایا یا نہیں۔ سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعیدی نے اپنے دادا کے واسطے سے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ سعیدی سے مراد عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص ہیں۔

روایت میں ابن قوئل سے مراد نعمان بن مالک ابن ثعلبہ بن احرم بن نضر بن غنم صحابی ہیں، قوئل ان کے دادا ثعلبہ کا لقب تھا، وہ احد کے دن ابن بن سعید کے ہاتھ شہید ہوئے تھے۔ کہتے ہیں انہوں نے اس دن یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ! سورج ڈوبنے سے پہلے میں جنت کی سر کروں، اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔ دیر عرب میں ملی سے چھوٹا ایک جانور

جس کی دم اور کان چھوٹے ہوتے ہیں۔ قدوم اور ضان جو لفظ آیا ہے بعضوں نے کہا یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو قبیلہ دوس کے قریب تھا حضرت ابو ہریرہ اصرہی کے باشندے تھے گویا ابان بن سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کیا، ان کے پست قدم ہونے کو دوسرے تشبیہ دی اور بکریوں کا گڈر یا قرار دیتے ہوئے اپنے جرم کا اقرار بھی کیا مگر یہ کہ اس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں اللہ نے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں والمعاد منه ههنا قول ابان اكرمه الله على يدى ولم يهني على يديه واراد بذلك ان النعمان استشهد ببر ابان لاكمه الله بالشهادة ولم يقتل ابان على كفره فدخل النار وهو المراد بالا هانة بل عاش ابان حتى قاب واسلم وكان اسلامه قبل خيبر بعد الحديبية وقال ذالك الكلام بحضرة النبي صلى الله عليه وسلم واقربه عليه وموافق لما تضمنه للترجمة (فتح الباري) قول ابان سے یہاں مراد یہ کہ اللہ نے میرے ہاتھ پر ان کو عزت شہادت دی اور ان کے ہاتھوں سے قتل کرا کر مجھ کو ذلیل نہیں کیا، جس سے مراد لیا کہ نعمان ابان کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس اللہ نے ان کا اکرام فرمایا اور ابان کفر پر نہیں مراد رہے دونوں میں جاتا۔ اللہ نے ان کو حدیبیہ کے بعد اسلام نصیب فرمایا۔ ابان نے یہ باتیں آنحضرت ﷺ کے سامنے بیان کیں آپ خاموش رہے، اس سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ کا حصہ نہیں لگایا۔ اس پر حافظ صاحب فرماتے ہیں واحتج به من قال ان من حضر بعد فواغ الوقعة ولو كان خرج مددا لهم لا يشارك من حضرها وهو قول الجمهور (فتح الباري) یعنی اس سے دلیل لی اس نے جس نے کہا کہ جو شخص جنگ ہونے کے بعد حاضر ہو اگرچہ وہ مدد کرنے کے ہی لئے آیا ہو، اس کو حاضر ہونے والوں کے ساتھ حصوں میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ جسور کا یہی قول ہے۔

باب جملہ کو (نظلی روزوں پر)

مقدم رکھنا

(۲۸۲۸) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت بن ثنی نے، کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ابو طلحہ زید بن سہیل رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جہادوں میں شرکت کے خیال سے (نظلی) روزے نہیں رکھتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر میں نے انہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا روزے کے بغیر نہیں دیکھا۔

جہاد ایک ایسا عمل ہے جس میں فرض نماز بھی کم ہو جاتی ہے پھر نظلی نماز اور روزوں کا ذکر ہی کیا ہے کیونکہ جہاد ان سب پر مقدم ہے مگر عام طور پر مسلمان اس فریضہ سے غافل ہو گئے اور نظلی بلکہ خود ساختہ نمازوں، وظیفوں نے ان کو میدان جہاد سے قطعاً غافل کر دیا لامشاء اللہ۔ پیچھے بتلایا جا چکا ہے کہ اسلام میں جہاد یعنی قتل محض مدافعتیہ طور پر ہے جارحانہ ہرگز اسلام نے جنگ کو جائز نہیں رکھا۔

باب اللہ کی راہ میں مارے جانے کے سوا شہادت کی اور بھی

سات قسمیں ہیں

۲۹- بَابُ مِنْ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى

الصُّومِ

۲۸۲۸- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ لَا يَصُومُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ، فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ لَمْ أَرَهُ مُفْطِرًا إِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى)).

۳۰- بَابُ الشَّهَادَةِ سَنَعِ مَيَّوِي

الْقَتْلِ

۲۸۲۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ: الْمَطْفُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ النَّهْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)).

(۲۸۲۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں سہی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ طاعون میں ہلاک ہونے والا، پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہونے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرجانے والا اور اللہ کے راستے میں شہادت پانے والا۔

[راجع: ۶۵۳]

تشریح بعض احادیث میں شہادت کی سات قسموں کا صاف ذکر آیا ہے، حضرت امام نے عنوان انہیں احادیث کے پیش نظر لگایا ہے لیکن چونکہ یہ احادیث ان کی شرائط پر نہیں تھیں، اس لئے انہیں باب کے تحت نہیں لائے۔ مقصد یہ ہے کہ شہادت صرف جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جانے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پانے کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ (دوسری روایتوں میں ہے کہ جو جل کر یا غموئیہ میں مرجائے یا عورت زچگی میں یا آدمی اپنے مال و جان کی حفاظت میں یا سفر میں یا سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے یا درندے کے پھاڑنے سے مرجائے، وہ شہید ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں المراد بشہادۃ ہولاء کلہم غیر المقتول فی سبیل اللہ انہم یکون لہم ثواب الشہداء واما فی الدنیا فیغسلون ویصلی علیہم وقد سبق فی کتاب الایمان بیان هذا وان الشہداء ثلاثة اقسام شہید فی الدنیا و الآخرۃ وهو المقتول فی حرب الکفار وشہید فی الآخرۃ دون احکام الدنیا وہم ہولاء المذکورون ہنا وشہید فی الدنیا دون الآخرۃ وهو من غل فی الغیمۃ او قتل مدبرا (نوویؒ ج: ۲/ ص ۱۳۳) یعنی مقتول کے علاوہ ان جملہ شہادتوں سے مراد یہ کہ آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا مگر دنیا میں وہ شہداء کی طرح نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی طرح غسل دینے جائیں گے اور ان پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ شہداء تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو دنیا و آخرت میں شہید ہی ہیں، جو جہاد میں کفار کے ہاتھوں سے مارے جائیں۔ دوسری قسم کے شہید وہ جو آخرت میں شہید ہوئے مگر آخرت میں شہید نہیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مال غنیمت وغیرہ میں خیانت کی۔ تیسری قسم کے شہید وہ جو دنیا میں شہید ہیں مگر دنیا میں ان پر احکام شہداء جاری نہ ہوں گے، ایسے ہی شہداء یہاں مذکور ہیں۔ لفظ شہید کی حقیقت بتلانے کے لئے حضرت امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں واما سبب تسمیۃ شہیداً فقال النضر بن شعیب لانہ حی فان ارواحہم شہدت و حضرت دارالسلام و ارواح غیرہم انما شہدہا یوم القیامۃ وقال ابن الانباری لان اللہ تعالیٰ و ملائکتہ علیہم الصلوٰۃ والسلام یشہدون لہ بالجنۃ وقیل لانہ شہد عند خروج روحہ ما اعدہ اللہ تعالیٰ لہ من الثواب والکرامۃ وقیل لان ملائکۃ الرحمۃ یشہدونہ فیماخذونہ روحہ وقیل لانہ شہد لہ بالایمان وخاتمۃ الخیر بظاہر حالہ وقیل لان علیہ شہادۃ بکونہ شہیداً وهو الدم وقیل لانہ یشہد علی الامم یوم القیامۃ بابلاغ الرسل الرسالۃ الیہم و علی هذا القول بشارکھم غیرہم فی هذا الوصف (نوویؒ ج: ۲/ ص ۱۳۴) یعنی شہید کی وجہ تسمیہ کے بارے میں پس نضر بن شعیب نے کہا کہ وہ زندہ ہے یعنی ان کی روح دارالسلام میں زندہ اور حاضر رہتی ہے جبکہ ان کے غیر کی روہیں قیامت کے دن وہاں حاضر ہوں گی۔ ابن انباری نے کہا اس لئے کہ اللہ پاک اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور کہا گیا کہ اس لئے کہ جب بھی اس کی روح نکلی اس نے ثواب اور کرامت سے متعلق اللہ کے وعدوں کا مشاہدہ کیا اور کہا گیا کہ اس لئے کہ رحمت کے فرشتے اس کی شہادت کے وقت حاضر ہوتے اور اس کی روح کو لے لیتے ہیں اور کہا گیا کہ اس لئے کہ ظاہری شہادت کی بنا پر اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی شہادت دی گئی اور کہا گیا کہ اس پر اس کا خون شاہد ہو گا جو اس کے شہید ہونے کی شہادت دے گا اور کہا گیا کہ اس لئے کہ وہ

قیامت کے دن دوسری امتوں پر شہادت دے گا کہ ان کے رسولوں نے ان کو اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے اور اس قول پر ان کے غیر بھی اس میں ان کے شریک ہوں گے۔

۲۸۳۰- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)).

(۲۸۳۰) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو عاصم نے خبر دی حفصہ بنت سیرین سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا طاعون کی موت ہر مسلمان کے لئے شہادت کا درجہ رکھتی ہے۔

[طرفہ فی : ۵۷۳۲]۔

اس لئے طاعون زدہ علاقوں سے بھاگنا یا ان میں داخل ہونا منع ہے، اس بیماری میں آدمی کے گلے یا بغل میں گھٹی ہوتی ہے اور شدید بخار کے ساتھ دو دن میں آدمی ختم ہوتا ہے، اسی کو پلگ بھی کہتے ہیں۔

باب

۳۱- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِّ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً، وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى، وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ - إِلَى قَوْلِهِ- غُفُورًا رَحِيمًا﴾ [النساء : ۹۵]۔

اللہ تعالیٰ کا سورہ نساء میں یہ فرمانا کہ مسلمانوں میں جو لوگ معذور نہیں ہیں اور جہاد سے بیٹھ رہیں وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ نے ان لوگوں کو جو اپنے مال اور جان سے جہاد کریں، بیٹھے رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ سب کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو بیٹھے والوں پر بہت بڑی فضیلت دی ہے۔ ”اللہ کے فرمان غفور ورحیم تک۔

پہلے یہ آیت یوں اتری تھی ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ﴾ آخر تک۔ اس میں ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِّ﴾ کے الفاظ نہ تھے پھر اللہ نے یہ لفظ نازل فرما کر لولے، لنگڑے، اندھے، پاچ لوگوں کو نکال دیا کیونکہ وہ معذور ہیں۔

امام نووی اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ فیہ دلیل لسقوط الجہاد عن المعذورین ولكن لا يكون ثوابہم ثواب المجاہدین بل لہم ثواب نیاتہم ان کان لہم نية صالحة كما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولكن جہاد و نية وفيہ ان الجہاد فرض كفاية ليس بفرض عين وفيہ رد علی من يقول انه كان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض عين وبعده فرض كفاية والصحيح انه لم يزل فرض كفاية من حين شرع وهذه الآية ظاهرة فی ذالك لقوله تعالى وكلا وعد الله الحسنى وفضل الله المجاہدين على القاعدین اجرا عظيما یعنی یہ دلیل ہے کہ معذور لوگوں سے جہاد معاف ہے مگر ان کو مجاہدین کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ ان کی نیک نیتی کا ثواب ملے گا بشرطیکہ وہ نیت صالحہ رکھتے ہوں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جہاد اور نیت جہاد قیامت تک کے لئے باقی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ صرف فرض کفایہ ہے اور اس میں اس شخص کا بھی رد ہے جو کہتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں جہاد فرض عین تھا بعد میں فرض کفایہ ہو گیا، صحیح یہ ہے کہ جہاد ہمیشہ سے فرض کفایہ ہی چلا آ رہا ہے۔ آیت باب کا ظاہر مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ نے سب سے نیک وعدہ فرمایا ہے اور قاعدین پر مجاہدین کو بڑی فضیلت ہے۔ قاعدین یعنی جہاد سے بیٹھ رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

۲۸۳۱- ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا ابو اسحاق سے کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ کہتے تھے کہ جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (جو کاتب وحی تھے) کو بلایا، آپ ایک چوڑی ہڈی ساتھ لے کر حاضر ہوئے اور اس آیت کو لکھا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نایبنا ہونے کی شکایت کی تو آیت یوں نازل ہوئی ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ﴾

۲۸۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْدًا فَجَاءَ بِكِتَابٍ فَكَتَبَهَا. وَشَكَاهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ضَرَرَتَهُ فَتَنَزَلَتْ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولَى الضَّرَرِ﴾.

[أطرافه في: ٤٥٩٣، ٤٥٩٤، ٤٩٩٠].

اس زمانہ میں چونکہ کافہ زیادہ نہیں تھا، اس لئے ہڈی یا اور بہت سی دوسری چیزوں پر بھی خاص طریقہ استعمال کرنے کے بعد اس طرح لکھا جاتا کہ صاف پڑھا جاسکتا تھا اور کتابت بھی ایک طویل زمانہ تک باقی رہتی تھی۔ یہاں ایسی ہی ایک ہڈی پر آیت لکھنے کا ذکر ہوا ہے۔ اس آیت نے نایبنا وغیرہ معذورین کو فرضیت جہاد سے مستثنیٰ کر دیا۔ جس دور میں جیسا کہ آج کل ہے شرائط جہاد پورے طور پر موجود نہ ہوں اس دور کے اہل اسلام بھی معذورین ہی میں شمار ہوں گے مگر ایسے دور کو ضعف اسلام کا دور کہا جائے گا جیسا کہ بدء الاسلام غریبا وسیعود کما بدء سے ظاہر ہے۔

۲۸۳۲- ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا ابن شہاب سے، انہوں نے سہل بن سعد زہری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مروان بن حکم (خلیفہ اور اس وقت کے امیر مدینہ) کو مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کے قریب گیا اور پہلو میں بیٹھ گیا اور پھر انہوں نے ہمیں خبر دی کہ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے آیت لکھوائی ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ انہوں نے بیان کیا پھر عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، آپ اس وقت مجھ سے آیت مذکورہ لکھوا رہے تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اگر مجھ میں جہاد کی طاقت ہوتی تو میں بھی جہاد میں شریک ہوتا۔ وہ نایبنا تھے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر وحی نازل کی۔ اس وقت آپ کی ران میری ران پر تھی میں نے آپ

۲۸۳۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَلَى عَلَيْهِ: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ قَالَ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمْلِئُهَا عَلَيَّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ - وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى - فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

ﷺ پر وحی کی شدت کی وجہ سے آپ کی ران کا اتنا بوجھ محسوس کیا کہ مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں میری ران پھٹ نہ جائے۔ اس کے بعد وہ کیفیت آپ سے ختم ہو گئی اور اللہ عزوجل نے فقط ﴿غیر اولی الضر﴾ [طرفہ فی: ۴۵۹۲]۔

علی رسولہ ﷺ وَفَجَذَهُ عَلَى فَحْذِي. فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرِضَ فَحْذِي. ثُمَّ سَرَّيْ عَنْهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿غَيْرِ أُولِي الضَّرَرِ﴾. [طرفہ فی: ۴۵۹۲]۔

رسول کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کی حالت دیگرگوں ہو جاتی، سخت سردی میں پینہ پینہ ہو جاتے اور جسم مبارک بو جھل ہو جاتا۔ اسی کیفیت کو راوی نے یہاں بیان کیا ہے۔ آیت میں ان الفاظ سے نایبنا پیار پانچ لوگ فریضت جہاد سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ حج ہے ﴿لَا يَكُلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرة: ۲۸۶) احکام الہی صرف انسانی وسعت و طاقت کی حد تک بچالانے ضروری ہیں۔

باب کافروں سے لڑتے وقت صبر کرنا

۳۲- بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ

(۲۸۳۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق موسیٰ ابن عقبہ نے بیان کیا، ان سے سالم بن ابی النضر نے کہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے (عمر بن عبید اللہ کو) لکھا تو میں نے وہ تحریر پڑھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمہاری کفار سے ٹک بھڑ ہو تو صبر سے کام لو۔

۲۸۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا)). [راجع: ۲۸۱۸]

یعنی مستقل مزاجی کے ساتھ جے رہو اور حالات جیسے بھی ہوں بد دل ہرگز نہ ہو، بزدلی یا فرار مومن کی شان نہیں۔ اگر موت مقدر نہیں ہے تو یقیناً سلامتی کے ساتھ واپسی ہوگی اور موت مقدر ہے تو کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔ یہی ایمان اور یقین ہے جو مرد مومن کو غازی یا شہید کے معزز القاب سے لقمہ کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِذُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (البقرة: ۱۵۳) ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳۳- بَابُ التَّخْرِيطِ عَلَى الْقِتَالِ: باب مسلمانوں کو (محارب) کافروں سے لڑنے کی رغبت دلانا

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿حَرَّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ [الأنفال: ۶۵]۔

کافروں سے مراد وہ جو اسلامی ریاست پر حملہ کریں۔ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ امن و صلح کے ساتھ رہیں ان کے ساتھ جنگ و جہاد و غداری ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (الأنفال: ۶۱) اگر وہ غیر مسلم صلح صفائی کے لئے جھکیں تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ، امن و امان و صلح کے ساتھ رہو کہ اللہ کو یہی پسند ہے ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ﴾ (البقرة: ۲۰۵) اللہ فساد کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

(۲۸۳۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے

۲۸۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ

معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان سے

حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا أَبُو

حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ (غزوہ خندق کے شروع ہونے سے کچھ پہلے جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی) میدان خندق کی طرف تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں، ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔ آپ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ نے دعا فرمائی ”اے اللہ! زندگی تو پسِ آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرماؤ۔“

یعنی

در حقیقت جو مزہ ہے آخرت کا ہے مزہ
بخش دے انصار اور پردیسیوں کو اے خدا
صحابہ نے اس کے جواب میں کہا ”ہم وہ ہیں جنہوں نے محمدؐ کے ہاتھ پر
اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان
ہے“
یعنی۔

اپنے پیغمبر محمدؐ سے یہ بیعت ہم نے کی
جب تلک ہے زندگی لڑتے رہیں گے ہم سدا

باب خندق کھودنے کا بیان

۳۴- بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ

پہلے زمانوں میں دشمنوں سے محفوظ رہنے کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی تھی کہ قلعہ یا شہر کے چاروں طرف گہری خندق کھود کر اس کو پانی سے لبریز کر دیا جاتا، اسی طرح وہ قلعہ یا شہر دشمن سے محفوظ ہو جایا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو بھی ایک دفعہ مدینہ کی حفاظت کے لئے ایسا ہی کرنا پڑا دورِ حاضرہ میں جنگ کے پرانے حالات سب دوسری صورتوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، اب جنگ زمین سے زیادہ فضا میں لڑی جاتی ہے۔

(۲۸۳۵) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالعزیز نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (جب تمام عرب کے مدینہ منورہ پر حملہ کا خطرہ ہوا تو) مدینہ کے ارد گرد مہاجرین و انصار خندق کھودنے میں

إِسْحَاقَ عَنْ جُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَيْنٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ. فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيَْنَا أَبَدًا

[أطرافه في: ۲۸۳۵، ۲۹۶۱، ۳۷۹۵،

۳۷۹۶، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۶۴۱۳،

[۷۲۰۱]

۲۸۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ

مشغول ہو گئے، مٹی اپنی پشت پر لاد لاد کر اٹھاتے اور (یہ رجز) پڑھتے جاتے ”ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک اسلام کے لئے بیعت کی ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔“ نبی کریم ﷺ ان کے پاس رجز کے جواب میں یہ دعا فرماتے ”اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں، پس آپ تو انصار اور مہاجرین کو برکت عطا فرمائیو۔

الْمَدِينَةِ وَيَقُولُونَ التُّرَابَ عَلَى مُتُونِهِمْ وَيَقُولُونَ:

نَحْنُ الَّذِينَ نَابِعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَجِئُهُمْ وَيَقُولُ:

اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَبَارِكْ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

[راجعہ: ۲۸۳۴]

حدیث میں مدینہ شریف کے ارد گرد خندق کھودنے کا ذکر ہے۔ یہی ترجمۃ الباب ہے۔

(۲۸۳۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ (خندق کھودتے ہوئے مٹی) اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ”(اے اللہ!) اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی“ یعنی تو ہدایت گر نہ ہوتا تو نہ ملتی ہم کو راہ۔

۲۸۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْقُلُ وَيَقُولُ: ((لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا)).

[أطرافه في: ۲۸۳۷، ۳۰۳۴، ۴۱۰۴، ۴۱۰۶، ۶۶۲۰، ۷۲۳۶]

یہ جنگ شوال ۵ھ میں ہوئی تھی، جس میں جملہ اقوام عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یلغار کی تھی مگر اللہ نے ان کو ذلیل کر کے لوٹا دیا۔ سورۃ احزاب میں اس جنگ کے کچھ لرزہ خیز کوائف مذکور ہوئے ہیں۔

(۲۸۳۷) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوۃ احزاب (خندق) کے موقع پر دیکھا کہ آپ مٹی (خندق کھودنے کی وجہ سے جو نکلتی تھی) خود ڈھو رہے تھے، مٹی سے آپ کے پیٹ کی سفیدی چھپ گئی تھی اور آپ یہ شعر کہہ رہے تھے

۲۸۳۷- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ - وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ - وَهُوَ يَقُولُ:

تو ہدایت گر نہ ہوتا تو کہاں ملتی نجات
اب اتار ہم پر تسلی اے شہ عالی صفات
بے سبب ہم پر یہ کافر ظلم سے چڑھ آتے ہیں
کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
پاؤں جموا دے ہمارے، دے لڑائی میں ثبات
جب وہ ہمکائیں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

[راجعہ: ۲۸۳۶]

حدیث میں ذکر کردہ آخری الفاظ ان الاولی قد بغوا علینا کا مطلب یہ کہ یا اللہ! دشمنوں نے خواہ مخواہ ہمارے خلاف قدم اٹھایا اور ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے، اس لئے مجبوراً ہم کو ان کے جواب میں میدان میں آنا پڑا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جنگ مدافعتی

ہوتی ہے جس کا مقصد عظیم فتنہ فساد کو فرو کر کے امن و امان کی فضا پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام پر قتل و غارت گری کا الزام لگاتے ہیں وہ حق سے سراسر ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔

باب جو شخص کسی معقول عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا

(۲۸۳۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے حمید نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے۔

(۲۸۳۹) امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کی دوسری سند بیان کرتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید کے بیٹے ہیں، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ (تبوک) پر تھے تو آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ مدینہ میں ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ہم کسی بھی گھاٹی یا وادی میں (جہاد کے لئے) چلیں وہ ثواب میں ہمارے ساتھ ہیں کہ وہ صرف عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں آ سکے۔ اور موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے حمید نے، ان سے موسیٰ بن انس نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ابو عبد اللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی سند زیادہ صحیح ہے۔

پہلی سند وہ جس میں حمید اور انس کے درمیان موسیٰ بن انس کا واسطہ نہیں ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں کچھ واقعی ایسے مخلص تھے جن کے عذرات صحیح تھے، وہ دل سے شرکت چاہتے تھے مگر مجبوراً پیچھے رہ گئے، ان ہی کے بارے میں آپ نے یہ بشارت پیش فرمائی۔ ترجمہ اور باب میں مطابقت ظاہر ہے۔

جہاد میں روزے رکھنے

کی فضیلت

(۲۸۴۰) ہم سے اسحاق بن نضر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح نے خبر دی، ان دونوں حضرات نے نعمان بن ابی عیاش سے سنا، انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، آپ

۳۵- بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ

۲۸۳۸- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: ((رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ)). [طرفاء فی : ۲۸۳۹، ۴۴۲۳].

۲۸۳۹- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ: ((إِنْ أَقْوَامًا بِالْمَدِينَةِ خَلَفْنَا مَا سَلَكْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِيًا إِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيهِ، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ)). وَقَالَ مُوسَى: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: الْأَوَّلُ أَصَحُّ. [راجع: ۲۸۳۸]

۳۶- بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ

۲۸۴۰- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَسُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي عِيَّاشٍ

نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک دن بھی روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے ستر سال کی مسافت کی دوری تک دور کر دے گا۔

مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں لفظ فی سبیل اللہ زیادہ تر جہاد ہی کے لئے بولا گیا ہے۔ حدیث مذکور میں بھی جہاد کرتے ہوئے روزہ رکھنا مراد ہے جس سے نفل روزہ مراد ہے اور اسی کی یہ فضیلت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد مجاہد کا روزہ اور مرد مجاہد کی نماز بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔

باب اللہ کی راہ (جہاد) میں خرچ کرنے کی فضیلت

کا بیان

(۲۸۴۱) ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے بیان کیا، یحییٰ سے، وہ ابو سلمہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائے گا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ! پھر اس شخص کو کوئی خوف نہیں رہے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم بھی انہیں میں سے ہو گے۔

۳۷- بَابُ فَضْلِ النِّفَقَةِ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ

۲۸۴۱- حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ - كُلُّ خَزَنَةٍ بَابٍ - : أَيْ فُلٍ، هَلُمَّ)). قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَلِكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي لَأَرْجُوا أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)).

[راجع: ۱۸۹۷]

اس حدیث میں بھی لفظ فی سبیل اللہ سے جہاد ہی مراد ہے جوڑا خرچ کرنے سے مراد ہے کہ جو چیز بھی دی وہ کم از کم دو دو کی

تعداد میں دی اس پر یہ فضیلت ہے۔

(۲۸۴۲) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے فلح نے بیان کیا، ان سے ہلال نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا میرے بعد تم پر دنیا کی جو برکتیں کھول دی جائیں گی، میں تمہارے بارے میں ان سے ڈر رہا ہوں کہ (کہیں تم ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ) اس کے بعد آپ نے دنیا کی رنگینیوں کا ذکر فرمایا۔ پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا پھر اس کی رنگینیوں کو بیان فرمایا، اتنے میں ایک صحابی

۲۸۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: ((إِنَّمَا أَخَشَى عَلَيْكُمْ مِنْ بَغْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ)). ثُمَّ ذَكَرَ زَهْرَةَ الدُّنْيَا قَبْدًا يَأْخُذَاهُمَا وَثْنِي

کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بھلائی برائی پیدا کر دے گی۔ آپ اس پر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ ہم نے سمجھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ سب لوگ خاموش ہو گئے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ اس کے بعد آپ نے چہرہ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور دریافت فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی (مال اور دنیا کی برکات) خیر ہے؟ تین مرتبہ آپ نے یہی جملہ دہرایا پھر فرمایا دیکھو بہار کے موسم میں جب ہری گھاس پیدا ہوتی ہے وہ جانور کو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے مگر وہ جانور بچ جاتا ہے جو ہری ہری دوب چرتا ہے، کو کھیں بھرتے ہی سورج کے سامنے جاکھڑا ہوتا ہے۔ لید گوبر، پیشاب کرتا ہے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد اور چرتا ہے، اسی طرح یہ مال بھی ہرا بھرا اور شیریں ہے اور مسلمان کا وہ مال کتنا عمدہ ہے جسے اس نے حلال طریقوں سے جمع کیا ہو اور پھر اسے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) قیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے وقف کر دیا ہو لیکن جو شخص ناجائز طریقوں سے جمع کرتا ہے تو وہ ایک ایسا کھانے والا ہے جو کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور وہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ بن کر آئے گا۔

باب جو شخص غازی کا مسلمان تیار کر دے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے، اس کی فضیلت

(۲۸۴۳) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ہم سے حسین نے بیان کیا، کہا مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے بسر بن سعید نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن خالد بن بشر نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے والے کو ساز و سامان دیا تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا اور جس نے خیر خواہانہ طریقہ پر غازی کے گھریار کی نگرانی کی تو وہ (گویا) خود غزوہ میں شریک ہوا۔

(۲۸۴۴) ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان

بِالْآخَرَى. فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَلَمَّا يُوحَى إِلَيْهِ، وَسَكَتَ النَّاسُ كَانَ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ. ثُمَّ إِنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ الرُّخَصَاءَ فَقَالَ: ((أَيُّنَ السَّائِلُ آيَفَا؟ أَوْ خَيْرٌ هُوَ ثَلَاثًا. إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِالْخَيْرِ. وَإِنَّهُ كُلُّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ مَا يَقْتُلُ حَبْطًا أَوْ يُلْمُ، أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسُ فَتَلَطَّتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ. وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ خُلُوةٌ، وَنِعَمٌ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْيَنَامَى وَالْمَسَاكِينَ، وَمَنْ لَمْ يَأْخُذْهُ بِحَقِّهِ فَهُوَ كَالْأَكْلِ الَّذِي لَا يَشْبَعُ، وَيَكُونُ عَلَيْهِ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

[راجع: ۹۲۱]

۳۸- باب فضل من جهز غازیاً أو

خلفه بخیر

۲۸۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنِي بسر بن سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ بَشَرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا)).

۲۸۴۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ

سے اسحاق بن عبد اللہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں اپنی بیویوں کے سوا اور کسی کے گھر نہیں جایا کرتے تھے مگر ام سلیم کے پاس جاتے۔ آنحضرتؐ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس پر رحم آتا ہے، اس کا بھائی (حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ) میرے کام میں شہید کر دیا گیا۔

وہ ستر قاری مبلغین صحابہ قبائل رعل و ذکوان وغیرہ نے جن کو دھوکا سے شہید کر دیا تھا، ان میں اولین شہید یہی حضرت حرام بن ملحانؓ تھے۔ علماء نے ام سلیم کو آپؐ کی رضاعی خالہ بھی بتلایا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں علیٰ انہا کانت محرما لہ صلی اللہ علیہ وسلم واختلفوا فی کیفیتہ ذلک فقال ابن عبد البر وغیرہ کانت احدی خالاتہ صلعم من الرضاعة وقال اخرون بل کانت خالة لایہ او لجدہ لان عبدالمطلب کانت امہ من بنی النجار (نووی) یعنی ام سلیم آپؐ کیلئے محرم تھی بعض لوگوں نے ان کو آپؐ کی خالہ بتلایا ہے اور رضاعی بھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کے والد ماجد یا آپؐ کے دادا کی خالہ تھیں، اسلئے کہ عبدالمطلب کی والدہ ماجدہ بنو نجار سے تھیں۔

باب جنگ کے موقع پر خوشبو ملانا

(۲۸۴۵) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عون نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن انس نے بیان کیا جنگ یمامہ کا وہ ذکر کر رہے تھے، بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے، انہوں نے اپنی ران کھول رکھی تھی اور خوشبو لگا رہے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا چچا اب تک آپؐ جنگ میں کیوں تشریف نہیں لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹے ابھی آتا ہوں اور وہ پھر خوشبو لگانے لگے پھر (کفن پہن کر) تشریف لائے اور بیٹھ گئے (مراد صف میں شرکت سے ہے) انس رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے کچھ کمزوری کے آثار کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم کافروں سے دست بدست لڑیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایسا کبھی نہیں کرتے تھے۔ (یعنی پہلی صف کے لوگ ڈٹ کر لڑتے تھے کمزوری کا ہرگز مظاہرہ نہیں ہونے دیتے تھے) تم نے اپنے دشمنوں کو بہت بری چیز کا عادی بنا دیا ہے (تم جنگ کے موقع پر پیچھے ہٹ گئے) وہ حملہ کرنے لگے۔ اس حدیث کو حماد نے ثابت سے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ، فَقِيلَ لَهُ، فَقِيلَ: ((إِنِّي أَرْحَمُهَا، قِيلَ أَخُوهَا مَعِي)).

۳۹- بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

۲۸۴۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ قَالَ: وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ: ((أَتَى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخْذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّنُ فَقَالَ: يَا عَمَّ مَا يَحْبِسُكَ أَنْ لَا تَجِيءَ؟ قَالَ: الْآنَ يَا ابْنَ أَخِي، وَجَعَلَ يَتَحَنَّنُ - يَعْنِي مِنَ الْحَنُوطِ - ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ، فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ انْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ لَقَالَ: هَكَذَا عَنْ وُجُوهِنَا حَتَّى نَصَارِبَ الْقَوْمَ، مَا هَكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِنَسْ مَا عَوَّدْتُمْ أَقْرَانَكُمْ)) رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ.

جنگ یمامہ بزمانہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیلہ کذاب مدعی نبوت سے لڑی گئی تھی۔ تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔

ان شاء اللہ العزیز۔

باب دشمنوں کی خبر لانے والے دستہ کی فضیلت

۴۰ - بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ

لفظ طلیعہ کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں ای من یبعث الی العدو لیطلع علی احوالہم وهو اسم جنس لیشمل الواحد لہما فوقہ (فتح الباری) یعنی جو شخص دشمنوں کے حالات کی اطلاع حاصل کرنے کے لئے بھیجا جائے اور یہ اسم جنس ہے جو واحد اور جمع سب پر مشتمل ہے۔

(۲۸۳۶) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے محمد بن مکدر نے بیان کیا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق کے دن فرمایا دشمن کے لشکر کی خبر میرے پاس کون لا سکتا ہے؟ (دشمن سے مراد یہاں بنو قریظہ تھے) زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ آپ نے دوبارہ پھر پوچھا دشمن کے لشکر کی خبریں کون لا سکے گا؟ اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری (سچے مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری (زبیر) ہیں۔

۲۸۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ يَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ؟)) قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا. ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ يَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟)) قَالَ الزُّبَيْرُ: أَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيُّ الزُّبَيْرِ)).

[أطرافہ فی: ۲۸۴۷، ۲۹۹۷، ۳۷۱۹]

[۷۲۶۱، ۴۱۱۳]

باب کیا جاسوسی کے لئے کسی ایک شخص کو بھیجا جاسکتا ہے؟

(۲۸۳۷) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، کہا ہم سے ابن مکدر نے بیان کیا، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو (بنی قریظہ کی خبر لانے کے لئے) دعوت دی۔ صدقہ (امام بخاری کے استاذ) نے کہا کہ میرا خیال ہے یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر لبیک کہا پھر آپ نے بلایا اور زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا پھر تیسری بار آپ نے بلایا اور اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر بن عوام ہیں (رضی اللہ عنہ)

۴۱ - بَابُ هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَخَدَةُ

۲۸۴۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: نَذَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ - قَالَ صَدَقَةُ أَظْنُهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ - فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَذَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَذَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنْ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا، وَإِنْ حَوَارِيُّ الزُّبَيْرِ ابْنُ الْغَوَّامِ)). [راجع: ۲۸۴۶]

باب دو آدمیوں کا مل کر سفر کرنا

۴۲ - بَابُ سَفَرِ الْإِثْنَيْنِ

(۲۸۳۸) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو شہاب

۲۸۴۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا

نے بیان کیا، ان سے خالد حذاء نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے یہاں سے وطن کے لئے واپس لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا ایک میں تھا اور دوسرے میرے ساتھی (ہر نماز کے وقت) اذان پکارتا اور اقامت کہتا اور تم دونوں میں جو بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔

أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍ قَالَ: أَنْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ لَنَا - أَنَا وَصَاحِبُ لِي - : ((أَذِّنَا وَأَقِيمَا وَلْيُؤْمِكُمَا أَكْبَرُكُمَا)). [راجع: ۶۲۸]

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے یہاں حضرت امام بخاری اس کو اس لئے لائے کہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے اور دو شخص سفر کرنے والے دو شیطان ہیں اور تین شخص جماعت۔ اس حدیث کی رو سے بعضوں نے دو شخصوں کا سفر مکرمہ رکھا ہے، امام بخاری نے اسی حدیث سے اس کا جواز نکالا معلوم ہوا کہ ضرورت سے دو آدمی بھی سفر کر سکتے ہیں۔

باب قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت

۴۳- بابُ الْخَيْلِ مَعْقُودٌ فِي

بندھی ہوئی ہے

نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

سواروں کے جانوروں میں گھوڑے کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے، یہ جانور اپنی وفا شعاری و فرمانبرداری کے لحاظ سے انسانوں کے لئے ہمیشہ سے ایک محبوب جانور رہا ہے۔ جنگ میں گھوڑے سے سواروں کی خدمت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ آج بھی جبکہ آج کے مشینی دور میں بہتر سے بہتر سواریاں ایجاد میں آچکی ہیں، قدم قدم پر موٹر و ہوائی جہاز موجود ہیں مگر گھوڑے کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔ لشکروں کی زینت جو گھوڑے کے ساتھ وابستہ ہے دوسری سواریوں کے ساتھ نہیں ہے۔ دنیا میں کوئی حکومت ایسی نہیں جس میں گھوڑا سوار فوج کا دستہ نہ ہو۔ اسلام نے نہ صرف جنگ و جہاد بلکہ رفاہ عام کے لئے بھی گھوڑا پالنے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ بہت سے ایسے مقامات جہاں مشینی سواریوں کی پہنچ نہیں ہوتی گھوڑا وہاں تک رسائی پالنے میں مشہور ہے۔ ان جملہ احادیث میں گھوڑے کی فضیلت ان ہی خوبیوں کی بنا پر وارد ہوئی ہے۔ خاص طور پر جبکہ پہلے زمانوں میں یہی جانور جنگ میں بہادری کا نمونہ جان ہوتا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر سے مجاہدین کے گھوڑے بڑی فضیلت رکھتے ہیں اور ان ہی پر ان جملہ سواریوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے جو آج مشینی سواریاں، بحری و بری و فضائی مقابلوں میں استعمال میں آتی ہیں۔ آج کے مشینی دور میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ جو قومیں اپنے آلات جنگ میں زیادہ تعداد ایسے ہی آلات کی مہیا کرتی ہیں، وہی قومیں آج فتح یاب ہوتی ہیں اور جن کے پاس یہ آلات نہیں ہوتے وہ بے حد کمزور تصور کی جاتی ہیں۔ آج کی دنیا میں امریکہ اور روس کا نام اس لئے روشن ہے کہ وہ اس قسم کے آلات مہیا کرنے میں دنیا کی سب قوموں سے آگے ہیں۔ الفاظ باب میں خیر سے مراد ہر بھلائی اور مال بھی مراد ہے۔ عموماً اہل عرب خیر کا لفظ مال پر بولتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں لفظ ﴿إِنْ تَرَكَ خَيْرَ الْوَصِيَّةِ﴾ (البقرة: ۱۸۰) میں خیر سے مال ہی مراد ہے۔

۲۸۴۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک

نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے

ساتھ خیر و برکت وابستہ رہے گی۔ (کیونکہ اس سے جہاد میں کام لیا جاتا

رہے گا)

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ ﷺ : ((الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)). [طرفة في: ۳۶۴۴]

(۲۸۵۰) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حصین اور ابن ابی السمر نے، ان سے شعبی نے اور ان سے عروہ بن جعد بن جعد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ خیر و برکت بندھی رہے گی۔ سلیمان نے شعبہ کے واسطے سے بیان کیا کہ ان سے عروہ بن ابی الجعد بن جعد نے اس روایت کی متابعت (جس میں بجائے ابن الجعد کے ابن ابی الجعد ہے) مسدد نے ہشیم سے کی، ان سے حصین نے، ان سے شعبی نے اور ان سے عروہ بن ابی الجعد نے۔

۲۸۵۰- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ مَقْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)). قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ: ((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ)). تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: ((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ)). [أطرافه في: ۲۸۵۲، ۳۱۱۹، ۳۶۴۳].

سعد نے بھی ابی الجعد کہا۔ ابن مدنی نے بھی اسی کو ٹھیک کہا ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابو الجعد کا نام سعد تھا۔ سلیمان کی روایت ابو نعیم کے مستخرج میں اور مسدد کی روایت ان کے مسند میں موصول ہے۔

(۲۸۵۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابو التیاح نے اور ان سے انس بن مالک بن جعد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں برکت بندھی ہوئی ہے۔

۲۸۵۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ)). [طرفه في: ۳۶۴۵].

باب مسلمانوں کا امیر عادل ہو یا ظالم

اس کی قیادت میں جہاد ہمیشہ ہوتا رہے گا

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر و برکت قائم رہے گی۔“

اور گھوڑا اسی لئے متبرک ہے کہ وہ آلہ جہاد ہے تو معلوم ہوا کہ جہاد بھی قیامت تک ہوتا رہے گا۔ حضرت امام بخاریؒ امام ابو داؤد کی یہ حدیث نہ لاسکے کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر ایک بادشاہ اسلام کے ساتھ خواہ وہ نیک ہو یا بدگو کبیرہ گناہ کرتا ہو اور انسؓ کی یہ حدیث کہ جہاد جب سے اللہ نے مجھ کو بھیجا قیامت تک قائم رہے گا۔ اخیر میری امت دجال سے لڑے گی، کسی ظالم کے ظلم یا عادل کے عدل سے جہاد باطل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دونوں حدیثیں امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہ تھیں۔ خلاصہ یہ کہ جہاد امام عادل ہو یا فاسق ہر دو کے ساتھ درست ہے۔

(۲۸۵۲) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا ہم سے عامر نے، کہا ہم سے عروہ باریق بن جعد نے بیان کیا کہ نبی کریم

۴۴- بَابُ الْجِهَادِ مَا ضَرَّ مَعَ الْبَرِّ

وَالْفَاجِرِ

لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((الْخَيْلُ مَقْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)).

۲۸۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ

﴿النَّحِيلُ مَقْفُودٌ فِي نَوَاصِيهَا
الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ﴾۔
[راجع: ۲۸۵۰]

ﷺ نے فرمایا خیر و برکت قیامت تک گھوڑے کی پیشانی کے ساتھ
بندھی رہے گی یعنی آخرت میں ثواب اور دنیا میں مال غنیمت ملتا رہے گا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گھوڑے میں خیر و برکت کے متعلق حدیث آئی ہے وہ اس کے آلہ جہاد ہونے کی وجہ سے ہے اور جب قیامت تک اس میں خیر و برکت قائم رہے گی تو اس سے نکلا کہ جہاد کا حکم بھی قیامت تک باقی رہے گا اور چونکہ قیامت تک آنے والا دور ہر اچھا اور برا دونوں ہو گا اس لئے مسلمانوں کے امراء بھی اسلامی شریعت کے پوری طرح پابند ہوں گے اور کبھی ایسے نہیں ہوں گے لیکن جہاد کا سلسلہ کبھی بند نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ اعلاء کلمۃ اللہ اور دنیا و آخرت میں سربلندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اسلامی مفاد کے پیش نظر ظالم حکمرانوں کی قیادت میں بھی جہاد کیا جاتا رہے گا۔

۴۵ - بَابُ مَنْ اخْتَبَسَ فَرَسًا
لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَمِنْ رِبَاطِ النَّحِيلِ﴾
[الأنفال: ۶۰]

باب جو شخص جہاد کی نیت سے (گھوڑا پالے) اللہ تعالیٰ کے
ارشاد ﴿وَمِنْ رِبَاطِ النَّحِيلِ﴾ کی تعمیل میں

۲۸۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا
ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ
قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدًا الْمُقْبِرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ
النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ اخْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ، إِيمَانًا بِاللَّهِ وَتَصَدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ
شِبَعَهُ وَرِيَّتَهُ وَزَوْلَتَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ)).

ہم سے علی بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے امام عبد اللہ
بن المبارک نے بیان کیا، کہا مجھ کو طلحہ بن ابی سعید نے خبر دی، کہا کہ
میں نے سعید مقبری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس
شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا
جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا پالا تو اس
گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن اس
کی ترازو میں ہو گا اور سب پر اس کو ثواب ملے گا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں فی هذا الحديث جواز وقف النخيل للمدافعة عن المسلمين وليستبطل منه جواز وقف غير النخيل من
المنقولات ومن غير المنقولات من باب اولی (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دشمنوں کی مدافعت کے لئے
گھوڑے کو وقف کرنا جائز ہے، اسی سے گھوڑے کے سوا اور بھی جائداد منقولہ کا وقف کرنا ثابت ہوا، جائداد غیر منقولہ کا وقف تو بہر
صورت بہتر ہے۔ دور حاضرہ میں مشینی آلات حرب و ضرب بہت سی قسموں کے وجود میں آچکے ہیں جن کے بغیر آج میدان میں کامیابی
مشکل ہے، اسی لئے اقوام عالم ان آلات کی فراہمی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ جب بھی کبھی کسی
بھی جگہ اسلامی قواعد کے تحت جہاد کا موقع ہو گا، ان آلات کی ضرورت ہو گی اور ان کی فراہمی سب پر مقدم ہو گی۔ اس لحاظ سے ایسے
مواقع پر ان سب کی فراہمی بھی دور رسالت میں گھوڑوں کی فراہمی جیسے ثواب کا موجب ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ

۴۶ - بَابُ اسْمِ الْفَرَسِ وَالْجِمَارِ
باب گھوڑوں اور گردھوں کا نام رکھنا

(۲۸۵۳) ہم سے محمد بن ابی بکر نے بیان کیا، کہا ہم سے فضیل بن سلیمان بیان کیا، ان سے ابو حازم نے، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے اور ان سے ان کے باپ نے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) نکلے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کے دوسرے تمام ساتھی تو محرم تھے لیکن انہوں نے خود احرام نہیں باندھا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے ایک گور خر دیکھا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے اس پر نظر پڑنے سے پہلے ان حضرات کی نظر اگرچہ اس پر پڑی تھی لیکن انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھتے ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، ان کے گھوڑے کا نام جرادہ تھا، اس کے بعد انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی ان کا کوڑا اٹھا کر انہیں دے دے (جسے لئے بغیر وہ سوار ہو گئے تھے) ان لوگوں نے اس سے انکار کیا (محرم ہونے کی وجہ سے) اس لئے انہوں نے خود ہی لے لیا اور گور خر پر حملہ کر کے اس کی کونچیں کاٹ دیں انہوں نے خود بھی اس کا گوشت کھایا اور دوسرے ساتھیوں نے بھی کھایا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب یہ لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے آپ نے پوچھا کہ کیا اس کا گوشت تمہارے پاس بچا ہوا باقی ہے؟ ابو قتادہ نے کہا کہ ہاں اس کی ایک ران ہمارے ساتھ باقی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی وہ گوشت کھایا۔

۲۸۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَخَلَّفَ أَبُو قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ أَصْحَابِهِ وَهُمْ مُخْرِمُونَ وَهُوَ غَيْرُ مُخْرِمٍ، فَأَرَاوَا حِمَارًا وَخَشِيبًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ، فَلَمَّا رَأَوْهُ تَرَكُوهُ حَتَّى رَأَاهُ أَبُو قَتَادَةَ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ يُقَالُ لَهُ الْجَرَادَةُ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَنَالُوهُ سَوَطَهُ فَأَبَوْا، فَتَنَاولَهُ، فَحَمَلَ فَقَفَرَهُ، ثُمَّ أَكَلَ فَأَكَلُوا، فَقَدِمُوا، فَلَمَّا أَذْرَكُوهُ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟)) قَالَ: مَعَنَا رِجْلُهُ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَهَا)).

[راجع: ۱۸۲۱]

گھوڑے کا نام جرادہ تھا، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔

(۲۸۵۵) ہم سے علی بن عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے معن بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابی بن عباس بن سہل نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے ان کے دادا (سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ) سے بیان کیا کہ ہمارے باغ میں نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا رہتا تھا جس کا نام لمیعت تھا۔

۲۸۵۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَيْسَى حَدَّثَنَا أَبِي بْنُ عَبَّاسٍ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: ((كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فِي حَائِطِنَا فَرَسٌ يُقَالُ لَهُ اللَّحِيفُ)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: وَقَالَ بَعْضُهُمُ: اللَّحِيفُ.

(۲۸۵۶) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے یحییٰ بن آدم سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الاحوص نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے عمرو بن میمون نے اور ان سے معاذ رضی اللہ عنہ

۲۸۵۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ آدَمَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جس گدھے پر سوار تھے، میں اس پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس گدھے کا نام عفیر تھا۔ آپ نے فرمایا اے محاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ اسے عذاب نہ دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس کی لوگوں کو بشارت نہ دے دوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اس کی بشارت نہ دو ورنہ وہ خلی اعتماد کر بیٹھیں گے۔ (اور نیک اعمال سے غافل ہو جائیں گے)

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ رَدَفَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ، فَقَالَ: ((يَا مُعَاذُ، هَلْ تَذَرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟)) قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَكْبَرُ. قَالَ: ((فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)). فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: ((لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَكِيدُوا)).

[أطرافه (ب): ٥٩٦٧، ٦٢٦٧، ٦٥٠٠،

[٧٣٧٣]

ترجمہ: یہاں گدھے کا نام عفیر مذکور ہے، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حدیث ہذا سے شرک کی انتہائی مذمت اور توحید کی انتہائی خوبی بھی ثابت ہوئی۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مذکور ہے کہ شرک اتنا بڑا گناہ ہے جو شخص بحالت شرک دنیا سے چلا گیا، اس کے لئے جنت قطعاً حرام ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے نذر دوزخ میں جتا رہے گا۔ صد افسوس کہ کتنے نام نہاد مسلمان ہیں جو قرآن مجید پڑھنے کے باوجود اندھے ہو کر شرکیہ کاموں میں گرفتار ہیں بلکہ بت پرستوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ جو قبروں میں دفن شدہ بزرگوں سے حاجت طلب کرتے، دور دراز سے ان کی وحالی دیتے اور ان کے ناموں کی نذر نیاز کرتے ہیں اور ایسے ایسے غلط اعتقادات بزرگوں کے بارے میں رکھتے ہیں جو اعتقاد کھلے ہوئے شرکیہ اعتقاد ہیں اور جو بت پرستوں کو ہی زب دیتے ہیں مگر نام نہاد مسلمانوں نے اسلام کو برباد کر دیا ہے ہدایم اللہ الی صراط مستقیم توحید و شرک کی تفصیلات کے لئے تقویہ الایمان کا مطالعہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

(۲۸۵۷) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ میں نے قتادہ سے سنا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا (ایک رات) مدینہ میں کچھ خطرہ سامحوس ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ہمارا (ابو طلحہ رضی اللہ عنہ) کا جو آپ کے عزیز تھے گھوڑا منگوا یا، گھوڑے کا نام مندوب تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خطرہ تو ہم نے کوئی نہیں دیکھا البتہ اس گھوڑے کو ہم نے سمندریا ہے۔

۲۸۵۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مَسَعُفٌ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ قَرْعٌ بِالْمَدِينَةِ، فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ لَهُ مَنُذُوبٌ فَقَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ فَرْعٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَهْجُورًا)). [راجع: ۲۶۲۷]

ایک دفعہ مدینہ میں رات کو ایسا خیال لوگوں کو ہوا کہ چانک کسی دشمن نے شہر حملہ کر دیا ہے، آنحضرت خود بنفس نفیس مندوب

گھوڑے پر سوار ہو کر اندھیری رات میں اس کی تحقیق کے لئے نکلے مگر اس افواہ کو آپ نے غلط پایا، یہی واقعہ یہاں مذکور ہے۔
 ۴۷- بَابُ مَا يُذَكَّرُ مِنْ شُومِ

ہوتے ہیں

الْفَرَسِ

(۲۸۵۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی،
 ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں سالم بن عبد اللہ نے خبر دی اور ان
 سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا
 آپ نے فرمایا تھا کہ نخوست صرف تین ہی چیزوں میں ہوتی ہے،
 گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔

۲۸۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
 عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ
 اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّمَا
 الشُّومُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ،

وَالدَّارِ)). [راجع: ۲۰۹۹]

یعنی اگر نخوست کوئی چیز ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی جیسے آگے کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے
 کہ بدقالی کوئی چیز نہیں اگر کوئی چیز ہو تو گھر اور گھوڑے اور عورت میں ہوگی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے نکالا کہ دو شخص
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ تین چیزوں میں نخوست ہوتی ہے گھوڑے اور عورت اور
 گھر میں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت غصے ہوئیں اور کہنے لگیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپ نے جاہلیت والوں
 کا یہ خیال بیان فرمایا تھا کہ وہ ان چیزوں میں نخوست کے قائل تھے۔ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ واقعی ان چیزوں میں نخوست
 کوئی شے ہے یا نہیں، اکثر نے انکار کیا ہے کیونکہ دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ بد شگون کوئی چیز نہیں ہے نہ چھوت کوئی چیز نہ تیرہ
 تیزی اور بعضوں نے کہا کہ نخوست سے یہ مراد ہے کہ گھوڑا بد ذات، کاٹل، شریر، بسیار خوار ہو یا عورت بد زبان، بد رویہ ہو یا گھر تنگ
 اور بے ہوا اور گندہ ہو۔ ابو داؤد کی ایک حدیث میں ہے آپ سے ایک شخص نے بیان کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم ایک گھر میں جا کر رہے
 تو ہمارا شمار کم ہو گیا، مال گھٹ گیا۔ آپ نے فرمایا ایسے برے گھر کو چھوڑ دو (وحیدی)

حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں باب ما يذكر من شوم الفرس ای ہل هو علی عمومہ او مخصوص ببعض الخيل وهل هو علی
 ظاهرہ او مادل وقد اشار بابراد حدیث سهل بعد حدیث ابن عمر الی ان الحصر الذی فی حدیث ابن عمر لیس علی ظاهرہ وترجمة الباب
 الذی بعده وهی الخيل الثلاثة الی ان شوم مخصوص ببعض الخيل دون بعض وكل ذلك من لطيف نظره ودقيق فكره قال الكرمانی فان
 قلت الشوم قد یكن فی غیرها فما معنى الحصر قال الخطابی اليمن والشوم علامتان لما یصيب الانسان من الخیر والنشر ولا یكون شنی
 من ذلك الا بقضاء الله الی آخره (فتح) یعنی باب جس میں گھوڑے کی نخوست کا ذکر ہے وہ اپنے عموم پر ہے یا اس سے بعض گھوڑے
 مراد ہیں اور کہا وہ ظاہر پر ہے یا اس کی تاویل کی گئی ہے اور حضرت امام بخاریؒ نے حدیث ابن عمر کے بعد حدیث سهل لا کر اشارہ فرمایا
 ہے کہ حدیث ابن عمر کا حصر اپنے ظاہر پر نہیں ہے اور ترجمۃ الباب جو بعد میں ہے جس میں ہے کہ گھوڑا تین قسم کے آدمیوں کے
 لئے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نخوست عام نہیں ہے بلکہ بعض گھوڑوں کے ساتھ خاص ہوتی ہے اور یہ حضرت امام بخاریؒ
 کی باریک نظری ہے اور آپ کی گہری فکر ہے (جو ایک مجتہد مطلق کی شان کے عین لائق ہے) اگر کوئی کہے کہ نخوست اس کے غیر میں
 حصر کے معنی میں آتی ہے تو اس کے جواب میں خطابی نے کہا ہے کہ برکت اور نخوست دو ایسی علامتیں ہیں جو خیر اور شر سے انسان کو
 پہنچتی ہیں اور ان میں سے بغیر اللہ کے فیصلہ کے کوئی بھی چیز لاحق نہیں ہو سکتی اور مذکورہ تین چیزیں محل اور ظروف ہیں۔ ان میں

سے کوئی چیز بھی بعا برکت یا نحوست نہیں رکھتی ہاں اگر ان کو استعمال کرتے وقت ایسی چیز پیش آجائے تو وہ چیز ان کی طرف منسوب ہو جاتی ہے، مکان میں سکونت کرنی پڑتی ہے، عورت کے ساتھ گزران کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور کبھی ضرورت کے لئے گھوڑا پالنا پڑتا ہے تو ان کے ساتھ بعض مواقع برکت یا نحوست اضافی چیزیں ہیں ورنہ جو کچھ ہوتا ہے صرف اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورت کی نحوست سے یہ مراد ہے کہ وہ بانجھ رہ جائے اور گھوڑے کی نحوست یہ کہ کبھی اس پر چڑھ کر جہاد کا موقع نصیب نہ ہو اور گھر کی یہ کہ کوئی پڑوسی برا مل جائے اور یہ بھی سب کچھ اللہ کے قضا و قدر کے تحت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بحث کا خاتمہ اس آیت پر فرمایا تھا ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نُنْزِلَ آيَاتُهَا﴾ (الحديد: ۲۲) یعنی زمین میں یا تمہارے نفوس میں تم پر کوئی بھی مصیبت آئے وہ سب آنے سے پہلے ہی اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں درج شدہ ہیں، اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

(۲۸۵۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا انہوں نے امام مالک سے روایت کیا، انہوں نے ابو حازم بن دینار سے، انہوں نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست اگر ہوتی تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہوتی۔

۲۸۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ فِی الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ)).

[ظہرہ فی: ۵۰۹۵]

باب گھوڑے کے رکھنے والے

تین طرح کے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور گھوڑے، خچر اور گدھے (اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے) تاکہ تم ان پر سوار بھی ہو اور زمینت بھی رہے۔“

امام بخاریؒ نے یہ آیت لا کر اس طرف اشارہ کیا کہ اگر زیب و زینت کے لئے بھی کوئی گھوڑا رکھے تو جائز ہے بشرطیکہ تکبر اور غرور نہ کرے اور گناہ کا کام ان سے نہ لے۔

(۲۸۶۰) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ابو صالح سلمان نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کے مالک تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے وہ باعث اجر و ثواب ہیں، بعضوں کے لئے وہ صرف پردہ ہیں اور بعضوں کے لئے وبال جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر و ثواب کا باعث ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کی نیت سے اسے پالتا ہے پھر جہاں خوب چری ہوتی ہے یا (یہ فرمایا کہ) کسی شاداب جگہ اس کی رسی کو خوب لمبی کر

۴۸ - بَابُ الْخَيْلِ لِثَلَاثَةٍ، وَقَوْلِهِ

تَعَالَى :

﴿وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْخُمَيْرِ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ [النحل: ۸]

۲۸۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ: لِرَجُلٍ أَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلَى رَجُلٍ وَزْرٌ. فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاطْلًا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوْ

کے باندھتا ہے (تاکہ چاروں طرف سے چر سکے) تو گھوڑا اس کی چری کی جگہ سے یا اس شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی ترا کر ایک زغن یا دو زغن لگائے تو اس کی لید اور اس کے قدموں کے نشانوں میں بھی مالک کے لئے نیکیاں ہیں اور اگر وہ گھوڑا نہر سے گزرے اور اس میں سے پانی پی لے تو اگرچہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر بھی اس سے اسے نیکیاں ملتی ہیں، دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر دکھائے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال جان ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر اس جامع اور منفرد آیت کے سوا ان کے متعلق اور کچھ نازل نہیں ہوا کہ ”جو کوئی ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔“

الرَّوْضَةُ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيلَهَا فَاسْتَنْتَ شَرَفًا أَوْ شَرَفِينَ كَانَتْ أَرْوَاهَا وَآثَارَهَا حَسَنَاتٍ لَهُ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يَرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ، الرَّجُلُ الَّذِي هِيَ عَلَيْهِ وَزَّرَ فَهُوَ رَجُلٌ رَبَطَهَا فُخْرًا وَرِيَاءً وَنَوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وَزَّرَ عَلَى ذَلِكَ)). وَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ الْحُمْرِ فَقَالَ: ((مَا أَنْزَلَ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هَذِهِ الْآيَةَ الْجَامِعَةُ الْفَادَةُ: «مَنْ يَمْعَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ، وَمَنْ يَمْعَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ»)). [راجع: ۲۳۷۱]

اس روایت میں اس کا ذکر چھوڑ دیا جس کے لئے ثواب ہے نہ عذاب۔ دوسری روایت میں اس کا بیان ہے وہ وہ شخص ہے جو اپنی توغر، کی وجہ سے اور اس لئے کہ کسی سے سواری مانگتا نہ پڑے باندھے پھر اللہ کا حق فراموش نہ کرے یعنی تھکے ماندے محتاج کو ضرورت کے وقت سوار کرا دے، کوئی مسلمان عاریتاً مانگے تو اس کو دے دے۔ آیت مذکورہ کو بیان فرما کر آپؐ نے لوگوں کو استنباط احکام کا طریقہ بتلایا کہ تم لوگ آیت اور احادیث سے استدلال کر سکتے ہو۔

باب جہاد میں دوسرے کے جانور

کو مارنا

(۲۸۶۱) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عقیل و بشر بن عقبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو المتوکل ناجی (علی بن داؤد) نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے، ان میں سے مجھ سے بھی کوئی حدیث بیان کیجئے۔ انہوں نے بیان فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھا۔ ابو عقیل راوی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں (یہ سفر) جہاد کے لئے تھا یا عمرہ کے لئے (واپس

۴۹- باب مَنْ ضَرَبَ ذَابَّةً غَيْرَهُ فِي

الْغَزْوِ

۲۸۶۱- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ فَقُلْتُ لَهُ: حَدَّثَنِي بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ- قَالَ أَبُو عَقِيلٍ: لَا أَذْرِي غَزْوَةً أَوْ عُمْرَةً - فَلَمَّا أَنْ أَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَجَلَّ إِلَى أَهْلِهِ فَلْيَعْجَلْ)). قَالَ جَابِرٌ:

ہوتے ہوئے) جب (مدینہ منورہ) دکھائی دینے لگا تو آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر جلدی جانا چاہے وہ جاسکتا ہے۔ جابرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم آگے بڑھے۔ میں اپنے ایک سیاہی مائل سرخ اونٹ بے داغ پر سوار تھا دوسرے لوگ میرے پیچھے رہ گئے، میں اسی طرح چل رہا تھا کہ اونٹ رک گیا (تھک کر) حضور اکرمؐ نے فرمایا جابر! اپنا اونٹ تھام لے، آپؐ نے اپنے کوڑے سے اونٹ کو مارا، اونٹ کود کر چل نکلا پھر آپؐ نے دریافت فرمایا یہ اونٹ پتو گے؟ میں نے کہا ہاں! جب مدینہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو میں بھی آپؐ کی خدمت میں پہنچا اور ”بلاط“ کے ایک کونے میں میں نے اونٹ کو باندھ دیا اور آنحضرت ﷺ سے عرض کیا یہ آپؐ کا اونٹ ہے۔ پھر آپؐ باہر تشریف لائے اور اونٹ کو گھمانے لگے اور فرمایا کہ اونٹ تو ہمارا ہی ہے، اس کے بعد آپؐ نے چند اوقیہ سونا مجھے دلویا اور دریافت فرمایا تم کو قیمت پوری مل گئی۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اب قیمت اور اونٹ (دونوں ہی) تمہارے ہیں۔

لک۔ [راجعہ ۴۴۳]

امام احمد کی روایت میں یوں ہے آپؐ نے فرمایا ذرا اس کو بٹھا، میں نے بٹھایا پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ لکڑی تو مجھ کو دے، میں نے دی، آپؐ نے اس لکڑی سے اس کو کئی سونے دیئے، اس کے بعد فرمایا کہ سوار ہو جا۔ میں سوار ہو گیا۔ ترجمہ باب بیس سے نکلتا ہے کہ آپؐ نے پرانے اونٹ یعنی جابر کے اونٹ کو مارا۔ بلاط وہ پتھر کا فرش مسجد کے سامنے تھا۔ یہ سفر غزوہ تبوک کا تھا۔ ابن اسحاق نے غزوہ ذات الرقاع بتلایا ہے۔

باب سخت سرکش جانور اور

زر گھوڑے کی سواری کرنا

اور راشد بن سعد تابعی نے بیان کیا کہ صحابہ زر گھوڑے کی سواری پسند کیا کرتے تھے کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور بہادر بھی بہت ہوتا ہے۔

۵۰۔ باب الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

الصَّعْبَةِ وَالْفُحُولَةِ مِنَ الْخَيْلِ

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ: كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ الْفُحُولَةَ لِأَنَّهَا أَجْرَى وَأَجْسَرُ.

یعنی اور حافظ اور قسطلانی کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس اثر کو کس نے وصل کیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ صحابہ حالت خوف میں مادیان کو بہتر سمجھتے تھے اور صفوف اور قلعوں پر حملہ کرنے میں زر گھوڑے کو۔ یعنی نے کہا آنحضرت ﷺ سے ہمیشہ زر گھوڑے پر سواری منقول ہے۔ اسی طرح صحابہ میں صرف سعید سے یہ منقول ہے کہ وہ مادیان پر سوار ہوئے تھے۔

(۲۸۶۲) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، انہیں قوادہ نے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مدینہ میں (ایک رات) کچھ خوف اور گھبراہٹ ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک گھوڑا مانگ لیا۔ اس گھوڑے کا نام ”مندوب“ تھا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور واپس آکر فرمایا کہ خوف کی تو کوئی بات ہم نے نہیں دیکھی البتہ یہ گھوڑا کیا ہے دریا ہے!

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے کیونکہ فرس تو عربی زبان میں نر اور مادہ دونوں کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ان وجدناہ میں جو ضمیر مذکور ہے اس سے حضرت امام بخاریؒ نے یہ نکالا کہ وہ نر گھوڑا تھا۔ اب باب کا یہ مطلب کہ شریر جانور پر سوار ہونا اس سے نکالا کہ نر اکثر مادیان کی بہ نسبت تیز اور شریر ہوتا ہے، اگرچہ کبھی مادہ نر سے بھی زیادہ شریر اور سخت ہوتی ہے (وحیدی)

باب (غنیمت کے مال سے) گھوڑے کا حصہ کیا ملے گا

(۲۸۶۳) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا ابو اسامہ سے، انہوں نے عبید اللہ عمری سے، انہوں نے نافع سے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مال غنیمت سے) گھوڑے کے دو حصے لگائے تھے اور اس کے مالک کا ایک حصہ۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عربی اور ترکی گھوڑے سب برابر ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ”اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو سواری کے لئے بنایا اور ہر سوار کو ایک ہی گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا۔“ (گو اس کے پاس کئی گھوڑے ہوں)

تو اللہ تعالیٰ نے عربی گھوڑے کی تخصیص نہیں کی۔ عربی اور ترکی سب گھوڑوں کو برابر حصہ ملے گا یعنی سوار کو تین حصے ملیں گے، پیدل کو ایک حصہ۔ اکثر اماموں اور اہل حدیث کا یہی قول ہے۔

باب اگر کوئی لڑائی میں دوسرے کے جانور کو

کھینچ کر چلائے

(۲۸۶۴) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سل بن یوسف نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے ابو اسحاق نے کہ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حنین کی لڑائی میں آپ لوگ رسول

۲۸۶۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَرَسٌ، فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ يَقَالُ لَهُ مَذْدُوبٌ، فَرَكَبَهُ وَقَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ فَرَسٍ، وَإِنْ وَجَدْنَا لَبَحْرًا)).

۵۱- بَابُ سَهَامِ الْفَرَسِ

۲۸۶۳- حَدَّثَنَا غُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَسْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلصَّحَابَةِ سَهْمًا)).

[طرفہ فی: ۴۲۲۸].

وَقَالَ مَالِكٌ: يُسَهَّمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَادِينِ مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرَ لَتَرَكَبُوهَا﴾ [النحل: ۸] وَلَا يُسَهَّمُ لِأَكْثَرِ مِنْ فَرَسٍ.

تَفْسِيحٌ

۵۲- بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةً غَيْرَهُ فِي

الْحَرْبِ

۲۸۶۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُونُسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ: ((قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ:

اللہ ﷻ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے؟ براءؓ نے کہا ہاں لیکن رسول اللہ ﷺ فرار نہیں ہوئے تھے۔ ہوازن کے لوگ (جن سے اس لڑائی میں مقابلہ تھا) بڑے تیر انداز تھے، جب ہمارا ان سے سامنا ہوا تو شروع میں ہم نے حملہ کر کے انہیں شکست دے دی، پھر مسلمان مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور دشمن نے تیروں کی ہم پر بارش شروع کر دی پھر بھی رسول کریم ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ اپنے سفید خچر پر سوار تھے، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلبؓ اس کی لگام تھامے ہوئے تھے اور آپؐ یہ شعر فرما رہے تھے کہ ”میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔“

أَفَرَأَيْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ: لَكِنِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَفِرْ، إِنِّي هَوَازَنٌ كَانُوا قَوْمًا رُمَاقًا. وَإِنَّا لَمَّا لَقَيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَأَنْهَزَمُوا، فَأَقْبَلَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ، فَاسْتَقْبَلُونَا بِالسَّهَامِ. فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَفِرْ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ وَإِنَّهُ لَعَلِّي بَغْلَتُهُ الْبَيْضَاءُ، وَإِنِّي أَبَا سَفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ)).

[أضربہ فی: ۲۸۷۴، ۲۹۳۰، ۳۰۴۲]

[۴۳۱۵، ۴۳۱۶، ۴۳۱۷]

یعنی میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور اللہ نے جو مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تھا وہ برحق ہے، اس لئے میں بھاگ جاؤں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ مولانا وحید الزماں مرحوم نے اس کا ترجمہ شعر میں یوں کیا ہے۔

ہوں میں پیغمبر بلا شک و خطر اور عبدالمطلب کا ہوں پر

مزید تفصیل جنگ حنین کے حالات میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

باب جانور پر رکاب یا غرز لگانا

(۲۸۶۵) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنا پائے مبارک غرز (رکاب) میں ڈالا اور اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی اٹھ گئی تو آپؐ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس بلیک کہا (احرام باندھا)

۵۳- بَابُ الرِّكَابِ، وَالْغَرَزِ لِلدَّائِبَةِ

۲۸۶۵- حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُثَيْبِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رَجُلُهُ فِي الْغَرَزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَافِقَتُهُ قَائِمَةً أَهْلًا مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحَلِيفَةِ)). [راجع: ۱۶۶]

غرز بھی رکاب ہی کو کہتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ رکاب اگر لوہے کا ہو یا لکڑی کا تو اسے رکاب کہتے ہیں لیکن اگر چمڑے کا ہو تو اسے غرز کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا رکاب گھوڑے میں ہوتی ہے اور غرز اونٹ میں۔

باب گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونا

(۲۸۶۶) ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالکؓ نے کہ نبی

۵۴- بَابُ رُكُوبِ الْفَرَسِ الْغُرِيِّ

۲۸۶۶- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

((اَسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ غُرِيٍّ مَا عَلَيْهِ سَرَجٌ فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ))۔
 کریم ﷺ گھوڑے کی تنگی پیٹھ پر جس پر زین نہیں تھی، سوار ہو کر
 صحابہ سے آگے نکل گئے تھے۔ آنحضورؐ کی گردن مبارک میں تلوار

لنگ رہی تھی۔

[راجع: ۲۶۲۷]

سبحان اللہ! یہ حسن و جمال اور یہ شجاعت اور بہادری تنگی پیٹھ گھوڑے پر سواری کرنا بڑے ہی شہسواروں کا کام ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس فن میں آنحضرت ﷺ یکتائے روزگار تھے۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ آپؐ نے بہترین شہسواری کا ثبوت پیش فرمایا۔ صد افسوس کہ آج کل عوام تو درکنار خواص یعنی علماء و مشائخ نے ایسی اہم سنتوں کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ خاص کر علماء کرام میں بہت ہی کم ایسے ملیں گے جو ایسے فنونِ مسنونہ سے الفت رکھتے ہوں حالانکہ یہ فنون قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے عوام و خواص میں بہت زیادہ ترویج کے قابل ہیں۔ آج کل نشانہ بازی جو بدوق سے سکھائی جاتی ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور فنِ حرب سے متعلق جو نئی ایجادات ہیں، ان سب کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب ست رفقار گھوڑے پر سوار ہونا

۵۵- بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوفِ

(۲۸۶۷) ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریج نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک مرتبہ (رات میں) اہل مدینہ کو دشمن کا خطرہ ہوا تو نبی کریم ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے (مندوب) پر سوار ہوئے، گھوڑا ست رفقار تھا یا (راوی نے یوں کہا کہ) اس کی رفقار میں سستی تھی، پھر جب آپؐ واپس ہوئے تو فرمایا کہ ہم نے تو تمہارے اس گھوڑے کو دریا پایا (یہ بڑا ہی تیز رفقار ہے) چنانچہ اس کے بعد کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا۔

۲۸۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((إِنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرَعُوا مَرَّةً فَرَسَ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ كَانَ يَقُطِفُ - أَوْ كَانَ فِيهِ قَطَافٌ - فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: ((وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هَذَا بَحْرًا))، فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ لَا يُجَارَى)). [راجع: ۲۶۲۷]

یہ گھوڑا بے حد ست رفقار تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی سواری کی برکت سے ایسا تیز اور چلاک ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس کے برابر نہیں چل سکتا تھا۔ آپ اس ست رفقار گھوڑے پر سوار ہوئے، اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ اقدام فرما کر آئندہ آنے والے خلفائے اسلام کے لئے ایک مثال قائم فرمائی تاکہ وہ ست الوجود بن کر نہ رہ جائیں بلکہ ہر موقع پر بہادری و جرأت و مقابلہ میں عوام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہیں۔

باب گھوڑوڑ کا بیان

۵۶- بَابُ السَّقِيِّ بَيْنَ الْخَيْلِ

(۲۸۶۸) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے تیار کئے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ مقامِ حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک کرائی تھی اور جو گھوڑے تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے مسجدِ زریق تک کرائی تھی۔ ابن

۲۸۶۸- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَجْرَى النَّبِيُّ ﷺ مَا ضَمَرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفِيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَأَجْرَى مَا لَمْ يُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ

إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكُنْتُ فِيمَنْ أُجْرَى. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: بَيْنَ الْحَفِيَاءِ إِلَى ثَنِيَةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ أَوْ سِتَّةٌ، وَبَيْنَ ثَنِيَةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ مِيلٌ. [راجع: ٤٢٠]

عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ گھوڑ دوڑ میں شریک ہونے والوں میں میں بھی تھا۔ عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا کہ حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک پانچ میل کا فاصلہ ہے اور ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق صرف ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

حفیاء اور ثنیۃ الوداع دونوں مقاموں کے نام ہیں، مدینہ سے باہر تیار کئے گئے یعنی ان کا اہتار کیا گیا۔ اہتار اس کو کہتے ہیں کہ پہلے گھوڑے کو خوب کھلا پلا کر موٹا کیا جائے پھر اس کا دانہ چارہ کم کر دیا جائے اور کوٹھڑی میں جھول ڈال کر بند رہنے دیں تاکہ پسینہ خوب کرے اور اس کا گوشت کم ہو جائے اور شرط میں دوڑنے کے لائق ہو جائے۔

گھوڑ دوڑ کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں وقد اجمع العلماء على جواز المسابقة بغير عوض لكن قصرها مالک و الشافعی علی الخف والحافر والنصل وخصه بعض العلماء بالخيل واجازة عطاء فی کل شئ الخ (فتح الباری) یعنی علمائے اسلام نے دوڑ کرانے کے جواز پر اتفاق کیا ہے جس میں بطور شرط کوئی معاوضہ مقرر نہ کیا گیا ہو لیکن امام شافعی اور امام مالک نے اس دوڑ کو اونٹ اور گھوڑے اور تیر اندازی کے ساتھ خاص کیا ہے اور بعض علماء نے اسے صرف گھوڑے کے ساتھ خاص کیا ہے اور عطاء نے اس مسابقت کو ہر چیز میں جائز رکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے لا سبق الا فی خف او حافر او نصل یعنی آگے بڑھنے کی شرط تین چیزوں میں درست ہے، اونٹ اور گھوڑے اور تیر اندازی میں اور ایک روایت میں یوں ہے من ادخل فرسا بین فرسین فان كان یومئ ان یسبق فلا خیر فیہ (لغات الحدیث) (حرف س، ص: ۳۰) جس شخص نے ایک گھوڑا شرط کے دو گھوڑوں میں شریک کیا اگر اس کو یہ یقین ہے کہ یہ گھوڑا ان دونوں سے آگے بڑھ جائے گت تب ہمت نہیں اگر یہ یقین نہیں تو شرط جائز ہے۔ اس تیسرے شخص کو محلل کہتے ہیں یعنی شرط کو حلال کر دینے والا مزید تفصیل کے لئے دیکھو (لغات الحدیث، حرف س، صفحہ ۳۰)

۵۷- بَابُ إِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ باب گھوڑ دوڑ کے لئے گھوڑوں کو تیار کرنا

بعضوں نے ترجمہ باب کا یہ مطلب رکھا ہے کہ شرط کے لئے اہتار کا ضروری نہ ہونا۔ اس صورت میں باب کی حدیث باب سے مطابق ہو جائے گی۔

۲۸۶۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ النَّبِيِّ لَمْ تَضْمَرْ، وَكَانَ أَمْدًا مِنَ الثَّنِيَةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابِقَ بَهَا)). قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَمْدًا غَايَةً ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمْدُ﴾ الْحَدِيدُ: ۱۹ [راجع: ٤٢٠]

(۲۸۶۹) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا اور دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک رکھی تھی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں شرکت کی تھی۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ امد (حدیث میں) حد اور انتہا کے معنی میں ہے (قرآن مجید میں ہے) ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمْدُ﴾ جو اسی معنی میں ہے۔

اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ باب میں تو اخبار شدہ گھوڑوں کی شرط مذکور ہے اور حدیث میں ان گھوڑوں کا ذکر ہے جن کا اخبار نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری کی عادت ہے کہ حدیث کا ایک لفظ لا کر اس کے دوسرے لفظ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، اس حدیث میں دوسرا لفظ ہے کہ جن گھوڑوں کا اخبار ہوا تھا آپ نے ان کی شرط کرائی، حقیقہ سے ثنیۃ تک جیسے اوپر گزرا۔

باب تیار کئے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ کی حد

کہاں تک ہو

۵۸- بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ

الْمُضْمَرَةِ

(۲۸۷۰) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جنہیں تیار کیا گیا تھا۔ یہ دوڑ مقام حقیاء سے شروع کرائی اور ثنیۃ الوداع اس کی آخری حد تھی (ابو اسحاق راوی نے بیان کیا کہ) میں نے ابو موسیٰ سے پوچھا اس کا فاصلہ کتنا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ چھ یا سات میل اور آنحضرتؐ نے ان گھوڑوں کی بھی دوڑ کرائی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا۔ ایسے گھوڑوں کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے شروع ہوئی اور حد مسجد بنی زریق تھی۔ میں نے پوچھا اس میں کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ تقریباً ایک میل۔ ابن عمرؓ بھی دوڑ میں شرکت کرنے والوں میں تھے۔

۲۸۷۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((سَبَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أَضْمَرَتْ، فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَقِيَاءِ، وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ. فَقُلْتُ لِمُوسَى: فَكَمْ كَانَ بَيْنَ ذَلِكَ؟ قَالَ: سِتَّةَ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةً. وَسَبَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضْمَرْ، فَأَرْسَلَهَا مِنَ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ، وَكَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدُ بَنِي زُرَيْقٍ. قُلْتُ فَكَمْ بَيْنَ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِيلٌ أَوْ نَحْوُهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَبَقَ فِيهَا)). [راجع: ۴۲۰]

حضرت امام بخاری کا مقصد باب یہ ہے کہ اخبار شدہ گھوڑوں کی دوڑ کی حد چھ یا سات میل ہے جیسا کہ مقام حقیاء اور ثنیۃ الوداع کا فاصلہ ہے اور غیر اخبار شدہ کی حد تقریباً ایک میل جو ثنیۃ الوداع اور مسجد بنی زریق کی حد تھی۔ ایک متمدن حکومت کے لئے اس مٹھنی دور میں بھی گھوڑے کی بڑی اہمیت ہے۔ عربی نسل کے گھوڑے جو فوقیت رکھتے ہیں وہ محتاج تشریح نہیں۔ زمانہ رسالت میں گھوڑوں کو سدھانے کے لئے یہ مقابلہ کی دوڑ ہوا کرتی تھی مگر آج کل ریس کی دوڑ جو آج عام طور پر شہروں میں کرائی جاتی ہے اور گھوڑوں پر بڑی بڑی رقوم بطور جوئے بازی کے لگائی جاتی ہیں یہ کھلا ہوا جوا ہے جو شرعاً قطعاً حرام ہے اور کسی پر مخفی نہیں۔ صد افسوس کہ عام مسلمانوں نے آج کل حلال و حرام کی تیز ختم کر دی ہے اور کتنے ہی مسلمان ان میں حصہ لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آج کل ریس کی گھوڑو دوڑ میں شرکت کرنا بالکل حرام ہے، اللہ ہر مسلمان کو اس تباہی سے بچائے آمین۔

باب نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کا بیان

ہم سے ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو قصواء (نامی اونٹنی) پر اپنے پیچھے بٹھلایا تھا۔ مسور بن مخرمہ نے کہا نبی

۵۹- بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ. وَقَالَ الْمَسْنُورُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ

مَا خَلَّاتِ الْقَصَوَاءُ))۔ کریم ﷺ نے فرمایا قصواء نے سرکشی نہیں کی ہے۔

یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ شعیۃ الوداع پر آپ پہنچے تھے اور آپ کی یہ اونٹنی قصواء نامی بیٹھ گئی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ اس اونٹنی کی بیٹھنے کی عادت نہیں ہے لیکن آج اسے اس اللہ نے بٹھادیا ہے جس نے کسی زمانہ میں ہاتھی والوں کو مکہ پر چڑھائی کرنے سے ہاتھی کو بٹھادیا تھا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ مکہ والے حرم کی تعظیم سے متعلق جو بھی شرط پیش کریں گے تو میں اسے منظور کر لوں گا۔ پھر آپ نے اس اونٹنی کو ڈانٹا اور وہ اٹھ کر چلنے لگی۔

یہ حدیث پارہ نمبر ۱۱ کے شروع میں باب الشروط فی الجہاد میں گزر چکی ہے، ہجرت نبوی کے وقت بھی یہی اونٹنی آپ کی سواری میں تھی، جوہری نے کہا کہ قصواء وہ اونٹنی جس کے کان کٹے ہوئے ہوں اور غضباء جس کے کان چیر دیئے گئے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی میں یہ ہر دو عیب نہیں تھے۔ صرف ان لقبوں سے اس کو لقب کر دیا گیا تھا (کرمانی)

۲۸۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ
حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ رَضِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَقُولُ: ((كَانَتْ نَاقَةُ النَّبِيِّ ﷺ يَقَالُ لَهَا
الْعُضْبَاءُ))۔ [طرفہ بی: ۲۸۷۲]۔

(۲۸۷۱) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق ابراہیم نے بیان کیا، ان سے حمید نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام غضباء تھا۔

مؤرخین اسلام اس بارے میں متفق نہیں ہیں کہ قصواء، جدعاء اور غضباء یہ آنحضرت ﷺ کی تین اونٹیوں کے نام تھے یا اونٹنی صرف ایک تھی اور نام اس کے تین تھے۔ مسور بن مخرمہ والی تعلیق کو ابو داؤد نے وصل کیا ہے۔ کہتے ہیں قصواء اور غضباء ایک ہی اونٹنی کے نام تھے اور اسی کا نام جدعاء بھی تھا اور شبہاء بھی۔ وحی اترنے کے وقت آپ کو یہی اونٹنی سنبھالتی اور کوئی اونٹنی نہ اٹھا سکتی تھی، اس کے سوا آپ کی اور بھی کئی اونٹیاں تھیں۔

۲۸۷۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ تُسَمَّى
الْعُضْبَاءَ لَا تُسَبِّقُ - قَالَ حُمَيْدٌ: أَوْ لَا
تُكَادُ تُسَبِّقُ - فَجَاءَ أَغْرَابِيٌّ عَلَى فُغُودٍ
فَسَبَّحَهَا، فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ
حَتَّى عَرَفُوهُ فَقَالَ: حَقٌّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا
يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ))۔

(۲۸۷۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر بن معاویہ نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام غضباء تھا۔ کوئی اونٹنی اس سے آگے نہیں بڑھتی تھی یا حمید نے یوں کہا وہ پیچھے رہ جانے کے قریب نہ ہوتی پھر ایک دیہاتی ایک نوجوان اور قوی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور آنحضرت ﷺ کی اونٹنی سے ان کا اونٹ آگے نکل گیا۔ مسلمانوں پر یہ بڑا شاق گزرا لیکن جب نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوتی ہے (کبھی کبھی) اسے وہ گراتا بھی ہے۔ موسیٰ نے حماد سے اس کی روایت طول کے ساتھ کی ہے، حماد نے ثابت سے، انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

طَوَّلَهُ مُوسَى عَنْ حَمَادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ
أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ [راجع: ۲۸۷۱]

اس حدیث سے بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اونٹ، گھوڑے کا نام رکھنا، ان میں دوڑ کرنا اور بطور قلعہ کلیہ یہ کہ دنیا میں بڑھنے والی اور مغرور ہونے والی طاقتوں کو اللہ ضرور ایک نہ ایک دن نیچا دکھاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ساری باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۶۰۔ بَابُ الْغَزْوِ عَلَى الْحَمِيرِ

بعض نسخوں میں یہ باب مذکور نہیں۔ البتہ شیخ فواد عبدالباقی والے نسخے میں یہ باب ہے۔

باب گدھے پر بیٹھ کر جنگ کرنا

باب نبی کریم ﷺ کے سفید فخر کا بیان

اس کا ذکر انسؓ نے اپنی حدیث میں کیا اور ابو حمید ساعدی نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک سفید فخر تحفہ میں بھجوایا تھا۔ (۲۸۷۳) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن حارثؓ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (وفات کے بعد) سوا اپنے سفید فخر کے اور اپنے ہتھیار اور اس زمین کے جو آپؐ نے خیرات کر دی تھی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

۶۱۔ بَغْلَةُ النَّبِيِّ ﷺ الْبَيْضَاءُ

قَالَ أَنَسُ قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ النَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةً بَيْضَاءَ. ۲۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرُو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: ((مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسَلَاحَهُ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً)).

[راجع: ۲۷۳۹]

تشریح یہی فخر ہے جو دلدل کے نام سے مشہور ہوا۔ آپؐ کی وفات کے بعد بھی یہ فخر زندہ رہا تھا۔ زمین کیا تھی فدک کا آدھا حصہ اور وادی القریٰ کا تہائی حصہ اور خیبر کی فُس میں سے آپؐ کا حصہ اور بنی نضیر میں سے جو آپؐ نے جن لی تھی۔ ان ہی چیزوں کو حضرت فاطمہ زہراءؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں مانگا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ حدیث سنائی کہ آنحضرت ﷺ فرما چکے ہیں ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں ہمارے بعد وہ خیرات ہے۔ آپؐ کا حقیقی ورثہ علوم کتب و سنت کا لافانی خزانہ ہے جس کے حاصل کرنے کی عام اجازت ہی نہیں بلکہ تاکید شدید ہے۔ اسی لئے علمائے اسلام کو مجازی طور پر آپؐ کے خلفاء سے موسوم کیا گیا ہے جن کے لئے آپؐ نے دعائیں بھی پیش فرمائی ہیں۔ اللہ پاک ہم سب اس مقدس کتب بخاری شریف پڑھنے پڑھانے والوں کا شمار اسی جماعت میں کر لے (آمین)

۲۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَمَارَةَ وَلَيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ ﷺ، وَلَكِنْ وَلَّى سَرْعَانَ النَّاسِ. فَلَقِيَهُمْ هَوَازَنٌ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيِّ ﷺ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَأَبُو

(۲۸۷۴) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا براء بن عازبؓ سے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگوں نے (مسلمانوں کے لشکر نے) حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیر لی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں خدا گواہ ہے نبی کریم ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری تھی البتہ جلد باز لوگ (میدان سے) بھاگ پڑے تھے (اور وہ لوٹ میں لگ گئے تھے) قبیلہ ہوازن

نے ان پر تیر برس کے شروع کر دیئے لیکن نبی کریم ﷺ اپنے سفید فخر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے کہ میں نبی ہوں جس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں۔ میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔

سُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ أَخَذَ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ)). [راجع: ۲۸۶۴]

اس میں آنحضرت ﷺ کے سفید فخر کا ذکر ہے، اسی لئے حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں لائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد میں مناسب طور پر آباء و اجداد کی بہادری کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ جنگ حنین ماہ شوال ۸ھ میں قبائل ہوازن و ثقیف کے جارحانہ حملوں کی مداخلت کے لئے لڑی گئی تھی۔ دشمنوں کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی اور اسلامی لشکر بارہ ہزار پر مشتمل تھا اور اسی کثرت تعداد کے گھمنڈ میں لشکر اسلام مراحل حزم و احتیاط سے غافل ہو گیا تھا جس کی پاداش فرار کی صورت میں بھگتی پڑی، بعد میں جلد ہی مسلمان سنبھل گئے اور آخر میں مسلمانوں کی ہی فتح ہوئی۔ مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

باب عورتوں کا جہاد کیا ہے

(۲۸۷۵) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں معاویہ ابن اسحاق نے، انہیں عائشہ بنت طلحہ نے اور ان سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا جہاد جہاد ہے

اور عبد اللہ بن ولید نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اور ان سے معاویہ نے یہی حدیث نقل کی۔

یہ امام وقت کی بصیرت پر موقوف ہے کہ وہ جنگی کوائف کی بنا پر عورتوں کی شرکت ضروری سمجھتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلمان عورت جہاد میں نہ شریک ہو سکے بلکہ وہ حج ہی کر سکتی ہے تو اس سفر میں اس کے لئے بھی اس کو جہاد ہی کا ثواب ملے گا۔

(۲۸۷۶) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا اور ان سے معاویہ نے یہی حدیث اور ابو سفیان نے حبیب بن ابی عمرہ سے یہی روایت کی جو عائشہ بنت طلحہ سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے ہے (اس میں ہے کہ) نبی کریم ﷺ سے آپ کی ازواج مطہرات نے جہاد کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا کہ حج بہت ہی عمدہ جہاد ہے۔

۶۲- بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

۲۸۷۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ اسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ ((جِهَادُ كُنِّ الْحَجِّ)).

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهِذَا. [راجع: ۱۵۲۰]

۲۸۷۶- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بِهِذَا. وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ سَأَلَتْهُ نِسَاؤُهُ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ: ((نَعَمْ الْجِهَادُ الْحَجُّ)).

[راجع: ۱۵۲۰]

سفر حج بس عورتوں کے لئے جہاد سے کم نہیں ہے مگر خود جہاد میں بھی عورتوں کی شرکت ثابت ہے بلکہ بحری جہاد کے لئے ایک اسلامی خاتون کے لئے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی موجود ہے جس کے پیش نظر مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ نے نیچے عورتوں کا بحری جہاد میں شریک ہونے کا باب منعقد فرمایا۔

باب دریا میں سوار ہو کر عورت کا جہاد کرنا

(۷۸، ۷۷، ۷۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے، ہم سے ابو اسحاق نے ان سے عبد اللہ بن عبد الرحمن انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یہاں تکبہ لگا کر سو گئے پھر آپ (اٹھے تو) مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) سبز سمندر پر سوار ہو رہے ہیں ان کی مثال (دنیا یا آخرت میں) تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی سی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! انہیں بھی ان لوگوں میں سے کر دے پھر دوبارہ آپ (اٹھے) تو مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے اس مرتبہ بھی آپ سے وہی سوال کیا اور آپ ﷺ نے بھی پہلی ہی وجہ بتائی۔ انہوں نے پھر عرض کیا آپ دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے، آپ نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے لشکر میں شریک ہوگی اور یہ کہ بعد والوں میں تمہاری شرکت نہیں ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر آپ نے (ام حرام نے) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر لیا اور بنت قرظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ انہوں نے دریا کا سفر کیا۔ پھر جب واپس ہوئیں اور اپنی سواری پر چڑھیں تو اس نے ان کی گردن توڑ ڈالی۔ وہ اس سواری سے گر گئیں اور (اسی میں) ان کی وفات ہوئی۔

یہ نکاح کا معاملہ دوسری روایت کے خلاف پڑتا ہے، جس میں یہ ہے کہ اسی وقت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں۔ شاید انہوں نے طلاق دے دی ہوگی، بعد میں ان سے نکاح ٹالی گیا ہو گا۔ یہ اس جنگ کا ذکر ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رجب ۲۸ھ میں سب سے پہلا سمندری بیڑہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کی اجازت سے تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کی۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ تھی جس میں ام حرام رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی عزیزہ تھیں، شریک ہوئیں اور شہادت بھی پائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام فاختہ تھا اور وہ بھی آپ کے ساتھ اس میں شریک تھیں۔

۶۳- بَابُ غَزْوِ الْمَرْأَةِ فِي الْبَحْرِ
 ۲۸۷۷، ۲۸۷۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ ((دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى ابْنَةِ مُلْحَانَ فَاتَكَأَ عِنْدَهَا، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقَالَتْ: لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: ((نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، مِثْلُهُمْ مِثْلُ الْمَمْلُوكِ عَلَى الْأَسِيرَةِ)). قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، اذْغُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: ((اللَّهُمَّ اجْعَلْنَهَا مِنْهُمْ)). ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ، فَقَالَتْ لَهُ مِثْلَ -أَوْ مِمْ- ذَلِكَ، فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَتْ اذْغُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: ((أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَلَسْتَ مِنَ الْآخِرِينَ)) قَالَ أَنَسٌ فَتَزَوَّجَتْ عَبْدَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَرَكِبَتْ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قُرْظَةَ، فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ ذَاتِئَهَا، فَوَقَصَتْ بِهَا، فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ)).

۶۴- بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ فِي

الْفَزْوِ دُونَ بَعْضِ نِسَائِهِ

۲۸۷۹- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ النَّمِرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ غَزْوَةَ بَنِي الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَعَبِيدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، كُلُّ حَدِيثِي طَائِفَةٌ مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَفْرَغَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيُّهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ. فَأَفْرَغَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةِ غَزَاهَا، فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ)). [راجع: ۲۵۹۳]

ساتھ عورت ضروریات کے لئے گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے، خاص طور پر جمادوں میں شرکت کر سکتی ہے جیسا کہ متعدد روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

۶۵- بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ

الرِّجَالِ

۲۸۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَزِيرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انْتَهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ: وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سَلِيمٍ وَإِنَهُمَا لَمُشْمَرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سَوْقِهِمَا تَنْفَرَانِ الْقَرَبَ - وَقَالَ غَيْرُهُ: تَنْفَلَانِ الْقَرَبَ - عَلَى مُتَوْبِهِمَا ثُمَّ تَفَرَّغَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ،

باب آدمی جہاد میں اپنی ایک بیوی کو لے جائے ایک کو نہ

لے جائے (یہ درست ہے)

(۲۸۷۹) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن عمر نمیری نے، انہوں نے کہا ہم سے یونس بن یزید ابلی نے بیان کیا، کہا میں نے ابن شہاب زہری سے سنا، کہا کہ میں نے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنی، ان چاروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مجھ سے تھوڑی تھوڑی بیان کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے جانا چاہتے (جہاد کے لئے) تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکل آتا انہیں آپ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک غزوہ کے موقع پر آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس مرتبہ میرا نام آیا اور میں آنحضور ﷺ کے ساتھ گئی، یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

ساتھ عورت ضروریات کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے جیسے بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے بلکہ شرعی پردے کے ساتھ عورت ضروریات کے لئے گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے، خاص طور پر جمادوں میں شرکت کر سکتی ہے جیسا کہ متعدد روایات میں اس کا ذکر موجود ہے۔

باب عورتوں کا جنگ کرنا اور مردوں کے ساتھ لڑائی میں

شرکت کرنا

(۲۸۸۰) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کی لڑائی کے موقع پر مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس سے جدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور ام سلیم رضی اللہ عنہا (انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) کو دیکھا کہ یہ اپنے ازار سمیٹے ہوئے تھیں اور (تیز چلنے کی وجہ سے) پانی کے مشکیزے چھلکاتی ہوئی لئے جا رہی تھیں اور ابو معمر کے علاوہ جعفر بن مران نے بیان کیا کہ مشکیزے کو اپنی پشت پر ادھر سے ادھر جلدی جلدی لئے پھرتی

ثُمَّ تَرْجِعَانِ لِمَلَائِكَةٍ ثُمَّ تُجَيِّدَانِ فَتُفَرِّغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ)).
[أطرافه في: ٢٩٠٢، ٣٨١١، ٤٠٦٤].

تھیں اور قوم کو اس میں سے پانی پلاتی تھیں، پھر واپس آتی تھیں اور مشکیزوں کو بھر کر لے جاتی تھیں اور قوم کو پلاتی تھیں، میں ان کے پاؤں کی پازیبیں دیکھ رہا تھا۔

تَنْجِيحٌ زندہ قوموں کی عورتوں میں بھی جذبہ آزادی بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے جس کے سارے وہ بعض دفعہ میدان جنگ میں ایسے کارہائے نمایاں کر گزرتی ہیں کہ ان کو دیکھ کر ساری دنیا حیرت زدہ ہو جاتی ہے جیسا کہ آج کل یہودیوں کے خلاف مجاہدین فلسطین بہت سے مسلمانوں کے مجاہدانہ کارناموں کی شہرت ہے۔ حضرت ام سلیم مشہور صحابیہ ملعان کی بیٹی ہیں جو مالک بن نضر کے نکاح میں تھیں۔ ان ہی کے بطن سے مشہور صحابی حضرت انسؓ پیدا ہوئے۔ مالک بن نضر حالت کفر ہی میں وفات پا گئے تھے۔ بعد میں ان کا نکاح ابو طلحہ سے ہوا۔ ان سے بہت سے صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

۶۶- بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقُرْبِ إِلَى

باب جہاد میں عورتوں کا مردوں کے پاس

النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

۲۸۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ: ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مَرُوطًا بَيْنَ نِسَاءِ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ، فَبَقِيَ مَرُطٌ جَدِيدٌ، فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هَذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ - يُرِيدُونَ أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتِ عَلِيٍّ - فَقَالَ عُمَرُ: أُمُّ سَلَيْطٍ أَحَقُّ. وَأُمُّ سَلَيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقُرْبَ يَوْمَ أُحُدٍ)) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: تَزْفَرُ تَخْطُ.

۲۸۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، ان سے ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ عمر بن خطابؓ نے مدینہ کی خواتین میں کچھ چادریں تقسیم کیں۔ ایک نئی چادر بچ گئی تو بعض حضرات نے جو آپ کے پاس ہی تھے کہایا امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی نواسی کو دے دیجئے، جو آپ کے گھر میں ہیں۔ ان کی مراد (آپ کی بیوی) ام کلثوم بنت علیؓ سے تھی لیکن عمرؓ نے جواب دیا کہ ام سلیطؓ اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ یہ ام سلیطؓ رضی اللہ عنہا ان انصاری خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ عمرؓ نے فرمایا کہ آپ احد کی لڑائی کے موقع پر ہمارے لئے مشکیزے (پانی کے) اٹھا کر لاتی تھیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا (حدیث میں) لفظ تفر کا معنی یہ ہے کہ سیتی تھی۔

[طرفہ في: ٤٠٧١].

تَنْجِيحٌ تفر کا معنی سینے سے کرنا صحیح نہیں ہے، صحیح معنی یہ ہے کہ اٹھا کر لاتی تھی۔ قطلانی نے کہا امام بخاریؒ نے یہ معنی ابو صالح کتاب لٹ کی تقلید سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کا عدل و انصاف یہاں سے معلوم کرنا چاہئے۔ یہ چادر آپ اپنی بیوی ام کلثوم کو دے دیتے مگر صرف اس خیال سے نہ دی کہ وہ ان کی بیوی تھیں اور غیر کو جس کا حق زیادہ تھا مقدم کیا۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے۔

باب جہاد میں عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہیں

(۲۸۸۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن ذکوان نے بیان کیا، ان سے ربیع بنت معوذ بنی نہد نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (غزوہ میں) شریک ہوتے تھے، مسلمان فوجیوں کو پانی پلاتے تھے، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے تھے اور جو لوگ شہید ہو جاتے انہیں مدینہ اٹھا کر لاتے تھے۔

۶۷- بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحَى فِي الْغَزْوِ

۲۸۸۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمَفْضَلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذِكْوَانَ عَنْ رُبَيْعِ بِنْتِ مَعْوذِ بَنِي نَهْدٍ أَنَّهَا بَيَّانَتْ كَيْفَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي، وَنُدَاوِي الْجَرْحَى، وَنُرَدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ. [صرفاء ۱: ۲۸۸۳، ۵۶۷۹].

خلاصہ یہ کہ جہاد کے مواقع پر عورتیں گھر کاٹ بن کر بیٹھی نہیں رہتی تھیں بلکہ سرفروشانہ خدمات انجام دیتی تھیں۔

باب زخمیوں اور شہیدوں کو عورتیں لے کر جاسکتی ہیں

(۳۸۸۳) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن مفضل بیان کیا، ان سے خالد بن ذکوان نے اور ان سے ربیع بنت معوذ بنی نہد نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تھے، مجاہد مسلمانوں کو پانی پلاتے، ان کی خدمت کرتے اور زخمیوں اور شہیدوں کو اٹھا کر مدینہ لے جاتے تھے۔

۶۸- بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحَى وَالْقَتْلَى

۲۸۸۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمَفْضَلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذِكْوَانَ عَنْ رُبَيْعِ بِنْتِ مَعْوذِ قَالَتْ: ((كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَقْرُمُ الْقَوْمَ وَنُخْدِمُهُمْ، وَنُرَدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ)).

[راجع: ۲۸۸۲]

اس سے بھی عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا ثابت ہوا۔

باب (مجاہدین کے) جسم سے تیر کا کھینچ کر نکالنا

(۲۸۸۴) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے یزید بن عبد اللہ نے اور ان سے ابو بردہؓ نے ان سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ ابو عامرؓ بنی نہد کے گھٹنے میں تیر لگا تو میں ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس تیر کو کھینچ کر نکال لو میں نے کھینچ لیا تو اس سے خون بننے لگا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو اس حادثہ کی اطلاع دی تو آپؐ نے (ان کے لئے)

۶۹- بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ

۲۸۸۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَمَى أَبُو عَامِرٍ فِي رُكْبَتَيْهِ فَأَتَتْهُنَّ إِلَيْهِ، قَالَ: انْزِعْ هَذَا السَّهْمَ. فَنَزَعْتُهُ، فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ، فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ:

دعا فرمائی کہ اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرمائیو۔

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبِيدِ أَبِي عَامِرٍ))۔

[طرفہ فی : ۴۳۲۳، ۶۳۸۳]۔

آلات جراحی جو آج کل وجود میں آچکے ہیں، اس وقت نہ تھے۔ اس لئے زخموں کے جسوں میں پوست تیرہاتھوں ہی سے نکالے جاتے تھے۔ ابو عامر ایسے ہی مجلد ہیں جو تیرے گھائل ہو کر جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے بطور اظہار افسوس ان کا نام لیا اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ابو عامر ابو موسیٰ اشعری کے چچا تھے۔ جنگ اوطاس میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

باب اللہ کے راستے میں جہاد میں سپرہ دینا

۷۰- بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي

کیسا ہے؟

سَبِيلِ اللَّهِ

(۲۸۸۵) ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا، کہا ہم کو علی بن مسر نے خبر دی، کہا ہم کو یحییٰ بن سعید نے خبر دی، کہا ہم کو عبد اللہ بن ربیعہ بن عامر نے خبر دی، کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ بیان کرتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک رات) بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا، کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد ایسا ہوتا جو رات بھر ہمارا سپرہ دیتا! ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم نے ہتھیار کی جھنکار سنی۔ آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا یہ کون صاحب ہیں؟ (آنے والے نے) کہا میں ہوں سعد بن ابی وقاص، آپ کا سپرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ خوش ہوئے۔ ان کے لئے دعا فرمائی اور آپ سو گئے۔

۲۸۸۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ رَبِيعَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ سَهْرًا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ قَالَ: ((لَيْتَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِي صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ))، إِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سَلَاحٍ، فَقَالَ: ((مَنْ هَذَا؟)) فَقَالَ: أَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ جِئْتُ لِأَحْرُسَكَ. ((وَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ)). [طرفہ فی : ۷۲۳۱]۔

دوسری روایت میں ہے یہاں تک کہ آپ کے خرائے کی آواز سنی۔ ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے نکلا نبی اکرم ﷺ چوکی سپرہ رکھتے تھے، جب یہ آیت اتری ﴿وَاللَّهُ يَفْصِلُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ: ۶۷) (اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) تو آپ نے چوکی سپرہ اٹھا دیا۔ حاکم اور ابن ماجہ نے مرفوعاً نکالا۔ جماد میں ایک رات چوکی سپرہ دینا ہزار راتوں کی عبادت اور ہزار دنوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

(۲۸۸۶) ہم سے یحییٰ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو بکر نے خبر دی، انیس ابو حصین نے، انیس ابو صالح اور انیس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اشرفی کا بندہ، روپے کا بندہ، چادر کا بندہ، کبیل کا بندہ ہلاک ہوا کہ اگر اسے کچھ دے دیا جائے تب تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہیں دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے، اس حدیث کو اسرائیل اور محمد بن مجاہد نے ابو حصین سے

۲۸۸۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالذَّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ)) لَمْ يَرْضَهُ

مرفوع نہیں کیا۔

(۲۸۸۷) اور عمرو ابن مرزوق نے ہم سے بڑھا کر بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار نے خبر دی، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے، آپ نے فرمایا اشرفی کا بندہ اور روپے کا بندہ اور کبیل کا بندہ تباہ ہوا، اگر اس کو کچھ دیا جائے تب تو خوش جو نہ دیا جائے تو غصے ہو جائے، ایسا شخص تباہ سرگلوں ہوا۔ اس کو کانٹا لگے تو خدا کرے پھر نہ نکلے۔ مبارک وہ بندہ جو اللہ کے راستے میں (غزوہ کے موقع پر) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کے سر کے بال پراگندہ ہیں اور اس کے قدم گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں، اگر اسے چوکی پرے پر لگا دیا جائے تو وہ اپنے اس کام میں پوری تندی سے لگا رہے اور اگر لشکر کے پیچھے (دیکھ بھال کے لئے) لگا دیا جائے تو اس میں بھی پوری تندی اور فرض شناسی سے لگا رہے (اگرچہ زندگی میں غربت کی وجہ سے اس کی کوئی اہمیت بھی نہ ہو کہ) اگر وہ کسی سے ملاقات کی اجازت چاہے تو اسے اجازت بھی نہ ملے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش بھی قبول نہ کی جائے، ابو عبداللہ (حضرت امام بخاری) نے کہا کہ اسرائیل اور محمد بن حوادہ نے ابو حصین سے یہ روایت مرفوعاً نہیں بیان کی ہے اور کہا کہ قرآن مجید میں جو لفظ تعشا آیا ہے گویا یوں کہنا چاہئے کہ ﴿فَاتَعَسَهُمُ اللّٰهُ﴾ (اللہ انہیں گرائے ہلاک کرے) طویلی ”فعلی“ کے وزن پر ہے ہر اچھی اور طیب چیز کے لئے۔ واو اصل میں یا تھا (طیبی) پھریا کو واو سے بدل دیا گیا اور یہ طیب سے نکلا ہے۔

حدیث ہذا میں ایک غریب قلمس مرد مجاہد کے چوکی پرہ دینے کا ذکر ہے، یہی باب سے وجہ مطابقت ہے، اللہ والے بزرگ ایسے ہی پوشیدہ غریب نامعلوم غیر مشہور بزرگ ہوتے ہیں جن کی دعائیں اللہ قبول کرتا ہے مگر یہ مقام ہر کسی کو نصیب نہیں ہے۔

باب جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت کا بیان

(۲۸۸۸) ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان

إِسْرَائِيلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ. [طرفاه فی: ۲۸۸۷، ۶۴۳۵].

۲۸۸۷- وَزَادَنَا عَمْرُو قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدَّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ: إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعَسَّ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شَيْئٌ فَلَا تَنْقُشُ. طَوْبَى لِعَبْدٍ آخَذَ بَعْتَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَشَعَّتْ رَأْسُهُ مُغْبِرَةً قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ. إِنْ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنَ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَعْ)).

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: لَمْ يَرْفَعَهُ إِسْرَائِيلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ. وَقَالَ: ((تَعَسَّ))، فَكَأَنَّهُ يَقُولُ: فَاتَعَسَهُمُ اللَّهُ. ((طَوْبَى)): فَعَلَى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَأْتِ حَوَلَتْ إِلَى الْوَاوِ، وَهِيَ مِنْ يَطِيبُ. [راجع: ۲۸۸۶]

۷۱- بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ

۲۸۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُرْعَرَةَ حَدَّثَنَا

کیا، ان سے یونس بن عبید نے، ان سے ثابت بنانی نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ عمر میں وہ مجھ سے بڑے تھے، جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ہر وقت انصار کو ایک ایسا کام کرتے دیکھا (رسول اللہ ﷺ کی خدمت) کہ جب ان میں سے کوئی مجھے ملتا ہے تو میں اس کی تعظیم و اکرام کرتا ہوں۔

وہ بات یہ تھی کہ انصاری جناب رسول کریم ﷺ سے بہت محبت رکھتے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ معلوم ہوا جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھے اس کی خدمت کرنا عین سعادت ہے۔ یہ ظاہر اس حدیث کی مطابقت ترجمہ باب سے مشکل ہے، یعنی نے کہا مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ صحبت سفر میں ہوئی اور سفر عام ہے جو جہاد کے سفر کو بھی شامل ہے پس باب سے مطابقت ہو گئی۔

(۲۸۸۹) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے مطلب بن حنظل کے مولیٰ عمرو بن ابی عمرو نے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر (غزوہ کے موقع پر) گیا، میں آپ کی خدمت کیا کرتا تھا، پھر جب آپ واپس ہوئے اور احد پہاڑ دکھائی دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم محبت کرتے ہیں اور وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں، جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا، اے اللہ! ہمارے صالح اور ہمارے مدین برکت عطا فرما۔

اس سے مدینہ شریف کی حرمت بھی ثابت ہوئی جیسا کہ مکہ شریف کی حرمت ہے، مدینہ کے لئے بھی حدود حرم متعین ہیں جن کے اندر وہ سارے کام ناجائز ہیں جو حرم مکہ میں ناجائز ہیں۔ البتہ حدیث کا یہی مسلک ہے کہ مدینہ بھی مکہ ہی کی طرح حرام ہے۔ (والتفصیل مقام اخر) خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام ہے۔ یہ یہودیوں کی آبادی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ سے آئے ہوئے ایک ماہ سے کم ہی عرصہ ہوا تھا کہ آپ نے خیبر کے یہودیوں کی سازش کا حال سنا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں، ان ہی کی مدافعت کے لئے آپ نے پیش قدمی فرمائی اور اہل اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

(۲۸۹۰) ہم سے سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے، ان سے عاصم بن سلیمان نے، ان سے مورق

شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَحِبْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِي وَهُوَ أَكْبَرُ مِنِّي أَنَسٍ. قَالَ جَرِيرٌ: إِنِّي رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ يَصْنَعُونَ شَيْئًا لَا أَجِدُ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا أَكْرَمْتُهُ)).

۲۸۸۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْظَلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ أَخَذْنَاهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ رَاجِعًا وَبَدَأَ لَهُ أَحَدٌ قَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)). ثُمَّ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْرَمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيمِ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمَدَنَانَا)). [راجع: ۳۷۸]

۲۸۹۰- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا

غَاصِمٌ عَنْ مُورِقِ الْعَجَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَنَا ظِلًا الَّذِي يَسْتَظِلُّ
بِكِسَانِهِ، وَأَمَّا الَّذِينَ صَامُوا فَلَمْ يَغْمَلُوا
شَيْئًا، وَأَمَّا الَّذِينَ أَفْطَرُوا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ.
وَأَمْتَنَهُوا وَعَالَجُوا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((ذَهَبَ الْمُفْطَرُونَ الْيَوْمَ
بِالْأَجْرِ)).

عجلی نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے
ساتھ (ایک سفر میں) تھے۔ کچھ صحابہ کرامؓ روزے سے تھے اور کچھ
نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ موسم گرمی کا تھا، ہم میں زیادہ بہتر سایہ جو کوئی
کرتا، اپنا کبیل تان لیتا۔ خیر جو لوگ روزے سے تھے وہ کوئی کام نہ کر
سکے تھے اور جن حضرات نے روزہ نہیں رکھا تھا تو انہوں نے ہی
اونٹوں کو اٹھایا (پانی پلایا) اور روزہ داروں کی خوب خوب خدمت بھی
کی۔ اور (دوسرے تمام) کام کئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج اجر و
ثواب کو روزہ نہ رکھنے والے لوٹ کر لے گئے۔

یعنی روزہ داروں سے زیادہ ان کو ثواب ملا، معلوم ہوا کہ جماد میں مجاہدین کی خدمت کرنا روزے سے زیادہ اجر رکھتا ہے۔
تشریح روزہ ایک انفرادی نیکی ہے مگر مجاہدین کی خدمت پوری ملت کی خدمت ہے، اس لئے اس کو بہر حال فوقیت حاصل ہے۔
حدیث کا مضمون یہ بھی ہے کہ روزہ اگرچہ خیر محض ہے اور مخصوص و مقبول عبادت ہے پھر بھی سفر وغیرہ میں ایسے مواقع پر جبکہ اس کی
وجہ سے دوسرے اہم کام رک جانے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ جو واقعہ حدیث میں ہے اس میں بھی یہی صورت پیش آئی
تھی کہ جو لوگ روزے سے تھے وہ کوئی کام تھکن وغیرہ کی وجہ سے نہ کر سکے لیکن بے روزہ داروں نے پوری توجہ سے تمام خدمات
انجام دیں، اس لئے ان کا ثواب روزہ رکھنے والوں سے بھی بڑھ گیا۔

باب اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا

۷۲- بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ

سلمان اٹھادیا

صَاحِبِهِ فِي السَّفَرِ

(۲۸۹۱) ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق
نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے، ان سے ابو ہریرہ نے
کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا روزانہ انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ
لازم ہے اور اگر کوئی شخص کسی کی سواری میں مدد کرے کہ اس کو
سارادے کر اس کی سواری پر سوار کرادے یا اس کا سامان اس پر اٹھا
کر رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھا اور پاک لفظ بھی (زبان سے
نکالنا) صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھتا ہے وہ بھی صدقہ ہے
اور (کسی مسافر کو) راستہ بتا دینا بھی صدقہ ہے۔

۲۸۹۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
((كُلُّ سَلَامِي عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ يَغِينُ
الرَّجُلَ فِي ذَاتِهِ يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ
عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ،
وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ؛
وَذَلُّ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ)). [راجع: ۲۷۰۷]

حدیث عام ہے مگر سفر جماد کے مسافر خصوصیت سے یہاں مراد ہیں، اسی لئے حضرت امام رحمہ اللہ اس کو کتاب الجہاد میں لائے ہیں۔
کوئی بھائی اگر اس مبارک سفر میں تھک رہا ہے یا اس پر بوجھ زیادہ ہے تو اس کی امداد بڑا ہی درجہ رکھتی ہے۔ یوں ہر مسافر کی مدد بہت
بڑا کار خیر ہے، مسافر کوئی بھی ہو۔ اسی طرح زبان سے ایسا لفظ نکالنا کہ سننے والے خوش ہو جائیں اور وہ کلمہ خیر ہی سے متعلق ہو تو ایسے
الفاظ بھی صدقہ کی مد میں لکھے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسے الفاظ کو اس صدقہ سے بہت ہی بہتر قرار دیا ہے جس صدقہ کی وجہ سے

جس پر وہ صدقہ کیا گیا ہے اس کو سن کر تکلیف ہو، اسی لئے ہر مسلمان مومن کا فرض ہے کہ یا تو کلمہ خیر زبان سے نکالے یا خاموش رہے۔ ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھے وہ بھی صدقہ ہے اور کسی راہ گم کئے ہوئے مسافر کو راستہ بتا دینا بھی بہت ہی بڑا صدقہ ہے۔ یہی اسلام کی وہ اخلاقی پاکیزہ تعلیم ہے جس نے اپنے بچے پیرو کاروں کو آسمانوں اور زمینوں میں قبول عام بخشا۔ اللہم اجعلنا منهم (آمین)

۷۳- بَابُ فَضْلِ رِبَاطٍ يَوْمَ فِي

باب اللہ کے راستے میں سرحد پر ایک دن سپردہ دینا

کتنا بڑا ثواب ہے

سَبِيلِ اللَّهِ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

هَٰذَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ الْآيَةُ [آل عمران : ۲۰]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”اے ایمان والو صبر سے کام لو اور دشمنوں سے صبر میں زیادہ رہو“ اور مورچے پر جے رہو آخر آیت تک۔

صبر ایک بہت بڑی انسانی قوت کا نام ہے جس کے نتیجہ میں بہت سے انسانوں نے بڑی بڑی تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ہمارے رسول پاک ﷺ کی مثال اظہر من الشمس ہے۔

(۲۸۹۲) ہم سے عبد اللہ بن منیر نے بیان کیا، انہوں نے ابو النصر ہاشم بن قاسم سے سنا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم (سلمہ بن دینار) نے بیان کیا اور ان سے سل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے راستے میں دشمن سے ملی ہوئی سرحد پر ایک دن کا سپردہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے، جنت میں کسی کے لئے ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں شام کو چلے یا صبح کو تو وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۲۸۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا. وَمَوْضِعٌ سَوَطٍ أَحَدُكُمْ مِنَ الْخَنَةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَالرُّوحَةُ يَرَوْحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ الْغَدَوَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا))

[راجع: ۲۷۹۴]

اسلامی شرعی ریاست میں سرحد پر چوکی پرے کی خدمت جس کو سوئی جائے اور وہ اسے بخوبی انجام دے تو اس کا نام بھی مجاہدین میں ہی لکھا جاتا ہے اور اس کو وہ ثواب ملتا ہے جس کے سامنے دنیا کی ساری دولت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ دنیا بہر حال فانی اور اس کا ثواب بہر حال باقی ہے۔ الرباط بکسر الراء لموحدة الخفيفة ملازمة المكان الذى بين المسلمين والكفار لحراسة المسلمين منهم واستئد المصنف بالاية اختيار لاشهر التفاسير فعن الحسن البصرى والقنادة اصبروا على طاعة الله وصابروا اعداء الله فى الجهاد ورابطوا فى سبيل الله وعن محمد بن الكعب اصبروا على الطاعة وصابروا لا انتظار الوعد ورابطو العدو وتقوا الله فيما بينكم (فتح)

۷۴- بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ باب اگر کسی بچے کو خدمت کے لئے جہاد میں ساتھ لے جائے

جائے

اس میں اشارہ ہے کہ بچہ جہاد کے لئے مخاطب نہیں ہے لیکن خدمت کے لئے بچوں کو جہاد میں ہمراہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۲۸۹۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے کہا، ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے عمرو بن عمرو نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے بچوں میں سے کوئی بچہ میرے ساتھ کر دو جو خیبر کے غزوے میں میرے کام کر دیا کرے، جبکہ میں خیبر کا سفر کروں۔ ابو طلحہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر مجھے (انسؓ کو) لے گئے، میں اس وقت ابھی لڑا تھا بالغ ہونے کے قریب۔ جب بھی آنحضرت کہیں قیام فرماتے تو میں آپؐ کی خدمت کرتا۔ اکثر میں سنتا کہ آپؐ یہ دعا کرتے اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم اور عاجزی، سستی، بخل، بزدلی، قرض داری کے بوجھ اور ظالم کے اپنے اوپر غلبہ سے، آخر ہم خیبر پہنچے اور جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعہ پر آپؐ کو فتح دی تو آپؐ کے سامنے صفیہ بنت حمی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے جمال (ظاہری و باطنی) کا ذکر کیا گیا ان کا شوہر (یسودی) لڑائی میں کام آگیا تھا اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں (اور چونکہ قبیلہ کے سردار کی لڑکی تھیں) اس لئے رسول کریم ﷺ نے (ان کا اکرام کرنے کے لئے) انہیں اپنے لئے پسند فرمایا۔ پھر آپؐ انہیں ساتھ لے کر وہاں سے چلے۔ جب ہم سد الصباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو آپؐ نے ان سے خلوت کی۔ اس کے بعد آپؐ نے جیس (کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کیا ہوا ایک کھانا) تیار کر کر ایک چھوٹے سے دسترخوان پر رکھوایا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو دعوت دے دو اور یہی آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا۔ آخر ہم مدینہ کی طرف چلے، انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آنحضور ﷺ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے اپنے پیچھے (اونٹ کے کوہان کے ارد گرد) اپنی عبا سے پردہ کئے ہوئے تھے (سواری پر جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سوار ہوئیں) تو آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں حضور اکرمؐ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔ اس طرح ہم چلتے رہے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے احد پہاڑ کو

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ : ((الْتَمَسْ لِي غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى خَيْبَرٍ))، فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ مُرْدِفِي وَأَنَا غُلَامٌ رَاهِقْتُ الْخُلْمَ، فَكُنْتُ أَخْدُمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ، فَكُنْتُ أَسْمَعُهُ كَثِيرًا يَقُولُ : ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبَخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدِّينِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ))، ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجِصْنَ ذَكَرَ لَهُ جَمَالَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حَمِيٍّ بْنِ أَخْطَبٍ - وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوسًا - فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَّغَنَا سِدَّ الصُّهْبَاءِ حَلَّتْ، فَبَنَى بِهَا، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ صَغِيرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((إِذِنْ مَنْ حَوْلَكَ))، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بَعَاءَةً، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ، فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ، فَسَبَرْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ نَظَرْنَا إِلَى أَحَدٍ

فَقَالَ: ((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ)). ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمَ مَكَّةَ. اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَذْهَبِهِمْ وَصَاعِهِمْ)).

دیکھا اور فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، اس کے بعد آپؐ نے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے اللہ! میں اس کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کے خطے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرمت والا قرار دیا تھا اے اللہ! مدینہ کے لوگوں کو ان کی مدد

اور صاع میں برکت دیجو!

[راجع: ۳۷۱]

رسول کریم ﷺ نے غزوہ خیبر میں حضرت انسؓ کو خدمت کے لئے ساتھ رکھا جو ابھی نابالغ تھے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ اسی لڑائی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے حرم میں داخل ہوئیں جو ایک خاندانی خاتون تھیں اس رشتہ سے اہل سلام کو بہت سے علمی فوائد حاصل ہوئے۔ روایت ہذا میں ایک دعائے مسنونہ بھی مذکور ہوئی ہے جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے جس کا یاد کرنا اور دعاؤں میں اسے پڑھتے رہنا بہت سے امور دینی اور دنیاوی کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے تفصیلی حالات پیچھے مذکور ہو چکے ہیں اسی حدیث سے مدینہ منورہ کا بھی مثل مکہ شریف حرم ثابت ہوا۔ حضرت انسؓ پہلے ہی سے آپؐ کی خدمت میں تھے مگر سفر میں ان کا پہلا موقع تھا کہ خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ دعاء مسنونہ میں لفظ ہم اور حزن ہم معنی ہی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ہم وہ فکر جو واقع نہیں ہوا لیکن وقوع کا خطرہ ہے، حزن وہ غم و فکر جو واقع ہو چکا ہے۔ حضرت انسؓ خدمت نبویؐ میں پہلے ہی تھے مگر اس موقع پر بھی ان کو ہمراہ لیا گیا ان کی مدت خدمت نو سال ہے، احد پہاڑ کے لئے جو آپؐ نے فرمایا وہ حقیقت پر مبنی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرة: ۲۰)

باب جہاد کے لئے سمندر میں سفر کرنا

۷۵- بَابُ رُكُوبِ الْبَحْرِ

(۲۸۹۴، ۲۸۹۵) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے اور ان سے انس بن مالک بن نفع نے بیان کیا اور ان سے ام حرام بنی نضیر نے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن ان کے گھر تشریف لا کر قیلولہ فرمایا تھا۔ جب آپؐ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپؐ ہنس رہے ہیں؟ فرمایا مجھے اپنی امت میں سے ایک ایسی قوم کو (خواب میں دیکھ کر) خوشی ہوئی جو سمندر میں (غزوہ کے لئے) اس طرح جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی وہ ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد پھر آپؐ سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو پھر ہنس رہے تھے۔ آپؐ نے اس مرتبہ بھی وہی بات بتائی۔ ایسا دویا

۲۸۹۴، ۲۸۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((حَدَّثَنِي أُمُّ حَرَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمًا فِي بَيْتِهَا، فَاسْتَقِظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَضْحَكُكَ؟ قَالَ: ((عَجَبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِيرَةِ))، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذْغِ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: ((أَنْتَ مِنْهُمْ)). ثُمَّ نَامَ فَاسْتَقِظَ وَهُوَ يَضْحَكُ. فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ

تین دفعہ ہوا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں اور وہ ان کو (اسلام کے سب سے پہلے بحری بیڑے کے ساتھ) غزوہ میں لے گئے، واپسی میں سوار ہونے کے لئے اپنی سواری سے قریب ہوئیں (سوار ہوتے ہوئے یا سوار ہونے کے بعد) گر پڑیں جس سے آپؐ کی گردن ٹوٹ گئی اور شہادت کی موت پائی، **بُئِیَہُ**۔

یہ حدیث اور اس پر نوٹ پیچھے لکھا جا چکا ہے یہاں مرحوم اقبال کا یہ شعر بھی یاد رکھئے کہ قاتل ہے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

باب لڑائی میں کمزور ناتواں (جیسے عورتیں، بچے، اندھے، معذور اور مساکین) اور نیک لوگوں سے مدد چاہنا، ان سے دعا کرنا، اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مجھ کو ابو سفیانؓ جلیش نے خبر دی کہ مجھ سے قیصر (ملک روم) نے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا کہ امیر لوگوں نے ان (حضور اکرم ﷺ) کی پیروی کی ہے یا کمزور غریب طبقہ والوں نے؟ تم نے بتایا کہ کمزور غریب طبقے نے (ان کی اتباع کی ہے) اور انبیاء کا پیروکاری طبقہ ہوتا ہے۔

(۲۸۹۶) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن طلحہ نے بیان کیا، ان سے معتب ابن سعد نے بیان کیا کہ سعد بن ابی وقاصؓ جلیش کا خیال تھا کہ انہیں دوسرے بہت سے صحابہ پر (اپنی مالداروں اور بہادری کی وجہ سے) فضیلت حاصل ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ صرف اپنے کمزور معذور لوگوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے مدد پہنچائے جاتے ہو اور ان ہی کی دعاؤں سے رزق دیئے جاتے ہو۔

اذْعُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، يَقُولُ: ((أَنْتَ مِنَ الْأَوَّلِينَ)). فَتَرْجُحُ بِهَا عِبَادَةُ بْنِ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا إِلَى الْغَزْوِ، فَلَمَّا رَجَعَتْ قُرْبَتْ ذَاتَهُ لِرُكْبَتِهَا، فَوَقَعَتْ فَأَنْدَقَتْ عَنْقَهَا)).

[راجع: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹]

۷۶- بَابُ مَنْ اسْتَعَانَ بِالضَّعْفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ قَالَ: ((قَالَ لِي قَيْصَرٌ: سَأَلْتُكَ أَشْرَافَ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعْفَاؤُهُمْ؟ فَرَعَمْتُ ضَعْفَاؤُهُمْ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ)).

۲۸۹۶- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصَنَّبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنْ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هَلْ تَنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضَعْفَانِكُمْ)).

قال ابن بطال تاويله ان الضعفاء اشد اخلاصا في الدعاء واكثر خشوعا في العبادة لخللاء قلوبهم عن التعلق بزخرف الدنيا (فتح) لعني ضعفاء دعا کرتے وقت اخلاص میں بہت سخت ہوتے ہیں اور عبادت میں ان کا خشوع زیادہ ہوتا ہے اور ان کے دل دنیاوی زیب و زینت سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لئے ضعیف لوگوں سے دعا کرنا بہت ہی موجب برکت ہے۔

۲۸۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (۲۸۹۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمْعٍ جَابِرًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((يَأْتِي زَمَانٌ يَفْزُو فِتْنَامٌ مِنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: فَيُكْمُ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ. ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فَيُكْمُ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ. ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فَيُكْمُ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ. فَيُقَالُ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ.))

[طرفاء فی: ۳۵۹۴، ۳۶۴۹].

عیسہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے جابر سے سنا، آپ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمانوں کی فوج کی فوج جہاں پر ہوں گی جن میں پوچھا جائے گا کہ کیا فوج میں کوئی ایسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو، کہا جائے گا کہ ہاں تو ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس وقت اس کی تلاش ہوگی کہ کوئی ایسے بزرگ مل جائیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی صحبت اٹھائی ہو، (یعنی تابعی) ایسے بھی بزرگ مل جائیں گے اور ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے شاگردوں کی صحبت اٹھائی ہو کہا جائے گا کہ ہاں اور ان سے فتح کی دعا کرائی جائے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ والے نیک لوگوں کی دعاؤں کا نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرا زمانہ پھر میرے صحابہ کا زمانہ اور پھر تابعین کا زمانہ یہ بہترین زمانے ہیں۔ ان خیر و برکت کے زمانوں میں مسلمان صحیح معنوں میں خدا رسیدہ مسلمان تھے، ان کی دعاؤں کو قبول عام حاصل تھا۔ بہر حال ہر زمانے میں ایسے خدا رسیدہ لوگوں کا وجود ضروری ہے۔ ان کی صحبت میں رہنا، ان سے دعائیں کرنا اور روحانی فیوض حاصل کرنا عین خوش نصیبی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو قرآن مجید میں اولیاء اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے جن کی شان میں ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ کہا گیا ہے کہ وہ لوگ اپنے ایمان میں پختہ اور تقویٰ میں کامل ہوتے ہیں۔ جن میں یہ چیزیں نہ پائی جائیں ان کو اولیاء اللہ جاننا انتہائی حماقت ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل بیشتر نام نہاد مسلمان اس حماقت میں مبتلا ہیں کہ وہ بہت سے چری ایفونی حرام خور کھٹو لوگوں کو محض ان کے بالوں اور جبوں قبول کو دیکھ کر خدا رسیدہ جانتے ہیں، حالانکہ ایسے لوگوں کے بھیس میں ابلیس کی اولاد ہے جو ایسے بہت سے کم عقلوں کو گمراہ کر کے دوزخی بنانے کا فرض ادا کر رہی ہے۔ اللہم انا نعوذ بک من شرور انفسنا حدیث سے میدان جہاد میں نیک ترین لوگوں سے دعا کرانے کا ثبوت ہوا الدعاء سلاح المؤمن مومن کا بہترین ہتھیار دعا ہے۔ سچ ہے ”ہلا کو ٹال دیتی ہے دعا اللہ والوں کی“۔

باب قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید ہے (کیونکہ نیت اور خاتمہ کا حال معلوم نہیں ہے) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں زخمی ہوتا ہے۔

۷۷- بَابُ لَا يَقُولُ فَلَانٌ شَهِيدٌ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ، اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِهِ.))

جب تک حدیث سے ثابت نہ ہو جیسے قطعی طور پر کسی کو ہشتی نہیں کہتے مگر صرف ان لوگوں کو جن کو آنحضرت ﷺ

نے فرمایا کہ وہ بھڑکتی ہیں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا جس کو حضرت امام احمد نے نکالا کہ تم اپنے جنگوں میں کہتے ہو کہ فلاں شہید ہوا ایسا نہ کہو۔ یوں کہو جو خدا کی راہ میں مرے وہ شہید ہے۔ دوسری روایت میں ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ ان کو دشمن کا تیر لگتا ہے اور وہ مر جاتے ہیں مگر وہ عند اللہ حقیقی شہید نہیں ہیں۔ جو دنیا میں ریا و نمود کے لئے لڑے اور مارے گئے، جیسا کہ دوسری روایات میں صراحت موجود ہے۔

(۲۸۹۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سل بن سعد ساعدی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی (اپنے اصحاب کے ہمراہ احادیث خیر کی لڑائی میں) مشرکین سے ٹڈ بھڑ ہوئی اور جنگ چھڑ گئی، پھر جب آپ (اس دن لڑائی سے فارغ ہو کر) اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنی پڑاؤ کی طرف تو آپ ﷺ کی فوج کے ساتھ ایک شخص تھا لڑائی لڑنے میں ان کا یہ حال تھا کہ مشرکین کا کوئی آدمی بھی اگر کسی طرف نظر پڑ جاتا تو اس کا پیچھا کر کے وہ شخص اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔ سل نے اس کے متعلق کہا کہ آج جتنی سرگرمی کے ساتھ فلاں شخص لڑا ہے، ہم میں سے کوئی بھی اس طرح نہ لڑ سکا۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ لیکن وہ شخص دوزخی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (اپنے دل میں کہا اچھا میں اس کو پیچھا کروں گا) (دیکھو) حضور ﷺ نے اسے کیوں دوزخی فرمایا (ہے) بیان کیا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دن لڑائی میں موجود رہا، جب کبھی وہ کھڑا ہو جاتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور جب وہ تیز چلتا، تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلتا۔ بیان کیا کہ آخر وہ شخص زخمی ہو گیا زخم بڑا گہرا تھا۔ اس لئے اس نے چاہا کہ موت جلدی آجائے اور اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو سینے کے مقابلہ میں کر لیا اور تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی۔ اب وہ صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بیان کیا کہ وہی شخص جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، صحابہ کرام پر یہ آپ کا فرمان بڑا شاق گزرا تھا۔ میں نے

۲۸۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّفَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَأَقْتُلُوا، فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ، وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدْعُ لَهُمْ شَاذَةَ وَلَا فَاذَّةَ إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْزَأُ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَمَّا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ))، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَخَرَجَ الرَّجُلُ جُرْخًا شَدِيدًا، فَاسْتَعَجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: ((وَمَا ذَاكَ؟)) قَالَ: الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آيَفَا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ، فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جَرِحَ جُرْخًا شَدِيدًا، فَاسْتَعَجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ

ان سے کہا کہ تم سب لوگوں کی طرف سے میں اس کے متعلق تحقیق کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے ہولیا۔ اس کے بعد وہ شخص سخت زخمی ہوا اور چاہا کہ جلدی موت آجائے۔ اس لئے اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو اپنے سینے کے مقابل کر لیا اور اس پر گر کر خود جان دے دی۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی زندگی بھر بظاہر اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہل دوزخ کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

سَيِّئِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلُ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: ((إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ)). [أطرافه في: ٤٢٠٢، ٤٢٠٧، ٦٤٩٣، ٦٦٠٧].

حدیث اور باب میں مطابقت ظاہر ہے کہ ظاہر میں وہ شخص میدان جہاد میں بہت بڑا مجاہد معلوم ہو رہا تھا مگر قسمت میں دوزخ لکھی ہوئی تھی جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے وحی اور الہام کے ذریعہ معلوم کر کے فرما دیا تھا۔ آخر وہی ہوا کہ خود کشی کر کے حرام موت کا شکار ہوا اور دوزخ میں داخل ہوا۔ انجام کا فکر ہر وقت ضروری ہے۔ اللہ پاک راقم الحروف اور جملہ قارئین کرام کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے آمین۔

باب تیر اندازی کی ترغیب دلانے کے بیان میں

(اور سورۃ انفال میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”اور ان (کافروں) کے مقابلے کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے مسلمان تیار رکھو“ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے“ جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر“

۷۸- بابُ التَّخْرِيسِ عَلَى الرَّمِيِّ،

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ [الأنفال: ۶۰]

آیت شریفہ میں لفظ من قوۃ میں توین تنکیر کے لئے ہے جس سے میدان جنگ میں کام آنے والی ہر قسم کی قوت مراد ہے جسملی، فنی اور آلات کی قوت جس میں وہ سارے آلات جنگ شامل ہیں جو اب تک وجود میں آچکے ہیں اور قیامت تک وجود میں آئیں گے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جملہ آلات مہیا کریں ان سے پوری واقفیت پیدا کریں ان کو خود بنائیں ان کا استعمال سیکھیں۔ آیت میں تنکیر سب کو شامل ہے اس ایسی دور کی بھی جملہ جنگی قوتیں اس آیت کی تفسیر ہو سکتی ہیں اور آئندہ دور میں جو ہوں سب کو یہ آیت شامل ہوگی۔ آیت میں اگلا کلمہ ﴿تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ [الأنفال: ۶۰] اور بھی زیادہ توجہ طلب ہے کہ آلات جنگ کا استعمال محض ملک گیری کے لئے نہ ہو بلکہ ان کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کے دین کے دشمنوں کو دبا کر خلق اللہ کے لئے زمین کو گوارہ امن و عافیت بنایا جائے کیونکہ اللہ کے دین کا تقاضا یہی ہے کہ یہاں اس کی مخلوق چین و سکون کی زندگی بسر کر سکے، ظلم و عدوان کو مٹاتا یہی اسلامی جہاد کا فٹا ہے اور بس۔

(۲۸۹۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، انہوں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا قبیلہ بنو

۲۸۹۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَاعِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَتَصَلُّونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، ارْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فَلَانٍ)). قَالَ: فَأَمْسَكَتُ أَحَدَ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ؟)) قَالُوا: كَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((ارْمُوا فَإِنَّا مَعَكُمْ كُلُّكُمْ)).

[طرفاء في: ۳۵۰۷، ۳۳۷۳].

اسلم کے چند صحابہ پر گزر ہوا جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کے بیٹو! تیر اندازی کرو کہ تمہارے بزرگ دادا اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔ ہاں! تیر اندازی کرو، میں بنی فلاں (ابن الاورع علیہ السلام) کی طرف ہوں۔ بیان کیا، جب آپ ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو مقابلے میں حصہ لینے والے دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ آپ نے فرمایا کیا بات پیش آئی، تم لوگوں نے تیر اندازی بند کیوں کر دی؟ دوسرے فریق نے عرض کیا جب آپ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو بھلا ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے فرمایا اچھا تیر اندازی جاری رکھو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تشریح سیرۃ طیبہ کے مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہے کہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ سپاہی بنانے کی کوشش فرمائی اور مجاہدانہ زندگی گزارنے کے لئے شب و روز تلقین فرماتے رہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی واضح ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ عربوں کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی بوئے زبردست سپاہی تھے اور نیزہ بازی ہی ان کا مشغلہ تھا۔ آج کل بددوق، توپ، ہوائی جہاز اور جتنے بھی آلات حرب وجود میں آچکے ہیں وہ سب اسی ذیل ہیں۔ ان سب میں مہارت پیدا کرنا سب کو اپنانا یہ خدا پرستی کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان پر ان کا یکساں فرض ہے۔

(۲۹۰۰) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرحمن بن غنیل نے، ان سے حمزہ بن ابی اسید نے، اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کی لڑائی کے موقع پر جب ہم قریش کے مقابلہ میں صف باندھے ہوئے کھڑے ہو گئے تھے اور وہ ہمارے مقابلہ میں تیار تھے، فرمایا کہ اگر (حملہ کرتے ہوئے) قریش تمہارے قریب آجائیں تو تم لوگ تیر اندازی شروع کر دینا تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوں۔

۲۹۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ حِينَ صَفَّفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوا لَنَا: ((إِذَا أَكْبَهُوَكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ)).

[طرفاء في: ۳۹۸۴، ۳۹۸۵].

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے میدان بدر میں مجاہدین اسلام کو جنگی تربیت بھی فرمائی اور جنگ و جہاد کے قواعد بھی تعلیم فرمائے۔ درحقیقت امیر لشکر کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ وہ قوم کو ہر طرح سے کنٹرول کر سکے (ﷺ)

باب برچھے سے (مشق کرنے کے لئے) کھیلنا

(۲۹۰۱) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں ابن المسیب نے اور ان

۷۹ - بَابُ اللَّهْوِ بِالْجِرَابِ وَنَحْوَهَا

۲۹۰۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حبشہ کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے سامنے حراب (چھوٹے نیزے) کا کھیل دکھا رہے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور کنکریاں اٹھا کر انہیں ان سے مارا۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا عمر! انہیں کھیل دکھانے دو۔ علی بن مدینی نے یہ بیان زیادہ کیا کہ ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی کہ مسجد میں (یہ صحابہؓ اپنے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

یہ جنگی کرتیوں کی مشق تھی۔ حضور نبوی میں حضرت عمرؓ نے اسے خلاف ادب سمجھا مگر آنحضرت ﷺ نے حبشی مجاہدین کی ہمت افزائی فرمائی اور ان کی اس مشق کو جاری رہنے دیا۔ عہد رسالت میں نشر و اشاعت بلکہ جملہ امور نظم و نسق ملت کے لئے دفتر کا کام بھی مسجد ہی سے لیا جاتا تھا۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا، آج جیسی آسانیاں مہیا نہ تھیں اس لئے ملی امور کے لئے مسجد ہی کو بطور مرکز ملت استعمال کیا گیا۔ آج بھی مساجد کو اسلامی ملی امور کے لئے بایں طور استعمال کیا جاسکتا ہے وہیہ کفایۃ لعن لہ درایہ

۸۰۔ بابُ الْمَجْنِّ وَمَنْ يَتَرَسُّ

کرے اس کا بیان

بِتَرَسِّ صَاحِبِهِ

(۲۹۰۲) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو طلحہؓ اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ ایک ہی ڈھال سے کر رہے تھے اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ جب وہ تیر مارتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سراٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے۔

۲۹۰۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَتَرَسُّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِتَرَسِّ وَاحِدٍ، وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ، فَكَانَ إِذَا رَمَى يُشْرِفُ النَّبِيُّ ﷺ فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْضِعِ نَبْلِهِ))

[راجع: ۲۸۸۰]

ایک ہی ڈھال سے دو مجاہدین کے بچاؤ کرنے کا جواز ثابت ہوا جیسا کہ حضرت ابو طلحہؓ کا عمل ہوا۔ آنحضرت ﷺ ان کی نشانہ بازی کی کامیابی معلوم کرنے کے لئے نظر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا کر گرا ہے، ان کی ہمت افزائی کے لئے بھی۔

(۲۹۰۳) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب احد کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ کا خود آپ کے سر مبارک پر توڑا گیا اور چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا اور آپ کے آگے کے دانت شہید ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں بھر بھر

۲۹۰۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: ((لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ وَأُذْمِيَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتْ رُبَاعِيَّتُهُ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي

کرپانی بار بار لارہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم کو دھو رہی تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے اور زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ کے زخموں پر لگا دیا جس سے خون آنا بند ہو گیا۔

الْمَجْنُ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تُغْسِلُهُ، فَلَمَّا رَأَتْ الدَّمَ يَزِيدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمِدَتْ إِلَى خَصِيرٍ فَأَخْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِهِ فَوْقَ الدَّمِ)). [راجع: ۲۴۳]

تشریح دندان مبارک کو صدمہ پہنچانے والا عقبہ بن ابی وقاص مردود تھا اس نے آپ کے قریب جا کر ایک پتھر مارا مگر فوراً ہی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب سے اس کی گردن اڑا دی۔ اور عبد اللہ بن قیہ مردود نے پتھر مارے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے تباہ کرے۔ ایسا ہی ہوا کہ ایک پہاڑی بکری نے نکل کر اس کو سیگوں سے ایسا مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سچ ہے وہ لوگ کس طرح فلاح پا سکتے ہیں جن کے ہاتھوں نے اپنے زمانہ کے نبی ﷺ کے سر کو زخمی کر دیا ہو۔

(۲۹۰۴) ہم سے علی بن عبد اللہ مدنی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے زہری نے، ان سے مالک بن اوس بن حدثان نے اور ان سے عمر بن شراحیل نے بیان کیا کہ بنو نضیر کے باغات وغیرہ اموال ان میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بغیر لڑے دے دیا تھا۔ مسلمانوں نے ان کے حاصل کرنے کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تو یہ اموال خاص طور سے رسول اللہ ﷺ ہی کے تھے جن میں سے آپ اپنی ازواج مطہرات کو سالانہ نفقہ کے طور پر بھی دے دیتے تھے اور باقی ہتھیار اور گھوڑوں پر خرچ کرتے تھے تاکہ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) ہر وقت تیار رہے۔

۲۹۰۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ بْنِ الْحَدَّثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بَحِيلٌ وَلَا رِكَابٌ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ خَاصَّةً وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنِيَّةٍ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السَّلَاحِ وَالْكَرَاعِ غَدَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [أطرافه في: ۳۰۹۴، ۴۰۳۳، ۴۸۸۵]

[۵۳۵۷، ۵۳۵۸، ۶۷۲۸، ۷۳۰۵]

ہتھیار گھوڑے یہ ساری فوج کے استعمال کے واسطے میانگئے جاتے تھے۔

(۲۹۰۵) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن شداد نے اور ان سے علی بن جراح نے (دوسری سند) ہم سے قیس بن عقبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبد اللہ بن شداد نے بیان کیا، کہا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے کسی

۲۹۰۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ عَنْ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا قَيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُعْطِي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ، سَمِعْتُهُ

یَقُولُ: ((إِزِمْ لِفَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي)).
[أطرافه في: ٤٠٥٨، ٤٠٥٩، ٦١٨٤].
کے متعلق نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے خود کو ان پر
صدقہ کیا ہو۔ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے تیرا سوا (صدقہ) تم پر
میرے ماں باپ قربان ہوں۔

تشریح اس حدیث سے تیر اندازی کی فضیلت ثابت ہوئی اس طور پر کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی
تیر اندازی پر ان کو شاباش پیش فرمائی۔ معلوم ہوا کہ فنون حرب جن میں مہارت پیدا کرنے سے اللہ پاک کی رضا مطلوب ہو
بڑی فضیلت اور درجات رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کے جملہ آلات حرب میں مہارت کو اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے صد افسوس کہ مسلمانوں
نے ان نیک کاموں کو قطعاً بھلا دیا جس کی سزا وہ مختلف عذابوں کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔

باب دھال کے بیان میں

۸۱- بَابُ الدَّرَقِ

(۲۹۰۶) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابن وہب نے
بیان کیا کہ عمرو نے کہا کہ مجھ سے ابو الاسود نے بیان کیا، ان سے عروہ
نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم میرے یہاں تشریف لائے تو دو لڑکیاں میرے پاس جنگ بعثت
کے گیت گارہی تھیں۔ آپ بستر پر لیٹ گئے اور چہرہ مبارک دوسری
طرف کر لیا اس کے بعد ابو بکر آ گئے اور آپ نے مجھے ڈانسا کہ یہ
شیطان کا گانا اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں! لیکن آپ ﷺ ان
کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ انہیں گلے دو، پھر جب ابو بکر رضی اللہ
عنه دوسری طرف متوجہ ہو گئے تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ
چلی گئیں۔

۲۹۰۶- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرُو حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ
عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
((دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدِي
جَارِيتَانِ تَغْنِيَانِ بِغَنَاءٍ بُعَاثٍ، فَأَضْطَجَعَ
عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ، فَدَخَلَ
أَبُوبَكْرٌ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ: مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((دَعُهُمَا)). فَلَمَّا عَمَلَ
عَمَرُتُهُمَا فَخَرَجَتَا)). [راجع: ٤٥٤]

(۲۹۰۷) عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عید کے دن سوڈان کے کچھ صحابہ
دھال اور حراب کا کھیل دکھلا رہے تھے، اب یا میں نے خود رسول اللہ
ﷺ سے کمایا آپ نے ہی فرمایا کہ تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا
جی ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا، میرا چہرہ آپ کے چہرہ پر تھا
(اس طرح میں پیچھے پردے سے کھیل کو بخوبی دیکھ سکتی تھی) اور آپ
فرما رہے تھے خوب بنو ارفدہ! جب میں تھک گئی تو آپ نے فرمایا
بس؟ میں نے کہا جی ہاں، آپ نے فرمایا تو پھر جاؤ۔ احمد نے بیان کیا اور
ان سے ابن وہب نے (ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد دوسری طرف
متوجہ ہو جانے کے لئے لفظ عمل کے بجائے) فلما غفل نقل کیا۔

۲۹۰۷- قَالَتْ: وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ
السُّوْدَانُ بِالْأَدْرَقِ وَالْحِرَابِ، فِيمَا سَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّمَا قَالَ: ((تَشْتَهَيْنِ
تَنْظُرِينَ؟)) فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِي وَرَأَاهُ
خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَيَقُولُ: ((دُونَكُمْ يَا بَنِي
أَرْفَدَةَ حَتَّى إِذَا مَلَبْتُ قَالَ: ((حَسْبُكَ؟))
قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَاذْهَبِي)). قَالَ أَحْمَدُ
عَنِ ابْنِ وَهْبٍ: ((فَلَمَّا غَفَلَ)).

یعنی جب وہ ذرا غافل ہو گئے۔

روایت میں کچھ صحابہ کے ڈھالوں اور برہمیوں سے جنگی کرتب دکھلانے کا ذکر ہے، اسی سے مقصد باب ثابت ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تاریخی اور جنگی کرتبوں کا نظارہ دیکھنا جائز ہے، پردہ کے ساتھ عورتیں ایسے کھیل دیکھ سکتی ہیں۔

باب تلواروں کی حماک اور تلوار کا

گلے میں لٹکانا

(۲۹۰۸) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بنیہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ پر (ایک آواز سن کر) بڑا خوف چھا گیا تھا، سب لوگ اس آواز کی طرف بڑھے لیکن نبی کریم ﷺ سب سے آگے تھے اور آپ نے ہی واقعہ کی تحقیق کی۔ آپ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کی پشت نگلی تھی۔ آپ کی گردن سے تلوار لٹک رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ ڈرو مت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پلایا ہے یا (یہ فرمایا کہ) گھوڑا جیسے سمندر ہے۔

مدینہ میں ایک دفعہ رات کو دشمن کے حملے کی افواہ پھیل گئی تھی۔ اسی کی تحقیق کے لئے آپ حضرت رضی اللہ عنہ سے خود بنفس نفیس نکلے اور چاروں طرف دور دور تک ملاحظہ فرما کر واپس ہوئے اور لوگوں کو بتلایا کہ کچھ خطرہ نہیں ہے۔ جس گھوڑے پر آپ سوار تھے اس کی تیز رفتاری سے بہت خوش ہوئے۔

باب تلوار کی آرائش کرنا

(۲۹۰۹) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو اوزاعی نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے سلیمان بن حبیب سے سنا، کہا میں نے ابو امامہ باہلی سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک قوم (صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے بہت سی فتوحات کیں اور ان کی تلواروں کی آرائش سونے چاندی سے نہیں ہوئی تھی بلکہ اونٹ کی پشت کا چمڑا، سیسہ اور لوہا ان کی تلواروں کے زیور تھے۔

عمد جاہلیت میں تلواروں کی زیبائش سونے چاندی سے کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ظاہری زیبائش سے قطع نظر کر کے تلواروں

۸۲- باب الْحَمَائِلِ وَتَغْلِيْقِ

السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

۲۹۰۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ. وَاشْجَعَ النَّاسِ. وَلَقَدْ فَرَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ غُرَبِيٍّ وَفِي غُنْفِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ: ((لَمْ تُرَاغُوا)). ثُمَّ قَالَ: ((وَجَدْنَاهُ بَخْرًا)). أَوْ قَالَ: ((إِنَّهُ لَبَخْرٌ)). [راجع: ۲۶۲۷]

۸۳- باب حِلْيَةِ السَّيْفِ

۲۹۰۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ يَقُولُ ((لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحُ قَوْمٌ مَا كَانَتْ حِلْيَةُ سَيُوفِهِمُ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ، إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَايِيُّ وَالْأَنْثُ وَ الْحَدِيدُ)).

کی زبائش اور مصنوعی عمدگی سیسے اور لوہے سے کی کہ درحقیقت یہی ان کی زبائش تھی۔ آلات حرب کو ہتر سے ہتر شکل میں رکھنا آج بھی جملہ متقدم اقوام عالم کا دستور ہے۔

باب جس نے سفر میں دوپہر کے آرام کے وقت اپنی تلوار درخت سے لٹکائی

۸۴ - بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

(۲۹۱۰) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے سنان بن ابی سنان الدؤلی اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا اور انہیں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نجد کے اطراف میں ایک غزوہ میں شریک تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ جماد سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس ہوئے۔ راستے میں قیلولہ کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا جس میں ببول کے درخت بکھرت تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی وادی میں پڑاؤ کیا اور صحابہ پوری وادی میں (درخت کے سائے کے لئے) پھیل گئے۔ آپ نے بھی ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکادی۔ ہم سب سو گئے تھے کہ آں حضرت ﷺ کے پکارنے کی آواز سنائی دی، دیکھا گیا تو ایک بدوی آپ کے پاس تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس نے غفلت میں میری ہی تلوار مجھ پر کھینچ لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو تنگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! تین مرتبہ (میں نے اسی طرح کہا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی) حضور اکرم ﷺ نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ آپ بیٹھ گئے۔ (پھر وہ خود متاثر ہو کر اسلام لائے)

۲۹۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدَّوْلِيُّ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ((أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَا أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ، فَأَذَرَكَهُمُ الْقَائِلَةَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعُضَاةِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، وَنَمْنَا نَوْمَةً، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُونَا، وَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِي يَدِي صَلَاحًا، فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ فَقُلْتُ: اللَّهُ (ثَلَاثًا). وَلَمْ يَغَاقِبْهُ، وَجَلَسَ)).

[أطرافه في: ۲۹۱۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶]

ابن اسحاق نے مغازی میں یوں روایت کیا ہے کہ کافروں نے اس گنوار سے جس کا نام دھور تھا، یہ کہا کہ اس وقت محمد ﷺ اکیلے ہیں اور موقع اچھا ہے۔ چنانچہ وہ آپ کی تلوار لے کر آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب آپ کو کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا میرا بچانے والا اللہ ہے۔ آپ نے یہ فرمایا ہی تھا کہ فوراً حضرت جبرائیل تشریف لائے اور اس گنوار کے سینے پر ایک گھونسا مارا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی، جو آپ نے اٹھالی اور فرمایا کہ اب تجھ کو کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں۔

(لوہے کا ٹوپ جس سے میدان جنگ میں سر کا بچلو کیا جاتا تھا)

(۲۹۱۱) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے، ان سے احد کی لڑائی میں نبی کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتلایا آپ کے چہرہ مبارک پر زخم آئے اور آپ کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے اور خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گئی تھی۔ (جس سے سر پر زخم آئے تھے) حضرت فاطمہؓ خون دھو رہی تھیں اور علی کرم اللہ وجہہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ خون برابر بڑھتا ہی جا رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی جلائی اور اس کی راکھ کو آپ کے زخموں پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

۲۹۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّهُ سِيلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: جُرْحُ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ وَكُسِرَتْ رِبَاعِيَّتُهُ وَهَشِمَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ، فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُمَسِّكُ. فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيدُ إِلَّا كَثْرَةً أَخَذَتْ حَصِيرًا فَأَخْرَقَتْهُ حَتَّى صَارَ رَمَادًا، ثُمَّ أَلْرَقَتْهُ، فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ)).

[راجع: ۲۴۳]

تشريح جنگ احد میں سب سے زیادہ المناک حادثہ یہ ہوا کہ رسول کریم ﷺ کو چوٹیں آئیں اور آپ زخمی ہو گئے۔ چہرہ کا زخم ابن قتیہ کے ہاتھوں سے ہوا اور دانتوں کا صدمہ عتیہ ابن ابی وقاص کے ہاتھوں سے پہنچا اور خود کو آپ کے سر مبارک پر توڑنے والا عبد اللہ بن ہشام تھا۔ خود لوہے کا ٹوپ جو سر کی حفاظت کے لئے سر ہی پر پہنا جاتا ہے۔ حدیث سے اس کا پہننا ثابت ہوا۔ جنگ احد کے تفصیلی حالات کتاب المغازی میں آئیں گے، ان شاء اللہ۔

۸۶- بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ كَسْرَ السَّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب کسی کی موت پر اس کے ہتھیار وغیرہ توڑنے درست نہیں

(۲۹۱۲) ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرحمن بن ممدی نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (وفات کے بعد) اپنے ہتھیار ایک سفید فخر اور ایک قطعہ اراضی جسے آپ پہلے ہی صدقہ کر چکے تھے کے سوا اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔

۲۹۱۲- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَارِثٍ قَالَ: ((مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)). [راجع: ۲۷۳۹]

تشريح عرب جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب کسی قبیلہ کا سردار یا قبیلہ کا کوئی بہادر مر جاتا تو اس کے ہتھیار توڑ دیئے جاتے، یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ اب ان ہتھیاروں کا حقیقی معنوں میں کوئی اٹھانے والا باقی نہیں رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں ایسا عمل ہرگز جائز نہیں۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے ہتھیار وغیرہ سب باقی رکھے گئے۔ اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا امام بخاریؒ نے یہ باب لاکر اشارہ کیا کہ شریعت اسلامی میں یہ کام منع ہے کیونکہ اس میں عمل کا ضائع کرنا ہے۔

باب دوسرے کے وقت درختوں کا سایہ حاصل کرنے کے لئے
فوجی لوگ امام سے جدا ہو کر (متفرق درختوں کے سائے
تِلے) پھیل سکتے ہیں

(۲۹۱۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا کہ کما کہ ہم کو شعیب نے خبر دی،
انہیں زہری نے، ان سے سان بن ابی سان اور ابو سلمہ نے بیان کیا
اور ان دونوں حضرات کو جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی۔ اور ہم سے موسیٰ بن
اسماعیل نے بیان کیا، انہیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی، انہیں ابن
شباب نے خبر دی، انہیں سان بن ابی سان الدؤلی نے اور انہیں جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی
میں شریک تھے۔ ایک ایسے جنگل میں جہاں بول کے درخت بکثرت
تھے۔ قیلولہ کا وقت ہو گیا، تمام صحابہ سائے کی تلاش میں (پوری وادی
میں متفرق درختوں کے نیچے) پھیل گئے اور نبی کریم ﷺ نے بھی
ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ آپؐ نے تلوار (درخت کے تنے
سے) لٹکادی تھی اور سو گئے تھے۔ جب آپؐ بیدار ہوئے تو آپؐ کے
پاس ایک اجنبی موجود تھا اس اجنبی نے کہا تھا کہ اب تمہیں مجھ سے
کون بچائے گا؟ پھر آنحضرت ﷺ نے آواز دی اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم
آپؐ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص نے میری ہی تلوار
مجھ پر کھینچ لی تھی اور مجھ سے کہنے لگا تھا کہ اب تمہیں میرے ہاتھ
سے کون بچا سکے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ (اس پر وہ شخص خود ہی
دہشت زدہ ہو گیا) اور تلوار نیام میں کر لی، اب یہ بیٹھا ہوا ہے
آنحضرتؐ نے اسے کوئی سزا نہیں دی تھی۔

یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے یہاں حضرت امام بخاری اس حدیث کو یہ امر ثابت کرنے کے لئے لائے کہ فوجی لوگ دوپہر میں کہیں
چلتے ہوئے جنگل میں قیلولہ کریں تو اپنی پسند کے مطابق سایہ دار درخت تلاش کر سکتے ہیں اور اپنے قائد سے آرام کرنے کے لئے الگ
ہو سکتے ہیں اور یہ آداب جنگ کے منافی نہیں ہے۔

باب بھالوں (نیزوں) کا بیان

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری

۸۷- بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ
عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْإِسْطِلَالِ بِالشَّجَرِ

۲۹۱۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَيَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ
وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُ. حَدَّثَنَا مُوسَى
بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ
أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَيَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ
الدَّؤْلِيِّ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ عَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذْرَكَهُمْ الْقَائِلَةَ فِي وَادٍ
كَثِيرِ الْعِصَاءِ. فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِصَاءِ
يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ. فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ
ثُمَّ نَامَ، فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا
يَشْعُرُ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ هَذَا
اخْتَرَطَ سَيْفِي فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ؟ قُلْتُ:
اللَّهُ)). فَشَامَ السَّيْفَ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٍ.
ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ)). [راجع: ۲۹۱۰]

۸۸- بَابُ مَا قِيلَ فِي الرِّمَاحِ

وَيَذْكُرُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ:

روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے مقدر کی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے اس کیلئے ذلت اور خواری کو مقدر کیا گیا ہے۔

((جَعَلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجَعَلَ الذَّلَّةَ وَالصَّغَارَ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي)).

اس حدیث کو امام احمد نے وصل کیا۔ مطلب یہ کہ میرا پیشہ سپاہ گری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میری امت کی سودا گری جہاد ہے۔

(۲۹۱۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ اہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبید اللہ کے مولیٰ ابو النضر نے اور انہیں ابو قتادہ انصاری کے مولیٰ نافع نے اور انہیں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) مکہ کے راستے میں آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جو احرام باندھے ہوئے تھے، لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ خود قتادہ رضی اللہ عنہ نے ابھی احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر انہوں نے ایک گور خر دیکھا اور اپنے گھوڑے پر (شکار کرنے کی نیت سے) سوار ہو گئے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں سے (جو احرام باندھے ہوئے تھے) کہا کہ کوڑا اٹھا دیں انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر انہوں نے اپنا نیزہ مانگا اس کے دینے سے انہوں نے انکار کیا، آخر انہوں نے خود اسے اٹھایا اور گور خر پر بچھٹ پڑے اور اسے مار لیا۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے بعض نے تو اس گور خر کا گوشت کھایا اور بعض نے اس کے کھانے سے (احرام کے عذر کی بنا پر) انکار کیا۔ پھر جب یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو اس کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ایک کھانے کی چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی۔ اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ان سے عطاء بن یسار نے بیان کیا اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے گور خر کے (شکار سے) متعلق ابو النضر ہی کی حدیث کی طرح (البتہ اس روایت میں یہ زائد ہے کہ) نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کیا اس کا کچھ بچا ہوا گوشت ابھی تمہارے پاس موجود ہے؟

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُثَيْدٍ أَنَّ نَافِعَ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُخْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُخْرِمٍ، فَرَأَى حِمَارًا وَخَشِيًا، فَاسْتَوَى عَلَى فَرْسِهِ، فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَازِلُوهُ سَوَطَهُ فَأَبَوْا، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا، فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَذَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبَى بَعْضٌ، فَلَمَّا أذْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ قَالَ: ((إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوهَا اللَّهُ)). وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي النَّضْرِ قَالَ: ((هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ؟)).

[راجع: ۱۸۲۱]

اس حدیث میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا نیزوں سے مسلح ہونا مذکور ہوا ہے، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا مقصد یہ کہ مسلمان کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا سپاہی ہے ہر حال میں

سپاہیانہ زندگی گزارنا یہی اس کا اوڑھنا اور بچونا ہے۔ صد افسوس کہ عام اہل اسلام بلکہ خواص تک ان حقائق اسلام سے حد درجہ غافل ہو گئے ہیں۔ علمائے ظواہر صرف فروغی مسائل میں الجھ کر رہ گئے اور حقائق اسلام نظروں سے بالکل اوجھل ہو گئے جس کی سزا سارے مسلمان عام طور پر غلامانہ زندگی کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔ الامن شاء اللہ

باب آنحضرت ﷺ کا لڑائی میں زہر پہننا

اسی طرح کرتے (لوہے) کا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”خالد بن ولید نے تو اپنی زرہیں اللہ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں“ (پھر اس سے زکوٰۃ کا مانگنا بے جا ہے)

(۲۹۱۵) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد حذاء نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (بدر کے دن) دعا فرما رہے تھے، اس وقت آپ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے کہ اے اللہ! میں تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دے کر فریاد کرتا ہوں اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا بس کیجئے اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے رب کے حضور میں دعا کی حد کر دی ہے۔ آنحضرت اس وقت زہر پہنے ہوئے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے تو زبان مبارک پر یہ آیت تھی (ترجمہ) ”جماعت (مشرکین) جلد ہی شکست کھا کر بھاگ جائے گی اور پیٹھ دکھانا اختیار کرے گی اور قیامت کے دن کا ان سے وعدہ ہے اور قیامت کا دن بڑا ہی بھیاںک اور تلخ ہو گا“ اور وہیب نے بیان کیا، ان سے خالد نے بیان کیا کہ بدر کے دن کا (یہ واقعہ ہے)

۸۹- بَابُ مَا قِيلَ فِي دِرْعِ النَّبِيِّ ﷺ

وَالْقَمِيصِ فِي الْحَرْبِ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَّا خَالِدٌ فَقَدْ اخْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

۲۹۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أُنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ. اللَّهُمَّ إِن شِئْتَ لَمْ تُعَبِّدْ بَعْدَ الْيَوْمِ)). فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ: حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَدْ أَلْحَجْتَ عَلَى رَبِّكَ. وَهُوَ فِي الدَّرْعِ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ: ((سَيَهْزُمُ الْجَمْعُ وَيُؤَلُّونَ الدُّبُرَ. بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرٌ)).

وَقَالَ وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ ((يَوْمَ بَدْرٍ)) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَى وَأَمْرٌ.

[أطرافه في: ۳۹۵۳، ۴۸۷۵، ۴۸۷۷].

یعنی اے اللہ! آج تو اپنا وعدہ اپنے فضل و کرم سے پورا کر دے۔ وعدہ یہ تھا کہ یا تو قافلہ آئے گا یا کافروں پر فتح ہو گی۔

تشریح آنحضرت ﷺ کو اللہ کے وعدہ پر کامل بھروسہ تھا۔ مگر مسلمانوں کی بے سروسامانی اور قتل اور کافروں کی کثرت کو دیکھ کر یہ مقتضائے بشریت آپ نے فرمایا کہ بعد از یوم کا مطلب یہ کہ دنیا میں آج تیرے خالص پوجنے والے یہی تین سو تیرہ آدمی ہیں، اگر تو ان کو بھی ہلاک کر دے گا تو تیری مرضی۔ چونکہ میرے بعد پھر کوئی پیغمبر آنے والا نہیں تو قیامت تک شرک ہی شرک رہے گا اور تجھے کوئی نہ پوچھے گا۔ اللہ نے اپنے پیارے نبی کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور بدر میں کافروں کو وہ شکست دی کہ آئندہ کے لئے ان کی کمر ٹوٹ گئی اور اہل اسلام کی ترقی کے راستے کھل گئے۔ حدیث ہذا سے میدان جنگ میں زہر پہننا ثابت ہوا۔ آج کل مشینی دور ہے لہذا میدان جنگ کے بھی قدیم اطوار بدل گئے ہیں۔

(۲۹۱۶) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں اسود نے اور ان سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی زہرہ ایک یہودی کے پاس تھیں صاع جو کے بدلے میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ اور یعلیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ لوہے کی زہرہ (تھی) اور معلیٰ نے بیان کیا، ان سے عبدالواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے کی ایک زہرہ رہن رکھی تھی۔

اس حدیث سے زہرہ رکھنے کا ثبوت ہوا۔ زہرہ لوہے کا کرتہ جس سے جنگ میں سارا جسم چھپ جاتا ہے اور اس پر کسی نیزے یا برچھے کا اثر نہ ہوتا تھا۔ قدیم زمانے میں تقریباً ساری ہی دنیا میں میدان جنگ میں زہرہ پہننے کا رواج تھا۔

(۲۹۱۷) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبداللہ بن طاؤس نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بخیل (جو زکوٰۃ نہیں دیتا) اور زکوٰۃ دینے والے (سخی) کی مثال دو آدمیوں جیسی ہے، دونوں لوہے کے کرتے (زہرہ) پہنے ہوئے ہیں، دونوں کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں زکوٰۃ دینے والا (سخی) جب بھی زکوٰۃ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کرتہ اتنا کشادہ ہو جاتا ہے کہ زمین پر چلتے میں گھسٹتا جاتا ہے لیکن جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زہرہ کا ایک ایک حلقہ اس کے بدن پر تنگ ہو جاتا ہے اور اس طرح سکتا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے جڑ جاتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ پھر بخیل اسے ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔

۲۹۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا
سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ
الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:
(تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ
عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ)).
وَقَالَ يَغْلَى حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ((دِرْعٌ مِنْ
حَدِيدٍ)) وَقَالَ مُعْلَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ وَقَالَ ((رَهْنَهُ دِرْعًا مِنْ
حَدِيدٍ)). [راجع: ۲۰۶۸]

۲۹۱۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ
حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُ
الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا
جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدْ اضْطَرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى
تَرَاقِيهِمَا، فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ
اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتَّى تَغْفِيَ أَثَرَهُ، وَكُلَّمَا هَمَّ
الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلَى
خَاصِيَّتِهَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ بِذَاهِ
إِلَى تَرَاقِيهِ)). فَسَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ
((فِيخْتَهْذُ أَنْ يُوَسَّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ)).

[راجع: ۱۴۴۳]

تشریح یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سخی کا دل تو زکوٰۃ اور صدقہ دینے سے خوش اور کشادہ ہو جاتا ہے اور بخیل اول تو زکوٰۃ دیتا نہیں دوسرے جبراً قہراً کچھ دے بھی تو دے تو دل تنگ اور رنجیدہ ہو جاتا ہے، اس کی زہرہ کے ہلنے سکنے کی یہی تعبیر ہے۔ بخیل کی مذمت میں بہت سی آیات و احادیث موجود ہیں، مرد مومن زکوٰۃ نکالنے اور اللہ کے لیے خرچ کرنے سے اس قدر خوش ہوتا ہے گویا اس کی زہرہ نے کشادہ ہو کر اس کے سارے جسم کو ڈھانپ لیا، اس کی زہرہ کی کشادگی سے بھی زیادہ اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ خوبی عطا کرے آمین۔ چونکہ اس حدیث میں زہرہ کا ذکر تھا، اس لئے حضرت امام

بخاری یہاں اس کو لائے اور زرہ کا اثبات فرمایا۔

۹۰۔ بَابُ الْحَبَّةِ فِي السَّفَرِ

وَالْحَرْبِ

۲۹۱۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الصُّحَيْ مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ صُنَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْمَغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ: انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ، فَتَلَقَّيْنَاهُ بِمَاءٍ - وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ - فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يَخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ، فَغَسَلَهُمَا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَيْهِ. [راجع: ۱۸۲]

۹۱۔ بَابُ الْحَرْبِ فِي الْحَرْبِ

سُيُورِ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً اس کا پیننا مردوں کے لئے جائز نہیں رکھا اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ضرورت کے لئے جائز ہے جیسے غار یا جوؤں میں اور ابجدیث کے نزدیک لڑائی میں بھی جائز ہے بلکہ ابن ماجہؒ نے کہا مستحب ہے دشمن کو ڈرانے کے لئے۔

۲۹۱۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَمْدِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَنَادَةَ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَصَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَبِيصٍ مِنْ حَرْبٍ مِنْ حِكْمَةٍ كَانَتْ بِهِمَا))

[أطرافه في: ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲،

۵۸۳۱]

باب سفر میں اور لڑائی میں چھ

پہننے کا بیان

(۲۹۱۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو الصحیٰ مسلم نے، جو صبیح کے صاحبزادے ہیں، ان سے مسروق نے بیان کیا اور ان سے مغیرہ بن شعبہؒ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپؐ واپس ہوئے تو میں پانی لے کر خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ پھر آپؐ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ پاک کو دھویا۔ اس کے بعد (ہاتھ دھونے کے لئے) آستین چڑھانے کی کوشش کی لیکن آستین تنگ تھی اس لئے ہاتھوں کو نیچے سے نکالا پھر انہیں دھویا اور سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں ہر دو کا بھی مسح کیا۔

باب لڑائی میں حریر یعنی خالص ریشمی کپڑا پہننا

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ نے مطلقاً اس کا پیننا مردوں کے لئے جائز نہیں رکھا اور امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ضرورت کے لئے جائز ہے جیسے غار یا جوؤں میں اور ابجدیث کے نزدیک لڑائی میں بھی جائز ہے بلکہ ابن ماجہؒ نے کہا مستحب ہے دشمن کو ڈرانے کے لئے۔

(۲۹۱۹) ہم سے احمد بن محمدؒ نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالکؒ نے کہ نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمن بن عوفؓ اور زبیرؓ کو غار کے مرض کی وجہ سے ریشمی کرتہ پہننے کی اجازت دے دی تھی، جو ان دونوں کو لاحق ہو گئی تھی جو اس مرض میں مفید ہے۔

یہ حدیث لا کر حضرت امام بخاری نے اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جو آگے بیان کیا کہ یہ اجازت جہاد میں ہوئی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ یہ اجازت سفر میں دی۔ اب دوسری روایت میں اجازت کی علت جو نہیں مذکور ہیں اس روایت میں کھلی۔ دونوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے جوئیں پڑی ہوں گی پھر جوؤں کی وجہ سے کھلی پیدا ہو گئی ہوگی۔ کہتے ہیں

ریشی کپڑا خارش کو کھودتا ہے اور جوؤں کو مار ڈالتا ہے (وحیدی)

۲۹۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ شَكَّوْا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يَغْنِي الْقَمَلَ - فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ)).

(۲۹۲۰) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ سے محمد بن سنان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ سے عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے جوؤں کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ریشی کپڑے کے استعمال کی اجازت دے دی، پھر میں نے جماد میں انہیں ریشی کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

[راجع: ۲۹۱۹]

۲۹۲۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ: ((رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي حَرِيرٍ)).

(۲۹۲۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، انہیں قتادہ نے خبر دی اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عبد الرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ریشی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی تھی۔

[راجع: ۲۹۱۹]

۲۹۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ((رَخَّصَ - أَوْ رَخَّصَ - لَهُمَا لِحِكَّةٍ بِهِمَا)). [راجع: ۲۹۱۹]

(۲۹۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے سنا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ ((نبی کریم ﷺ نے) رخصت دی تھی یا (یہ بیان کیا کہ) رخصت دی گئی تھی، ان دونوں حضرات کو خارش کی وجہ سے جو ان کو لاحق ہو گئی تھی۔

باب چھری کا استعمال کرنا درست ہے

(۲۹۲۳) ہم سے عبد العزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے جعفر بن عمرو بن امیہ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ شائے کا گوشت (چھری سے) کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر نماز کے لئے اذان ہوئی تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا۔ ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی اور انہیں زہری نے (اس روایت میں) یہ زیادتی بھی موجود ہے کہ

۹۲- بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي السَّكِينِ

۲۹۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ مِنْ كَيْفٍ يَخْتَرُ مِنْهَا، ثُمَّ دَعَا إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ)). حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ: ((فَأَلْقَى

(السُّكُونِ)). [راجع: ۲۰۸]

یہ حدیث کتب الوضوء میں گزر چکی ہے اور یہاں امام بخاری اس کو اس لئے لائے کہ جب چھری کا استعمال درست ہوا تو جہاد میں بھی اس کو رکھ سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک ہتھیار ہے۔ مجاہدین کو بہت سی ضروریات میں چھری بھی کام آسکتی ہے، اس لئے اس کا بھی سفر میں ساتھ رکھنا جائز ہے۔

باب نصاریٰ سے لڑنے کی فضیلت کا بیان

(۲۹۳۴) ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ثور بن یزید نے بیان کیا، ان سے خالد بن معدان نے اور ان سے عمیر بن اسود غسانی نے بیان کیا کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریائی سفر کر کے جہاد کے لئے جائے گا، اس نے (اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت) واجب کر لی۔ ام حرام بھی پوچھنے لگی کہ کیا کہہ میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میرا امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گا، ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ نہیں۔

[راجع: ۲۷۸۹]

پہلا جہاد حضرت عثمان کے زمانہ میں (حضرت معاویہ کی قیادت میں) ۲۸ھ میں ہوا جس پر جزیرہ قبرص کے نصاریٰ پر چڑھائی کی گئی، اسی میں حضرت ام حرام شریک تھیں، واپسی میں یہ راستہ پر سواری سے گر کر شہید ہو گئیں۔ دوسرا جہاد ۵۵ھ میں برمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوا جس میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اسی میں شہادت پائی اور قسطنطنیہ ہی میں دفن کئے گئے۔ یہ لشکر یزید بن معاویہ کے زیر قیادت تھا۔ مگر خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی تھی اس لئے اس سے یزید کی خلافت کی صحت پر دلیل پکڑنا غلط ہوا اور لشکر والوں کی بخشش کی جو بشارت دی گئی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لشکر کا ہر فرد بخشا جائے۔ خود آنحضرت کے ساتھ ایک آدمی خوب بہادری سے لڑا تھا۔ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے پس جنتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ (وحیدی)

نوٹ: یہاں علامہ وحید الزماں کو ایک زبردست غلط فہمی ہوئی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کی بے جا تاویل کر ڈالی ہے۔ حلال کہ

نبی ﷺ کی کھی ہوئی ہات حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کے ساتھ جو لشکر لڑ رہا تھا، ان سب کے جنتی ہونے کی پیشین گوئی آپ نے نہیں فرمائی تھی اور اس کے برعکس قطعیت کے سارے لشکریوں کے جنتی ہونے کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو محدود کرنے کا اختیار کسی انسان کے پاس نہیں ہے۔ (محمود الحسن اسد)

باب ۹۴۔ بابُ قتالِ الْيَهُودِ

(۲۹۲۵) ہم سے اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا (ایک دور آئے گا جب) تم یہودیوں سے جنگ کرو گے۔ (اور وہ شکست کھا کر بھاگتے پھرس گے) کوئی یہودی اگر پتھر کے پیچھے چھپ جائے گا تو وہ پتھر بھی بول اٹھے گا کہ ”اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر ڈال۔“

۲۹۲۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((تَقَابِلُونَ الْيَهُودَ حَتَّى يَخْتَبِئَ أَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُولُ يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَأَيْتُ لِقَاتْلَهُ)).

[طرفہ بی: ۳۵۹۳]

(۲۹۲۶) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو جریر نے خبر دی عمارہ بن قعقاع سے، انہیں ابو زرعہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہودیوں سے تمہاری جنگ نہ ہو لے گی اور وہ پتھر بھی اس وقت (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بول اٹھیں گے جس کے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہو گا کہ اے مسلمان! یہ یہودی میری آڑ لے کر چھپا ہوا ہے اسے قتل کر ڈالو۔

۲۹۲۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقُعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَابِلُوا الْيَهُودَ، حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُودِيُّ: يَا مُسْلِمٍ، هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَأَيْتُ لِقَاتْلَهُ)).

یہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔

باب ترکوں سے جنگ کا میدان

۹۵- بابُ قتالِ التُّرُكِ

ترک سے مراد یہاں وہ قوم ہے جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے ان کو قوم تار تار کہا گیا ہے۔ یہ لوگ خلفاء کے عہد تک کافرتے یہاں تک کہ ہلاکو خاں ترک نے عربوں پر چڑھائی کی اور خلافت بنو عباسیہ کا کام تمام کیا۔ اس کے کچھ بعد ترک مشرق ہاسلام ہوئے جن کے اسلام کی مختصر کہانی یہ ہے۔

تاتاری دولت: اہل خانیہ کا وہ پہلا بادشاہ جس نے اسلام قبول کیا نکودار تھا، یہ بادشاہ ہلاکو خاں کا چھوٹا لڑکا تھا، جو ابا قاسم خاں کے بعد مغل تخت و تاج کا مالک ہوا۔ ڈاکٹر سر قاسم آرٹلڈ نے پرچنگ آف اسلام میں اس دور کے عیسائی مؤرخ کے حوالہ سے نکودار خاں کا ایک مکتوب نقل کیا ہے جو اس نے سلطان مصر کے نام ارسال کیا تھا۔ مکتوب نقل کرنے سے پہلے وہ عیسائی مؤرخ نکودار کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔

نکووار کی تعلیم و تربیت عیسوی مذہب کے مطابق ہوئی تھی۔ بچپن میں اسے اصطبل ملتا تھا اور اس کا نام نکولس رکھا گیا تھا لیکن نکولس جب جوان ہوا تو اسے مسلمانوں کی صحبت نصیب ہو گئی، مسلمانوں کی صحبت نے نکولس پر بہت اثر ڈالا وہ اس تعلق اور میل جول کو بہت عزیز رکھنے لگا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ نکولس کے میل جول کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنا نام سلطان محمد رکھا۔ اسلامی نظریات قبول کر کے نکولس یعنی سلطان محمد نے اس امر کی کوشش کی کہ اس کی پوری قوم کاتاری اسلام کی روشنی سے منور ہو جائے۔ وہ ایک باسطوت شہنشاہ تھا۔ اس نے اسلامی توحید اور اسلامی اخلاق قبول کرنے والوں کے لئے انعام و اکرام مقرر کیا اور انہیں اختیار اور عزت کے عہدوں پر مامور کیا۔ شہنشاہ کے اس اعزاز و اکرام کا کاتاری عوام پر بڑا اثر پڑا اور کاتاریوں کی بڑی تعداد نے توحید و آخرت کا اسلامی تصور قبول کر لیا۔

اس تعارف تمہید کے بعد اس دور کا عیسائی مورخ سلطان محمد (نکولس) کا وہ تاریخی مکتوب نقل کرتا ہے جو اس نے مصری فرمانروا کے نام بھیجا تھا۔ وہ مکتوب یہ ہے:

سلطان محمد کا فرمان شاہ مصر کے نام۔ بعد تمہید کے واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہدایت کی روشنی عطا فرمائی۔ جوانی کے آغاز ہی میں ہم کو اپنی الوہیت و وحدانیت کا اقرار کرنے اور حضرت محمد ﷺ کی پیغمبرانہ صداقت کو تسلیم کرنے اور خدا کے نیک بندوں کے بارے میں اچھی رائے رکھنے کی توفیق بخشی۔ ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ فَمَنْ يَهْدِيهِ فَمَا لَكُمْ أَنْ تَهْتَكُوا صِدْقَهُ﴾ (الانعام آیت ۱۲۵) ترجمہ: خدا تعالیٰ جس کو زندگی کے بہترین راستے پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ ہم اس وقت سے آج تک دین حق کو سر بلند کرنے اور مسلمانوں کے معاملات کو سدھارنے پر توجہ کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ والد بزرگوار ہلاک خاں اور برادر بزرگ (ابا قبا خاں) کی طرف سے حکمرانی کی ذمہ داری ہم پر آپڑی اور خدا تعالیٰ نے ہماری آرزوؤں کو پورا کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ایک وقت تھا کہ مقدس کورلتانی (مجلس امراء) میں یہ فیصلہ ہوا کہ ہمارے برادر بزرگ کے حکم سے فوج کشی مسم کو جاری رکھا جائے اور ہماری ان افواج کو ہر طرف روانہ کیا جائے جن کی کثرت سے خدا کی زمین باوجود وسیع ہونے کے تنگ ہو چکی تھی اور جن افواج کی صولت و ہیبت سے دنیا کا دل کانپتا اور تھر تھراتا تھا اور افواج کشی کا فیصلہ ہمارے ایوان امراء کے شہزادگان اور سپہ سالاران ایسے مضبوط عزم و ارادہ سے کرتے کہ جس کے سامنے پہاڑ جھک جائیں اور سنگ خارا کی چٹانیں موم ہو جائیں۔ لیکن آج وہ وقت ہے کہ ہماری مجلس شہزادگان و امراء میں یہ مشورہ ہوتا ہے کہ اسلام کے کلمہ کو سر بلند کیا جائے، خونریزی کا سلسلہ بند کیا جائے، چاروں طرف امن و امان کا دور دورہ ہو، ہماری مملکت کے حکام ہماری شفقت سے آرام پائیں کیونکہ ہم خدا کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور بندگان خدا پر مہربان ہیں۔ ہمارے اس فیصلہ کو شیخ الاسلام قدوة العارفین کے نیک مشوروں نے تقویت دی ہے۔ ہم نے قاضی القضاة قطب الدین شیرازی اور اتابک بھاء الدین کو اطراف ملک میں بھیجا ہے تاکہ وہ عوام کو ہمارے اس طریقہ کار سے آگاہ کریں، اسلام تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اب خدا نے ہم کو حق کی پیروی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

ہلاک خاں کے لڑکے نکووار خاں کے اس مکتوب کے بعد سر قحاس لکھتا ہے۔ مغل تاریخ کے جاننے والے کو اس مکتوب کے مطالعہ سے راحت اور سکون حاصل ہوا ہو گا۔

(۲۹۲۷) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، ان سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا میں نے حسن سے سنا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو

۲۹۲۷- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
بْنُ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ:
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ قَالَ: قَالَ
النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ

باتوں کی بتاتے ہیں (یا ان کے بال بست لہے ہوں گے) اور قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان لوگوں سے لڑو گے جن کے منہ چوڑے چوڑے ہوں گے گویا وہ ڈھالیں ہیں چڑا جی ہوئی (یعنی بست موٹے منہ والے ہوں گے)

تُقَاتِلُوا قَوْمًا يَنْتَعِلُونَ بَعَالَ الشَّعْرِ، وَإِنْ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُقَاتِلُوا قَوْمًا عِرَاضَ الْوُجُوهِ كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ الْمَجَانُ الْمَطْرُقَةُ. [طرفہ بی: ۳۵۹۲]

حدیث میں مطوقہ یا مطرقہ ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اقوام تاتار مراد ہیں جو بعد میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔

ترک سے مراد یہاں وہ قوم ہے جو یافت بن نوح کی اولاد میں ہے۔ علی العموم تاتار کے لوگ آنحضرت ﷺ اور خلفائے اسلام کے زمانوں تک کافر رہے۔ یہاں تک کہ ہلاکو خاں ترک نے عربوں پر چڑھائی کر کے خلافت عباسیہ کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد کچھ ترک مشرف باسلام ہوئے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ ترک یا جوج ماجوج کے پچھرے بھائی ہیں۔ جب سدینائی گئی تو یہ لوگ غائب تھے وہ دیوار کے اسی طرف رہ گئے۔ اسی لئے ان کا نام ترک یعنی متروک ہو گیا، واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۹۲۸) ہم سے سعید بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کر لو گے، جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی، چہرے سرخ ہوں گے، ناک موٹی پھیلی ہوئی ہوگی، ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے تہ بند چڑا لگی ہوئی ہوتی ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کر لو گے جن کے جوتے بال کے بنے ہوئے ہوں گے۔

۲۹۲۸- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ الْأَعْرَجِ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا التُّرُكَ، صِفَارَ الْأَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوهِ، ذُلْفَ الْأَثُوفِ، كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ الْمَجَانُ الْمَطْرُقَةُ. وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا بَعَالَ الشَّعْرِ.)) [أطرافہ بی: ۲۹۲۹، ۳۵۸۷، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱]

باب ان لوگوں سے لڑائی کا بیان جو بالوں کی جوتیاں پہنے ہوں گے

۹۶- بَابُ قِتَالِ الَّذِينَ يَنْتَعِلُونَ الشَّعْرَ

(۲۹۲۹) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے لڑائی نہ کر لو گے جن کے جوتے بالوں کے ہوں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کر لو گے

۲۹۲۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا بَعَالَ الشَّعْرِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوهُهُمْ

جن کے چہرے بہ شدہ ڈھالوں جیسے ہوں گے۔ سفیان نے بیان کیا کہ اس میں ابو الزناد نے اعرج سے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ زیادہ نقل کیا کہ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی، ناک موٹی، چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہتہ چہرہ لگی ڈھال ہوتی ہے۔

الْمَجَانُ الْمُطْرَقَةُ)) قَالَ سُفْيَانُ: وَزَادَ فِيهِ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَايَةً: ((صِفَارُ الْأَعْيُنِ، ذُلْفُ الْأَنْوَابِ، كَانَ وَجْهُهُمْ الْمَجَانُ الْمُطْرَقَةُ)).

[راجع: ۲۹۲۸]

اس حدیث میں بھی قوم ترک کا بیان ہے اور یہ ان کے قبول اسلام سے پہلے کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں تین قومیں ایسی ہیں کہ انہوں نے خاص طور پر ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا، عرب، ترک اور افغان۔ یہ جب اسلام میں داخل ہوئے تو روئے زمین پر سب ہی مسلمان ہو گئے۔ (ذلک فضل اللہ یوہہ من یشاء)

باب ہار جانے کے بعد امام کا سواری سے اترنا اور بچے کچھے لوگوں کی صف باندھ کر اللہ سے مدد مانگنا

۹۷- بَابُ مَنْ صَفَّ أَصْحَابَهُ عِنْدَ

الْهَزِيمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهِ وَاسْتَنْصَرَ

۲۹۳۰- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا

زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ

الْبَرَاءَ - وَسَأَلَهُ رَجُلٌ: أَكُنْتُمْ فَرَزْتُمْ يَا أَبَا

عُمَرَاءَ يَوْمَ حُنَيْنٍ - قَالَ لَا وَاللَّهِ، مَا وَلَّى

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ

خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَخَفَّافُهُمْ حُسْرًا

لَيْسَ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رُمَاةَ جَمْعٍ

هُوَازٍ وَبَنِي نَصْرٍ، مَا يَكَاذُ يَسْقُطُ لَهُمْ

سَهْمٌ، فَرَشَقُوهُمْ رَشَقًا مَا يَكَاذُونَ

يُخْطِئُونَ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ

وَهُوَ عَلَى بَغْلِيهِ الْبَيْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهِ أَبُو

سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

يَقُودُ بِهِ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ: ((أَنَا

النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ)).

ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ)).

[راجع: ۲۸۶۴]

(۲۹۳۰) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ ابو عمارہ! کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں خدا کی قسم، رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ کے اصحاب میں جو نوجوان تھے بے سرو سامان جن کے پاس نہ زرہ تھی نہ خود اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیز انداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر بر سائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم ﷺ کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ آپ اپنے سفید ٹمچر پر سوار تھے اور آپ کے چچیرے بھائی ابو سفیان بن حارث ابن عبد المطلب آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ حضور نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا میں نبی ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

۹۸- بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

بِالْهَزِيمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

۲۹۳۱- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَخْزَابِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَلَأُ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا شَلَلُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ)).

[أطرافه في: ۴۱۱۱، ۴۵۳۳، ۶۳۹۶].

۲۹۳۲- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُو فِي الْقُنُوتِ: ((اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَظْفِقِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ سَبِّحْ كَسْبِي يُوسُفُ)). [راجع: ۷۹۷]

۲۹۳۳- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْأَخْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ (اللَّهُمَّ مَنِّزِلِ الْكِتَابِ سَرِيعِ الْحِسَابِ، اللَّهُمَّ اهْزِمِ الْأَخْزَابَ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلِّزْلَهُمْ)

باب مشرکین کے لئے شکست اور زلزلے

کی بددعا کرنا

(۲۹۳۱) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ نے خبر دی، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، ان سے محمد نے، ان سے عبیدہ نے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ احزاب (خندق) کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے (مشرکین کو) یہ بددعا دی کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انہوں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ (عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی (یہ آپ نے اس وقت فرمایا) جب سورج غروب ہو چکا تھا اور عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

(۲۹۳۲) ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ابن ذکوان نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ (صبح کی) دعائے قنوت میں (دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کر) یہ دعاء پڑھتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! تمام کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ (جو مکہ میں مشرکین کی سختیاں جمیل رہے تھے) اے اللہ! مضمر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اے اللہ! ایسا قحط نازل کر جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔

(۲۹۳۳) ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی اور انہوں نے عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی تھی اے اللہ! کتب کے نازل کرنے والے (قیامت کے دن) حساب بڑی سرعت سے لینے والے اے اللہ! مشرکوں اور کفار کی جماعتوں کو (جو مسلمانوں کا استیصال کرنے آئی ہیں) شکست دے۔ اے اللہ! انہیں

شکست دے اور انہیں جہنم بھجوا کر رکھ دے۔

7592 4875

٢٩٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِي ظِلُّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ، وَنَجَرَتْ جُرُورٌ بَنَاجِيَةٌ مَكَّةَ فَأَرْسَلُوا فَجَاءُوا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوهُ عَلَيْهِ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ، فَقَالَ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، لِأَبِي جَهْلٍ بْنُ هِشَامٍ وَعُقْبَةَ بْنِ رَيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَيْعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُقْبَةَ وَأَبِيَّ بْنَ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتَهُمْ فِي قَلْبِ بَذَرٍ قَتَلِي)) قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَنَسِيتُ السَّابِعَ. وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ((أُمِّيَةُ بْنُ خَلْفٍ))، وَقَالَ شُعْبَةُ: ((أُمِّيَةُ أَوْ أُبَيُّ)) وَالصَّحِيحُ أُمِّيَةُ.

[راجع: ٢٤٠]

٢٩٣٥- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ الْيَهُودَ دَخَلُوا
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا: السَّأَمُ عَلَيْكَ،
فَلَمَعْتَهُمْ. فَقَالَ: مَا لَكُمْ؟ قَالَتْ: أَوْلَمْ

(۲۹۳۳) ہم سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جعفر بن عون نے بیان کیا، ہم سے سفیان ثوری نے، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے عمرو بن میمون نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور قریش کے بعض دوسرے لوگوں نے کہا کہ اونٹ کی او جھڑی لا کر کون ان پر ڈالے گا؟ مکہ کے کنارے ایک اونٹ ذبح ہوا تھا (اور اسی کی او جھڑی لانے کے واسطے) ان سمحوں نے اپنے آدمی بھیجے اور وہ اس اونٹ کی او جھڑی اٹھا لائے اور اسے نبی کریم ﷺ کے اوپر (نماز پڑھتے ہوئے) ڈال دیا۔ اس کے بعد فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے آپؐ کے اوپر سے اس گندگی کو ہٹایا۔ آنحضرت ﷺ نے اس وقت یہ بد دعا کی کہ اے اللہ! قریش کو پکڑ، اے اللہ! قریش کو پکڑ، اے اللہ! قریش کو پکڑ، ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط سب کو پکڑ لے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا چنانچہ میں نے ان سب کو جنگ بدر میں بدر کے کنویں میں دیکھا کہ سب ہوں کو قتل کر کے اس میں ڈال دیا گیا تھا۔ ابو اسحاق نے کہا کہ میں ساتویں شخص کا (جس کے حق میں آپؐ نے بد دعا کی تھی) نام بھول گیا اور یوسف بن ابی اسحاق نے کہا کہ ان سے ابو اسحاق نے (سفیان کی روایت میں ابی بن خلف کی بجائے) امیہ بن خلف بیان کیا اور شعبہ نے کہا کہ امیہ یا ابی (شک کے ساتھ ہے) لیکن صحیح امیہ ہے۔

(۲۹۳۵) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابوب سخیانی نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ بعض یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا السلام علیکم (تم پر موت آئے) میں نے ان پر لعنت بھیجی۔ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کیا انہوں نے بھی جو

تَسْمَعُ مَا قَالُوا: قَالَ: ((فَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ)).
[اطرافہ فی : ۶۰۲۴، ۶۰۳۰، ۶۲۵۶، ۶۳۹۵، ۶۴۰۱، ۶۹۲۷].

کما تھا آپ نے نہیں سنا؟ آپ نے فرمایا کیا اور تم نے نہیں سنا کہ میں نے اس کا کیا جواب دیا ”وعلیکم“ یعنی تم پر بھی وہی آئے (یعنی میں نے کوئی برا لفظ زبان سے نہیں نکالا صرف ان کی بات ان ہی پر لوٹادی)

اسی لئے نامعلوم اور بے ہودی حرکتوں کا جواب یونہی ہونا چاہیے۔ آیت قرآنی ﴿ادفع بالیٰ ہی احسن﴾ (فصلت: ۳۴) کا تقاضا ہے کہ برائی کا جواب بھلائی سے دیا جائے۔ یہودی کی فطرت ہمیشہ سے شریک رہی ہے۔ خود اپنے انبیاء کے ساتھ ان کا برتاؤ اچھا نہیں رہا تو اور کسی کی کیا حقیقت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں یہودیوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی، یہاں تک کہ ملاقات کے وقت زبان کو توڑ مروڑ کر اسلام علیکم کی جگہ السلام علیکم کہہ ڈالتے کہ تم پر موت آئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی اس حرکت پر اطلاع پاکر اتنی ہی کٹنی سمجھا ”وعلیکم“ یعنی تم پر بھی وہی آئے جو میرے لئے منہ سے نکل رہے ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ نے یہودی کی اس حرکت کے جواب میں حضرت عائشہؓ کے لعن طعن والے جواب کو پسند نہیں فرمایا بلکہ جو جواب آپ نے دیا، اسی کو کٹنی سمجھا۔ یہ آپ کے مکمل اخلاق حسنہ کی دلیل ہے۔ ﷺ

۹۹- بَابُ هَلْ يُرِيدُ الْمُسْلِمُ أَهْلَ الْكِتَابِ أَوْ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ؟

باب مسلمان اہل کتاب کو دین کی بات بتلائے یا ان کو قرآن سکھائے؟

۲۹۳۶- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ وَقَالَ: ((لَئِنْ تَوَلَّيْتَ لَئِنْ عَلَيَّكَ إِلَهَ الْأَرَمَنِينَ)).
[طرافہ فی : ۲۹۴۰].

۲۹۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا مجھے میرے بھتیجے ابن شہاب نے خبر دی، ان سے ان کے چچا نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے (روم کے بادشاہ) قیصر کو (خط) لکھا جس میں آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر تم نے (اسلام کی دعوت سے) منہ موڑا تو (اپنے گنہگاروں کے ساتھ) ان کاشکاروں کا بھی گنہگار ہو (جن پر تم حکمرانی کر رہے ہو)

یہ حدیث تفصیل کے ساتھ شروع کتب میں گزر چکی ہے۔ اس خط میں آپ نے قرآن مجید کی آیت بھی لکھی تھی تو باب کا ترجمہ ثابت ہو گیا یعنی اہل کتاب کو قرآن سکھانا اگر یہ جب ہے کہ ان سے خیر کی امید ہو۔ اگر ان سے گستاخی اور بے ادبی کا خطرہ ہے تو ان کو قرآن شریف ہرگز ہرگز نہیں سکھانا چاہئے۔

باب مشرکین کا دل ملانے کے لئے

ان کی ہدایت کی دعا کرنا

۲۹۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

۱۰۰- بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِينَ

بِالْهُدَى لِيَأْلَفَهُمْ

۲۹۳۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس کے لوگ سرکشی پر اتر آئے ہیں اور اللہ کا کلام سننے سے انکار کرتے ہیں۔ آپ ان پر بد دعا کیجئے! بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اب دوس کے لوگ برباد ہو جائیں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا اے اللہ! دوس کے لوگوں کو ہدایت دے اور انہیں (دائرہ اسلام میں) کھینچ لا۔

[طرفہ فی: ۴۳۹۲، ۶۳۹۷]۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی قبیلہ دوس کے تھے۔ لوگوں نے بد دعا کی درخواست کی تھی مگر آپ نے ان کی ہدایت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور بعد میں اس قبیلہ کے لوگ خوشی خوشی مسلمان ہو گئے۔

باب یہود اور نصاریٰ کو کیونکر دعوت دی جائے

اور کس بات پر ان سے لڑائی کی جائے

اور ایران اور روم کے بادشاہوں کو نبی کریم ﷺ کا خطوط لکھنا اور لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دینا۔

(۲۹۳۸) ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی قنادرہ سے، انہوں نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ بیان کرتے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ نے شاہ روم کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ کوئی خط اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ سر بھر نہ ہو، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ گویا دست مبارک پر اس کی سفیدی میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس انگوٹھی پر ”محمد رسول اللہ“ کھدایا ہوا تھا۔

حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدِمَ طَفِيلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ، فَادْعُ اللَّهَ عَلَيْهَا، فَقِيلَ: هَلَكْتَ دَوْسٌ. قَالَ: ((اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأَنْتَ بِهِمْ)).

[طرفہ فی: ۴۳۹۲، ۶۳۹۷]۔

۱۰۱- بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُودِ

وَالنَّصْرَانِيَّ، وَعَلَى مَا يُقَاتِلُونَ عَلَيْهِ؟

وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى

كِسْرَى وَقَيْصَرَ، وَالذُّغْوَةَ قَبْلَ الْقِتَالِ

۲۹۳۸- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا

شُعْبَةُ عَنْ قَنَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ

يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ

كِتَابًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَخْتُومًا، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا

مِنْ فِضَّةٍ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ،

وَنَفْسُ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ)).

[راجع: ۶۵]

مقصود یہ ہے کہ اسلام کی دعوت باضابطہ تحریری طور پر سربراہ کی مر سے موزن ہونی چاہئے۔ یہ جب ہے کہ شاہان عالم کو دعوتی خطوط لکھے جائیں اس سے تحریری تبلیغ کا بھی مسنون ہونا ثابت ہوا۔

(۲۹۳۹) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے

بیان کیا، کہا مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے کہا کہ

مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی اور انہیں عبداللہ بن

۲۹۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ

حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ ابْنِ

شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ

عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط کسریٰ کے پاس بھیجا۔ آپؐ نے (اپنی سی) یہ فرمایا تھا کہ وہ آپؐ کے خط کو بحرین کے گورنر کو دے دیں، بحرین کا گورنر اسے کسریٰ کے دربار میں پہنچا دے گا۔ جب کسریٰ نے مکتوب مبارک پڑھا تو اسے اس نے پھاڑ ڈالا۔ مجھے یاد ہے کہ سعید بن مسیب نے بیان کیا تھا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اس پر بددعا کی تھی کہ وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا)

اللہ بن غنمۃ أن عبد الله بن عباس رضي الله عنه أخبره: ((أن رسول الله ﷺ بعث بكتابه إلى كسرى، فأمره أن يذفعه إلى عظيم البحرين يذفعه عظيم البحرين إلى كسرى. فلما قرأه كسرى خرقه، فحسب أن سعيد بن المسيب قال: فدعا عليهم النبي ﷺ أن يمزقوا كل

ممزق)). [راجع: ٦٤]

تواریخ میں مذکور ہے کہ فرزند کسریٰ جو ایک نوجوان عیاش قسم کا آدمی تھا اور وہ موقع کا انتظار کر رہا تھا کہ اپنے والد کسریٰ کو ختم کر کے جلد سے جلد تخت اور خزانوں کا مالک بن جائے۔ چنانچہ جب کسریٰ نے یہ حرکت کی اس کے بعد جلد ہی ایک رات کو اس کے لڑکے نے کسریٰ کے پیٹ پر چڑھ کر اس کے پیٹ کو چھرا گھونپ دیا اور اسے ختم کر دیا۔ بعد میں وہ تخت و تاج کا مالک بنا تو اس نے خزانوں کا جائزہ لیتے ہوئے خزانے میں ایک دوا کی شیشی پائی جس پر قوت باہ کی دوا لکھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ والد صاحب اسی دوا کو کھا کر آخر تک داد عیش دیتے رہے مجھ کو بھی دوا کھالینی چاہئے۔ درحقیقت اس شیشی میں سم الفار تھا اس نے اس کو کھلایا اور فوراً ہی وہ بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو گئی اور عہد فاروقی میں سارا ملک اسلامی قلم رو میں شامل ہو گیا اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کی دعائے پورا پورا اثر دکھلایا ﷺ۔ کرمانی وغیرہ میں ہے کہ اس کے لڑکے کا نام خیرویہ تھا جس نے اپنے باپ پر وزیر نامی کا بیٹ چاک کیا اور چھ ماہ بعد خود بھی وہ مذکورہ زہر کھا کر ہلاک ہو گیا۔ عہد فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ ملک فتح ہوا۔ یہاں روایت میں یہی خبر پرویز مراد ہے جو لقب کسریٰ سے یاد کیا گیا (حاشیہ بخاری شریف، جلد: اول / ص: ۱۵)

باب نبی کریم ﷺ کا

۱۰۲ - باب دُعاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى

الإسلام والنُّبُوَّة

(غیر مسلموں کو) اسلام کی طرف دعوت دینا اور اس بات کی دعوت کہ وہ خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ کسی بندے کے لئے یہ لائق نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے (کتاب و حکمت) عطا فرمائے تو (وہ بجائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لوگوں سے اپنی عبادت کی لئے کہے) آخر آیت تک

وَأَنْ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ [آل

عمران: ۷۹]

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسلامی جہاد کا مقصد عظیم محض ملک گیری ہرگز نہیں بلکہ اس کا مقصد عظیم محض اللہ پاک کے دین برحق اسلام کو ہر ملک میں پھیلانا ہے تاکہ دنیا میں ہر جگہ اللہ کی حکومت کا تصور اشاعت پائے اور دنیا امن و امان کا گوارہ بن جائے اور کوئی انسان دوسرے لوگوں پر ایسی برتری اپنے لئے نہ اختیار کرے کہ لوگ اسے خدائی درجہ میں سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔ اسلامی جہاد کا مقصد عبادت الہی اور مساوات انسانی کو فروغ دینا ہے اور اس ملوکیت کو جڑ سے اکھاڑنا جس میں ایک انسان تخت پر بیٹھ کر اپنے دوسرے ہم جنس انسانوں سے اپنی خدائی تسلیم کرائے حتیٰ کہ انبیاء و رسل جو مقبولانِ بارگاہِ احدیت

ہوتے ہیں، ان کو بھی یہ لائق نہیں کہ وہ خدائی کے کچھ حصہ دار بننے کا دعویٰ کر سکیں۔ اسلام کے اسی انسانیت نواز پہلو کا اثر تھا کہ نوع انسان نے ملک اور مذہب کے نام پر ہونے والے مظالم کا احساس کیا اور دنیاوی پلو شاہوں اور مذہبی رہنماؤں کی اصل حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ وہ انسان ہونے کے ناطے پوری بنی نوع انسان کے خادم ہیں۔ اگر وہ اپنی حدود سے آگے بڑھیں گے تو ان کا مقام رفعت و اُلت سے تبدیل ہو سکے گا۔ آج جمہوریت اور مساوات کی جو لہرں دنیا میں موج زن ہیں، ان کو پیدا کرنے میں اسلام نے ایک زبردست کردار ادا کیا ہے۔ سچ ہے۔

ہمارا اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے یہ سب پود اسی کی لگائی ہوئی ہے

(۲۹۴۰) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے اور انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ وجہ کلبی بن بشر کو آپ نے مکتوب دے کر بھیجا اور انہیں حکم دیا تھا کہ مکتوب بصری کے گورنر کے حوالہ کر دیں وہ اسے قیصر تک پہنچا دے گا۔ جب فارس کی فوج (اس کے مقابلے میں) شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئی تھی (اور اس کے ملک کے مقبوضہ علاقے واپس مل گئے تھے) تو اس انعام کے شکرانہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ نے (اس کا ملک اسے واپس دے کر) اس پر کیا تھا ابھی قیصر حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) تک پیدل چل کر آیا تھا۔ جب اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا اور اس کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے کہا کہ اگر ان کی (آنحضرت ﷺ کی) قوم کا کوئی شخص یہاں ہو تو اسے تلاش کر کے لاؤ تاکہ میں اس رسول ﷺ کے متعلق اس سے کچھ سوالات کروں۔

(۲۹۴۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابو سفیان بن بشر نے خبر دی کہ قریش کے ایک قافلے کے ساتھ وہ ان دنوں شام میں مقیم تھے۔ یہ قافلہ اس دور میں یہاں تجارت کی غرض سے آیا تھا جس میں آنحضرت اور کفار قریش میں باہم صلح ہو چکی تھی۔ (صلح حدیبیہ) ابو سفیان نے کہا کہ قیصر کے آدمی کی ہم سے شام کے ایک مقام پر ملاقات ہوئی اور وہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو اپنے ساتھ (قیصر کے دربار میں بیت المقدس) لے کر چلا پھر

۲۹۴۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ يَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ. وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَيْهِ مَعَ دَحِيَّةِ الْكَلْبِيِّ. وَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَذْفَعَهُ إِلَى عَظِيمٍ بَصْرَى لِيَذْفَعَهُ إِلَى قَيْصَرَ، وَكَانَ قَيْصَرٌ لَمَّا كَشَفَ اللَّهُ جُنُودَ فَارِسَ مَشَى مِنْ حَمَصَ إِلَى إِيلِيَاءَ شُكْرًا لِمَا أَبْلَاهُ اللَّهُ فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ حِينَ قَرَأَهُ: التَّمَسُّوا لِي هَذَا هَذَا أَحَدًا مِنْ قَوْمِهِ لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)). (راجع: ۲۹۳۶)

۲۹۴۱۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَفْيَانَ أَنَّهُ كَانَ بِالشَّامِ فِي رَجَالٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوا تِجَارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ. قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: فَوَجَدْنَا رَسُولَ قَيْصَرَ بِغَضِ الشَّامِ، فَانْطَلَقَ بِي

جب ہم ایلیا (بیت المقدس) پہنچے تو قیصر کے دربار میں ہماری باریابی ہوئی۔ اس وقت قیصر دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا اور روم کے امراء اس کے ارد گرد تھے، اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ جنہوں نے ان کے یہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے نسب کے اعتبار سے ان سے قریب ان میں سے کون شخص ہے؟ ابو سفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں نسب کے اعتبار سے ان کے زیادہ قریب ہوں۔ قیصر نے پوچھا تمہاری اور ان کی قرابت کیا ہے؟ میں نے کہا (رشتے میں) وہ میرے چچا زاد بھائی ہوتے ہیں، اتفاق تھا کہ اس مرتبہ قافلے میں میرے سوا بنی عبد مناف کا اور آدمی موجود نہیں تھا۔ قیصر نے کہا کہ اس شخص (ابو سفیان رضی اللہ عنہ) کو مجھ سے قریب کر دو اور جو لوگ میرے ساتھ تھے اس کے حکم سے میرے پیچھے قریب میں کھڑے کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس شخص (ابو سفیان) کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ اس سے میں ان صاحب کے بارے میں پوچھوں گا جو نبی ہونے کے مدعی ہیں، اگر یہ ان کے بارے میں کوئی جھوٹ بات کہے تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دو۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ خدا کی قسم! اگر اس دن اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر بیٹھیں تو میں ان سوالات کے جوابات میں ضرور جھوٹ بول جاتا جو اس نے آنحضرت کے بارے میں کہنے تھے لیکن مجھے تو اس کا خطرہ لگا رہا کہ کہیں میرے ساتھی میری تکذیب نہ کر دیں۔ اس لئے میں نے سچائی سے کام لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے پوچھو کہ تم لوگوں میں ان صاحب کا نسب کیا سمجھا جاتا ہے؟ میں نے بتایا کہ ہم میں ان کا نسب بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اس نے پوچھا اچھا یہ نبوت کا دعویٰ اس سے پہلے بھی تمہارے یہاں کسی نے کیا تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس دعویٰ سے پہلے ان پر کوئی جھوٹ کا الزام تھا؟ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے پوچھا ان کے باپ داود میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا تو اب بڑے امیر لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں یا کمزور اور کم حیثیت کے لوگ؟ میں نے کہا کہ کمزور اور معمولی حیثیت کے لوگ ہی ان کے (زیادہ تر

وَبَأَصْحَابِي حَتَّى قَدِمْنَا إِلَيْهَاءَ، فَأَدْخَلْنَا عَلَيْهِ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ مُلْكِهِ وَعَلَيْهِ التَّاجُ، وَإِذَا حَوْلَهُ عِظَمَاءُ الرُّومِ. فَقَالَ لِرَجُلَانِهِ: سَلُهُمَا أَيُّهُمَا أَقْرَبُ نَسَبًا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ؟ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمَا إِلَيْهِ نَسَبًا. قَالَ: مَا قَرَابَةُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ؟ فَقُلْتُ هُوَ ابْنُ عَمِّي. وَلَيْسَ فِي الرُّكْبِ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ غَيْرِي. فَقَالَ قَيْصَرٌ: أَذْنُوهُ. وَأَمَرَ بِأَصْحَابِي فَعَجَّلُوا خَلْفَ ظَهْرِي عِنْدَ كَتِفِي. ثُمَّ قَالَ لِرَجُلَانِهِ: قُلْ لَأَصْحَابِهِ إِنِّي سَأَلْتُ هَذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَإِنْ كَذَبَ فَكَذَّبُوهُ. قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: وَاللَّهِ لَوْ لَا الْحَيَاءُ يَوْمَئِذٍ مِنْ أَنْ يَأْتُرَ أَصْحَابِي عَنِّي الْكَذِبَ لَكَذَّبْتُهُ حِينَ سَأَلَنِي عَنْهُ، وَلَكِنِّي اسْتَحْيَيْتُ أَنْ يَأْتُرُوا الْكَذِبَ عَنِّي فَصَدَقْتُهُ. ثُمَّ قَالَ لِرَجُلَانِهِ: قُلْ لَهُ كَيْفَ نَسَبُ هَذَا الرَّجُلِ فِينَكُمْ؟ قُلْتُ: هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ. قَالَ: فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ: لَا. فَقَالَ: كُنْتُمْ تَتَهَمُونَهُ عَلَى الْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مُلِكٍ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضَعَفَاؤُهُمْ؟ قُلْتُ: بَلْ ضَعَفَاؤُهُمْ. قَالَ: فَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟

ماننے والے ہیں) اس نے پوچھا کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے یا گھٹتی جا رہی ہے؟ میں نے کہا جی نہیں تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ اس نے پوچھا کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر اسلام لانے کے بعد پھر بھی گیا ہے کیا؟ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے پوچھا، انہوں نے کبھی وعدہ خلافی بھی کی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں لیکن آج کل ہمارا ان سے ایک معاہدہ ہو رہا ہے اور ہمیں ان کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی کا خطرہ ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ پوری گفتگو میں سوا اس کے اور کوئی ایسا موقعہ نہیں ملا جس میں میں کوئی ایسی بات (جھوٹی) ملا سکوں جس سے آنحضرتؐ کی توہین ہو۔ اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی جھٹلانے کا ڈر نہ ہو۔ اس نے پھر پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے لڑائی کی ہے یا انہوں نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، اس نے پوچھا تمہاری لڑائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ میں نے کہا لڑائی میں ہمیشہ کسی ایک گروہ نے فتح نہیں حاصل کی۔ کبھی وہ ہمیں مغلوب کر لیتے ہیں اور کبھی ہم انہیں، اس نے پوچھا وہ تمہیں کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ کہا ہمیں وہ اس کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں، ہمیں ان بتوں کی عبادت سے وہ منع کرتے ہیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے، نماز، صدقہ، پاک بازی و مروت، دفاء، عید اور امانت کے ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب میں اسے یہ تمام باتیں بتا چکا تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا، ان سے کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے متعلق دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ تمہارے یہاں صاحب نسب اور شریف سمجھے جاتے ہیں اور انبیاء بھی یوں ہی اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں پیدا کئے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ پوچھا تھا کہ کیا نبوت کا دعویٰ تمہارے یہاں اس سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا تم نے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا دعویٰ پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، اس سے میں یہ سمجھا کہ اگر اس سے پہلے تمہارے یہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا تو میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ یہ صاحب بھی اسی دعویٰ کی نقل کر رہے ہیں جو اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے دعویٰ نبوت سے پہلے

قُلْتُ: بَلْ يَزِيدُونَ. قَالَ: فَهَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ سَخَطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ: لَا، وَنَحْنُ الْآنَ مِنْهُ فِي مَدَّةٍ نَحْنُ نَخَافُ أَنْ يَغْدِرَ. قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: وَلَمْ يُمَكِّنِي كَلِمَةً أَذْخِلُ فِيهَا شَيْئًا أَنْتَقِصَهُ بِهِ - لَا أَخَافُ أَنْ تَوَثِّرَ عَلَيَّ - غَيْرَهَا. قَالَ: فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ أَوْ قَاتَلَكُمْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ كَانَتْ حَرْبُهُ وَحَرْبُكُمْ؟ قُلْتُ: ذُوْلًا وَسِجَالًا: يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةُ وَتُدَالُ عَلَيْهِ الْأُخْرَى. قَالَ: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قَالَ: يَأْمُرُنَا أَنْ نَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَنَبْتَهِنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَالصَّدَقَةِ، وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ. فَقَالَ لِمَرْجُمَانِهِ حِينَ قُلْتُ ذَلِكَ لَهُ: قُلْ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَيُكِّمُ، فَرَعَمْتَ أَنَّهُ ذُو نَسَبٍ، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبٍ قَوْمِهَا. وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ؟ فَرَعَمْتَ أَنْ لَا، فَقُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ يَأْتِي بِقَوْلٍ قَدْ قِيلَ قَبْلَهُ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّبِعُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ فَرَعَمْتَ أَنْ لَا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدْعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللَّهِ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ

کبھی ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا تھا۔ تم نے بتایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص جو لوگوں کے متعلق کبھی جھوٹ نہ بول سکا ہو وہ خدا کے متعلق جھوٹ بول دے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ تھا، تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے اس سے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہو تا تو میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ (نبوت کا دعویٰ کر کے) وہ اپنے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں نے تم سے دریافت کیا کہ ان کی اتباع قوم کے بڑے لوگ کرتے ہیں یا کمزور اور بے حیثیت لوگ، تم نے بتایا کہ کمزور غریب قسم کے لوگ ان کی تابعداری کرتے ہیں اور یہی گروہ انبیاء کی (ہر دور میں) اطاعت کرنے والا رہا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان تابعداروں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے یا گھٹتی بھی ہے؟ تم نے بتایا کہ وہ لوگ برابر بڑھ ہی رہے ہیں، ایمان کا بھی یہی حال ہے، یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے، میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کبھی اس سے پھر بھی گیا ہے؟ تم نے کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، ایمان کا بھی یہی حال ہے جب وہ دل کی گمراہیوں میں اتر جائے تو پھر کوئی چیز اس سے مومن کو ہٹا نہیں سکتی۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے وعدہ خلافی بھی کی ہے؟ تم نے اس کا بھی جواب دیا کہ نہیں، انبیاء کی یہی شان ہے کہ وہ وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کبھی ان سے یا انہوں نے تم سے جنگ بھی کی ہے؟ تم نے بتایا کہ ایسا ہوا ہے اور اور تمہاری لڑائیوں کا نتیجہ ہمیشہ کسی ایک ہی کے حق میں نہیں گیا۔ بلکہ کبھی تم مغلوب ہوئے ہو اور کبھی وہ۔ انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے وہ امتحان میں ڈالے جاتے ہیں لیکن انجام انہیں کا بہتر ہوتا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ وہ تم کو کن کاموں کا حکم دیتے ہیں؟ تم نے بتایا کہ وہ ہمیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور تمہیں تمہارے ان معبودوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ تمہیں وہ نماز،

مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا، فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ. وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافَ النَّاسِ يَتَّبِعُونَهُ أَمْ ضَعْفَاؤُهُمْ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ ضَعْفَاؤُهُمْ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ أَتْبَاغُ الرُّسُلِ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ؟ فَرَعَمْتُ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ، وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يُتِمَّ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ سَخَطَهُ لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا، فَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخْلُطُ بِشَاشَتِهِ الْقُلُوبُ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُونَ. وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَرَعَمْتُ أَنْ قَدْ فَعَلَ، وَأَنْ حَرَبَكُمْ وَحَرَبَهُ تَكُونُ ذَوَلًا، وَيُدَالُ عَلَيْكُمْ السَّمَرَةُ وَتُدَالُونَ عَلَيْهِ الْآخَرَى، وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْلَى وَتَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ. وَسَأَلْتُكَ بِمَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَرَعَمْتُ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَيَنْهَأَكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ. قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ قَدْ كُنْتُ أَغْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ، وَلَكِنْ لَمْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ، وَإِنْ يَكُ مَا قُلْتُ حَقًّا فَيُوشِكُ أَنْ يَمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ،

صدقہ، پاکبازی، وعدہ وفا کی اور اداء امانت کا حکم دیتے ہیں، اس نے کہا کہ ایک نبی کی یہی صفت ہے میرے بھی علم میں یہ بات تھی کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ تم میں سے وہ مبعوث ہوں گے، جو باتیں تم نے بتائیں اگر وہ صحیح ہیں تو وہ دن بہت قریب ہے جب وہ اس جگہ پر حکمران ہوں گے جہاں اس وقت میرے دونوں قدم موجود ہیں، اگر مجھے ان تک پہنچ سکنے کی توقع ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی پوری کوشش کرتا اور اگر میں ان کی خدمت میں موجود ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ اس کے بعد قیصر نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک طلب کیا اور وہ اس کے سامنے پڑھا گیا اس میں لکھا ہوا تھا (ترجمہ) شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط ہے محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف، اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت قبول کر لے۔ اما بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو، تمہیں بھی سلامتی و امن حاصل ہوگی اور اسلام قبول کرو اللہ تمہیں دہرا اجر دے گا (ایک تمہارے اپنے اسلام کا اور دوسرا تمہاری قوم کے اسلام کا جو تمہاری وجہ سے اسلام میں داخل ہوگی) لیکن اگر تم نے اس دعوت سے منہ موڑ لیا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہو گا۔ اور اے اہل کتب! ایک ایسے کلمہ پر آکر ہم سے مل جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ہی ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو پروردگار بنائے اب بھی اگر تم منہ موڑتے ہو تو اس کا اقرار کر لو کہ (اللہ تعالیٰ کے واقعی) فرمان بردار ہم ہی ہیں۔ ابو سفیان نے بیان کیا کہ جب ہرقل اپنی بات پوری کر چکا تو روم کے سردار اس کے ارد گرد جمع تھے، سب ایک ساتھ چیخنے لگے اور شور و غل بہت بڑھ گیا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں چلا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے۔ پھر ہمیں حکم دیا گیا اور ہم وہاں سے نکال دیئے گئے۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا آیا اور ان کے ساتھ تھمائی ہوئی تو میں نے کہا کہ ابن ابی کبشہ

وَلَوْ أَرَجُوا أَنْ أَخْلَصَ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقْيَاهُ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ قَدَمَيْهِ. قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُقَيْرِيءَ، فَإِذَا فِيهِ.

[راجع: ۷]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ.

سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى. أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَذْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْتَ تَسْلَمَ، وَأَسْلِمْتَ يُؤْتِكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِن تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِنَّمِ الْأَرَبِيسِيِّينَ ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ. فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ۶۴].

قَالَ أَبُو سَفْيَانَ: فَلَمَّا أَنْ قَضَى مَقَالَتَهُ غَلَّتْ أَصْوَاتُ الَّذِينَ حَوْلَهُ مِنْ عَظَمَاءِ الرُّومِ وَكَثُرَ لَفْظُهُمْ، فَلَا أَذْرِي مَاذَا قَالُوا. وَأَمَرَ بَنًا فَأَخْرَجْنَا. فَلَمَّا أَنْ خَرَجْتُ مَعَ أَصْحَابِي وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَقَدْ أَمَرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، هَذَا مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ

(مراد حضور اکرم ﷺ سے ہے) کا معاملہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، بنو الامصر (رومیوں) کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے، ابوسفیان نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! مجھے اسی دن سے اپنی ذلت کا یقین ہو گیا تھا اور برابر اس بات کا بھی یقین رہا کہ آنحضرت ﷺ ضرور غالب ہوں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام داخل کر دیا۔ حالانکہ (پہلے) میں اسلام کو برا جانتا تھا۔

يَخَافُهُ. قَالَ أَبُو سُفْيَانَ وَاللَّهِ مَا زِلْتُ ذَلِيلًا مُسْتَقِيمًا بَأْنِ أَمْرِهِ سَيَظْهَرُ، حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ قَلْبِي الْإِسْلَامَ وَأَنَا كَارِهٌ.

اس طویل حدیث کو حضرت مجتہد مطلق امام بخاریؒ کئی جگہ لاتے ہیں اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ یہاں اس غرض سے لائے کہ اس سے یہاں غیر مسلموں کو دعوت اسلام پیش کرنے کے طریقوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس میں ہرقل کی طرف دعوت اسلامی کا ذکر ہے جس کا لقب قیصر تھا ہرقل عجم اور علم ہونے کی وجہ سے غیر منحرف ہے۔ کسری بھی اس کو کہتے تھے اس نے کئیں سال تک حکومت کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا اسی دوران انتقال ہو چکا تھا۔ لفظ ایلیم سے بیت المقدس مراد ہے یہاں حضرت ابوسفیانؓ نے آپؐ کو اپنے چچا کا بیٹا بتلایا تھا حالانکہ آپؐ ان کے دادا کے چچا کے بیٹے ہیں ابوسفیان کا نسب یہ ہے ابو سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور رسول کریم ﷺ کا نسب نامہ یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ کو یہاں ابوسفیانؓ نے ابن ابی کبشہ سے تشبیہ دی جو بنو خزاعہ کا ایک آدمی تھا اور سارے عرب کے خلاف وہ ستارہ شعری کا پجاری تھا اور اسی مخالفت عرب کی وجہ سے لوگ آنحضرت ﷺ کو بھی ابن ابی کبشہ سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔

(۲۹۴۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ قعنی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے سل بن سعد ساعدیؒ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپؐ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا تھا کہ اسلامی جھنڈا میں ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ اب سب اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے جھنڈا کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو سب سر کردہ لوگ اسی امید میں رہے کہ کاش! انہیں کو مل جائے لیکن آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا ہیں، آخر آپؐ کے حکم سے انہیں بلایا گیا۔ آپؐ نے اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں لگا دیا اور فوراً ہی وہ اچھے ہو گئے۔ جیسے پہلے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا ہم ان (یسودیوں سے) اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک یہ ہمارے جیسے (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابھی ٹھہرو پہلے ان کے میدان میں اتر کر انہیں تم اسلام کی

۲۹۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرٍ: ((لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ))، فَقَامُوا يَرْجُونَ لِذَلِكَ أَنَّهُمْ يُعْطَى، فَعَدَّوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى، فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيٌّ؟)) فَقِيلَ: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَأَمَرَ فُدْعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَانَهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ، فَقَالَ نَقَاتْلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا. فَقَالَ: ((عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزَلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَآخِزْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ

يَهْدِي بَكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّمَمِ)).
دعوت دے لو اور ان کے لئے جو چیز ضروری ہیں ان کی خبر کرو (پھر وہ نہ مانیں تو لڑنا) اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی

[أطرافه في: ٣٠٠٩، ٣٧٠١، ٤٢١٠]. ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے فریقِ مقتل کے سامنے حضرت علیؓ کو دعوت پیش کرنے کا حکم فرمایا ساتھ ہی یوں ارشاد ہوا کہ پہلے مخالفین کو راہِ راست پر لانے کی پوری کوشش کرو اور یاد رکھو اگر ایک آدمی بھی تمہاری تبلیغی کوشش سے نیک راستے پر آگیا تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ عرب میں کالے اونٹوں کے مقابلے پر سرخ اونٹوں کی بڑی قیمت تھی۔ اس لئے مثال کے طور پر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اسلام کسی سے جنگ جہاد لڑائی کا خواہی ہر گز نہیں ہے۔ وہ صرف صلح مثالی امن و امان چاہتا ہے مگر جب مدافعت ناگزیر ہو تو پھر بمبور مقابلہ کا حکم بھی دیتا ہے۔

٢٩٤٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِزْ حَتَّى يُصْبِحَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ. فَتَزَلْنَا خَيْرَ لَيْلٍ. [راجع: ٣٧١]

(٢٩٣٣) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، ان سے حمید نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک کوئی اقدام نہ فرماتے جب تک صبح نہ ہو جاتی، جب صبح ہو جاتی اور اذان کی آواز سن لیتے تو رک جاتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو صبح ہونے کے بعد حملہ کرتے۔ چنانچہ خیبر میں بھی ہم رات میں پہنچے تھے۔

اس حدیث میں بھی اشارہ ہے کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے ہر وہ موقع تلاش کر لینا چاہئے جس سے جنگ کا خطرہ ٹل سکے کیونکہ اسلام کا مقصد جنگ ہر گز نہیں ہے۔

٢٩٤٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ غَزَا بَنِي حَوَاشٍ)).
(٢٩٣٣) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے کر ایک غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔

[راجع: ٣٧١]

٢٩٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهَا لَيْلًا - وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بَلْبِلٌ لَا يُغِيرُ عَلَيْهِمْ حَتَّى يُصْبِحَ - فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُودُ بِمَسَاحِينِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ مُحَمَّدٌ وَالْحَمْدُ.

(٢٩٣٥) (دوسری سند) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے حمید نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ رات میں خیبر تشریف لے گئے اور آپؐ کی عادت تھی کہ جب کسی قوم تک رات کے وقت پہنچتے تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو یہودی اپنے پھاؤڑے اور ٹوکڑے لے کر باہر (کھیتوں میں کام کرنے کے لئے) نکلے جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو چیخ پڑے محمد واللہ محمد لشکر سمیت آگئے۔ اس

پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ کی ذات سب سے بڑی ہے۔ اب خیر تو خراب ہو گیا کہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں مجاہدانہ اتر آتے ہیں تو (کفر سے) ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح منحوس ہو جاتی ہے۔

جنگ خیر کا پس منظر یہودیوں کی مسلسل غداري اور طبعی فساد انگیزی تھی۔ تفصیلی حالات اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ حدیث میں لفظ مساحہم مساحۃ کی جمع ہے جس سے مراد پھاؤڑہ ہے اور مکاتلمہ مکمل کی جمع ہے، وہ ٹوٹری جو پتھر صلح وزن کی وسعت رکھتی ہو۔ خمیس سے مراد جو پانچ حصوں پر تقسیم ہوتا ہے مینہ اور میسرہ قلب اور مسافہ اور مقدمہ اسی نسبت سے لشکر کو خمیس کہا گیا ہے اور مساحۃ سے مراد الان ہے واصلھا الفضاء بین المنازل کذا فی المجمع والمعنی والکرماتى۔

(۲۹۴۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، کہا ہم سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس کا اقرار کر لیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، پس جس نے اقرار کر لیا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں تو اس کی جان اور مال ہم سے محفوظ ہے سوا اس حق کے جس کی بناء پر قانوناً اس کی جان و مال زود میں آئے اور اس کا حسب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کی روایت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی کریم ﷺ سے کی ہے۔

اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کا مقصد عظیم بیان فرمایا کہ ملک عرب میں مجھ کو اپنی حیات میں اصول اسلام یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا فخر کر دینا ہے جو لوگ خوشی ہے اس دعوت کو قبول کر لیں گے وہ ہماری اسلامی برادری کے ایک ممبر بن کر ان سارے حقوق کے مستحق ہو جائیں گے جو اسلام نے مسلمانوں کے لئے مقرر کئے ہیں اور جو لوگ اس دعوت کے مد قاتل بن کر لڑائی ہی چاہیں گے ان سے میں برابر لڑتا بھی رہوں گا یہاں تک کہ اللہ پاک حق و باطل کا فیصلہ کرے۔ ویسے جو لوگ نہ مسلمان ہوں اور نہ لڑائی جھگڑا کریں ان کے لئے اسلام کا اصول لا اکراہ فی الدین کا ہے یعنی دین اسلام کی اشاعت میں کسی پر زبردستی جائز نہیں ہے۔ یہ سب کی مرضی پر ہے، آزادی کے ساتھ جو چاہے قبول کرے جو نہ چاہے وہ قبول نہ کرے، اسلام نے مذہب کے بارے میں کسی بھی زبردستی کو روا نہیں رکھا۔

باب لڑائی کا مقام چھپانا (دوسرا مقام بیان کرنا) اور جمعرات کے دن سفر کرنا

(۲۹۴۷) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبدالرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی اور

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرَبَتْ خَيْرٌ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَنَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ)). [راجع: ۳۷۱]

۲۹۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ فَقَدْ مَنَى نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَجَسَابُهُ عَلَى اللَّهِ)). رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۰۳- بَابُ مَنْ أَرَادَ غَزْوَةَ فُورَى لِفَيْرِهَا، وَمَنْ أَحَبَّ الْخُرُوجَ يَوْمَ الْخُمَيْسِ

۲۹۴۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

انہیں عبداللہ بن کعب بن جہش نے، کعب بن جہش (جب ناپید ہو گئے تھے) کے ساتھ ان کے دوسرے صاحبزادوں میں یہی عبداللہ انہیں لے کر راستے میں ان کے آگے آگے چلتے تھے، رسول اللہ ﷺ کا اصول یہ تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو (مصلحت کے لئے) دوسرا مقام بیان کرتے (تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو)

كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ -
وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ - قَالَ :
سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ تَخْلَفُ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَى بِغَيْرِهَا .

[راجع: ۲۷۵۷]

تفسیر لفظ تور یہ کے معنی یہ کہ کسی بات کو اشارے کئے سے کہہ دینا کہ صاف طور سے کوئی نہ سمجھ سکے۔ ایسا تور یہ جنگی مصالح کے لئے جائز ہے۔ لعل الحکمة فیہ ماروی عن قولہ صلی اللہ علیہ وسلم بورک لامتی فی بکورها یوم الخمیس وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب الخروج یوم الخمیس لا یستلزم المواظبة علیہ القيام مانع منه وسایة بعد باب انه خرج فی بعض اسفاره یوم السبت ثم اورد المصنف طرفاً من حدیث کعب بن مالک الطویل وهو ظاهر فیما ترجم له قال الکرمانی کعب هو ابن مالک الانصاری أحد الثلاثة الذین خلفوا وصار اعمی وکان له ابناء وکان عبداللہ بقوده من بین سائر بنیہ (حاشیہ بخاری) یعنی اس میں حکمت یہ کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ میری امت کے لئے جمعرات کے روز صبح سفر کرنے میں برکت رکھی گئی ہے مگر اس سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ بعض سفر آپ نے ہفتے کو بھی شروع فرمائے ہیں۔ حضرت امامؒ یہاں کعب بن مالک کی طویل حدیث لائے ہیں جس سے ترجمت الباب ظاہر ہے۔ کعب بن مالک وہی انصاری صحابی ہیں جو تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ کے کئی لڑکے تھے جن میں سے عبداللہ نامی آپ کا ہاتھ پکڑ کے چلا کرتا تھا۔

(۲۹۳۸) اور مجھ سے احمد بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبداللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا آپ بیان کرتے تھے کہ ایسا کم اتفاق ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد کا قصد کریں اور وہی مقام بیان فرما کر اس کو نہ چھپائیں۔ جب آپ غزوہ تبوک کو جانے لگے تو چونکہ یہ غزوہ بڑی سخت گرمی میں ہوتا تھا، لمبا سفر تھا اور جنگلوں کو طے کرنا تھا اور مقابلہ بھی بہت بڑی فوج سے تھا، اس لئے آپ نے مسلمانوں سے صاف صاف فرما دیا تھا تاکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے پوری تیاری کر لیں چنانچہ (غزوہ کیلئے) جمل آپ کو جانا تھا (یعنی تبوک) اس کا آپ نے صاف اعلان کر دیا تھا۔

۲۹۴۸ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ:
أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ قَلَمًا يُرِيدُ غَزْوَةً يَغْزُوهَا إِلَّا وَرَى
بِغَيْرِهَا، حَتَّى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَهَازَهَا
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، وَاسْتَقْبَلَ
سَفَرًا بَعِيدًا وَمَقَازًا وَاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ
كَثِيرٍ، فَجَلَّى لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا
أَهْبَةَ عَدُوِّهِمْ، وَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِي
يُرِيدُ. [راجع: ۲۷۵۷]

(۲۹۳۹) یونس سے روایت ہے، ان سے زہری نے بیان کیا، انہوں

۲۹۴۹ - وَعَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ:

نے کہا کہ مجھے عبدالرحمن بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کم ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں جمعرات کے سوا اور کسی دن نکلیں۔

أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَقُولُ: لَقَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْرُجُ إِذَا خَرَجَ لِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ.

[راجع: ۲۷۵۷]

(۲۹۵۰) مجھ سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبدالرحمن بن کعب بن مالک نے اور انہیں ان کے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے تھے۔ آپ جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔

۲۹۵۰- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ لِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ. [راجع: ۲۷۵۷]

غزوہ تبوک کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے توریہ نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف صاف لفظوں میں اس جنگ کا اعلان فرما دیا تھا کیونکہ ہر لحاظ سے یہ مقابلہ بہت ہی سخت تھا اور مسلمانوں کو اس کے لئے پورے پورے طور پر تیار ہونا تھا۔ مقصد باب یہ کہ امام حالات کے تحت مختار ہے کہ وہ حسب موقع توریہ سے کام لے یا نہ لے جیسا موقع محل دیکھے ویسا ہی کر لے۔

باب

ظہر کی نماز کے بعد سفر کرنا۔

۱۰۴- بَابُ الْخُرُوجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

بعض دفعہ ظہر کے بعد میں سفر میں نکلتا آپ سے ثابت ہے۔ حدیث گزشتہ میں صبح کی قید صرف اس لئے مذکور ہوئی کہ وہ وقت خوشی کا ہوتا ہے صبح کی خصوصیت نہیں ہے۔

(۲۹۵۱) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت پڑھی پھر عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور میں نے سنا کہ صحابہ حج اور عمرہ دونوں کا بیک ایک ساتھ پکار رہے تھے۔

۲۹۵۱- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا. [راجع: ۱۰۸۹]

آنحضرت ﷺ کا یہ سفر حج کے لئے تھا مگر سفر جہاد کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بہتر ہے ظہر کی نماز پڑھ کر اطمینان سے یہ سفر شروع کیا جائے۔

باب مہینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا

۱۰۵- بَابُ الْخُرُوجِ آخِرَ الشَّهْرِ

وَقَالَ كُتِبَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ لِخَمْسِ بَقَيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَقَدِمَ مَكَّةَ لِارْتِعَ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ)).

اور کرب نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے لئے) مدینہ سے اس وقت نکلے جب ذی قعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ اور چار ذی الحج کو مکہ پہنچ گئے تھے۔

یعنی مدینہ کے آخری دنوں میں سفر کرنا جائز ہے کچھ برا نہیں جیسے بعض جاہل سمجھتے ہیں کہ چاند کے عروج میں سفر کرنا چاہئے نہ نزول میں۔ حدیث باب میں مذکورہ سفر کا تعلق حج سے ہے مگر جہاد کے سفر کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ حسب موقع اگر آخر ماہ میں سفر جہاد پر نکلنا پڑے تو اس میں کوئی قناعت نہیں ہے۔

۲۹۵۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِخَمْسِ لَيَالٍ بَقَيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَذِي إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَجْلُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النُّخْرِ بِلُحْمٍ بَقَرٍ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ نَحْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَرْوَاجِهِ)) قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ أَتُنْكَ وَاللَّهِ بِالْحَدِيثِ عَلَى وَجْهِهِ)). [راجع: ۲۹۴]

۲۹۵۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا امام مالک سے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے عمرو بنت عبد الرحمن نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مدینہ سے (حجۃ الوداع کے لئے) رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم اس وقت نکلے جب ذی قعدہ کے پانچ دن باقی تھے، ہفتہ کے دن ہمارا مقصد حج کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔ جب ہم مکہ سے قریب ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو جب وہ بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مرہ کی سعی سے فارغ ہو جائے تو احرام کھول دے۔ (پھر حج کے لئے بعد میں احرام باندھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ دسویں ذی الحجہ کو ہمارے یہاں گائے کا گوشت آیا، میں نے پوچھا کہ گوشت کیسا ہے؟ تو بتایا گیا کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے جو گائے قربانی کی ہے یہ اسی کا گوشت ہے۔ یحییٰ نے بیان کیا کہ میں نے اس کے بعد اس حدیث کا ذکر قاسم بن محمد سے کیا تو انہوں نے بتایا کہ قسم اللہ کی! عمرہ بنت عبد الرحمن نے تم سے یہ حدیث ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

یہاں بھی آنحضرت ﷺ کے سفر حج مبارک کا ذکر ہے کہ آپؐ آخر ماہ میں اس کے لئے نکلے اور یہ موقع بھی ایسا ہی تھا۔ پس جہاد کے لئے بھی امام جیسا موقع دیکھے سفر شروع کرے۔ اگر مدینہ کے آخری دنوں میں نکلنے کا موقع مل سکے تو یہ اور بہتر ہو گا کہ سنت نبویؐ پر عمل ہو سکے گا۔ بہر حال یہ امام کی صواب دید پر ہے۔

روایت میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا نام آیا ہے، جن کا نام مالک بن انس بن مالک بن عامر امجی ہے۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے، امام دار الحجۃ و امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور ہیں ان کے دادا عامر امجی صحابی ہیں جو بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ امام صاحب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تیج تابعین میں سے ہیں۔

اگرچہ مدینہ مولد و مسکن تھا مگر کسی صحابی کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے۔ یہ شرف کیا کم ہے کہ امام دار الحجۃ تھے۔ حرم

محترم نبی ﷺ کے مدرس و مفتی نافع ربیعہ رائی، امام جعفر صادق اور ابو حازم وغیرہ بہت شیوخ سے علم حاصل کیا جن کی تعداد نو سو بیان کی گئی ہے۔ نافع نے وفات پائی تو امام صاحب ان کے جانشین ہوئے، اس وقت آپ کی سترہ سال کی عمر تھی۔ امام صاحب کی جائے سکونت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مکان اور نشست گاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ امام صاحب کی مجلس درس نہایت آراستہ و پیراستہ ہوتی تھی۔ سب لوگ مؤدب بیٹھتے تھے، امام صاحب غسل کر کے خوشبو لگا کر عمدہ لباس پہن کر نہایت وقار و متانت سے بیٹھتے تھے، خلیفہ ہارون رشید خود حاضر درس ہوتا تھا، عالم شرق سے غرب تک امام صاحب کے آوازه شہرت سے گونج اٹھا۔ شیخ عبدالرحمن بن ممدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھ کر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں۔ امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں ان کا انتخاب مؤطا ہے (مقدمہ شرح مؤطا) امام صاحب سخی و عابد و متقاض تھے۔ اہل علم کی بہت مدد کرتے تھے، امام شافعیؒ کو گیارہ ہزار دیتے تھے، امام صاحب کے اصطلح میں بہت سے گھوڑے تھے مگر کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ میں نہ نکلتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جو زمین رسول کریمؐ کے قدم مبارک سے مشرف ہوئی ہے اس کو میں جانوروں کے سموں سے روندوں۔ امام صاحب کے حلقہ کی تعداد تیرہ سو ہے، ان میں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین اور امراء شامل ہیں۔ مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے عرب اور شمالی افریقہ میں ہیں۔ امام مالک کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور مؤطا ہے۔ کتاب المسائل ہیں۔ خلیفہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے جن کے متعلق خلیفہ نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے۔ (تزئین الممالک) جس حدیث کا سلسلہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر ہو گا، اس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ جعفر گورنر مدینہ نے امام صاحب کو حکم دیا کہ آئندہ طلاق (جبری) کا فتویٰ نہ دیا کریں، امام صاحب کو بکتمان حق گوارا نہ ہوا۔ قہیل حکم نہ کی، جعفر نے غضب ناک ہو کر ستر کوڑے لگوائے۔ تمام پیٹھ خون آلود ہو گئی، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے۔ خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے عذر کیا اور کہا مجھ کو آپ کی تعزیر کا علم نہیں۔ میں جعفر کو سزا دوں گا۔ امام صاحب نے فرمایا میں نے معاف کیا، ۷۹ھ میں وفات پائی، ابن مبارک و یحییٰ قطان ان کے شاگرد تھے۔ امام صاحب اپنے اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے تھے جس میں انہوں نے ایک حدیث کے مضمون کو لیا ہے۔

خیر الامور الدین ماکان سنتہ وشر الامور المحدثات البدایع

خاتمہ پارہ نمبر گیارہ

عمرہ دراز کی مسلسل جدوجہد کے بعد محض اللہ ذوالجلال والاکرام کی توفیق و اعانت سے آج بخاری شریف کے پارہ ۱۱ کے ترجمہ اور مختصر تشریحات کی تسوید سے فراغت حاصل ہوئی۔ کام جس قدر اہم اور مرحلہ جتنا کٹھن تھا وہ اہل فن ہی جانتے ہیں، خاص طور پر یہ پارہ جس کا کتاب الوصایا کے بعد سارا حصہ کتاب الجہاد پر مشتمل ہے ظاہر ہے کہ لفظ جہاد پر بعض متعصب غیر مسلم حضرات نے خواہ مخواہ بے جا مہمل اعتراضات کئے ہیں جن کی مدافعت بھی ضروری تھی، اس لئے اس کتاب میں حتی الامکان اس امر پر خاص توجہ دی گئی ہے جیسا کہ قارئین کرام خود اندازہ لگا سکیں گے ہر ممکن کوشش کے باوجود یہ بھی عین ممکن ہے کہ علماے فن کو ترجمہ اور تشریحات میں کچھ خامیاں نظر آئیں، ایسے معزز حضرات سے مؤدبانہ التماس کروں گا کہ جہاں بھی واقعی کچھ خامی نظر آئے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

میں اس مبارک مقدس کتاب کا ایک ادنیٰ ترین طالب علم ہوں اس کی گہرائیوں تک کلیۃً پہنچنا مجھ جیسے خام طبع کم علم انسان کا کام نہیں ہے۔ اس حقیقت کے باوجود محض جذبہ خدمت نبوی کے تحت جو بھی مجھ سے ہو سکا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اختصار و ایجاز بھی ضروری تھا کہ آج کل شائقین کرام اگر اس قدر بھی مطالعہ فرما کر حدیث نبوی سے اپنے ایمان روشن کر سکیں تو یہ بھی بہت کچھ ہے ورنہ طوالت کا میدان بے حد وسیع ہے کہ الفاظ حدیث نبوی و سند و رجال و تراجم پر تفصیلاً قلم اٹھایا جاتا تو ہر پارہ ایک مستقل دفتر بن جاتا جس کا طبع کرنا، پھر شائقین کرام کا حاصل کرنا پھر مطالعہ کرنا بہت ہی گراں بار ہو جاتا اگرچہ فنی حیثیت سے اکابر فن شاید اس

خامی کو محسوس فرمائیں مگر باادب عرض کروں گا کہ ایسے ہی مواقع کے لئے خیر الکلام مافیل و دل کما گیا ہے۔
آخر میں یہ دل سے بارگاہ احدیت میں دست دعا دراز کرتا ہوں کہ اے پروردگار! ساری کائنات کے پائتھار ناچیز کی اس حقیر خدمت اسلام کو قبول فرما کر قبول عام عطا کر دے اور نہ صرف میرے لئے بلکہ میرے جملہ معاونین کرام کے لئے، میرے والدین مرحومین کے لئے، میری آل اولاد کے لئے، اساتذہ عظام کے لئے اور جملہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے اس کتاب کو ذریعہ ترقی داریں بنا دے اور اس سے ایمان میں ترقی عطا فرما اور اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت سے ہم سب کے قلوب کو بھر پور کر کے خاتمہ بالخیر نصیب فرما آمین۔

یاشہ! جس طرح اس اہم خدمت کو تو نے اس منزل تک پہنچایا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ احسن طریق پر باقی منازل کو طے کرنے کی توفیق عطا فرمائیو۔

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واغفر لی خطائی وجہلی (آمین) وصیلة اللہ علی خیر الخلائق سید الانبیاء محمد بن المصطفیٰ

والہ المجتبیٰ واصحابہ مصابیح الہدیٰ الی یوم الدین برحمتک یا ارحم الراحمین

خادم حدیث نبوی محمد داود راز بن عبد اللہ السلفی الدہلوی

مقیم مسجد اہل حدیث نمبر ۴۱۴

اجیری گیٹ دہلی ۶ بھارت

اولئ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بارہواں پارہ

باب رمضان کے مہینے میں سفر کرنا

(۲۹۵۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ (فتح مکہ کے لئے مدینہ سے) رمضان میں نکلے اور روزے سے تھے۔ جب آپ مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے افطار کیا۔

سفیان نے کہا کہ زہری نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ نے خبر دی اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر کی حدیث بیان کی۔

۱۰۶- بَابُ الْخُرُوجِ فِي رَمَضَانَ

۲۹۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ)).

قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَمَسَاقُ الْحَدِيثِ.

[راجع: ۱۹۴۴]

ترجمہ اس آخری سند کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ عبید اللہ سے سماع کی اس میں زہری نے تصریح کی ہے اور پہلی روایت میں اس کی صراحت نہیں ہے، بعض نسخوں میں یہاں اتنی عبارت زائد ہے۔ امام بخاری نے کہا، زہری اور ان کے ہم خیالوں کا یہی قول ہے کہ اثنائے رمضان میں سفر درپیش ہونے سے افطار درست نہیں اور چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کے آخری فعل کو لیا جائے۔ یعنی آخر فعل آپ کا یہ ہے کہ آپ نے کدید میں پہنچ کر افطار کر لیا۔

تو معلوم ہوا کہ اگر رمضان میں سفر درپیش آئے تو افطار کرنا درست ہے اور یہ مسئلہ آیت قرآنی ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: ۱۸۵) سے ثابت ہے۔ یہاں اس حدیث کو لانے سے حضرت مجتہد مطلق امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جس شخص نے رمضان میں سفر کر دیا، اس کا قول صحیح نہیں۔

آج ۲۶ محرم ۱۴۲۹ھ کو دانا پور پنڈن میں محلی دومی حضرت حاجی عبدالغفار صاحب ٹیل کے دولت کدہ پر نظر ثانی شروع کر رہا ہوں۔ اللہ پاک تمام کی توفیق بخشے۔ اور میرے محترم بھائی کو برکات دارین سے مزید درمزد نوازے۔ اور ان کے حسنت جاریہ کو قبول فرمائے آمین۔ ۱۸ مارچ ۱۹۷۱ء

باب سفر شروع کرتے وقت مسافر کو رخصت کرنا

۱۰۷- بَابُ التَّوْدِيعِ

(۲۹۵۴) اور عبد اللہ بن وہب نے کہا کہ مجھ کو عمرو بن حارث نے خبر دی، انہیں بکیر نے، انہیں سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک فوج میں بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ اگر فلاں فلاں دو قریشی (ہبا بن اسود اور نافع بن عبد عمر) جن کا آپ نے نام لیا تم کو مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں آپ سے رخصت ہونے کی اجازت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں پہلے ہدایت کی تھی کہ فلاں فلاں قریشی اگر تمہیں مل جائیں تو انہیں آگ میں جلا دینا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آگ کی سزا دیتا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں مل جائیں تو انہیں قتل کر دینا۔ (آگ میں نہ جلاتا)

ان ہر دو مردودوں نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو راستے میں بحالت حمل ایسا برچھمارا تھا کہ آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ اس لئے آپ نے پہلے ان کو ملنے پر آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ پھر بعد میں قتل کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ آگ میں جلاتا حرام ہے، پہلے آپ نے رائے سے حکم دیا تھا۔ پھر وحی الہی سے اس کو منسوخ فرما دیا۔ قسطلانی نے کہا پو اور کھٹل وغیرہ کا بھی آگ میں جلاتا مکروہ ہے۔ اور بعض ڈاکوؤں کے لئے جو آپ نے آنکھوں میں گرم سلاخیاں ڈالنے کا حکم دیا تھا وہ قصاص تھا، کیونکہ ان ظالموں نے اصحاب رسولؐ کے ساتھ یہی حرکت کی تھی۔ ارشاد باری ہے یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتل فی الحرب بالحر والعد بالعد والانی بالانی یعنی قصاص میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت قتل کی جائے گی بلکہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت توڑے جائیں گے۔ اسی قانون الہی کے تحت ان ڈاکوؤں کو یہ سنگین سزا دی گئی تھی۔

باب امام (بادشاہ یا حاکم) کی اطاعت کرنا

(۲۹۵۵) ہم سے مسدود بن مسرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قتان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے۔ (دوسری سند) اور مجھ سے محمد بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن زکریا نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے، اس سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا (خليفة وقت کے احکام) سنا اور انہیں بجالانا (ہر مسلمان کے لئے) واجب ہے، جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ اسے سنا چاہئے

۲۹۵۴- وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْثٍ وَقَالَ لَنَا: ((إِنْ لَقِينُمْ فَلَانًا وَفَلَانًا - لِرُجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَاهُمَا - فَحَرِّقُوهُمَا بِالنَّارِ)). قَالَ: ثُمَّ أَتَيْنَاهُ نُودَعُهُ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ فَقَالَ: ((إِنِّي كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ أَنْ تَحَرَّقُوا فَلَانًا وَفَلَانًا بِالنَّارِ، وَإِنَّ النَّارَ لَا يَغْدُبُ بِهَا إِلَّا اللَّهُ، فَإِنْ أَخَذْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا)).

[طرفه في: ۳۰۱۶]

۱۰۸- بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ

۲۹۵۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ زَكَرِيَّا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ

وَلَا طَاعَةَ)). [طرفہ فی : ۷۱۴۴]. اور نہ اس پر عمل کرنا چاہئے۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق بڑا بادشاہ حق تعالیٰ ہے، اس کے حکم کے خلاف میں کسی کا حکم نہ سنتا چاہئے۔ اگر کوئی بادشاہ خلاف شرع حکم دے تو اس کو سمجھانا چاہئے۔ ورنہ سب لوگ مل کر ایسے بادشاہ کو معزول کر دیں۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا بھی رد ہوا جو آیات قرآنی و احادیث نبویہ کے ہوتے ہوئے اپنے اماموں کے قول پر جے رہتے ہیں۔ اور آیات و احادیث کی غلط تاویلات کر کے ان کو ٹال دیتے ہیں۔ جن کی بہت سی مثالیں علامہ ابن قیمؒ کی کتاب اعلام الموقعین میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بقول حمید السند حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ایسے لوگ کیا جواب دیں گے جس دن اللہ کی عدالت عالیہ میں کھڑے ہونا ہوگا۔ قرآن مجید میں جہاں اطاعت والدین کا حکم ہے وہاں صاف موجود ہے کہ اگر ماں باپ شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت ہرگز نہ جائے۔ اس حدیث سے تقلید جلد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کئے والے نے سچ کہا ہے۔

فأهرب عن التقليد فهو ضلالة ان المقلد في سبيل الهالك

یعنی تقلید جلد سے دور رہو یہ بروایت کا راستہ ہے۔۔۔۔۔ یہ نقطہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے۔ مزید تفصیل کے لئے معیار الحق حضرت شیخ النکل مولانا سید نذیر حسین صاحبؒ محدث دہلوی کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۰۹- بَابُ يُقَاتِلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ، باب امام (بادشاہ اسلام) کے ساتھ ہو کر لڑنا اور اس کے زیر سایہ اپنا (دشمن کے حملوں سے) بچاؤ کرنا وَتَنْقِي بِهِ

(۲۹۵۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ ہم لوگ گو دنیا میں سب سے پیچھے آئے لیکن (آخرت میں) جنت میں سب سے آگے ہوں گے۔

۲۹۵۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ)). [راجع: ۲۳۸]

(۲۹۵۷) اور اسی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا، لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

۲۹۵۷- وَبِهَذَا الْإِسْنَادُ: ((مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ. وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِي الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي. وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ، وَتَنْقِي بِهِ. فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرًا، وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ)).

[طرفہ فی : ۷۱۳۷].

تَشْرِیح یعنی امام کی ذات لوگوں کا بچاؤ ہوتی ہے۔ کوئی کسی پر ظلم کرنے نہیں پاتا۔ دشمنوں کے حملہ سے اسی کی وجہ سے حفاظت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہمہ وقت مدافعت کے لئے تیار رہتا ہے۔ ان احادیث سے امام وقت کی شخصیت اور اس کی طاقت پر روشنی پڑتی ہے اور سیاست اسلامی و حکومت شرعی کا مقام ظاہر ہوتا ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج ہر جگہ اسلام غریب ہے اور مسلمان غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ان احادیث پر ان حضرات کو بھی غور کرنا چاہئے جو اپنے کسی مولوی صاحب کو امام وقت کا نام دے کر اس کی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور حالت یہ کہ مولوی صاحب کو حکومت کے معمولی چہرہ اسی جتنی طاقت و سیاست حاصل نہیں ہے۔

۱۱۰- بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ أَنْ لَا يَفِرُّوا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَلَى الْمَوْتِ

باب لڑائی سے نہ بھاگنے پر اور بعضوں نے کہا مرجانے پر بیعت کرنا

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [الفتح: ۱۸]۔

کیونکہ اللہ پاک نے سورہ فتح میں فرمایا، بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہو چکا ہے جب وہ درخت (شجرہ رضوان) کے نیچے تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔

تَشْرِیح لفظ بیعت باع بیع کا مصدر ہے۔ جس کے معنی بیچ ڈالنے کے ہیں۔ ایک مسلمان خلیفہ وقت کے ہاتھ پر جنت کے عوض اپنے آپ کو بیچ ڈالنے کا اقرار کرتا ہے، اس اقرار کا نام بیعت ہے۔ عہد نبوی میں یہ بیعت اسلام کے لئے اور جہاد کے لئے کی جاتی تھی۔ عہد خلافت میں خلیفہ وقت کی اطاعت فرمانبرداری کرنے کے لئے بیعت ہوتی تھی۔ اسلام لانے کے لئے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ اب بھی جاری ہے۔

۲۹۵۸- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ. فَسَأَلْتُ نَافِعًا: عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعُهُمْ، عَلَى الْمَوْتِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ بَايَعُهُمْ عَلَى الصَّبْرِ)).

(۲۹۵۸) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) جب ہم دوسرے سال پھر آئے، تو ہم میں سے (جنہوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تھی) دو شخص بھی اس درخت کی نشان دہی پر متفق نہیں ہو سکے۔ جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ اور یہ صرف اللہ کی رحمت تھی۔ جویریہ نے کہا، میں نے نافع سے پوچھا، آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے کس بات پر بیعت کی تھی، کیا موت پر لی تھی؟ فرمایا کہ نہیں، بلکہ صبر و استقامت پر بیعت لی تھی۔

تَشْرِیح صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ سے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ آئی، تو آنحضرت ﷺ نے اس ناحق خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام صحابہؓ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی کہ اس ناحق خون کے بدلے کے لئے آخری دم تک کفار سے لڑیں گے۔ اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا اظہار قرآن میں فرمایا تھا۔ اور یہ اس بیعت میں شریک ہونے والے تمام صحابہؓ کے لئے فخر اور دین دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہو سکتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھر بعد میں جب ہم صلح کے سال عمروہ کی

قضا کرنے آنحضرت ﷺ کے ساتھ گئے تو ہم اس جگہ کی نشان دہی نہ کر سکے جہاں بیٹھ کر آپؐ نے ہم سے عہد لیا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ اسلام کی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوا جہاں بیٹھ کر آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام صحابہ سے اللہ کے دین کے لئے اتنی اہم بیعت لی تھی۔ اس لئے ممکن تھا کہ اگر وہ جگہ ہمیں معلوم ہوتی تو امت کے کچھ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں پڑ جاتے اور ممکن تھا کہ جاہل اور خوش عقیدہ قسم کے مسلمان اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے۔ اس لئے یہ بھی خدا کی بہت بڑی رحمت تھی کہ اس جگہ کے آثار و نشانات ہمارے ذہنوں سے بھلا دیئے۔ اور امت کے ایک طبقہ کو اللہ نے شرک میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔ شرک کے اکثر مراکز کا آغاز ایسے ہی توہمات کی بنا پر شروع ہوا ہے۔ ابتدا میں لوگ کچھ یادگاریں بناتے ہیں۔ بعد میں وہاں پوجا پاٹ شروع ہو جاتی ہے۔

۲۹۵۹- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا كَانَ زَمَنُ الْحَرَّةِ أَتَاهُ آتٍ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ بَنِي حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ. فَقَالَ: لَا أَتَابِعُ عَلَى هَذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

(۲۹۵۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباد بن تیمم نے اور ان سے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حرہ کی لڑائی کے زمانہ میں ایک صاحب ان کے پاس آئے اور کہا کہ عبداللہ بن حنظلہ لوگوں سے (یزید کے خلاف) موت پر بیعت لے رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اب میں موت پر کسی سے بیعت نہیں کروں گا۔

[طرفہ فی: ۴۱۶۷]۔

حرہ کی لڑائی کی تفصیل یہ کہ ۶۳ھ میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور کئی مدینہ والے یزید کو دیکھنے گئے۔ جبکہ وہ لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لے رہا تھا۔ مدینہ کے اس وفد نے جائزہ لیا تو یزید کو خلافت کا نا اہل پایا۔ اور اسکی حرکات ناشائستہ سے بیزار ہو کر واپس مدینہ لوٹے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ یزید کو جب خبر ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو سردار بنا کر ایک بڑا لشکر مدینہ روانہ کر دیا۔ جس نے اہل مدینہ پر بہت سے ظلم ڈھائے، سینکڑوں ہزاروں صحابہ و تابعین اور عوام و خواص، مردوں و عورتوں اور بچوں تک کو قتل کیا۔ یہ حادثہ حرہ نامی ایک میدان متصل مدینہ میں ہوا۔ اسی لئے اسکی طرف منسوب ہوا۔ عبداللہ بن زید کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو خود رسول کریم ﷺ کے دست حق پرست پر موت کی بیعت کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ کسی اور کے ہاتھ پر اس کی تجدید کی ضرورت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ موت پر بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔ جس سے استقامت اور صبر مراد ہے۔

۲۹۶۰- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَى ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا خَفَ النَّاسُ قَالَ: (يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ؟)) قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((وَأَيْضًا)). فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ. فَقُلْتُ لَهُ: يَا

(۲۹۶۰) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا۔ کہا ہم سے یزید بن ابی عبید نے بیان کیا، اور ان سے سلمہ بن الاکوع نے بیان کیا کہ (حدیبیہ کے موقع پر) میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ پھر ایک درخت کے سائے میں آکر کھڑا ہو گیا۔ جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا، ابن الاکوع کیا بیعت نہیں کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں تو بیعت کر چکا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا، دوبارہ اور بھی! چنانچہ میں نے دوبارہ بیعت کی (یزید بن ابی

أَبَا مُسْلِمٍ، عَلَى أَبِي شَيْءٍ، كُنْتُمْ تُبَايِعُونَ عُبَيْدَ اللَّهِ كَيْتَ هُنَّ (میں نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا، ابو مسلم یومئذ؟ قَالَ: عَلَى الْمَوْتِ)).

[أطرافه في: ٤١٦٩، ٧٢٠٦، ٧٢٠٨].

یہاں بھی حدیث میں بیعت الرضوان مراد ہے۔ جو ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ان جملہ مجاہدین کے لئے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ آیت شریفہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرہ (الفتح ۱۸) میں اسی کا بیان ہے۔

۲۹۶۱- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَتْ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُولُ:

(۲۹۶۱) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا۔ کہا ہم سے شعبہ نے بیان

کیا، ان سے حمید نے بیان کیا اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ انصار خندق کھودتے ہوئے (غزوہ خندق کے موقعہ پر) کہتے تھے۔

”ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد (ﷺ) سے جہاد پر بیعت کی ہے ہمیشہ کے لئے، جب تک ہمارے جسم میں جان ہے۔“
آنحضرت ﷺ نے اس پر جواب میں یوں فرمایا۔
”اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس تو (آخرت میں) انصار اور مہاجرین کا اکرام فرماتا۔“

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حِينَا أَبَدًا فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ:

((اللَّهُمَّ لَا تَغِيْشَ لِأَغْيَاشِ الْآخِرَةِ فَأَكْرَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ))

[راجع: ۲۸۳۴]

غزوہ خندق کے بارے میں سورہ احزاب نازل ہوئی جس میں کفار مکہ جملہ مذاہب عرب کی ایک بڑی جمعیت ہمراہ لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ سردی مدینہ میں شباب پر تھی۔ اور مسلمان ہر طرح سے تنگ دست تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد شر کے اندر رہ کر ہی مدافعت کا فیصلہ صادر فرمایا۔ شر کی حفاظت کے لئے اطراف میں ایک عظیم خندق کھود کر اسے پانی سے بھر دیا گیا۔ یہ تدبیر بڑی کارگر ہوئی اور کفار کو اندر داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا۔ آخر ایک دن سخت آندھ سے ڈر کر یہ لوگ میدان چھوڑ گئے۔ دیگر تفصیلات آگے آئیں گی۔

(۲۹۶۲، ۲۹۶۳- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فَضِيلٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَا وَأَخِي فَقُلْتُ: بَايَعْنَا عَلَى الْهَجْرَةِ، فَقَالَ: ((مَضَتْ الْهَجْرَةُ لِأَهْلِهَا)). فَقُلْتُ: عَلَامَ تَبَايَعْنَا؟)) قَالَ: ((عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ)).

(۲۹۶۲، ۲۹۶۳) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا، انہوں نے عاصم سے، ابو عثمان نمدی سے، اور ان سے مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ (فتح مکہ کے بعد) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہم سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہجرت تو (مکہ کے فتح ہونے کے بعد، وہاں سے) ہجرت کر کے آنے والوں پر ختم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا، پھر آپ ہم سے کس

بات پر بیعت لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اسلام اور جہاد پر۔

[أطرافہ فی: ۳۰۷۸، ۴۳۰۵، ۴۳۰۷]۔

[أطرافہ فی: ۳۰۷۹، ۴۳۰۶، ۴۳۰۸]۔

عہد رسالت میں ہجرت کا جو نشانہ تھا وہ فتح مکہ پر ختم ہو گیا۔ کیونکہ سارا عرب دارالاسلام بن گیا، بعد کے زمانوں میں مکی زندگی کا نقشہ سامنے آنے پر ہجرت کا سلسلہ جاری ہے۔ نیز اسلام اور جہاد بھی باقی ہے۔ لہذا ان سب پر بیعت لی جاسکتی ہے۔ بیعت سے مراد حلف اور اقرار ہے کہ اس پر ضرور قائم رہا جائے گا۔ خلاف ہرگز نہ ہو گا۔ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں جو بیان ہوں گی۔

باب بادشاہ اسلامی کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے جہاں

۱۱۱- بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ

تک وہ طاقت رکھیں

فِيمَا يُطِيقُونَ

(۲۹۶۴) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک شخص آیا، اور ایسی بات پوچھی کہ میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا جواب کیا دوں۔ اس نے پوچھا، مجھے یہ مسئلہ بتائیے کہ ایک شخص بہت ہی خوش اور ہتھیار بند ہو کر ہمارے امیروں کے ساتھ جہاد کے لئے جاتا ہے۔ پھر وہ امیر ہمیں ایسی چیزوں کا مکلف قرار دیتے ہیں کہ ہم ان کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری بات کا جواب کیا دوں، البتہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (آپؐ کی حیات مبارکہ میں) تھے تو آپؐ کو کسی بھی معاملہ میں صرف ایک مرتبہ حکم کی ضرورت پیش آتی تھی اور ہم فوراً ہی اسے بجالاتے تھے، یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تم لوگوں میں اس وقت تک خیر رہے گی جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے، اور اگر تمہارے دل میں کسی معاملہ میں شبہ پیدا ہو جائے (کہ کیا چاہئے یا نہیں) تو کسی عالم سے اس کے متعلق پوچھ لو تاکہ تشفی ہو جائے، وہ دور بھی آنے والا ہے کہ کوئی ایسا آدمی بھی (جو صحیح صحیح مسئلے بتا دے) تمہیں نہیں ملے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے وہ وادی کے اس پانی کی طرح ہے جس کا صاف اور اچھا حصہ تو پیا جا چکا ہے اور گرد لاف حصہ باقی رہ گیا ہے۔

۲۹۶۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((لَقَدْ أَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَأَلَنِي عَنْ أَمْرِ مَا ذَرَبْتُ مَا أَرُودُ عَلَيْهِ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا مُؤَدِّيًا نَشِيطًا يَخْرُجُ مَعَ أَمْرَانَا فِي السَّمَاءِ، فَيَعَزِّمُ عَلَيْنَا فِي أَشْيَاءَ لَا نَحْصِيهَا. فَقُلْتُ لَهُ: وَاللَّهِ مَا أَذْرِي مَا أَقُولُ لَكَ، إِلَّا أَنَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسَى أَن لَّا يَعْزِّمَ عَلَيْنَا فِي أَمْرٍ إِلَّا مَرَّةً حَتَّى نَفْعَلَهُ، وَإِنْ أَحَدَكُم لَن يَزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّفَقَى اللَّهُ. وَإِذَا شَكَّ فِي نَفْسِهِ شَيْءً سَأَلَ رَجُلًا فَشَفَّاهُ مِنْهُ، وَأَوْشَكَ أَن لَّا تَجِدُوهُ. وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، مَا أَذْكَرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا كَالثَّغْبِ شَرِبَ صَفْوَهُ، وَبَقِيَ كَذْرُهُ)).

تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گول مول جواب دیا۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ افسر کا حکم جب شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کی اطاعت لازم اور ضروری ہے۔ آپ نے قرآن کی آیت ﴿فَسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳) کے موافق حکم دیا اور یہ تخصیص نہیں کی کہ فلاں عالم سے پوچھے۔ بلکہ عامی کا کام یہ ہے کہ جس کسی عالم کو دیندار اور پرہیزگار اور خدا ترس سمجھے اس سے دین کا مسئلہ پوچھ لے۔

اس سے تقلید شخصی کا بھی رد ہوا کہ یہ غلط ہے کہ عام آدمی ایک عالم ہی کے ساتھ چمٹ جائے۔ بلکہ جو بھی عالم اسکو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھ لے۔ یہ حکم بھی ان عالموں کیلئے ہے جو زندہ موجود ہوں۔ پھر جن کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں ان ہی کی تقلید کئے جانا، بلکہ انکے نام پر ایک مستقل شریعت گھڑ لینا یہ وہ مرض ہے جس میں عام مقلدین گرفتار ہیں۔ جنہوں نے دین حق کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ صد افسوس! کہ امت میں پہلا مملکت فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

دین حق را چار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند

حدیث میں لفظ غیر سے مراد گدلا پانی لیں تو تھکرے پانی سے تشبیہ ہوگی اور جو باقی رہنے کے معنی لیں تو گندے سے تشبیہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ اچھے لوگ چلے گئے اور برے رہ گئے

۱۱۲- بَابُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلَ أَوَّلَ النَّهَارِ آخَرَ الْقِتَالِ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ

باب نبی کریم ﷺ دن ہوتے ہی اگر جنگ نہ شروع کر دیتے تو سورج کے ڈھلنے تک لڑائی ملتوی رکھتے

ای لان الرياح تهب غالباً قید الزوال فیحصل منها تبرید السلاح والحرب وزيادة من النشاط (فتح) یعنی یہ اس لئے کہ اکثر زوال کے بعد ہوائیں چلتی شروع ہو جاتی ہیں پس اس سے ہتھیاروں کی حدت بروقت سے بدل جاتی ہے اور لڑائی میں بھی ٹھنڈک سے طاقت ملتی اور فرحت میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔

۲۹۶۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ هُوَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُقْبَةَ أَنَّ اللَّهَ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَرَأَتْهُ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَغْضِبْ أَبَايَهُ النَّبِيَّ لَقِيَ فِيهَا أَنْتَظَرَ حَتَّى مَالَتْ الشَّمْسُ)).

۲۹۶۵) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے معاویہ بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسحاق فزاری نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے عمر بن عبید اللہ کے غلام سالم ابی النضر نے، (سالم ان کے منشی تھے) بیان کیا کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما نے انہیں خط لکھا اور میں نے اسے پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ کے موقع پر جس میں لڑائی بھی ہوئی تھی، سورج کے ڈھلنے تک جنگ نہیں شروع کی۔

[راجع: ۲۹۳۳]

۲۹۶۶- ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ خَطِيبًا قَالَ:

۲۹۶۶) اس کے بعد آپ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، لوگو

! دشمن کے ساتھ جنگ کی خواہش اور تمنا دل میں نہ رکھا کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت کی دعا کیا کرو، البتہ جب دشمن سے مذہبیٹ ہو ہی جائے تو پھر صبر و استقامت کا ثبوت دو، یاد رکھو کہ جنت تکواروں کے سائے تلے ہے، اس کے بعد آپؐ نے یوں دعا کی، اے اللہ! کتب کے نازل کرنے والے، بادل بھیجے والے، احزاب (دشمن کے دستوں) کو شکست دینے والے، انہیں شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

[راجع: ۲۸۱۸]

معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو لڑائی کو ٹانا اچھا ہے۔ اگر کوئی صلح کی عمدہ صورت نکل سکے۔ کیونکہ اسلام فتنہ و فساد کے خبت خلاف ہے۔ ہاں جب کوئی صورت نہ بنے اور دشمن مقابلہ ہی پر آمادہ ہو تو جم کر اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور ایسے موقع پر اس دعائے مسنونہ کا پڑھنا ضروری ہے جو یہاں مذکور ہوئی ہے۔ یعنی اللہ منزل الکتاب و معجری السحاب و ہازم الاحزاب اہزمہم و انصرنا علیہم جنت تکواروں کے سائے تلے ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ جنت کے لئے ملی و جلی قریبی کی ضرورت ہے جنت کا سودا کوئی سستا سودا نہیں ہے۔ جیسا کہ آیت قرآن ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَقْوَالَہُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (التوبة: ۱۱۳) میں مذکور ہے۔

باب اگر کوئی جہاد میں سے لوٹنا چاہے یا جہاد میں نہ جانا چاہے

۱۱۳ - بَابُ اسْتِثْنَاءِ الرَّجُلِ الْإِمَامِ

لِقَوْلِهِ :

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں کہ ”بے شک مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ اللہ کے رسول کے ساتھ کسی جہاد کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو ان سے اجازت لئے بغیر ان کے یہاں سے چلے نہیں جاتے۔ بے شک وہ لوگ جو آپؐ سے اجازت لیتے ہیں۔“ آخر آیت تک۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ، إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ﴾ إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ.

(۲۹۶۷) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم کو جریر نے خبر دی، انہیں مغیرہ نے، انہیں شعبی نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ (جنگ تبوک) میں شریک تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے سے آکر میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے پانی لادنے والے ایک اونٹ پر سوار تھا۔ چونکہ وہ تھک چکا تھا، اس لئے دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ جابر! تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تھک گیا ہے۔ جابر نے

۲۹۶۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْمُغِيرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((عَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَتَلَّحَقَ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَىٰ نَاضِحٍ لَنَا قَدْ أَغْيَا فَلَا يَكَاذُ يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: ((مَا لِبَعِيرِكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: عَنَى. قَالَ:

بیان کیا کہ پھر آپ پیچھے گئے اور اسے ڈانٹا اور اس کے لئے دعا کی۔ پھر تو وہ برابر دوسرے اونٹوں کے آگے آگے چلتا رہا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا، اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ اب اچھا ہے۔ آپ کی برکت سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر کیا اسے پیو گے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شرمندہ ہو گیا، کیونکہ ہمارے پاس پانی لانے کو اس کے سوا اور کوئی اونٹ نہیں رہا تھا۔ مگر میں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ نے فرمایا پھر بیچ دے۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹ آپ کو بیچ دیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ تک میں اسی پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میری شادی ابھی نئی ہوئی ہے۔ میں نے آپ سے (آگے بڑھ کر اپنے گھر جانے کی) اجازت چاہی۔ تو آپ نے اجازت عنایت فرمادی۔ اس لئے میں سب سے پہلے مدینہ پہنچ آیا۔ جب ماموں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق پوچھا۔ جو معاملہ میں کر چکا تھا اس کی انہیں اطلاع دی۔ تو انہوں نے مجھے برا بھلا کہا۔ (ایک اونٹ تھا تیرے پاس وہ بھی بیچ ڈالا اب پانی کس پر لائے گا) جب میں نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تھی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا تھا بیوہ سے اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ باکرہ سے کیوں نہ کی، وہ بھی تمہارے ساتھ کھیلتی اور تم بھی اس کے ساتھ کھیلتے۔ (کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ابھی کنوارے تھے) میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے باپ کی وفات ہو گئی ہے یا (یہ کہا کہ) وہ (احد میں) شہید ہو چکے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں۔ اس لئے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ انہیں جیسی کسی لڑکی کو بیاہ کے لاؤں جو نہ انہیں ادب سکھا سکے نہ ان کی نگرانی کر سکے۔ اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی تاکہ وہ ان کی نگرانی کرے اور انہیں ادب سکھائے۔ انہوں نے بیان کیا، کہا پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ پہنچے تو صبح کے وقت میں اسی اونٹ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس اونٹ کی قیمت عطا فرمائی اور پھر وہ اونٹ بھی واپس

فَتَخَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَرَهُ وَدَعَا لَهُ، فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قَدَامَهَا يَسِيرُ، فَقَالَ لِي: ((كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ؟)) قَالَ: قُلْتُ: بِخَيْرٍ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ. قَالَ: ((أَلَتَبْعِيهِ؟)) قَالَ: فَاسْتَحْيَيْتُ، وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاصِغٌ غَيْرُهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: ((فَبْعِيهِ))، فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلَى أَنْ لِي فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتَّى أَبْلُغَ الْمَدِينَةَ. فَقَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي غَرُوسٌ، فَاسْتَأْذَنُكَ فَأَذِنَ لِي، فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقَيْتَنِي خَالِي فَسَأَلَنِي عَنِ الْبَعِيرِ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيهِ فَلَا مَنِي.

قَالَ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي جِبْنٌ اسْتَأْذَنَتُهُ: ((هَلْ تَزَوَّجْتَ بَكْرًا أَمْ ثِيًّا؟)) فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثِيًّا. فَقَالَ: ((هَلَّا تَزَوَّجْتَ بَكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟)) قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُؤْفَى وَالِدِي - أَوْ اسْتَشْهَدَ - وَلِي أَخَوَاتٌ صِبَاغٌ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدَّبُهُنَّ وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثِيًّا لِنَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدَّبُهُنَّ. قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ، فَأَعْطَانِي لَمَنَةً وَرَدَّهُ عَلَيَّ)) قَالَ الْمُغِيرَةُ: هَذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَا نَرَى بِهِ بَأْسًا.

[راجع: ۴۴۳]

کر دیا۔ مغیرہ راویؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک بیع میں یہ شرط لگانا اچھا ہے کچھ برا نہیں۔

ترجمہ باب یہاں سے نکلا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر آپؐ سے جدا ہوئے۔ یہ حدیث کئی جگہ گزر چکی ہے اور حضرت امامؒ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔

۱۱۴- بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ، فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جنسوں نے جماد کیا
اس باب میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے ہے (جو مذکور ہوئی)

۱۱۵- بَابُ مَنْ اخْتَارَ الْغَزَا بَعْدَ الْبِنَاءِ، فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

باب شب زفاف کے بعد ہی جس نے
فوراً جماد میں شرکت کو پسند کیا اس بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی کریم ﷺ کے حوالے سے موجود ہے۔

جو آگے آئے گی۔ کہ ایک پیغمبر جماد کو گئے اور فرمایا میرے ساتھ ایسا کوئی شخص نہ نکلے جس نے نکاح تو کر لیا ہو مگر ابھی اس نے اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو۔

۱۱۶- بَابُ مُبَادَرَةِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْفَرَعِ

باب خوف اور دہشت کے وقت (حالات معلوم کرنے کے لئے) امام کا آگے بڑھنا

۲۹۶۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَرَعٌ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ فَقَالَ: ((مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)). [راجع: ۲۶۲۷]

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے قتادہ نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مدینہ میں ایک دفعہ کچھ دہشت پھیل گئی تو رسول اللہ ﷺ ابو طلحہؓ کے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر (حالات معلوم کرنے کے لئے سب سے آگے تھے) پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہم نے تو کوئی بات نہیں دیکھی۔ البتہ اس گھوڑے کو ہم نے دوڑنے میں دریا کی روانی جیسا تیر پایا ہے (باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے)

۱۱۷- بَابُ السَّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَرَعِ

باب خوف کے موقع پر جلدی سے گھوڑے کو ایڑ لگانا

۲۹۶۹- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

ہم سے فضل بن سہل نے بیان کیا، کہا ہم سے حسین بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (مدینہ میں) لوگوں میں

دہشت پھیل گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ ابو طلحہؓ کے ایک گھوڑے پر جو بہت ست تھا، سوار ہوئے اور تما اڑا لگاتے ہوئے آگے بڑھے۔ صاحبِ بُنیّہؓ بھی آپ کے پیچھے سوار ہو کر نکلے۔ اس کے بعد واپسی پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خوفزدہ ہونے کی کوئی بات نہیں ہے، البتہ یہ گھوڑا دریا ہے۔ اس دن کے بعد پھر وہ گھوڑا (دوڑ وغیرہ کے موقع پر) کبھی پیچھے نہیں رہا۔

[راجع: ۲۶۲۷]

آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر فوراً ہی معلومات کے لئے حضرت ابو طلحہؓ کے گھوڑے پر اڑا لگائی اور مدینہ کے دور دور اطراف میں گھوم پھر کر آپ واپس تشریف لائے اور وہ فرمایا جو روایت میں مذکور ہے۔ اسی سے ترجمہ باب ثابت ہوا۔

باب خوف کے وقت اکیلے

۱۱۸- بَابُ الْخُرُوجِ فِي الْفَزَعِ

وَحَدَّةٌ

تکلنا

مذکورہ بالا باب ہندوستانی نسخوں میں نہیں۔ البتہ شیخ فواد عبدالباقی کی تحقیق والے نسخے میں ہے۔

باب کسی کو اجرت دے کر اپنے طرف سے جہاد کرانا اور

۱۱۹- بَابُ الْجَعَالِ وَالْحُمْلَانِ

فِي السَّبِيلِ

اللہ کی راہ میں سواری دینا

مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے جہاد میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اس مد میں اپنا کچھ مال خرچ کر کے تمہاری مدد کروں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دیا ہوا میرے پاس کافی ہے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ تمہاری سرمایہ داری تمہارے لئے ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اس طرح میرا مال بھی اللہ کے راستے میں خرچ ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ بہت سے لوگ اس مال کو (بیت المال سے) اس شرط پر لے لیتے ہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہوں گے لیکن پھر وہ جہاد نہیں کرتے۔ اس لئے جو شخص یہ حرکت کرے گا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں اور ہم اس سے وہ مال جو اس نے (بیت المال سے) لیا ہے واپس وصول کر لیں گے۔ طاؤس اور مجاہد نے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی چیز اس شرط کے ساتھ دی جائے کہ اس کے بدلے میں تم جہاد کے لئے نکلو گے۔ تو تم اسے جہاں جی چاہے خرچ کر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: قُلْتُ لَابْنِ عُمَرَ: الْغَزْوُ. قَالَ: إِنِّي أَحِبُّ أَنْ أُعِينَكَ بِطَافِقَةٍ مِنْ مَالِي. قُلْتُ: أَوْسَعَ اللَّهُ عَلَيَّ. قَالَ: إِنَّ غِنَاكَ لَكَ، وَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ يَكُونَ مِنْ مَالِي فِي هَذَا الْوَجْهِ. وَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُونَ مِنْ هَذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوا، ثُمَّ لَا يُجَاهِدُونَ، لَمَنْ فَعَلَهُ فَتَحْنُ أَحَقُّ بِمَالِهِ حَتَّى نَأْخُذَ مِنْهُ مَا أَخَذَ. وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ: إِذَا دَفَعَ إِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ وَضَعَهُ عِنْدَ أَهْلِكَ.

سکتے ہو۔ اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں بھی لاسکتے ہو۔ (مگر شرط کے مطابق جہاد میں شرکت ضروری ہے)

شافعیہ نے اس کو جائز رکھا ہے کہ اجرت لے کر کسی کی طرف سے جہاد کرے۔ لیکن مالکیہ اور حنفیہ نے مکروہ رکھا ہے۔ مگر جب بیت المال میں روپیہ نہ ہو اور مسلمان ناتواں ہوں تو جائز ہے۔ البتہ غازی کی اعانت اور مدد گو وہ مالدار ہو سب کے نزدیک درست ہے۔ (وحیدی)

لفظ بحائل جیلہ کی جمع ہے، وہی ما يجعله القاعد من الاجرة لمن يغزو عنه یعنی یہ وہ چیز ہے جو بطور اجرت بیٹھنے والا اپنی طرف سے غزوہ کرنے والے کے لئے مقرر کرے۔ اور حملان بضم الحاء حمل بحمل کا مصدر ہے جس سے مراد مجاہد کو بطور امداد سواری دینا ہے۔

(۲۹۷۰) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے مالک بن انس سے سنا، انہوں نے زید بن اسلم سے پوچھا تھا اور زید نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اللہ کے راستے میں (جہاد کیلئے) اپنا ایک گھوڑا ایک شخص کو سواری کیلئے دے دیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ (بازار میں) وہی گھوڑا بک رہا ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں اسے خرید سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کو تم نہ خریدو اور اپنا صدقہ (خواہ خرید کر ہی ہو) واپس نہ لو۔

۲۹۷۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، فَقَالَ زَيْدٌ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَرَاتُهُ يُبَاغ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَشْتَرِيهِ؟ فَقَالَ: ((لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعْدُ فِي صَدَقَتِكَ)). (راجع: ۱۴۹۰)

تشریح ترجمۃ الباب میں وہ اجرت مراد ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے والا کوئی شخص اپنی طرف سے کسی آدمی کو اجرت دے کر جہاد پر بھیجتا ہے۔ جہاں تک جہاد پر اجرت کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اجرت لینی جائز ہے۔ یوں تو جہاد کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ اس لئے کسی معقول عذر کے بغیر اس میں شرکت سے پہلو تہی کرنا مناسب نہیں۔ البتہ یہ صورت اس سے الگ ہے کہ کسی پر جہاد فرض یا واجب نہ ہو اور وہ جہاد میں جانے والے کی مدد کر کے ثواب میں شریک ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ ہاں جہاد میں شرکت سے بچنے کے لئے اگر ایسا کرتا ہے تو بہتر نہیں ہے۔

(۲۹۷۱) ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں اپنا ایک گھوڑا سواری کے لئے دے دیا تھا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ وہی گھوڑا بک رہا ہے۔ اپنے گھوڑے کو انہوں نے خریدنا چاہا اور رسول کریم ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا، تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو۔ اور اس طرح

۲۹۷۱۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَرَادَ أَنْ يُبَاغَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتِغِهِ وَلَا تَعْدُ فِي صَدَقَتِكَ)).

اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھوڑا ایک شخص کو جہاد کے خیال سے بطور امداد دے دیا تھا۔ اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ بعد میں وہ شخص اس کو بازار میں بیچنے لگا جس کا ذکر روایت میں ہے۔

(۲۹۷۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابو صالح نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میری امت پر یہ امر مشکل نہ گزرتا تو میں کسی سریہ (یعنی مجاہدین کا ایک چھوٹا دستہ جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چالیس ہو) کی شرکت بھی نہ چھوڑتا۔ لیکن میرے پاس سواری کے اتنے اونٹ نہیں ہیں کہ میں ان کو سوار کر کے چلوں اور یہ مجھ پر بہت مشکل ہے کہ میرے ساتھی مجھ سے پیچھے رہ جائیں۔ میری تو یہ خوشی ہے کہ اللہ کے راستے میں میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔

باب جو شخص مزدوری لے کر جہاد میں شریک ہو

امام حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا کہ مال غنیمت میں سے مزدور کو بھی حصہ دیا جائے گا۔ عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا (مال غنیمت کے حصے کے) نصف کی شرط پر لیا۔ گھوڑے کے حصہ میں (فتح کے بعد مال غنیمت سے) چار سو دینار آئے۔ عطیہ نے دو سو دینار خود رکھ لئے اور دو سو گھوڑے کے مالک کو دے دیئے۔

(۲۹۷۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے، ان سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے، ان سے صفوان بن یعلیٰ نے اور ان سے ان کے والد (یعنی بن امیہ رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک تھا اور ایک جوان اونٹ میں نے چڑھنے کو دیا تھا، میرے خیال میں میرا یہ عمل تمام دوسرے اعمال کے مقابلے میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ تھا۔ (کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا) میں نے ایک مزدور بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ پھر وہ مزدور ایک شخص (خود یعنی بن امیہ رضی اللہ عنہ) سے لڑپڑا اور

۲۹۷۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ لَا أَنِ اشْتَقَّ عَلَيَّ أُتْمِي مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ وَلَكِنْ لَا أَجِدُ حِمْلَةً، وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ، وَيَشْقُ عَلَيَّ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقُتِلْتُ ثُمَّ أُخِيتُ، ثُمَّ قُتِلْتُ ثُمَّ أُخِيتُ)). [راجعہ: ۳۶]

۱۲۰- بَابُ الْأَجِيرِ

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيرِينَ يَنْفَسَمُ لِلْأَجِيرِ مِنَ الْمَغْنَمِ. وَأَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ، فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ أَرْبَعِمِائَةَ دِينَارٍ، فَأَخَذَ مِائَتَيْنِ وَأَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

۲۹۷۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ فَحَمَلْتُ عَلَى بَكْرٍ، فَهُوَ أَوْثَقُ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي، فَاسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضُّ أَحَدَهُمَا الْآخَرَ، فَانْتَرَعَ يَدَهُ مِنْ فِيهِ وَتَرَعَ

ان میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت سے کاٹ لیا۔ دوسرے نے جھٹ جواپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے آگے کا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں فریادی ہوا لیکن آنحضرت ﷺ نے ہاتھ کھینچنے والے پر کوئی تاوان نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ کیا تمہارے منہ میں وہ اپنا ہاتھ یوں ہی رہنے دیتا تاکہ تم اسے چبا جاؤ جیسے اونٹ چباتا ہے۔

ثَبِّتُهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَهَا فَقَالَ: ((أَيَّدَفْعُ يَدَهُ إِلَيْكَ لَتَقْضِيَهَا كَمَا يَقْضِيَهُ الْفَحْلُ؟)).

[راجع: ۱۸۴۸]

یعنی اگر کسی مجاہد نے جہاد کے لئے جاتے وقت اگر کچھ مزدور، مزدوری پر اپنی ضروریات کے لئے اپنے ساتھ لے لئے تو کیا یہ مزدور اپنی مزدوری پالینے کے بعد مال غنیمت کے بھی مستحق ہوں گے یا نہیں؟ اسی کا جواب اس باب میں دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق اور اوزاعی کے نزدیک حصہ نہیں ملے گا۔ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ حصہ ملے گا۔ ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ میں بوڑھا آدمی تھا۔ میرے ساتھ کوئی خدمتگار بھی نہ تھا تو میں نے ایک شخص کو مزدوری پر ٹھہرایا۔ اور اس کے لئے دو حصے مقرر کئے۔ مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوا۔ تو اس کی مزدوری تین دینار مقرر کی۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ یعلیٰ نے کاٹا اور مزدور نے اپنا ہاتھ کھینچا تو یعلیٰ کا دانت نکل پڑا۔

باب آنحضرت ﷺ کے جھنڈے

۱۲۱- بَابُ مَا قِيلَ فِي لَوَاءِ النَّبِيِّ ﷺ

کا بیان

حدیث میں لواء کا لفظ ہے۔ لواء اور راہیہ دونوں ایک ہیں۔ ترفی کی روایت میں ہے کہ آپ کا راہیہ سیاہ تھا۔ اور لواء سفید۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق ہے۔ بعضوں نے کہا لواء جو نیزے پر ایک کپڑا لگا دیا جاتا ہے اور گرہ نہیں دی جاتی۔ راہیہ وہ جو گرہ دے کر باندھا جاتا ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ جھنڈا لشکر کا جو سردار ہوتا وہ تھامے رکھتا۔ اور آپ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا۔

روایت میں قیس بن سعد انصاری کا ذکر ہے۔ جنہوں نے سر کے ایک طرف کنگھی کی تھی کہ ان کا ایک غلام کھڑا ہوا اور اس نے ہدی کے جانور کو ہار پٹنا دیا۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ہدی کی تھلید ہو گئی تو حج کی لبیک پکاری اور سر کی دوسری طرف کنگھی نہ کی۔ یہ قیس سعد بن عبادہ کے بیٹے تھے جو خزرج قبیلہ کے سردار تھے۔ حضرت قیس معزز اصحاب میں تھے۔ جنگی معاملات میں صاحب تدبیر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت علیؑ نے ان کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ مدینہ میں ۶۰ھ میں انتقال فرمایا، رضی اللہ عنہ وارضاه۔

(۲۹۷۴) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عقیل نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں ثعلبہ بن ابی مالک قرظی نے خبر دی کہ قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے، جو جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار تھے، جب حج کا ارادہ کیا تو (احرام باندھنے سے پہلے) کنگھی کی۔

۲۹۷۴- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَقِيلُ بْنُ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ: ((أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ- وَكَانَ صَاحِبَ لَوَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ- أَرَادَ الْحَجَّ فَوَجَّلَ)).

معلوم ہوا کہ جماد میں علم نبوی اٹھایا جاتا تھا۔ اور اس کے اٹھانے والے قیس بن سعد انصاری بیٹھ ہوا کرتے۔ جنگ خیبر میں یہ جھنڈا اٹھانے والے حضرت علیؑ تھے۔ جیسا کہ آگے ذکر ہے۔

(۲۹۷۵) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوعؓ نے بیان کیا کہ غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ کیا میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ جماد میں شریک نہ ہوں گا؟ چنانچہ وہ نکلے اور آنحضرت سے جا ملے۔ اس رات کی شام کو جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اسلامی پرچم اس شخص کو دوں گا (آپ نے یہ فرمایا کہ) کل اسلامی پرچم اس شخص کے ہاتھ میں ہو گا جسے اللہ اور اس کے رسول اپنا محبوب رکھتے ہیں۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اس شخص کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا۔ پھر حضرت علیؓ بھی آ گئے۔ حالانکہ ان کے آنے کی ہمیں کوئی امید نہ تھی۔ (کیونکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے) لوگوں نے کہا کہ یہ علیؓ بیٹھ بھی آ گئے اور آپؐ نے جھنڈا انہیں کو دیا۔ اور اللہ نے انہیں کے ہاتھ پر فتح فرمائی۔

حضرت علیؑ کی فضیلت کے لئے یہ کافی ہے کہ آپ فاتح خیبر ہیں اور اس موقع پر فتح کا جھنڈا آپ ہی کے دست مبارک سے لہرایا گیا۔ اس سے بھی علم نبوی کا اثبات ہوا۔ اور اسی وجہ سے حضرت امام بخاری اس واقعہ کو یہاں لائے۔

(۲۹۷۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے نافع بن جبیر نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ حضرت عباسؓ حضرت زبیرؓ سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہاں پر نبی کریم ﷺ نے آپ کو پرچم نصب کرنے کا حکم فرمایا تھا؟

ان جملہ احادیث میں کسی نہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کا ذکر ہے۔ اسی لئے حضرت امام ان احادیث کو یہاں لائے۔ احادیث سے اور بھی بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں جن کو حضرت امامؒ نے موقع بہ موقع بیان فرمایا ہے۔ رحمہ اللہ۔

باب آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ ایک مہینے کی راہ سے اللہ نے میرا رعب (کافروں کے دلوں میں) ڈال کر میری مدد کی

۲۹۷۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرٍ، وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَخَرَجَ عَلَيَّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ ﷺ. فَلَمَّا كَانَ مَسَاءَ اللَّيْلَةِ فَتَحَهَا فِي صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا غَطِيْنَ الرَّايَةَ - أَوْ قَالَ: لَيَأْخُذَنَّ - غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ)) فَإِذَا نَحْنُ بَعْلِي وَمَا نَرْجُوهُ. فَقَالُوا: هَذَا عَلِيٌّ، فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ)). [طرفاه فی : ۳۷۰۲، ۴۲۰۹].

۲۹۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: ((سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا هَاهُنَا أَمْرُكَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَوَكَّلْ الرَّايَةَ)).

۱۲۲- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((نُصِرْتُ بِالرُّغْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ))

ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”عنقریب ہم ان لوگوں کے دلوں کو مرعوب کر دیں گے جنہوں نے کفر کیا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہے! جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

(۲۹۷۷) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جامع کلام (جس کی عبارت مختصر اور فصیح و بلیغ ہو اور معنی بہت وسیع ہوں) دیکر بھیجا گیا ہے اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو (اپنے رب کے پاس) جا چکے۔ اور (جن خزانوں کی وہ کنجیاں تھیں) انہیں اب تم نکال رہے ہو۔

اس خواب میں آنحضرت ﷺ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ آپ کی امت کے ہاتھوں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں فتح ہوں گی اور ان کے خزانوں کے وہ مالک ہوں گے۔ چنانچہ بعد میں اس خواب کی مکمل تعبیر مسلمانوں نے دیکھی کہ دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتیں ایران و روم مسلمانوں نے فتح کیں اور ابو ہریرہؓ کا بھی اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کام کو پورا کر کے اللہ پاک سے جا ملے لیکن وہ خزانے اب تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ روایت مذکورہ میں ایک مینے کی راہ سے یہ مذکور نہیں ہے۔ لیکن جابرؓ کی روایت جو امام بخاری نے کتب الیمیم میں نکالی ہے اس میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۲۹۷۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی اور انہیں ابو سفیانؓ نے خبر دی کہ (آنحضرت ﷺ کا نامہ مبارک جب شاہ روم ہرقل کو ملا تو) اس نے اپنا آدمی انہیں تلاش کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ لوگ اس وقت ایلیا میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آخر (طویل گفتگو کے بعد) اس نے نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک منگوایا۔ جب وہ پڑھا جا چکا تو اس کے دربار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ (چاروں طرف سے) آواز بلند ہونے لگی۔ اور ہمیں باہر

وَقَوْلِهِ جَلَّ وَعَزَّ: ﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ﴾ [آل عمران: ۱۵۱] قَالَ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

۲۹۷۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ. فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي)).

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتُمْ تَنْتَلُونَهَا.

[أطرافه في: ۶۹۹۸، ۷۰۱۳، ۷۲۷۳].

۲۹۷۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ - وَهُوَ بِإِيلِيَاءَ - ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأَخْرَجْنَا، فَقُلْتُ

لاَصْحَابِي جِنَّةٍ أُخْرِجْنَا: لَقَدْ أَمَرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ، إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْنَفِيِّ)). [راجع: ٧]

نکال دیا گیا۔ جب ہم باہر کر دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد رسول اللہ ﷺ سے ہے) کا معاملہ تو اب بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ یہ ملک بنی اصغر (قیصر روم) بھی ان سے ڈرنے لگا ہے۔

شام کا ملک جہاں اس وقت ہر قل تھا مدینہ سے ایک مہینہ کی راہ پر ہے، تو باب کا مطلب نکل آیا کہ آنحضرت ﷺ کا رعب ایک مہینے کی راہ سے ہر قل پر پڑا۔ آپ کے بے شمار معجزات میں سے یہ بھی آپ کا اہم معجزہ تھا۔ آپ کے دشمن جو آپ سے صدمہ ملیوں کے فاصلے پر رہتے تھے وہ وہاں سے ہی بیٹھے ہوئے آپ کے رعب سے مرعوب رہا کرتے تھے۔ ﷺ۔

۱۲۳- بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ
وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ [البقرة: ۱۹۷]

باب سفر جہاد میں توشہ (خرچ وغیرہ) ساتھ رکھنا
اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”اپنے ساتھ توشہ لے جایا کرو“ پس بے شک عمدہ ترین توشہ تقویٰ ہے۔

اشارہ بہذہ الترجمة الى ان حمل الزاد في السفر ليس منافيا للتوكل كذا في الفتح يعني اس ترجمہ میں اشارہ فرمایا کہ سفر میں توشہ ساتھ لے جانا توکل کے متنافی نہیں ہے۔

یعنی سفر میں جاتے وقت اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان ہمراہ لے لیا کرو، تاکہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ یہی بہترین توشہ ہے جس کے ذریعہ لوگوں سے مانگنے سے بچ جاؤ گے اور تقویٰ حاصل ہو سکے گا۔

۲۹۷۹- حَدَّثَنَا عُثَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي - وَحَدَّثَنِي أَيْضًا فَاطِمَةُ - عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((صَنَعْتُ سَفْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ أَرَادَ أَنْ يَهْجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ. قَالَتْ: فَلَمْ تَجِدْ لِسَفْرَتِهِ وَلَا لِسَقَائِهِ مَا تَرْبِطُهُمَا بِهِ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: وَاللَّهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ إِلَّا بِنَاطِقِي. قَالَ: فَشَقَّيْهِ بِالنِّينِ فَارْبِطِيهِ: بِوَأَجِدِ السَّقَاءَ، وَبِالْآخِرِ السَّفْرَةَ، فَفَعَلْتُ، فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتُ النَّطَاقَيْنِ)). [طرفاه في: ۳۹۰۷، ۵۳۸۸]

(۲۹۷۹) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، نیز مجھ سے فاطمہ نے بھی بیان کیا، اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی ہجرت کا ارادہ کیا، تو میں نے (والد ماجد حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آپ کے لئے سفر کا ناشتہ تیار کیا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ کے ناشتے اور پانی کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی، تو میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بجز میرے کمر بند کے اور کوئی چیز اسے باندھنے کے لئے نہیں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پھر اسی کے دو ٹکڑے کر لو۔ ایک سے ناشتہ باندھ دینا اور دوسرے سے پانی، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اور اسی وجہ سے میرا نام ”ذات النطاقین“ (دو کمر بندوں والی) پڑ گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساجزادی کا نام اسماء رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ مکہ ہی میں اسلام لائیں۔ اس وقت تک صرف سترہ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ حضرت عائشہؓ سے دس برس بڑی تھیں۔ اپنے

صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ۷۳ھ میں ہمر ایک سو سال آپ نے مکہ ہی میں انتقال فرمایا۔ باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ آپ کے لئے اس نیک خاتون نے ہجرت کے سفر کے وقت ناشتہ تیار کیا۔ اسی سے ہر سفر میں خواہ ج کاسفر ہو یا جہاد کا راشن ساتھ لے جانے کا اثبات ہوا۔ خاص طور پر فوجوں کے لئے راشن کا پورا انتظام کرنا ہر متمدن حکومت کے لئے ضروری ہے۔

۲۹۸۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كُنَّا نَتَزَوَّدُ لِحُومِ الْأَصْحَابِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَدِينَةِ)). [راجع: ۱۷۱۹]

(۲۹۸۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان نے خبر دی، ان سے عمرو نے بیان کیا، کہا مجھ کو عطاء نے خبر دی، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں قربانی کا گوشت (بطور توشہ) مدینہ لے جایا کرتے تھے۔ (یہ لے جانا بطور توشہ ہوا کرتا تھا۔ اس سے آپ کا مطلب ثابت ہوا)

(۲۹۸۱) ہم سے محمد بن ثقی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی اور انہیں سوید بن نعمان نے خبر دی کہ خیبر کی جنگ کے موقع پر وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ جب لشکر مقام صہباء پر پہنچا جو خیبر کا نشیبی علاقہ ہے تو لوگوں نے عصر کی نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے کھانا منگوایا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ستوکے سوا اور کوئی چیز نہیں لائی گئی اور ہم نے وہی ستوکھایا اور پیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے کلی کی ہم نے بھی کلی کی اور نماز پڑھی۔

(یہ ستو بطور راشن رکھا گیا تھا۔ اس سے ترجمۃ الباب ثابت ہوا)

(۲۹۸۲) ہم سے بشر بن مرحوم نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن بشر نے بیان کیا کہ جب لوگوں کے پاس زاد راہ ختم ہونے لگا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لوگ اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت لینے حاضر ہوئے۔ آپ نے اجازت دے دی۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس اجازت کی اطلاع انہیں بھی ان لوگوں نے دی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا، ان اونٹوں کے بعد پھر تمہارے پاس باقی کیا رہ جائے گا (کیونکہ انہیں پر سوار ہو کر اتنی دور دراز کی مسافت بھی تو طے کرنی تھی) اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی

۲۹۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ سُؤَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ خَيْبَرَ، حَتَّى إِذْ كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ - وَهِيَ أَذْنَى خَيْبَرَ - فَصَلُّوا الْعَصْرَ، فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يَأْتِ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا بِسَوِيْقٍ، فَلَكَّنَا، فَأَكَلْنَا وَشَرَبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّيْنَا)). [راجع: ۲۰۹]

۲۹۸۲- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مَرْحُومٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَفَّتْ أَرْوَادُ النَّاسِ وَأَمْلَقُوا، فَأَتَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، فَلَفَّيْهِمْ عَمْرُ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ؟ فَدَخَلَ عَمْرُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ قَالَ

خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! لوگ اگر اپنے اونٹ بھی ذبح کر دیں گے۔ تو پھر اس کے بعد ان کے پاس باقی کیا رہ جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا پھر لوگوں میں اعلان کر دو کہ (اونٹوں کو ذبح کرنے کے بجائے) اپنا بچا کھچا توشہ لے کر یہاں آ جائیں۔ (سب لوگوں نے جو کچھ بھی ان کے پاس کھانے کی چیز باقی بچ گئی تھی، آنحضرت ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دی) آپؐ نے دعا فرمائی اور اس میں برکت ہوئی۔ پھر سب کو ان کے برتنوں کے ساتھ آپؐ نے بلایا۔ سب نے بھر بھر کر اس میں سے لیا۔ اور جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((نَادَى فِي النَّاسِ يَأْتُونَ بِفَضْلِ أَزْوَاجِهِمْ، فَدَعَا وَبَرَكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَسَى النَّاسُ حَتَّى فَرَّغُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّي رَسُولُ اللَّهِ)).

[راجع: ۲۴۸۴]

تَشْبِيح یہ معجزہ دیکھ کر خود آپؐ نے اپنی رسالت پر گواہی دی، معجزہ اللہ پاک کی طرف سے ہوتا ہے جسے وہ اپنے رسولوں کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں سے دکھلایا کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اونٹ تمام ذبح کر دیئے جاتے تو پھر فوجی مسلمان سواری کس پر کرتے اور سارا سفر پیدل کرنا بے حد مشکل تھا۔ یہ مشورہ صحیح تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور بعد میں سارے فوجیوں کے راشن کو جو باقی رہ گیا تھا آپؐ نے اٹکھا کر برکت کی دعا فرمائی اور اللہ نے اس میں اتنی برکت دی کہ سارے فوجیوں کو کافی ہو گیا۔

معجزے کا وجود برحق ہے۔ مگر یہ اللہ کی مرضی پر ہے وہ جب چاہے اپنے مقبول بندوں کے ہاتھوں سے دکھلائے۔ خود رسولوں کو اپنے طور پر اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾

اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں وفی الحدیث حسن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجابته الی ما یلتمس منه اصحابہ واجرائهم علی العادة البشرية فی الاحتیاج الی الزاد فی السفر ومنقبة ظاهرة لعمر دالة علی قوة یقینه باجابة دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی حسن نظره للمسلمین علی انه لیس فی اجابة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لهم علی نحر ابلهم ما ینحتم انهم یبقون بلا ظہر لاحتمال ان یبعث اللہ لهم ما یحملهم من غنیمۃ ونحوها لکن اجاب عمر الی ما اشار به لتعجیل المعجزة بالبركة التي حصلت فی الطعام وقد وقع لعمر شیهة القصة فی الماء وذلك فیما اخرجه ابن ابی خزیمۃ وغیره وستاتی الاشارة الیه فی علامات النبوة الخ (فتح الباری) یعنی اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ پر روشنی پڑتی ہے اور اس پر بھی کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کے کسی بھی بارے میں التماس کرنے پر فوراً توجہ فرماتے اور سفر میں توشہ راشن وغیرہ حاجات انسانی کا ان کے لئے پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ ان کو آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت پر کس قدر یقین کامل تھا اور مسلمانوں کے متعلق ان کی کتنی اچھی نظر تھی۔ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے جو اونٹوں کو ذبح کرنے کا مشورہ دیا ہے یہ اس احتمال پر ہے کہ ان کو ذبح کرنے کے بعد بھی اللہ پاک ان کے لئے غنیمت وغیرہ سے سواریوں کا انتظام کرا ہی دے گا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی برکت کی دعاؤں کے لئے بھلت فرمائی تاکہ بطور معجزہ کھانے میں برکت حاصل ہو اور اونٹوں کو ذبح کرنے کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ ایک دفعہ پانی کے قصہ میں بھی حضرت عمرؓ کو اسی کے مشابہ معاملہ پیش آیا تھا۔ جس کا اشارہ علامات النبوة میں آئے گا۔

بعض فقہاء نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ گرانی کے وقت امام لوگوں کے فالتو غلہ کے ذخیروں کو بازار میں فروخت کے لئے حکماً نکلا سکتا ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کے لئے اسی میں خیر ہے نہ کہ غلہ کے پوشیدہ رکھنے میں۔

۱۲۴- بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرَّقَابِ

سفر میں خاص طور پر جہاد کے سفر میں ہر سپاہی بقدر ضرورت راشن اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مصنف نے اسی کا جواز ثابت فرمایا ہے۔

۲۹۸۳- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُمِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا، فَقَفَى زَادُنَا، حَتَّى كَانَ الرَّجُلُ مِمَّا يَأْكُلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ ثَمَرَةً. قَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، وَإِنْ كَانَتِ الثَّمَرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا جِئْنَا فَقَدْنَاهَا، حَتَّى أَتَيْنَا الْبَحْرَ، فَإِذَا حَوْتَ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا)). [راجع: ۲۴۸۳]

۲۹۸۳) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں وہب بن کیسان نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم (ایک غزوہ پر) نکلے۔ ہماری تعداد تین سو تھی، ہم اپنا راشن اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ آخر ہمارا توشہ جب (تقریباً) ختم ہو گیا، تو ایک شخص کو روزانہ صرف ایک کھجور کھانے کو ملنے لگی۔ ایک شاگرد نے پوچھا اے ابو عبد اللہ! (جابر رضی اللہ عنہ) ایک کھجور سے بھلا ایک آدمی کا کیا بنتا ہو گا؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کی قدر ہمیں اس وقت معلوم ہوئی جب ایک کھجور بھی باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے بعد ہم دریا پر آئے تو ایک ایسی مچھلی ملی جسے دریا نے باہر پھینک دیا تھا۔ اور ہم اٹھارہ دن تک خوب جی بھر کر اسی کو کھاتے رہے۔

غالباً وہیل مچھلی ہو گی جو بعض دفعہ اسی فٹ سے سو فٹ تک طویل ہوتی ہے اور جو آیات الہی میں سے ایک عجیب مخلوق ہے۔ اٹھارہ دن تک صرف اسی مچھلی پر گزارہ کرنا یہ محض اللہ کی طرف سے تائیدِ نبی تھی۔ یہ رجب ۸ھ کا واقعہ ہے۔ باب کا مطلب یوں ثابت ہوا کہ یہ تین سو مجاہدین اپنا اپنا راشن اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ زمانہ بھی ایسی جنگوں کا تھا۔ نہ آج جیسا کہ ہر قسم کی سولتیں میسر ہو گئی ہیں پھر بھی بعض مواقع پر سپاہی کو اپنا راشن خود اٹھانا پڑ جاتا ہے۔

۱۲۵- بَابُ إِزْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ

أَخِيهَا

۲۹۸۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُثَمَانُ بْنُ الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَرْجِعُ أَصْحَابُكَ بِأَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَلَمْ أَرِذْ عَلَى الْحَجِّ؟ فَقَالَ لَهَا:

ہونا (اس بارے میں سفرِ جہاد کو بھی سفرِ حج پر قیاس کیا گیا ہے)

۲۹۸۴) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن اسود نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر پائی ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر جاؤ (عمرہ کر آؤ) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ (عائشہ کے بھائی) تمہیں اپنی

سواری کے پیچھے بٹھالیں گے۔ چنانچہ آپ نے عبدالرحمن بن ہشام کو حکم دیا کہ تنعیم سے (احرام باندھ کر) عائشہؓ کو عمرہ کرا لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عرصہ میں مکہ کے بالائی علاقہ پر ان کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ وہ آگئیں۔

(۲۹۸۵) مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عمرو بن اوس نے اور ان سے عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت عائشہؓ کو بٹھا کر لے جاؤں، اور تنعیم سے (احرام باندھ کر) انہیں عمرہ کرا لاؤں۔

اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے اپنی محترمہ بن حضرت عائشہؓ کو سواری پر پیچھے بٹھایا۔ اس سے باب کا مقصد ثابت ہوا۔ پہلی حدیث میں مزید تفصیل بھی مذکور ہوئی۔

باب جہاد اور حج کے سفر میں دو آدمیوں کا ایک سواری پر بیٹھنا

(۲۹۸۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے اور ان سے انس بن ہشام نے بیان کیا کہ میں ابو طلحہؓ کی سواری پر ان کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ تمام صحابہ حج اور عمرہ دونوں ہی کے لئے ایک ساتھ لہیک کہہ رہے تھے۔

باب ایک گدھے پر دو آدمیوں کا سوار ہونا

(۲۹۸۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو صفوان نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر اس کی پالان رکھ کر سوار ہوئے۔ جس پر ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور اسامہؓ کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھا

((اذْهَبِي وَلْيُرِدْفَكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ))۔ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَنْ يُعِمِّرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ. فَانْتَظَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَعْلَى مَكَّةَ حَتَّى جَاءَتْ)). [راجع: ۲۹۴]

۲۹۸۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((أَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أُرْدِفَ عَائِشَةَ وَأُعِمِّرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ)). [راجع: ۱۷۸۴]

۱۲۶ - بَابُ الْإِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

۲۹۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ رَدِيفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّهُمْ لَيَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا: الْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ)). [راجع: ۱۰۸۹]

۱۲۷ - بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ
۲۹۸۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ غُرْوَةَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ

رکھا تھا۔

قَطِيفَةً، وَأَرْذَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ)۔

[أطرافه في: ٤٥٦٦، ٥٦٦٣، ٥٩٦٤،

٦٣٠٧]۔

معلوم ہوا کہ ایک گدھے پر دو آدمی سوار ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ طاقتور ہو لفظ اکاف گدھے کے پالان کے لئے اسی طرح مستعمل ہے جس طرح گھوڑے کے لئے لفظ سرج مستعمل ہے۔

(۲۹۸۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، انہیں نافع نے خبر دی اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ مکہ کے بلالی علاقے سے اپنی سواری پر تشریف لائے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی سواری پر پیچھے بٹھادیا تھا اور آپ کے ساتھ بلال بھی تھے اور عثمان بن طلحہ بھی جو کعبہ کے کلید بردار تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مسجد الحرام میں اپنی سواری بٹھادی اور عثمانؓ سے کہا کہ بیت اللہ الحرام کی کنجی لائیں۔ انہوں نے کعبہ کا دروازہ کھول دیا اور رسول کریم ﷺ اندر داخل ہو گئے۔ آپ کے ساتھ اسامہ، بلال اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ کافی دیر تک اندر ٹھہرے رہے۔ اور جب باہر تشریف لائے تو صحابہ نے (اندر جانے کیلئے) ایک دوسرے سے آگے ہونے کی کوشش کی سب سے پہلے اندر داخل ہونے والے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے بلالؓ کو دروازے کے پیچھے کھڑا پایا اور ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے؟ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے یہ پوچھنا یاد نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنی رکعتیں پڑھی تھیں۔

[راجع: ۳۹۷]

تشیع

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ رسول کریم ﷺ نے اونٹنی پر اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی بٹھلا رکھا تھا۔ اونٹنی بھی ایک جانور ہے جب اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا ثابت ہوا تو گدھے کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو کئی جگہ لائے ہیں اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا ہے جیسا کہ اپنے اپنے مقام پر بیان ہوا ہے۔ یہی آپ کے مجتہد مطلق ہونے کی اہم دلیل ہے اور یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ ایک مجتہد مطلق کے لئے جن شرائط کا ہونا ضروری ہے وہ سب آپ کی ذات گرامی میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اللہ سارے مجتہدین کرام کو جزائے خیر دے جنہوں نے خدمت اسلام کے لئے اپنے آپ کو کلیۃً وقف کر دیا تھا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ حدیث میں لفظ حجة حاجب کی جمع ہے جو دربان کے لئے بولا

وَكَذَلِكَ يَرْوَى عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ
غُنَيْدٍ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ
ﷺ. وَتَابِعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ
عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ ﷺ

وَأَصْحَابُهُ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
الْقُرْآنَ.
صحابہ کے ساتھ دشمنوں کے علاقے میں سفر کیا، حالانکہ وہ سب حضرات قرآن مجید کے عالم تھے۔

اس سے حضرت امام بخاریؒ کی یہ غرض نہیں ہے کہ مصحف کا دشمن کے ملک میں لے جانا جائز ہے کیونکہ مصحف کی بات اور ہے اور حافظ قرآن کا دشمن کے ملک میں جانا تو کسی نے منع نہیں رکھا ہے۔ پس ایسا استدلال حضرت امام بخاریؒ کی شان سے بعید ہے۔ بلکہ غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ باب کی حدیث میں جو قرآن کو لیکر دشمن کے ملک میں سفر کرنے میں منع کیا ہے اس سے مراد مصحف ہے یعنی لکھا ہوا قرآن نہ وہ قرآن جو حافظوں کے سینے میں ہوتا ہے۔ (وحیدی)
آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کسی نہ کسی صورت میں قرآن مجید نہ پہنچ چکا ہو اور یہ قرآن مجید کے لئے فتح مبین ہے جو مفید تعالیٰ حاصل شدہ ہے۔

۲۹۹۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ يُسَافِرُ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ)).
ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالکؒ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے علاقے میں قرآن مجید لے کر جانے سے منع فرمایا تھا۔

دشمن کے علاقوں میں قرآن پاک لے کر جانے سے اس لئے روکا تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو، کیونکہ جنگ وغیرہ کے مواقع پر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی توہین کریں۔ بعض دشمنان اسلام کی طرف سے ایسے واقعات اب بھی ہوتے رہتے ہیں۔ کہ اگر قرآن مجید ان کے ہاتھ لگ جائے تو وہ بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، حالانکہ یہ حرکت اخلاق و شرافت سے ہست ہی بعید ہے۔ جس کتاب کو دنیا کے کروڑوں لوگ اپنی مذہبی مقدس کتاب مانتے ہیں، اس کی اس طور بے حرمتی کرنا گویا دنیا کے کروڑوں انسانوں کا دل دکھاتا ہے۔ ایسے گستاخ لوگ کسی نہ کسی شکل میں اپنی حرکتوں کی سزا بھگتتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیم یہ ہے کہ کسی بھی آسمانی مذہبی کتاب کا احترام ضروری ہے جو اس کی حد کے اندر ہی ہونا چاہئے بشرطیکہ وہ کتاب آسمانی کتاب ہو۔

باب جنگ کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا

۱۳۰۔ بَابُ التَّكْبِيرِ عِنْدَ الْحَرْبِ
۲۹۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((صَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبِيرٌ وَقَدْ خَرَجُوا بِالْمَسَاحِي عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا: مُحَمَّدٌ وَالْحَمِيسُ، مُحَمَّدٌ وَالْحَمِيسُ. مُحَمَّدٌ وَالْحَمِيسُ فَلَحَظُوا إِلَى الْحَصَنِ. فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ وَقَالَ:

ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ خیبر میں داخل تھے۔ اتنے میں وہاں کے رہنے والے (یہودی) پھاوڑے اپنی گردنوں پر لئے ہوئے نکلے۔ جب آنحضرت ﷺ کو (معدہ آپ کے لشکر کے) دیکھا تو چلا اٹھے کہ یہ محمد لشکر کے ساتھ (آگئے) محمد لشکر کے ساتھ، محمد لشکر کے ساتھ! (ﷺ) چنانچہ وہ سب بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ

اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبْتَ خَيْرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُتَذَرِّينَ. وَأَصَبْنَا حُمْرًا فَطَبَخْنَاهَا، فَنَادَى مُنَادِي النَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولُهُ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ. فَأَكْفَيْتَ الْقُدُورَ بِمَا فِيهَا)). تَابَعَهُ عَلِيُّ عَنْ سُفْيَانَ ((رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ)).

[راجع: ۳۷۱]

اٹھائے اور نعرہ تکبیر بلند فرمایا، ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ خیر تو تباہ ہو چکا۔ کہ جب کسی قوم کے آنگن میں ہم اتر آتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ اور انسؓ نے بیان کیا کہ ہم کو گدھے مل گئے، اور ہم نے انہیں ذبح کر کے پکانا شروع کر دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے منادی نے یہ پکارا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہیں گدھے کے گوشت سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ ہانڈیوں میں جو کچھ تھا سب الٹ دیا گیا۔ اس روایت کی متابعت علی نے سفیان سے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تھے۔

تشریح | رسول کریم ﷺ نے خیر میں داخل ہوتے وقت نعرہ تکبیر بلند فرمایا، اس سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ ہر مناسب موقع پر شوکت اسلام کے اظہار کے لئے نعرہ تکبیر بلند کرنا اسلامی شعار ہے۔ مگر صد افسوس کہ آج کل کے بیشتر نام نہاد مسلمانوں نے اس پاک نعرہ کی اہمیت گھٹانے کے لئے ”نعرہ رسالت یا رسول اللہ“۔ ”نعرہ غوفیہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ جیسے شرکیہ نعرے ایجاد کر کے شرک و بدعت کا ایسا دروازہ کھول دیا ہے جو تعلیمات اسلام کے سراسر برعکس ہے۔ اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ ایسے نعرے لگانا شرک کا ارتکاب کرتا ہے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اولیاء کی بھی نافرمانی ہوتی ہے۔ مگر مسلمان نماز مشرکوں نے ان کو محبت رسول ﷺ اور محبت اولیاء سے تعبیر کیا ہے جو سراسر شیطانی دھوکا اور ان کے نفس امارہ کا فریب ہے۔

باب بہت چلا کر تکبیر کہنا

منع ہے

(۲۹۹۲) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عاصم نے، ان سے ابو عثمان نے، ان سے ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم کسی وادی میں اترتے تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آواز بلند ہو جاتی اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب خدا کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور تم سے بہت قریب ہے۔ برکتوں والا ہے۔ اس کا نام اور اس کی عظمت بہت ہی بڑی ہے۔

۱۳۱- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَفْعِ

الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

۲۹۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَكُنَّا إِذَا أَشْرَقْنَا عَلَى وَادٍ هَلَلْنَا وَكَبَّرْنَا، ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، ارْتَبِعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَذَعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، تَبَارَكَ اسْمُهُ، وَتَعَالَى جَدُّهُ)).

[أطرافه في: ۴۲۰۵، ۶۳۸۴، ۶۴۰۹،

تشیب قطلانی نے طبری سے نقل کیا کہ اس حدیث سے ذکر باہر کی کراہیت ثابت ہوئی اور اکثر سلف صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ میں (مولانا وحید الزمان مرحوم) کہتا ہوں تحقیق اس باب میں یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرنا چاہئے جہاں جرأً حضرت شیخ سے منقول ہے وہاں جرأً کرتا ہوتا ہے۔ جیسے اذان میں اور بقی مقاموں میں آہستہ ذکر کرنا ہوتا ہے۔ بعضوں نے کہا اس حدیث میں جس جر سے آپؐ نے منع فرمایا وہ بہت زور کا جر ہے جس سے لوگ پریشان نہ ہو کر متوسلہ پانچواں بہت زور سے نعرے مارنا اور ضربیں لگانا جیسا کہ بعض درویشوں کا معمول ہے، سنت کے خلاف ہے اور حضرت شیخ کی پیروی ان پیروں کی پیروی پر مقدم ہے۔ (وحیدی)

مگر اسلامی شان و شوکت کے اظہار کے لئے جنگ جہاد وغیرہ مواقع پر نعرہ تکبیر بلند کرنا یہ امر دیگر ہے جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا۔ روایت میں اللہ کے ساتھ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر وقت تمہاری ہر بلند اور آہستہ آواز کو سنتا ہے اور تم کو ہر وقت وہ دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی ذات والامفات سے عرش عظیم پر مستوی ہے۔ مگر اپنے علم اور سمیع کے لحاظ سے ہر انسان کے ساتھ ہے۔

۱۳۲- بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ

باب کسی تشیب کی جگہ میں اترتے وقت

سبحان اللہ کہنا

وَأَدْبَا

(۲۹۹۳) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے حمید بن عبد الرحمن نے ان سے سالم بن ابی الجعد نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم (کسی بلندی پر) چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب (کسی تشیب میں) اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

۲۹۹۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كِبْرًا، وَإِذَا نَزَلْنَا

سَبْحًا)). [طرفہ بی : ۲۹۹۴]۔

کوئی بھی سفر ہو، راستے میں تشیب و فراز اکثر آتے ہی رہتے ہیں۔ لہذا اس ہدایت پاک کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہاں سفر جہاد کے لئے اس امر کا شروع ہونا مقصود ہے۔

باب جب بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر کہنا

(۲۹۹۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حمید بن سالم نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور تشیب میں اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

۱۳۳- بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا

۲۹۹۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كِبْرًا، وَإِذَا نَزَلْنَا

سَبْحًا)). [راجع : ۲۹۹۳]

(۲۹۹۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد العزیز بن ابی سلمہ نے بیان کیا، ان سے صالح بن کيسان نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

۲۹۹۵- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ

کہ جب نبی کریم ﷺ حج یا عمرہ سے واپس ہوتے جہاں تک میں سمجھتا ہوں یوں کہا جب آپ جہاد سے لوٹتے تو جب بھی آپ کسی بلندی پر چڑھتے یا (ثیب سے) کنکر لیے میدان میں آتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ پھر فرماتے 'اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اس کا ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے۔ ہم واپس ہو رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، عبادت کرتے ہوئے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے اور اس کی حمد پڑھتے ہوئے' اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمنا (کفار کی) تمام جماعتوں کو شکست دے دی۔ صالح نے کہا کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے پوچھا کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لفظ آئینوں کے بعد ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو انہوں نے بتایا کہ نہیں۔

اللہ بنِ عُمَرَ رَضِيَ اللہ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ - وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: الْغَزْوُ - يَقُولُ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى نَيْبَةٍ أَوْ فَذْلَةٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللہُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)). آيُونَ، تَابُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللہُ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدُهُ، وَهَزَمَ الْأَخْزَابَ وَحْدَهُ)). قَالَ صَالِحٌ: فَقُلْتُ لَهُ أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللہِ، إِنْ شَاءَ اللہُ؟ قَالَ: لَا)).

[راجعہ: ۱۷۹۷]

رسول کریم ﷺ نے حمد مذکورہ میں صدق اللہ وعدہ الخ کے الفاظ غزوہ خندق کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے 'اور حجۃ الوداع سے واپسی پر بھی جب کہ اسلام کو فتح کامل ہو چکی تھی اب بھی ان پاک ایام کی یاد تازہ کرنے کے لئے ان جملہ کلمات طیبات کو ایسے مبارک مواقع پر پڑھا جا سکتا ہے۔ لفظ مبارک ان شاء اللہ کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے نہ کہ ماضی کے اسی لئے اس موقع پر جو ماضی سے متعلق تھا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لفظ ان شاء اللہ نہیں کہا۔

باب مسافر کو اس عبادت کا جو وہ گھر میں رہ کر کیا کرتا تھا ثواب ملنا (گو وہ سفر میں نہ کر سکے)

(۲۹۹۶) ہم سے مطربن فضل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عوام بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم ابو اسماعیل سلکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا، وہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک سفر میں ساتھ تھے اور یزید سفر کی حالت میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ ابو بردہ نے کہا کہ میں نے (اپنے والد) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بار بار سنا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہو تا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے بن تمام عبادات کا ثواب لکھا جاتا ہے جنہیں اقامت یا صحت کے وقت یہ

۱۳۴- بَابُ يُكْتَبُ لِلْمَسَافِرِ مَا

كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

۲۹۹۶- حَدَّثَنَا مَطْرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السُّكْسُكِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي كَبِشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيدُ يَصُومُ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مِرَارًا يَقُولُ: ((قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: إِذَا مَرَضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ

مُفِيمًا صَحِيحًا))۔

کیا کرتا تھا۔

تشیع باب میں مسافر سے سفر جہاد کا مسافر مراد ہے۔ اس کے بعد ہر نیک سفر کا مسافر جس سے مجبوری کی وجہ سے ہمت سے نوافل، ورد، وظائف، نماز تہجد وغیرہ ترک ہو جاتی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ایسے مسافر کے لئے ان جملہ اعمال صالحہ نافذ کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جو وہ حالت حضر میں کرتا رہتا تھا اور اب حالت سفر میں وہ عمل ار سے ترک ہو گئے۔ مسلمان مریض کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ اللہ کا محض فضل ہے کہ سفر و حضر ہر جگہ مجھ ناچیز کا عمل تسوید بخاری شریف جاری رہتا ہے۔ جسے میں نقلی عبادت کی جگہ ادا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ قبول کرے اور خلوص عطا کرے آمین۔

باب اکیلے سفر کرنا

۱۳۵- بَابُ السَّيْرِ وَخَذَةُ

(۲۹۹۷) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا کہ ہم سے محمد بن مکہر نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ بن مسعود سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک کام کیلئے) غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کو پکارا، تو زبیر بن عوف نے اس کیلئے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ پھر آپ نے صحابہ کو پکارا، اور اس مرتبہ بھی زبیر نے اپنے کو پیش کیا، آپ نے پھر پکارا اور پھر زبیر نے اپنے کو پیش کیا، رسول اللہ ﷺ نے آخر فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ سفیان نے کہا کہ حواری کے معنی معاون مددگار کے ہیں (یا وفادار محرم راز کو حواری کہا گیا ہے)

۲۹۹۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُكَدَّرِ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: نَذَبَ النَّبِيُّ ﷺ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَذَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ، ثُمَّ نَذَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرِ)). قَالَ سَفْيَانُ: الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ.

[راجع: ۲۸۴۶]

تشیع بعضوں نے کہا حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو حواری اس وجہ سے کہتے کہ وہ سفید پوشاک پہنتے تھے۔ قادیان نے کہا حواری وہ جو خلافت کے لائق ہو یا وزیر یا تدبیر ہو۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاری نے باب کا مطلب اس طرح ثابت کیا کہ حضرت زبیر اکیلے کافروں کی خبر لانے گئے۔ یہ جنگ خندق سے متعلق ہے جسے جنگ احزاب بھی کہا گیا ہے۔ سورہ احزاب میں اس کی کچھ تفصیلات مذکور ہیں اور کتاب المغازی میں ذکر آئے گا۔

(۲۹۹۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ (دوسری سند) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جتنا میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو بھی اکیلے سفر (کی برائیوں) کے متعلق اتنا علم ہو تا تو کوئی سوار رات میں اکیلا سفر نہ کرتا۔

۲۹۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَغْلَمَ مَا سَارَ رَاكِبٌ بَلِيلٍ وَاحِدٍ.

اکثر علماء نے اکیلے سفر کرنے کو مکروہ رکھا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اکیلا مسافر شیطان ہے، اور دو دو شیطان ہیں اور تین جماعت ہیں۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب کے لائن سے یہ ہے کہ ضرورت کے وقت جیسے جاسوسی وغیرہ کے لئے اکیلے سفر کرنا درست ہے۔ بعضوں نے کہا اگر راہ میں کچھ ڈر نہ ہو تو اکیلے سفر کرنے میں کوئی قحاح نہیں اور ممانعت کی حدیث اس پر محمول ہے جب ڈر ہو۔ (وحیدی) آج کل ریل موٹر ہوائی جہاز کے سفر بھی اگر بصورت جماعت ہی کئے جائیں تو اس کے بہت سے فوائد ہیں جو تنہائی کی حالت میں نہیں ہیں۔ سفر میں اکیلے ہونا فی الواقع بے حد تکلیف کا موجب ہے خواہ وہ سفر ریل، موٹر، ہوائی جہاز کا بھی کیوں نہ ہو۔

باب سفر میں تیز چلنا

ابو حمید نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں مدینہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں، اس لئے اگر کوئی شخص میرے ساتھ جلدی چلنا چاہے تو چلے۔

مقصد باب یہ ہے کہ کسی خاص ضرورت کے تحت سفر جماد یا سفر حج یا عام سفر میں ساتھیوں سے کہہ کر تیزی کے ساتھ سفر کرنا اور ساتھیوں سے آگے چلنا معیوب نہیں ہے۔

(۲۹۹۹) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کے حجۃ الوداع کے سفر کی رفتار کے متعلق پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کس کس چال پر چلتے، یحییٰ نے کہا عروہ نے یہ بھی کہا تھا (کہ میں سن رہا تھا) لیکن میں اس کا کہنا بھول گیا۔ غرض اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ذرا تیز چلتے جب فراخ جگہ پاتے تو سواری کو دوڑا دیتے۔ نص اونٹ کی چال جو عنق سے تیز ہوتی ہے۔

۱۳۶ - بَابُ السَّرْعَةِ فِي السَّيْرِ

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((إِنِّي مُعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ)).

۲۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَسْمَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - كَانَ يَحْيَى يَقُولُ: وَأَنَا أَسْمَعُ، فَسَقَطَ عَنِّي - عَنْ مَسِيرِ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ: فَكَانَ يَسِيرُ الْعُنُقِ. فَإِذَا وَجَدَ فَحُجَّةَ نَصٍّ. وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعُنُقِ)).

[راجع: ۱۶۶۶]

والعنق السير السهل والفرجة بين الشينين والنص السير الشديد (کرمانی)

(۳۰۰۰) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن جعفر نے خبر دی، کہا کہ مجھے زید بن اسلم نے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا، اتنے میں ان کو صفیہ بنت ابی عبیدہ (ان کی بیوی) کے متعلق سخت بیماری کی خبر ملی۔ چنانچہ آپ نے تیز چلنا شروع کر دیا اور جب (سورج غروب ہونے کے بعد) شفق ڈوب گئی تو آپ سواری سے اترے اور مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی، پھر کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ تیزی کے ساتھ سفر

۳۰۰۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي زَيْدٌ - هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ - عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ، فَلَبِغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةً وَجَعَ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا

کرنا چاہتے تو مغرب میں تاخیر کر کے دونوں نمازیں (مغرب اور عشاء) ایک ساتھ ادا فرماتے۔

وَالْأَبْنَى رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ آخِرَ الْمَغْرِبِ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا)).

[راجع: ۱۰۹۱]

(۳۰۰۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو بکر کے مولیٰ سی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سفر کیا ہے گویا عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، آدمی کی نیند، کھانے پینے سب میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے جب مسافر اپنا کام پورا کر لے تو اسے جلدی گھر واپس آ جانا چاہئے۔

۳۰۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ، يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ)). [راجع: ۱۸۰۴]

احادیث بالا میں آداب سفر بتلایا جا رہا ہے جن میں سفر جہاد میں بھی داخل ہے۔ واپسی کا معاملہ حالات پر موقوف ہے۔ بہر حال فراغت کے بعد گھر جلد واپس ہونا آداب سفر میں سے ہے۔ گذشتہ حدیث میں اگرچہ مغرب و عشاء کی نماز کو ملا کر پڑھنے سے جمع تاخیر میراد ہے۔ مگر دوسری روایت کی بناء پر جمع تقدیم بھی جائز ہے۔

باب اگر اللہ کی راہ میں سواری کے لئے گھوڑا دے پھر اس کو بکتا پائے؟

۱۳۷ - بَابُ إِذَا حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فَرَأَاهَا تَبَاغُ

(۳۰۰۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کے راستے میں سواری کے لئے دے دیا تھا، پھر انہوں نے دیکھا کہ وہی گھوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ انہوں نے چاہا کہ اسے خرید لیں۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اب تم اسے نہ خریدو، اور اپنے صدقہ کو واپس نہ پھیرو۔

۳۰۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَوَجَدَهُ يَبَاغُ، فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَاغَهُ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ)). [راجع: ۱۴۸۹]

ایسی چیز جو بطور صدقہ خیرات کسی کو دے دی جائے اس کا واپس قیمت دے کر بھی لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔

(۳۰۰۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ میں نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا سواری کیلئے دیا، اور جسے دیا تھا وہ اسے

۳۰۰۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ،

بیچنے لگا۔ یا (آپ نے یہ فرمایا تھا کہ) اس نے اسے بالکل کمزور کر دیا تھا۔ اسلئے میرا ارادہ ہوا کہ میں اسے واپس خرید لوں، مجھے یہ خیال تھا کہ وہ شخص سستے داموں پر اسے بیچ دے گا۔ میں نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے جب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھوڑا تمہیں ایک درہم میں مل جائے پھر بھی اسے نہ خریدنا۔ کیونکہ اپنے ہی صدقہ کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے خود ہی چاٹتا ہے۔

فَاتْبَاعَهُ - أَوْ فَاصَاعَهُ - الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ،
فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَاتِعُهُ
بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ((لَا
تَشْتَرِهِ وَإِنْ بَدَرْتَهُمْ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي هَيْبِهِ
كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْبِهِ)).

[راجع: ۱۴۹۰]

باب ماں باپ کی اجازت لے کر جہاد میں جانا

۱۳۸- بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْآبَوَيْنِ

ماں باپ کی اطاعت اور ان سے سلوک کرنا فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ اس لئے جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ اگر ماں باپ مسلمان ہوں اور وہ جہاد کی اجازت نہ دیں تو جہاد میں جانا حرام ہے۔ اگر جہاد فرض عین ہو جائے تب ماں باپ کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور دادا، دادی، نانا، نانی کا بھی حکم ماں باپ کا ہے۔ (وحیدی) قال جمهور العلماء وبحرم الجهاد اذا منع الابوان او احدهما بشرط ان يكونا مسلمين لان برهما فرض عين عليه والجهاد فرض كفاية فاذا تعين الجهاد فلا اذن (فتح)

(۳۰۰۴) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے کہا، ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو العباس شاعر سے سنا، ابو العباس (شاعر ہونے کے ساتھ) روایت حدیث میں بھی ثقہ اور قابل اعتماد تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا، کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو۔ (یعنی ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرو)

۳۰۰۴- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا قَالَ شُعْبَةُ
قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ:
سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ - وَكَانَ لَا
يُتُّهُمْ فِي حَدِيثِهِ - قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ فِي الْجِهَادِ
فَقَالَ: ((أَحْيِ وَالِدَاكَ؟)) قَالَ: نَعَمْ. قَالَ:
((فَفِيهِمَا فُجَاهِدْ)).

[طرفہ فی: ۵۹۷۲]

یعنی ان کی زمت بجالانا یہی تیرا جہاد ہے۔ اسی سے امام بخاری نے باب کا مطلب نکالا کہ ماں باپ کی رضامندی جہاد میں جانے کے واسطے لینا ضروری ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کی خدمت جہاد پر مقدم رکھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت اویس قرنیؓ کی والدہ ضعیفہ زندہ تھیں، اور یہ ان کی خدمت میں معروف تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر نہ ہو سکے اور صحابیت کے شرف سے محروم رہ گئے۔ (وحیدی)

باب اونٹوں کی گردن میں گھنٹی وغیرہ جس سے آواز نکلے

۱۳۹- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْجَرَسِ

لُكَاثًا كَيْسَا هِيَ؟

وَنَحْوِهِ فِي أَغْنَاكِ الْإِبِلِ

(۳۰۰۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے امام

۳۰۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

مالکؒ نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن ابی بکرؓ نے، انہیں عباد بن تمیم نے اور انہیں ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہ وہ ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ عبداللہ (بن ابی بکر بن حزم راوی حدیث) نے کہا کہ میرا خیال ہے ابو بشیر نے کہا کہ لوگ اپنی خواب گاہوں میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک قاصد (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ جس شخص کے اونٹ کی گردن میں تانت کا گنڈا ہو یا یوں فرمایا کہ جو گنڈا (ہار) ہو وہ اسے کاٹ ڈالے۔

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَسُولًا: ((أَنْ لَا تَبْقَيْنَ فِي رَقَبَةٍ بَعِيرٍ فَلَادَةً مِنْ وَتَرٍ أَوْ فَلَادَةً إِلَّا قُطِعَتْ)).

معلوم ہوا کہ کسی جانور کے گلے میں محض زینت اور قفاخر کے لئے تھنی یا کوئی اور باجے کی قسم کا لٹکانا منع ہے۔ قال ابن الجوزی وفي المراد بالانوار ثلاثة اقوال احدهم انهم كانوا يقلدون الابل وانوار القيسي لنلا يصيبها العين بزعمهم فامروا بقطعها اعلاما بان الانوار لا ترد من امر الله شيئا يعني پہلا قول یہ کہ جملائے عرب اونٹوں کے گلوں میں کوئی تانت بطور تعویذ لٹکا دیتے تاکہ ان کو نظر بد نہ لگے۔ پس ان کے کاٹ پھینکنے کا حکم دیا گیا، تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کے حکم کو یہ لوٹا نہیں سکتی۔ دوسرا قول یہ کہ ایسے تانت وغیرہ جانوروں کے گلوں میں لٹکانے اس خوف سے منع کئے گئے کہ ممکن ہے وہ ان کے گلے میں تنگ ہو کر ان کا گلا گھونٹ دیں یا کسی درخت سے الجھ کر تکلیف کا باعث بن جائیں اور جانوروں کو ایذا پہنچے۔ تیسرا قول یہ کہ وہ گھنے لٹکاتے حلالکے بجتے والے گھنٹوں کی جگہ میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ حضرت امام بخاریؒ نے دار قطنی کی روایت کردہ اس حدیث پر اشارہ کیا ہے۔ جس میں صاف یوں ہے لا تبقين فلادۃ من وترو لا جرم فی عنق بعير الا قطع یعنی کسی بھی جانور کے گلے میں کوئی تانت ہو یا گھنٹہ وہ ہلکی نہ رکھے جائیں (فتح الباری)

باب ایک شخص اپنا نام مجاہدین میں لکھوا دے

پھر اس کی عورت حج کو جانے لگے یا اور کوئی عذر پیش آئے تو اس کو اجازت دی جاسکتی ہے (کہ جہاد میں نہ جائے)

(۳۰۰۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو معبد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ تمنائی میں نہ بیٹھے اور کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم نہ ہو۔ اتنے میں ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے فلاں جہاد میں اپنا نام لکھوا دیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کے لئے جا رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر تو بھی جا

۱۴۰ - بَابُ مَنْ اُكْتُبَ فِي جَيْشٍ

فَخَرَجَتْ امْرَأَتُهُ حَاجَةً وَكَانَ لَهُ غُذْرٌ هَلْ يُؤْذَنُ لَهُ؟

۳۰۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرُونَ امْرَأَةً إِلَّا وَمَعَهَا مُحْرَمٌ)). فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اكْتُبْتُ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتْ امْرَأَتِي حَاجَةً قَالَ ((اذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ)).

[راجعہ: ۱۸۶۲]

اور اپنی بیوی کو حج کرا لا۔

کیونکہ اس کی عورت کے ساتھ دوسرا مرد نہیں جاسکتا اور جہاد میں اس کے بدل دوسرا شخص شریک ہو سکتا ہے تو آپ نے ضروری کام کو غیر ضروری پر مقدم رکھا۔ عورت اپنی شخصیت میں ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے مال سے خود حج پر جا سکتی ہے۔ مگر خاوند کا ساتھ ہونا یا اس کی طرف سے کسی ذی محرم کا ساتھ بھیج دینا ضروری ہے۔

باب جاسوسی کا بیان

۱۴۱- بَابُ الْجَاسُوسِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿لَا تَتَّخِذُوا غَدَوِيَّ وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ [المتحنة ۱] التَّجَسُّسُ: التَّبَحُّثُ.

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ ممتحنہ میں فرمایا کہ ”مسلمانو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“ لفظ جاسوس تجسس سے نکلا ہے یعنی کسی بات کو کھود کر نکالنا۔

یعنی کافروں کے لیے جاسوسی کرنا منع ہے جیسے طالب نے کی تھی کہ مشرکوں کو مسلمانوں کے آنے کی خبر دے دی، البتہ مسلمانوں کی طرف سے جاسوسی درست ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ اور جنگ کا کام بغیر جاسوسی کے چل ہی نہیں سکتا۔ سورہ ممتحنہ کی آیت منقولہ سے حضرت امام بخاری نے کافروں کی طرف سے جاسوسی کی ممانعت نکالی، کیونکہ جاسوس جن کا جاسوس ہوتا ہے ان کا دوست ہوتا ہے اور ان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ (وحیدی)

۳۰۰۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ: أَخْبَرَنِي حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرُ وَالْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَقَالَ: ((انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا طَعْنَةً وَمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا)). فَانْطَلَقْنَا تُعَادَى بَنِي خَيْلِنَا، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى الرُّوْضَةِ، فَإِذَا نَحْنُ بِالطَّعْنَةِ، فَقُلْنَا: أَخْرِجِي الْكِتَابَ. فَقَالَتْ: مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْنَا: لَنُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ، أَوْ لَنُلْقِيَنَّ النَّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَإِذَا فِيهِ: مِنْ

(۳۰۰۷) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، سفیان نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے دو مرتبہ سنی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے حسن بن محمد نے خبر دی، کہا کہ مجھے عبید اللہ بن ابی رافع نے خبر دی، کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہم) کو ایک مہم پر بھیجا اور آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگ روضہ خاخ (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پر پہنچ جاؤ تو وہاں ایک بڑھیا عورت تمہیں اونٹ پر سوار ملے گی اور اس کے پاس ایک خط ہو گا، تم لوگ اس سے وہ خط لے لینا۔ ہم روانہ ہوئے اور ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی کے ساتھ لئے جا رہے تھے۔ آخر ہم روضہ خاخ پر پہنچ گئے اور وہاں واقعی ایک بوڑھی عورت موجود تھی جو اونٹ پر سوار تھی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ لیکن جب ہم نے اسے دھمکی دی کہ اگر تو نے خط نہ نکالا تو تمہارے کپڑے ہم خود اتار دیں گے۔ اس پر اس نے اپنی

گندھی ہوئی چوٹی کے اندر سے خط نکال کر دیا، اور ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، اس کا مضمون یہ تھا، 'حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند آدمیوں کی خبر طرف، اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعض بھیدوں کی خبر دی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا واقعہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے بارے میں غلت سے کام نہ لیجئے۔ میری حیثیت (مکہ میں) یہ تھی کہ قریش کے ساتھ میں نے رہنا سہنا اختیار کر لیا تھا، ان سے رشتہ ناتہ میرا کچھ بھی نہ تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں ان کی تو مکہ میں سب کی رشتہ داری ہے اور مکہ والے اسی وجہ سے ان کے عزیزوں کی اور ان کے مالوں کی حفاظت و حمایت کریں گے مگر مکہ والوں کے ساتھ میرا کوئی نسب تعلق نہیں ہے، اس لئے میں نے سوچا کہ ان پر کوئی احسان کر دوں جس سے اثر لے کر وہ میرے بھی عزیزوں کی مکہ میں حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام کفر یا ارتداد کی وجہ سے ہرگز نہیں کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے خوش ہو کر۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اجازت دیجئے میں اس منافق کا سراڑا دوں، آپؐ نے فرمایا، 'نہیں یہ بدر کی لڑائی میں (مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑے ہیں اور تمہیں معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ مجاہدین بدر کے احوال (موت تک کے) پہلے ہی سے جانتا تھا، اور وہ خود ہی فرما چکا ہے کہ "تم جو چاہو کرو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں"۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ حدیث کی یہ سند بھی کتنی عمدہ ہے۔

حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أَنَسٍ مِنَ الْمَشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يَا حَاطِبُ مَا هَذَا؟)) قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ أَمْرًا مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مِنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَخْبَيْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ إِلَيْهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ. يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي، وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكَفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَقَدْ صَدَقْتُكُمْ)). فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، دَغِيْبِي أَضْرِبُ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. قَالَ: ((إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَذْرًا، وَمَا يُذْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَكُونَ قَدْ الطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَذْرِ. فَقَالَ: اْعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ)). قَالَ سُفْيَانُ: وَأَيُّ إِسْنَادٍ هَذَا.

[أطرافه في: ٣٠٨١، ٣٩٨٣، ٤٢٧٤]

[٤٨٩٠، ٦٢٩٠، ٦٩٣٩].

تشریح مضمون خط کا یہ تھا "اما بعد! قریش کے لوگو! تم کو معلوم رہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جبار لشکر لئے ہوئے تمہارے سر پر آتے ہیں۔ اگر آپ اکیلے آئیں تو بھی اللہ آپ کی مدد کرے گا اور اپنا وعدہ پورا کرے گا، اب تم اپنا بچاؤ کر لو، والسلام"۔

حضرت عمرؓ نے قانون شرعی اور قانون سیاست کے مطابق رائے دی کہ جو کوئی اپنی قوم یا سلطنت کی خبر دشمنوں کو پہنچائے وہ سزائے موت کے قائل ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطبؓ کی نیت میں کوئی فتور نہیں دیکھا اور یہ بھی کہ وہ بدری صحابہ میں سے تھے جن کی جزوی لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی معاف کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی اس سیاسی غلطی کو آنحضرت ﷺ نے نظر انداز

فرمادیا اور حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ذمہ دار لوگوں کے بعض انفرادی یا اجتماعی معاملات ایسے بھی آ جاتے ہیں کہ ان میں سخت ترین غلطیوں کو بھی نظر انداز کر دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ فتویٰ دینے سے قبل معاملے کے ہر ہر پہلو پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جو لوگ بغیر غور و فکر کے سرسری طور پر فتویٰ دے دیتے ہیں بعض دفعہ ان کے ایسے فتوے بہت سے فسادات کے اسباب بن جاتے ہیں۔ خاں مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں کا نام تھا۔ اس حدیث سے اہل بدر کی بھی فضیلت ثابت ہوئی کہ اللہ پاک نے ان کی جملہ لغزشوں کو معاف فرمادیا ہے۔

۱۴۲- بَابُ الْكِسْفَةِ لِلْأَسَارَى

باب قیدیوں کو کپڑے پہنانا

۳۰۰۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمْعٍ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ أَمَرَ بِأَسَارَى وَأَمَرَ بِالْعَبَاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَهُ قَمِيصًا، فَوَجَدُوا قَمِيصَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَقْدِرَ عَلَيْهِ، فَكَسَاهُ النَّبِيُّ ﷺ إِيَّاهُ، فَلِذَلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ ﷺ قَمِيصَهُ الَّذِي أَلْبَسَهُ)). قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: كَانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَدٌ، فَأَحَبَّ أَنْ يُكَافِيَهُ.

(۳۰۰۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ بدر کی لڑائی سے قیدی (مشرکین مکہ) لائے گئے۔ جن میں حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے قمیص تلاش کروائی۔ (وہ لمبے قد کے تھے) اس لئے عبد اللہ بن ابی منافق کی قمیص ہی ان کے بدن پر آسکی اور آنحضرت ﷺ نے انہیں وہ قمیص پہنا دی۔ نبی کریم ﷺ نے (عبد اللہ بن ابی کی موت کے بعد) اپنی قمیص اتار کر اسے پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ پر جو اس کا احسان تھا، آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ اسے ادا کر دیں۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قمیص پہنائی جو کہ حالت کفر میں آپ کی قید میں تھے۔ اسی سے باب کا مقصد ثابت ہوا کہ قیدی کو نگار رکھنے کی بجائے اسے مناسب کپڑے پہنانے ضروری ہیں۔ قیدیوں کے ساتھ ہر اخلاقی اور انسانی برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ باب کا یہی ارشاد ہے۔ عبد اللہ بن ابی منافق کے حالات تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں، یہ بھی ثابت ہوا کہ احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

۱۴۳- بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ عَلَى

باب اس شخص کی فضیلت جس کے ہاتھ پر کوئی شخص

يَدَيْهِ رَجُلٌ

اسلام لائے

جس کی تبلیغی کوششوں سے کوئی انسان نیک راستے پر لگ جائے یا اسلام قبول کر لے، اس کی نیکی کا کیا ٹھکانا ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

۳۰۰۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَهْلٌ رَضِيَ اللَّهُ

(۳۰۰۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد اللہ بن عبد القاری نے بیان کیا، ان سے ابو حازم مسلمہ ابن دینار نے بیان کیا، انہیں سہل بن سعد انصاریؓ نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا، کل میں ایسے

شخص کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اسلامی فتح حاصل ہوگی، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی محبت رکھتے ہیں۔ رات بھر سب صحابہ کے ذہن میں یہی خیال رہا کہ دیکھئے کہ کسے جھنڈا ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص امیدوار تھا، لیکن آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہو گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا مبارک تھوک ان کی آنکھوں میں لگا دیا۔ اور اس سے انہیں صحت ہو گئی، کسی قسم کی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ پھر آپ نے انہیں کو جھنڈا عطا فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک نہ لڑوں جب تک یہ ہمارے ہی جیسے یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ یوں ہی چلا جا۔ جب ان کی سرحد میں اترے تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ (اسلام کے ناطے) ان پر کون کون سے کام ضروری ہیں۔ خدا کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ اللہ ایک شخص کو بھی مسلمان کر دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

عَنْ يَغْيِي بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ: ((لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ)). فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَنَّهُمْ يُعْطَى، فَعَدَّوْا كُلَّهُمْ يَرْجُوهُ، فَقَالَ: ((أَيْنَ عَلِيٍّ؟)) فَقِيلَ: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ قَبْرًا كَأَن لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ، فَقَالَ: أَفَأَتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا، فَقَالَ: ((انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ، فَوَ اللَّهُ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ)).

[راجع : ۲۹۴۲]

تشریح آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ لڑائی سے قبل دشمنوں کو اسلام کی تبلیغ کریں، ان کو راہ ہدایت پیش کریں اور جہاں تک ممکن ہو لڑائی کی نوبت نہ آنے دیں۔ لڑائی مدافعت کے لئے آخری تدبیر ہے۔ بغیر لڑائی ہی اگر کوئی دشمن صلح جو ہو جائے یا اسلام ہی قبول کر لے تو یہ نیکی عند اللہ بہت ہی زیادہ قیمت رکھتی ہے۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ اللہ نے جنگ خیر کی فتح ان کے ہاتھ پر مقدر رکھی تھی۔

ترجمہ باب حدیث کے الفاظ خیر لک من ان یکون لک حمر النعم سے نکلتا ہے۔ سبحان اللہ! کسی شخص کو راہ پر لانا اور کفر سے ایمان پر لگا دینا کتنا بڑا اجر رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وعظ اور تعلیم اور تلقین میں کوشش بلیغ کرتے رہیں۔ کیونکہ یہ پیغمبروں کی میراث ہے اور چپ ہو کر بیٹھ رہنا اور زبان اور قلم کو روک لینا عالموں کے لئے غضب کی بات ہے۔ ہمارے زمانہ کے مولوی اور مشائخ جو گھروں میں آرام سے بیٹھ کر چرب لقموں پر ہاتھ مارتے ہیں اور خلاف شرع کام دیکھ کر سکوت کرتے ہیں اور جاہلوں کو نصیحت نہیں کرتے، امراء اور دنیا داروں کی خوشامد میں غرق ہیں۔ یہ پیغمبر ﷺ کے سامنے قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم و فضل کی دولت عطا فرمائی اس کا شکریہ یہی ہے کہ وعظ و نصیحت میں سرگرم رہیں اور تلقین کو اپنا وظیفہ بنالیں۔ دہمات کے مسلمانوں کو جو دینی مسائل اور اعتقادات سے ناواقف ہیں، ان کو واقف کرائیں اور ہر جگہ دعوت اسلام پہنچائیں۔ افسوس ہے کہ نصاریٰ تو اپنا باطل خیال یعنی تثلیث پھیلانے کے لئے ہر گاؤں ہر بستی اور راستے اور مجمع میں وعظ کتے پھریں اور مسلمان سچے اعتقاد یعنی توحید پر ہو کر زبان بند رکھیں اور سچا دین پھیلانے میں کوئی کوشش نہ کریں۔ اگر سچے دین کے پھیلانے میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کو عین سعادت اور برکت اور کامیابی سمجھنا چاہئے۔ دیکھو ہمارے پیغمبر ﷺ نے دعوت اسلام میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ زخمی

ہوئے سر پھوٹے، دانت ٹوٹا، گالیاں کھائیں، یا اللہ! تیری راہ میں اگر ہم کو گالیاں پڑیں تو وہ عمدہ اور شیریں لقموں سے زیادہ ہم کو لذیذ ہیں۔ اور تیرا سچا دین پھیلانے میں اگر ہم مارے جائیں یا پیٹے جائیں تو وہ ان دنیا دار بادشاہوں کی خلعت اور سرفرازی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یا اللہ! مسلمانوں کی آنکھ کھول دے کہ وہ بھی اپنے پیارے پیغمبر کا دین پھیلانے میں ہمہ تن کوشش شروع کریں، گاؤں گاؤں وعظ کتے پھریں۔ دین کی کتابیں اور رسالے چھپوا چھپوا کر مفت تقسیم کریں، آمین یا رب العالمین۔ (وحیدی)

الحمد للہ اس تبلیغی دورہ بھوج کچھ میں جو حال ہی میں یہاں کے ۲۵ دیہات میں کیا گیا، بخاری شریف مترجم اردو کے تین سو سے زائد پارے اور نماز کی کتابیں دو سو اور کئی متفرق تبلیغی رسائل دو سو سے بھی زائد تعداد میں بطور تحائف و تبلیغ تقسیم کئے گئے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ اور جملہ حصہ لینے والے حضرات کو اس کی بہتر سے بہتر جزائیں عطا کرے۔ کتابی تبلیغ آج کے دور میں ایک ٹھوس تبلیغ ہے جس کے نتائج بہت دور رس ہو سکتے ہیں واللہ التوفیق۔

باب قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا

۱۴۴ - بَابُ الْأَسَارَى فِي السَّلَاسِلِ

(۳۰۱۰) ہم سے محمد بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے ابو ہریرہؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایسے لوگوں پر اللہ کو تعجب ہو گا، جو جنت میں داخل ہوں گے حالانکہ دنیا میں اپنے کفر کی وجہ سے وہ بیڑیوں میں تھے۔

۳۰۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((عَجَبَ اللَّهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ)).

لیکن بعد میں اسلام لائے اور فوراً ہی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے۔

یعنی اللہ نے ان لوگوں پر تعجب کیا جو بہشت میں داخل ہوں گے اور دنیا میں زنجیریں پہنتے تھے یعنی پہلے لڑائی میں قید ہو کر پابہ زنجیر آئے پھر خوشی سے مسلمان ہو گئے اور بہشت پائی۔ اس حدیث سے حضرت امام بخاریؒ نے قیدیوں کے لئے زنجیروں کا پہننا ثابت فرمایا۔ اِی الذین اسروا فی الحرب وجاء بهم المسلمون بالسلاسل فاسلموا او انهم المسلمون الذین اساروا فی ایدی الکفار مسللین فیموتون او یقتلون علی هذه الحالة فیحشرون علیها ویدخلون الجنة کذا فی الخیر الجاری، عبارت بڑا کا خلاصہ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

باب یہودیوں یا نصاریٰ مسلمان ہو جائیں

۱۴۵ - بَابُ فَضْلِ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

توان کے ثواب کا بیان

أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

(۳۰۱۱) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے صالح بن حی ابو حسن نے بیان کیا، کہا کہ میں نے شعبی سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے ابو بردہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد (ابو موسیٰ اشعریؓ) سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دو گنا ثواب ملتا ہے۔ اول وہ شخص جس کی کوئی لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس میں اچھے

۳۰۱۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَمٍّ أَبُو حَسَنٍ قَالَ: سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ: الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحَسِّنُ تَعْلِيمَهَا، وَيُؤَدِّبُهَا

فَيُخْسِنُ أَدَبَهَا، ثُمَّ يُغْفِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ. وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِي كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ، فَلَهُ أَجْرَانِ. وَالْعَبْدُ الَّذِي يُؤْذِي حَقَّ اللَّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ (لَهُ). ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ: وَأَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِي أَهْوَنِ مَنَازِلِهَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

[راجع: ۹۷]

طریقے سے کام لے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دہرا اجر ملے گا۔ دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے (اپنے نبی پر) ایمان لایا تھا، پھر نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔ اس کے بعد شعبی (راوی حدیث) نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ حدیث بلا کسی محنت و مشقت کے دے دی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اس سے بھی کم حدیث کے لئے مدینہ منورہ تک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ جنگ سے قبل یہود و نصاریٰ کو اسلام کی دعوت دی جائے اور ان کو یہ بشارت بھی پیش کی جائے کہ وہ اسلام قبول کر لیں گے تو ان کو دو گنا ثواب ملے گا۔ یعنی پہلے نبی پر ایمان لانا اور پھر اسلام قبول کر لینا، یہ دو گنے ثواب کا موجب ہو گا۔ ہر صورت لازمی نہ ہو تو بہتر ہے۔

۱۴۶- بَابُ أَهْلِ الدَّارِ يَبْتَغُونَ،

فِيَصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

﴿يَبْتَغُونَ﴾ [الأعراف: ۴، ۹۷، يونس:

۵]: ﴿لَيَلًا﴾. ﴿لَيْسَتْ لَهُ﴾ [النمل: ۴۹]: ﴿لَيَلًا﴾

﴿يَبْتَغُونَ﴾ [النساء: ۸۱]: ﴿لَيَلًا﴾.

باب اگر (لڑنے والے) کافروں پر رات کو چھاپہ ماریں اور بغیر ارادہ کے عورتیں، بچے بھی زخمی ہو جائیں تو پھر کچھ قباحت نہیں ہے قرآن مجید کی سورۃ اعراف میں لفظ بیانا اور سورۃ نمل میں لفظ لیسنتہ اور سورۃ نساء میں لفظ بیبت آیا ہے۔ ان سب لفظوں کا وہی مادہ ہے جو بیبتوں کا ہے۔ مراد سب سے رات کا وقت ہے۔

بیبتوں باب کی حدیث میں ہے، حضرت امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ جب کوئی لفظ ایسا حدیث میں آتا ہے جس کے مشتقات یا مواد قرآن مجید میں بھی ہوں تو قرآن شریف کے لفظوں کی بھی تفسیر کر دیتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہے کہ جو آدمی صحیح بخاریؒ سمجھ کر پڑھے وہ قرآن کے الفاظ بھی بخوبی سمجھ لے۔ روایت میں مذکورہ جگہ ابواء نامی مدینہ سے ۲۳ میل پر اور ودان نامی جگہ ابواء سے آگے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۳۰۱۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُثَيْبِ اللَّهِ عَنْ

ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ الصَّغْبَنِ بْنِ جَثَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمْ قَالَ: مَرَّبِي النَّبِيُّ ﷺ بِالْأَنْبَاءِ - أَوْ بَوْدَانَ

- وَسُئِلَ عَنْ أَهْلِ الدَّارِ يَبْتَغُونَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

فِيَصَابُ مِنْ بَنَاتِهِمْ وَذُرَارِيهِمْ، قَالَ: ((هُمْ

(۳۰۱۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن

عبیہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن

عبد اللہ بن عتبہ نے، ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور ان سے صعب

بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ مقام ابواء یا ودان میں

میرے پاس سے گزرے تو آپ سے پوچھا گیا کہ مشرکین کے جس

قبیلے پر شب خون مارا جائے گا کیا ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل

مِنْهُمْ)۔ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: (لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ)۔

کرنا درست ہو گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی انہیں میں سے ہیں اور میں نے آپ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا اور کسی کی چراگاہ نہیں ہے۔

۳۰۱۳- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ غُبَيْدَ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا الصُّغْبُ فِي الذَّرَارِيِّ. كَانَ عَمْرُو يُحَدِّثُنَا عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي غُبَيْدُ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((عَنِ الصُّغْبِ قَالَ: هُمْ مِنْهُمْ، وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرُو: هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ)).

(۳۰۱۳) (سابقہ سند کے ساتھ) زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے عبید اللہ سے سنا بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان سے صعب بن شیبہ نے بیان کیا، اور صرف ذراری (بچوں) کا ذکر کیا، سفیان نے کہا کہ عمرو ہم سے حدیث بیان کرتے تھے۔ ان سے ابن شہاب، نبی اکرم ﷺ سے (سفیان نے) بیان کیا کہ پھر ہم نے حدیث خود زہری (ابن شہاب) سے سنی۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عبید اللہ نے خبر دی، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں صعب بن شیبہ نے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (مشرکین کی عورتوں اور بچوں کے متعلق کہ) وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔ (زہری کے واسطے سے) جس طرح عمرو نے بیان کیا تھا کہ (ہم) من آبائہم (وہ بھی انہیں کے باپ دادوں کی نسل ہیں۔ زہری نے خود ہم سے ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کیا) یعنی ہم من آبائہم نہیں کہا بلکہ ہم منهم کہا)

[راجعہ: ۲۳۷]

تشیخ اسلام کا حکم یہ ہے کہ لڑائی میں عورتوں بچوں یا بوڑھوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر رات کے وقت مسلمان ان پر حملہ آور ہوں تو ظاہر ہے کہ اندھیرے میں عورتوں بچوں کی تیز مشکل ہو جائے گی۔ اب اگر یہ قتل ہو جاتے ہیں تو یہ کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ شریعت کا مقصد صرف یہ ہے کہ قصداً اور ارادہ کر کے عورتوں بچوں یا لڑائی وغیرہ سے عاجز بوڑھوں کو لڑائی میں کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے لیکن اگر حالت مجبوری ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

چراگاہ سے متعلق عربوں کا قاعدہ تھا، کہیں آباد اور سرسبز جنگل میں پہنچتے تو کتے کو اشارہ کرتے وہ بھونکتا جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز جاتی وہ جنگل بطور چراگاہ اپنے لئے محفوظ کر لیتے، کوئی دوسرا اپنا جانور اس میں نہ چرا سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ طریق جو سراسر ظلم ہے موقوف کیا اور فرمایا کہ محفوظ چراگاہ اللہ یا اس کے رسول ﷺ کا ہو سکتا ہے۔ اور امام یا حاکم بھی رسول کا قائم مقام ہے، دوسرے لوگ کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کر سکتے، یہ اسلامی عہد کی بات ہے۔ آج کل حکومتیں چراگاہوں کے لئے خود قطعات چھوڑ دیتی ہیں جو عام پبلک کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ ان میں مقررہ ٹیکس ادا کر کے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں۔ اسلام کی یہ اہم خوبی ہے کہ اس نے تمدنی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی زندگی کا ایک مکمل ترین ضابطہ حیات پیش کیا ہے۔ دین کمال کی یہی شان تھی۔ حج ہے ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: ۸۵) صدق اللہ تبارک و تعالیٰ

قال النووي اطفالهم فيما يتعلق بالآخرة لثلاث مذاهب قال الاكثرون هم في النار تبع لآبائهم وتوقف طائفة والثالث وهو

الصحيح انهم من اهل الجنة قاله الكرماني (نوی)

یعنی مشرکین کے بچوں کے بارے میں اکثر علماء کا خیال ہے کہ اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے دوزخی ہیں۔ ایک جماعت اس میں توقف کرتی ہے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور یہی صحیح ہے واللہ اعلم۔

باب جنگ میں بچوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟

(۳۰۱۳) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم کو لیث نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غزوہ (غزوہ فح) میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل پر انکار کا اظہار فرمایا۔

۱۴۷- بَابُ قَتْلِ الصَّبِيَّانِ فِي الْحَرْبِ

۳۰۱۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ امْرَأَةً وَجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ)).

[طرفہ فی : ۳۰۱۵]

جنگ میں قصداً عورتوں یا بچوں کا مارنا اسلام میں ناپسندیدہ کام ہے۔ صد افسوس کہ یہ نوٹ ایسے وقت میں لکھ رہا ہوں کہ ملک بنگال مشرقی پاکستان میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان مرد، عورت، بچے بکریوں کی طرح ذبح کئے جا رہے ہیں۔ بنگالیوں اور بھاریوں اور پنجابیوں کے ناموں پر مسلمان اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے اسلامی بھائیوں کی خون ریزی کر رہے ہیں۔

آہ! فلیک علی الاسلام من کان باکیا

باب جنگ میں عورتوں کا قتل کرنا کیسا ہے؟

(۳۰۱۵) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو اسامہ سے پوچھا، کیا عبید اللہ نے آپ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی غزوے میں مقتول پائی گئی تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔ (تو انہوں نے اس کا اقرار کیا)

۱۴۸- بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ

۳۰۱۵- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَكُمْ عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((وَجِدْتُ امْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ)). [راجع: ۳۰۱۵]

ابو اسامہ کا یہ جواب امام بخاری کی روایت میں مذکور نہیں ہے لیکن اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں یہ حدیث نکالی اس میں صاف مذکور ہے کہ ابو اسامہ نے اقرار کیا ہاں! (وحیدی)

باب اللہ کے عذاب (آگ) سے کسی کو عذاب نہ کرنا

(۳۰۱۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے بکیر نے، ان سے سلیمان بن یسار نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں فلاں اور فلاں مل جائیں

۱۴۹- بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللَّهِ

۳۰۱۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بَكِيرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: ((إِنْ وَجَدْتُمْ

تو انہیں آگ میں جلا دینا، پھر جب ہم نے روانگی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں کو جلا دینا۔ لیکن آگ ایک ایسی چیز ہے جس کی سزا صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے اگر وہ تمہیں ملیں تو انہیں قتل کرنا۔ (آگ میں نہ جلاتا)

فَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبُخْلِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِئْنَا أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: ((إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تَحْرَقُوا فَلَا تَأْكُلُوا فَلَا تَأْكُلُوا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللَّهَ، فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ)). [راجع: ۲۹۵۴]

تفسیر بعض صحابہ نے اس کو مطلقاً منع جانا ہے گو بطور قصاص کے ہو، بعضوں نے جائز رکھا ہے جیسے حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ سے منقول ہے۔ مہلب نے کہا یہ ممانعت تحریمی نہیں، بلکہ بطور تواضع کے ہے۔ ہمارے زمانہ میں تو آلات حرب توپ اور ہندوق اور ڈائنامیٹ تار پیڈ وغیرہ سب انگاری انگار ہیں اور چونکہ کافروں نے ان کا استعمال شروع کر دیا ہے، لہذا مسلمانوں کو بھی ان کا استعمال درست ہے۔ (وحیدی)

مترجم کے خیال ناقص میں ان جدید ہتھیاروں کا استعمال امر دیگر ہے اور مطلق آگ میں جلاتا امر دیگر ہے جسے شرعاً داغلا تا پند نہیں کیا جاسکتا۔

(۳۰۱۷) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عکرمہ نے کہ علیؓ نے ایک قوم کو (جو عبد اللہ بن سبا کی متبع تھی اور حضرت علیؓ کو اپنا خدا کہتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو، البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔

۳۰۱۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا، فَلَبَّغَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أَحْرِقْهُمْ، لَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ))، وَلَقَتْنَهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ)). [طرفہ فی: ۶۹۲۲]

یہ لوگ سبائیہ تھے۔ عبد اللہ بن سبا یہودی کے تابعدار جو مسلمانوں کو خراب کر ڈالنے کے لئے بظاہر مسلمان ہو گیا تھا اور اندر سے کافر تھا۔ اس مردود نے اپنے تابعداروں کو یہ تعلیم کی تھی کہ حضرت علیؓ معاذ اللہ آدمی نہیں ہیں بلکہ خدا ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ رافضیوں میں ایک فرقہ نصیری ہے جو حضرت علیؓ کو خدائے بزرگ اور امام جعفر صادق کو خدائے خورد کہتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ (وحیدی)۔

باب (اللہ تعالیٰ کا سورہ محمد میں یہ فرمانا) کہ قیدیوں کو مفت احسان رکھ کر چھوڑ دیا فدیہ لے کر

اس باب میں ثمامہ کی حدیث ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”نبی کے لئے مناسب نہیں کہ قیدی اپنے پاس رکھے۔ جب تک کافروں کا خوب ستیاناس نہ کر دے۔“

۱۵۰- بَابُ ﴿فِيمَا مَنَا بَعْدُ وَإِنَّمَا﴾

فَدَاءُ ﴿[محمد: ۴]

فِيهِ حَدِيثُ ثُمَامَةَ. وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُفْتَنَ فِي الْأَرْضِ - حَتَّى يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ -

تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ الْآيَةُ: الأنفال: ۶۷

پوری آیت یوں ہے۔ جب تم کافروں کو خوب قتل کر چکو (ان کا زور توڑ دو) اب قیدیوں کے باب میں تم کو اختیار ہے خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو خواہ فدیہ لے کر۔ بعض سلف کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے ﴿فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے۔ اب ان میں بعض یوں کہتے ہیں کہ قیدیوں کا قتل کرنا درست نہیں یا مفت چھوڑ دیئے جائیں یا فدیہ لے کر۔ لیکن جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ امام کو تین باتوں میں اختیار ہے۔ جیسا مناسب سمجھے ویسا کرے، یا قیدیوں کو قتل کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے۔ یا مفت احسان رکھ کر چھوڑ دے۔ (وحیدی)

يقول الجمهور في اسرى الكفرة من الرجال الى الامام يفعل ما هو الا حفظ للاسلام والمسلمين (فتح) یعنی کافر قیدیوں کے بارے میں امام جس میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ دیکھے وہ کام کرے۔ جمہور کا یہی قول ہے۔ ثمامہ کی حدیث کو حضرت امام بخاری نے کئی جگہ نقل فرمایا ہے، اس نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ مجھ کو مار ڈالیں گے تو میرے خون کا بدلہ دوسرے لوگ لیں گے۔ اگر احسان رکھ کر چھوڑ دیں گے تو میں شکر گزار رہوں گا۔ اگر آپ روپیہ چاہتے ہیں تو جتنا درکار ہو حاضر ہے، آنحضرت ﷺ نے ثمامہ کے بیان پر سکوت فرمایا، تو معلوم ہوا کہ قیدی کا قتل بھی درست ہے مگر بعد میں ثمامہ مسلمان ہو گئے تھے۔

باب اگر کوئی مسلمان کافر کی قید میں ہو تو اس کا خون کرنا یا

کافروں سے دعا اور فریب کر کے اپنے تئیں چھڑا لینا جائز

ہے اس باب میں مسور بن خرمہ کی حدیث ہے آنحضرت ﷺ سے۔

باب اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کو آگ سے جلاوے تو کیا

اسے بھی بدلہ میں جلا یا جاسکتا ہے؟

(۳۰۱۸) ہم سے معلیٰ بن اسد نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد

نے بیان کیا، ان سے ابوب سخیانی نے، ان سے ابوقلابہ نے اور ان

سے انس بن مالک رحمہ اللہ نے کہ قبیلہ عک کے آٹھ آدمیوں کی جماعت

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے کو) حاضر ہوئی لیکن

مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، انہوں نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ! ہمارے لئے (اونٹ کے) دودھ کا انتظام کر دیجئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے دودھ نہیں دے سکتا،

تم (صدقہ کے) اونٹوں میں چلے جاؤ۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، تاکہ

تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور ان کا دودھ

اور پیشاب پی کر تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا، اور اونٹوں

کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا، ایک

۱۵۱- بَابُ هَلْ لِلْأَسِيرِ أَنْ يَقْتُلَ

وَيَخْدَعُ الَّذِينَ أَسْرَوْهُ حَتَّى يَنْجُو مِنْ

الْكُفْرَةِ؟ فِيهِ الْمَسْئُورُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۱۵۲- بَابُ إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ

الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرِّقُ؟

۳۰۱۸- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا

وَهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ

بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَهْطًا مِنْ

عُكْلٍ ثَمَانِيَةَ قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَنَوْا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا

رَسُولَ اللَّهِ أَبْعِنَا رِسْلًا، قَالَ: ((مَا أَجِدُ

لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذُّودِ))، فَانْطَلَقُوا

فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوا

وَسَمِنُوا، وَقَتَلُوا الرُّاعِيَ وَاسْتَفَقُوا الذُّودَ،

وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ. فَأَتَى الصَّرِيحُ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ

فخص نے اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو دی، تو آپ نے ان کی تلاش کے لئے سوار دوڑائے، دوپہر سے بھی پہلے ہی وہ پہنچ کر لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے پھیر دی گئی اور انہیں حرہ (مدینہ کی پتھر ملی زمین) میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ (ایسا ہی انہوں نے اونٹوں کے چراغے والوں کے ساتھ کیا تھا، جس کا بدلہ انہیں دیا گیا، ابو قلابہ نے کہا کہ انہوں نے قتل کیا تھا، چوری کی تھی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی تھی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔

الطَّلَب، فَمَا تَزَجُلُ النَّهَارَ حَتَّى آتِيَهُمْ
فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ
فَأَخْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ
يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْتَقُونَ حَتَّى مَاتُوا. قَالَ
أَبُو قَلَابَةَ: قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا.

[راجعہ: ۲۳۳]

تو ایسے بے ایمان، شریر، پاجیوں، نمک حراموں کو سخت سزا دینا ہی چاہئے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور بندگان خدا ان کے ظلموں سے محفوظ رہیں۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں گرم گرم سلائیاں آنکھوں میں پھیرنے کا ذکر ہے جو آگ ہے مگر یہ کہاں مذکور ہے کہ انہوں نے بھی مسلمانوں کو آگ سے عذاب دیا تھا۔ اور شاہد امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو تہی نے روایت کیا۔ اس میں یہ ہے کہ ان لوگوں نے بھی مسلمان چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ (وحیدی)

باب

۱۵۳- بَابُ

(۳۰۱۹) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب اور ابو سلمہ نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے کہ ایک چوٹی نے ایک نبی (عزیریا موسیٰ علیہ السلام) کو کاٹ لیا تھا۔ تو ان کے حکم سے چوٹیوں کے سارے گھر جلا دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اگر تمہیں ایک چوٹی نے کاٹ لیا تھا تو تم نے ایک ایسی خلقت کو جلا کر خاک کر دیا جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی تھی۔

۳۰۱۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ حَدَّثَنَا
اللَيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((قَرِصَتْ نَمْلَةٌ
نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرِيَةِ النَّمْلِ
فَأُخْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرِصَتْكَ
نَمْلَةٌ أَخْرِقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ)).

[طرفہ فی: ۳۳۱۹]

کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ایک ایسی بستی پر سے گزرے جس کو اللہ پاک نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا پروردگار! اس بستی میں تو قصور بے قصور ہر طرح کے لوگ، لڑکے، بچے، جانور سب ہی تھے، تو نے سب کو ہلاک کر دیا۔ پھر ایک درخت کے تلے اترے، ایک چوٹی نے ان کو کاٹ لیا، انہوں نے غصہ ہو کر چوٹیوں کا سامرا مل جلا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے معروضہ کا جواب ادا کیا کہ تو نے کیوں بے قصور چوٹیوں کو ہلاک کر دیا۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ آگ سے عذاب کرنا درست

ہے، جیسے ان پیغمبر نے کیا۔ قسطلانی نے کہا اس حدیث سے دلیل لی اس نے جو موزی جانور کا جلانا جائز سمجھتا ہے۔ اور ہماری شریعت میں توجہی اور شہد کی کمی کو مار ڈالنے سے ممانعت ہے۔ (وحیدی)

۱۵۴- بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالْخَيْلِ

۳۰۲۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: قَالَ لِي جَرِيرٌ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَا تُرِيدُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ)) - وَكَانَ بَيْنَا فِي خَتَمٍ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَّةِ - قَالَ فَاَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارَسٍ مِنْ أَخْمَسٍ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ، وَكُنْتُ لَا أَتَيْتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ لِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ: ((اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا)). فَاَنْطَلَقْتُ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا. ثُمَّ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُخْبِرُهُ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرْكَنَهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفٌ أَوْ أَجْرَبٌ. قَالَ: ((فَبَارَكَ فِي خَيْلٍ أَخْمَسٍ وَرَجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ)).

[أطرافه في: ۳۰۳۶، ۳۰۷۶، ۳۸۲۳]

۴۳۵۵، ۴۳۵۶، ۴۳۵۷، ۶۰۸۹

[۶۳۳۳]

باب (حربی کافروں کے) گھروں اور باغوں کو جلانا

(۳۰۲۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ قسطلانی نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ذوالخلصہ کو (برباد کر کے) مجھے راحت کیوں نہیں دے دیتے۔ یہ ذوالخلصہ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا اور اسے کعبۃ الیمانیہ کہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں قبیلہ امس کے ایک سو پچاس سواروں کو لے کر چلا۔ یہ سب حضرات بڑے اچھے گھوڑ سوار تھے۔ لیکن میں گھوڑے کی سواری اچھی طرح نہیں کر پاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے میرے سینے پر (اپنے ہاتھ سے) مارا، میں نے انگشت ہائے مبارک کا نشان اپنے سینے پر دیکھا۔ فرمایا اے اللہ! گھوڑے کی پشت پر اسے ثبات عطا فرمائیو، اور اسے دوسروں کو ہدایت کی راہ دکھانے والا اور خود ہدایت پایا ہوا بنائیو، اس کے بعد جریر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے، اور ذوالخلصہ کی عمارت کو گرا کر اس میں آگ لگادی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر بھجوائی۔ جریر رضی اللہ عنہ کے قاصد (ابو ارطاة حصین بن ربیعہ) نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں اس وقت تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، جب تک ہم نے ذوالخلصہ کو ایک خالی پیٹ والے اونٹ کی طرح نہیں بنادیا، یا (انہوں نے کہا) خارش والے اونٹ کی طرح (مراد ویرانی سے ہے) جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ سن کر آپ نے قبیلہ امس کے سواروں اور قبیلہ کے تمام لوگوں کے لئے پانچ مرتبہ برکتوں کی دعا فرمائی۔

ذی الخصہ نامی بت خانہ حربی کافروں کا مندر تھا، جہاں وہ جمع ہوتے، اور اسلام کی نہ صرف توہین کرتے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی مختلف تدابیر سوچا کرتے تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اسے ختم کرا کر ایک فساد کے مرکز کو ختم کرا دیا تاکہ عام مسلمان سکون حاصل کر سکیں۔ ذی کافروں کے عبادت خانے مسلمانوں کی حفاظت میں آجاتے ہیں۔ لہذا ان کے لئے ہر دور

میں اسلامی سربراہوں نے بڑے بڑے اوقات مقرر کئے ہیں اور ان کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھا ہے جیسا کہ تاریخ شاہد ہے۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

۳۰۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عَمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ((حَرَقَ النَّبِيُّ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ)).

(۳۰۲۱) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں نافع نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے (یہود) بنو نضیر کے کھجور کے بانگات جلوا دیئے تھے۔

[راجعہ: ۲۳۲۶]

حالات جنگ مختلف ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ جنگی ضروریات کے تحت دشمنوں کے کھیتوں اور بانگات کو بھی جلاتا پڑتا ہے۔ ورنہ دیے عام حالات میں کھیتوں اور بانگوں کو جلاتا بہتر نہیں ہے۔

۱۵۵- بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ باب (حرابی) مشرک سو رہا ہو تو اس کا مار ڈالنا درست ہے

یہ جب ہے کہ اس کو دعوت اسلام پہنچ چکی ہو اور وہ کفر و شرک پر اڑا رہے یا اس کے ایمان لانے سے مایوس ہو چکی ہو جیسے ابو رافع یہودی تھا، جو کعب بن اشرف کی طرح پیغمبر ﷺ کو ستاتا تھا، آپ کی جھوکتا اور مشرکین کو آپ سے لڑنے کے لئے براہِ گنیزہ کرتا۔

۳۰۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ، قَالَ: فَدَخَلْتُ فِي مَرَبِطٍ دَوَابِّ لَهُمْ، قَالَ: وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ، ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ، فَخَرَجْتُ فِيمَنْ خَرَجَ أَرِيهِمْ أَنِّي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ، فَوَجَدُوا الْحِمَارَ، فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ، وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا، فَوَضَعُوا الْمِفْتَاحَ فِي كُوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا، فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمِفْتَاحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ، ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ

(۳۰۲۲) ہم سے علی بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے، حدیثی ابی عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمیوں کو ابو رافع (یہودی) کو قتل کرنے کے لئے بھیجا، ان میں سے ایک صاحب (عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ) آگے چل کر اس کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ اندر جانے کی بعد میں اس مکان میں گھس گیا، جہاں ان کے جانور بندھا کرتے تھے۔ بیان کیا کہ انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، لیکن اتفاق کہ ان کا ایک گدھا ان کے مویٹیوں میں سے گم تھا۔ اس لئے وہ اسے تلاش کرنے کے لئے باہر نکلے۔ (اس خیال سے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں) نکلنے والوں کے ساتھ میں بھی باہر آ گیا، تاکہ ان پر یہ ظاہر کر دوں کہ میں بھی تلاش کرنے والوں میں شامل ہوں، آخر گدھا انہیں مل گیا، اور وہ پھر اندر آ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ اندر آ گیا اور انہوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، رات کا وقت تھا، کھجوروں کا گچھا انہوں نے ایک ایسے طاق میں رکھا، جسے میں نے دیکھ لیا تھا۔ جب وہ

سب سو گئے تو میں نے چابیوں کا گچھا اٹھایا اور دروازہ کھول کر ابو رافع کے پاس پہنچا۔ میں نے اسے آواز دی، ابو رافع! اس نے جواب دیا اور میں فوراً اس کی آواز کی طرف بڑھا اور اس پر وار کر بیٹھا۔ وہ چیخنے لگا تو میں باہر چلا آیا۔ اس کے پاس سے واپس آکر میں پھر اس کے کمرہ میں داخل ہوا، گویا میں اس کی مدد کو پہنچا تھا۔ میں نے پھر آواز دی، ابو رافع! اس مرتبہ میں نے اپنی آواز بدل لی تھی، اس نے کہا کہ کیا کر رہا ہے، تیری ماں برباد ہو۔ میں نے پوچھا، کیا بات پیش آئی؟ وہ کہنے لگا، نہ معلوم کون شخص میرے کمرے میں آگیا، اور مجھ پر حملہ کر بیٹھا ہے، انہوں نے کہا کہ اب کی بار میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنی زور سے دھائی کہ اس کی ہڈیوں میں اتر گئی، جب میں اس کے کمرہ سے نکلا تو بہت دہشت میں تھا۔ پھر قلعہ کی ایک سیڑھی پر میں آیا تاکہ اس سے نیچے اتر جاؤں مگر میں اس پر سے گر گیا، اور میرے پاؤں میں موج آگئی، پھر جب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس کی موت کا اعلان خود نہ سن لوں۔ چنانچہ میں وہیں ٹھہر گیا۔ اور میں نے رونے والی عورتوں سے ابو رافع حجاز کے سوداگر کی موت کا اعلان بلند آواز سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں وہاں سے اٹھا، اور مجھے اس وقت کچھ بھی درد معلوم نہیں ہوا، پھر ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو اس کی بشارت دی۔

(۳۰۲۳) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے چند آدمیوں کو ابو رافع کے پاس (اسے قتل کرنے کے لئے) بھیجا تھا۔ چنانچہ رات میں عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے قلعہ میں داخل ہوئے اور اسے سوتے ہوئے قتل کیا۔

فَقُلْتُ: يَا أَبَا رَافِعٍ، فَأَجَابَنِي، فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتُ فَضَرَبْتُهُ، فَصَاحَ، فَخَرَجْتُ، ثُمَّ جِئْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّي مُعِيْتُ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ - وَغَيَّرْتُ صَوْتِي - فَقَالَ: مَا لَكَ لَأَمْلِكُ الْوَيْلَ، قُلْتُ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: لَا أَذْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي، قَالَ: لَوْ ضَعْتُ سِنِّي لِي بِطَبِي، ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعْتُ الْعَظْمَ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ، فَأَتَيْتُ سُلَمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ لَوْ قَعْتُ، لَوُثَّتْ رِجْلِي، فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِبَارِحٍ حَتَّى أَسْمَعَ النَّاعِيَةَ، لَمَّا بَرَحْتُ حَتَّى سَمِعْتُ نَعَايَا أَبِي رَافِعٍ تَاجِرِ أَهْلِ الْحِجَازِ. قَالَ: فَقُمْتُ وَمَا بِي قَلْبَةً حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ

[أطرافه ي: ۳۰۲۳، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰]

۳۰۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَتِيكَ بَيْتَهُ لِيَلَّا فَقَتَلَهُ وَهُوَ نَائِمٌ)). [راجع: ۳۰۲۲]

تشریح عبداللہ رضی اللہ عنہ ابو رافع کی آواز پہچانتے تھے وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا انہوں نے یہ خیال کیا، ایسا نہ ہو میں اور کسی کو مار ڈالوں اس لئے انہوں نے ابو رافع کو پکارا اور اس کی آواز پر ضرب لگائی۔ گو ابو رافع کو عبداللہ نے جگایا مگر یہ جگانا صرف اس کی جگہ معلوم کرنے کیلئے تھا۔ ابو رافع وہیں پڑا رہا تو گویا سوتا ہی رہا۔ اس لئے باب کی مطابقت حاصل ہوئی۔ بعضوں نے کہا کہ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ صراحت ہے کہ عبداللہ نے ابو رافع کو سوتے میں مارا۔ یہ ابو رافع (سلام بن ابی الحقیق یہودی) کافروں کو مسلمانوں پر جنگ کے لئے ابھارتا اور ہر وقت فساد کرانے پر آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے ملک میں قیام امن کے لئے اس کا ختم کرنا ضروری ہوا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو نیست و نابود کر دیا۔

۱۵۶- بَابُ لَا تَمْنُوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ باب دشمن سے ملے بھیر ہونے کی آرزو نہ کرنا

(۳۰۲۴) ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عاصم بن یوسف یربوعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو اسحاق فزاری نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ مجھ سے عمر بن عبید اللہ کے غلام سالم ابو النضر نے بیان کیا کہ میں عمر بن عبید اللہ کا فشی تھا۔ سالم نے بیان کیا کہ جب وہ خوارج سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے تو انہیں عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا خط ملا۔ میں نے اسے پڑھا تو اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑائی کے موقع پر انتظار کیا، پھر جب سورج ڈھل گیا۔

۳۰۲۴- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ الْيَرْبُوعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي سَالِمُ أَبُو النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، كُنْتُ كَاتِبًا لَهُ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَزْرَةِ فَقَرَأَتْهُ فَاذَى فِيهِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ انْتَضَرَ حَتَّى مَالَتْ الشَّمْسُ)).

[راجع: ۲۸۱۸]

(۳۰۲۵) تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! دشمن سے لڑائی بھڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگو۔ ہاں! جب جنگ چھڑ جائے تو پھر صبر کئے رہو اور ڈٹ کر مقابلہ کرو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر آپ نے یوں دعا کی، اے اللہ! کتاب (قرآن) کے نازل فرمانے والے، اے بادلوں کے چلانے والے! اے اخزاب (یعنی کافروں کی جماعتوں کو غزوہ خندق کے موقع پر شکست دینے والے! ہمارے دشمن کو شکست دے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھ سے سالم ابو النضر نے بیان کیا کہ میں عمر بن عبید اللہ کا فشی تھا۔ ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا خط آیا کہ رسول

۳۰۲۵- ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمْنُوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُّوْا اللَّهَ الْعَلِيَّةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا. وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ)). ثُمَّ قَالَ: ((اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِئِ السَّحَابِ، وَهَازِمِ الْأَخْزَابِ، اهْزِمْنَاهُمْ وَانصُرْنَا عَلَيْهِمْ)). وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ أَبُو النَّضْرِ: كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، فَاتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُوْفَى

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

((لَا تَمْنُوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ)). [راجع: ۲۹۳۳]

۳۰۲۶- وَقَالَ أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا مُعِيْزَةُ بْنُ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

ﷺ قَالَ: ((لَا تَمْنُوا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، فَإِذَا

لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا)).

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا دشمن سے لڑائی لڑنے کی تمنا نہ

کرو۔

(۳۰۲۶) ابو عامر نے کہا، ہم سے مغیرہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان

سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمن

سے لڑنے بھڑنے کی تمنا نہ کرو! اگر جنگ شروع ہی ہو جائے تو پھر

صبر سے کام لو۔

باب اور حدیث کا شفاء ظاہر ہے کہ دشمن سے برسرِ پیکار رہنے کی کوشش کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ صلح صفائی، امن و امان بہر حال

ضروری ہیں۔ اس لئے کبھی بھی خواہ مخواہ جنگ نہ چھیڑی جائے نہ اس کے لئے آرزو کی جائے۔ ہاں جب سر سے پانی گزر جائے اور

جنگ بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر صبر و استقامت کے ساتھ پوری قوت سے دشمن کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔

باب لڑائی مکرو فریب کا نام ہے

۱۵۷- بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةً

یعنی لڑائی میں کرا اور تدبیر ضروری ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمد توڑ دے یا دغا بازی کرے وہ تو حرام ہے۔ غزوہ خندق میں

مسلمانوں کے خلاف یہود اور قریش اور غطفان سب متفق ہو گئے تھے، آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ بن مسعود کو بھیج کر ان میں نا اقلیٰ کرا

دی، اس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ لڑائی کرا اور فریب ہی کا نام ہے۔ یعنی اس میں داؤ کرنا اور دشمن کو دھوکا دینا ضروری ہے۔ (وحیدی)

۳۰۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((هَلَكَ كِسْرَى، ثُمَّ لَا

يَكُونُ كِسْرَى بَعْدَهُ. وَفَيْصَرٌ لِيَهْلِكَ، ثُمَّ لَا

يَكُونُ فَيْصَرٌ بَعْدَهُ. وَلْتَقَسَمَنَّ كُنُوزُهُمَا

فِي سَبِيلِ اللَّهِ)).

[أطرافه في: ۳۱۲۰، ۳۶۱۸، ۶۶۳۰].

(۳۰۲۸) اور آپ نے لڑائی کو کرا اور فریب فرمایا۔

۳۰۲۸- ((وَسُمِّيَ الْحَرْبُ خُدْعَةً)).

[طرفة في: ۳۰۲۹].

اس زمانے میں روم اور ایران میں مستحکم حکومتیں قائم تھیں۔ ایرانی بادشاہ کو لفظ کسریٰ سے اور رومی بادشاہ کو لفظ فیسر سے

مقتب کرتے تھے۔ ان ملکوں میں بادشاہوں کو خدا کے درجے میں سمجھا جاتا اور رعایا ان کی پرستش کیا کرتی تھی۔ آخر اسلام

ایسے ہی مظالم اور انسانی دکھوں کو ختم کرنے آیا۔ اور اس نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا کہ حقیقی بادشاہ صرف ایک اللہ رب العالمین

سے، دنیا میں بادشاہی کا غرور رکھنے والے اور رعایا کا خون چوسنے والے لوگ جھوٹے مفار ہیں۔ آخر ایسے مظالم کا ہمیشہ کے لئے ہر دو

ملکوں سے خاتمہ ہو گیا اور عہد خلافت میں ہر دو ملکوں میں اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ جس کے نیچے لوگوں نے سکھ اور اطمینان کا سانس لیا اور یہ ظالمانہ شاہیت ہر دو ملکوں سے نیست و نابود ہو گئی۔

۳۰۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَصْنَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَمِيَ النَّبِيُّ ﷺ الْحَرْبُ خِذْعَةً)). [راجع: ۳۰۲۸]

(۳۰۲۹) ہم سے ابو بکر بن اصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑائی کیا ہے؟ ایک چال ہے۔

۳۰۳۰- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَمْعٍ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((الْحَرْبُ خِذْعَةٌ)).

(۳۰۳۰) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، انہیں عمرو نے، انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا، جنگ تو ایک چال بازی کا نام ہے۔

مطلب یہ کہ جو فریق جنگ میں چستی چالاکی سے کام لے گا، جنگ کا پانسہ اس کے ہاتھ میں ہو گا۔ پس مسلمانوں کو ایسے موقع پر بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ جنگ میں چستی چالاکی بہر صورت ضروری ہے اور اسی شکل میں اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔

۱۵۸- بَابُ الْكَذِبِ فِي الْحَرْبِ باب جنگ میں جھوٹ بولنا (مصلحت کیلئے) درست ہے۔

ترمذی کی روایت میں ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا درست ہے۔ مرد کا اپنی بیوی سے اس کو راضی کرنے کو اور لڑائی میں اور دو آدمیوں میں صلح کرانے کو، اب اختلاف اس میں یہ ہے کہ یہ صریح جھوٹ بولنا ان مقاصد میں درست ہے یا تعریض یعنی ایسا کلام کرنا جس سے مخاطب ایک معنی سمجھے وہ جھوٹ ہو، لیکن متکلم اور دوسرا معنی مراد لے اور وہ سچ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایسے مقاموں میں تو یہ کرتے، مثلاً آپ کو ایک مقام میں چلنا ہوتا تو دوسرے مقام کا حال لوگوں سے دریافت فرماتے تاکہ لوگ سمجھیں کہ آپ وہاں جانا چاہتے ہیں۔ نووی نے کہا تعریض بہتر ہے صریح جھوٹ سے۔ (وحیدی)

۳۰۳۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتَحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). قَالَ فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَدْ غَنَانَا

(۳۰۳۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن دینار نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیتیں پہنچا چکا ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اجازت بخش دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر محمد بن مسلمہ کعب یہودی کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے تو ہمیں تھکا دیا، اور ہم سے آپ زکوٰۃ مانگتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ قسم اللہ کی! ابھی کیا ہے ابھی

اور مصیبت میں پڑو گے۔ محمد بن مسلمہؓ اس پر کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کی پیروی کی ہے۔ اس لئے اس وقت تک اس کا ساتھ چھوڑنا ہم مناسب بھی نہیں سمجھتے جب تک ان کی دعوت کا کوئی انجام ہمارے سامنے نہ آجائے۔ غرض محمد بن مسلمہؓ اس سے اسی طرح باتیں کرتے رہے۔ آخر موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔

وَسَأَلْنَا الصَّدَقَةَ. قَالَ: وَأَيْضًا وَاللَّهِ لَنَمْلُئَنَّهٗ
قَالَ: - فَإِنَّا اتَّبَعْنَاهُ فَفَكَرَهُ أَنْ نَدْعُهُ حَتَّى
نَنْظُرَ إِلَى مَا يَصِيرُ أَمْرُهُ. قَالَ: فَلَمْ يَزَلْ
يَكَلِّمُهُ حَتَّى اسْتَمَكَّنَ مِنْهُ فَفَتَلَهُ.

[راجع: ۲۵۱۰]

تشریح کعب بن اشرف یہودی مدینہ میں مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا جو روزانہ مسلمانوں کے خلاف نئی سازش کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ قریش مکہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارتا اور ہمیشہ مسلمانوں کی گھات میں لگا رہتا لیکن اللہ پاک کو اسلام اور مسلمانوں کی بقا منظور تھی اس لئے بایں صورت اس فساد کو ختم کر کے اسے جہنم رسید کیا گیا، سچ ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
ابو رافع کی طرح یہ مردود بھی مسلمانوں کی دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی جھوٹا اور شرک کو دین اسلام سے بہتر بتاتا، مشرکوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اکساتا، ان کی روپے سے مدد کرتا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس کے خاتمہ کے لئے اجازت مانگی کہ میں جو مناسب ہو گا آپ کی نسبت شکایت کے کلمے کہوں گا، آپ نے اجازت دے دی۔ محمد بن مسلمہؓ کی اس سے یہ غرض تھی کہ کعب کو میرا اعتبار پیدا ہو، ورنہ وہ پہلے ہی چونک جاتا اور اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیتا۔ انھوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ محمد بن مسلمہؓ کا کوئی جھوٹ اس میں مذکور نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے موافق اس کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں صاف یہ مذکور ہے کہ انہوں نے چلتے وقت آنحضرت ﷺ سے اجازت لے لی تھی کہ میں آپ کی شکایت کروں گا، جو چاہوں وہ کہوں گا، آپ نے اجازت دی اس میں جھوٹ بولنا بھی آگیا۔ آخر محمد بن مسلمہؓ نے کعب کو باتوں باتوں میں کہا یا تیرے سر سے کیا عمدہ خوشبو آتی ہے۔ وہ مردود کہنے لگا میرے پاس ایک عورت ہے جو سارے عرب میں افضل ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا یا زرا اپنے بال مجھ کو سونگھنے دو اس نے کہا سونگھو، محمد بن مسلمہؓ نے اس بہانے اس کے بال درمیان سر سے پکڑ کر مضبوط تھام لئے اور ساتھیوں کو اشارہ کر دیا، انہوں نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا سر قلم کر دیا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

۱۵۹ - بَابُ الْفَتْكِ بِأَهْلِ الْحَرْبِ باب جنگ میں حربی کافر کو اچانک دھوکے سے مار ڈالنا

اسی چالاکی ہوشیاری کا نام جنگ ہے جس کے بغیر چارہ نہیں۔ آج کے مشینی دور میں بھی دشمن کی گھات میں بیٹھنا اقوام عالم کا معمول ہے۔ اسلام میں یہ اجازت صرف حربی کافروں کے مقابلہ میں ہے ورنہ دھوکہ بازی کسی حالت میں جائز نہیں۔

(۳۰۳۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے اور الزہری سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کعب بن اشرف کے لئے کون ہمت کرتا ہے؟ محمد بن مسلمہؓ نے کہا کیا میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں (کہ میں جو چاہوں جھوٹ بچ کہوں) آپ نے

۳۰۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ
النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ))
فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ: أَتَجِبُ أَنْ أَقْتُلَهُ؟
قَالَ: ((نَعَمْ)) قَالَ: فَأَذِنَ لِي فَأَقُولُ. قَالَ:
((قَدْ فَعَلْتُ)). [راجع: ۲۵۱۰]

فرمایا کہ میری طرف سے اس کی اجازت ہے۔

یہاں چونکہ کعب بن اشرف پر دھوکہ سے اچانک حملہ کرنے کا ذکر ہے جو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کیا تھا، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔ مزید تفصیل مذکور ہو چکی ہے۔

باب اگر کسی ہے فساد یا شرارت کا اندیشہ ہو تو اس سے مکر اور فریب کر سکتے ہیں

۱۶۰ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْإِحْتِيَالِ،
وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ يَخْشَى مَعْرَتَهُ

(۳۰۳۳) لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبد اللہ اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ ابن صیاد (یہودی بچے) کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے (ابن صیاد کے عجیب و غریب احوال کے متعلق آپؐ خود تحقیق کرنا چاہتے تھے) آپؐ کو اطلاع دی گئی تھی کہ ابن صیاد اس وقت کھجوروں کی آڑ میں موجود ہے۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو شاخوں کی آڑ میں چلنے لگے۔ (تاکہ وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکے) ابن صیاد اس وقت ایک چادر اوڑھے ہوئے چپکے چپکے گنگنا رہا تھا، اس کی ماں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ لیا اور پکار اٹھی کہ اے ابن صیاد! یہ محمد ﷺ آپنچے، وہ چونک اٹھا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اس کی خبر نہ کرتی تو وہ کھولتا۔ (یعنی اس کی باتوں سے اس کا حال کھل جاتا)

۳۰۳۳ - قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: انْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ أَبِي بْنُ كَعْبٍ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ - فَحَدَّثَ بِهِ فِي النَّخْلِ - فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّخْلَ، طَفِقَ يَتَّقِي بِجُدُوعِ النَّخْلِ وَابْنِ صَيَّادٍ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمَمَةٌ، فَرَأَتْ أُمُّ صَيَّادٍ - رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا صَافٍ هَذَا مُحَمَّدٌ، فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ تَرَكَتُهُ بَيْنَ))

[راجع: ۱۳۵۵]

ابن صیاد مدینہ میں ایک یہودی بچہ تھا، جو کاہن اور نجومیوں کی طرح لوگوں کو بھکایا کرتا اور اپنے آپ کو کبھی نبی اور رسول بھی کہنے لگتا، وہ بھی ایک قسم کا دجال ہی تھا، کیونکہ دجل و جہل و فریب اس کا کام تھا۔ حضرت عمرؓ کی رائے اس کے ختم کر دینے کی تھی، مگر آنحضرت ﷺ جو رحمۃ اللعالمین بن کر تشریف لائے تھے آپؐ نے بہت سی ملکی و ملی مصالح کی بنا پر اسے مناسب نہ سمجھا، سچ ہے ﴿لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّينِ﴾ (البقرة: ۲۵۶) دینی معاملات میں کسی پر زبردستی کرنا جائز نہیں ہے۔ راہ ہدایت دکھلا دینا اللہ و رسول ﷺ کا کام ہے اور اس پر چلانا صرف اللہ کا کام ہے۔ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَخْبَتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (القصص: ۵۶)

باب کا مطلب اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ شاخوں کی آڑ میں چل کر ابن صیاد تک پہنچے تاکہ وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکے، ابن صیاد نے آپؐ کے امیوں کے رسول ہونے کی تصدیق کی، جس سے اس نے آپؐ کی رسالت عامہ سے انکار بھی کیا، امی کے معنی ان پڑھ کے ہیں۔ اہل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ اس کے باوجود وہ ہر فن کے ماہر تھے اور بے پناہ قوت حافظہ رکھتے تھے بلکہ ان کو اپنے امی ہونے پر فخر تھا۔ آنحضرت ﷺ بھی ان ہی میں پیدا ہوئے اور اللہ پاک نے آپؐ کو امی ہونے کے باوجود علوم الاولین والآخرین سے مالا مال فرمایا۔ (ﷺ)

باب جنگ میں شعر پڑھنا اور کھائی کھودتے وقت

۱۶۱ - بَابُ الرَّجَزِ فِي الْحَرْبِ،

آواز بلند کرنا

اس باب میں سہل اور انس رضی اللہ عنہما نے احادیث نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں اور یزید بن ابی عبید نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی اس باب میں ایک حدیث روایت کی ہے۔

(۳۰۳۴) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو الاحوص نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ غزوۂ احزاب میں (خندق کھودتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ خود مٹی اٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ سینہ مبارک کے بال مٹی سے اٹ گئے تھے۔ آپ کے (جسم مبارک پر) بال بہت گھنے تھے۔ اس وقت آپ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے

(ترجمہ) ”اے اللہ! اگر تیری ہدایت نہ ہوتی تو ہم کبھی سیدھا راستہ نہ پاتے، نہ صدقہ کر سکتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اب تو یا اللہ! ہمارے دلوں کو سکون اور اطمینان عطا فرما، اور اگر (دشمن سے) ٹڈ بھڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم رکھو، دشمنوں نے ہمارے اوپر زیادتی کی ہے۔ جب بھی وہ ہم کو فتنہ فساد میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔“ آپ یہ شعر بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

وَرَفَعَ الصَّوْتُ فِي حَفْرِ الْخَنْدَقِ

فِيهِ سَهْلٌ وَأَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَفِيهِ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ.

۳۰۳۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتَّى وَارَى التُّرَابُ شَعْرَ صَدْرِهِ - وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ الشَّعْرِ - وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ: وَيَقُولُ:

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزَلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَكَبَّتِ الْأَفْدَامُ إِنْ لَا قَيْنَا
إِنْ الْأَعْدَاءُ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْنَا

يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ)). [راجع: ۲۸۳۶]

ترجمہ

حضرت مولانا وحید الزمان مرحوم نے ان اشعار کا ترجمہ اردو اشعار میں یوں کیا ہے۔
تو ہدایت مگر نہ کرتا تو کمال ملتی نجات
کیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوٰۃ
اب اتار ہم پر تسلی اے شہ علی صفات
پاؤں جموا دے ہمارے دے لڑائی میں ثابت
بے سب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
جب وہ بھکاریں ہمیں سنتے نہیں ہم ان کی بات

ترجمۃ الباب میں حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ وكان المصنف اشارة في الترجمة بقوله ورفع الصوت في حفر الخندق الى ان كراهة رفع الصوت مختصة بحالة القتال وذلك فيما اخرجه ابو داود من طريق قيس بن عباد قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرهون الصوت عند القتال (فتح)

یعنی حضرت امام نے اس میں اشارہ فرمایا ہے کہ عین لڑائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اصحاب رسول لڑائی کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ جانتے تھے۔ حالت قتال کے علاوہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ یہاں خندق کی کھدائی کے موقع پر مذکور ہے۔

۱۶۲- بَابُ مَنْ لَا يَثْبُتُ عَلَى

الْخَيْلِ

۳۰۳۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَا حَاجَّتَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ، وَلَا رَأَيْتُ إِلَّا تَبَسُّمَ فِي وَجْهِهِ)).

[طرفہ فی: ۳۸۲۲، ۶۰۹۰]

۳۰۳۶- وَلَقَدْ شَكَّوْتُ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ ((اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا)).

[راجع: ۳۰۲۰]

باب جو گھوڑے پر اچھی طرح نہ جم سکتا ہو (اس کے لئے دعا کرنا)

(۳۰۳۵) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن نمیر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن ادریس نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن ابی خالد نے، ان سے قیس بن ابی حازم نے اور ان سے جریر بن عبد اللہ بجلي بن ہشہ نے بیان کیا کہ جب سے میں اسلام لایا، رسول کریم ﷺ نے (پردہ کے ساتھ) مجھے (اپنے گھر میں داخل ہونے سے) کبھی نہیں روکا اور جب بھی آپ مجھ کو دیکھتے خوشی سے آپ مسکرانے لگتے۔

(۳۰۳۶) ایک دفعہ میں نے آپ کی خدمت میں شکایت کی کہ میں گھوڑے کی سواری پر اچھی طرح نہیں جم پاتا ہوں، تو آپ نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک مارا، اور دعا کی اے اللہ! اسے گھوڑے پر جمادے اور دوسروں کو سیدھا راستہ بتانے والا بنا دے اور خود اسے بھی سیدھے راستے پر قائم رکھو۔

مجاہد کے لئے دعا کرنا ثابت ہوا۔ کسی بھی اس کی حاجت سے متعلق ہو۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي بن ہشہ گھوڑے کی سواری میں پختہ نہیں تھے۔ اللہ نے اپنے حبیب کی دعا سے ان کی اس کمزوری کو دور کر دیا۔ یہی بزرگ صحابی ہیں جنہوں نے یمن کے بت خانہ ذی الخلفہ کو ختم کیا تھا جو یمن میں کعبہ شریف کے مقابلہ پر بنایا گیا تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

باب بوریا جلا کر زخم کی دوا کرنا

اور عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا

اور ڈھال میں پانی بھر بھر کر لانا

۱۶۳- بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِاخْرَاقِ

الْخَصِيرِ وَغَسْلِ الْمَرْأَةِ عَنْ أَبْنِهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَحَمَلِ الْمَاءِ فِي الثَّرَسِ.

زخموں کو خشک کرنے کے لئے بوریا جلا کر لیں کی راہ استعمال کرنا زمانہ دراز سے معمول چلا آ رہا ہے۔ مجاہدین کے لئے ایسے موقع پر یہی ہدایت ہے اور یہ بھی کہ میدان جہاد وغیرہ میں اگر باپ زخمی ہو جائے تو اس کی لڑکی اس کی ہر ممکن خدمت کر سکتی ہے۔ یہی مقصد باب ہے۔

(۳۰۳۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو حازم نے بیان کیا، کہا کہ سل بن سعد ساعدیؓ سے شاگردوں نے پوچھا کہ (جنگ احد میں) نبی کریم ﷺ کے زخموں کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا؟ سلؓ نے اس پر

۳۰۳۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ: ((سَأَلُوا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بَأَيِّ شَيْءٍ دَوَوِي جُرْحَ رَسُولِ

کہا کہ اب صحابہ میں کوئی شخص بھی ایسا زندہ موجود نہیں ہے جو اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لارہے تھے اور سیدہ فاطمہؓ آپ کے چہرے سے خون کو دھو رہی تھیں۔ اور ایک بویا جلایا گیا تھا اور آپ کے زخموں میں اسی کی راکھ کو بھردیا گیا تھا۔

اللہ ﷻ؟ فَقَالَ: مَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَعْلَمَ بِهِ مِنِّي، كَانَ عَلِيٌّ يَجِيءُ بِالنَّمَاءِ فِي تَرْسِهِ، وَكَانَتْ - يَعْنِي فَاطِمَةُ - تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَأَخَذَ حَصِيرًا فَأَخْرَقَ، ثُمَّ حَشَشَ بِهِ جُرْحُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

[راجع: ۲۴۳]

باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کو کانی زخم آئے تھے، ایک بویا جلا کر آپ کے زخموں میں اس کی راکھ کو بھرا گیا، اور چہرہ مبارک سے خون کو دھویا گیا، سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے ان خد متوں کو انجام دیا تھا، میدان جنگ میں عورتوں کا جنگی خدمات انجام دینا بھی ثابت ہوا۔

باب جنگ میں جھگڑا اور اختلاف کرنا مکروہ ہے
اور جو سردار لشکر کی نافرمانی کرے،

۱۶۴- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ
وَالاخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ، وَعَقُوبَةُ مَنْ

اس کی سزا کا بیان

عَصَى إِمَامَهُ

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں فرمایا ”آپس میں پھوٹ نہ پیدا کرو کہ اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ قتادہ نے کہا کہ (آیت میں) رتخ سے مراد لڑائی ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: «وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ» [الأنفال: ۴۶]۔
وَقَالَ قَتَادَةُ: الرِّيحُ الْحَرْبُ.

یعنی اختلاف کرنے سے جنگی طاقت تباہ ہو جائے گی اور دشمن تم پر غالب ہو جائیں گے۔

(۳۰۳۸) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے سعید بن ابی بردہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے دادا ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہ نبی کریم ﷺ نے معاذؓ اور ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا، آپ نے اس موقع پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ (لوگوں کے لئے) آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔

۳۰۳۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسَى إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: ((يَسِّرًا وَلَا تُعَسِّرًا، وَبَشْرًا وَلَا تُفْشِرًا، وَتَطَاوَعًا وَلَا تَخْتِلِفًا)).

[راجع: ۲۲۶۱]

آیت مذکورہ فی الباب ایک ایسی کلیدی ہدایت پر مشتمل ہے جس پر پوری ملت کے منزل و ترقی کا دار و مدار ہے۔ جب تک اس ہدایت پر عمل رہا، مسلمان دنیا پر حکمران رہے اور جب سے باہمی تنازع و افتراق شروع ہوا، امت کی قوت پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث نبویؐ کی بہت سی مرویات موجود ہیں، جن میں امت کو اتفاق باہمی کی تاکید کی گئی اور اتفاق و اتحاد اور مودت باہمی کے فوائد سے آگاہ کیا گیا ہے اور تنازع و افتراق کی خرابیوں سے خبر دی گئی ہے۔ خود آیت باب میں غیر

تَشْرِيحٌ

معمولی تنبیہ موجود ہے کہ تنازع کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم بزدل بن جاؤ گے۔ ہوا اکھڑنے کا مطلب ظاہر ہے کہ غیر اقوام کی نظروں میں بے وقعت ہو جاؤ گے اور جرأت و بہادری مفقود ہو کر تم پر بزدلی چھا جائے گی۔

دور حاضرہ میں عربوں کے باہمی تنازع کا نتیجہ سقوط بیت المقدس کی شکل میں موجود ہے کہ مٹھی بھر یودی کروڑوں مسلمانوں کو نظر انداز کر کے مسجد اقصیٰ پر قابض بنے بیٹھے ہیں۔

حدیث معاذ کی ہدایات بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔ لوگوں کے لئے شرعی دائرہ کے اندر اندر ہر ممکن آسانی پیدا کرنا، حتیٰ کہ ہر پہلو سے چمٹا، لوگوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا، کوئی نفرت پیدا کرنے کا کام نہ کرنا، یہ وہ قیمتی ہدایات ہیں جو ہر عالم، مبلغ، خطیب، مدرس، مرشد، ہادی کے پیش نظر رہنی ضروری ہیں۔ ان علماء و مبلغین کے لئے بھی غور کا مقام ہے جو تختیوں اور نفرتوں کے پیکر ہیں۔

ہداهم اللہ -

(۳۰۳۹) ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے زبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر (تیر اندازوں کے) پچاس آدمیوں کا افسر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ پھر بھی اپنی اس جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کھانا نہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ لٹنا، جب تک میں تمہیں خود بلانا نہ بھیجوں۔ پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔ براء بن عازبؓ نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ بھاگ رہی تھیں۔ ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اور وہ اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ غنیمت لو، اے قوم! غنیمت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے ساتھی غالب آگئے ہیں۔ اب ڈر کس بات کا ہے۔ اس پر عبداللہ بن جبیرؓ نے ان سے کہا کیا جو ہدایت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی، تم اسے بھول گئے؟ لیکن وہ لوگ اسی پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک رہیں گے۔ جب یہ لوگ (اکثریت) اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے، اور (مسلمانوں کو) شکست زدہ پا کر بھاگتے ہوئے آئے، یہی وہ گھڑی تھی

۳۰۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ: جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرِّجَالِ يَوْمَ أُحُدٍ - وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا - عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ فَقَالَ: ((إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطِفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَرَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَانَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ)). فَهَزَمُوهُمْ. قَالَ: فَأَنَا وَاللَّهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ، قَدْ بَدَتْ خِلَاجُهُنَّ وَأَسْوَفُهُنَّ، رَافِعَاتِ ثِيَابِهِنَّ. فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيمَةُ أَيْ قَوْمُ الْغَنِيمَةِ، ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنْسَيْنَا مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: وَاللَّهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصْبِتَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا آتَوْهُمْ صَرَفَتْ وُجُوهُهُمْ، فَأَقْبَلُوا مِنْهُمْ مِمَّنْ، فَذَلِكَ إِذْ

(جس کا ذکر سورہ آل عمران میں ہے کہ) ”جب رسول کریم ﷺ تم کو پیچھے کھڑے ہوئے بلا رہے تھے۔“ اس سے یہی مراد ہے۔ اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ بارہ صحابہ کے سوا اور کوئی بھی باقی نہ رہ گیا تھا۔ آخر ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا، ستران میں سے قیدی تھے اور ستر مقتول (جب جنگ ختم ہو گئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر) ابوسفیان نے کہا کیا محمد (ﷺ) اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں نے یہی پوچھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے جواب دینے سے منع فرمادیا تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا: کیا ابن ابی قحافہ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا، پھر پوچھا کیا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی تین مرتبہ پوچھا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تیوں قتل ہو چکے ہیں اس پر عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور آپ بول پڑے کہ اے خدا کے دشمن! خدا گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ جن کے تو نے ابھی نام لئے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برادران آنے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔ اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح (کبھی ادھر کبھی ادھر) تم لوگوں کو اپنی قوم کے بعض لوگ مثلاً کئے ہوئے ملیں گے۔ میں نے اس طرح کا کوئی حکم (اپنے آدمیوں کو) نہیں دیا تھا، لیکن مجھے ان کا یہ عمل برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد وہ فخریہ رجز پڑھنے لگا، ہبل (بت کا نام) بلند رہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہم اس کے جواب میں کیا کہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہو کہ اللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزی (بت) ہے اور تمہارا کوئی بھی نہیں، آپ نے فرمایا، جواب کیوں نہیں دیتے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا جواب کیا دیا جائے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہو کہ اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا حامی کوئی نہیں۔

يَذْغُوهُمْ الرُّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ، فَلَمْ يَنْقُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ أَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً وَسَبْعِينَ أَسِيرًا وَسَبْعِينَ قَتِيلًا، فَقَالَ أَبُو سَفْيَانَ: أَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَهَاهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجِيبُوهُ. ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةٍ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ثُمَّ قَالَ: أَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَمَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوا. فَمَا مَلِكٌ عَمَرَ نَفْسَهُ فَقَالَ: كَذَبْتَ وَاللَّهِ يَا عَدُوَّ اللَّهِ، إِنَّ الَّذِينَ عَدَدْتَ لِأَحْيَاءِ كُلِّهِمْ، وَقَدْ بَقِيَ لَكَ مَا يَسُوءُكَ. قَالَ: يَوْمَ بِيَوْمٍ بَدْرٍ، وَالْحَرْبُ سِحَالٌ. إِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ فِي الْقَوْمِ مِثْلَهُ لَمْ أَمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسْؤَنِي. ثُمَّ أَخَذَ يَرْتَجِزُ: أَعْلَى هُبْلٍ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَا تُجِيبُونَهُ؟)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَقُولُ؟ قَالَ: ((قُولُوا: اللَّهُ أَعْلَى وَأَجَلُ)). قَالَ: إِنَّ لَنَا الْعَزْزَ وَلَا عَزْزَ لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَا تُجِيبُونَهُ؟)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَقُولُ؟ قَالَ: ((اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ)).

[أطرافه في : ٣٩٨٦، ٤٠٤٣، ٤٠٦٧،

تشریح جنگ احد اسلامی تاریخ کا ایک بڑا حادثہ ہے جس میں مسلمانوں کو جانی اور مالی کئی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں کو سخت تاکید کی تھی کہ ہم بھاگ جائیں یا مارے جائیں اور پرندے ہمارا گوشت اچک اچک کر کھا رہے ہوں، تم لوگ یہ درہ ہمارا حکم آئے بغیر ہرگز نہ چھوڑنا، یہ درہ بہت ہی نازک مقام تھا۔ وہاں سے مسلمانوں پر عقب سے حملہ ہو سکتا تھا، اگر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھی اس درہ کو نہ چھوڑتے تو کافروں کا لشکر کبھی عقب سے حملہ نہ کر سکتا اور مسلمانوں کو شکست نہ ہوتی، مگر عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے جب میدان مسلمانوں کے ہاتھ دیکھا تو وہ اموال غنیمت لوٹنے کے خیال سے درہ چھوڑ کر بھاگ نکلے، اور فرمان رسول اللہ ﷺ اپنی رائے قیاس کے آگے انہوں نے بالکل فراموش کر دیا، نتیجہ یہ کہ کافروں کے اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، اور بیشتر مسلمان مجاہدین نے راہ فرار اختیار کی، رسول کریم ﷺ کے ساتھ صرف ابو بکر صدیق، عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، ابو عبیدہ بن جراح، خباب بن منذر، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ بچے رہے۔ ستر اکابر صحابہ شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت امیر حمزہؓ کو سید الشہداء کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو سفیانؓ جو اس وقت کفار قریش کے لشکر کی کمان کر رہے تھے، جنگ کے خاتمہ پر انہوں نے فخریہ مسلمانوں کو لٹکارا اور یہ بھی کہا کہ مسلمانو! تمہارے کچھ شہداء مثلاً کئے ملیں گے، یعنی ان کے ناک کان کاٹ کر ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ میں نے ایسا حکم نہیں دیا، مگر میں اسے برا بھی نہیں سمجھتا۔

مشرکوں نے سب سے زیادہ گستاخی حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ کی تھی۔ وحشی نامی ایک غلام نے ان پر چھپ کر وار کیا، وہ گر گئے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے اپنے باپ اور بھائی کا مارا جانا یاد کر کے ان کی نفش کا مثلہ کر دیا اور ان کا کلیجہ نکال کر چلیا اور ان کی نفش پر کھڑی ہوئی اور فخریہ شعر پڑھے۔

ہبل ایک بت کا نام تھا جو کعبہ کے بتوں میں بڑا مانا جاتا تھا۔ گویا ابو سفیان نے فتح جنگ پر ہبل کی بے کاندہ بلند کیا کہ آج تیرا غلبہ ہوا اور اللہ والے مغلوب ہوئے۔ اسکے جواب میں آنحضرت ﷺ نے حقیقت افروز نعرہ اللہ اعلیٰ واجل کے لفظوں میں بلند فرمایا، جو اسلئے بلند اور برتر ثابت ہوا کہ بعد میں ہبل اور تمام بتوں کا کعبہ سے خاتمہ ہو گیا اور اللہ عزوجل کا نام وہاں ہمیشہ کے لئے بلند ہو رہا ہے۔

اس حدیث سے حضرت امام بخاریؒ نے باب کا مطلب یوں ثابت کیا کہ عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ والوں نے اپنے سردار سے اختلاف کیا اور ان کا کمانہ مانا، مورچہ سے ہٹ گئے، اس لئے سزا پائی، شکست اٹھائی، ہمیں سے نص صریح کے سامنے رائے قیاس کرنے کی انتہائی مذمت ثابت ہوئی مگر صد افسوس کہ امت کے ایک کثیر طبقہ کو اس رائے و قیاس نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے، نیز افتراق امت کا اہم سبب تقلید جلد ہے جس نے مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

وین حق راچار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند

۱۶۵- بَابُ إِذَا فَرَّعُوا بِاللَّيْلِ باب اگر رات کے وقت دشمن کا ڈر پیدا ہو

(تو چاہئے کہ حاکم اس کی خبر لے)

(۳۰۴۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انسؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ گھبرا گئے

۳۰۴۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ.

تھے، کیونکہ ایک آواز سنائی دی تھی۔ پھر ابو طلحہؓ کے ایک گھوڑے پر جس کی پیٹھ تنگی تھی رسول کریم ﷺ حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تمام اطراف مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپؐ واپس آکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے تو تلوار آپؐ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپؐ فرما رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا، میں نے تو اسے دریا کی طرح پایا۔ (تیز دوڑنے میں) آپؐ کا اشارہ گھوڑے کی طرف تھا۔

بعض دشمن قبائل کی طرف سے مدینہ منورہ پر اچانک شب خونی کا خطرہ تھا، اور ایک دفعہ اندھیری رات میں کسی نامعلوم آواز پر ایسا شبہ ہو گیا تھا جس کی تحقیق کے لئے سب سے پہلے خود رسول کریم ﷺ نکلے اور آپؐ مدینہ کے چاروں طرف دور دور تک پتہ لے کر واپس لوٹے اور مسلمانوں کی تسلی دلائی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے، اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوا۔

باب دشمن کو دیکھ کر بلند آواز سے

یا صبا حاہ پکارنا

تاکہ لوگ سن لیں اور مدد کو آئیں۔

۱۶۶- بَابُ مَنْ رَأَى الْعَدُوَّ فَنَادَى

بِأَعْلَى صَوْتِهِ :

يَا صَبَا حَاهُ. حَتَّى يُسْمِعَ النَّاسَ

قال ابن المنير موضع هذه الترجمة ان هذه الدعوة ليست من دعوى الجاهلية المنهى عنها لانها استغاثة على الكفار (فتح) یعنی اس

طرح پکارنا منع نہیں ہے۔

(۳۰۴۱) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم کو یزید بن ابی عبید نے خبر دی، انہیں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ سے غلبہ (شام کے راستہ میں ایک مقام) جا رہا تھا، غلبہ کی پہاڑی پر ابھی میں پہنچا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک غلام (رباح) مجھے ملا۔ میں نے کہا، کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی دودھیل اونٹنیاں (دودھ دینے والیاں) چھین لی گئیں ہیں۔ میں نے پوچھا کس نے چھینا ہے؟ بتایا کہ قبیلہ غطفان اور فزارہ کے لوگوں نے۔ پھر میں نے تین مرتبہ بہت زور سے چیخ کر ”یا صبا حاہ، یا صبا حاہ“ کہا۔ اتنی زور سے کہ مدینہ کے چاروں طرف میری آواز پہنچ گئی۔ اس کے بعد میں بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھا، اور ڈاکوؤں کو جالیا، اونٹنیاں ان کے ساتھ تھیں، میں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیا، اور کہنے لگا، میں اکوع کا بیٹا سلمہ ہوں اور آج کا دن کینوں کی ہلاکت کا

۳۰۴۱- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلْمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: ((خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِينَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ. حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِبَيْتَةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ. قُلْتُ: وَيْحَكَ، مَا بَلَكَ؟ قَالَ: أَخَذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ ﷺ. قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ: غُطَفَانٌ وَفَزَارَةُ. فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا : يَا صَبَا حَاهُ، يَا صَبَا حَاهُ. ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ وَقَدْ أَخَذُوهَا، فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ وَأَقُولُ : أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ. وَالْيَوْمَ يَوْمَ الرُّضْعِ. فَاسْتَفْذَتْهَا

دن ہے۔ آخر تمام اونٹنیاں میں نے ان سے چھڑا لیں، ابھی وہ لوگ پانی نہ پینے پائے تھے اور انہیں ہانک کر واپس لا رہا تھا کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی مجھ کو مل گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ڈاکو پیاسے ہیں اور میں نے مارے تیروں کے پانی بھی نہیں پینے دیا۔ اس لئے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو بھیج دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے ابن الاکوع! تو ان پر غالب ہو چکا اب جانے دے، درگزر کروہ تو اپنی قوم میں پہنچ گئے جہاں ان کی مسمانی ہو رہی ہے۔

مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرِبُوا، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسْوَفَهَا، فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْقَوْمَ عَطَاشٌ، وَإِنِّي أَعَجَلْتُهُمْ أَنْ يَشْرِبُوا سِقْيَهُمْ، فَأَبْعَثْ فِي إِيْرِهِمْ. فَقَالَ: ((يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكَتْ فَأَسْجَحْ، إِنَّ الْقَوْمَ يُفْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ)).

[طرفہ فی : ۴۱۹۴]

تشریح لفظ رضع داضع کی جمع ہے بمعنی پاجی، کینہ اور بد معاش بعض نے کہا بخیل جو بخل کی وجہ سے اپنے جانور کا دودھ منہ سے چوستا ہے دوہتا نہیں کہ کہیں دوہنے کی آواز سن کر دوسرے لوگ نہ آجائیں اور ان کو دودھ دینا پڑے، ایک بخیل کا ایسا ہی قصہ مشہور ہے۔ بعضوں نے کہا ترجمہ یوں ہے آج معلوم ہو جائے گا کس نے شریف ماں کا دودھ پیا ہے اور کس نے کمینہ کا۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ کوئی آفت آتی ہے تو زور سے پکارتے ہیں، یا صباہ! یعنی یہ صبح مصیبت کی ہے، جلد آؤ اور ہماری مدد کرو۔ غالبہ ایک مقام کا نام ہے مدینہ سے کئی میل پر شام کی طرف۔ وہاں درخت بہت تھے، وہیں کے بھاؤ سے منبر نبوی بنایا گیا تھا۔ غطفان اور فزارہ دو قبیلوں کے نام ہیں سلمہ بن اکوع بنیٹھ نے کہا تھا کہ وہ ڈاکو پانی پینے کو ٹھہرے ہوں گے، فوج کے لوگ ان کو پالیں گے اور پکڑ لائیں گے۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ میرے ساتھ سو آدمی دیتے تو میں ان کو معد ان کے اسباب کے گرفتار کر کے لاتا ہوں۔ آپ نے جو جواب دیا وہ آپ کا معجزہ تھا۔ واقعی وہ ڈاکو اپنے قبیلہ غطفان میں پہنچ چکے تھے۔

۱۶۷- بَابُ مَنْ قَالَ: خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ فَلَانٍ
سلمہ بن اکوع بنیٹھ نے ڈاکوؤں پر تیر چلائے اور کہا، لے
میں اکوع کا بیٹا ہوں

لڑائی کے وقت میں جب دشمن پر وار کرے ایسا کہنا جائز ہے، اور یہ اس فخر اور تکبر میں داخل نہیں ہے جو منع ہے قال ابن المنیر موقعها من الاحکام انها خارجة عن الافتخار المنهى عنه لا قنضاء الحال ذالك قلت وهو قریب من جواز الاختيال بالخاء المعجمة فی الحرب دون غيرها (فتح)

(۳۰۴۲) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابواسحاق نے بیان کیا کہ انہوں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا، اے ابوعمارہ! کیا آپ لوگ حنین کی جنگ میں واقعی فرار ہو گئے تھے؟ ابواسحاق نے کہا میں سن رہا تھا، براء نے یہ جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ اس دن اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہٹے تھے۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے، جس وقت مشرکین نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ سواری

۳۰۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: ((سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرَةَ، أَوَلَيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ وَأَنَا أَسْمَعُ: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمْ يُولَّ يَوْمَئِذٍ، كَانَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ أَخِيذًا بِعِنَانٍ بَغْلَتِهِ، فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُونَ نَزَلَ فَعَجَلَ

یَقُولُ: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ)). فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ أَشَدُّ مِنْهُ)). [راجع: ۲۸۶۴]

سے اترے اور (تمام میدان میں آکر) فرمانے لگے میں اللہ کا نبی ہوں، اس میں بالکل جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ براءؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ بہادر اس دن کوئی بھی نہیں تھا۔

تفسیر جنگ حنین کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ ﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كُنُوزُكُمْ﴾ (التوبہ: ۲۵) یعنی حنین کی لڑائی میں تم کو تمہاری کثرت نے گھمٹو وغرور میں ڈال دیا تھا جس کا نتیجہ یہ کہ تمہاری کثرت نے تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا اور قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے عام مسلمانوں کے منہ موڑ دیے۔ بعد میں رسول کریم ﷺ کی استقامت و بہادری نے اکھڑے ہوئے مجاہدین کے دل بڑھا دیے اور ذرا سی ہمت و بہادری نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا، اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے انا النبی لا کذب کا نعرہ بلند فرمایا، میدان جنگ میں ایسے قوی نعرے بلند کرنا مذموم نہیں ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کا یہی مقصد ہے۔

۱۶۸- بَابُ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلَى

حُكْمِ رَجُلٍ

۳۰۴۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلٍ ابْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - وَكَانَ قَرِينًا مِنْهُ - فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قُومُوا إِلَي سَيِّدِكُمْ))، فَجَاءَ فَعَجَسَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ: ((إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ)). قَالَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تَقْتَلَ الْمَقَاتِلَةَ، وَأَنْ تُسَبِّى الذَّرِيَّةَ. قَالَ: ((لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ)). [أطرافه في: ۳۸۰۴، ۴۱۲۱، ۶۲۶۲].

۳۰۴۳) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، ان سے ابو امامہ نے، جو سہل بن حنیف کے لڑکے تھے کہ ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا جب بنو قریظہ سعد بن معاذؓ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال کر قلعہ سے اتر آئے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں (سعد کو) بلایا۔ آپ وہیں قریب ہی ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے (کیونکہ زخمی تھے) حضرت سعدؓ گدھے پر سوار ہو کر آئے، جب وہ آپ کے قریب پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ (اور ان کو سواری سے اتارو) آخر آپ اتر کر آنحضرت ﷺ کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں (بنو قریظہ کے یہودی) نے آپ کی ثالثی کی شرط پر ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ (اس لئے آپ ان کا فیصلہ کر دیں) انہوں نے کہا کہ پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان میں جتنے آدمی لڑنے والے ہیں، انہیں قتل کر دیا جائے، اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے۔ آپ نے فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(بعض نے کہا کہ حضرت سعدؓ کچھ بیمار تھے، ان کو سواری سے اتارنے کے لئے دوسرے کی مدد درکار تھی، اس لئے آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر ان کو اتار لو، ترجمہ باب کی مطابقت ظاہر ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے، تو نے وہ حکم دیا جو اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے دیا۔ (وحیدی)

حضرت سعدؓ کا فیصلہ حالات حاضرہ کے تحت بالکل مناسب تھا، اور اس کے بغیر قیام امن ناممکن تھا۔ وہ بنو قریظہ کے یہودیوں کی فطرت سے واقف تھے، ان کا یہ فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق تھا۔

۱۶۹- بَابُ قَتْلِ الْأَمِيرِ وَقَتْلِ الصَّبْرِ

باب قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو کھڑا کر کے نشانہ بنانا

جس کو عربی میں قتل مبر کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جاندار آدمی ہو یا جانور اس کو کسی جہاز درخت وغیرہ سے باندھ دینا اور تیریا گولی کا نشانہ بنانا اس باب کو لاکر امام بخاریؒ نے ان لوگوں کا رد کیا جو قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں رکھتے۔

۳۰۴۴- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْجَفْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: ((اقتلوه)). [راجع: ۱۸۴۶]

۳۰۴۴- ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے اور ان سے انس بن مالکؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ آپ جب اسے اتار رہے تھے تو ایک شخص (ابو برزہ اسلمی) نے آکر آپ کو خبر دی کہ ابن خطل (اسلام کا بدترین دشمن) کعبہ کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے وہیں قتل کر دو۔

یہ عبد اللہ بن خطل کم بخت مرتد ہو کر ایک مسلمان کا خون کر کے کافروں میں مل گیا تھا اور آنحضرت ﷺ کی اور مسلمانوں کی جھوٹے بیانیوں سے گواہ۔ یہ حدیث اس حدیث کی تخصیص ہے کہ جو شخص مسجد حرام میں آجائے وہ بے خوف ہے اور اس سے یہ نکلا کہ مسجد حرام میں حد قصاص لیا جاسکتا ہے۔ خود لوہے کا ٹوپ جو میدان جنگ میں سر کے پچانے کے لئے استعمال ہوتا تھا جس طرح لوہے کا کرتہ زرہ نامی سے بلی بدن کو پچایا جاتا تھا۔

باب اپنے تئیں قید کر دینا اور جو شخص قید نہ کرائے اس کا حکم

اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا

۳۰۴۵- ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ ثقفی نے خبر دی، وہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے دوست، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دس صحابہ کی ایک جماعت کفار کی جاسوسی کے لئے بھیجی، اس جماعت کا امیر عاصم بن عمر بن خطاب کے نانا عاصم بن ثابت انصاریؓ کو بنایا اور جماعت روانہ ہو گئی۔ جب یہ لوگ مقام حدادہ پر پہنچے جو عسکان اور مکہ کے درمیان میں ہے تو قبیلہ ہذیل کی

۱۷۰- بَابُ هَلْ يَسْتَأْمِرُ الرَّجُلُ؟

وَمَنْ لَمْ يَسْتَأْمِرْ،

وَمَنْ رَكَعَ رَكَعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

۳۰۴۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الْتَفَقِي - وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ - أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ

بَن ثَابِتِ الْأَنْصَارِيِّ - جَدُّ عَاصِمِ بْنِ
عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ - فَأَنْطَلَقُوا، حَتَّى إِذَا
كَانُوا بِالْهَدَاقَةِ - وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ
وَمَكَّةَ - وَذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هَذِلٍ يُقَالُ
لَهُمْ بَنُو لَحْيَانَ، فَفَرَّوْا لَهُمْ قَرِيبًا مِنْ
مَاتِي رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ، فَاقْتَصَوْا آثَارَهُمْ
حَتَّى وَجَدُوا مَا كُلُّهُمْ تَمَرًا تَزَوَّدُوهُ مِنْ
الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هَذَا تَمَرٌ يَشْرَبُ فَاقْتَصَوْا
آثَارَهُمْ فَلَمَّا رَأَوْهُمْ عَاصِمٌ وَأَصْحَابُهُ
لَجَوْا إِلَى فَذْفِدٍ، وَأَخَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ،
فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا وَأَعْطُونَا بِأَيْدِيكُمْ،
وَلَكُمْ الْعَهْدُ الْمِيثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ
أَحَدًا. قَالَ عَاصِمٌ بَنُ ثَابِتٍ أَمِيرُ السَّرِيَّةِ
: أَمَا أَنَا فَوَ اللَّهُ لَا أَنْزِلُ الْيَوْمَ فِي ذِمَّةِ
كَافِرٍ، اللَّهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ، فَرَمَوْهُمْ
بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ. فَنَزَلَ
إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةَ زَهَطٍ بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ،
مِنْهُمْ خُبَيْبُ الْأَنْصَارِيِّ وَابْنُ ذَيْنَةَ
وَرَجُلٌ آخَرٌ. فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ
أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيهِمْ فَأَوْتَفَوْهُمْ، فَقَالَ
الرَّجُلُ الثَّلَاثُ: هَذَا أَوَّلُ الْقَدَرِ، وَاللَّهِ
لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ فِي هَؤُلَاءِ لَأَسُوءَ
سُيْرَةٍ الْقَتْلَى - فَجَرَرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى
أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَأَبَى، فَقَتَلُوهُ، فَأَنْطَلَقُوا
بِخُبَيْبٍ وَابْنِ ذَيْنَةَ حَتَّى بَاغَوْهُمَا بِمَكَّةَ
بَغْذٍ وَقِيَمَةٍ بَذَرٍ، فَابْتَنَعَ خُبَيْبًا بَنُو
الْحَارِثِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ نَوْفَلٍ بْنِ عَبْدِ

ایک شلخ بنو لیحان کو کسی نے خبر دے دی اور اس قبیلہ کے دو سوتیر
اندازوں کی ایک جماعت ان کی تلاش میں نکلی، یہ سب صحابہ کے
نشانات قدم سے اندازہ لگاتے ہوئے چلتے چلتے آخر ایک ایسی جگہ پر
پہنچ گئے جہاں صحابہ نے بیٹھ کر کھجوریں کھائی تھیں، جو وہ مدینہ منورہ
سے اپنے ساتھ لے کر چلے تھے۔ پیچھا کرنے والوں نے کہا کہ یہ
(گھٹلیاں) تو یثرب (مدینہ) کی (کھجوروں کی) ہیں اور پھر قدم کے نشانات
سے اندازہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ آخر عاصمؓ اور ان کے
ساتھیوں نے جب انہیں دیکھا تو ان سب نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پناہ
لی، مشرکین نے ان سے کہا کہ ہتھیار ڈال کر نیچے اتر آؤ، تم سے ہمارا
عہد و پیمان ہے۔ ہم کسی شخص کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ عاصم بن
حارثؓ مہم کے امیر نے کہا کہ میں تو آج کسی صورت میں بھی ایک کافر
کی پناہ میں نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! ہماری حالت سے اپنے نبی کو
مطلع کر دے۔ اس پر ان کافروں نے تیر برسے شروع کر دیئے اور
عاصمؓ اور سات دوسرے صحابہ کو شہید کر ڈالا اور باقی تین صحابی ان
کے عہد و پیمان پر اتر آئے، یہ خبیب انصاریؓ، ابن دشنہؓ اور ایک
تیسرے صحابی (عبداللہ بن طارق بلویؓ) تھے۔ جب یہ صحابی ان کے
قابو میں آگئے تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت اتار کر ان کو ان سے
باندھ لیا، حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ
تمہاری پہلی غداری ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، بلکہ
میں تو انہیں حضرت کا اسوہ اختیار کروں گا، ان کی مراد شہداء سے تھی،
مگر مشرکین انہیں کھینچنے لگے اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔
جب وہ کسی طرح نہ گئے تو ان کو بھی شہید کر دیا۔ اب یہ خبیب اور
ابن دشنہؓ کو ساتھ لے کر چلے اور ان کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔
یہ جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل
بن عبد مناف کے لڑکوں نے خرید لیا، خبیبؓ نے ہی بدر کی لڑائی میں
حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ آپ ان کے یہاں کچھ دنوں تک قیدی
بن کر رہے، (زہری نے بیان کیا) کہ مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر

دی اور انہیں حارث کی بیٹی (زینبؓ) نے خبر دی کہ جب (ان کو قتل کرنے کے لئے) لوگ آئے تو زینب سے انہوں نے موئے زیر ناف مونڈنے کے لئے استرامانگا۔ انہوں نے استرا دے دیا، (زینب نے بیان کیا) پھر انہوں نے میرے ایک بچے کو اپنے پاس بلا لیا، جب وہ ان کے پاس گیا تو میں غافل تھی، زینب نے بیان کیا کہ پھر جب میں نے اپنے بچے کو ان کی ران پر بیٹھا ہوا دیکھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا تو میں اس بری طرح گھبرا گئی کہ خبیثؓ بھی میرے چہرے سے سمجھ گئے انہوں نے کہا، تمہیں اس کا خوف ہو گا کہ میں اسے قتل کر ڈالوں گا، یقین کرو میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! کوئی قیدی میں نے خبیثؓ سے بہتر کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا کہ انگور کا خوشہ ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس میں سے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں پھلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔ کہا کرتی تھیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی روزی تھی جو اللہ نے خبیثؓ کو بھیجی تھی۔ پھر جب مشرکین انہیں حرم سے باہر لائے، تاکہ حرم کے حدود سے نکل کر انہیں شہید کر دیں تو خبیثؓ نے ان سے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انہوں نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر خبیثؓ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا، اگر تم یہ خیال نہ کرنے لگتے کہ میں (قتل سے) گھبرا رہا ہوں تو میں ان رکعتوں کو اور لمبا کرتا۔ اے اللہ! ان ظالموں سے ایک ایک کو ختم کر دے، (پھر یہ اشعار پڑھے) ”جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں، تو مجھے کسی قسم کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ خواہ اللہ کے راستے میں مجھے کسی پہلو پر بھی پچھاڑا جائے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کر دی گئی ہو۔ آخر حارث کے بیٹے (عقبہ) نے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیثؓ سے ہی ہر اس مسلمان کے لئے جسے قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو کعتیں شروع ہوئی ہیں۔ ادھر حادثہ کے شروع ہی میں حضرت عاصم

مَنَافٍ، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ
 بَنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ
 أَسِيرًا فَأَخْبَرَنِي غُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَيَاضٍ أَنَّ
 بَنَتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنََّّهُمْ حِينَ
 اجْتَمَعُوا اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَجِدُّ بِهَا
 فَأَعَارَتْهُ، فَأَخَذَ ابْنَا لِي وَأَنَا غَافِلَةً حِينَ
 أَتَاهُ، قَالَتْ: فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلَى
 فَخْذِهِ وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَرَعْتُ فَرْعَةً
 عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ:
 تَحْشِينَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ.
 وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ
 خُبَيْبٍ. وَاللَّهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ مِنْ
 قِطْفِ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمَوْتُوقٌ فِي
 الْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ. وَكَانَتْ
 تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ مِنَ اللَّهِ رَزَقَهُ خُبَيْبًا.
 فَلَمَّا خَرَجُوا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي
 الْحِجْلِ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: ذَرُونِي أَرْكَعُ
 رَكَعَتَيْنِ. فَتَرَكُوهُ فَوَكَعَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ
 قَالَ: لَوْ لَا أَنْ تَظُنُّوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ
 لَطَوَّلْتُهَا، اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَذَابًا. وَقَالَ:
 مَا أَبَالِي حِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا
 عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كَانَ لِلَّهِ مَضْرُوعِي
 وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ، وَإِنْ يَشَأْ
 يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شَلُو مُمَرِّعٍ
 فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ، فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَ
 الرِّكَعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا.
 فَاسْتَجَابَ اللَّهُ لِعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ-

بن ثابتؓ (مم کے امیر) کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی تھی (کہ اے اللہ! ہماری حالت کی خبر اپنے نبی کو دے دے) اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو وہ سب حالات بتا دیئے تھے جن سے یہ مم دوچار ہوئی تھی۔ کفار قریش کے کچھ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے ان کی لاش کے لئے اپنے آدمی بھیجے تاکہ ان کی جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ لائیں جس سے ان کی شناخت ہو سکتی ہو۔ عاصمؓ نے بدر کی جنگ میں کفار قریش کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کا ایک چھتہ عاصمؓ کی نعش پر قائم کر دیا انہوں نے قریش کے آدمیوں سے عاصم کی لاش کو بچا لیا اور وہ ان کے بدن کا کوئی ٹکڑا نہ کاٹ سکے۔

أَصِيبَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبْرَهُمْ وَمَا أَصِيبُوا، وَبَعَثَ نَاسًا مِنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِينَ حَدَّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتُوا بِشَيْءٍ مِنْهُ يُعْرِفُ، وَكَانَ قَدْ قُتِلَ رَجُلًا مِنْ عَظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ قُبِعَتْ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلُ الظِّلَّةِ مِنَ الدَّبَرِ، فَحَمَتُهُ مِنْ رَسُولِهِمْ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى أَنْ يَقْطَعُوا مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا)).

[أطرافه في: ٣٩٨٩، ٤٠٨٦، ٧٤٠٢].

شرح عاصم بن عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ بعضوں نے کہا یہ عاصم بن عمرؓ کے ماموں تھے اور جلیلہ ان کی بہن تھیں۔ خیر ان چھ آدمیوں کو آپؐ نے عضل اور قارہ والوں کی درخواست پر بھیجا تھا۔ وہ جنگ احد کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے عرض کیا ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چند صحابہؓ کو کر دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں۔ آپؐ نے مرثد بن ابی مرثد اور خالد بن بکیر اور ضعیب بن عدی اور زید بن دشہ اور عبد اللہ بن طارق کو ان کے ساتھ کر دیا، راستے میں بنو لیمان کے لوگوں نے ان پر حملہ کیا اور دعا سے مار ڈالا۔ (وحیدی)

باب (مسلمان) قیدیوں کو آزاد کرانا

۱۷۱- بَابُ فَكَأَكِ الْأَمِيرِ. فِيهِ عَنْ

اس بارے میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی ایک حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

(۳۰۴۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے بیان کیا، ان سے ابو داؤد نے بیان کیا اور ان سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”عانی“ یعنی قیدی کو چھڑا کر دے، بھوکے کو کھلایا کر دے اور بیمار کی عیادت کیا کر دے۔

۳۰۴۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ((فُكُّوا الْأَعْيَانِ - يَغْنِي الْأَمِيرَ - وَأَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَغُذُّوا النَّمْرِيضَ)). [أطرافه في: ٥١٧٤، ٥٣٧٣،

[٧١٧٣، ٥٦٤٩].

یہ تینوں نیکیاں ایمان و اخلاق کی دنیا میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مظلوم قیدی کو آزاد کرانا اتنی بڑی نیکی ہے جس کے ثواب کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح بھوکوں کو کھانا کھانا دہ عمل ہے جس کی تعریف بہت سی آیات قرآنی و احادیث نبوی میں وارد ہے اور مریض کا مزاج پوچھنا بھی مننون طریقہ ہے۔

۳۰۴۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِنَ الْوَحْيِ إِلَّا مَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، مَا أَغْلَمُهُ إِلَّا فَهَمًا يُغْطِيهِ اللَّهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قُلْتُ: وَمَا فِي الصَّحِيفَةِ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفِكَائِكَ الْأَسِيرِ، وَأَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ)). [راجع: ۱۱۱]

(۳۰۴۷) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے مطرف نے بیان کیا، ان سے عامر نے بیان کیا، اور ان سے ابو جحیفہؓ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا، آپ حضرات (اہل بیت) کے پاس کتب اللہ کے سوا اور بھی کوئی وحی ہے؟ آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو (زمین) چیر کر (نکالا) اور جس نے روح کو پیدا کیا، مجھے تو کوئی ایسی وحی معلوم نہیں (جو قرآن میں نہ ہو) البتہ سمجھ ایک دوسری چیز ہے، جو اللہ کسی بندے کو قرآن میں عطا فرمائے (قرآن سے طرح طرح کے مطالب نکالے) یا جو اس ورق میں ہے۔ میں نے پوچھا، اس ورق میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ دیت کے احکام اور قیدی کا چھڑانا اور مسلمان کا کافر کے بدلے میں نہ مارا جانا، (یہ مسائل اس ورق میں لکھے ہوئے ہیں اور بس)

ترجمہ: اس سے ان شیعہ لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں معاذ اللہ قرآن کی اور بہت سی آیتیں تھیں جن کو آنحضرت ﷺ نے فاش نہیں کیا، بلکہ خاص حضرت علیؓ اور اپنے اہل بیت کو بتلائیں، یہ صریح جھوٹ ہے۔ آنحضرت ﷺ جب اکیلے بے یار و مددگار مشرکوں میں پھنسے ہوئے تھے اس وقت تو آپ نے کوئی بات چھپائی ہی نہیں، اللہ کا پیغام بے خوف و خطر سنایا، جس میں مشرکین کی اور ان کے معبودوں کی کھلی برائیاں تھیں۔ پھر جب آپ کے جائز و فحاشی صدا صحابہ موجود تھے آپ کو کسی کا کچھ بھی ڈر نہ تھا، آپ اللہ کا پیغام کیسے چھپا کر رکھتے۔ اب رہیں وہ روایتیں جو شیعہ اپنی کتابوں میں اہل بیتؑ سے نقل کرتے ہیں تو ان میں اکثر جھوٹ اور غلط اور بنائی ہوئی ہیں۔

ترجمہ باب لفظ ولا یقتل مسلم بکافر سے نکلا۔ قسطلانی نے کہا جمہور علماء اور اہل حدیث کا یہی قول ہے کہ مسلمان کافر کے بدل قتل نہ کیا جائے گا، اور صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ نے ایک ضعیف روایت سے جس کو دار قطنی نے نکالا کہ مسلمان ذمی کافر کے بدل قتل کیا جائے گا فتویٰ دیا ہے۔ (وحیدی)

۱۷۲- بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِينَ

۳۰۴۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ انْذَنْ فَلَنَتَرَكُ

باب مشرکین سے فدیہ لینا

(۳۰۴۸) ہم سے اسماعیل بنی ابی اویس نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں اس کی اجازت دے دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس بن عبدالمطلب کا فدیہ

معاف کر دیں، لیکن آپ نے فرمایا، ان کے فدیہ میں سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

(۳۰۴۹) اور ابراہیم بن لہمان نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بحرین کا خراج آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس مال سے مجھے بھی دیجئے کیونکہ (بدر کے موقع پر) میں نے اپنا اور عقیل دونوں کا فدیہ ادا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، پھر آپ لے لیں، چنانچہ آپ نے انہیں ان کے کپڑے میں نقدی کو بندھوا دیا۔

والحق ان المال المذكور كان من الخراج او الحزبة وهما من مال المصالح ليعني وه مال خراج يا جزية كما تھا اس لئے حضرت عباسؓ کو اس کا لینا جائز ہوا، تفصیلی بیان کتاب الجزیہ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

(۳۰۵۰) مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر بن خردی، انہیں زہری نے، انہیں محمد بن جبیر نے، انہیں ان کے باپ (جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) نے وہ بدر کے قیدیوں کو چھڑانے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے (وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے) انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھی۔

ہر دو احادیث میں مشرکین سے فدیہ لینے کا ذکر ہے، مشرکین خواہ اپنے عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اصل رشتہ دین کا رشتہ ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے، یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت عباسؓ کے فدیہ کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی بہت سی مصلحتوں پر مبنی تھا۔ وہ آپ کے چچا تھے، ان سے ذرا سی بھی رعایت برتا دو سرے لوگوں کے لئے سوء ظن کا ذریعہ بن سکتا تھا، اسی لئے آپ نے یہ فرمایا، جو حدیث میں مذکور ہے۔

باب اگر حربی کافر مسلمانوں کے ملک میں بے امان چلا آئے (تو اس کا مار ڈالنا درست ہے)

(۳۰۵۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عمیس عتبہ بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے، ان سے ان کے باپ (سلمہ) نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سفر میں مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ (آپ غزوہ ہوازن کے لئے تشریف لے

لَا بِنِ أَخْتِنَا عَبَّاسٍ لِدَاءَهُ. فَقَالَ: ((لَا تَدْعُونَ مِنْهَا دِرْهَمًا)). [راجع: ۲۰۳۷]

۳۰۴۹ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْطِي، فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي، وَفَادَيْتُ عَقِيلًا، فَقَالَ: ((خُذْ، فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ)). [راجع: ۴۲۱]

۳۰۵۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَزْزَنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ - وَكَانَ جَاءَ فِي أَسَارَى بَدْرٍ - قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ)). [راجع: ۷۶۵]

۱۷۳ - بَابُ الْحَرْبِيِّ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ

۳۰۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ إِيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ - وَهُوَ فِي سَفَرٍ - فَجَلَسَ

جارہے تھے) وہ جاسوس صحابہ کی جماعت میں بیٹھا، باتیں کیں، پھر وہ واپس چلا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ اسے تلاش کر کے مار ڈالو۔ چنانچہ اسے (سلمہ بن اکوعؓ نے) قتل کر دیا، اور آنحضرتؐ نے اس کے ہتھیار اور اوزار قتل کرنے والے کو دلواد دیئے۔

باب ذمی کافروں کو بچانے کے لئے لڑنا

ان کا غلام لونڈی نہ بنانا

ذمی وہ کافر جو مسلمانوں کی امان میں رہتے ہیں، ان کو جزیہ دیتے ہیں۔ ایسے کافروں کے جان و مال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اگر وہ عہد توڑ ڈالیں اور مسلمانوں کو دغا دیں تب تو ان کو مارنا اور ان کا لونڈی غلام بنانا درست ہے۔ (وحیدی)

(۳۰۵۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، انہیں حصین بن عبدالرحمن نے، ان سے عمرو بن میمون نے کہ حضرت عمرؓ نے (وفات سے تھوڑی دیر پہلے) فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا (ذمیوں سے) جو عہد ہے اس کو وہ پورا کرے اور یہ کہ ان کی حمایت میں ان کے دشمنوں سے جنگ کرے اور ان کی طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ ان پر نہ ڈالا جائے۔

[راجع: ۱۳۹۲]

ذمی ان غیر مسلموں کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت کے حدود میں رہتے ہیں۔ اسلام میں ایسے تمام غیر مسلموں کی جان و مال عزت و آبرو مسلمانوں کی طرح ہے اور اگر ان پر کسی طرف سے کوئی آنچ آتی ہو تو حکومت اسلامی کا فرض ہے کہ ان کی حفاظت کے لئے ان کے دشمنوں سے اگر جنگ بھی کرنی پڑے تو ضرور کریں اور ان سے کوئی بد عہدی نہ کریں۔ آخر میں جزیہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اسی قدر لگایا جائے جسے وہ بخوشی برداشت کر سکیں۔

باب جو کافر دوسرے ملکوں سے ایلیٰ بن کر آئیں ان سے

اچھا سلوک کرنا

۱۷۵ - بابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

وفد یعنی وہ جماعت جو اپنے ملک والوں کی طرف سے بطور سفارت کے آتی ہے، اس باب میں حضرت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی، بعض نسخوں میں یہ باب مؤخر اور باب ہل بسنشفع الخ مقدم ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث اس باب کے مطابق ہے اور باب ہل بسنشفع سے اس کی مطابقت مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں حضرت امام بخاریؒ نے ان دونوں ابواب کے لئے ابن عباسؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ وفد کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کا تو اس میں صاف مذکور ہے، اب ذمیوں کی سفارش تو اس کی نفی امام بخاریؒ نے آپ کے اس فرمان سے نکالی کہ مشرکوں کو جزیہ عرب کے باہر کر دینا، معلوم ہوا ان کی سفارش نہ سنا چاہئے اور ان کے ساتھ جو معاملہ آپ نے کیا یعنی اخراج اس کا بھی اس حدیث میں ذکر ہے۔ (وحیدی)

باب ذمیوں کی سفارش اور ان سے کیسا

معاملہ کیا جائے

(۳۰۵۳) ہم سے قبیلہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان احول نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جمہرات کے دن، اور معلوم ہے جمہرات کا دن کیا ہے؟ پھر آپ اتاروئے کہ کنکریاں تک بھیگ گئیں۔ آخر آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں شدت اسی جمہرات کے دن ہوئی تھی۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ، تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب لکھوا جاؤں کہ تم (میرے بعد اس پر چلتے رہو تو) کبھی گمراہ نہ ہو سکو اس پر صحابہ میں اختلاف ہو گیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ نبی کے سامنے جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔ صحابہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ (بیماری کی شدت سے) برا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھا، اب مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، میں جس حال میں اس وقت ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو تم کرنا چاہتے ہو۔ آخر آپ نے اپنی وفات کے وقت تین وصیتیں فرمائی تھیں۔ یہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے باہر کر دینا۔ دوسرے یہ کہ وفود سے ایسا ہی سلوک کرتے رہنا، جیسے میں کرتا رہا (ان کی خاطر داری ضیافت وغیرہ) اور تیسری ہدایت میں بھول گیا۔ اور یعقوب بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن عبد الرحمن سے جزیرہ عرب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مکہ، مدینہ، یمامہ اور یمن (کا نام جزیرہ عرب) ہے۔ اور یعقوب نے کہا کہ عرج سے تمامہ شروع ہوتا ہے۔ (عرج مکہ اور

مدینہ کے راستے میں ایک منزل کا نام ہے)

۱۷۶- بَابُ هَلْ يُسْتَشْفَعُ إِلَى أَهْلِ

الذِّمَّةِ؟ وَمُعَامَلَتُهُمْ

۳۰۵۳- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَخْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: يَوْمَ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ. ثُمَّ بَكَى حَتَّى خَضِبَ دَمْعُهُ الْخَضْبَاءَ، فَقَالَ: اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ: ((أَتَتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا)). فَتَنَازَعُوا، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ. فَقَالُوا: هَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. قَالَ: ((دَعُونِي، فَإِلَٰذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ)). وَأَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: ((أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِزُوا الْوَفْدَ بِخَوِ مَا كُنْتُ أَجِيزُهُمْ، وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ)). وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ: سَأَلْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ: مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ. وَقَالَ يَعْقُوبُ: وَالْعَرَجُ أَوَّلُ تِهَامَةٍ.

[راجع: ۱۱۴]

تفسیر

ہجر کے معنی بیماری کی حالت میں ہدائی کیفیت کا ہونا۔ آنحضرت ﷺ کی بیماری اور غیر بیماری ہر حالت میں ہدیان سے محفوظ تھے۔ بعض روایتوں میں اھجر استفہموہ ہے۔ یعنی کیا پیغمبر صاحب ﷺ کی باتیں ہدیان ہیں؟ آپ سے اچھی طرح پوچھ لو، سمجھ لو گویا یہ ان لوگوں کا کلام ہے جو کتاب لکھوانے کے حق میں تھے۔ بعضوں نے کہا یہ کلام حضرت عمرؓ نے کہا تھا اور قرینہ بھی یہی ہے کیونکہ وہ کتاب لکھے جانے کے مخالف تھے۔ اس صورت میں ہجر کے معنی یہ ہوں گے کہ کیا آپ دنیا کو چھوڑنے والے ہیں؟ یعنی آپ کیا وفات پا جائیں گے۔ حضرت عمرؓ کو گھبراہٹ اور رنج میں یہ خیال سا گیا تھا کہ آپ کو موت نہیں آسکتی، اس حالت میں کتاب

لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

قططانی نے کہا، ظاہر یہ ہے کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، جیسے امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا، تو اپنے باپ اور بھائی کو بلا لے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں کوئی اور خلافت کی آرزو کرے، اللہ اور مسلمان سوائے ابو بکر کے اور کسی کی خلافت نہیں مانتے۔

وصایائے نبوی میں ایک اہم وصیت یہ تھی کہ جزیرہ عرب میں سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو نکال دیا جائے، عرب کا ملک طول میں عدن سے عراق تک اور عرض میں جدہ سے شام تک ہے۔ اور اس کو جزیرہ اس لئے فرمایا کہ تین طرف سے سمندر اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہ وصیت حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں پوری کی۔ ملک عرب کو ہر چار جانب سے بحر ہند و بحر قزوم و بحر فارس و بحر حبشہ نے گھیرا ہوا ہے اس لئے اسے جزیرہ کہا گیا ہے۔

حدیث کے جملہ ولا ینبغی عند نبی تنازع پر علامہ قططانی لکھتے ہیں۔ الظاهر انه من قوله صلى الله عليه وسلم لا من قول ابن عباس كما وقع التصريح به في كتاب العلم قال النبي صلى الله عليه وسلم قوموا عني ولا ینبغی عندی التنازع انتهى والظاهر ان هذا الكتاب الذي اراده انما هو في النص على خلافة ابی بکرؓ لكنه عدل عنه معولا على ما هو اصله من استخلافه في الصلوة لتنازعهم واشتد مرضه صلى الله عليه وسلم ويدل عليه ما عند مسلم عن عائشة انه صلى الله عليه وسلم قال ادعى لي ابا بکر و اخاك اكتب كتاب فاني اخاف ان يتمنى متمن ويقول قائل انا اولی وبای الله والمؤمنون الا ابا بکر وعند البزار من روايتها انه قال عند اشتداد مرضه ابی بکر بدوءه وكشف او قرطاس اكتب لابی بکر كتابا لا یختلف الناس علیه ثم قال معاذ الله ان یختلف الناس علی ابی بکر فهذه النص صریح علی تقدیم خلافة ابی بکر (قططانی)

ظاہر ہے کہ الفاظ قوموا عني الخ خود آنحضرت ﷺ ہی کے فرمودہ ہیں یہ ابن عباسؓ کے لفظ نہیں ہیں جیسا کہ کتاب العلم میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں لہذا یہاں سے کھڑے ہو جاؤ، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کتاب کے لکھنے کا آنحضرت ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا وہ کتاب خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ لکھنا چاہتے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں کے تنازع اور اپنی تکلیف مرض دیکھ کر اس ارادہ کو ترک فرما دیا اور اس لئے بھی کہ آپ اپنی حیات طیبہ ہی میں حضرت صدیق اکبرؓ کو نماز میں امام بنا کر اپنی گدی ان کے حوالے فرما چکے تھے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت عائشہ صدیقہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، اپنے والد ابو بکر کو بلا لو اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ایک کتاب لکھوا دوں، میں ڈرتا ہوں کہ میرے بعد کوئی خلافت کی تمنا لے کر کھڑا ہو اور کہے کہ میں اس کا زیادہ مستحق ہوں، حالانکہ اللہ پاک نے اور جملہ ایمان والوں نے اس عظیم خدمت کے لئے ابو بکرؓ ہی کو منتخب کر لیا ہے اور بزار میں انہی کی روایت سے یوں ہے کہ آپ نے شدت مرض میں فرمایا، میرے پاس دوات کاغذ وغیرہ لاؤ کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے دستاویز لکھوا دوں، تاکہ لوگ اس پر اختلاف نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ اس سے کہ لوگ خلافت ابو بکرؓ میں اختلاف کریں۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر یہ نص صریح ہے۔

۱۷۷- بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُودِ باب وفود سے ملاقات کے لئے اپنے کو آراستہ کرنا

(۳۰۵۴) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سالم بن عبد اللہ نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عمرؓ نے دیکھا کہ بازار میں ایک ریشمی جوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ پھر

۳۰۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةً إِسْتَبْرَقَ

اسے وہ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جوڑا آپ خرید لیں اور عید اور وفود کی ملاقات پر اس سے اپنی زیبائش فرمایا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں یا (آپ نے یہ جملہ فرمایا) اسے تو وہی لوگ پہن سکتے ہیں جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ پھر اللہ نے جتنے دنوں چاہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ پھر جب ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس ایک ریشمی جبہ بھیجا تو حضرت عمرؓ اسے لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ: آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ یہ ان کا لباس ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں یا (عمرؓ نے آپ کی بات اس طرح دہرائی کہ) اسے وہی لوگ پہن سکتے ہیں جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ اور پھر آپؐ نے یہی میرے پاس ارسال فرمادیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ (میرے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ) تم اسے بچ لو یا (فرمایا کہ) اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری کر سکو۔

باب بچے پر اسلام کس طرح پیش کیا جائے

(۳۰۵۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں سالم بن عبد اللہ نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، ابن صیاد (یہودی لڑکا) کے یہاں جا رہی تھی۔ آخر بنو مغالہ (ایک انصاری قبیلہ) کے ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیتے ہوئے اسے ان لوگوں نے پالیا، ابن صیاد بالغ ہونے کے قریب تھا۔ اسے (رسول کریم ﷺ کی آمد کا) پتہ نہیں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے (اس کے قریب پہنچ کر) اپنا ہاتھ اس کی پیٹھ پر مارا، اور فرمایا کیا تو اس کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن صیاد نے آپ کی طرف

تَبَاعُ فِي السُّوقِ، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَغِ هَذِهِ الْحُلَّةَ فَتَحْمِلْ بِهَا لِلْعَيْدِ وَالْوُفْدِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِنْ لَا خَلَاقَ لَهُ - أَوْ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ)) - فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللَّهُ. ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِحَبَّةٍ دِينَجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتَّى أَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، أَوْ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، ثُمَّ أُرْسِلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ. فَقَالَ: ((تَبَيَّنَهَا، أَوْ تُصِيبُ بِهَا بَعْضُ حَاجَتِكَ)).

[راجع: ۸۸۶]

۱۷۸- بَابُ كَيْفُ يُعْرَضُ الْإِسْلَامُ

عَلَى الصَّبِيِّ؟

۳۰۵۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الْفُلَمَّانِ عِنْدَ أَطْمِ بْنِ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ لِيُخْتَلِمَ فَلَمْ يَشْعُرْ بِشَيْءٍ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

دیکھا، پھر کہنے لگا۔ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان پڑھوں کے نبی ہیں۔ اس کے بعد اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے اس کا جواب (صرف اتنا) دیا کہ میں اللہ اور اس کے (سچے) انبیاء پر ایمان لایا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا، تو کیا دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک خبر گچی آتی ہے تو دوسری جھوٹی بھی۔ آنحضرت نے اس پر فرمایا کہ حقیقت حال تجھ پر مشتبہ ہو گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا، اچھا میں نے تیرے لئے اپنے دل میں ایک بات سوچی ہے (بتاؤ وہ کیا ہے؟) ابن صیاد بولا کہ دھواں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، ذیل ہو، کبخت! تو اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اجازت ہو تو میں اس کی گردن مار دوں لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر قادر نہیں ہو سکتے اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کی جان لینے میں کوئی خیر نہیں۔

(۳۰۵۶) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ اس کھجور کے باغ میں تشریف لائے جس میں ابن صیاد موجود تھا۔ جب آپ باغ میں داخل ہو گئے تو کھجور کے تنوں کی آڑ لیتے ہوئے آپ آگے بڑھنے لگے۔ آپ چاہتے یہ تھے کہ اسے آپ کی موجودگی کا احساس نہ ہو سکے اور آپ اس کی باتیں سن لیں۔ ابن صیاد اس وقت اپنے بستر پر ایک چادر اوڑھے پڑا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا۔ اتنے میں اس کی ماں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے تنوں کی آڑ لے کر آگے آرہے ہیں اور اسے آگاہ کر دیا کہ اے صاف! یہ اس کا نام تھا۔ ابن صیاد یہ سنتے ہی اچھل پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اگر اس کی ماں نے اسے یوں ہی رہنے دیا ہو تا تو حقیقت کھل جاتی۔

(۳۰۵۷) سالم نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی شا

((أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ)). قَنْطَرُ
إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ
الْأَمِّيْنِ . فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَتَشْهَدُ
أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ ؟ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ :
((أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :
((مَاذَا تَرَى؟)) قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ : يَا نَبِيَّ
صَادِقٌ وَكَاذِبٌ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((خَلِطَ
عَلَيْكَ الْأَمْرُ)). قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنِّي قَدْ
خَبَّاتُ لَكَ خَبِيئًا)). قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ : هُوَ
الدُّخُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((اِخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ
قَدْرَكَ)). قَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ انْذَنْ
لِي فِيهِ أَضْرِبْ غُنْفَةً . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((إِنْ
يَكُنْهُ فَلَمْ تَسْلُطْ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَلَا
خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ)). [راجع: ۱۳۵۴]

۳۰۵۶- قَالَ ابْنُ عُمَرَ : انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ
وَأَبِي بَنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِي فِيهِ ابْنُ
صَيَّادٍ ، حَتَّى إِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ
ﷺ يَقْفِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتَلُ أَنْ
يَسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ،
وَأَبْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي
قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمَزَةٌ ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ
النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقْفِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ،
فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ : أَيُّ صَافٍ - وَهُوَ
اسْمُهُ - فَتَارَ ابْنُ صَيَّادٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :
((لَوْ تَرَكْتَهُ بَيْنَ)). [راجع: ۱۳۵۵]

۳۰۵۷- وَقَالَ سَالِمٌ : قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ
قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَنَّى عَلَى اللَّهِ

بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدِّجَالَ فَقَالَ: ((إِنِّي أَنْذَرُكُمْ هُوَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ: وَلَكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ: تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَغْوَرٌّ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرٍ)).

[أطرافه في: ٣٣٣٧، ٣٤٣٩، ٤٤٠٢،

٦١٧٥، ٧١٢٣، ٧١٢٧، ٨٤٠٧].

ہے۔

بیان کی، جو اس کی شان کے لائق تھی۔ پھر دجال کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ میں بھی تمہیں اس کے (فتنوں سے) ڈراتا ہوں، کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو اس کے فتنوں سے نہ ڈرایا ہو، نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا لیکن میں اس کے بارے میں تم سے ایک ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی، اور وہ بات یہ ہے کہ دجال کا نام ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک

شیخ ترجمۃ الباب الفاظ اشہد انی رسول اللہ سے نکلتا ہے کہ بچے کے سامنے اسلام اس طرح پیش کیا جائے، آنحضرت ﷺ کو ابن میاد سے چند باتیں دریافت کرنا منظور تھیں، آپ نے خیال کیا کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ تو جھوٹا ہے رسول کہاں سے ہوا، تو شاید وہ چڑ جائے اور ہمارا مقصد پورا نہ ہو، اس لئے ایسا جامع جواب دیا کہ ابن میاد چڑا بھی نہیں اور اس کی پیغمبری کا انکار بھی نکل آیا۔ آنحضرت ﷺ نے آیت ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ﴾ (الدخان: ۱۰) کا تصور فرلیا تھا، ابن میاد نے ”دخان“ کے لفظ سے صرف ”دخ“ بتلایا جیسے شیطانوں کی عادت ہوتی ہے۔ سنی سنائی ایک آدھ بات لے مرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حقیقی دجال کے بارے میں بتلایا کہ وہ کاٹا ہو گا، یہ بڑے دجال کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مہری امت میں تمیں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ یہ دجال امت میں پیدا ہو چکے ہیں۔

ہندوستان پنجاب میں بھی ایک شخص نبوت کا مدعی بن کر کھڑا ہوا۔ جس نے ایک کثیر حلقوں کو گمراہ کر دیا اور اب تک اس کے مریدین ساری دنیا میں دجل پھیلانے میں مشغول ہیں جو بظاہر اسلام کا نام لیتے ہیں اور درپردہ اپنے فرضی نام نما رسول نبی کی رسالت کی تبلیغ کرتے ہیں اور بھی انہوں نے بہت سے غلط عقائد ایجاد کئے ہیں۔ جو سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ علمائے اسلام نے بہت سی کتابوں میں اس فرقہ قادیانیہ کا قلع قمع کیا ہے۔ ہمارے مرحوم استاد حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری نے بھی اس فرقہ کی تردید میں بے نظیر قلمی خدمات انجام دی ہیں۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ آمین اس حدیث میں تین قصے ہیں۔ کتاب الجناز میں یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔

۱۷۹- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِلْيَهُودِ: بَابُ رَسُولِ كَرِيمٍ ﷺ (یہود سے) یوں فرمانا کہ اسلام لاؤ تو

(دنیا اور آخرت میں) سلامتی پاؤ گے

مقبوری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

باب اگر کچھ لوگ جو دار الحرب میں مقیم ہیں اسلام لے آئیں اور وہ مال و جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے مالک ہیں تو

وہ ان ہی کی ہوگی

أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا

قَالَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

۱۸۰- بَابُ إِذَا أَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ

الْحَرْبِ وَلَهُمْ مَالٌ وَأَرْضُونَ فَهِيَ

لَهُمْ

یہ باب لاکر امام بخاریؒ نے حنیفہ کا رد کیا۔ وہ کہتے ہیں اگر حربی کافر مسلمان ہو کر دار الحرب میں رہے پھر مسلمان اس ملک کو فتح کریں تو جائیداد غیر منقولہ یعنی زمین باغ وغیرہ اس کو نہ ملے گی مسلمانوں کی ملک ہو جائے گی۔

(۳۰۵۸) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی انہیں زہری نے، انہیں علی بن حسین نے، انہیں عمرو بن عثمان بن عفان نے اور ان سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرض کیا، یا رسول اللہ! کل آپ (مکہ میں) کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا، اجی! عقیلؓ نے ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہی کب ہے۔ پھر فرمایا کہ کل ہمارا قیام خیعت بنی کنانہ کے مقام محصب میں ہو گا، جہاں پر قریش نے کفر پر قسم کھائی تھی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ بنی کنانہ اور قریش نے (میں پر) ہاشم کے خلاف اس بات کی قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے خرید و فروخت کی جائے اور نہ انہیں اپنے گھروں میں آنے دیں۔ زہری نے کہا کہ خیعت وادی کو کہتے ہیں۔

۳۰۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: ((قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا - فِي حَجَّتِهِ - قَالَ: ((وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنَزَلًا؟)) ثُمَّ قَالَ: ((نَحْنُ نَأْزِلُونَ غَدًا بِحَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ حَيْثُ قَاسَمَتِ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ)). وَذَلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ خَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ أَنْ لَا يُبَايِعُوهُمْ وَلَا يُؤْوُوهُمْ)) قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْحَيْفُ الْوَادِي. [راجع: ۱۵۸۸]

ہوایہ تھا کہ ابو طالب عبدالطلب کے بڑے بیٹے تھے۔ ان کی وفات کے بعد جاہلیت کی رسم کے موافق کل ملک املاک پر ابو طالب نے قبضہ کر لیا۔ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے کچھ دن بعد آنحضرت ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ منورہ ہجرت کر آئے، عقیل اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، وہ مکہ میں رہے۔ انہوں نے تمام جائداد اور مکانات بیچ کر اس کا روپیہ خوب اڑایا۔ اس حدیث سے باب کا مطلب امام بخاریؒ نے اس طرح نکالا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ فتح ہونے کے بعد بھی ان مکانات اور جائداد کی بیچ قائم رکھی اور عقیل کی ملکیت تسلیم کر لی، تو جب عقیل کے تصرفات اسلام سے پہلے نافذ ہوئے تو اسلام کے بعد بطریق اولی نافذ رہیں گے۔

وقال القرطبي يحتمل ان يكون مراد البخاري ان النبي صلى الله عليه وسلم من على اهل مكة باموالهم ودورهم من قبل ان يسلموا (فتح) یعنی شاید امام بخاریؒ کی مراد یہ ہو کہ رسول کریم ﷺ نے مکہ والوں پر ان کے اسلام سے پہلے ہی یہ احسان فرمادیا تھا کہ ان کے مال اور گھر ہر حالت میں ان کی ہی ملکیت تسلیم کر لئے، اس طرح عقیل رضی اللہ عنہ کیلئے اپنے گھر سب پہلے ہی بخش دیئے تھے (فتح)

(۳۰۵۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے زید بن اسلم نے، ان سے ان کے والد نے کہ عمر بن خطابؓ نے ہنی نامی اپنے ایک غلام کو (سرکاری) چراگاہ کا حاکم بنایا، تو انہیں یہ ہدایت کی، اے ہنی! مسلمانوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھنا (ان پر ظلم نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے ہر وقت بچتے رہنا، کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور ہاں ابن عوف اور ابن عفان اور ان جیسے (امیر صحابہ) کے مویشیوں کے بارے میں یہی

۳۰۵۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَعْمَلَ مَوْلَى لَهُ يُدْعَى هُنِيًّا عَلَى الْجَمْعِ فَقَالَ: يَا هُنِيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ. وَأَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةَ وَرَبَّ

ڈرتے رہنا چاہئے۔ (یعنی ان کے امیر ہونے کی وجہ سے دوسرے غریبوں کے مویشیوں پر چراگاہ میں انہیں مقدم نہ رکھنا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک بھی ہو جائیں گے تو یہ رؤسا اپنے کھجور کے باغات اور کھیتوں سے اپنی معاش حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن گئے چنے اونٹوں اور گنی چنی بکریوں کا مالک (غریب) کہ اگر اس کے مویشی ہلاک ہو گئے، تو وہ اپنے بچوں کو لے کر میرے پاس آئے گا، اور فریاد کرے گا یا امیر المؤمنین! یا امیر المؤمنین! (ان کو پالنا تیرا باپ نہ ہو) تو کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا؟ اس لئے (پہلے ہی سے) ان کیلئے چارے اور پانی کا انتظام کر دینا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ان کیلئے سونے چاندی کا انتظام کروں اور خدا کی قسم! وہ (اہل مدینہ) یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ یہ زمینیں انہیں کی ہیں۔ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں اس کے لئے لڑائیاں لڑی ہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی ان کی ملکیت کو بحال رکھا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ اموال (گھوڑے وغیرہ) نہ ہوتے جن پر جہاد میں لوگوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کے علاقوں میں ایک بالشت زمین کو بھی میں چراگاہ نہ بناتا۔

تشیخ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عثمان غنیؓ ہر دو مالدار تھے، حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ ان کے تمول سے مرعوب ہو کر ان کے جانوروں کو مقدم نہ کیا جائے بلکہ غریبوں کے جانوروں کا حق پہلے ہے۔ اگر غریبوں کے جانور بھوکے مر گئے تو بیت المال سے ان کو نقد و خلیفہ دینا پڑے گا۔

آخر حدیث میں حضرت عمرؓ کا جو قول مروی ہے اسی سے ترجمہ باب نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے زمین کی نسبت فرمایا کہ اسلام کی حالت میں بھی ان ہی کی رہی، تو معلوم ہوا کہ کافر کی جائیداد غیر منقولہ بھی اسلام لانے کے بعد اسی کی ملک میں رہتی ہے گو وہ کافر دار الحرب میں رہے۔ (وحیدی)

۱۸۹- بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسِ

کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جنگ احدا یا جنگ خندق یا صلح حدیبیہ کے موقع پر کی گئی۔

۳۰۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حَدِيقَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ

۳۰۶۰) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے حضرت حدیفہؓ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو لوگ اسلام کا کلمہ

پڑھ چکے ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہم نے ڈیڑھ ہزار مردوں کے نام لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کئے اور ہم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا ہماری تعداد ڈیڑھ ہزار ہو گئی ہے۔ اب ہم کو کیا ڈر ہے۔ لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ (آنحضرت ﷺ کے بعد) ہم فتنوں میں اس طرح گھر گئے کہ اب مسلمان تہا نماز پڑھتے ہوئے بھی ڈرنے لگا ہے۔

ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ نے اور ان سے اعمش نے (مذکورہ بالا سند کے ساتھ) کہ ہم نے پانچ سو مسلمانوں کی تعداد لکھی (ہزار کا ذکر اس روایت میں نہیں ہوا) اور ابو معاویہ نے (اپنی روایت میں) یوں بیان کیا کہ چھ سو سے سات سو تک۔

ابو معاویہ کی روایت کو امام مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ نے نکالا ہے۔ ولسک الداودی الشارح طریق الجمع فقال لعلہم کتبوا امرات فی مواطن یعنی تعداد میں اختلاف اس لئے ہوا کہ شاید ان لوگوں نے کئی جگہ مردم شماری کی ہو، بعض نے یہ بھی کہا کہ ڈیڑھ ہزار سے مراد مرد و عورت بچے غلام جو بھی مسلمان ہوئے سب مراد ہیں اور چھ سو سے سات سو تک خاص مراد ہیں اور پانچ سو سے خالص لڑنے والے مراد ہیں۔ وفي الحديث مشروعية كتابة دواوين الجيوش وقد يتعين ذلك عند الاحتياج الى تمييز من يصلح للمقاتلة بمن لا يصلح (فتح)

حذیفہؓ کا مطلب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تو ہم ڈیڑھ ہزار کا شمار پورے ہونے پر بے ڈر ہو گئے تھے اور اب ہزاروں لاکھوں مسلمان موجود ہیں، پر حق بات کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کوئی کوئی تو ڈر کے مارے اپنی نماز اکیلے پڑھ لیتا ہے اور منہ سے کچھ نہیں نکال سکتا۔ یہ حذیفہؓ نے اس زمانے میں کہا جب ولید بن عقبہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا اور نمازیں اتنی دیر کر کے پڑھتا کہ معاذ اللہ۔ آخر بعض متقی لوگ اول وقت نماز پڑھ لیتے پھر جماعت میں بھی اس کے ڈر سے شریک ہو جاتے۔

(۳۰۶۱) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابن جریج نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے ابو معبد نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرا نام فلاں جہاد میں جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ادھر میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر آ۔

النَّبِيُّ ﷺ: ((اَكْتُبُوا لِي مَنْ تَلَفَظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ)). فَكُتِبَ لَهُ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ رَجُلٍ. فَقُلْنَا: نَخَافُ وَنَحْزُنُ أَلْفًا وَخَمْسِمِائَةٍ؟ فَلَقَدْ رَأَيْنَا ابْتِلِيَانَا حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّي وَحَدَهُ وَهُوَ خَائِفٌ)).

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ ((فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسِمِائَةً)). قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: ((مَا بَيْنَ سِتْمِائَةٍ إِلَى سَبْعِمِائَةٍ)).

۳۰۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُتِبْتُ فِي غَزْوَةٍ كَذَا وَكَذَا، وَمَرَأَتِي حَاجَةٌ، قَالَ: ((ارْجِعْ فَحُجِّ مَعَ امْرَأَتِكَ)). [راجع: ۱۸۶۲]

اس سے بھی اسم نویسی کا ثبوت ہوا، یہی ترجمہ باب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عورت حج کو جائے تو ضروری ہے کہ اس کا خاوند یا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو۔

باب اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی مدد ایک فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے

(۳۰۶۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے (دوسری سند) مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر بن زہری نے، انہیں ابن مسیب نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے۔ آپ نے ایک شخص کے متعلق جو اپنے کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا کہ یہ شخص دوزخ والوں میں سے ہے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص (مسلمانوں کی طرف سے) بڑی بہادری کے ساتھ لڑا اور وہ زخمی بھی ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخ میں جائے گا۔ آج تو وہ بڑی پے جگری کے ساتھ لڑا ہے اور (زخمی ہو کر) مر بھی گیا ہے۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا کہ جہنم میں گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا، کہ ممکن تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو جاتا۔ لیکن ابھی لوگ اسی غور و فکر میں تھے کہ کسی نے بتایا کہ ابھی وہ مرا نہیں ہے۔ البتہ زخم کاری ہے۔ پھر جب رات آئی تو اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خود کشی کر لی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے بلالؓ کو حکم دیا، اور انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کر دیا کہ مسلمان کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے دین کی امداد کسی فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے۔

۱۸۲- بَابُ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ الدِّينَ

بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

۳۰۶۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدْعِي الْإِسْلَامَ: ((هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ)). فَلَمَّا خَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الَّذِي قُلْتَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِلَى النَّارِ)). قَالَ فَكَأَذْ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَرْتَابَ. فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ، وَلَكِنْ بِهِ جِرَاحٌ شَدِيدٌ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ لَفَقَلَ نَفْسَهُ، فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ فَقَالَ: ((اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ)). ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ: ((أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَأَنَّ اللَّهَ لَيُؤَيِّدَ هَذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ)).

[أطرافه في: ۴۲۹۳، ۴۲۰۳، ۶۶۰۶].

کستے ہیں اس شخص کا نام فرمان تھا جو بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، اس کی مجاہدانہ کیفیت دیکھ کر شیطان نے بظاہر تو لوگوں کو یوں برکایا کہ ایسا شخص جو اللہ کی راہ میں اس طرح لڑ کر مارا جائے کیونکر دوزخی ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ ہم مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ کیونکہ وہ ایک موقع کے ساتھ خاص ہے اور جنگ حنین میں معوان بن امیہ آپ کے

ساتھ تھے۔ حالانکہ وہ مشرک تھے، دوسرے یہ کہ یہ شخص بظاہر تو مسلمان تھا۔ مگر آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا کہ یہ منافق ہے اور اس کا خاتمہ برا ہو گا۔ (وحیدی)

۱۸۳- بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ
مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

باب جو شخص میدان جنگ میں جبکہ دشمن کا خوف ہو امام کے کسی نئے حکم کے بغیر امیر لشکر بن جائے

اسلام پر کوئی نازک وقت آجائے کہ میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل رہا ہو اور قیادت بھی ختم ہو رہی ہو تو کوئی بھی دانا آدمی فوری طور پر کنٹرول کر لے تو یہ جائز ہے جیسا کہ حدیث ذیل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے امیر لشکر بن جانے کا ذکر ہے۔

۳۰۶۳- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((أَخَذَ الرِّايَةَ زَيْدٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأَصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ، وَمَا يَسْرُؤُنِي - أَوْ قَالَ: مَا يَسْرُهُمْ - أَنَّهُمْ عِنْدَنَا. وَقَالَ: وَإِنْ عَيْنِي لَتَذَرِفَنَّ)).

[راجع: ۱۲۴۶]

(۳۰۶۳) ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ میں) غزوہ موتہ کے موقع پر خطبہ دیا، (جب کہ مسلمان سپاہی موتہ کے میدان میں داد شجاعت دے رہے تھے) آپ نے فرمایا، کہ اب اسلامی علم زید بن حارثہ نے سنبھالا اور انہیں شہید کر دیا گیا، پھر جعفر نے علم اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اب عبد اللہ بن رواحہ نے علم چھوا، یہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ آخر خالد بن ولید نے کسی نئی ہدایت کے بغیر اسلامی علم اٹھالیا ہے۔ اور ان کے تھ پر فتح حاصل ہو گئی، اور میرے لئے اس میں کوئی خوشی کی بات نہیں تھی یا آپ نے یہ فرمایا، کہ ان کے لئے کوئی خوشی کی بات نہیں تھی کہ وہ (شہداء) ہمارے پاس زندہ ہوتے۔ (کیونکہ شہادت کے بعد وہ جنت میں عیش کر رہے ہیں) اور انسؓ نے بیان کیا کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

باب مدد کے لیے فوج روانہ کرنا

(۳۰۶۴) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن ابی عدی اور سہل بن یوسف نے بیان کیا، ان سے سعید بن ابی عروبہ نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انسؓ نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رعل، ذکوان، عصیہ اور بنو لیحان قبائل کے کچھ لوگ آئے اور یقین دلایا کہ وہ لوگ اسلام لائے ہیں اور انہوں نے اپنی کافر قوم کے مقابل امداد اور تعلیم و تبلیغ کے لئے آپ سے مدد چاہی۔ تو نبی کریم

۱۸۴- بَابُ الْغَوْنِ بِالْمَدِّ

۳۰۶۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَسَهْلُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آتَاهُ رَعْلٌ وَذَكْوَانٌ وَغُصَيَّةٌ وَبَنُو لَيْحَانَ فَرَعَمُوا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوا، وَاسْتَمَدُّوهُ عَلَى قَوْمِهِمْ، فَأَمَدَّهُمْ

النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعِينَ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْفُرَّاءَ، يَخْطُبُونَ بِالْهَارِ وَيُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ. فَانْطَلَقُوا بِهِمْ حَتَّى بَلَغُوا بَنِي مَعُونَةَ غَدَرُوا بِهِمْ وَقَتَلُوهُمْ. فَكَفَّتْ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِغْلٍ وَذُكُوانٍ وَبَنِي لِحْيَانٍ. قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّهُمْ قَرَأُوا بِهِمْ قُرْآنًا: أَلَا بَلَغُوا قَوْمَنَا، بَأْنَا قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا، فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا. ثُمَّ رُفِعَ ذَلِكَ بَعْدَهُ. [راجع: ۱۰۰۱]

ﷺ نے ستر انصاریوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ انسؓ نے بیان کیا کہ ہم انہیں قاری کہا کرتے تھے۔ وہ لوگ دن میں جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے اور رات میں نماز پڑھتے رہتے۔ یہ حضرات ان قبیلہ والوں کے ساتھ چلے گئے، لیکن جب بنو معونہ پہنچے تو انہوں نے قبیلہ والوں نے ان صحابہ کے ساتھ دعا کی اور انہیں شہید کر ڈالا، حضور اکرم ﷺ نے ایک مہینہ تک (نماز میں) قوت پڑھی اور رعل و ذکوان اور بنو لیحیان کے لئے بد دعا کرتے رہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہم سے انسؓ نے کہا کہ (ان شہداء کے بارے میں) قرآن مجید میں ہم یہ آیت یوں پڑھتے رہے (ترجمہ) ”ہاں! ہماری قوم (مسلم) کو بتا دو کہ ہم اپنے رب سے جا ملے۔ اور وہ ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہمیں بھی اس نے خوش کیا ہے۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی تھی۔

کہتے ہیں کہ ان قاریوں کو عامر بن طفیل نے قتل کیا، اس نے بنو سلیم کے آدمی ان پر جمع کئے اور رعل اور ذکوان اور بنی لیحیان نے عامرؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا، حضرت غیبیہ کو بیچا، آنحضرت ﷺ کو ہردو کی اطلاع ہو گئی اسلئے آپ نے دونوں کیلئے بد دعا کی۔

۱۸۵- بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ، فَأَقَامَ

باب جس نے دشمن پر فتح پائی اور پھر تین دن تک ان کے

ملک میں ٹھہرا رہا

عَلَى عَرَصَتِهِمْ ثَلَاثًا

(۳۰۶۵) ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا کہ ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، ان سے سعید نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے انس بن مالکؓ نے ابو طلحہؓ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو جب کسی قوم پر فتح حاصل ہوتی، تو میدان جنگ میں تین رات قیام فرماتے۔ روح بن عبادہ کے ساتھ اس حدیث کو معاذ اور عبدالاعلیٰ نے بھی روایت کیا۔ دونوں نے کہا ہم سے سعید نے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے انس سے، انہوں نے ابو طلحہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے۔

۳۰۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: ((ذَكَرَ لَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرَصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ)). تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَعَبْدُ الْأَعْلَى: ((حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ)).

[طرفہ فی: ۳۹۷۶]

باب سفر میں اور جہاد میں مال غنیمت

کو تقسیم کرنا

۱۸۶- بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيمَةَ فِي

غَزْوِهِ وَسَفَرِهِ

اور رافع بن خدیجؓ نے کہا کہ ہم ذوالحلیفہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ہم کو بکریاں اور اونٹ غنیمت میں ملے تھے اور نبی کریم ﷺ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دے کر تقسیم کی تھی۔

(۳۰۶۶) ہم سے ہدبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور انہیں انسؓ نے خبر دی، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقام جعرانہ سے، جہاں آپ نے جنگ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا، عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

حنین ایک وادی ہے کہ سے تین میل پر جہاں پر بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ باب کی مطابقت ظاہر ہے کہ آپ نے جعرانہ میں عین سفر میں اس مال غنیمت کو تقسیم فرمایا، آج کل ایام حج میں حرم شریف سے جعرانہ کو ہر وقت گاڑیاں ملتی ہیں۔ ۶۰ء کے حج میں مجھ کو بھی جعرانہ جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں ایک وسیع مسجد اور کنواں ہے، پر فضا جگہ ہے۔

باب کسی مسلمان کا مال مشرکین لوٹ کر لے جائیں پھر (مسلمانوں کے غلبہ کے بعد) وہ مال اس مسلمان کو مل گیا۔

(۳۰۶۷) اور عبد اللہ بن نمیر نے کہا، کہ ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تھا اور دشمنوں نے اس کو پکڑ لیا تھا۔ پھر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو ان کا گھوڑا انہیں واپس کر دیا گیا۔ یہ واقعہ رسول کریم ﷺ کے عہد مبارک کا ہے۔ اسی طرح ان کے ایک غلام نے بھاگ کر روم میں پناہ حاصل کر لی تھی۔ پھر جب مسلمانوں کو اس ملک پر غلبہ حاصل ہوا تو خالد بن ولیدؓ نے ان کا غلام انہیں واپس کر دیا۔ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے بعد کا ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شافعیہ اور اہلحدیث یہی کہتے ہیں کہ کافر مسلمانوں کے کسی مال کے مالک نہیں ہو سکتے اور جب کسی مسلمان کا مال ان کے پاس ملے وہ اس مسلمان کو دلا دیا جائے گا خواہ مال تقسیم ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک تقسیم کے بعد ان کو نہیں دلا دیا جائے گا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کافر جب مال لوٹ لے جائیں اور اپنے ملک میں پہنچ جائیں تو وہ اس کے مالک ہو جاتے ہیں اور امام بخاریؒ نے یہ باب لا کر ان کا رد فرمایا ہے۔

(۳۰۶۸) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے بیان کیا، انہیں نافع نے خبر دی کہ ابن عمرؓ کا ایک غلام بھاگ کر روم کے کافروں میں مل گیا تھا۔ پھر

وَقَالَ رَافِعٌ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِدِي الْحَلِيفَةِ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَإِبِلًا، فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ.

۳۰۶۶- حَدَّثَنَا هُدَبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ: اغْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حَنِينٍ. [راجع: ۱۷۷۸]

۱۸۷- بَابُ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ

مَالُ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

۳۰۶۷- وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: حَدَّثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فَرَدُّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. وَأَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِالرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَرَدُّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه فی: ۳۰۶۸، ۳۰۶۹].

تَبَيَّنَ

۳۰۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ

حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبِيدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدًا لَابْنِ عُمَرَ أَبَقَ فَلَحِقَ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں (اسلامی لشکر نے) اس پر فتح پائی اور خالد رضی اللہ عنہ نے وہ غلام ان کو واپس کر دیا۔ اور یہ کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک گھوڑا بھاگ کر روم پہنچ گیا تھا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب روم پر فتح ہوئی تو انہوں نے یہ گھوڑا بھی عبد اللہ کو واپس کر دیا تھا۔

۳۰۶۹ ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس دن اسلامی لشکر کی مدد بھیڑ (رومیوں سے) ہوئی تو وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ سالار فوج حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر گھوڑے کو دشمنوں نے پکڑ لیا، لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو حضرت خالدؓ نے گھوڑا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔

معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا کوئی مال کسی دشمن حربی کافر کے حوالہ پڑ جائے تو فتح اسلام کے بعد وہ مال اس کے اصلی مالک مسلمان ہی کو ملے گا وہ اموال غنیمت میں داخل نہ کیا جائے گا۔

باب فارسی یا اور کسی بھی عجمی زبان میں بولنا

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”(اللہ کی نشانیوں میں) تمہاری زبان اور رنگ کا اختلاف بھی ہے۔“ اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ) ”ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، لیکن یہ کہ وہ اپنی قوم کا ہم زبان ہوتا تھا۔“

امام بخاریؒ کا اس باب کے لائن سے یہ مطلب ہے کہ ہر ایک زبان کا سیکھنا اور بولنا درست ہے کیونکہ سب زبانیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ انگریزی، ہندی کا بھی یہی حکم ہے۔

اور دوسری آیت میں ہے ﴿وَابْنِ اُمَّةٍ اَلَا خَلَاٰفُہَا نَذِیْرٌ﴾ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک زبان پیغمبر کی زبان ہے، کیونکہ اس قوم میں جو پیغمبر آیا ہو گا وہ ان ہی کی زبان بولتا ہو گا۔ ان آیتوں سے یہ ثابت ہوا کہ انگریزی، ہندی، مرہٹی، روسی، جرمنی زبانیں سیکھنا اور بولنا درست ہے۔ زبانوں کا تعصب انسانی بد بختی کی دلیل ہے، ہر زبان سے محبت کرنا عین فطرت الہی ہے۔

لفظ رطانہ راء کی زیر و زبر کے ساتھ غیر عربی میں بولنا۔ آیت ﴿وَمَا ارسلناکَ﴾ میں مصنف کا اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اقوام عالم کے لئے ہے اس لئے بھی ضروری ہوا کہ آپ دنیا کی ساری زبانوں کی حمایت کریں۔ ان کو خود یا بذریعہ ترجمان سمجھیں۔ ﷺ

۳۰۷۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ

بِالرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَرَدَّهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ. وَأَنَّ فَرَسًا لَابْنِ عُمَرَ عَارَى فَلَحِقَ بِالرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرْدُوهُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ. [راجع: ۳۰۶۷]

۳۰۶۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّهُ كَانَ عَلَى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُونَ، وَأَمِيرُ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعَثَهُ أَبُو بَكْرٍ، فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ، فَلَمَّا هَزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهُ)). [راجع: ۳۰۶۷]

۱۸۸ - بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرُّطَانَةِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَإِخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ [الرُّوم: ۲۲] وَقَالَ: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ﴾ [إبراهيم: ۴].

نے بیان کیا، انہیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی، انہیں سعید بن میثم نے خبر دی، کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا، کہ میں نے (جنگ خندق میں آنحضرت ﷺ کو بھوکا پا کر چپکے سے) عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا کمری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ایک صلح جو کا آٹا پکوا یا ہے۔ اس لئے آپ دو چار آدمیوں کو ساتھ لے کر تشریف لائیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے باواز بلند فرمایا اے خندق کھودنے والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کر لیا ہے۔ آؤ چلو، جلدی چلو۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِثْمَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بَهِيمَةً لَنَا وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ. فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ، إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سَوْرًا، فَحَيْهَلَا بِكُمْ)).

[طرفہ فی: ۴۱، ۴۲، ۴۳]

تشریح لفظ سوراً فارسی ہے جو آپ نے استعمال فرمایا، اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہوا۔ فسادات انسانی میں ایک بڑا فساد خطرناک فساد لسانی تعصب بھی ہے۔ حالانکہ جملہ زبانیں اللہ پاک ہی کی پیدا کردہ ہیں۔ اسلام نے سختی کے ساتھ اس تعصب کا مقابلہ کیا ہے۔ آج کے دور میں زبانوں پر بھی دنیا میں بڑے بڑے فساد برپا ہیں جو سب انسانی جہالت و ضلالت و کج روی کے نتائج ہیں۔ جو لوگ کسی بھی زبان سے تعصب برتتے ہیں ان کی یہ انتہائی حماقت ہے۔

لفظ سوراً سے دعوت کا کھانا مراد ہے یہ فارسی لفظ ہے۔ حضرت امامؑ نے اس حدیث کے ضعف پر بھی اشارہ فرمایا ہے جس میں مذکور ہے کہ دوزخی لوگ فارسی زبان بولیں گے۔

۳۰۷۱- حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَعَ أَبِي، وَعَلَيَّ قَمِيصٌ أَصْفَرُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((سَنَةٌ سَنَةٌ)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَهِيَ بِالْهَيْبَةِ حَسَنَةٌ. قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ ابْنَاتِ النَّبِيِّ، فَزَوَّجَنِي أَبِي. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((ذَغَهَا)). ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَبْلِي وَأَخْلَقِي. ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلَقِي، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلَقِي)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَبَقِيَتْ حَتَّى ذَكَرَ. [أُطْرَفَةُ فِي: ۳۸۷۴، ۵۸۲۳]

(۳۰۷۱) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں خالد بن سعید نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے ام خالد بنت خالد بن سعیدؓ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئی، میں اس وقت ایک زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا ”سنہ سنہ“ عبد اللہ نے کہا کہ یہ لفظ حبشی زبان میں عمدہ کے معنے میں بولا جاتا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں مہربوت کے ساتھ (جو آپ کی پشت پر تھی) کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا، لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسے مت ڈانٹو، پھر آپ نے ام خالد کو (درازی عمر کی) دعا دی کہ اس قمیص کو خوب پن اور پرانی کر، پھر پن اور پرانی کر، اور پھر پن اور پرانی کر۔ عبد اللہ نے کہا کہ چنانچہ یہ قمیص اتنے دنوں تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا آگیا۔

[۵۹۹۳، ۵۸۴۵]

ترجمہ باب اس ہے نکلا کہ آپؐ نے سنہ سنہ فرمایا جو حبشی زبان ہے ام خالد اتنے دنوں زندہ رہی کہ وہ کپڑا پہنتے پہنتے کالا ہو گیا۔ یہ رسول کریم ﷺ کی دعا کی برکت تھی۔

۳۰۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخَذَ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَالْفَارِسِيَّةِ: ((كَيْفَ، كَيْفَ، أَمَا تَعْرِفُ أَنَا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟))، [راجع: ۱۴۸۵]

(۳۰۷۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجور میں سے (جو بیت المال میں آئی تھی) ایک کھجور اٹھالی اور اپنے منہ کے قریب لے گئے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں فارسی زبان کا یہ لفظ کہہ کر روک دیا کہ ”کے کے“ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے ہیں۔

کے کے فارسی زبان میں بچوں کو ڈانٹنے کے لئے کہتے ہیں جب وہ کوئی گندہ کام کریں۔ اس سے بھی عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کا استعمال جائز ثابت ہوا۔ خصوصاً فارسی زبان جو عرصہ دراز سے مسلمانوں کی محبوب ترین زبان رہی ہے۔ جس میں اسلامیات کا ایک بڑا خزانہ محفوظ ہے۔ میدان جنگ میں حسب ضرورت ہر زبان کا استعمال جائز ہے۔

فارسی کی وجہ تسمیہ حافظ صاحب بیان فرماتے ہیں: قبل انہم ینتسبون الی فارس بن کورمٹ واختلف فی کورمٹ قبل انہ من ذریۃ سام بن نوح وقیل من ذریۃ یافث بن نوح وقیل انہ من آدم لصلبہ وقیل انہ آدم نفسہ وقیل لہم الفرس لان جدہم الاعلیٰ ولد له سبعۃ عشر ولداً کان کل منہم شجاعاً فارساً فسموا الفرس (فتح) یعنی اس ملک کے باشندے فارس بن کورمٹ کی طرف منسوب ہیں جو سام بن نوح یا یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، بعض نے ان کو آدم کا بیٹا اور بعض نے خود آدم بھی کہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ کے سترہ لڑکے پیدا ہوئے جو سب بہادر شہسوار تھے اس لئے ان کی اولاد کو فارس کہا گیا، واللہ اعلم۔

۱۸۹- بَابُ الْغُلُولِ، وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غُلٌّ﴾ [آل عمران: ۱۶۱]

باب مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ چرا لینا اور اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں فرمایا ”اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت میں اسے لے کر آئے گا۔“

۳۰۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو زُرْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ، قَالَ: ((لَا أَقْلَيْنُ أَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا تُغَاءٌ عَلَى رَقَبَتِهِ قَرَسٌ لَهُ

(۳۰۷۳) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابو حیان نے بیان کیا، ان سے ابو زرعہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطاب فرمایا اور غلول (خیانت) کا ذکر فرمایا، اس جرم کی ہولناکی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم سے کسی کو بھی قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری لدی ہوئی ہو اور وہ چلا رہی ہو یا اس کی گردن پر گھوڑا لدا ہوا ہو اور وہ چلا رہا ہو اور وہ شخص مجھ سے کہے

حَمَحَمَةً، يَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي،
فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ.
وَعَلَى رَقَبَتِهِ بَعِزْرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ: يَا رَسُولَ
اللَّهِ اغْنِنِي، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ
أَبْلَغْتُكَ. وَعَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي، فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ
شَيْئًا، قَدْ أَبْلَغْتُكَ. أَوْ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ
تَخْفِقُ، فَيَقُولُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اغْنِنِي،
فَأَقُولُ: لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ)).
وَقَالَ أَيُّوبُ عَنْ أَبِي حَتَّانٍ قَرَسَ لَهُ
حَمَحَمَةً.

[راجع: ۱۴۰۲]

کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ
میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں تو (خدا کا پیغام) تم تک پہنچا چکا
تھا۔ اور اس کی گردن پر اونٹ لدا ہوا اور چلا رہا ہو اور وہ شخص کے
کہ یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے۔ لیکن میں یہ جواب دے دوں کہ
میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں تو خدا کا پیغام تمہیں پہنچا چکا تھا
یا (وہ اس حال میں آئے کہ) وہ اپنی گردن پر سونا، چاندی، اسباب
لادے ہوئے ہو اور مجھ سے کہے، یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے
لیکن میں اس سے یہ کہہ دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا
میں اللہ تعالیٰ کا پیغام تمہیں پہنچا چکا تھا۔ یا اس کی گردن پر کھڑے کے
ٹکڑے ہوا سے حرکت کر رہے ہوں اور وہ کہے کہ یا رسول اللہ!
میری مدد کیجئے اور میں کہہ دوں کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا
میں تو (خدا کا پیغام) پہلے ہی پہنچا چکا تھا۔ اور ایوب سختیانی نے بھی ابو
حیان سے روایت کیا ہے گھوڑا لادے دیکھوں جو ہنسا رہا ہو۔

فتح اسلام کے بعد میدان جنگ میں جو بھی اموال ملیں وہ سب مال غنیمت کہلاتا ہے۔ اسے باضابطہ امیر اسلام کے ہاں جمع کرنا
ہو گا۔ بعد میں شرعی تقسیم کے تحت وہ مال دیا جائے گا۔ اس میں خیانت کرنے والا عند اللہ بہت بڑا مجرم ہے جیسا کہ حدیث
ہذا میں بیان ہوا ہے۔ بکری، گھوڑا، اونٹ یہ سب چیزیں تمثیل کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ روایت میں اموال غنیمت میں سے ایک چادر
کے چرانے والے کو بھی روزی کہا گیا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث آگے مذکور ہے۔ قال المہلب هذا الحديث وعيد لمن الفداء الله عليه من اهل
المعاصي ويحتمل ان يكون الحمل المذكور لا بد منه عقوبة له بذلك ليفتضح على روس الاشهاد واما بعد ذلك فالى الله الامر في تعذيبه
او العفو عنه وقال غيره هذا الحديث يفسر قوله عز وجل يات بما غل يوم القيمة اى يات به حاملا له على رقبته (فتح) یعنی اس حدیث میں
وعید ہے اہل معاصی کے لئے۔ احتمال ہے کہ یہ اٹھانا بطور عذاب اس کے لئے ضروری ہو، تاکہ وہ سب کے سامنے دلیل ہو، بعد میں
اللہ کو اختیار ہے چاہے اسے عذاب کرے، چاہے معاف کرے۔ یہ حدیث آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْغَبِّ﴾ (آل عمران: ۷۵) کی
تفسیر بھی ہے کہ وہ عاصی اس خیانت کو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر لائے گا۔

باب مال غنیمت میں سے ذرا سی چوری کر لینا

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے باب کی حدیث میں نبی کریم ﷺ سے یہ
روایت نہیں کیا کہ آپ نے چرانے والے کا اسباب جلادیا تھا اور یہ
زیادہ صحیح ہے اس روایت سے جس میں جلانے کا ذکر ہے۔

(۳۰۷۴) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان
ثوری نے بیان کیا، ان سے عمرو نے، ان سے سالم بن ابی الجعد نے،

۱۹۰- بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْغُلُولِ

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ،
وَهَذَا أَصَحُّ.

۳۰۷۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمِ بْنِ

ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامان واسباب پر ایک صاحب مقرر تھے، جن کا نام کر کرہ تھا۔ ان کا انتقال ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو جہنم میں گیا۔ صحابہ انہیں دیکھنے گئے تو ایک عبا جسے خیانت کر کے انہوں نے چھپا لیا تھا ان کے یہاں ملی۔

ابو عبد اللہ (مام بخاری) نے کہا کہ محمد بن سلام نے (ابن عیینہ سے نقل کیا اور) کہا یہ لفظ کر کرہ مفتوح کاف ہے اور اسی طرح مقول ہے۔

معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں سے ذرا سی چیز کی چوری بھی حرام ہے جس کی سزا یقیناً دوزخ ہوگی۔ اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ مومن گناہوں کی وجہ سے دوزخ نہیں جائے گا۔ قرآن پاک نے صاف اعلان کیا ہے۔ ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَمْزِجُ الْغَنِيمَةَ﴾ (آل عمران: ۷۵) خیانت کرنے والا خیانت کی چیز کو اپنے سر پر اٹھائے قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ یہ وہ جرم ہے کہ اگر کسی مجاہد سے بھی سرزد ہو تو اس کا عمل جہاد اس سے باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث ہذا سے ظاہر ہوا۔ وفي الحديث تحريم قليل الغلول وكثيره وقوله هو في النار اي يعذب على معصية او المراد هو في النار ان لم يعف الله عنه (فتح)

باب مال غنیمت کے اونٹ بکریوں کو تقسیم سے پہلے ذبح کرنا
مکروہ ہے

(۳۰۷۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ واصل شگری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسروق نے، ان سے عباہ بن زافع نے اور ان سے ان کے دادا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مقام ذوالحلیفہ میں ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ لوگ بھوکے تھے۔ ادھر غنیمت میں ہمیں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں۔ آنحضرت ﷺ لشکر کے پیچھے کے حصے میں تھے۔ لوگوں نے (بھوک کے مارے) جلدی کی ہانڈیاں چڑھا دیں۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے حکم سے ان ہانڈیوں کو اوندھا دیا گیا پھر آپ نے غنیمت کی تقسیم شروع کی دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ اتفاق سے مال غنیمت کا ایک اونٹ بھاگ نکلا۔ لشکر میں گھوڑوں کی کمی تھی۔ لوگ اسے پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن اونٹ نے سب کو تھکا دیا۔ آخر ایک صحابی (خود رافع) نے اسے تیر مارا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اونٹ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان (پالتو)

أَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: ((كَانَ عَلَى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلٌّ يُقَالُ لَهُ كَرْكِرَةٌ، فَمَاتَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((هُوَ فِي النَّارِ))، فَذَهَبُوا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوا عَبَاءً قَدْ غَلَّهَا)).

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ﷺ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ: كَرْكِرَةٌ: يَغْنِي بِفَتْحِ الْكَافِ. وَهُوَ مَضْبُوطٌ كَذَا.

۱۹۱- بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ
وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

۳۰۷۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ قَالَ: ((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحَلِيفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ، وَأَصْبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا - وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرِيَاتِ النَّاسِ - فَعَجَلُوا فَتَصَبَّوْا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِفَتْ ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَتَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، وَفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرُ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ، فَقَالَ: ((هَذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا أَوَابِدٌ كَأَوَابِدِ الْوُخْشِ، فَمَا نَدُّ عَلَيْكُمْ

جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بعض دفعہ وحشت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اگر ان میں سے کوئی قابو میں نہ آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو عبا یہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (رافع بن رافع) نے خدمت نبوی میں عرض کیا، کہ ہمیں امید ہے یا (یہ کہا کہ) خوف ہے کہ کل کہیں ہماری دشمن سے ٹکری ہو جائے۔ ادھر ہماری پاس چھری نہیں ہے۔ تو کیا ہم بانس کی کھچکیوں سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو چیز خون بہا دے اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو، تو اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔ البتہ وہ چیز (جس سے ذبح کیا گیا ہو) دانت اور ناخن نہ ہونا چاہئے۔ تمہارے سامنے میں اس کی وجہ بھی بیان کرتا ہوں دانت تو اس لئے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن اس لئے نہیں کہ وہ جشیوں کی چھری ہیں۔

رافع بن رافع کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ تلوار سے ہم جانوروں کو اس لئے نہیں کاٹ سکتے کہ کل پرسوں جنگ کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو تلواریں کند ہو جائیں۔ تو کیا ہم بانس کی کھچکیوں سے کاٹ لیں کہ ان میں بھی دھار ہوتی ہے۔ ہڈی جنوں کی خوراک ہوتی ہے ذبح کرنے سے نجس ہو جائے گی۔ ناخن جشیوں کی چھریاں ہیں جشی اس وقت کافر تھے تو آپ نے ان کی مشابہت سے منع فرمایا۔ باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ وموضع الترجمة منه امره صلى الله عليه وسلم باكفاء القذو رفاته مشعر بكرهة ماصنعوا من الذبح بغیر اذن (ف) یعنی باب کا مطلب اس سے ظاہر ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ہاتھیوں کو اٹا کر دیا۔ اس لئے کہ بغیر اجازت ان کا ذبیحہ مکروہ تھا۔ شورو بہا دیا گیا۔ واما اللحم فلم يتلف بل يحمل على انه جمع وود الى المغانم یعنی گوشت کو تلف کرنے کی بجائے جمع کر کے مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب فتح کی خوش خبری دینا

۳۰۷۶ ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ تظان نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل بن ابو خالد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے جریر بن عبد اللہ بکلی بن رافع نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ذی الخلفہ (یعنی کے کعبے) کو تباہ کر کے مجھے کیوں خوش نہیں کرتے۔ یہ ذی الخلفہ (یعنی کے قبیلہ) خشم کا بت کدہ تھا (کعبے کے مقابل بنایا تھا) جسے کعبۃ الیمانیہ کہتے تھے۔ چنانچہ میں (اپنے قبیلہ) امس کے ڈیڑھ سو سواروں کو لے کر تیار ہو گیا۔ یہ سب اچھے شہسوار تھے۔ پھر میں نے

فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا)). فَقَالَ جَدِّي : إِنَّا نَرُجُوا - أَوْ نَخَافُ - أَنْ نَلْقَى الْقَدُوءَ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مَذْي؛ أَفَذَّبِخْ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ. وَسَأَحْدِثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمَذْيُ الْحَبَشَةِ)).

[راجع: ۲۴۸۸]

۱۹۲- بَابُ الْبِشَارَةِ فِي الْفَتْوحِ

۳۰۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ: قَالَ لِي جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَا تُرِيدُنِي مِنَ ذِي الْخَلَصَةِ؟)) وَكَانَ بَيْنَنَا فِيهِ جَنْعٌ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَّةِ. فَأَنْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةٍ مِنْ أَحْمَسَ - وَكَانُوا

أَصْحَابَ خَيْلٍ - فَأَخْبَرَتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي لَا أَثْبِتُ عَلَى الْخَيْلِ،
فَضْرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ
فِي صَدْرِي، فَقَالَ : ((اللَّهُمَّ بَنَّهُ، وَاجْعَلْهُ
هَادِيًا مَهْدِيًا)). فَاَنْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا
وَحَرَقَهَا، فَأَرْسَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ، فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا
جَنَّتْكَ حَتَّى تَرَكْتَهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ.
((فَبَارَكَ عَلَى خَيْلٍ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا
خَمْسَ مَوَاتٍ)). قَالَ مُسْنَدٌ : ((بَيَّتُ فِي
خَنَعَم)).

[راجع: ۳۰۲۰]

آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں گھوڑے پر اچھی طرح سے جم
نہیں پاتا تو آپ نے میرے سینے پر (دست مبارک) مارا اور میں نے
آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے پر دیکھا۔ آپ نے پھر یہ دعا دی،
اے اللہ! اسے گھوڑے پر جمادے اور اسے صحیح راستہ دکھانے والا بنا
دے اور خود اسے بھی راہ پایا ہوا کر دے۔ پھر جریرؓ مہم پڑ روانہ
ہوئے۔ اور ذی الخلفہ کو توڑ کر جلا دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی
خدمت میں خوش خبری بھجوائی۔ جریرؓ کے قاصد (حصین بن ربیعہ)
نے (خدمت نبوی میں) حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات
پاک کی قسم! جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ میں اس
وقت تک آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا جب تک وہ بت کدہ
جل کر ایسا (سیاہ) نہیں ہو گیا جیسا خارش والا بیمار اونٹ سیاہ ہوا کرتا
ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے قبیلہ احمس کے سواروں اور ان کے
پیدل جوانوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔ مسدود نے اس
حدیث میں یوں کہا ذی الخلفہ خشم قبیلے میں ایک گھر تھا۔

خارش زدہ اونٹ ہال وغیرہ جھڑ کر کالا اور دبلا پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح ذی الخلفہ جل بھن کر چھت وغیرہ گر کر کالا پڑ گیا تھا۔ باب کا
مطلب اس طرح نکلا کہ جریرؓ نے کام پورا کر کے آپ کو خوش خبر بھیجی۔ فساد اور بد امنی کے مراکز کو ختم کرنا، قیام امن کے لئے
ضروری ہے۔ خواہ وہ مراکز مذہب ہی کے نام پر بنائے جائیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ایک مسجد کو بھی گرا دیا جو مسجد ضرار
کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۹۳- بَابُ مَا يُعْطَى الْبَشِيرُ
وَأُعْطِيَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِينَ بُشِّرَ
بِالنُّبُوَّةِ
باب (فتح اسلام کی) خوش خبری دینے والے کو انعام دینا
اور کعب بن مالکؓ نے جب انہیں توبہ کے قبول ہونے کی خوش خبری
سنائی گئی تو خوش خبری سنانے والے کو دو کپڑے انعام دیئے تھے۔

یہ خوش خبری سلمہ بن اکوع یا حمزہ بن عمرو اسلمی نے دی تھی۔ اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے کتاب المغازی میں وصل کیا
ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی بھی امر کی خوش خبری سنانے والے کو انعام دیا جانا مستحب ہے۔ پھر جنگ میں فتح کی بشارت تو بڑی اہم چیز
ہے۔ اس کی بشارت دینے والا یقیناً انعام کا حقدار ہے۔

۱۹۴- بَابُ لَا هِجْرَةَ
بَابُ فَتْحِ مَكَّةَ كَمَا بَعْدَ وَهَابٍ سَهْجَتِ كَرْنِي كِي ضَرْوَرَتِ

نہیں رہی

بَعْدَ الْفَتْحِ

(۳۰۷۷) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان

۳۰۷۷- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ

نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا، اب ہجرت (مکہ سے مدینہ کے لئے) باقی نہیں رہی، البتہ حسن نیت اور جہاد باقی ہے۔ اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے تو فوراً نکل جاؤ۔

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ
طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا
هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادَ وَنِيَّةَ. وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ
فَانْفِرُوا)). [راجع: ۱۳۴۹]

تشریح خاص مکہ سے مدینہ منورہ کی ہجرت مراد ہے۔ پہلے جب مکہ دارالاسلام نہیں تھا اور مسلمانوں کو وہاں آزادی نہیں تھی، تو وہاں سے ہجرت ضروری ہوئی۔ لیکن اب مکہ اسلامی حکومت کے تحت آچکا۔ اس لئے یہاں سے ہجرت کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ سرے سے ہجرت کا حکم ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ جب تک دنیا قائم ہے اور جب تک کفر و اسلام کی کشمکش باقی ہے، اس وقت تک ہر اس خطہ سے جہاں مسلمانوں کو احکام اسلام پر عمل کرنے کی آزادی حاصل نہ ہو، دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے۔

ہجرت کے لغوی معنی چھوڑنا، اصطلاح میں اسلام کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر دارالاسلام میں جا رہنا، اگر یہ ہجرت رضائے الہی کے لئے مقررہ اصولوں کے تحت کی جائے تو اسلام میں اس کا بڑا درجہ ہے۔ اور اگر دنیا طلبی یا اور کوئی غرض فاسد ہو تو اس ہجرت کا عند اللہ کوئی ثواب نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاریؒ شروع ہی میں حدیث انما الاعمال بالنیات نقل فرما چکے ہیں۔ اس دور پر فتن میں بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ کسی ملک میں مہاجر کے نام سے مشہور ہوں ان کو خود فیصلہ کرنا ہے وہ مہاجر کس قسم کے ہیں۔ ﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْفَىٰ مَنَافِعَهُ﴾ (القیامہ: ۱۵) کا یہی مطلب ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں۔

(۳۰۷۸، ۳۰۷۹) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو یزید بن زریج نے خبر دی، انہیں خالد نے، انہیں ابو عثمان ہندی نے اور ان سے مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجاشع اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو لے کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ مجالد ہیں۔ آپ سے ہجرت پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت باقی نہیں رہی۔ ہاں میں اسلام پر ان سے بیعت لے لوں گا۔

۳۰۷۸، ۳۰۷۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ
مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ عَنْ
خَالِدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ
بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيهِ
مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ:
هَذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ. فَقَالَ:
((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَلَكِنْ أَطَاعَةُ
عَلَى الْإِسْلَامِ)). [راجع: ۲۹۶۲، ۲۹۶۳]

اس حدیث میں ابتدائے اسلام کی ہجرت از مکہ برائے مدینہ مراد ہے۔ جب مکہ شریف فتح ہو گیا، تو وہاں تو سے ہجرت کا سوال ہی ختم ہو گیا۔ روایت کا یہی مطلب ہے۔

(۳۰۸۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ عمرو اور ابن جریج بیان کرتے تھے کہ ہم نے عطا سے سنا

۳۰۸۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ قَالَ عَمْرُو وَابْنُ جُرَيْجٍ:

تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ شیر پہاڑ کے قریب قیام فرما تھیں۔ آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مکہ پر فتح دی تھی، اسی وقت سے ہجرت کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ (شیر مشہور پہاڑ ہے)

باب ذمی یا مسلمان عورتوں کے ضرورت کے وقت بال
دیکھنا درست ہے اس طرح ان کا نکاح کرنا بھی جب وہ اللہ کی نافرمانی کریں

(۳۰۸۱) مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن حوشب الطائفی نے بیان کیا، ان سے ہشیم نے بیان کیا، انہیں حصین نے خبر دی، انہیں سعد بن عبیدہ نے اور انہیں ابی عبد الرحمن نے اور وہ عثمانی تھے، انہوں نے ابن عطیہ سے کہا، جو علوی تھے، کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب (حضرت علیؓ) کو کس چیز سے خون بہانے پر جرأت ہوئی، میں نے خود ان سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے اور زبیر بن عوامؓ کو نبی کریم ﷺ نے بھیجا۔ اور ہدایت فرمائی کہ روضہ خلی پر جب تم پہنچو، تو تمہیں ایک عورت (سارہ نامی) ملے گی۔ جسے حاطب ابن بلتعہؓ نے ایک خط دے کر بھیجا ہے (تم وہ خط اس سے لے کر آؤ) چنانچہ جب ہم اس باغ تک پہنچے ہم نے اس عورت سے کہا خط لا۔ اس نے کہا کہ حاطبؓ نے مجھے کوئی خط نہیں دیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط خود بخود نکال کر دے دے ورنہ (حلاشی کے لئے) تمہارے کپڑے اتار لئے جائیں گے۔ تب کہیں اس نے خط اپنے نفعے میں سے نکال کر دیا۔ (جب ہم نے وہ خط رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو آپؐ نے حاطبؓ کو بلا بھیجا

انہوں نے (حاضر ہو کر) عرض کیا۔ حضور! میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں! اللہ کی قسم! میں نے نہ کفر کیا ہے اور نہ میں اسلام سے ہٹا ہوں، صرف اپنے خاندان کی محبت نے اس پر مجبور کیا تھا۔ آپؐ کے

سَمِعْتُ عَطَاءَ يَقُولُ: ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِبَيْرٍ فَقَالَتْ لَنَا ((انْقَطَعَتِ الْهَجْرَةُ مِنْذُ فَتَحَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ مَكَّةَ)) [طرفہ بی: ۳۹۰۰، ۴۳۱۲]۔

۱۹۵- بَابُ إِذَا اضْطُرَّ الرَّجُلُ إِلَى النَّظَرِ فِي شُعُورِ أَهْلِ الذِّمَّةِ

وَالْمُؤْمِنَاتِ إِذَا غَضِبَ اللَّهُ، وَتَجَرَّيْدَهُنَّ ۳۰۸۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَكَانَ عُثْمَانِيًا، فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةٍ وَكَانَ عَلَوِيًّا: إِنِّي لِأَعْلَمُ مَا الَّذِي جَرَأَ صَاحِبِكَ عَلَى الذِّمَّةِ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ: بَغَيْتِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرُ فَقَالَ: ((اتُّوا رَوْضَةَ كَذَا، وَتَجِدُونَ بِهَا امْرَأَةً أَغْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا)). فَأَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا: الْكِتَابُ. قَالَتْ: لَمْ يُعْطِنِي. فَقُلْنَا: لَتُخْرِجَنِي أَوْ لَأُجْرِدَنَّكَ. فَأَخْرَجَتْنِي مِنْ حُجْرَتِهَا. فَأَرْسَلَ إِلَيَّ حَاطِبٌ.

[راجع: ۳۰۰۷]

فَقَالَ: لَا تَعْجَلْ، وَاللَّهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا أَزْدَدْتُ لِلْإِسْلَامِ إِلَّا حُبًّا، وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ إِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ اللَّهُ

اصحاب (مہاجرین) میں کوئی شخص ایسا نہیں جس کے رشتہ دار وغیرہ مکہ میں نہ ہوں۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں اور ان کی جائداد کی حمایت حفاظت نہ کراتا ہو۔ لیکن میرا وہاں کوئی بھی آدمی نہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ ان مکہ والوں پر ایک احسان کر دوں، نبی کریم ﷺ نے بھی ان کی بات کی تصدیق فرمائی۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ مجھے اس کا سرائار نہ دیجئے، یہ تو منافق ہو گیا ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم! اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حالات سے خوب واقف تھا اور وہ خود اہل بدر کے بارے میں فرما چکا ہے کہ ”جو چاہو کرو“۔ ابو عبد الرحمنؓ نے کہا، حضرت علیؓ کو اسی ارشاد نے (کہ تم جو چاہو کرو، خون ریزی پر) دلیر بنا دیا ہے۔

شیخ بخاری نے اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضرورت کے وقت عورت کی تلاشی لینا، اس کا پرہیز کرنا درست ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی میں سے نکال کر دیا۔ اس پر حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ والجمع بینہ وبين رواية اخرجه من حجاز تھا ای مقعد الاذار لان عقبصتها طویلة بحيث تصل الى حجزتها لربطته فی عقبصتها وغزرتہ بحجزتها (فتح) یعنی ہر دو روایتوں میں مطابقت یہ ہے کہ اس عورت کے سر کی چوٹی اتنی لمبی تھی کہ وہ ازار بند باندھنے کی جگہ تک لگتی ہوئی تھی، اس عورت نے اس کو چٹیا کے اندر گوندھ کر نیچے مقعد کے پاس ازار میں ٹانگ لیا تھا۔ چنانچہ اس جگہ سے نکال کر دیا۔ راویوں نے جیسا دیکھا بیان کر دیا۔

سلف امت میں جو لوگ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتے انہیں مٹانی کہتے اور جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے انہیں علوی کہتے تھے۔ یہ اصطلاح ایک زمانہ تک رہی، پھر ختم ہو گئی۔ اہل سنت میں یہ عقیدہ قرار پایا کہ کسی صحابی کو کسی پر فوقیت نہیں دینا چاہئے۔ وہ سب عند اللہ مقبول ہیں، ان میں فاضل کون ہے اور مفضول کون؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یوں خلفائے اربعہ کو حسب ترتیب خلافت اور صحابہ پر فوقیت حاصل ہے، پھر عشرہ مبشرہ کو بھی ﷺ اجمعین۔

۱۹۶ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغَزَاةِ باب غازیوں کے استقبال کو جانا (جب وہ جہاد سے لوٹ کر

آئیں)

(۳۰۸۲) ہم سے عبد اللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریج اور حمید بن الاسود نے بیان کیا، ان سے حبیب بن شہید نے اور ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے عبد اللہ بن جعفرؓ سے کہا، تمہیں وہ قصہ یاد ہے جب میں اور تم اور عبد اللہ بن عباسؓ تینوں آگے جا کر رسول اللہ ﷺ سے ملے تھے (آپؐ جہاد سے واپس آ رہے تھے) عبد اللہ بن جعفر نے کہا، ہاں یاد ہے۔ اور

۳۰۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْجٍ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: ((قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لَابْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: أَتَذْكُرُ إِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَا وَأَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ؟ قَالَ:

نَعْمَ، فَحَمَلْنَا وَتَوَكَّلْنَا))۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور ابن عباسؓ کو اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا،

اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ظاہرہ ان القائل فحملنا ہو عبداللہ بن جعفر وان المتروک ہو ابن الزبیر الخ یعنی ظاہر ہے کہ سوار ہونے والے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ہیں اور متروک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہیں۔ مگر مسلم میں اس کے برعکس مذکور ہے۔ وقد نبه عیاض علی ان الذی وقع فی البخاری هو الصواب یعنی قاضی عیاض نے تنبیہ کی ہے کہ بخاری کا بیان زیادہ صحیح ہے۔ اس سے غازیوں کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا ثابت ہوا۔

نیز اس سے یتیموں کا زیادہ خیال رکھنا بھی ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ کے والد جعفر بن ابی طالبؓ انتقال کر چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے یتیم بچے عبداللہؓ کا دل خوش کرنے کے لئے سواری پر ان کو مقدم کیا، اگر کسی صحابی پر آنحضرت ﷺ نے بھی کسی امر میں نظر عنایت فرمائی تو اس پر اس صحابی کے فخر کرنے کا جواز بھی ثابت ہوا، کسی بزرگ کی طرف سے کسی پر نظر عنایت ہو تو وہ آج بھی بطور فخر اسے بیان کر سکتے ہیں۔

۳۰۸۳- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : ((قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ، ذَهَبْنَا نَعْلُقِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَعَ الصَّبِيَّانِ إِلَى نَيْبَةِ الْوُدَاعِ))۔ [طرفہ فی : ۴۴۲۶، ۴۴۲۷]۔ ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا، (جب رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو) ہم سب بچے ثنیۃ الوداع تک آپ کا استقبال کرنے گئے تھے۔

مجاہدین کا واپسی پر پر غلوس استقبال کرنا سنت ہے۔ حضرت امامؒ اسی مقصد کو بیان فرما رہے ہیں۔ مدینہ کے قریب ایک گھاٹی تک لوگ اپنے ممانوں کو رخصت کرنے جایا کرتے تھے۔ اسی کا نام ثنیۃ الوداع قرار دیا۔ غزوہ تبوک کی تفصیلات کتاب المغازی میں آئیں گی۔

باب جہاد سے واپس ہوتے ہوئے

کیا کہے

۳۰۸۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہ جب رسول اللہ ﷺ (جہاد سے) واپس ہوتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے، اور یہ دعا پڑھتے ”ان شاء اللہ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ہم توبہ کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس کی تعریف کرنے والے اور اس کے لئے سجدہ کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور کافروں کے لشکر کو اسی اکیلے نے شکست دے دی۔“

۱۹۷- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ

الغزو

۳۰۸۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيََ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ: ((أَيُّونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، حَامِدُونَ، لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدُهُ، وَنَصَرَ عِبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَخْزَابَ وَخَذَهُ)).

[راجع: ۱۷۹۷]

آئیوں کا مطلب ای بھن راجعون الی اللہ یعنی ہم اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

(۳۰۸۵) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا، اور ان سے انس بن مالک نے بیان کیا کہ (غزوہ بنو لیحان میں جو ۶ھ میں ہوا) عسفان سے واپس ہوتے ہوئے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ نے سواری پر پیچھے (ام المؤمنین) حضرت صفیہ بنت حبیبہ جی بٹھایا کو بٹھالیا تھا۔ اتفاق سے آپ کی اونٹنی پھسل گئی اور آپ دونوں گر گئے۔ یہ حال دیکھ کر ابو طلحہؓ بھی فوراً اپنی سواری سے کود پڑے اور کہا، یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، کچھ چوٹ تو نہیں لگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پہلے عورت کی خبر لو۔ ابو طلحہؓ نے ایک کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر حضرت صفیہؓ کے قریب آئے اور وہی کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد دونوں حضرات کی سواری درست کی، جب آپ سوار ہو گئے تو ہم آنحضرت ﷺ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ پھر جب مدینہ دکھائی دینے لگا تو آنحضرت ﷺ نے یہ دعا پڑھی۔ ”ہم اللہ کی طرف واپس ہونے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی حمد پڑھنے والے ہیں۔“ آنحضرت ﷺ یہ دعا برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

۳۰۸۵- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَقْفَلَةً مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَبِيبٍ، فَعَثَرَتْ نَاقَتَهُ فَصَرَعَهَا جَمِيعًا، فَافْتَحَنَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ لِدَاعِكَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْأَةُ)). فَقَلَبَ نَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَنَا هَا فَالْقَاهُ عَلَيْهَا، وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبُهُمَا فَرَكِبَا، وَاکْتَفَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَلَمَّا أَشْرَقْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((آيُونَ، تَابُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)). فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

[راجع: ۳۷۱]

تشریح روایت میں راوی سے سو ہو گیا ہے۔ صحیح یوں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خبر سے لوٹے اس وقت حضرت صفیہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ یہ خاتون آپ کو جنگ خیبر ہی میں ملی تھیں۔ جو ۷ھ میں ہوئی۔ جنگ بنو لیحان ۶ھ میں ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت صفیہؓ موجود نہ تھیں۔ حضرت ابو طلحہؓ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر اس لئے آئے کہ حضرت صفیہؓ پر نظر نہ پڑے۔ واپسی پر آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر الفاظ طیبہ ”آیون تابون“ جاری تھے۔ باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ اب بھی سنت یہی ہے کہ سرج ہو یا اور کوئی سفر خیریت سے واپسی پر اس دعا کو پڑھا جائے۔ عورت کو اپنے مرد کے پیچھے اونٹنی پر سواری کرنا بھی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ وہی الخیر الجاری انما قالت من عسفان لان غزوة خیبر کانت عقبها کانه لم یعتد بالاقامة المتخللة بينهما لقار بهما یعنی عسفان کا لفظ لانے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ غزوہ خیبر اس کے بعد ہی ہوا، اتنے قریب کہ راوی نے درمیانی عرصہ کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ہر دو کو ایک ہی سطح پر رکھ لیا جیسا کہ حدیث سلمہ بن اکوعؓ میں تحریم متعہ کے بارے میں غزوہ اوطاس کا ذکر آیا ہے۔ حالانکہ وہ مکہ ہی میں خرام ہو چکا تھا۔ مگر اوطاس اور مکہ میں تقارب کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب کر دیا۔

۳۰۸۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَدِينَةَ قَالَ: بَيَّانُ كَمَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي غَزْوَةِ بَنِي لُحَيٍّ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَقَدْ أَرْدَفَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حَبِيبٍ، فَعَثَرَتْ نَاقَتَهُ فَصَرَعَهَا جَمِيعًا، فَافْتَحَنَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ جَعَلَنِي اللَّهُ لِدَاعِكَ. قَالَ: ((عَلَيْكَ الْمَرْأَةُ)). فَقَلَبَ نَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَنَا هَا فَالْقَاهُ عَلَيْهَا، وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبُهُمَا فَرَكِبَا، وَاکْتَفَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَلَمَّا أَشْرَقْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: ((آيُونَ، تَابُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)). فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

مفضل نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن ابی اسحاق نے بیان کیا اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ ابو طلحہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ نے اپنی سواری پر پیچھے بٹھارکھا تھا۔ راستے میں اتفاق سے آپ کی اونٹنی پھسل گئی اور آنحضرت ﷺ گر گئے اور ام المؤمنین بھی گر گئیں۔ ابو طلحہؓ نے یوں کہا کہ میں سمجھتا ہوں، انہوں نے بھی اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دیا اور آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے کوئی چوٹ تو حضور کو نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن تم عورت کی خبر لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک کپڑا اپنے چہرے پر ڈال لیا، پھر ام المؤمنین کی طرف بڑھے اور وہی کپڑا ان پر ڈال دیا۔ اب ام المؤمنین کھڑی ہو گئیں۔ پھر ابو طلحہؓ نے آپ دونوں کے لئے اونٹنی کو مضبوط کیا۔ تو آپ سوار ہوئے اور سفر شروع کیا۔ جب مدینہ منورہ کے سامنے پہنچ گئے یا راوی نے یہ کہا کہ جب مدینہ دکھائی دیئے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ ”ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ توبہ کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اس کی تعریف کرنے والے ہیں! آپ یہ دعا برابر پڑھتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

یہ بھی جنگ خیبر سے متعلق ہے۔ ہر دو احادیث میں الفاظ مختلف کے ساتھ ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہر دو میں متفق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت صفیہ تھیں، غزوہ بنو لیمان سے اس واقعہ کا جوڑ نہیں ہے، جو ۶ھ میں ہوا اور حضرت صفیہؓ کا اسلام اور حرم میں داخلہ ۷ھ سے متعلق ہے۔

باب سفر سے واپسی پر نفل نماز (بطور نماز شکر ادا کرنا)

(۳۰۸۷) ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک

الْمُفْضِلُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي اسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَمَعَ أَنَسِيٍّ ﷺ صَفِيَّةُ مُرَدِّفَهَا عَلَى رَاحِلَتِهِ. فَلَمَّا كَانُوا بَعْضَ الطَّرِيقِ غَرَسَتِ النَّاقَةُ فَصْرَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ، وَإِنْ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ أَحْسِبُ قَالَ: اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: ((لَا، وَلَكِنْ عَلَيَّ بِالْمَرْأَةِ)). فَأَلْفَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى رَاحِلَتِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا، فَأَلْفَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ، فَشَدَّ لَهَا عَلَى رَاحِلَتَيْهَا فَرَكِبَا، فَسَارُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ - أَوْ قَالَ: أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ - قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَيُّونَ، تَابُونِ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ)). فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ. [راجع: ۳۷۱]

۱۹۸- بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

۳۰۸۷- حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ

سفر میں تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے مسجد میں جا اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھ۔

(۳۰۸۸) ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب نے، ان سے ان کے والد (عبداللہ) اور چچا عبید اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دن چڑھے سفر سے واپس ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔

فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ لِي: ((ادْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ))۔ [راجع: ۴۴۳] ۳۰۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضَحَى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ))۔ [راجع: ۲۷۵۷]

سفر جہاد پر سفر ج و غیرہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ ایسے طویل سفر سے خیریت کے ساتھ واپس پر بطور شکرانہ دو رکعت نماز نفل ادا کرنا امر مسنون ہے، اللہ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے، آمین۔

باب مسافر جب سفر سے لوٹ کر آئے تو لوگوں کو کھانا کھلائے (دعوت کرے)

۱۹۹- بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاةُ

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (جب سفر سے واپس آتے تو) ملاقاتیوں کے آنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے۔

(۳۰۸۹) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں محارب بن دثار نے اور انہیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے (غزوہ تبوک یا ذات الرقاع سے) تو اونٹ یا گائے ذبح کی (راوی کو شبہ ہے) معاذ غمیری نے (اپنی روایت میں) کچھ زیادتی کے ساتھ کہا۔ ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محارب بن دثار نے، انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اونٹ خریدا تھا۔ دو اوقیہ اور ایک درہم یا (راوی کو شبہ ہے کہ دو اوقیہ) دو درہم میں۔ جب آپ مقام صرار پر پہنچے تو آپ نے حکم دیا اور گائے ذبح کی گئی اور لوگوں نے اس کا گوشت کھایا۔ پھر جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو مجھے حکم دیا کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھوں، اس کے بعد مجھے میرے اونٹ کی قیمت وزن کر کے عنایت فرمائی۔

۳۰۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ نَحَرَ جَزُورًا أَوْ بَقَرَةً. زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ: اشْتَرَى مِنِّي النَّبِيُّ ﷺ بَعِيرًا بِأَوْقِيَتَيْنِ وَدَرَاهِمٍ أَوْ دَرَاهِمَيْنِ. فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا أَمَرَ بِبَقَرَةٍ قَدِيحَتٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ، وَوَزَنَ لِي ثَمَنَ الْبَعِيرِ))۔

انہیں زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی اور انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے حصے میں ایک جوان اونٹنی آئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک جوان اونٹنی خمس کے مال میں سے دی تھی، جب میرا ارادہ ہوا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے شادی کروں، تو بنی قریظہ (قبیلہ یہود) کے ایک صاحب سے جو سنا رہے تھے، میں نے یہ طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں اذخر گھاس (جنگل سے) لائیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں وہ گھاس ساروں کو بیچ دوں گا اور اس کی قیمت سے اپنے نکاح کا ولیمہ کروں گا۔ ابھی میں ان دونوں اونٹیوں کا سامان، پالان اور تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا۔ اور یہ دونوں اونٹیاں ایک انصاری صحابی کے گھر کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جب سارا سامان فراہم کر کے واپس آیا تو کیا دیکھا ہوں کہ میری دونوں اونٹیوں کے کوہان کسی نے کاٹ دیئے ہیں۔ اور ان کے پیٹ چیر کر اندر سے ان کی کلیجی نکال لی گئی ہیں۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو میں بے اختیار رو دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اور وہ اسی گھر میں کچھ انصار کے ساتھ شراب پی رہے ہیں۔ میں وہاں سے واپس آ گیا اور سیدہ ہانہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ میں کسی بڑے مددے میں ہوں۔ اس لئے آپ نے دریافت فرمایا، علی! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا مددہ کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے میری دونوں اونٹیوں پر ظلم کر دیا۔ دونوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور ان کے پیٹ چیر ڈالے۔ ابھی وہ اسی گھر میں کئی یاروں کے ساتھ شراب کی مجلس جمائے ہوئے موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر اپنی چادر ماگی اور اسے اوڑھ کر پیدل چلنے لگے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ آخر جب وہ

أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: ((كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَقْتَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَغْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمْسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ ابْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَاغًا مِنْ بَنِي قَيْظَاقَ أَنْ يَرْجُلَ مَعِيَ فَتَأْتِي بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ الصَّوَاغِينَ وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْمِي. فَبَيْنَمَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفِي مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْفَرَائِرِ وَالْحَبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانَ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، رَجَعْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا شَارِفَايَ قَدْ أُجْبِتَ أَسْنِمَتُهُمَا، وَتَفَرَّتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، فَلَمْ أَتْلِكْ عَنِّي حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ فَقَالُوا: فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَاَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَذْخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ - وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ - فَعَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فِي وَجْهِهِ الَّذِي لَقِيتُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَا لَكَ؟)) فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ، عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتِي فَأَجَبْتُ أَسْنِمَتَهُمَا، وَتَفَرَّتْ خَوَاصِرُهُمَا وَهَذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ. فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَارْتَدِي،

ثُمَّ نَطْلُقُ يَمْنِي، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ
حَارِثَةَ، حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةٌ
فَأَسْتَاذَنَ، فَأَذِنُوا لَهُمْ، فَإِذَا هُمْ شَرِبُوا،
فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا
فَعَلَ، فَإِذَا حَمْزَةُ قَدْ تَمِلُ مُحَمَّرَةً عَيْنَاهُ،
فَنَظَرَ حَمْزَةُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ صَعَدَ
النَّظَرَ، فَنَظَرَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ
فَنَظَرَ إِلَى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى
وَجْهِهِ. ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَيْنِدَ
لَايِي؟ فَقَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَدْ تَمِلُ
فَنَكَصَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عَقْبَيْهِ
الْفَهْقَرِي، وَخَرَجْنَا مَعَهُ. [راجع: ۲۰۸۹]

گھر آگیا جس میں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت
چاہی اور اندر موجود لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی۔ وہ لوگ
شراب پی رہے تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا۔ اس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملامت کرنا شروع کی۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی
آنکھیں شراب کے نشے میں محمور اور سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں
نے نظراٹھا کر آپ کو دیکھا۔ پھر نظر ذرا اور اوپر اٹھائی، پھر وہ آنحضرت
ﷺ کے گھٹنوں پر نظر لے گئے اس کے بعد نگاہ اور اٹھا کے آپ کی
ناف کے قریب دیکھنے لگے۔ پھر چہرے پر جمادی۔ پھر کہنے لگے کہ تم
سب میرے باپ کے غلام ہو، یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سلم نے جب محسوس کیا کہ حمزہ رضی اللہ علیہ وسلم بالکل نشے میں
ہیں، تو آپ وہیں سے الٹے پاؤں واپس آ گئے اور ہم بھی آپ کے
ساتھ نکل آئے۔

اس طویل حدیث کو حضرت امام یہاں اس لئے لائے کہ اس میں اموال غنیمت کے نفس میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک
جوان اونٹنی ملنے کا ذکر ہے۔ یہ اونٹنی اس مال میں سے تھی جو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ماتحت فوج نے حاصل کیا تھا۔ یہ
جنگ بدر سے دو مہینے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک نفس کا حکم نہیں اترتا تھا۔ لیکن عبداللہ بن جحش نے چار حصے تو فوج میں تقسیم کر
دیئے اور پانچواں حصہ اپنی رائے سے آنحضرت ﷺ کے لئے رکھ چھوڑا۔ پھر قرآن شریف میں بھی ایسا ہی حکم نازل ہوا۔ دوسری
روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گانے والی بھی تھی جس نے گانے کے دوران ان جوان اونٹیوں کے کلیجے
سے کباب بنانے اور کھانے کی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ترغیب دلائی اور اس پر وہ نشے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور ان اونٹیوں کو کاٹ کر
ان کے کلیجے نکال لئے۔ حضرت علیؑ کا صدمہ بھی بجا تھا اور پاس ادب بھی ضروری، اس لئے وہ غصہ کو پی کر دربار رسالت میں حاضر
ہوئے۔ آنحضرت ﷺ مقدمہ کے حالات کا معائنہ فرمانے کے لئے خود تشریف لے گئے۔ حضرت حمزہؓ اس وقت نشے میں چور تھے۔
شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی، نشے کی حالت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے منہ سے بے ادبی کے الفاظ نکل گئے۔ ابن ابی شیبہ کی
روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ کے ہوش میں آنے کے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؑ کو ان اونٹیوں کا تاوان دلایا۔

۳۰۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ
الرُّبَيْعِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ
رَأَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ

ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اوسکی نے بیان کیا، کہا کہ ہم
سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیسان نے، ان
سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور
انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ آنحضرتؐ کے اس ترکہ سے انہیں ان کی

میراث کا حصہ دلایا جائے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فی کی صورت میں دیا تھا۔ (جیسے فدک وغیرہ)

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَفْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ))
[أطرافه في: ٣٧١١، ٤٠٣٥، ٤٢٤٠،

٦٧٢٥].

(۳۰۹۳) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آنحضرتؐ نے (اپنی حیات میں) فرمایا تھا کہ ہمارا (گروہ انبیاء علیہم السلام کا) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ فاطمہؑ یہ سن کر غصہ ہو گئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ترک ملاقات کی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؑ نے کہا کہ فاطمہؑ نے آنحضرت ﷺ کے خیر اور فدک اور مدینہ کے صدقے کی وراثت کا مطالبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اس سے انکار تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں گے۔ (عائشہؑ نے کہا کہ) پھر آنحضرتؐ کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا۔ البتہ خیر اور فدک کی جائداد کو عمرؓ نے روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لئے رکھی تھیں۔ یہ جائداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ زہری نے کہا، چنانچہ ان دونوں جائدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔

۳۰۹۳ - ((فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: (لَا نُورِثُ، مَا تَرَكَتْنَا صَدَقَةً)). فَفَضِصَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مَهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيتْ، وَغَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ. قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ خَيْرٍ وَفَدَكٍ، وَصَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ تَرَكَتِ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيعَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَذَلَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْرٌ وَفَدَكٌ فَامْسَكَهَا عُمَرُ وَقَالَ: هُمَا صَدَقَتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَتْ لِحَقُوقِهِ الَّتِي تَغْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَيَّ وَلِيَّ الْأَمْرِ، قَالَ فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَيَّ الْيَوْمَ)). [أطرافه في: ٣٧١٣، ٤٢٤١،

٤٠٣٦، ٦٧٢٦].

تفسیر اس طویل حدیث میں بہت سے امور کے ساتھ فس کا بھی ذکر ہے۔ اسی لئے حضرت امام اسے یہاں لائے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ترکہ کے بارے میں واضح طور پر فرما دیا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ وہ جو بھی ہو سب صدقہ ہے۔ لیکن حضرت فاطمہؑ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ حضرت صدیقہ اکبرؓ نے حدیث نبویؐ لا نودث ما نرکنا صدقہ خود آنحضرت ﷺ سے سنی تھی۔ اس لئے اس کا خلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ اور حضرت فاطمہؑ کی ناراضی اس پر مبنی تھی کہ ان کو اس حدیث کی خبر نہ

تھی اسی لئے وہ متروکہ جائداد نبوی میں اپنے حصے کی طالب ہوئیں۔

جائداد کی تفصیل یہ کہ فدک ایک مقام ہے مدینہ سے تین منزل پر، وہاں کی زمین آنحضرت ﷺ نے خاص اپنے لئے رکھی تھی اور خاص مدینہ میں بنو نضیر کے کعبور کے باغات، مخیرق کے سات باغات، انصار کی دی ہوئی اراضی، وادی القریٰ، تملیٰ زمین وغیرہ ابو بکر صدیقؓ نے ان جائدادوں کی تقسیم سے انکار فرما دیا۔ اگر آپ حضرت فاطمہؓ کا حصہ الگ کر دیتے تو پھر آپ کی بیویوں کا اور حضرت عباسؓ کا حصہ بھی الگ کر دیتا پڑتا اور وہ طرز عمل جو آنحضرت ﷺ کا اس جائداد میں تھا پورا کرنا ممکن نہ رہتا۔ لہذا آپ نے تقسیم سے انکار کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ سب کام اور سب مصارف اسی طرح جاری رہیں جس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات دنیاوی میں کیا کرتے تھے، اور یہ ان کا کمال احتیاط اور پرہیز گاری تھی۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کی عیادت کو گئے اور حضرت فاطمہؓ کو راضی کر لیا اور وہ راضی ہو گئی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنی خلافت میں ان جائدادوں سے آپؓ کی بیویوں کے مصارف اور دوسرے ضروری مصارف ادا کرتے رہے لیکن حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت میں بطور قطعہ کے مروان کو فدک دے دیا۔ وہ خود غنی تھے ان کو یہ حاجت نہ تھی کہ فدک سے اپنے مصارف چلاتے (خلاصہ وحیدی)

وقد جاء فی کتاب المغازی ان فاطمة جاءت تسال نصیبها مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ وفدک وما

بقی من خمس خیبر والی هذا اشار البخاری

(۳۰۹۴) ہم سے اسحاق بن محمد فروی نے بیان کیا، کہا ہم سے مالک بن انس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے مالک بن اوس بن حدثان نے (زہری نے بیان کیا کہ) محمد بن جبیر نے مجھ سے (اسی آنے والی) حدیث کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے میں نے مالک بن اوس کی خدمت میں خود حاضر ہو کر ان سے اس حدیث کے متعلق (بطور تصریق) پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ دن چڑھ آیا تھا اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں اس قاصد کے ساتھ ہی چلا گیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک تخت پر بویا بچھائے، بورے پر کوئی بچھونا نہ تھا، صرف ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیکا دیئے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا، مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے، میں نے ان کے لئے کچھ حقیری امداد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم اسے اپنی نگرانی میں ان میں تقسیم کرا دو، میں نے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! اگر آپ اس کام پر کسی اور کو مقرر فرما دیتے تو بہتر ہوتا۔ لیکن عمرؓ نے یہی اصرار کیا کہ نہیں، اپنی ہی تحویل میں بانٹ دو۔

۳۰۹۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ - وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَبْرِ ذَكَرَ لِي ذِكْرًا مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ، فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَذْخُلَ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ فَقَالَ مَالِكٌ - : بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي أَهْلِي حِينَ مَعَ النَّهَارِ، إِذَا رَسُولُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِينِي فَقَالَ: أَجِبْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتَّى أَذْخُلَ عَلَى عُمَرَ، فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى رِمَالِ سَرِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، مَتَكِيٌّ عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ، فَقَالَ: يَا مَالِكُ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلٌ أَبْيَاتٍ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَحْمَةٍ، فَأَقْبَضْنَاهُ، فَأَقْسَمْنَا بَيْنَهُمْ، فَقُلْتُ:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَوْ أَمَرْتُ لَهْ غَيْرِي.
 قَالَ: فَأَقْبَضَهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ. فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ
 عِنْدَهُ أَنَا هَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي
 غُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ
 وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ يَسْتَأْذِنُونَ. قَالَ: نَعَمْ،
 فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوا، فَسَلَّمُوا وَجَلَسُوا. ثُمَّ
 جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيرًا، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ
 وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَدَخَلَا،
 فَسَلَّمَا فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ
 الْمُؤْمِنِينَ، أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا - وَهُمَا
 يَخْتَصِمَانِ فِيمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ
 مِنْ بَنِي النَّضِيرِ - فَقَالَ الرَّهْطُ - غُثْمَانُ
 وَأَصْحَابُهُ - يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْضِ بَيْنَهُمَا
 وَأَرْخِ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ. فَقَالَ عُمَرُ:
 تَبَدُّكُمْ؛ أَنَشِدْكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ
 السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا نُورُثُ، مَا تَرَكْنَا
 صَدَقَةً؟)) يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ. قَالَ
 الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ. فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ
 وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: أَنَشِدْكُمْ اللَّهُ أَعْلَمَانِ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ
 ذَلِكَ. قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أَخَذْتُكُمْ عَنْ هَذَا
 الْأَمْرِ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا
 الْقَبْرِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ. ثُمَّ قَرَأَ:
 هُوَ مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ - إِلَى
 قَوْلِهِ - قَلْبِي فِيكَ فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ
 اللَّهِ ﷺ، وَاللَّهُ مَا اخْتَارَهَا دُونَكُمْ، وَلَا

ابھی میں وہیں حاضر تھا کہ امیر المؤمنین کے دربان یرفا آئے اور کہا کہ
 عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی
 وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
 فرمایا کہ ہاں انہیں اندر بلاو۔ آپ کی اجازت پر یہ حضرات داخل
 ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور پھر
 اندر آ کر عرض کیا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اندر آنے کی اجازت
 ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں انہیں بھی اندر بلاو۔ آپ کی اجازت پر یہ
 حضرات بھی اندر تشریف لے آئے۔ اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔
 عباسؓ نے کہا، یا امیر المؤمنین! میرا اور ان کا فیصلہ کر دیجئے۔ ان
 حضرات کا جھگڑا اس جائداد کے بارے میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
 رسول ﷺ کو نبی نصیر کے اموال میں سے (خس کے طور پر) عنایت
 فرمائی تھی۔ اس پر حضرت عثمان اور ان کے ساتھ جو دیگر صحابہ تھے
 کہنے لگے، ہاں، امیر المؤمنین! ان حضرات میں فیصلہ فرما دیجئے اور ہر
 ایک کو دوسرے کی طرف سے بے فکر کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا،
 اچھا تو پھر ذرا ٹھہریے اور دم لے لیجئے میں آپ لوگوں سے اس اللہ
 کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم
 ہیں۔ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ
 ”ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم (انبیاء) چھوڑ کر جاتے
 ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے“ جس سے آنحضرت ﷺ کی مراد خود اپنی ذات
 گرامی بھی تھی۔ ان حضرات نے تصدیق کی، کہ جی ہاں، بے شک
 آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اب حضرت عمرؓ علی اور عباس رضی اللہ عنہم کی
 طرف مخاطب ہوئے، ان سے پوچھا، میں آپ حضرات کو اللہ کی قسم
 دیتا ہوں، کیا آپ حضرات کو بھی معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا
 فرمایا ہے یا نہیں؟ انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ آنحضرت ﷺ
 نے بے شک ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں آپ
 لوگوں سے اس معاملہ کی شرح بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لئے اس غنیمت کا ایک مخصوص حصہ

مقرر کر دیا تھا۔ جسے آنحضرت ﷺ نے بھی کسی دوسرے کو نہیں دیا تھا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد قدیر تک اور وہ حصہ آنحضرت ﷺ کے لئے خاص رہا۔ مگر قسم اللہ کی یہ جائداد آنحضرت ﷺ نے تم کو چھوڑ کر اپنے لئے جوڑ نہ رکھی، نہ خاص اپنے خرچ میں لائے، بلکہ تم ہی لوگوں کو دیں اور تمہارے ہی کاموں میں خرچ کیں۔ یہ جو جائداد بچ رہی ہے اس میں سے آپ اپنی بیویوں کا سال بھر کا خرچ لیا کرتے اس کے بعد جو باقی بچتا وہ اللہ کے مال میں شریک کر دیتے (جماد کے سامان فراہم کرنے میں) خیر آنحضرت ﷺ تو اپنی زندگی میں ایسا ہی کرتے رہے۔ حاضرین تم کو اللہ کی قسم! کیا تم یہ نہیں جانتے؟ انہوں نے کہا بے شک جانتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں آپ حضرات سے بھی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا آپ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں؟ (دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ہاں!) پھر حضرت عمرؓ نے یوں فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا سے اٹھالیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کئے لگے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں، اور اس لئے انہوں نے (آنحضرت ﷺ کی اس مخلص) جائداد پر قبضہ کیا اور جس طرح آنحضرت اس میں سے مصارف کیا کرتے تھے وہ کرتے رہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ابو بکرؓ اپنے اس طرز عمل میں سچے مخلص، نیکو کار اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو بھی اپنی پاس بلا لیا اور اب میں ابو بکرؓ کا نائب مقرر ہوا۔ میری خلافت کو دو سال ہو گئے ہیں۔ اور میں نے بھی اس جائداد کو اپنی تحویل میں رکھا ہے۔ جو مصارف رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما اس میں کیا کرتے تھے ویسا ہی میں بھی کرتا رہا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنی اس طرز عمل میں سچا، مخلص اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس مجھ سے گفتگو کرنے آئے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے کہ دونوں کا مقصد ایک تھا۔ جناب عباس! آپ تو اس لئے تشریف لائے کہ آپ

استأثرَ بها عليكم، فذ أعطاكموه وبها فيكم حتى بقي منها هذا المال، فكان رسول الله ﷺ ينفق على أهله نفقة سنتهم من هذا المال، ثم يأخذ ما بقي فيجعلهُ مخفلاً مال الله. فعمل رسول الله ﷺ ذلك حياته. أنشدكم يا الله، هل تعلمون بذلك؟ قالوا: نعم. ثم قال لعلي وعباس: أنشدكم يا الله هل تعلمان ذلك؟ قال عمر: ثم توفي الله نبيه ﷺ فقال أبو بكر: أنا ولي رسول الله ﷺ، فقبضها أبو بكر فعمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ، والله يعلم أنه فيها لصديق بار راشد تابع للحق. ثم توفي الله أبا بكر، فكننت أنا ولي أبي بكر، فقبضتها سنتين من إمارتي عمل فيها بما عمل رسول الله ﷺ وما عمل فيها أبو بكر، والله يعلم أنني فيها لصديق بار راشد تابع للحق. ثم جئتماني تكلماني وكلمتكم واحد وأمركم واحد، جئني يا عباس تسألني نصيبك من ابن أخيك، وجاءني هذا - يُريد علياً - يُريد نصيب امرأته من أبيها. فقلت لكم: إن رسول الله ﷺ قال: ((لَا نُورَثُ، مَا تَرَكَنا صدقة)). فلمَّا بدا لي أن أدفعها إليكم قلت: إن شيئاً دفعها إليكم على أن عليكم عهد الله وميثاقه لنعملان فيها بما عمل فيها رسول الله ﷺ وبما عمل فيها أبو بكر وبما عملت فيها منذ وليتها.

فَقُلْتُمَا: اذْفَعَهَا اِلَيْنَا، فَبَذَلَكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا. فَاَنْشَدَكُمُ بِاللّٰهِ، هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذَلِكَ؟ قَالَ الرَّهْطُ: نَعَمْ. ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ: اَنْشَدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءَ غَيْرِ ذٰلِكَ؟ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ يٰ اُذْنَهُ تَقُوْمُ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ، لَا اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءَ غَيْرِ ذٰلِكَ، فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاَهَا اِلَيَّ، فَاِنِّيْ اَخْفِيْكُمْ هَا)).

[راجع: ۲۹۰۴]

کو اپنے بھتیجے (ﷺ) کی میراث کا دعویٰ میرے سامنے پیش کرنا تھا۔ پھر علیؑ سے فرمایا کہ آپ اس لئے تشریف لائے کہ آپ کو اپنی بیوی (حضرت فاطمہؑ) کا دعویٰ پیش کرنا تھا کہ ان کے والد (رسول اللہ ﷺ) کی میراث انہیں ملنی چاہئے، میں نے آپ دونوں حضرات سے عرض کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ خود فرما گئے کہ ہم پیغمبروں کا کوئی میراث تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر مجھ کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ میں ان جائدادوں کو تمہارے قبضے میں دے دوں، تو میں نے تم سے کہا، دیکھو اگر تم چاہو تو میں یہ جائدادیں تمہارے سپرد کر دیتا ہوں، لیکن اس عہد اور اس اقرار پر کہ تم اس کی آمدنی سے وہ سب کام کرتے رہو گے جو آنحضرت ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ اپنی خلافت میں کرتے رہے اور جو کام میں اپنی حکومت کے شروع سے کرتا رہا۔ تم نے اس شرط کو قبول کر کے درخواست کی کہ جائدادیں ہم کو دے دو۔ میں نے اسی شرط پر دے دی، حاضرین کو میں نے یہ جائدادیں اسی شرط پر ان کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا، بے شک اسی شرط پر آپ نے دی ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے علیؑ اور عباسؓ سے فرمایا، میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، میں نے اسی شرط پر یہ جائدادیں آپ حضرات کے حوالے کی ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا بے شک۔ حضرت عمرؓ نے کہا، پھر مجھ سے کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟ (کیا جائداد کو تقسیم کرنا چاہتے ہو) قسم اللہ کی! جس کے حکم سے زمین اور آسمان قائم ہیں میں تو اس کے سوا اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ ہاں! یہ اور بات ہے کہ اگر تم سے اس کا انتظار نہیں ہو سکتا تو پھر جائداد میرے سپرد کر دو۔ میں اس کا بھی کام دیکھ لوں گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اس جائداد کا انتظام حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔ پھر بھی یہ حضرات یہ مقدمہ عدالت فاروقی میں لائے، تو آپ نے یہ تو منہی بیان دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس طویل روایت میں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت فاطمہؑ کی ناراضگی ابو بکرؓ سے وراثت کے مسئلہ پر نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی نفی پہلے ہی کر دی تھی کہ انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی اور تمام صحابہ نے

اسے مان بھی لیا تھا۔ خود حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ یا حضرت عباسؑ سے بھی کسی موقع پر اس کی نفی منقول نہیں۔ بلکہ نزاع صرف اس مال کے انتظام و انصرام کے معاملہ پر ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے اس کا انتظام اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ہاتھ میں دے بھی دیا تھا۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؑ نے ابو بکرؓ سے قطع تعلق کر لیا تھا اور اپنی وفات تک ناراض رہی تھیں۔ مشہور روایات میں اسی طرح ہے لیکن بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ جب فاطمہؑ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کی خدمت میں پہنچے اور اس وقت تک نہیں اٹھے جب تک وہ راضی نہیں ہو گئیں۔ معتبر مصنفین نے اس کی توثیق بھی کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کی زندگی خصوصاً حضرت ابو بکرؓ کی سیرت سے یہی طرز عمل زیادہ جوڑ بھی کھاتا ہے۔ (تفسیر البخاری)

یہاں کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ابو بکر صدیقؓ نے بھی اسی حدیث کی بنا پر یہ جائداد حضرت فاطمہؑ کے حوالے نہیں کی، حالانکہ وہ ناراض بھی ہوئیں تو پھر عمرؓ نے حدیث کے خلاف کیوں کیا اور حضرت صدیقؓ کے طریق کو کیوں موقوف کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس جائداد کو تقسیم نہیں کیا، بلکہ اس کا انتظام کرنے والا حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ کو بنا دیا۔ حضرت عمرؓ کے لئے خلافت کے کام بہت ہو گئے تھے، ان جائدادوں کی نگرانی کی فرصت بھی نہ تھی۔ دوسرے حضرت علیؑ و عباسؑ کو خوش کر دینا بھی منظور تھا اور حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے تقسیم کی درخواست کی تھی جو حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منظور نہ کی۔

باب مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا دین ایمان میں

۲- بَابُ أَذَاءِ الْخُمْسِ

داخل ہے

مِنَ الدِّينِ

(۳۰۹۵) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ ضبعی نے بیان کیا، انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد (دربار رسالت میں) حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا تعلق قبیلہ ربیعہ سے ہے اور قبیلہ مضر کے کفار ہمارے اور آپ کے بیچ میں بستے ہیں۔ (اس لئے ان کے خطرے کی وجہ سے ہم لوگ) آپ کی خدمت میں صرف ادب والے مہینوں میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسا واضح حکم فرما دیں جس پر ہم خود بھی مضبوطی سے قائم رہیں اور جو لوگ ہماری ساتھ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی بتا دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں (میں تمہیں حکم دیتا ہوں) اللہ پر ایمان لانے کا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، نماز قائم کرنے کا، زکوٰۃ دینے کا، رمضان کے روزے رکھنے کا، اور اس بات کا کہ جو کچھ بھی تمہیں غنیمت کا مال ملے۔ اس

۳۰۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الصُّبُعِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: قَدِمَ وَلَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا هَذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيعَةَ، بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كَفَارٌ مُضَرٌّ، فَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْخُذُ مِنْهُ وَنَذْغُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ: ((أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانُ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - وَعَقْدُ بَيْدِهِ - وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُوَدُّوا لِلَّهِ خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدِّبَاءِ، وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ،

والمزفت)). [راجع: ۵۳]

میں پانچواں حصہ (خمس) اللہ کے لئے نکال دو اور تمہیں میں دبا، نقیر، ختم اور مزفت کے استعمال سے روکتا ہوں۔

دبا کدو کی تومی اور نقیر کیدی لکڑی کے برتن، ختم سبز لاکھی برتن، اور مزفت روغنی برتن، یہ سب شراب رکھنے کیلئے استعمال کئے جاتے تھے۔ اس لئے ان سب کو دور پھینک دینے کا آپؐ نے حکم فرمایا۔ خمس کی ادائیگی کا خاص حکم دیا۔ یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

باب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج

۳- باب نفقة نساء النبی ﷺ

مطہرات کے نفقہ کا بیان

بعد وفاته

(۳۰۹۶) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک بن انس نے بیان کیا، انہیں ابو الزناد نے بیان کیا، انہیں اعرج نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے وارث میرے بعد ایک دینار بھی نہ بانٹیں (میرا ترکہ تقسیم نہ کریں) میں جو چھوڑ جاؤں اس میں سے میرے عاملوں کی تنخواہ اور میری بیویوں کا خرچ نکال کر باقی سب صدقہ ہے۔

۳۰۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْوَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَفْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةِ غَائِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ)). [راجع: ۲۷۷۶]

یعنی جس طرح اسلامی حکومت کے کارندوں کی تنخواہیں دی جائیں گی۔ ازواج مطہرات کا نفقہ بھی اسی طرح بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

(۳۰۹۷) ہم سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، ان سے عائشہؓ نے بیان کیا کہ جب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو میرے گھر میں آدھے وسق جو کے سوا جو ایک طاق میں رکھے ہوئے تھے اور کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کسی جگر والے (جاندار) کی خوراک بن سکتی۔ میں اسی میں سے کھاتی رہی اور بہت دن گزر گئے۔ پھر میں نے اس میں سے ٹاپ کر نکالنا شروع کیا تو وہ جلدی ختم ہو گئے۔

۳۰۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((تُوفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَا فِي بَيْتِي مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ، إِلَّا شَطْرَ شَعِيرٍ لِي رَفَأَ لِي، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكَلَبْتُهُ، فَفَنِيَ)). [طرفہ فی: ۶۴۵۱]

اللہ نے اس جو میں برکت دی تھی۔ جب حضرت عائشہؓ نے اس کو ماپا، تو گویا توکل میں فرق آیا، برکت جاتی رہی۔ یہ جو دوسری حدیث میں ہے کہ غلہ ماپو اس میں تمہارے لئے برکت ہوگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خریدتے وقت یا لیتے وقت یا جتنا اس میں سے نکالو وہ ماپ لو، سب کو مت ماپو، اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کو یہ جو ترکہ میں نہیں ملے تھے، بلکہ ان کا خرچ بیت المال پر تھا۔ اگر یہ خرچ بیت المال کے ذمہ نہ ہوتا تو آپؐ کی وفات کے بعد وہ جو ان سے لے لئے جاتے۔

(۳۰۹۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ تظان نے بیان

۳۰۹۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

کیا، ان سے سفیان ثوری نے، کہا کہ مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عمرو بن حارث سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے (اپنی وفات کے بعد) اپنے ہتھیار، ایک سفید فخر، اور ایک زمین جسے آپ خود صدقہ کر گئے تھے، کے سوا اور کوئی ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔

ترجمہ باب حدیث کے الفاظ وارضا ترکھا صدقہ سے نکلا۔ کیونکہ ازواج مطہرات کا خرچہ اسی زمین سے دیا جاتا تھا۔ جس کو آپ

باب رسول کریم ﷺ کی بیویوں کے گھروں کا ان کی طرف منسوب کرنا

اور اللہ پاک نے سورۃ احزاب میں فرمایا کہ ”تم لوگ (ازواج مطہرات) اپنے گھروں ہی میں عزت سے رہا کرو۔“ اور (اسی سورۃ میں فرمایا کہ) ”نبی کے گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو، جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے۔“

مجتہد مطلق حضرت امام بخاریؒ یہ باب منعقد کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ آیات و حجرات نبوی آپ کی حیات طیبہ میں جس طرح ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد وہ اسی طرح رہے۔ ان میں کوئی ورثہ نہیں تقسیم کیا گیا اور یہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ خود فرما گئے تھے کہ ہمارا کوئی ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ گروہ انبیاء میں اللہ کا قانون یہی رہا ہے۔ وہ صرف علم دین کی دولت چھوڑ کر جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ تذکرہ نفس اس مسئلہ کو بھی بیان کر دیا گیا اور نفس کا تعلق جہاد سے ہے۔ اس لئے ذیلی طور پر یہ مسائل کتب الجہاد میں مذکور ہوئے۔

پہلی آیت میں گھروں کی نسبت بیویوں کی طرف فرمائی، دوسری آیت میں ان ہی گھروں کو پیغمبر کے گھر فرمایا۔ اس سے حضرت امام بخاریؒ نے باب کا مطلب ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کی بیویوں کو جیسے آپ کی وفات کے بعد اپنے خرچہ کا حق تھا۔ ویسے ہی اپنے اپنے گھروں پر بھی ان کا حق تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی مائیں قرار دیا اور کسی اور سے ان پر نکاح حرام کر دیا۔ (وحیدی)

(۳۰۹۹) ہم سے حبان بن موسیٰ اور محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو معمر اور یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہؓ نے بیان کیا کہ (مرض الوفا میں) جب نبی کریم ﷺ کا مرض بہت بڑھ گیا، تو آپ نے سب بیویوں سے اس کی اجازت چاہی کہ مرض کے دن آپ میرے گھر میں گزاریں۔ اس کی اجازت آپ کو مل گئی تھی۔

عَنْ سَفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ: ((مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ، وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً)). [۲۷۳۹]

ترجمہ باب حدیث کے الفاظ وارضا ترکھا صدقہ سے نکلا۔ کیونکہ ازواج مطہرات کا خرچہ اسی زمین سے دیا جاتا تھا۔ جس کو آپ صدقہ فرما گئے تھے۔ مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۴- بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ،

وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوتِ إِلَيْهِنَّ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [الاحزاب: ۳۳]، وَهَلَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾ [الاحزاب: ۵۳]۔

۳۰۹۹- حَدَّثَنَا حَبَانُ بْنُ مُوسَى وَمُحَمَّدٌ قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ: ((لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَمْرُضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَ لَهُ)).

۳۱۰۰- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْثَمٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((تُوفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي، وَفِي نَوْبَتِي، وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ. قَالَتْ: دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِسِوَاكِ فَضَعَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ فَأَخَذَتْهُ لِمَضْغَتِهِ ثُمَّ مَسَّتْهُ بِهِ)).

[راجع: ۸۹۰]

تشریح

(۳۱۰۰) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے نافع نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر، میری باری کے دن، میرے حلق اور سینے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے وفات پائی، اللہ تعالیٰ نے (وفات کے وقت) میرے تھوک اور آنحضرت ﷺ کے تھوک کو ایک ساتھ جمع کر دیا تھا، بیان کیا (وہ اس طرح کہ) عبدالرحمنؓ (حضرت عائشہؓ کے بھائی) مسواک لئے ہوئے اندر آئے۔ آپؐ اسے چبانہ سکے۔ اس لئے میں نے اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور میں نے اسے چبانے کے بعد وہ مسواک آپ کے دانتوں پر ملی۔

وفات نبوی کے بعد کچھ لوگوں نے یہ وہم پھیلانا چاہا کہ رسول کریم ﷺ اپنی وفات کے وقت حضرت علیؓ کو اپنا وصی قرار دے کر گئے ہیں۔ یہ بات حضرت عائشہؓ نے بھی سنی، اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام پورے طور پر میرے حجرے میں گزرے۔ ان ایام میں ایک لمحہ بھی میں نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا۔ وفات کے وقت حضورؐ اپنا سر مبارک میری چھاتی پر رکھے ہوئے تھے۔ ان حالات میں میں نہیں سمجھ سکتی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو کب اپنا وصی قرار دے دیا۔

۳۱۰۱- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ غَفِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزْوَدُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ - فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ - ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ نَفَذَا، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((عَلَى رِسَالِكُمَا)). قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ

(۳۱۰۱) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن خالد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حضرت علی بن حسین زین العابدین نے کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ نے انہیں خبر دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ملنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے تھے۔ پھر وہ واپس ہونے کے لئے انھیں تو آنحضرت ﷺ بھی ان کے ساتھ اٹھے۔ جب آنحضرت ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہؓ کے دروازہ کے قریب پہنچے جو مسجد نبوی کے دروازے سے ملا ہوا تھا تو دو انصاری صحابی (اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ) وہاں سے گزرے۔ اور آنحضرتؐ کو انہوں نے سلام کیا اور آگے بڑھنے لگے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا، ذرا ٹھہر جاؤ (میرے ساتھ میری بیوی صفہ ہیں یعنی کوئی دوسرا نہیں) ان دونوں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ!

یا رسول اللہ! ان حضرات پر آپ کا یہ فرمانا بڑا شاق گزرا کہ حضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح دوڑتا رہتا ہے جیسے جسم میں خون دوڑتا ہے۔ مجھے یہی خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو جائے۔

ان اصحاب کرام پر شاق اس لئے گزرا کیونکہ وہ دونوں سچے مومن تھے، ان کو یہ رنج ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے ہماری نسبت یہ خیال فرمایا کہ ہم آپ پر بدگمانی کریں گے۔ درحقیقت آپ نے ان کا ایمان بچالیا، پیغمبروں کی نسبت ایک ذرا سی بدگمانی کرنا بھی کفر اور باعث زوال ایمان ہے، اس حدیث سے امام بخاریؒ نے باب کا مطلب یوں نکالا کہ دروازے کو ام المؤمنین ام سلمہؓ کا دروازہ کہا۔

(۳۱۰۲) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ عمری نے، ان سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے، ان سے واسع بن حبان نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں (ام المؤمنین) حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے اوپر چڑھا، تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے۔ آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور چہرہ مبارک شام کی طرف تھا۔

گھر کو حضرت حفصہؓ کی طرف منسوب کیا، اسی سے باب کا مطلب نکلا۔

(۳۱۰۳) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے بیان کیا، اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب عصر کی نماز پڑھتے تو دھوپ ابھی ان کے حجرے میں باقی رہتی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی طرف حجرہ کو منسوب کیا گیا، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ یہ حدیث کتب المواقیت میں بھی گزر چکی ہے۔

(۳۱۰۴) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جویریہ نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اسی طرف سے (یعنی مشرق کی طرف سے) فتنے برپا ہوں گے، تین مرتبہ آپ نے اسی طرح فرمایا کہ یہیں سے شیطان

اللہ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا)). [راجع: ۲۰۳۵]

۳۱۰۲ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَانَ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَذْبِرَ الْفَيْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ)). [راجع: ۱۴۵]

۳۱۰۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا)). [راجع: ۵۲۲]

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيبًا فَأَشَارَ نَحْوَ مَنْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ: هَا هُنَا الْفِتْنَةُ - ثَلَاثًا - مِنْ حَيْثُ يُطْلَعُ قُرْنُ

حضرت عائشہؓ کی طرف حجرہ کو منسوب کیا گیا، اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا۔ یہ حدیث کتب المواقیت میں بھی گزر چکی ہے۔

کا سر نمودار ہو گا۔

[أطرافه ۳: ۳۲۷۹، ۳۵۱۱،

۵۲۹۶، ۷۰۹۲، ۷۰۹۳]۔

تشیخ المراد بقرن الشیطان طرف راسه ای یلنی راسه الی الشمس فی وقت طلوعها فیکون الساجدون للشمس من الکفار کالساجدين له وقيل قرنه امته وشيعته وفي بعضها قرن الشمس (حاشیہ بخاری شریف) یعنی قرن الشیطان سے اس کے سر کا کنارہ مراد ہے۔ وہ سورج کے نکلنے کے وقت اس کی طرف اپنا سر کر دیتا ہے تاکہ سورج کو سجدہ کرنے والے کافر اس کو سجدہ کریں۔ گویا وہ اسی کو سجدہ کر رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ قرن سے مراد اس کے ماننے والے ہیں، جو شیطان کے پجاری ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مشرق سے آپؐ نے ارض عراق کی طرف اشارہ فرمایا تھا، جو فی الواقع قنوں کا مرکز رہی ہے۔

(۳۱۰۵) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک بن انس نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر نے، انہیں عمرو بنت عبد الرحمن نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول کریم ﷺ ان کے گھر میں موجود تھے۔ اچانک انہوں نے سنا کہ کوئی صاحب ہفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ (عائشہؓ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دیکھتے نہیں، یہ شخص کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ میرا خیال ہے یہ فلاں صاحب ہیں، ہفصہؓ کے رضاعی بچا! رضاعت بھی ان تمام چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جنہیں ولادت حرام کرتی ہے۔

۳۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عُمَرَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ((أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ عِنْدَهَا، وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ إِنْسَانٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَرَأَاهُ فَلَأَنَا - لِعِمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرُّضَاعَةِ - الرُّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ)). [راجع: ۲۶۴۴]

اس میں بھی گھر کو حضرت ہفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا گیا۔ جس سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ کسی بچے نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے تو چچا رضاعی باپ ہو گا۔ اور چچا کے لڑکے رضاعی بھائی بن ہوں گے۔ ان سے پردہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ رضاعت سے یہ سب محرم بن جاتے ہیں۔

باب نبی کریم ﷺ کی زرہ، عصاء مبارک، آپ کی تلوار، پیالہ اور انگوٹھی کا بیان

اور آپؐ کے بعد جو خلیفہ ہوئے انہوں نے یہ چیزیں استعمال کیں، ان کو تقسیم نہیں کیا، اور آپؐ کے موئے مبارک اور نعلین اور برتنوں کا بیان جن کو آپؐ کے اصحاب وغیرہ نے آپؐ کی وفات کے بعد (تاریخی طور پر) متبرک سمجھا۔

۵- بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدْحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ

مِنْ ذَلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعْرِهِ وَنَعْلِهِ وَآيَتِهِ مِمَّا تَبَرَّكَ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ

الغرض من هذه الترجمة تثبيت انه صلى الله عليه وسلم لم يورث ولا بيع موجوده بل ترك يده من صار اليه للمتبرك به ولو كان ميراثا لبيع ولا قسمت ولهذا قال بعد ذلك مما لم يذكر قسمته (فتح الباری) اس باب کی غرض اس امر کو ثابت کرنا ہے کہ آپؐ کا کسی کو

وارث نہیں بنایا گیا اور نہ آپ کا ترکہ بچا گیا، بلکہ جس کی تحویل میں وہ ترکہ پہنچ گیا تبرک کے لئے اسی کے پاس چھوڑ دیا گیا اور اگر آپ کا ترکہ میراث ہوتا تو وہ بچا جاتا اور تقسیم کیا جاتا۔ اسی لئے بعد میں کہا گیا کہ ان چیزوں کا بیان جن کی تقسیم ثابت نہیں۔

۳۱۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ ((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا اسْتَخْلَفَ بَعَثَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، وَكَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَ نَقَشُ الْخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ: مُحَمَّدٌ سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللَّهُ سَطْرٌ)).

(۳۱۰۶) ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ثمامہ نے اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو (یعنی انس کو) بحرین (عالم بنا کر) بھیجا اور ایک پروانہ لکھ کر ان کو دیا اور اس پر نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی کی مر لگائی، مہر مبارک پر تین سطریں کندہ تھیں، ایک سطر میں ”محمد“ دوسری میں ”رسول“ تیسری میں ”اللہ“ کندہ تھا۔

[راجع: ۱۴۴۸]

یہ مہر آنحضرت ﷺ کی تھی اس کا نقش اس طرح تھا محمد رسول اللہ۔ باب کا مطلب اس سے یوں نکلا کہ آنحضرت ﷺ کی مہر حضرت ابو بکر استعمال کرتے رہے، ان کے بعد یہ مہر حضرت عمرؓ کے پاس رہی، ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے پاس، پھر ان کے ہاتھ سے اریس کنویں میں گر گئی ہر چند صومرا مکہ نہ لی۔ سچ ہے ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ (الرہمن: ۳۱)

۳۱۰۷- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قَبَالَانِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتُ الْبُنَانِيِّ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا نَعْلَا النَّبِيِّ ﷺ. [طرفاه فی: ۵۸۵۷، ۵۸۵۸]

(۳۱۰۷) مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبد اللہ اسدی نے بیان کیا، ان سے عیسیٰ بن طہمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے جوتے نکال کر دکھائے جن میں دو تسمے لگے ہوئے تھے، اس کے بعد پھر ثابت بنانی نے مجھ سے انسؓ سے بیان کیا کہ وہ دونوں جوتے نبی کریم ﷺ کے تھے۔

۳۱۰۸- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: ((أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كِسَاءً مُلَبَّدًا وَقَالَتْ: هِيَ هَذَا نَزْعُ رُوحِ النَّبِيِّ ﷺ. وَزَادَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ، وَكِسَاءً مِنْ

(۳۱۰۸) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پوند لگی ہوئی چادر نکال کر دکھائی اور بتلایا کہ اسی کپڑے میں نبی کریم ﷺ کی روح قبض ہوئی تھی۔ اور سلیمان بن مغیرہ نے حمید سے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ سے اتنا زیادہ بیان کیا کہ عائشہؓ نے یمن کی بنی ہوئی ایک موٹی ازار (تہم) اور ایک کبیل انہی کبیلوں میں سے جن کو تم ملبہد (یعنی موٹا پوند دار کہتے ہو) ہمیں نکال

هَذِهِ الَّتِي يَدْعُونَهَا الْمُلْبِدَةُ).

[طرفه في : ٥٨١٨].

نتیجہ قسطلانی نے کہا، شاید آپ نے بنظر تواضع یا اتفاقاً اس کلمی کو اڑھ لیا ہو گا نہ یہ کہ آپ قصداً پیوند کی ہوئی کلمی اڑھا کرتے، کیونکہ علوت شریفہ یہ تھی کہ جو کپڑا میسر آتا اس کو پہنتے، کپڑے بہت صاف شفاف، سترے اجل پہنتے۔ مگر بناؤ سنگار سے پرہیز فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے جوتے، آپ کی کلمی، آپ کا پیالہ، آپ کی انگوٹھی ان سب کو بطور یادگار محفوظ رکھا گیا، مگر تقسیم نہیں کیا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ و خلفاء عظام نے آپ کے ارشاد نحن معشر الانبیاء لا نورث کو پورے طور پر ملحوظ نظر رکھا۔ **نتیجہ**۔

ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ نے، ان سے عاصم نے، ان سے ابن سیرین نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی پینے کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیر سے جوڑ دیا۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے۔ اور اس میں میں نے پانی بھی پیا ہے۔

٣١٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ
عَنْ عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ((أَنَّ قَدْحَ النَّبِيِّ ﷺ
انْكَسَرَ فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ
فِضَّةٍ. قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدْحَ وَشَرِبْتُ
فِيهِ)). [طرفه في : ٥٦٣٨].

مقصد حضرت امام کا یہ ہے کہ اگر آپ کا ترکہ تقسیم کیا جاتا تو وہ پیالہ تقسیم ہوتا، حالانکہ وہ تقسیم نہیں ہوا۔ بلکہ خلفاء اسے یوں ہی بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھتے چلے آئے۔ اسی طرح بچھل احادیث میں آنحضرت ﷺ کے پرانے جو تون کا ذکر ہے اور حدیث عائشہ میں آپ کی کملی اور تہنہ کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی ترک فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز تقسیم نہیں کی گئی۔

(۳۱۰) ہم سے سعید بن محمد جرئی نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے ولید بن کثیر نے، ان سے محمد بن عمرو بن حلقہ ڈولی نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا کہ جب ہم سب حضرات حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی، اور کہا اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم فرمادیجئے۔ (حضرت زین العابدین نے بیان کیا کہ) میں نے کہا، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مسورؓ نے کہا تو کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار عنایت فرمائیں گے؟ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کچھ لوگ (بنو امیہ) اسے آپ سے نہ چھین لیں اور خدا کی قسم! اگر وہ تلوار آپ مجھے عنایت فرمادیں تو کوئی شخص بھی جب تک میری جان

٣١١٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الْحَرَمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ خَلْحَلَةَ الدَّيْلَمِيِّ
حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ
حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ ((أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ
مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلِ حُسَيْنٍ
عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ لَقِيَهُ النُّمَيْرُ بْنُ
مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ
تَأْمُرُنِي بِهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: لَا. فَقَالَ فَهَلْ أَنتَ
مُعْطِي سَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ،

وَأَمَّا اللَّهُ لَئِنْ أَغْطَيْتَنِي لَا يَخْلَصُ إِلَيْهِمْ
أَبَدًا حَتَّى تُبْلَغَ نَفْسِي. إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي
طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ
عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَسَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا
- وَأَنَا يَوْمَئِذٍ الْمُخْتَلَمُ - فَقَالَ: ((إِنَّ
فَاطِمَةَ مِنِّي، وَأَنَا أَخَوْفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي
دِينِهَا. ثُمَّ ذَكَرَ صَهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ
شَمْسٍ فَأَتَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ:
خَذْنِي فَصَدَّقْنِي، وَوَعَدْنِي فَوَقِي لِي،
وَابْنِي لَسْتُ أَحْرَمَ حَلَالًا وَلَا أَجِلُ حَرَامًا،
وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بَيْنْتُ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ وَبَيْنْتُ عَدُوَّ اللَّهِ أَبَدًا)).

باقی ہے اسے چھین نہیں سکے گا۔ پھر مسورؓ نے ایک قصہ بیان کیا کہ
علی بن ابی طالبؓ نے حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں ابو جہل کی
ایک بیٹی (جیلہ نامی) کو پیغام نکاح دے دیا تھا۔ میں نے خود سنا کہ اسی
مسئلہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسی منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کو
خطاب فرمایا۔ میں اس وقت بالغ تھا۔ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ فاطمہ
مجھ سے ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ (اس رشتہ کی وجہ سے) کسی
گناہ میں نہ پڑ جائے کہ اپنے دین میں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو۔ اس کے
بعد آنحضرت ﷺ نے خاندان بنی عبد شمس کے ایک اپنے داماد
(عاص بن ربیع) کا ذکر کیا اور دامادی سے متعلق آپؐ نے ان کی تعریف
کی، آپؐ نے فرمایا کہ انہوں نے مجھ سے جو بات کہی سچ کہی، جو وعدہ
کیا، اسے پورا کیا۔ میں کسی حلال (یعنی نکاح ثانی) کو حرام نہیں کر سکتا،
اور نہ کسی حرام کو حلال بناتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ
کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گی۔

شرح انا اخاف ان تفتن فی دینہا سے مراد یہ کہ علیؓ دوسری بیوی لائیں اور حضرت فاطمہؓ سو کن بچے کی عداوت سے جو ہر عورت
کے دل میں ہوتی ہے، کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔ مثلاً خوند کو ستائیں، ان کی نافرمانی کریں یا سو کن کو برا بھلا کہہ بیٹھیں۔
دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ علیؓ کا نکاح ثانی یوں ممکن ہے کہ وہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ابو جہل کی بیٹی
سے نکاح کر لیں۔ جب حضرت علیؓ نے کہا آپؐ کے ارشاد تو فوراً یہ ارادہ ترک کیا اور جب تک حضرت فاطمہؓ زندہ رہیں انہوں نے
دوسری بیوی نہیں کی۔ قسطلانی نے کہا آپؐ کے ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی بیٹی اور عداوت کی بیٹی میں جمع کرنا حرام ہے۔
مسور بن مخرمہؓ نے یہ قصہ اس لئے بیان کیا کہ حضرت زین العابدینؓ کی فضیلت معلوم ہو کہ وہ کس کے پوتے ہیں! حضرت فاطمہؓ
زہراؓ کے، جن کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ پر عتاب فرمایا اور جن کو آنحضرت ﷺ نے اپنے بدن کا ایک ٹکڑا قرار دیا۔
اس سے حضرت فاطمہؓ کی بڑی فضیلت ثابت ہوئی۔

وفی الفتح قال الکرمانی مناسبة ذکر المسور لقصة خطبة بنت ابی جهل عند طلبه للسیف من جهة ان رسول الله صلى الله عليه
ومسلم كان يحترزهما يوحى وقوع التكدير بين الاقرباء فكللك ينبى ان تعطينى السيف حتى لا يحصل بينك وبين اقربائك كدورة
بسببه یعنی مسورؓ نے بنت ابو جہل کی منگنی کا قصہ اس لئے بیان کیا جبکہ انہوں نے حضرت زین العابدینؓ سے تلوار کا سوال کیا تھا کہ
رسول اللہ ﷺ کسی چیزوں سے پرہیز فرمایا کرتے تھے جن سے اقرباء میں باہمی کدورت پیدا ہو۔ پس مناسب ہے کہ آپؐ یہ تلوار مجھ کو
دے دیں تاکہ آپؐ کے اقرباء میں اس کی وجہ سے آپؐ سے کدورت نہ پیدا ہو۔

۳۱۱۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ (۳۱۱۱) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ سَوْفَةَ عَنْ نے بیان کیا، ان سے محمد بن سوقة نے، ان سے منذر بن یعلیٰ نے اور

مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ: ((لَوْ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاكِرًا عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذِكْرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكُّوا سَعَاءَ عُثْمَانَ، فَقَالَ لِي عَلِيٌّ: اذْهَبْ إِلَى عُثْمَانَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّهَا صَدَقَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُرْ سَعَاتِكَ يَفْعَلُونَ فِيهَا. فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ: أَغْيَهَا عَنَّا. فَأَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ضَعَهَا حَيْثُ أَخَذْتَهَا)).

[طبره في: ۳۱۱۲]

۳۱۱۲- قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوْقَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ عَنِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبِي، خَذَ هَذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهِ إِلَى عُثْمَانَ، فَإِنَّ فِيهِ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ فِي (الصَّدَقَةِ)). [راجع: ۳۱۱۱]

تشیخ

ان سے محمد بن حنفیہ نے، انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے ہوتے تو اس دن جب کچھ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عاملوں کی (جو زکوٰۃ وصول کرتے تھے) شکایت کرنے ان کے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور یہ زکوٰۃ کا پروانہ لے جا۔ ان سے کہنا کہ یہ پروانہ آنحضرت ﷺ کا لکھوایا ہوا ہے۔ تم اپنے عاملوں کو حکم دو کہ وہ اسی کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ میں اسے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں پیغام پہنچا دیا، لیکن انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ ہمارے پاس اس کی نقل موجود ہے) میں نے جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا پھر اس پروانے کو جہاں سے اٹھایا ہے وہیں رکھ دو۔

(۳۱۱۳) حمیدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن سواقہ نے کہا کہ میں نے منذر ثوری سے سنا، وہ محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے تھے کہ میرے والد (علی رضی اللہ عنہ) نے مجھ کو کہا کہ یہ پروانہ عثمان رضی اللہ عنہ کو لے جا کر دوے آؤ، اس میں زکوٰۃ سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکامات درج ہیں۔

ہوا یہ تھا کہ محمد بن حنفیہ کے پاس ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہا، انہوں نے کہا خاموش! لوگوں نے پوچھا کیا تمہارے باپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتے تھے؟ تب محمد بن حنفیہ نے یہ قصہ بیان کیا، یعنی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو برا کہنے والے ہوتے تو اس موقع پر کہتے۔ اس حدیث کی مناسبت ترجمہ باب سے یہ ہے کہ آپ کا لکھوایا ہوا پروانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ انہوں نے اس سے کام لیا، امام بخاری نے زہرہ اور عصماء اور بالوں کے متعلق حدیثیں بیان نہیں کیں، حالانکہ ترجمہ باب میں ان کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اشارہ کیا ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی طرف جو دوسرے بابوں میں مذکور ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ کی زہرہ ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث یہ ہے کہ آپ حجر اسود کو ایک لکڑی سے چومتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کتب اللغات میں گزری، اس میں ابن سیرین کا یہ قول ہے کہ ہمارے پاس آنحضرت کے کچھ موئے مبارک ہیں اور پیالہ پر باقی برتنوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ حمیدی کی سند بیان کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ سفیان کا سماع محمد بن سواقہ سے اور محمد بن سواقہ کا منذر سے بصراحت معلوم ہو جائے۔ (وحیدی)

باب اس بات کی دلیل کہ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ

ﷺ کے زمانے میں آپ کی ضرورتوں (جیسے زیافت مہمان، سالان

۶- بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ

الْخُمْسَ لِلرَّسُولِ ﷺ وَالْمَسَاكِينِ

وَيُنْفِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْأَرَامِلَ حِينَ سَأَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ إِلَى الطَّحْنِ وَالرُّحَى أَنْ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّيِّ، فَوَكَّلَهَا إِلَى اللَّهِ.

جہاد کی تیاری وغیرہ اور محتاجوں کے لئے تھا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صفہ والوں (محتاجوں) اور یتیم عورتوں کی خدمت حضرت فاطمہ کے آرام پر مقدم رکھی۔ جب انہوں نے قیدیوں میں سے ایک خدمتگار آپ سے مانگا اور اپنی تکلیف کا ذکر کیا، جو آٹا گوندھنے اور پیسنے میں ہوتی ہے۔ آپ نے ان کا کام خدا پر رکھا۔

لَوْ لَهَ أَهْلُ الصُّفَّةِ هُمُ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِينُ الَّذِينَ كَانُوا يَسْكُنُونَ صُفَّةَ مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَرَامِلَ جَمْعُ الْأَرْمَلِ الرَّجُلِ

الَّذِي لَا امْرَأَةَ لَهُ وَالْأَرْمَلَةُ الَّتِي لَا زَوْجَ لَهَا وَالْأَرَامِلُ الْمَسَاكِينُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ (کرمانی)

۳۱۱۳- حَدَّثَنَا بَذَلُ بْنُ الْمَخْبَرِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اشْتَكَتْ مَا تَلْقَى مِنَ الرُّحَى مِمَّا تَطْحَنُهُ، فَلَبَّغَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِسَنِي، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ، فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ عَائِشَةُ لَهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُومَ فَقَالَ: ((عَلَى مَكَانِكُمَا، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِي عَلَى صَنْدَرِي، فَقَالَ: أَلَا أَذْلُكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ)).

[أطرافه في: ۳۷۰، ۵۳۶، ۵۳۶۲،

۶۳۱۸].

(۳۱۱۳) ہم سے بدل بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے حکم نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا، کہا مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ کو چکی پیسنے کی بہت تکلیف ہوتی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ان میں سے ایک لونڈی یا غلام کی درخواست لے کر حاضر ہوئیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ موجود نہیں تھے۔ وہ حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق کہہ کر (واپس) چلی آئیں۔ پھر جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپ کے سامنے ان کی درخواست پیش کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے سن کر آنحضرت ﷺ ہمارے یہاں (رات ہی کو) تشریف لائے۔ جب ہم اپنے بستروں پر لیٹ چکے تھے (جب ہم نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا) تو ہم لوگ کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح ہو ویسے ہی لیٹے رہو۔ (پھر آپ میرے اور فاطمہؓ کے بیچ میں بیٹھ گئے اور اتنے قریب ہو گئے کہ) میں نے آپ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر پائی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، جو کچھ تم لوگوں نے (لونڈی یا غلام) مانگے ہیں، میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں، جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (تو سونے سے پہلے) اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ اور الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ پڑھا کرو، یہ عمل بہتر ہے اس سے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔

اللہ تم کو ان کلمات کی وجہ سے ایسی طاقت دے گا کہ تم کو خادم کی حاجت نہ رہے گی۔ اپنا کام آپ کر لو گی۔ بہ ظاہر یہ حدیث

ترجمہ باب کے مطابق نہیں ہے لیکن امام بخاریؒ نے اس حدیث کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام احمدؒ نے نکالا ہے۔ اس میں یوں ہے قسم اللہ کی مجھ سے یوں نہیں ہو سکتا کہ تم کو دوں اور صفہ والوں کو محروم کر دوں، جن کے پیٹ بھوک کی وجہ سے بچہ کھا رہے ہیں۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے جو ان پر خرچ کروں، ان قیدیوں کو بچ کر ان کی قیمت ان پر خرچ کروں گا۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی شان رحمت اس قدر نمایاں ہو رہی ہے کہ بار بار آپ پر درود شریف ﷺ پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَإِنَّ اللَّهَ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾ [الأنفال: ۴۱]

یَعْنِي لِلرَّسُولِ قَسَمَ ذَلِكَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ، وَاللَّهُ يُعْطِينِي)).
ہے یعنی رسول اللہؐ اس کو تقسیم کریں گے
کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے میں تو بانٹنے والا ہوں، خزانچی اور دینے والا تو صرف اللہ پاک ہی ہے۔

قرآن شریف میں خمس کے مصارف چھ مذکور ہیں۔ اللہ اور رسول اور ناطے والے اور یتیم اور مسکین اور مسافر۔ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر محض تقسیم کے لئے ہے۔ اور خمس کے پانچ ہی حصے کئے جائیں گے۔ ایک حصہ اللہ اور رسولؐ کا جو حاکم وقت لے گا اور باقی چار حصے ناطے والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کی خدمت میں خرچ ہوں گے۔ اس میں اختلاف ہے کہ رسولؐ اپنے حصے کے مالک ہوتے ہیں یا نہیں؟ امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ مالک نہیں ہوتے بلکہ اس کی تقسیم آپؐ کی طرف مفوض ہے۔

۳۱۱۴- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ وَقَتَادَةَ أَنَّهُمْ سَمِعُوا سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: وَلَدَ لِرَجُلٍ مِنَّا مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامٌ، فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا - قَالَ شُعْبَةُ فِي حَدِيثٍ مَنْصُورٍ: إِنَّ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: حَمَلْتُهُ عَلَى غَنَقِي، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ. وَفِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ: وَلَدَ لَهُ غُلَامٌ فَأَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا - قَالَ: ((سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكُونُوا بِكُنْيَتِي، فَإِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ قَاسِمًا أُنْقِسِمُ بَيْنَكُمْ)). وَقَالَ حُصَيْنٌ: بُعِثْتُ قَاسِمًا أُنْقِسِمُ بَيْنَكُمْ. وَقَالَ عَمْرُو: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: سَمِعْتُ

(۳۱۱۴) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان، منصور اور قتادہ نے، انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا اور ان سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم انصاریوں کے قبیلہ میں ایک انصاری کے گھر بچہ پیدا ہوا تو انہوں نے بچے کا نام محمد رکھنے کا ارادہ کیا اور شعبہ نے منصور سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ ان انصاری نے بیان کیا (جن کے یہاں بچہ پیدا ہو تھا) کہ میں بچے کو اپنی گردن پر اٹھا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلیمان کی روایت میں ہے کہ ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا، تو انہوں نے اس کا نام محمد رکھا چاہا۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت (ابو القاسم) پر کنیت نہ رکھنا، کیونکہ مجھے تقسیم کرنے والا (قاسم) بنایا گیا ہے۔ میں تم میں تقسیم کرتا ہوں، اور حصین نے (اپنی روایت میں) یوں بیان کیا، کہ مجھے تقسیم کرنے والا (قاسم) بنا کر بھیجا گیا ہے، میں تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ عمرو بن مرزوق نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے خبر دی، ان سے قتادہ نے بیان کیا، انہوں نے

نے سالم سے سنا اور انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ان انصاری صحابی نے اپنے بچے کا نام قاسم رکھنا چاہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے نام پر نام رکھو لیکن کنیت پر نہ رکھو۔

سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ: أَرَادَ أَنْ يُسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((سَمُوا بِالسَّمِيِّ، وَلَا تَكُونُوا بِكُنْيَتِي)).

[أطرافه في: ٣١١٥، ٣٥٣٨، ٦١٨٦،

٦١٨٧، ٦١٨٩، ٦١٩٦].

تشیخ ابو القاسم کنیت رکھنے کے بارے میں امام مالکؒ کہتے ہیں کہ آپ کی حیات میں یہ فعل ناجائز تھا۔ بعضوں نے اسے ممانعت تخریج قرار دیا ہے۔ بعضوں نے کہا محمد یا احمد ناموں کے ساتھ ابو القاسم کنیت رکھنی منع ہے۔ امام مالکؒ کے قول کو ترجیح

(۳۱۱۵) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو سالم نے، ان سے ابو الجعد نے اور ان سے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارے قبیلہ میں ایک شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوا، تو انہوں نے اس کا نام قاسم رکھا، انصار کہنے لگے کہ ہم تمہیں ابو القاسم کہہ کر کبھی نہیں پکاریں گے اور ہم تمہاری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ یہ سن کر وہ انصاری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار کہتے ہیں ہم تیری کنیت ابو القاسم نہیں پکاریں گے اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا، انصار نے ٹھیک کہا ہے میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت مت رکھو، کیونکہ قاسم میں ہوں۔

٣١١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ: قَالَ ((وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَاهُ الْقَاسِمَ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نَنْعَمُكَ عَيْنًا. فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمِيْتُهُ الْقَاسِمَ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نَنْعَمُكَ عَيْنًا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَخْسَنَتِ الْأَنْصَارُ، سَمُوا بِسَمِيِّ وَلَا تَكُونُوا بِكُنْيَتِي، فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ)). [راجع: ٣١١٥]

تشیخ امام بخاریؒ نے امام سفیان ثوریؒ کی روایت لا کر اس امر کو قوت دی کہ انصاری نے اپنے لڑکے کا نام قاسم رکھنا چاہا تھا۔ تاکہ لوگ اسے ابو القاسم کہیں مگر انصار نے اس کی مخالفت کی جس کی آنحضرت ﷺ نے تحمیل فرمائی۔ اس میں راویوں نے شعبہ سے اختلاف کیا ہے۔ جیسے ابو الولید کی روایت اوپر گزری۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ انصاری نے محمد نام رکھنا چاہا تھا۔

قال الشيخ ابن الحجر بين البخاري الاختلاف على شعبه هل اراد الانصاري ان ابنه محمدا او القاسم و اشار الى ترجيح انه اراد ان يسميه القاسم برواية سفيان وهو الثوري له عن الاعمش فسماه القاسم و يرجح ايضا من حيث المعنى لانه لم يقع الانكار من الانصار عليه الاحتمال من تسمية ولده القاسم ان يصير بكنى ابا القاسم انتهى (حاشية بخاری) یعنی حضرت امام بخاریؒ نے شعبہ پر اختلاف کو بیان کیا ہے جو اس بارے میں واقع ہوا کہ انصاری قاسم رکھنا چاہتا تھا یا محمد اور اس ترجیح پر آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ قاسم نام رکھنا چاہتا تھا معنی کے لحاظ سے بھی اسی کو ترجیح حاصل ہے، انصار کا انکار اسی وجہ سے تھا۔ کہ وہ بچے کا نام قاسم رکھ کر خود ابو القاسم کہلاتا چاہیں۔

(۳۱۱۶) ہم سے حبان بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے، انہیں یونس نے، انہیں زہری نے، انہیں حمید بن عبد الرحمن نے، انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ اور دینے والا تو اللہ ہی ہے میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلے میں یہ امت (مسلمہ) ہمیشہ غالب رہے گی۔ تا آنکہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے اور اس وقت بھی وہ غالب ہی ہوں گے۔

۳۱۱۶- حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ يُودِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ، وَاللَّهُ الْمُعْطِي وَأَنَا الْقَاسِمُ، وَلَا تَزَالُ هَذِهِ الْأُمَّةُ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ)). [راجع: ۷۱]

تشریح روایت میں آنحضرت ﷺ کے قاسم ہونے کا ذکر ہے، باب سے یہی وجہ مطابقت ہے۔ دینی فتاہت بلاشبہ اللہ کی دین ہے، یہ جس کو مل جائے۔ رائے اور قیاس کی فتاہت اور کتاب و سنت کی روشنی میں دین کی فتاہت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ دینی فتاہت کا بہترین نمونہ حضرت الاستاذ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم کی کتاب جتہ اللہ بالغہ ہے، جس کی سطر سطر سے دینی فتاہت روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس میں ظاہر پرستوں کیلئے بھی تنبیہ ہے جو محض سرسری نظر سے دینی امور میں فتویٰ بازی کے عادی ہیں، ایسے لوگ بھی رائے قیاس کے خوگروں سے ملت کیلئے کم نقصان دہ نہیں ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ ”یک من علم رادہ من عقل باید“ ایک من علم کیلئے دس من عقل کی بھی ضرورت ہے۔ شیطان عالم تھا مگر عقل سے کورا، اسی لئے اس نے اپنی رائے کو مقدم رکھ کر انا خبر منہ کا نعروں لگایا اور دربار الہی میں مطرود قرار پایا۔ یہ حدیث کتاب العلم میں بھی مذکور ہو چکی ہے مگر لفظوں میں ذرا فرق ہے۔ یہ جو فرمایا کہ امت اسلامیہ ہمیشہ مخالفین پر غالب رہے گی، سو یہ مطلق غلبہ مراد ہے، خواہ سیاسی طور پر ہو یا حجت اور دلائل کے طور پر ہو، یہ ممکن ہے کہ مسلمان سیاسی طور پر کسی زمانہ میں کمزور ہو جائیں، مگر اپنی مذہبی خوبیوں کی بنا پر عمل میں ہمیشہ اقوام عالم پر غالب رہیں گے۔ آج اس نازک ترین دور میں جملہ مسلمانوں پر ہر قسم کا انحطاط طاری ہے۔ مگر بہت سی خوبیوں کی بنا پر آج بھی دنیا کی ساری قومیں مسلمانوں کا لوہا مانتی ہیں اور قیامت تک یہی حال رہے گا۔ گزشتہ چودہ صدیوں میں مسلمانوں پر قسم قسم کے زوال آئے مگر امت نے ان سب کا مقابلہ کیا اور اسلام اپنی ممتاز خوبیوں کی بنا پر مذاہب عالم پر آج بھی غالب ہے۔

فتاہت سے قرآن و حدیث کی سمجھ مراد ہے جو اللہ پاک اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فتاہت عطا کی کہ ایک ہی حدیث سے کتنے کتنے مسائل کا استخراج فرمایا۔

(۳۱۱۷) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن ابی حمزہ نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، نہ میں تمہیں کوئی چیز دیتا ہوں، نہ تم سے کسی چیز کو روکتا ہوں۔ میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں جہاں مجھے حکم ہوتا ہے بس وہیں رکھ دیتا ہوں۔

۳۱۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ، أَنَا قَاسِمٌ أَصْنَعُ حَتَّى أَمُرَ)).

اموال غنیمت پر اشارہ ہے کہ اس کی تقسیم امر الہی کے مطابق میرا کام ہے، دینے والا اللہ پاک ہی ہے، اس لئے جس کو جو کچھ

مل جائے اسے بخوشی قبول کرنا چاہئے اور جو ملے گا وہ عین اس کے حق کے مطابق ہی ہو گا۔

۳۱۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي عِيَّاشٍ - وَاسْمُهُ نُعْمَانٌ - عَنْ خَوْلَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ رَجُلًا يَخْوَضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

(۳۱۸) ہم سے عبد اللہ بن یزید نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے سعید بن ابی ایوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو الاسود نے بیان کیا، ان سے ابن ابی عیاش نے بیان کیا اور ان کا نام نعمان تھا، ان سے خولہ بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال کو بے جا اڑاتے ہیں، انہیں قیامت کے دن آگ ملے گی۔

اللہ کے مال سے یوں تو سارے ہی حلال مال مراد ہیں جن میں فضول خرچی کرنا گناہ عظیم قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہاں اموال غنیمت پر بھی مصنف کا اشارہ ہے کہ اسے ناحق طور پر حاصل کرنا دخول نار کا موجب ہے۔ شریعت نے اس کی تقسیم جس طور پر مکی ہے اسی طور پر اسے حاصل کرنا ہو گا۔

۸- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أُحِلَّتْ لَكُمْ الْغَنَائِمُ)).

باب نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ تمہارے لئے غنیمت کے مال حلال کئے گئے

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَائِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَلْ لَكُمْ هَذِهِ﴾ الْآيَةُ [الفتح: ۲۰] وَهِيَ لِلْغَنَائِمَةِ حَتَّى يُبَيِّنَهُ الرُّسُولُ ﷺ

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جس میں سے یہ (خیر کی غنیمت) پہلے ہی دے دی ہے۔“ تو یہ غنیمت کا مال (قرآن کی رو سے) سب لوگوں کا حق ہے مگر آنحضرت ﷺ نے بیان فرمادیا کہ کون کون اس کے مستحق ہیں۔

یعنی قرآن مجمل ہے اس کی رو سے تو ہر مال غنیمت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا حصہ ہو گا۔ مگر حدیث شریف سے اس کی تشریح ہو گئی کہ ہر لوٹ کا مال ان لوگوں کا حق ہو گا جو لڑے اور لوٹ حاصل کی، اس میں سے پانچواں حصہ حاکم وقت مسلمانوں کے عمومی مصلح کے لئے نکال لے گا۔ امام بخاریؒ کی اس تقریر سے ان لوگوں کا رد ہوا جو صرف قرآن شریف کو عمل کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگ قرآن مجید کے دوست نہیں کہے جاسکتے۔ بلکہ ان کو قرآن مجید کا دشمن نمبر اول سمجھنا چاہئے جس میں صاف کہا گیا ہے ﴿وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل: ۴۴) یعنی ہم نے اس کتاب قرآن مجید کو اسے رسول! تیری طرف اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اسے اپنی خدا داد تشریح کے مطابق پیش کر دو۔ آپ کی تشریح و تبیین کا دو سرا نام حدیث ہے۔ جس کے بغیر قرآن مجید اپنے مطلب میں مکمل نہیں کہا جاسکتا۔ آنحضرت ﷺ کی تشریح بھی وحی الہی ہی کے ذیل میں ہے جو وہ ﴿وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۳۴) کے تحت ہے۔ فرق اتنا ہی ہے کہ قرآن مجید وحی جل اور حدیث نبوی وحی خفی ہے جسے وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

۳۱۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ غُرَوةِ الْبَارِقِيِّ

(۳۱۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے حصین نے بیان کیا، ان سے عامر نے اور ان سے عروہ باریقی رضی

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ ((الْخَيْلُ مَغْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ وَالْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)).
 اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک خیر و برکت (آخرت میں) اور غنیمت (دنیا میں) بندھی ہوئی ہے۔

[راجع: ۲۸۵۰]

اشارہ یہ ہے کہ جہاد میں شریک ہونے والوں کو انشاء اللہ مال غنیمت ملے گا۔ اس کا مطلب یہ کہ غنیمت کا مستحق ہر شخص نہیں ہے۔ گویا آیت میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل و وضاحت سنت نے کر دی ہے۔

۳۱۲۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَنْفِقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [راجع: ۳۰۲۷]

۳۱۲۰) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسریٰ مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا۔ اور جب قیصر مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر پیدا نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگ ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔

رسول کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ ایرانی قدیم سلطنت ختم ہو گئی اور وہاں ہمیشہ کے لئے اسلام آ گیا۔ شام میں بھی یہی ہوا۔ ان کے خزانوں کا مسلمانوں کے ہاتھ آنا اور ان خزانوں کا فی سبیل اللہ تقسیم ہونا مراد ہے۔

۳۱۲۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ سَمِعَ جَرِيرًا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ، وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَنْفِقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ)). [طرفاه فی: ۳۶۱۹، ۶۶۲۹]

۳۱۲۱) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، انہوں نے جریر سے سنا، انہوں نے عبد الملک سے اور ان سے جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسریٰ مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوگا اور جب قیصر مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر پیدا نہ ہوگا اور اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ ان دونوں کے خزانے اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے۔

رسول کریم ﷺ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی کہ عروج اسلام کے بعد قدیم ایرانی سلطنت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، اور چودہ سو سال سے ایران اسلام ہی کے زیر نگین ہے۔ یہی حال شام کا ہوا۔ ان کے خزانے جو ہزار ہا سالوں کے جمع کردہ تھے، مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور وہ مستحقین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۱۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِينَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

۳۱۲۲) ہم سے محمد بن منان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشیم نے بیان کیا، کہا ہم کو سیار بن ابی سیار نے خبر دی، کہا ہم سے یزید فقیر نے بیان کیا، کہا ہم سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا، میرے لئے (مراد امت ہے) غنیمت کے مال حلال کئے گئے ہیں۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَجَلْتُ لِي الْغَنَائِمَ)).

[راجع: ۳۳۵]

(۳۱۲۳) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھ سے امام مالکؒ نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے، جہاد ہی کی نیت سے نکلے، اللہ کے کلام (اس کے وعدے) کو سچ جان کر، تو اللہ اس کا ضامن ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کر کے جنت میں لے جائے گا، یا اس کو ثواب اور غنیمت کا مال دلا کر اس کے گھر لوٹا لائے گا۔

۳۱۲۳- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((تَكْفُلُ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ، بَأَن يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يُزَجِّعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ)). [راجع: ۳۶]

تفسیر حضرت امام بخاریؒ کا اشارہ اس حدیث کے لئے ہے کہ مال غنیمت جہاد میں شریک ہونے والوں کے لئے ہے اور یہ کہ حقیقی مجاہد کون ہے۔ اس پر بھی اس حدیث میں کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایسے مجاہدین بھی ہوتے ہیں جو محض حصول دنیا و نام و نمود کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ جن کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے، بلکہ قیامت کے دن ان کو دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا کہ تمہارے جہاد کرنے کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ تم کو دنیا میں بہادر کہہ کر پکارا جائے۔ تمہارا یہ مقصد دنیا میں تم کو حاصل ہو گیا۔ اب آخرت میں دوزخ کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں ہے۔

(۳۱۲۴) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا، ان سے معمر بن انس نے، ان سے ہمام بن منبہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے ایک نبی (یوشع علیہ السلام) نے غزوہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص جس نے ابھی نئی شادی کی ہو اور بیوی کے ساتھ کوئی رات بھی نہ گزاری ہو اور وہ رات گزارنا چاہتا ہو اور وہ شخص جس نے گھربنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ پاٹ سکا ہو اور وہ شخص جس نے حاملہ بکری یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور اسے ان کے بچے جننے کا انتظار ہو تو (ایسے لوگوں میں سے کوئی بھی) ہمارے ساتھ جہاد میں نہ چلے۔ پھر انہوں نے جہاد کیا، اور جب اس آبادی (اریحا) سے قریب ہوئے تو

۳۱۲۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَامِ بْنِ مُنْبِهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ مَلِكٌ بَضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَنْحِيَ بِهَا وَلَمَّا بَيْنَ بَهَا، وَلَا أَحَدٌ بَنَى بُيُوتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا، وَلَا أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خِلْفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وَلَادَهَا، فَغَزَا. فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْفَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ، فَقَالَ لِلشُّمُسِ: إِنَّكَ

مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ، اللَّهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا،
فَحَبَسْتَ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ، لَجَمَعَ الْغَنَائِمَ،
فَجَاءَتْ - يَغْنِي النَّارَ - لِنَاكُلَهَا فَلَمْ
تَطْعَمَهَا، فَقَالَ: إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا، فَلْيُبَايِعْنِي
مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ، فَلَزَقَتْ يَدُ رَجُلٍ
بِيَدِهِ، فَقَالَ: فِيكُمْ الْغُلُولُ، فَلْيُبَايِعْنِي
قَبِيلَتَكَ، فَلَزَقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ،
فَقَالَ: فِيكُمْ الْغُلُولُ، فَجَاؤُوا بِرَأْسٍ مِثْلِ
رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا، فَجَاءَتْ
النَّارُ فَأَكَلَتْهَا. ثُمَّ أَحَلَّ اللَّهُ لَنَا الْغَنَائِمَ،
وَرَأَيْ ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا)).

[طرفہ فی: ۵۱۵۷].

عصر کا وقت ہو گیا یا اس کے قریب وقت ہوا۔ انہوں نے سورج سے
فرمایا کہ تو بھی خدا کا تابع فرمان ہے اور میں بھی اس کا تابع فرمان
ہوں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اسے اپنی جگہ پر روک دے۔ چنانچہ
سورج رک گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عنایت فرمائی۔
پھر انہوں نے اموال غنیمت کو جمع کیا اور آگ اسے جلائے کے لئے
آئی لیکن جلا نہ سکی، اس نبی نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے مال
غنیمت میں چوری کی ہے۔ اس لئے ہر قبیلہ کا ایک آدمی آکر میرے
ہاتھ پر بیعت کرے (جب بیعت کرنے لگے تو) ایک قبیلہ کے شخص کا
ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ چمٹ گیا۔ انہوں نے فرمایا، کہ چوری
تمہارے ہی قبیلے والوں نے کی ہے۔ اب تمہارے قبیلے کے سب
لوگ آئیں اور بیعت کریں۔ چنانچہ اس قبیلے کے دو یا تین آدمیوں کا
ہاتھ اس طرح ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا، تو آپ نے فرمایا کہ چوری
تمہیں لوگوں نے کی ہے۔ (آخر چوری مان لی گئی) اور وہ لوگ گائے
کے سر کی طرح سونے کا ایک سر لائے (جو غنیمت میں سے چرا لیا گیا
تھا) اور اسے مال غنیمت میں رکھ دیا، تب آگ آئی اور اسے جلا گئی۔
پھر غنیمت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جائز قرار دے دی، ہماری
کمزوری اور عاجزی کو دیکھا۔ اسلئے ہمارے واسطے حلال قرار دے
دی۔

تَسْمِيحٌ حدیث میں اسرائیلی نبی یوشع علیہ السلام کا ذکر ہے جو جہاد کو نکلے تھے کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ انہوں نے دعا کی، اللہ نے ان کی
دعا قبول کی، یہی وہ چیز ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے۔ جس کا ہونا حق ہے۔ پہلے زمانے میں اموال غنیمت مجاہدین کے لئے حلال
نہ تھا بلکہ آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی جو عند اللہ قبولیت کی دلیل ہوتی تھی۔ اموال غنیمت میں خیانت کرنا پہلے بھی گناہ عظیم
تھا اور اب بھی یہی حکم ہے۔ مگر امت مسلمہ کے لئے اللہ نے اموال غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔ وہ شریعت کے حکم کے مطابق تقسیم
ہوں گے۔ کم طاقتی اور عاجزی سے یہ مراد ہے کہ مسلمان مفلس اور نادار تھے اور خدا کی بارگاہ میں عاجزی اور فروتنی سے حاضر ہوتے
تھے پروردگار کو ان کی عاجزی پسند آئی اور یہ سرفرازی ہوئی کہ غنیمت کے مال ان کے لئے حلال کر دیئے گئے۔

ہم ان بے وقوف پادریوں سے پوچھتے ہیں جو غنیمت کا مال لینا بڑا عیب جانتے ہیں کہ تمہارے مذہب والے نصاریٰ تو دو سروں کے
ملک کے ملک اور خزانے ہضم کر جاتے ہیں۔ ڈکار تک نہیں لیتے۔ جس ملک کو فتح کرتے ہیں وہاں سب معزز کاموں پر اپنی قوم والوں کو
مامور کرتے ہیں، اہل ملک کا ذرا لحاظ نہیں رکھتے پھر یہ لوٹ نہیں تو کیا ہے۔ لوٹ سے بھی بدتر ہے۔ لوٹ تو گھڑی بھر ہوتی ہے۔ اور
ظلمی انتقام تو صدہا برس تک ہوتا رہتا ہے۔ معاذ اللہ! انجیل شریف کی وہی مثال ہے کہ اپنی آنکھ کا تو شہتیر نہیں دیکھتے اور دوسرے کی

آٹھ کا بتا دیتے ہیں۔ (وحیدی)

۹- بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ
۳۱۲۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ
الرَّحْمَنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمٍ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((لَوْ
لَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحَتْ قَرْيَةً إِلَّا
قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ
خَيْبَرَ)). [راجع: ۲۳۳۴]

باب مال غنیمت ان لوگوں کو ملے گا جو جنگ میں حاضر ہوں
(۳۱۲۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدالرحمن بن
مہدی نے خبر دی، انہیں امام مالک نے، انہیں زید بن اسلم نے،
انہیں ان کے والد نے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مسلمانوں کی
آنے والی نسلوں کا خیال نہ ہوتا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اسے فاتحوں
میں اسی طرح تقسیم کر دیا کرتا جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کی
تقسیم کی تھی۔

اکثر ائمہ کا فتویٰ ہے کہ مفتوحہ ملک کے لئے امام کو اختیار ہے خواہ تقسیم کر دے خواہ خراجی ملک کے طور پر رہنے دے۔ لیکن یہ
خراج اسلامی قاعدے کے موافق مسلمانوں ہی پر خرچ کیا جائے، یعنی محتاجوں، یتیموں کی خبر گیری، جہاد کے مسلمان، اور اسباب کی تیاری
میں غرض ملک کا محاصل بادشاہ کی ملک نہیں ہے۔ بلکہ عام مسلمانوں اور غازیوں کا مال ہے۔ بادشاہ بھی بطور ایک سپاہی کے اس میں سے
اپنا خرچ لے سکتا ہے۔ یہ شرعی نظام ہے مگر صد افسوس کہ آج یہ بیشتر اسلامی ممالک سے مفقود ہے۔ فلیک علی الاسلام ان کان باکیا
۱۰- بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ
يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ؟

ترقی دین کی بھی ہو تو کیا ثواب کم ہو گا؟
حضرت امام بخاریؒ کا مطلب اس باب کے لانے سے یہ ہے کہ جہاد میں اگر اللہ کا حکم بلند کرنے کی نیت ہو اور ضمان یہ غرض بھی
ہو کہ مال غنیمت بھی ملے تو اس سے ثواب میں کچھ فرق نہیں آتا، جیسے جنگ بدر میں صحابہ قافلہ لوٹنے کی غرض سے نکلے تھے۔ البتہ اگر
صرف لوٹ مار ہی غرض ہو دین کی ترقی مقصود نہ ہو تو ثواب کم کیا بلکہ کچھ بھی ثواب نہیں ملے گا۔

۳۱۲۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا
غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرُو قَالَ:
سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى
الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَغْرَابِيُّ
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ
يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ،
وَيُقَاتِلُ لِيُورِيَ مَكَانَهُ، مَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟
فَقَالَ: ((مَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ
الْعَلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ)).

(۳۱۲۶) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا،
کہا ہم سے شعبہ نے، ان سے عمرو بن مرو نے بیان کیا، انہوں نے ابو
وائل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابو موسیٰ اشعریؒ نے
بیان کیا کہ ایک اعرابی (لاحق بن ضمیرہ باہلی) نے نبی کریم ﷺ سے
پوچھا ایک شخص ہے جو غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد میں شریک
ہوا، ایک شخص ہے جو اس لئے شرکت کرتا ہے کہ اس کی بلادہی
کے چرچے زبانوں پر آجائیں، ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کی
دھاک بیٹھ جائے، تو ان سے اللہ کے راستے میں کون سا ہو گا؟
آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ جو شخص جنگ میں شرکت اس لئے
کرے تاکہ اللہ کا کلمہ (دین) ہی بلند رہے۔ فقط وہی اللہ کے راستے

میں ہے۔

اسلامی جہاد کا مقصد وحید شریعت الہی کی روشنی میں ساری دنیا میں امن و امان قائم کرنا ہے، زمین یا دولت کا حاصل کرنا اسلامی جہاد کا غلط۔ ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے تاریخ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جن ملکوں نے اسلام کے مقاصد سے اشتراک کیا، ان ملکوں کے سربراہوں کو ان کی جگہ پر قائم رکھا گیا۔ حدیث ہذا میں مجاہدین اسلام کے لئے ہدایت ہے کہ وہ اموال غنیمت کے حصول کے ارادے سے ہرگز جہاد نہ کریں بلکہ ان کی نیت خالص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی ہونی ضروری ہے۔ یوں بصورت فتح مال غنیمت بھی ان کو ملے گا جو ایک ضمنی چیز ہے۔

باب خلیفۃ المسلمین کے پاس غیر لوگ جو تحائف بھیجیں ان کا ہاٹ دینا اور ان میں سے جو لوگ موجود نہ ہوں ان کا حصہ چھپا کر محفوظ رکھنا

۱۱- بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ، وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ أَوْ غَابَ عَنْهُ

(۳۴۷) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے اور ان سے عبد اللہ بن ابی ملیک نے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دیبا کی کچھ قبائیں تحفہ کے طور پر آئی تھیں۔ جن میں سونے کی گھنٹیاں لگی ہوئی تھیں، انہیں آنحضرت ﷺ نے اپنے چند اصحاب میں تقسیم فرمادیا اور ایک قبا خرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لئے رکھ لی۔ پھر خرمہ بن نوفل آئے اور ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے مسور بن خرمہ بھی تھے۔ آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میرا نام لے کر نبی کریم ﷺ کو بلا لا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی آواز سنی تو قباء لے کر باہر تشریف لائے اور اس کی گھنٹیاں ان کے سامنے کر دیں۔ پھر فرمایا ابو مسور! یہ قباء میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھ لی تھی ابو مسور! یہ قباء میں نے تمہارے لئے چھپا کر رکھ لی تھی۔ خرمہ ذرا تیز طبیعت کے آدمی تھے ابن علیہ نے ایوب کے واسطے سے یہ حدیث (مرسلہ) روایت کی ہے۔ اور حاتم بن وردان نے بیان کیا کہ ہم سے ایوب نے بیان کیا، ان سے ابن ابی ملیک نے ان سے مسور رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں کچھ قبائیں آئیں تھیں، اس روایت کی متابعت لیث نے ابن ابی ملیک سے کی ہے۔

۳۱۲۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَهْدَيْتَ لَهُ أَقْبِيَّةً مِنْ دِينَجٍ مُزْرَرَةٍ بِالذَّهَبِ، فَقَسَمَهَا فِي أَنْاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةِ بْنِ نَوْفَلٍ، فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، فَقَالَ: اذْغُهُ لِي، فَسَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ صَوْتَهُ فَأَخَذَ قَبَاءَ فَتَلَقَّاهُ بِهِ وَاسْتَقْبَلَهُ بِإِزْزَارِهِ فَقَالَ: ((يَا أَبَا الْمِسُورِ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ، يَا أَبَا الْمِسُورِ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ)) وَكَانَ فِي خَلْفِهِ شِدَّةٌ وَرَوَاهُ ابْنُ عُثَيْمٍ عَنْ أَيُّوبَ وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ الْمِسُورِ ((قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَّةً)). تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.

[راجع: ۲۵۹۹]

حاتم بن وردان کی روایت کو خود امام بخاری نے ”باب شلوة الاعی“ میں وصل کیا ہے۔ خرمہ میں طبعی غصہ تھا۔ جلدی سے

گرم ہو جاتے جیسے اکثر تک مزاج لوگ ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام یا بادشاہ اسلام کو کافر لوگ جو تحفے تحائف بھیجیں ان کا لینا امام کو درست ہے۔ اور اس کو اختیار ہے کہ جو چاہے خود رکھے جو چاہے جس کو دے، اغیار کے تحائف قبول کرنا بھی اس سے ثابت ہوا۔

باب نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جائداد اس طرح تقسیم کی تھی؟

اور اپنی ضرورتوں میں ان کو کیسے خرچ کیا؟

(۳۱۳۸) ہم سے عبد اللہ بن ابی الاسود نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ سلیمان نے، انہوں نے انس بن مالکؓ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ (انصار) کچھ کھجور کے درخت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ دے دیا کرتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قبائل پر فتح دی تو آنحضرت ﷺ اس کے بعد اس طرح کے ہدایا واپس فرما دیا کرتے تھے۔

۱۲- بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ،

وَمَا أُعْطِيَ مِنْ ذَلِكَ مِنْ نَوَإِيهِ

۳۱۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ الرَّجُلُ يُجْعَلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ النَّخْلَاتِ حَتَّى التَّحَقَّ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ، فَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ يُؤَدُّ عَلَيْهِمْ)). [راجع: ۲۶۳۰]

تَشْرِیحُ | جب مہاجرین اول اول مدینہ میں آئے تو اکثر ٹادار اور محتاج تھے، انصار نے اپنے باغات میں ان کو شریک کر لیا تھا، آنحضرت ﷺ کو بھی کئی درخت گزرائے گئے تھے۔ جب بنی قریظہ اور بنی نضیر کے باغات بن لڑے بھڑے آنحضرت ﷺ کے قبضے میں آئے تو وہ آپ کا مال تھے، مگر آپ نے ان سے کئی باغ مہاجرین میں تقسیم کر دیئے اور ان کو یہ حکم دیا کہ اب انصار کے باغ اور درخت جو انہوں نے تم کو دیئے تھے، وہ ان کو واپس کر دو، اور کئی باغ آپ نے خاص اپنے لئے رکھے۔ اس میں سے جہاد کا سلمان کیا جاتا اور دوسری ضروریات مثلاً آپ کی بیویوں کا خرچہ وغیرہ پورے کئے جاتے، حضرت امام بخاریؒ نے یہ حدیث ذکر کر کے اسی پورے خرچ کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے باب کا مطلب بخوبی نکلتا ہے۔ (وحیدی)

باب اللہ پاک نے مجاہدین کرام کو جو آنحضرت ﷺ دیا

دوسرے بادشاہان اسلام کے ساتھ ہو کر لڑے کیسی برکت

دی تھی، اس کا بیان

(۳۱۳۹) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو اسامہ سے پوچھا، کیا آپ لوگوں سے ہشام بن عروہ نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے کہ ان سے عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ جمل کی جنگ کے موقع پر جب زبیرؓ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا، انہوں نے کہا بیٹے! آج کی لڑائی میں ظالم مارا

۱۳- بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِي فِي مَالِهِ

حَتَّى وَمَتْنًا، مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَوَلَاةِ الْأَمْرِ

۳۱۳۹- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ: أَخَذْتُكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ؟ قَالَ: ((لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دُعَايِي فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ إِنَّهُ

جائے گایا مظلوم اور میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضوں کی ہے۔ کیا تمہیں بھی کچھ اندازہ ہے کہ قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ سکے گا؟ پھر انہوں نے کہا بیٹے! ہمارا مال فروخت کر کے اس سے قرض ادا کر دینا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک تہائی کی میرے لئے اور اس تہائی کے تیسرے حصہ کی وصیت میرے بچوں کے لئے کی، یعنی عبد اللہ بن زبیرؓ کے بچوں کے لئے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس تہائی کے تین حصے کر لینا اور اگر قرض کی ادائیگی کے بعد ہمارے اموال میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا ایک تہائی تمہارے بچوں کے لئے ہو گا۔ ہشام راوی نے بیان کیا کہ عبد اللہؓ کے بعض لڑکے زبیرؓ کے لڑکوں کے ہم عمر تھے۔ جیسے خبیب اور عباد۔ اور زبیرؓ کے اس وقت نو لڑکے اور نو لڑکیاں تھیں۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ پھر زبیرؓ مجھے اپنے قرض کے سلسلے میں وصیت کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ بیٹا! اگر قرض ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو میرے مالک و مولا سے اس میں مدد چاہنا۔ عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی! میں ان کی بات نہ سمجھ سکا، میں نے پوچھا کہ بابا آپ کے مولا کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ پاک! عبد اللہؓ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! قرض ادا کرنے میں جو بھی دشواری سامنے آئی تو میں نے اسی طرح دعا کی، کہ اے زبیر کے مولا! ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کرادے اور ادائیگی کی صورت پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جب زبیرؓ (اسی موقع پر) شہید ہو گئے تو انہوں نے ترکہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ ان کا ترکہ کچھ تو آراضی کی صورت میں تھا اور اسی میں غلبہ کی زمین بھی شامل تھی۔ گیارہ مکانات مدینہ میں تھے، دو مکان بصرہ میں تھے، ایک مکان کوفہ میں تھا اور ایک مصر میں تھا۔ عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ ان پر جو اتنا سارا قرض ہو گیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ جب ان کے پاس کوئی شخص اپنا مال لے کر امانت رکھنے آتا تو آپ اس سے کہتے کہ نہیں البتہ اس صورت میں رکھ سکتا ہوں کہ یہ میرے ذمے بطور

لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ إِلَّا ظَالِمٌ أَوْ مَظْلُومٌ، وَإِنِّي لَا أَرَانِي إِلَّا سَاقِلُ الْيَوْمِ مَظْلُومًا، وَإِنَّ مِنْ أَكْبَرِ هَمِّي لَدِينِي، أَفْتَرَى يُقْبَلُ ذَنْبُنَا مِنْ مَالِنَا شَيْنًا؟ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، بَعِ مَا لَنَا، فَأَقْضِ دَيْنِي. وَأَوْصِي بِالْثُلُثِ، وَتَلْثُلْهُ لِبَنِيهِ - يَعْنِي بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، يَقُولُ: ثُلُثُ الثُّلُثِ - فَإِنَّ فَضْلَ مِنْ مَالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَتَلْثُلْهُ لَوْلَدِكَ. قَالَ هِشَامُ: وَكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ وَارَى بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ - خَبِيبٌ وَعَبَادٌ - وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِينَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَجَعَلَ يُوصِي بِنِيهِ وَيَقُولُ: يَا بُنَيَّ إِنْ عَجَزْتَ شَيْءٌ مِنْهُ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ. قَالَ: فَوَ اللَّهِ مَا ذَرَيْتُ مَا أَرَادَ حَتَّى قُلْتُ: يَا أَبَتِ مَنْ مَوْلَاكَ؟ قَالَ: اللَّهُ. قَالَ: فَوَ اللَّهِ مَا وَقَعْتُ فِي كَرْبَةٍ مِنْ دَيْنِهِ إِلَّا قُلْتُ: يَا مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَقْضِ عَنْهُ دَيْنَهُ، فَيَقْضِيهِ. فَقَبِلَ الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَمْ يَدَعْ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِلَّا أَرْضَيْنِ مِنْهَا الْغَابَةَ، وَاخَذَى عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، وَدَارَتَيْنِ بِالْبَصْرَةِ، وَدَارًا بِالْكُوفَةِ، وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَإِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِي عَلَيْهِ إِنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَأْتِيهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهُ إِيَّاهُ، فَيَقُولُ الزُّبَيْرُ: لَا، وَلَكِنَّهُ سَلَفَ، فَإِنِّي أَخْشَى عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ. وَمَا وَلِيَّ إِمَارَةً قَطُّ وَلَا جَبَاةَ خَرَجٍ وَلَا شَيْنًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي غَزْوَةٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ أَوْ مَعَ أَبِي

قرض رہے۔ کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہو جانے کا بھی خوف ہے۔ حضرت زبیرؓ کسی علاقے کے امیر کبھی نہیں بنے تھے۔ نہ وہ خراج وصول کرنے پر کبھی مقرر ہوئے اور نہ کوئی دوسرا عمدہ انہوں نے قبول کیا، البتہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جمادوں میں شرکت کی تھی۔ عبد اللہ بن زبیرؓ کہا کہ جب میں نے اس رقم کا حساب کیا جو ان پر قرض تھی تو اس کی تعداد بائیس لاکھ تھی۔ بیان کیا کہ پھر حکیم بن حزامؓ عبد اللہ بن زبیرؓ سے ملے تو دریافت فرمایا: بیٹے! میرے (دینی) بھائی پر کتنا قرض رہ گیا ہے؟ عبد اللہؓ نے چھپاتا چلا اور کہہ دیا کہ ایک لاکھ، اس پر حکیمؓ نے کہا قسم اللہ کی! میں تو نہیں سمجھتا کہ تمہارے پاس موجود سرمایہ سے یہ قرض ادا ہو سکے گا۔ عبد اللہؓ نے اب کہا کہ اگر قرض کی تعداد بائیس لاکھ ہوئی پھر آپ کی کیا رائے ہو گی؟ انہوں نے فرمایا پھر تو یہ قرض تمہاری برداشت سے بھی باہر ہے۔ خیر اگر کوئی دشواری پیش آئے تو مجھ سے کہنا، عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ حضرت زبیرؓ نے غلبہ کی جائداد ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی، لیکن عبد اللہؓ نے وہ سولہ لاکھ میں بیچی۔ پھر انہوں نے اعلان کیا کہ حضرت زبیرؓ پر جس کا قرض ہو وہ غلبہ میں آکر ہم سے مل لے، چنانچہ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ آئے، ان کا زبیرؓ پر چار لاکھ روپیہ چاہئے تھا۔ انہوں نے تو یہی پیش کش کی کہ اگر تم چاہو تو میں یہ قرض چھوڑ سکتا ہوں، لیکن عبد اللہؓ نے کہا کہ نہیں پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں سارے قرض کی ادائیگی کے بدلے لوں گا۔ عبد اللہؓ نے اس پر بھی یہی کہا کہ تاخیر کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ آخر انہوں نے کہا کہ پھر اس زمین میں میرے حصے کا قطعہ مقرر کر دو۔ عبد اللہؓ نے کہا کہ آپ اپنے قرض میں یہاں سے یہاں تک لے لیجئے۔ (راوی نے) بیان کیا کہ زبیرؓ کی جائداد اور مکانات وغیرہ بیچ کر ان کا قرض ادا کر دیا گیا۔ اور سارے قرض کی ادائیگی ہو گئی۔ غلبہ کی جائداد میں ساڑھے چار حصے ابھی بک نہیں سکے تھے۔ اس لئے عبد اللہؓ معلویہ کے یہاں (شام) تشریف لے

بَكَرَ وَعُمَرُ وَغُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: فَحَسِبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدِّينِ فَوَجَدْتُهُ أَلْفِي أَلْفٍ وَمِائَتِي أَلْفٍ. قَالَ: فَلَقِيَّ حَكِيمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي: كَمْ عَلَى أَخِي مِنَ الدِّينِ؟ فَكَتَمَهُ فَقَالَ مِائَةُ أَلْفٍ. فَقَالَ حَكِيمٌ: وَاللَّهِ مَا أَرَى أَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهَذِهِ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: أَفَرَأَيْتَكَ إِنْ كَانَتْ أَلْفِي أَلْفٍ وَمِائَتِي أَلْفٍ؟ قَالَ: مَا أَرَاكُمْ تُطِيقُونَ هَذَا، فَإِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِينُوا بِي. قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسِتْعِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ. فَبَاعَهَا عَبْدُ اللَّهِ بِالْأَلْفِ أَلْفٍ وَسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ: ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُؤَايِسْنَا بِالْغَابَةِ. فَأَتَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ - وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُمِائَةِ أَلْفٍ - فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ: إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا. قَالَ: فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُموها لِيَمَّا تَوْخَرُونَ إِنْ أَخَرْتُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَا. قَالَ: قَالَ: فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَكَ مِنْهَا هَذَا إِلَى هَذَا. قَالَ فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضَى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ. وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفُ، فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ - وَعِنْدَهُ عُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ زَمْعَةَ - فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قَوَّمتِ الْغَابَةَ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ مِائَةُ أَلْفٍ. قَالَ: كَمْ بَقِيَ؟ قَالَ: أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفُ. قَالَ

النُّمْدِيُّ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمْ بَقِيَ؟ فَقَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفٌ. قَالَ: أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ. قَالَ: وَتَبَاعَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيْبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّمِائَةِ أَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَّغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ ذَنْبِهِ فَقَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اقسِمَ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا. قَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتَّى أَتَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ مِثْنَيْنِ: أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ ذَنْبٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ: قَالَ: فَجَعَلَ كُلُّ مَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ. فَلَمَّا مَضَى أَرْبَعُ مِثْنَيْنِ قَسَمَ بَيْنَهُمْ. قَالَ: فَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ سَنَوَةٍ، وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَأَصَابَ كُلُّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ. فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ.

گئے، وہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ بھی موجود تھے۔ معاویہؓ نے ان سے دریافت کیا کہ غلبہ کی جائداد کی قیمت کتنی طے ہوئی، انہوں نے بتایا کہ ہر حصے کی قیمت ایک لاکھ طے پائی تھی۔ معاویہؓ نے دریافت کیا کہ اب باقی کتنے حصے رہ گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ساڑھے چار حصے، اس پر منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لے لیتا ہوں، عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لے لیتا ہوں، ابن زمعہ نے کہا کہ ایک حصہ ایک لاکھ میں میں لے لیتا ہوں، اس کے بعد معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی بچے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ڈیڑھ حصہ! معاویہؓ نے کہا کہ پھر اسے میں ڈیڑھ لاکھ میں لے لیتا ہوں، بیان کیا کہ عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنا حصہ بعد میں معاویہؓ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا۔ پھر جب عبد اللہ بن زبیرؓ قرض کی ادائیگی کر چکے تو زبیرؓ کی اولاد نے کہا کہ اب ہماری میراث تقسیم کر دیجئے، لیکن عبد اللہؓ نے فرمایا، کہ ابھی تمہاری میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کر سکتا، جب تک چار سال تک ایام حج میں اعلان نہ کمرالوں کہ جس شخص کا بھی زبیرؓ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے اور اپنا قرض لے جائے، راوی نے بیان کیا کہ عبد اللہؓ نے اب ہر سال ایام حج میں اس کا اعلان کرانا شروع کیا اور جب چار سال گزر گئے، تو عبد اللہؓ نے ان کی میراث تقسیم کی، راوی نے بیان کیا کہ زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں اور عبد اللہؓ نے (وصیت کے مطابق) تہائی حصہ بچی ہوئی رقم میں سے نکال لیا تھا، پھر بھی ہر بیوی کے حصے میں بارہ بارہ لاکھ کی رقم آئی، اور کل جائداد حضرت زبیرؓ کی پانچ کروڑ دو لاکھ ہوئی۔

تشریح یہ حضرت زبیر بن عوامؓ ہیں، کنیت ابو عبد اللہ قریشی ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ اور ان کی والدہ شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ جبکہ ان کی عرسولہ سال کی تھی۔ یہ تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگ جمل میں شہید ہوئے، یہ جنگ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ماہ جمادی الاول ۳۶ھ میں باب البصرہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس کا نام جنگ جمل رکھا گیا۔ لڑائی کی وجہ حضرت عثمانؓ کا خون ناحق تھا۔ حضرت عائشہؓ قاتلین عثمانؓ سے قصاص کی طلبگار تھیں۔ یہ جنگ اسی بنا پر

ہوئی۔

اس حدیث کے ذیل مولانا وحید الزماں مرحوم فرماتے ہیں۔

جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی، جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کی بدترین مثال ہے، فریقین میں ایک طرف سربراہ حضرت علیؑ تھے اور دوسری طرف حضرت عائشہؓ تھیں۔ حضرت زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتل حضرت علیؑ کے لشکر میں شریک ہو گئے تھے، حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ وہ قاتلین عثمانؓ فوراً ان کے حوالہ کر دیئے جائیں تاکہ ان سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علیؑ یہ فرماتے تھے کہ جب تک اچھی طرح دریافت اور تحقیق نہ ہو میں کس طرح کسی کو تمہارے حوالہ کر سکتا ہوں کہ تم ان کا خون ناحق کرو۔ یہی جھگڑا تھا جو سمجھنے اور سمجھانے سے طے نہ ہوا۔ دونوں طرف والوں کو جوش تھا۔ آخر نبوت جنگ تک پہنچی، باقی خلافت کی کوئی ٹھکانہ نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ جو صحابہؓ تھے وہ سب حضرت علیؑ کی خلافت تسلیم کر چکے تھے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو حضرت علیؑ نے حضرت زبیرؓ کو بلا کر آنحضرت ﷺ کی حدیث یاد دلائی کہ زبیر ایک دن ایسا ہو گا، تم علیؑ سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے۔ حضرت زبیرؓ یہ حدیث سننے ہی میدان جنگ سے لوٹ گئے۔ راستے میں یہ ایک مقام پر روکے۔ عمرو بن جرموز مروود نے وادی السباع میں سوتے ہوئے ان کو قتل کر دیا اور ان کا سر حضرت علیؑ ہیٹھ کے پاس لایا۔ حضرت علیؑ ہیٹھ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ زبیر کا قاتل روز فی ہے۔

باب اگر امام کسی شخص کو سفارت پر بھیجے یا کسی خاص جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا بھی حصہ (غنیمت میں) ہوگا؟
(۳۱۳۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عثمان بن موہب نے بیان کیا، اور ان سے ابن عمرؓ نے کہ حضرت عثمانؓ ہیٹھ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان کے نکاح میں رسول کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں۔ ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا بدر میں شریک ہونے والے کسی شخص کو، اور اتنا ہی حصہ بھی ملے گا۔

۱۴- بَابُ إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُولًا فِي حَاجَةٍ، أَوْ أَمَرَهُ بِالْمَقَامِ، هَلْ يُسْتَهْمُ لَهُ؟
۳۱۳۰- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُوَهَّبٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((إِنَّمَا تَنِيْبُ عُثْمَانَ عَنْ بَدْرٍ لِإِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بَنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ)).

[أطرافه في: ۳۶۹۸، ۳۷۰۴، ۴۰۶۶،

۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۶۶، ۴۵۱۳،

۴۵۱۴، ۴۶۵۰، ۴۶۵۱، ۷۰۹۵.]

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اسی حدیث کے موافق حکم دیا ہے کہ جو شخص امام کے حکم سے باہر گیا ہو، یا ٹھہر گیا ہو اس کا بھی حصہ مال غنیمت میں لگایا جائے اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس کے خلاف کہتے ہیں اور اس حدیث کو حضرت عثمانؓ کے حق میں خاص قرار دیتے ہیں۔

باب اس بات کی دلیل کہ پانچواں حصہ مسلمانوں کی

۱۵- بَابُ وَمِنْ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ

ضرورتوں کے لئے ہے

وہ واقعہ ہے کہ ہوازن کی قوم نے

اپنے دودھ ناطے کی وجہ سے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا، آپ سے درخواست کی، ان کے مال قیدی واپس ہوں تو آپ نے لوگوں سے معاف کرایا کہ اپنا حق چھوڑ دو اور یہ بھی دلیل ہے کہ آپ لوگوں کو اس مال میں سے دینے کا وعدہ کرتے جو بلا جنگ ہاتھ آیا تھا اور فس میں سے انعام دینے کا اور یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے فس میں سے انصار کو دیا اور جابرؓ کو خیر کی کھجور دی۔

(۳۱۳۱، ۳۱۳۲) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ کو لیث نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ عروہ کہتے تھے کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ جب ہوازن کا وفد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مالوں اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے تم ایک ہی واپس لے سکتے ہو۔ اپنے قیدی واپس لے لے لیا پھر مال لے لو، اور میں نے تمہارا انتظار بھی کیا۔ آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس دن تک طائف سے واپسی پر ان کا انتظار کیا اور جب یہ بات ان پر واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ ان کی صرف ایک ہی چیز (قیدی یا مال) واپس کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی ہی واپس لینا چاہتے ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا، آپؐ نے اللہ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا، اما بعد! تمہارے یہ بھائی اب ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اسی لئے جو شخص اپنی خوشی سے گنہگار اپنے حصے کے (قیدی) واپس کرنا چاہے وہ کر دے اور جو شخص چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہمیں جب اس کے بعد سب سے پہلی

الْخُمْسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ مَا

سَأَلَ هَوَازَنُ النَّبِيَّ ﷺ

— بِرِضَاعِهِ فِيهِمْ — فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعِدُ النَّاسَ أَنْ يُعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْأَنْفَالِ مِنَ الْخُمْسِ، وَمَا أُعْطِيَ الْأَنْصَارَ، وَمَا أُعْطِيَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ تَمْرَ خَيْرٍ.

۳۱۳۱، ۳۱۳۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَمَسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَازَنُ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يُرَدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالُهُمْ وَسَبْيُهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ : إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ)) - وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ انْتَظَرَ آخِرَهُمْ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ لَفَلَ مِنَ الطَّائِفَةِ - فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوا : فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْمُسْلِمِينَ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ : ((أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوا نَابِئِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أُرَدُّ

[راجع: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸]

۳۱۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّهْبِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ قَالَ حَدَّثَنَا

(۳۱۴۳) ہم سے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے کہا کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوب نے بیان کیا، ان سے ابو قلابہ نے بیان کیا اور

(ابو ب نے ایک دوسری سند کے ساتھ اس طرح روایت کی ہے کہ) مجھ سے قاسم بن عاصم کلبی نے بیان کیا اور کہا کہ قاسم کی حدیث (ابو قلابہ کی حدیث کی بہ نسبت) مجھے زیادہ اچھی طرح یاد ہے، زہد سے انہوں نے بیان کیا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے (کھانا لایا گیا اور) وہاں مرغی کا ذکر ہونے لگا۔ بنی تمیم اللہ کے ایک آدمی سرخ رنگ والے وہاں موجود تھے۔ غالباً موالی میں سے تھے۔ انہیں بھی ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کھانے پر بلایا، وہ کہنے لگے کہ میں نے مرغی کو گندی چیزیں کھاتے ایک مرتبہ دیکھا تھا تو مجھے بڑی نفرت ہوئی اور میں نے قسم کھائی کہ اب کبھی مرغی کا گوشت نہ کھاؤں گا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ قریب آجاؤ، (تمہاری قسم پر) میں تم سے ایک حدیث اسی سلسلے کی بیان کرتا ہوں، قبیلہ اشعر کے چند لوگوں کو ساتھ لے کر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (غزوہ تبوک کے لئے) حاضر ہوا اور سواری کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں تمہارے لئے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تمہاری سواری کے کام آ سکے، پھر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں غنیمت کے کچھ اونٹ آئے، تو آپ نے ہمارے متعلق دریافت فرمایا، اور فرمایا کہ قبیلہ اشعر کے لوگ کہاں ہیں؟ چنانچہ آپ نے پانچ اونٹ ہمیں دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا، خوب موٹے تازے اور فربہ۔ جب ہم چلنے لگے تو ہم نے آپس میں کہا کہ جو نامناسب طریقہ ہم نے اختیار کیا اس سے آنحضرت ﷺ کے اس عطیہ میں ہمارے لئے کوئی برکت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہم پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے پہلے جب آپ سے درخواست کی تھی تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ میں تمہاری سواری کا انتظام نہیں کر سکتوں گا۔ شاید آپ حضرت کو وہ قسم یاد نہ رہی ہو، لیکن آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری سواری کا انتظام واقعی نہیں کیا، وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں یہ مواریاں دے دی ہیں۔ اللہ کی قسم! تم اس پر یقین رکھو کہ انشاء اللہ

أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكَلْبِيُّ - وَأَنَا لِحَدِيثِ الْقَاسِمِ أَخْفَظُ - عَنْ زُهْدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى، فَأَتَى ذِكْرُ ذِجَاجَةٍ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ اللَّهُ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مِنَ الْمَوَالِي، فَذَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَدَرْتُهُ فَحَلَفْتُ لَا أَكُلُ. فَقَالَ: هَلُمَّ فَلَا حَدَثَكُمْ عَنْ ذَلِكَ: إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: ((وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ)). وَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهَبٍ إِبِلٍ فَسَأَلَ عَنَّا فَقَالَ: أَيْنَ الْفَرُّ الْأَشْعَرِيُّونَ؟ فَأَمَرَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الدُّرَى، فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا: مَا صَنَعْنَا؟ لَا يُبَارِكُ لَنَا. فَرَجَعْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: إِنَّا سَأَلْنَاكَ أَنْ تَحْمِلَنَا، فَحَلَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا، أَفَنَسِيتَ؟ قَالَ: ((لَسْتُ أَنَا حَمَلْتُكُمْ، وَلَكِنَّ اللَّهَ حَمَلَكُمْ، وَإِنِّي وَاللَّهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا أَخْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتَهَا)).

[أطرافه في: ٤٣٨٥، ٤٤٥١، ٥٥١٧،

٥٥١٨، ٦٦٢٣، ٦٦٤٩، ٦٦٧٨،

٦٦٨٠، ٦٧١٨، ٦٧١٩، ٦٧٢١،

جب بھی میں کوئی قسم کھاؤں، پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ بہتر اور مناسب طرز عمل اس کے سوا میں ہے تو میں وہی کروں گا جس میں اچھائی ہوگی اور قسم کا کفارہ دے دوں گا۔

ابو موسیٰؓ کا یہ مطلب تھا کہ تو نے بھی جو قسم کھالی ہے کہ مرغی نہ کھاؤں گا یہ قسم اچھی نہیں ہے کہ مرغی حلال جانور ہے۔ فراغت سے کھا اور قسم کا کفارہ ادا کر دے، باب کی مناسبت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اشعریوں کو اپنے حصے یعنی خمس میں سے یہ اونٹ دیئے۔ ابو موسیٰؓ اور ان کے ساتھیوں نے یہ خیال کیا کہ شاید آنحضرت ﷺ کو وہ قسم یاد نہ رہی ہو کہ میں تم کو سواریاں نہیں دیتے گا اور ہم نے آپ کو یاد نہیں دلایا، گویا فریب سے ہم یہ اونٹ لے آئے، ایسے کام میں بھلائی کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اسی صفائی کے لئے انہوں نے مراجعت کی جس سے معاملہ صاف ہو گیا۔

(۳۱۳۴) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی لشکر کے ساتھ تھے۔ غنیمت کے طور پر اونٹوں کی ایک بڑی تعداد اس لشکر کو ملی۔ اس لئے اس کے ہر سپاہی کو حصے میں بھی بارہ بارہ گیارہ گیارہ اونٹ ملے تھے اور ایک ایک اونٹ اور انعام میں ملا۔

۳۱۳۴- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَبْلَ نَجْدٍ فَعِصَمُوا إِلَّا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سَهْمًا بَيْنَهُمْ اثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا)). [طرفه في : ۴۳۳۸].

اور ظاہر ہے کہ لشکر کے سردار نے یہ انعام خمس میں سے دیا ہو گا۔ گو یہ فعل لشکر کے سردار کا تھا مگر آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوا، آپؐ نے سنا ہو گا اور اس پر سکوت فرمایا تو وہ حجت ہوا۔

(۳۱۳۵) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو لیث نے خبر دی، انہیں عقیل نے، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض مہموں کے موقع پر اس میں شریک ہونے والوں کو غنیمت کے عام حصوں کے علاوہ (خمس وغیرہ میں سے) اپنے طور پر بھی دیا کرتے تھے۔

۳۱۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُنْفِلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لَأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سَوَى قِسْمِ غَامَةِ الْجَيْشِ)).

(۳۱۳۶) ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے برید بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ابو بردہ نے اور ان سے ابو موسیٰؓ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی خبر ہمیں ملی، تو ہم یمن میں تھے۔ اس لئے ہم بھی آپ کی خدمت میں مہاجر کی حیثیت سے حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ میں تھا،

۳۱۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بَرِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَلَّغْنَا مَخْرَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ، فَخَرَجْنَا

میرے دو بھائی تھے۔ (میری عمران دونوں سے کم تھی، دونوں بھائیوں میں) ایک ابو بردہؓ تھے اور دوسرے ابو رہم۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ یا یہ کما ترپین یا بادن آدمیوں کے ساتھ (یہ لوگ روانہ ہوئے تھے) ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہماری کشتی نجاشی کے ملک حبشہ پہنچ گئی اور وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالبؓ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملے۔ جعفرؓ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں یہاں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ ہم یہیں رہیں۔ اس لئے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ یہیں ٹھہر جائیں۔ چنانچہ ہم بھی وہیں ٹھہر گئے۔ اور پھر سب ایک ساتھ (مدینہ) حاضر ہوئے، جب ہم خدمت نبوی میں پہنچے، تو آنحضرت ﷺ خیر فتح کر چکے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے (دوسرے مجاہدوں کے ساتھ) ہمارا بھی حصہ مال غنیمت میں لگایا۔ یا انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے غنیمت میں سے ہمیں بھی عطا فرمایا، حالانکہ آپ نے کسی ایسے شخص کا غنیمت میں حصہ نہیں لگایا جو لڑائی میں شریک نہ رہا ہو۔ صرف انہی لوگوں کو حصہ ملا تھا، جو لڑائی میں شریک تھے۔ البتہ ہمارے کشتی کے ساتھیوں اور جعفر اور ان کے ساتھیوں کو بھی آپ نے غنیمت میں شریک کیا تھا۔ (حالانکہ ہم لوگ لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے)

ظاہر یہ ہے کہ یہ حصہ آپ نے مال غنیمت میں سے دلویا نہ خمس میں سے، پھر باب کی مناسبت کیونکر ہوگی، مگر جب امام کو مال غنیمت میں جو دوسرے مجاہدین کا حق ہے ایسا تصرف کرنا جائز ہو تو خمس میں بطریق اولیٰ جائز ہو گا جو خاص امام کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پس باب کا مطلب حاصل ہو گیا۔

(۳۱۳۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا ہم سے محمد بن مکدر نے، اور انہوں نے جابرؓ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب بحرین سے وصول ہو کر میرے پاس مال آئے گا تو میں تمہیں اس طرح اس طرح، اس طرح (تین لپ) دوں گا اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی اور بحرین کا مال اس وقت تک نہ آیا۔ پھر جب وہاں سے مال آیا تو ابو بکرؓ کے حکم سے منادی نے اعلان کیا کہ جس کا بھی نبی

مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ - أَنَا وَأَخْوَانِي لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ: أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رَهْمٍ - وَإِنَّمَا قَالَ فِي بَضْعٍ وَإِنَّمَا قَالَ فِي ثَلَاثَةِ وَخَمْسِينَ أَوْ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً، فَأَلْقَيْنَا سَفِينَتَنَا إِلَى النَجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، وَوَأَفَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابَهُ عِنْدَهُ، فَقَالَ جَعْفَرُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هَاهُنَا، وَأَمَرَنَا بِالْإِقَامَةِ، فَأَقِيمُوا مَعَنَا. فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا، فَوَأَفَقْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَفَتَحَ خَيْبَرَ، فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا - مِنْهَا، وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ، إِلَّا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ، قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ)).

[أطرافه في: ٣٨٧٦، ٤٢٣٠، ٤٢٣٣].

٣١٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَكِّيرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ قَدْ جَاءَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ أُعْطِيتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)). فَلَمْ يَجِئْ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا

جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمْرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا
فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَيْنَ أَوْ عِدَّةٍ
فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْنَهُ فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا
وَكَذَا. فَحَظًا لِي ثَلَاثًا. وَجَعَلَ سَفِيَانُ
يَحْتَرُ بِكَفِّهِ جَمِيعًا، ثُمَّ قَالَ لَنَا: هَكَذَا
قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ. وَقَالَ مَرَّةً فَأَتَيْتُ
أَبَا بَكْرٍ فَسَأَلْتُ فَلَمْ يُعْطِنِي ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَلَمْ
يُعْطِنِي، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الثَّلَاثَةَ فَقُلْتُ: سَأَلْتُكَ
فَلَمْ تُعْطِنِي ثُمَّ سَأَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِي، ثُمَّ
سَأَلْتُكَ فَلَمْ يُعْطِنِي، فَإِمَّا أَنْ تُعْطِنِي وَإِمَّا
أَنْ تَبْخَلَ عَلَيَّ. قَالَ: قُلْتُ تَبْخُلْ عَلَيَّ،
مَا مَنَعَكَ مِنْ مَرَّةٍ إِلَّا وَأَنَا أَرِيدُ أَنْ
أُعْطِيكَ)) قَالَ سَفِيَانُ: وَحَدَّثَنَا عَمْرُو
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ فَحَظًا لِي
حَنِيَّةٌ وَقَالَ: عُدَّهَا، فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ
مِائَةٍ فَقَالَ: فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ وَقَالَ يَغْنِي
ابْنَ الْمُنْكَدِرِ: وَأَيُّ دَاءٍ أَذَوُّ مِنَ
الْبَخْلِ.

کرم ﷺ پر کوئی قرض ہو یا آپ کا کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آئے۔
میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ
ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین لپ بھر کر مجھے دیا۔ سفیان
بن عیینہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے (لپ بھرنے کی)
کیفیت بتائی پھر ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ابن منکدر نے بھی ہم
سے اسی طرح بیان کیا تھا۔ اور ایک مرتبہ سفیان نے (سابقہ سند کے
ساتھ) بیان کیا کہ جابرؓ نے کہا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر
ہوا تو انہوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ پھر میں تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور اس مرتبہ
بھی مجھے انہوں نے کچھ نہیں دیا۔ پھر میں تیسری مرتبہ حاضر ہوا اور
عرض کیا کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے مانگا اور آپ نے عنایت
نہیں فرمایا۔ دوبارہ مانگا، پھر بھی آپ نے عنایت نہیں فرمایا اور پھر مانگا
لیکن آپ نے عنایت نہیں فرمایا۔ اب یا آپ مجھے دیجئے یا پھر میرے
بارے میں بخل سے کام لیجئے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ
میرے معاملے میں بخل سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ تمہیں دینے سے
جب بھی میں نے منہ پھیرا تو میرے دل میں یہ بات ہوتی تھی کہ
تمہیں کبھی نہ کبھی دینا ضرور ہے۔ سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے عمرو
نے بیان کیا، ان سے محمد بن علی نے اور ان سے جابر نے، پھر ابو بکر
رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا اور فرمایا کہ اسے شمار کر میں نے شمار
کیا تو پانچ سو کی تعداد تھی، اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتنا ہی
دو مرتبہ اور لے لے۔ اور ابن المنکدر نے بیان کیا (کہ ابو بکرؓ نے فرمایا
تھا) بخل سے زیادہ بدترین اور کیا بیماری ہو سکتی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کا پہلی بار میں نہ دینا کسی مصلحت سے تھا تاکہ جابرؓ کو معلوم ہو جائے اس کا دینا کچھ ان پر بطور قرض کے لازم نہیں
ہے بلکہ بطور تبرع کے دینا ہے۔

(۳۱۳۸) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے قرۃ بن
خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا اور ان سے جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مقام جحرانہ میں
غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص ذوالنورہ صرہ نے آپ سے کہا

۳۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ
حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ
دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْسِمُ

[راجع: ۲۲۹۶]

الْأَسَارَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخْمَسَ دینا، اور خمس وغیرہ نہ نکالنا

۳۱۳۹- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أَسَارَى بَدْرٍ: ((لَوْ كَانَ الْمُطْعَمُ بْنُ عَدِي حَيًّا لَمْ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتَنِ لَتَرَكْتَهُمْ لَهُ)).

[طرفہ فی : ۴۰۲۴]۔

آیت کریمہ انما المشركون نجس (التوبہ: ۲۸) کی بنا پر ان کو نجس کہا، شرک ایسی ہی نجاست ہے۔ مگر ہزار افسوس کہ آج کتنے نام نہاد مسلمان بھی اس نجاست میں آلودہ ہو رہے ہیں۔

١٧- بَابُ وَمِنْ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ

الْخُمْسَ لِلْإِمَامِ، وَأَنَّهُ يُعْطِي بَعْضَ قَرَابَتِهِ
دُونَ بَعْضٍ مَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي
الْمُطَّلِبِ وَبَنِي هَاشِمٍ مِنْ خُمْسٍ خَيْرٍ.
قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَمْ يَعْصِهِمْ
بِذَلِكَ وَلَمْ يَخْصُ قَرَبًا دُونَ مَنْ أَخُو جُ

دار ہو اسی کو دیں۔ بلکہ جو زیادہ محتاج ہوتا، آپ اسے عنایت فرماتے، خواہ رشتہ میں وہ دور ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ آپ نے جن لوگوں کو دیا وہ یہی دیکھ کر وہ محتاجی کا آپ سے شکوہ کرتے تھے اور یہ بھی دیکھ کر کہ آنحضرت ﷺ کی جانبداری اور طرفداری میں ان کو جو نقصان اپنی قوم والوں اور ان کے ہم قسموں سے پہنچا (وہ بہت تھا)

(۳۱۴۰) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابن مسیب نے بیان کیا اور ان سے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے بنو مطلب کو تو عنایت فرمایا لیکن ہم کو چھوڑ دیا، حالانکہ ہم کو آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنو مطلب کو آپ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک ہی ہے۔ لیث نے بیان کیا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا اور (اس روایت میں) یہ زیادتی کی کہ جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو نہیں دیا تھا، اور ابن اسحاق (صاحب مغازی) نے کہا ہے کہ عبد شمس، ہاشم اور مطلب ایک ماں سے تھے، اور ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت مرہ تھا اور نوفل باپ کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔ (ان کی ماں دوسری تھیں)

باب مقتول کے جسم پر جو سامان ہو (کپڑے ہتھیار وغیرہ) وہ سامان تقسیم میں شریک ہو گا نہ اس میں سے نفس لیا جائے گا بلکہ وہ سارا قاتل کو ملے گا اور امام کا ایسا حکم دینے کا بیان (۳۱۴۱) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یوسف بن ماجشون نے، ان سے صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے صالح کے دادا (عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي أُعْطِيَ لَمْا يَشْكُوا إِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ، وَلَمْا مَسْتَهُمْ فِي جَنْبِهِ مِنْ قَوْمِهِمْ وَخَلْفَانِهِمْ.

۳۱۴۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ غَقِيلِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُعْطِيتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا. وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُو هَاشِمٍ شَيْءٌ وَاحِدٌ)). قَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُونُسُ وَزَادَ: ((قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ ﷺ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: عَبْدُ شَمْسٍ وَهَاشِمٌ وَالْمُطَّلِبُ إِخْوَةٌ لَأُمٍّ. وَأُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مِرَّةٍ. وَكَانَ نَوْفَلٌ أَخَاهُمْ لِأَبِيهِمْ)).

[طرفاء فی: ۳۵۰۲، ۴۲۲۹].

۱۸- بَابُ مَنْ لَمْ يُخَمَّسِ الْأَسْلَابُ وَمَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُخَمَّسَ، وَحُكْمُ الْإِمَامِ فِيهِ

۳۱۴۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ الْمُجَاشُونَ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ

نے بیان کیا کہ بدر کی لڑائی میں، میں صف کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جو دائیں بائیں جانب دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دو نو عمر لڑکے تھے۔ میں نے آرزو کی کاش! میں ان سے زبردست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔ ایک نے میری طرف اشارہ کیا، اور پوچھا چچا! آپ ابو جہل کو بھی پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑکے نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہو گا، مرنے جائے، مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے نے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابو جہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے (پھرتا ہوا نظر آ رہا) ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں نوجوانوں نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ اس لئے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جوح کو ملے گا۔ وہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جوح تھے۔ محمد نے کہا کہ یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔

لشعخ ہوا یہ تھا کہ معاذ بن عمرو بن جوح نے اس مردود کو بے دم کیا تھا تو اصل قاتل وہی ہوئے، انہی کو آپ نے ابو جہل کا سامان دلایا اور معاذ بن عفراء کا دل خوش کرنے کے لئے آپ نے یوں فرمایا کہ تم دونوں نے مارا ہے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ نے خیال کیا کہ یہ بچے نا تجربہ کار ہیں، معلوم نہیں جنگ کے وقت ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں، اگر یہ بھاگے تو معلوم نہیں میرے دل کی

أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ : بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ، فَظَنَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي، فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَتَيْ أَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعٍ مِنْهُمَا، فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ: يَا عَمَّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أُخِي؟ قَالَ: أَخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سِوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَغْجَلُ مِنَّا. فَتَعَجَّيْتُ لِذَلِكَ، فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا، فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ: أَلَا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي، فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ. ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَاهُ. فَقَالَ: ((أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟)) قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: أَنَا قَتَلْتُهُ. فَقَالَ: ((هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟)) قَالَا: لَا. فَظَنَرُ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ: ((كِلَاكُمَا قَتَلَهُ)). وَسَلَبَهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ. وَكَانَا مُعَاذَ ابْنِ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْجُمُوحِ.

[طرفاءہ فی : ۳۹۶۴، ۳۹۸۸].

بھی کیا حالت ہو، ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں بیشہ شجاعت کے شیر اور بوڑھوں سے بھی زیادہ دلیر ہیں، ان انصاری بچوں نے لوگوں سے ابو جہل مردود کا حال سنا تھا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو کیسی کیسی ایذاں دی تھیں۔ چونکہ یہ مدینہ والے تھے لہذا ابو جہل کی صورت نہیں پہچانتے تھے۔ ایمان کا جوش ان کے دلوں میں تھا، انہوں نے یہ چاہا کہ ماریں تو بڑے موذی کو ماریں، اسی مردود کا کام تمام کریں۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

بعض روایتوں میں ابو جہل کے قاتل معاذ اور معوذ عفراء کے بیٹے بتلائے گئے ہیں۔ اور ابن مسعودؓ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ احتمال ہے کہ یہ لوگ بھی بعد میں شریک قتل ہو گئے ہوں۔

(۳۱۴۲) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے ابن الفلح نے، ان سے ابو قتادہ کے غلام ابو محمد نے اور ان سے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوہ حنین کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ پھر جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو (ابتداء میں) اسلامی لشکر ہارنے لگا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ مشرکین کے لشکر کا ایک شخص ایک مسلمان کے اوپر چڑھا ہوا ہے۔ اس لئے میں فوراً ہی گھوم پڑا اور اس کے پیچھے سے آ کر تلوار اس کی گردن پر ماری۔ اب وہ شخص مجھ پر ٹوٹ پڑا، اور مجھے اتنی زور سے اس نے بھیجا کہ میری روح جیسے قبض ہونے کو تھی۔ آخر جب اس کو موت نے آدبوچا، تب کہیں جا کر اس نے مجھے چھوڑا۔ اس کے بعد مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے، تو میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمان اب کس حالت میں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جو اللہ کا حکم تھا وہی ہوا۔ لیکن مسلمان ہارنے کے بعد پھر مقابلہ پر سنبھل گئے تو نبی کریم ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جس نے بھی کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر وہ گواہ بھی پیش کر دے تو مقتول کا سارا ساز و سامان اسے ہی ملے گا۔ (ابو قتادہؓ نے کہا) میں بھی کھڑا ہوا۔ اور میں نے کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ لیکن (جب میری طرف سے کوئی نہ اٹھا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (آج) جس نے کسی کافر کو قتل کیا اور اس پر اس کی طرف سے کوئی گواہ بھی ہو تو مقتول کا سارا سامان اسے ملے گا۔ اس مرتبہ پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میری طرف سے کون گواہی دے گا؟ اور پھر مجھے بیٹھنا پڑا۔

۳۱۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ أَفْلَحٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا التَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ، فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ غَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ؛ فَاسْتَدْبَرْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ حَتَّى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى خَبَلٍ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضِمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ؛ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي، فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللَّهِ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا، وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ)). فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ. ثُمَّ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ)) - فَقُمْتُ فَقُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ. ثُمَّ قَالَ النَّائِلَةُ مِثْلَهُ، فَقُمْتُ

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟)) فَأَفْصَحْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَسَلَبُهُ عِنْدِي، فَأَرْضِيهِ عَنِّي. قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَاهَا اللَّهُ، إِذَا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيكَ سَلَبَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((صَدَقَ)). فَأَعْطَاهُ فَبَغَتِ الدَّرْعُ، فَأَبْنَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا لِي بَنِي سَلَمَةَ، فَإِنَّهُ لِأَوَّلِ مَالٍ تَأْتَلَتْهُ فِي الْإِسْلَامِ)).

[راجع: ۲۱۰۰]

تیسری مرتبہ پھر آنحضرت ﷺ نے وہی ارشاد دہرایا اور اس مرتبہ جب میں کھڑا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے خود ہی دریافت فرمایا، کس چیز کے متعلق کہہ رہے ہو ابو قتادہ! میں نے آن حضرت ﷺ کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا، تو ایک صاحب (اسود بن خزاعی اسلمی) نے بتایا کہ ابو قتادہ سچ کہتے ہیں، یا رسول اللہ! اور اس مقتول کا سامان میرے پاس محفوظ ہے۔ اور میرے حق میں انہیں راضی کر دیجئے (کہ وہ مقتول کا سامان مجھ سے نہ لیں) لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ، جو اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑے، آنحضرت ﷺ ایسا نہیں کریں گے کہ ان کا سامان ہمیں دے دیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے سلمان ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ابو قتادہ نے کہا کہ پھر اس کی زرہ بچ کر میں نے بنی سلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ اور یہ پہلا مال تھا جو اسلام لانے کے بعد میں نے حاصل کیا تھا۔

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ مقتول کافر کا سامان قاتل مجاہد ہی کا حق ہے جو اسے ملنا چاہئے مگر یہ خود امیر لشکر اس کو تحقیق کرنے کے بعد دیں گے۔

باب تالیف قلوب کے لئے آنحضرت ﷺ کا
بعضے کافروں وغیرہ (نومسلموں یا پرانے مسلمانوں)
کو خمس میں سے دینا

اس کو عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (۳۱۴۳) ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ روپیہ مانگا تو آپ نے مجھے عطا فرمایا، پھر دوبارہ میں نے مانگا اور اس مرتبہ بھی آپ نے عطا فرمایا، پھر ارشاد فرمایا، حکیم! یہ مال دیکھنے میں سرسبز ہمت بیٹھا اور مزیدار ہے لیکن جو شخص اسے دل کی بے لمعی کے ساتھ لے اس کے مال میں تو برکت ہوتی

۱۹- بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي

الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوبُهُمْ وَغَيْرُهُمْ مِنَ

الْخُمْسِ وَنَحْوِهِ

رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

۳۱۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ سَعِيدِ

بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ

بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((سَأَلْتُ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ

فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ لِي: ((يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا

الْمَالَ خَضِرٌ خُلُوٌّ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةٍ

هے اور جو شخص اسے لالچ اور حرص كے ساتھ لے تو اس كے مال میں بركت نهیسه هوتی، بلكه اس كی مثال اس شخص هیسه هے جو كهائے جاتا هے لیكن اس كا پیٹ نهیسه بهرتا اور اوپر كا هاتھ (دینے والا) نیچے كے هاتھ (لینے والے) سے بهتر هوتا هے حكیم بن حزام ؓ نے بیان كیا كه میں نے عرض كیا یا رسول الله! آپ كے بعد اب میں كسی سے كچه بهی نهیسه مانگوں گا، میاں تك كه اس دنیا میں سے چلا جاؤں۔ چنانچه (آل حضرت ﷺ كی وفات كے بعد) حضرت ابو بكر ؓ انیس دینے كے لئے بلاءتے، لیكن وه اس میں سے ايك پیسه بهی لینے سے انكار كر دیتے۔ پھر حضرت عمرؓ (اپنے زمانه خلافت میں) انیس دینے كے لئے بلاءتے اور ان سے بهی لینے سے انھوں نے انكار كر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس پر كهّا كه مسلمانو! میں انیس ان كا حق دیتا هوں جو الله تعالیٰ نے فقه كے مال سے ان كا حصه مقرر كیا هے۔ لیكن یہ اسے بهی قبول نهیسه كرتے۔ حكیم بن حزام ؓ كی وفات هو گئی لیكن آنحضرت ﷺ كے بعد انھوں نے كسی سے كوئی چیز نهیسه لی

نَفْسٍ بوركَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَحَذَهُ بِإِشْرَافٍ نَفْسٍ لَمْ يُبَارِكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالَّذِي أَلْفَنِيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى)). قَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرِزُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَذْغُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْغَطَاءَ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَا لِيُعْطِيَهُ فَأَتَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقُّهُ الَّذِي قَسَمَ اللَّهُ لَهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْتِي أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَزِرْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى تُوفِّيَ)).

[راجع: ١٤٧٢]

تشریح ترجمه باب اس سے نكلا كه حضرت حكیم بن حزامؓ نے نئے نئے مشرف بہ اسلام هوئے تھے، آپ نے ان كی تالیف قلب كے لئے ان كو دو دو بار روپیہ دیا۔ بعد میں آنحضرت ﷺ كا ارشاد گرامی سن كر حضرت حكیم ؓ نے تاحیات اپنے وعدے كو نبھایا اور اپنا جائز حق بهی چھوڑ دیا كه كهیں نفس كو اس طرح مفت خوری كی عادت نہ هو جائے۔ مردان حق ایسے ہی هوتے ہیں۔ جو اس دنیا میں كبریت احمر كا حكم ركھتے ہیں۔ الا ماشاء الله۔ آج كی دنیا میں جسے ایسی باتیں كرتا پاؤ اس كے اندر جائزه لوگے تو معلوم هو گا كه یہی خود دنیا كا بدترین حریص هے الا ماشاء الله۔ یہی حال بست سے مدعیان تدین كا هے جو ظاہر میں بڑے حق گو اور اندرون خانه بدترین بد معامله ثابت هوتے ہیں۔ الامن رحمہ الله۔

(۳۱۴۴) ہم سے ابو النعمان نے بیان كیا، كهّا ہم سے حماد بن زید نے بیان كیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے كه عمر بن خطاب ؓ نے عرض كیا یا رسول الله! زمانه جاهلیت (كفر) میں میں نے ايك دن كے اعتكاف كی منت مانی تھی، تو رسول كريم ﷺ نے اسے پورا كرنے كا حكم فرمایا۔ نافع نے بیان كیا كه حنین كے قیدیوں میں سے عمر ؓ كو دو باندیاں ملی تھیں۔ تو آپ نے انیس مكه كے كسی گھر میں ركھا۔ انھوں نے بیان كیا كه پھر آنحضرت ﷺ نے حنین كے قیدیوں پر

۳۱۴۴- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ كَانَ كَانَ عَلَيَّ اغْتِكَافٌ يَوْمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَقْبَلَ بِهِ. قَالَ: وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حَنِينٍ فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوتِ مَكَّةَ، قَالَ فَمَنْ رَسُولُ

احسان کیا (اور سب کو مفت آزاد کر دیا) تو گلیوں میں وہ دوڑنے لگے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، عبد اللہ! دیکھو تو یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے ان پر احسان کیا ہے (اور حنین کے تمام قیدی مفت آزاد کر دیئے گئے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر جان دونوں لڑکیوں کو بھی آزاد کر دے۔ نافع نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کا احرام نہیں باندھا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ ضرور معلوم ہوتا اور جریر بن حازم نے جو ایوب سے روایت کی، انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے، اس میں یوں ہے کہ (وہ دونوں باندیاں جو عمر رضی اللہ عنہما کو ملی تھیں) خمس میں سے تھیں۔ (اعکاف سے متعلق روایت) معمر نے ایوب سے نقل کی ہے، ان سے نافع نے ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نذر کا قصہ جو روایت کیا ہے اس میں ایک دن کا لفظ نہیں ہے۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے خمس میں سے دو لونڈیاں بطور احسان حضرت عمرؓ کو دیں۔ روایت میں آنحضرت ﷺ کا جعرانہ سے عمرہ کا احرام نہ باندھنا مذکور ہے۔ حالانکہ دوسرے بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ جب حنین اور طائف سے فارغ ہوئے تو آپ نے جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور اثبات نفی پر مقدم ہے۔ ممکن ہے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر ہو لیکن انہوں نے نافع سے نہ بیان کیا ہو، اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کوئی شخص حالت کفر میں کوئی نیک کام کرنے کی نذر مانے تو اسلام لانے کے بعد وہ نذر پوری کرنی ہوگی۔ حنین کے قیدیوں کو بھی بلا معاوضہ آزاد کر دینا انسانیت پروری کے سلسلہ میں رسول کریم ﷺ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر امت مسلمہ ہمیشہ نازاں رہے گی۔

(۳۱۴۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، کہا ہم سے حسن بصری نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو بن تغلبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا۔ غالباً جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیا تھا، ان کو ناگوار ہوا۔ تو آل حضرت ﷺ نے فرمایا، کہ میں کچھ ایسے لوگوں کو دیتا ہوں کہ مجھے جن کے بڑ جانے (اسلام سے پھر جانے) اور بے صبری کا ڈر ہے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھلائی اور بے

اللہ ﷻ عَلَى سَيِّ حُنَيْنٍ، فَجَعَلُوا يَسْعَوْنَ فِي السُّكَّ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ انْظُرْ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: مَنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷻ عَلَى السَّيِّ؛ قَالَ: اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ. قَالَ: نَافِعٌ: وَلَمْ يَغْتَمِرْ رَسُولُ اللَّهِ ﷻ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَلَوْ اغْتَمَرَ لَمْ يَخَفْ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ. [راجع: ۲۰۳۲]

وَزَادَ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ: ((مَنْ الْخَمْسُ)). وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ ((يَوْمًا)).

۳۱۴۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ تَغْلِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ ﷻ قَوْمًا وَمَنْعَ آخَرِينَ، فَكَأَنَّهُمْ عَتَبُوا عَلَيْهِ فَقَالَ: ((إِنِّي أَعْطِي قَوْمًا أَخَافُ ظَلْعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ، وَأَكِيلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنَى، مِنْهُمْ

نیازی رکھی ہے (ان کو میں نہیں دیتا) عمرو بن تغلبؓ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ عمرو بن تغلبؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری نسبت یہ جو کلمہ فرمایا اگر اس کے بدلے سرخ اونٹ ملتے تو بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا۔ ابو عاصم نے جریر سے بیان کیا کہ میں نے حسن بصری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ہم سے عمرو بن تغلبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال یا قیدی آئے تھے اور انہیں کو آپ نے تقسیم فرمایا تھا۔

[راجع: ۹۲۳] (بہذا)۔
تشیع حدیث اور باب میں مطابقت یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اموال غنیمت کو اپنی صواب دید کے مطابق تقسیم فرمایا، جس میں اہم ترین اسلامی مصالح شامل تھے، اعتراض کرنے والوں کو بھی آپ نے احسن طریق سے مطمئن فرمادیا۔ ثابت ہوا کہ ایسے مواقع پر خلیفہ اسلام کو کچھ خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں، مگر ان کا فرض ہے کہ کوئی ذاتی غرض فاسد بیچ میں شامل نہ ہو، محض رضائے خدا و رسول و سر بلندی اسلام مد نظر ہو، روایت میں مذکور حضرت عمرو بن تغلبؓ عبدی ہیں۔ قبیلہ عبد القیس سے ان کا تعلق ہے، مشہور انصاری صحابی ہیں۔

(۳۱۴۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قریش کو میں ان کا دل ملانے کے لئے دیتا ہوں، کیونکہ ان کی جاہلیت (کفر) کا زمانہ ابھی تازہ گزرا ہے۔ (ان کی دلجوئی کرنا ضروری ہے)

(۳۱۴۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا کہ مجھے انس بن مالکؓ نے خبر دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو قبیلہ ہوازن کے اموال میں سے غنیمت دی اور آپ قریش کے بعض آدمیوں کو (تالیف قلب کی غرض سے) سو سو اونٹ دینے لگے تو بعض انصاری لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کرے۔ آپ قریش کو تودے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ان کا خون ابھی تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ (قریش کے لوگوں کو حال ہی میں ہم نے مارا، ان

عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ))، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ: مَا أَحْبَبْتُ لِي بِكَلِمَةٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ)). زَادَ أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ: ((حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ آتَى بِمَالٍ - أَوْ بَسِيٍّ - فَفَقَسَمَهُ.

۳۱۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي أُعْطِي قُرَيْشًا أَتَأْتِلُهُمْ، لِأَنَّهُمْ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ)).
 [أطرافه في: ۳۱۴۷، ۳۵۲۸، ۳۷۷۸، ۴۳۳۱، ۴۳۳۲، ۴۳۳۳، ۴۳۳۴، ۴۳۳۷، ۵۸۶۰، ۶۷۶۲، ۷۴۴۱].

۳۱۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ، فَطَفِقَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُعْطِي

کے شہر کو ہم ہی نے فتح کیا) انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے انصار کو بلایا اور انہیں چڑے کے ایک ڈیرے میں جمع کیا، ان کے سوا کسی دوسرے صحابی کو آپ نے نہیں بلایا۔ جب سب انصاری لوگ جمع ہو گئے تو آنحضرت ﷺ بھی تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کے بارے میں جو بات مجھے معلوم ہوئی وہ کہاں تک صحیح ہے؟ انصار کے سمجھ دار لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں جو عقل والے ہیں، وہ تو کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لائے ہیں، ہاں چند نوجوان عمر لڑکے ہیں، انہوں نے ہی یہ کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کرے، آپ قریش کو تو دے رہے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بعض ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے۔ (اور ان کو دے کر ان کا دل ملاتا ہوں) کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب دوسرے لوگ مال و دولت لے کر واپس جا رہے ہوں گے، تو تم لوگ اپنے گھروں کو رسول اللہ ﷺ کو لے کر واپس جا رہے ہو گے۔ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھ جو کچھ واپس جا رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو دوسرے لوگ اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے۔ سب انصاریوں نے کہا بے شک یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی اور خوش ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا، میرے بعد تم یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسرے لوگوں کو مقدم کیا جائے گا، اس وقت تم صبر کرنا، (دنکا فساد نہ کرنا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملو اور اس کے رسول سے حوض کوثر پر۔ انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

قُرَيْشًا وَيَدْعُهُمْ وَيَسُوفُنَا نَقْطُرُ مِنْ دِمَانِهِمْ، قَالَ أَنَسٌ: فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمَ، وَلَمْ يَدْخُ مَعَهُمْ أَحَدًا غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((مَا كَانَ حَدِيثُ بَلْعَنِي عَنْكُمْ؟)) قَالَ لَهُ فَقَهَاءُهُمْ أَمَّا ذَوُور رَأَيْنَا فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا. وَأَمَّا أَنَسٌ مِنَّا حَدِيثُهُ أَسْتَأْنَهُمْ فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ، وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَانِهِمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنِّي لِأُعْطِي رِجَالًا حَدِيثُ عَهْدِهِمْ بِكُفْرٍ، أَمَّا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ، وَتَرْجِعُوا إِلَى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ، فَوَ اللَّهُ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ)). قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ رَضِينَا. فَقَالَ لَهُمْ: ((إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةَ شَدِيدَةٍ، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ)). قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ نَصْبِرْ)). [راجع: ۳۱۴۶]

یہ لوگ قریش کے سردار اور رؤسائے جو حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے، آپ نے ان کی دلجوئی کے لئے ان کو بہت سارے دیا۔ ان لوگوں کے نام یہ تھے۔ ابو سفیان، معاویہ بن ابی سفیان، حکیم بن حزام، حارث بن حارث، حارث بن ہشام، اس بن عمرو، حویطب بن عبد العزی، علاء بن حارث ثقفی، عیینہ بن حصین، صفوان بن امیہ، اقرع بن حابس، مالک بن عوف، ان حضرات کو رسول کریم ﷺ نے جو بھی کچھ دیا اس کا ذکر صرف تاریخ میں باقی رہ گیا، مگر انصار کو آپ نے اپنی ذات گرامی سے جو شرف بخشا، وہ رہتی دنیا تک کے لئے درخشاں و تاباں ہے۔ جس شرف کی برکت سے مدینۃ المنورہ کو وہ خاص شرف حاصل ہے جو دنیا میں کسی بھی شہر

کو نصیب نہیں۔

اموال ہوازن کے متعلق جو غنیمت میں حاصل ہوا، صاحب ”لغات“ لکھتے ہیں۔ ما افاء الله في هذا الابهام تفخيم وتكثير لما افاء فان الفنى الحاصل منهم كان عظيمًا كثيرًا مما لا يعد ولا يحصى وجاء في الروايات ستة الاف من السبي واربع وعشرون الفا من الابل واربعة الاف اوقية من الفضة واكثر اربعين الف شاة الخ (حاشیة بخاری کراتشی ج: ۱/ ص: ۳۳۵) یعنی اموال ہوازن اس قدر حاصل ہوا جس کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ روایات میں قیدیوں کی تعداد چھ ہزار، اور چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زیادہ برکیاں مذکور ہوئی ہیں۔

(۳۱۴۸) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اوسکی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے صالح بن کیسان نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ میرے باپ محمد بن جبیر نے کہا، اور انہیں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ کے ساتھ اور بھی صحابہ تھے۔ حنین کے جہاد سے واپسی ہو رہی تھی۔ راستے میں کچھ بدو آپ سے لپٹ گئے۔ (لوٹ کا مال) آپ سے مانگتے تھے۔ وہ آپ سے ایسا لپٹے کہ آپ کو ایک بول کے درخت کی طرف دھکیل لے گئے۔ آپ کی چادر اس میں انک کر رہ گئی۔ اس وقت آپ ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا، (بھائیو) میری چادر تو دے دو۔ اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تو وہ بھی تم میں تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے بخیل، جھوٹا اور بزدل ہرگز نہیں پاؤ گے۔

۳۱۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَوْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهُ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا مِنْ حُنَيْنٍ عَلِيقَتِ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْأَغْرَابُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمَرَةٍ فَخَطَفَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: ((أَعْطُونِي رِدَائِي، فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هَذِهِ الْعِصَاهِ نَعْمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونَنِي بِخِيْلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا)). [راجع: ۲۸۲۱]

ترجمہ باب میں سے لکھا ہے کہ امام کو اختیار ہے مال غنیمت جن لوگوں کو چاہے مصلحت کے مطابق تقسیم کر سکتا ہے۔ یعنی نے

كما ومطابقة للترجمة تستانس من قوله لقسمته بينكم

(۳۱۴۹) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن عبداللہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نجران کی بنی ہوئی چوڑے حاشیہ کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک دہاتی نے آپ کو گھیر لیا، اور زور سے آپ کو کھینچا، میں نے آپ کے شانے کو دیکھا، اس پر چادر کے کونے کا نشان پڑ گیا۔ ایسا کھینچا۔ پھر کہنے لگا، اللہ کا مال جو آپ کے پاس

۳۱۴۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَبِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَذْرَكَ أَغْرَابِيَّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيدَةً حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ أَثَرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ

ہے۔ اس میں سے کچھ مجھ کو دلائیے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور ہنس دیئے۔ پھر آپ نے اسے دینے کا حکم فرمایا (آخری جملہ میں سے ترجمۃ الباب نکلتا ہے)

الرَّادِّ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ : مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ. فَأَلْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ.

[طرفاء فی : ۵۸۰۹، ۶۰۸۸].

(۳۱۵۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابو وائل نے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حنین کی لڑائی کے بعد نبی کریم ﷺ نے (غنیمت کی) تقسیم میں بعض لوگوں کو زیادہ دیا۔ جیسے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سواونٹ دیئے، اتنے ہی اونٹ عیینہ بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیئے اور کئی عرب کے اشراف لوگوں کو اسی طرح تقسیم میں زیادہ دیا۔ اس پر ایک شخص (معتب بن قشیر منافق) نے کہا کہ خدا کی قسم! اس تقسیم میں نہ تو عدل کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ اللہ کی خوشنودی کا خیال ہوا۔ میں نے کہا کہ واللہ! اس کی خبر میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور دوں گا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو اس کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ ان کو لوگوں کے ہاتھ اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی لیکن انہوں نے صبر کیا۔

۳۱۵۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَنَسًا فِي الْقِسْمَةِ: فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ. وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذَلِكَ. وَأَعْطَى أَنَسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ فَأَتَوْهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ. قَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ إِنَّ هَذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُذِلَ فِيهَا وَمَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهٌ لِلَّهِ. فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ ﷺ. فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ. فَقَالَ: ((فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟ رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى. قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبْرٌ)).

[أطرافه فی : ۳۴۰۵، ۴۳۳۵، ۴۳۳۶].

[۶۰۵۹، ۶۱۰۰، ۶۲۹۱، ۶۳۳۶].

آپ نے اس منافق کو سزا نہیں دلوائی، کیونکہ وہ اپنے قول سے انکاری ہو گیا ہو گیا صرف ایک شخص عبد اللہ بن مسعود کی گواہی تھی اور ایک کی گواہی پر جرم ثابت نہیں ہو سکتا، یا آپ نے اس کا سزا دینا مصلحت نہ سمجھا ہو۔ قال القسطلانی لم ينقل انه صلى الله عليه وسلم عاقبه

وفی المقاصد قال قاضی عیاض حکم الشرع ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کفر ویقتل ولكنه لم یقتل تالیفاً لغيرهم ولئلا یشهر فی الناس انه صلی اللہ علیہ وسلم یقتل اصحابه فینفروا یعنی آنحضرت ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہو جاتا ہے۔ جس کی سزا شرعاً قتل ہے مگر آپ نے مصلحتاً اس کو نہیں مارا۔

(۳۱۵۱) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر

۳۱۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ:

دی، ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی، میں اس میں سے گٹھلیاں (سوکھی کھجوریں) اپنے سر پر لایا کرتی تھی۔ وہ جگہ میرے گھر سے دو میل فرسخ کی دو تہائی پر تھی۔ ابو ضمہ نے ہشام سے بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے (مرسلًا) بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو بنی نضیر کی آراضی میں سے ایک زمین مقطعہ کے طور پر دی تھی۔

حافظ نے کہا میں نے اس تعلق کو موصول نہیں پایا، اس کے بیان کرنے سے حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ ابو ضمہ نے ابو اسامہ کے خلاف اس حدیث کو مرسلًا روایت کیا ہے نہ کہ موصولاً۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو کچھ جاگیر عنایت فرمائی، اسی سے باب کا مطلب نکلا کہ امام شمس وغیرہ میں سے حسب مصلحت تقسیم کرنے کا مختار ہے۔

(۳۱۵۲) مجھ سے احمد بن مقدم نے بیان کیا، کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھے نافع نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ عمر نے یہود و نصاریٰ کو سر زمین حجاز سے نکال کر دوسری جگہ بسادیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو آپ کا بھی ارادہ ہوا تھا کہ یہودیوں کو یہاں سے نکال دیا جائے۔ جب آپ نے فتح پائی، تو اس وقت وہاں کی کچھ زمین یہودیوں کے قبضے میں ہی تھی۔ اور اکثر زمین پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے قبضے میں تھی۔ لیکن پھر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی، آپ زمین انہیں کے پاس رہنے دیں۔ وہ (کھیتوں اور باغوں میں) کام کیا کریں گے۔ اور آدھی پیداوار لیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اچھا جب تک ہم چاہیں گے اس وقت تک کے لئے تمہیں اس شرط پر یہاں رہنے دیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ وہیں رہے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دور خلافت میں (مسلمانوں کے خلاف ان کے قتل اور سازشوں کی وجہ سے یہود خیبر کو) تیماء یا اریحا کی طرف نکال دیا تھا۔

أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: ((كُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَى رَأْسِي. وَهِيَ بَنِي عَلَى ثُلْثِي فَرَسَخٍ)). وَقَالَ أَبُو صَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ أَرْضًا مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النُّضَيْرِ)).

۳۱۵۲ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَجْلَى الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى أَهْلِ خَيْبَرَ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ الْيَهُودَ مِنْهَا. وَكَانَتِ الْأَرْضُ - لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا - لِلْيَهُودِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلْمُسْلِمِينَ. فَسَأَلَ الْيَهُودَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلَى أَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ بِنِصْفِ الثَّمَرِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((نَفَرُكُمْ عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا)). فَأَقْرُوا، حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِي إِمَارَتِهِ إِلَى تَيْمَاءَ أَوْ أَرِيحَا)). [راجع: ۲۲۸۵]

حافظ صاحب فرماتے ہیں والمراد بقوله لما ظهر عليها فتح اكثرها قبل ان يساله اليهود وان يصالحوه فكانت لليهود كلها صالحهم على ان يسلموا له الارض كانت الارض لله ولرسوله وقال ابن المنير احاديث الباب مطابقة للترجمة الا هذا الاخير

فليس فيه للعتاء ذكر ولكن فيه ذكر جهات قد علم من مكان آخر انها كانت جهات عطاء فبهذا الطريق تدخل تحت الترجمة والله اعلم (فتح الباری) یعنی مراد یہ ہے کہ ارض خیبر کو فتح کرنے کے بعد یہود سے معاہدہ ہو گیا تھا۔ پہلے وہ سب زمینیں ان ہی کی تھیں۔ بعد میں غلبہ اسلام کے بعد وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہو گئی تھیں۔ اس میں ایک طرح سے ان زمینوں کو بطور بخشش دینا بھی مقصود ہے۔ ترجمۃ الباب سے اسی میں مطابقت ہے۔ اس حدیث سے معاملات کے بہت سے مسائل نکلتے ہیں جن کو حضرت امام نے جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔

باب اگر کھانے کی چیزیں کافروں کے

ملک میں ہاتھ آجائیں

۲۰- بَابُ مَا يُصِيبُ مِنَ الطَّعَامِ فِي

أَرْضِ الْحَرْبِ

الجمهور على جواز اخذ الغنائم من القوت وما يصلح به وكل طعام يعتاد اكله عموماً وكذلك علف الدواب سواء كان قبل القسمة او بعدها باذن الامام وبغير اذنه (فتح الباری) یعنی جہور کا یہی فتویٰ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو غنیمت پانے والے قبل از تقسیم لے اور کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح چارہ ہے، اسے بھی اپنے جانوروں کو اسی طرح کھلا پلا سکتے ہیں۔

(۳۱۵۳) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے سجعہ نے بیان کیا، ان سے حمید بن ہلال نے اور ان سے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم خیبر کے محل کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے ایک کپی بھیجی جس میں چربی بھری ہوئی تھی۔ میں اسے لینے کے لئے لپکا، لیکن مرکز جو دیکھا تو پاس ہی نبی کریم ﷺ موجود تھے۔ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

۳۱۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ، فَوَمَى إِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيهِ شَحْمٌ، فَزَوْتُ لِأَخِيهِ، فَالْتَفَتَ إِذَا النَّبِيُّ ﷺ، فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ)).

[طرفاء فی: ۴۲۲۴، ۵۵۰۸].

میں سے ترجمہ باب نکلا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

(۳۱۵۴) ہم سے مسدد بن مسرہد نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (نبی کریم ﷺ کے زمانے میں) غزووں میں ہمیں شہد اور انگوڑا ملتا تھا، ہم اسے اسی وقت کھا لیتے۔ (تقسیم کے لئے اٹھانے رکھتے) اس حدیث سے یہ نکلا کہ کھانے پینے کی جو چیزیں رکھنے سے خراب ہوتی ہیں تقسیم سے پہلے ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

۳۱۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ((كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْغَسْلَ وَالْعَنْبَ، فَتَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ)).

جیسے ترکاریاں میوے وغیرہ۔

(۳۱۵۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، ان سے شیبانی نے بیان کیا، کہا میں نے ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ جنگ خیبر کے موقع پر فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ آخر جس دن خیبر فتح ہوا تو (مال غنیمت میں) گھریلو گدھے

۳۱۵۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: ((أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِي

بھی ہمیں ملے۔ چنانچہ انہیں ذبح کر کے (پکنا شروع کر دیا گیا) جب ہانڈیوں میں جوش آنے لگا تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ ہانڈیوں کو الٹ دو اور گھریلو گدھے کے گوشت میں سے کچھ نہ کھاؤ۔ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ غالباً آنحضرت ﷺ نے اس لئے روک دیا ہے کہ ابھی تک اس میں سے کھس نہیں نکالا گیا تھا۔ لیکن بعض دوسرے صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے گدھے کا گوشت قطعی طور پر حرام قرار دیا ہے۔ (شیبانی نے بیان کیا کہ) میں نے سعید بن جبیرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اسے قطعی طور پر حرام کر دیا تھا۔

خَبِيرٌ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَبِيرٍ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاَهَا، فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْفَنُوا الْقُدُورَ فَلَا تَطْعَمُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا)). قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ لَأَنَّهَا لَمْ تُخَمَسْ. قَالَ: وَقَالَ آخَرُونَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ. وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ: حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ.

[أطرافه في: ٤٢٢٠، ٤٢٢٢، ٤٢٢٤، ٥٥٢٦].

۵۸- کتاب الجزیۃ والمواذعۃ

کتاب جزیہ وغیرہ کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب جزیہ کا اور کافروں سے ایک مدت تک

لڑائی نہ کرنے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لائے اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو وہ حرام مانتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ دین حق کو انہوں نے قبول کیا (بلکہ اٹھے وہ لوگ تم ہی کو مٹانے اور اسلام کو ختم کرنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گئے)۔ ان لوگوں سے جنہیں کتب دی گئی تھی (مثلاً یہود و نصاریٰ) یہاں تک (مدافعت کرو) کہ وہ تمہارے غلبہ کی وجہ سے جزیہ دینا قبول کر لیں اور وہ تمہارے مقابلہ پر دب گئے ہوں۔“ (صاغرون کے معنی) اذلاء کے ہیں۔ اور ان

۱- باب الجزیۃ والمواذعۃ، مع

أهل الذمۃ والحرب

وقول الله تعالى:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ
صَاغِرُونَ﴾ [التوبة: ٢٩] أذلاء. وَمَا جَاءَ
فِي أَخَذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى
وَالْمَجُوسِ وَالْعَجَمِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ

ابن ابی نجیح : قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَا شَأْنُ أَهْلِ الشَّامِ عَلَيْهِمْ أَرْبَعَةُ دَنَانِيرٍ، وَأَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِينَارٌ؟ قَالَ: جُعِلَ ذَلِكَ مِنْ قَبْلِ الْيَسَارِ.

احادیث کا ذکر جن میں یسود، نصاریٰ، مجوس، اور اہل عجم سے جزیرہ لینے کا بیان ہوا ہے۔ ابن عیینہ نے کہا، ان سے ابن ابی نجیح نے کہا کہ میں نے مجاہد سے پوچھا، اس کی کیا وجہ ہے کہ شام کے اہل کتاب پر چار دینار (جزیرہ) ہے اور یمن کے اہل کتاب پر صرف ایک دینار! تو انہوں نے کہا کہ شام کے کافر زیادہ مالدار ہیں۔

اس کو عبدالرزاق نے وصل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جزیرہ کی کمی بیشی کے لئے امام کو اختیار ہے۔ جزیرہ کے نام سے حقیر سی رقم غیر مسلم رعایا پر اسلامی حکومت کی طرف سے ایک حفاظتی ٹیکس ہے جس کی ادائیگی ان غیر مسلموں کی وفاداری کا نشان ہے اور اسلامی حکومت پر ذمہ داری ہے کہ ان کے مال و جان و مذہب کی پورے طور پر حفاظت کی جائے گی۔ اگر اسلامی حکومت اس بارے میں ناکام رہ جائے تو اسے جزیرہ لینے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ کمالا بخفی۔

(لفظ اذلاء سے آگے بعض نسخوں میں یہ عبارت زائد ہے والمسکنة مصدر المسكين اسکن من فلان احوج منه ولم يذهب الي

السكون)

۳۱۵۶- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ قَالَ: ((كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعَمْرٍو بْنِ أَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بِجَالَةِ سَنَةِ سَبْعِينَ - عَامٍ حَجَّ مُضْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِأَهْلِ الْبَصْرَةِ - عِنْدَ ذَرَجِ زَمْرَمٍ قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِحِزْبِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَخْفَفِ، فَأَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةِ، فَرَفَعُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَخْرَمٍ مِنَ الْمَجُوسِ. وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجَزِيَّةَ مِنَ الْمَجُوسِ)).

۳۱۵۷- حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخَذَ الْجَزِيَّةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ)).

۳۱۵۶) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن دینار سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں جابر بن زید اور عمرو بن اوس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ان دونوں بزرگوں سے بحالہ نے بیان کیا کہ ۷۰ھ میں جس سال مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں کے ساتھ حج کیا تھا۔ زمزم کی میڑھیوں کے پاس انہوں نے بیان کیا تھا کہ میں اخف بن قیس رضی اللہ عنہ کے چچا جزع بن معاویہ کا کاتب تھا۔ تو وفات سے ایک سال پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا کہ جس پارسی نے اپنی محرم عورت کو بیوی بنایا ہو تو ان کو جدا کر دو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پارسیوں سے جزیرہ نہیں لیا تھا۔

۳۱۵۷) لیکن جب عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے پارسیوں سے جزیرہ لیا تھا۔ (تو وہ بھی لینے لگے تھے)

معلوم ہوا کہ پارسیوں کو بھی حکم اہل کتاب کا سا ہے۔ امام شافعی اور عبدالرزاق نے نکالا کہ پارسی اہل کتاب تھے، پھر ان کے سردار نے بدتمیزی کی، اپنی بہن سے محبت کی اور دوسروں کو بھی یہ سمجھایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آدم علیہ السلام اپنی لڑکیوں کا نکاح اپنے لڑکوں سے کر دیتے تھے۔ لوگوں نے اس کا کہنا مانا اور جنہوں نے انکار کیا، ان کو اس نے مار ڈالا۔ آخر ان

کی کتاب مٹ گئی۔ اور مؤطا میں مرفوع حدیث ہے کہ پارسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک کرو۔

(۳۱۵۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے اور انہیں عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی۔ وہ بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ انہوں نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرن جزیرہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرن کے لوگوں سے صلح کی تھی اور ان پر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا تھا۔ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرن کا مال لے کر آئے تو انصار کو معلوم ہو گیا کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگئے ہیں۔ چنانچہ فجر کی نماز سب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھا چکے تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے۔ آنحضرت ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں، یا رسول اللہ! آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تمہیں خوش خبری ہو، اور اس چیز کے لئے تم پر امید رہو۔ جس سے تمہیں خوشی ہوگی، لیکن خدا کی قسم! میں تمہارے بارے میں محتاجی اور فقر سے نہیں ڈرتا۔ مجھے اگر خوف ہے تو اس بات کا کچھ دنیا کے دروازے تم پر اس طرح کھول دیئے جائیں گے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کھول دیئے گئے تھے، تو ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی طرح ایک دوسرے سے جلنے لگو اور یہ جلتا تم کو بھی اسی طرح تباہ کر دے جیسا کہ پہلے لوگوں کو کیا تھا۔

سبحان اللہ! کیا عمدہ نصیحت فرمائی، مسلمانوں کو۔ جتنی دولتیں اور ریاستیں تباہ ہوئیں وہ اسی آپس کے رشک اور حسد اور نا اتفاقی کی

وجہ سے۔ آج بھی عرب ممالک کو دیکھا جا سکتا ہے کہ یہودی ان کی چھاتیوں پر سوار ہیں اور وہ آپس میں لڑا لڑ کر کمزور ہو رہے ہیں۔

(۳۱۵۹) ہم سے فضل بن یعقوب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن جعفر الرقی نے، کہا ہم سے معتمر بن سلیمان نے، کہا ہم سے سعید بن

۳۱۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرُو بْنَ عَوْفٍ الْأَنْصَارِيَّ- وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ شَهِيدًا بِدُرَّا - أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا غُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجَزِيرَتَيْهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالِحَ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو غُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي غُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلَاةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا صَلَّى بِهِمُ الْفَجْرَ انصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَأَوْهُمْ وَقَالَ: ((أَطْنَبَكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ، أَنَّ أَبَا غُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ))، قَالُوا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ((فَأَبْشِرُوا وَأَمْلُوا مَا يَسْرُكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسِطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافُسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكْتَهُمْ)).

۳۱۵۹- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِيُّ قَالَ

عبداللہ ثقفی نے بیان کیا، ان سے بکر بن عبداللہ مزنی اور زیاد بن جبیر ہر دو نے بیان کیا اور ان سے جبیر بن حیہ نے بیان کیا کہ کفار سے جنگ کے لئے عمر رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو (فارس کے) بڑے بڑے شروں کی طرف بھیجا تھا۔ (جب لشکر قادسیہ پہنچا اور لڑائی کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نکلا) تو ہرمزان (شوستر کا حاکم) اسلام لے آیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا، کہ میں تم سے ان (ممالک فارس وغیرہ) پر فوج بھیجنے کے سلسلے میں مشورہ چاہتا ہوں (کہ پہلے ان تین مقاموں فارس، اصفہان اور آذربائیجان میں کہاں سے لڑائی شروع کی جائے) اس نے کہا جی ہاں! اس ملک کی مثال اور اس میں رہنے والے اسلام دشمن باشندوں کی مثال ایک پرندے جیسی ہے جس کا سر بے دو بازو ہیں۔ اگر اس کا ایک بازو توڑ دیا جائے تو وہ اپنے دونوں پاؤں پر ایک بازو اور ایک سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے۔ اگر دو سر بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور سر کے ساتھ کھڑا رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر سر توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو اور سر سب بے کار رہ جاتا ہے۔ پس سر تو کسریٰ ہے، ایک بازو قیصر ہے اور دو سر فارس! اس لئے آپ مسلمانوں کو حکم دے دیں کہ پہلے وہ کسریٰ پر حملہ کریں۔ اور بکر بن عبداللہ اور زیاد بن جبیر دونوں نے بیان کیا کہ ان سے جبیر بن حیہ نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جما کے لئے) بلایا اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا۔ جب ہم دشمن کی سرزمین (نمادند) کے قریب پہنچے تو کسریٰ کا ایک افسر چالیس ہزار کا لشکر ساتھ لئے ہوئے ہمارے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ پھر ایک ترجمان نے آکر کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص (معاملات پر) گفتگو کرے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے (مسلمانوں کی نمائندگی کی اور) فرمایا کہ جو تمہارے مطالبات ہوں، انہیں بیان کرو۔ اس نے پوچھا آخر تم لوگ ہو کون؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم انتہائی بد بختیوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ بھوک کی شدت میں ہم چمڑے، اور گھٹلیاں چوسا کرتے تھے۔ اون اور بال ہماری پوشاک تھی اور پتھروں اور درختوں کی ہم

حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ التَّقِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ خَيْثَةَ قَالَ: ((بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِي أَقْنَاءِ الْأَمْصَارِ يُقَاتِلُونَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَسْلَمَ الْهَرَمُزَانُ، فَقَالَ: إِنِّي مُسْتَشِيرُكَ فِي مَعَارِي هَذِهِ. قَالَ: نَعَمْ، مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِينَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهُ رَأْسٌ وَلَهُ جَنَاحَانِ وَلَهُ رِجْلَانِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتْ الرَّجْلَانِ بِجَنَاحِ وَالرَّأْسِ. فَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْآخِرُ نَهَضَتْ الرَّجْلَانِ وَالرَّأْسُ. وَإِنْ شَدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتْ الرَّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ. فَالرَّأْسُ كِسْرَى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْآخِرُ فَارِسُ. فَمُرِ الْمُسْلِمِينَ فَلْيَنْفِرُوا إِلَى كِسْرَى. وَقَالَ بَكْرٌ وَزِيَادُ جَمِيعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ خَيْثَةَ: قَالَ قَدَبْنَا عُمَرَ. وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانُ بْنُ مَقْرُونٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ الْعَدُوِّ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا غَامِلٌ كِسْرَى فِي أَرْبَعِينَ أَلْفًا، فَقَامَ تَرْجُمَانُ فَقَالَ: لِيَكَلِّمْنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ. فَقَالَ الْمُغِيرَةُ: سَلْ عَمَّا شِئْتَ. قَالَ: مَا أَنْتُمْ؟ قَالَ: نَحْنُ أَنْاسٌ مِنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِي شِقَاءٍ شَدِيدٍ وَبِلَاءٍ شَدِيدٍ. نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوَى مِنَ الْجُوعِ. وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّغَرَ. وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ. فَبَيَّنَّا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ

عبادت کیا کرتے تھے۔ ہماری مصیبتیں اسی طرح قائم تھیں کہ آسمان اور زمین کے رب نے، جس کا ذکر اپنی تمام عظمت و جلال کے ساتھ بلند ہے۔ ہماری طرف ہماری ہی طرح (کے انسانی عادات و خصائص رکھنے والا) ایک نبی بھیجا۔ ہم اس کے باپ اور ماں کو جانتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک جنگ کرتے رہیں۔ جب تک تم صرف اللہ اکیلے کی عبادت نہ کرنے لگو۔ یا پھر اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جزیہ دینا قبول کر لو اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اسلام کے لئے لڑتے ہوئے) جہاد میں ہمارا جو آدمی بھی قتل کیا جائے گا وہ ایسی جنت میں جائے گا، جو اس نے کبھی نہیں دیکھی اور جو لوگ ہم میں سے زندہ باقی رہ جائیں گے وہ (فتح حاصل کر کے) تم پر حاکم بن سکیں گے۔ (مغیرہؓ نے یہ گفتگو تمام کر کے نعمانؓ سے کہا لڑائی شروع کرو)

(۳۱۶۰) نعمانؓ نے کہا تم کو تو اللہ پاک ایسی کئی لڑائیوں میں آخضرت ﷺ کے ساتھ شریک رکھ چکا ہے۔ اور اس نے (لڑائی میں دیر کرنے پر) تم کو نہ شرمندہ کیا نہ ذلیل کیا اور میں تو آخضرتؓ کے ساتھ لڑائی میں موجود تھا۔ آپ کا قاعدہ تھا اگر صبح سویرے لڑائی شروع نہ کرتے اور دن چڑھ جاتا تو اس وقت تک ٹھہرے رہتے کہ سورج ڈھل جائے، ہوائیں چلنے لگیں، نمازوں کا وقت آن پہنچے۔

تشیخ
ہوا یہ کہ لشکر اسلام حضرت عمرؓ کی خلافت میں ایران کی طرف چلا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو یزدگرد بادشاہ ایران نے ایک فوج گراں اس کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ ۱۳ھ میں یہ جنگ واقع ہوئی، جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچا، علیحدہ سدی اور عمرو بن معدیکرب اور ضرار بن خطاب جیسے اسلامی ہمارے شہید ہو گئے۔ بعد میں اللہ پاک نے کافروں پر ایک تیز آمد بھیجی۔ ان کے ڈیرے خیمے سب اکھڑ گئے، ادھر سے مسلمانوں نے حملہ کیا، وہ بھاگے، ان کا نامی گرامی پہلوان رستم ثانی مارا گیا اور مسلمان فوج تعاقب کرتی ہوئی مدائن پہنچی، وہاں کارنیس ہرمزان محصور ہو گیا، آخر اس نے امان چاہی اور خوشی سے مسلمان ہو گیا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ جو فوج کے سردار تھے، انہوں نے ان کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسکی عزت افزائی فرمائی، اسے عقلمند اور صاحب تدبیر پکارا اسکو مشیر خاص بنایا، چنانچہ ہرمزان نے کسریٰ کے بارے میں صحیح مشورہ دیا۔ ہر چند وہ روم کا بادشاہ تھا مگر اس زمانے میں کسریٰ کا مرتبہ سب بادشاہوں سے زیادہ تھا، اس کا تباہ ہونا ایران اور روم دونوں کے زوال کا سبب بنا، کسریٰ کی فوج کا سردار ذوالجناہین نامی سردار تھا، جو خنجر سے گرا اور اسکا پیٹ پھٹ گیا۔ سخت جنگ کے بعد کافروں کو ہزیمت ہوئی، مزید تفصیل آگے

بَعَثَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضَيْنِ -
تَعَالَى ذِكْرُهُ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهُ - إِلَيْنَا نَبِيًّا
مِنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمُّهُ فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا
رَسُولُ رَبِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوا اللَّهَ وَخَدُّهُ. أَوْ
تُؤَدُّوا الْحَرْبَ. وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِهِ رَبِّنَا أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ
مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي نَعِيمٍ لَمْ يَزِ مِنْهَا
قَطْرًا. وَمَنْ بَقِيَ مِنْ مَلَائِكَةِ رَبِّكُمْ)).

[طرفہ فی : ۷۵۳۰]

۳۱۶۰- فَقَالَ النُّعْمَانُ : رَبُّمَا أَشْهَدُكَ
اللَّهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَنْدَمْكَ وَلَمْ
يُحْزِكَ وَلَكِنِّي شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ، كَانَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ
انْتَظَرَ حَتَّى تَهْبُ الْأَرْوَاحُ. وَتَحْضُرَ
الصَّلَوَاتُ))

آئے گی۔

۲- بَابُ إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلَكَ

الْقَرْيَةِ، هَلْ يَكُونُ ذَلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ؟

۳۱۶۱- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: ((غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ تَبُوكَ، وَأَهْدَى مَلَكَ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ ﷺ بَغْلَةَ بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ)).

[راجع: ۱۴۸۱]

باب اگر بستی کے حاکم سے صلح ہو جائے تو بستی والوں سے بھی صلح سمجھی جائے گی

(۳۱۶۱) ہم سے سہل بن بکار نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے عباس ساعدی نے اور ان سے ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ ایلہ کے حاکم (یوحنا بن روبہ) نے آنحضرت ﷺ کو ایک سفید فخر بھیجا اور آپ نے اسے ایک چادر بطور خلعت کے اور ایک تحریر کے ذریعہ اس کے ملک پر اسے ہی حاکم باقی رکھا۔

یہ روایت ابن اسحاق میں یوں ہے کہ جب آپ تبوک کو جا رہے تھے تو یوحنا بن روبہ ایلہ کا حاکم آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے جزیرہ دینا قبول کر لیا، اور آپ نے اس سے صلح کر کے سند امان لکھ کر دے دی، اس سے ترجمہ باب یوں نکلا کہ آپ نے یوحنا سے صلح کی تو سارے ایلہ والے امن اور صلح میں آ گئے۔

۳- بَابُ الْوَصَاةِ بِأَهْلِ ذِمَّةِ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ،

وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ، وَالْإِلُّ الْقَرَابَةُ

باب آنحضرت ﷺ نے جن کافروں کو امان دی (اپنے ذمہ

میں لیا) ان کے امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا

ذمہ کہتے ہیں عہد اور اقرار کو، اور ”ال“ کا لفظ جو قرآن میں آیا ہے اس کے معنی رشتہ داری کے ہیں۔

(۳۱۶۲) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو جہرہ نے بیان کیا، کہا کہ میں نے جویریہ بن قدامہ تمیمی سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمر بن خطابؓ سے سنا تھا، (جب وہ زخمی ہوئے) آپ سے ہم نے عرض کیا تھا کہ ہمیں کوئی وصیت کیجئے! تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عہد کی (جو تم نے ذمیوں سے کیا ہے) وصیت کرتا ہوں (کہ اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنا) کیونکہ وہ تمہارے نبی کا ذمہ ہے اور تمہارے گھر والوں کی روزی ہے (کہ جزیرہ کے روپیہ سے تمہارے بال بچوں کی گزران ہوتی ہے)

۳۱۶۲- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قَدَامَةَ التَّمِيمِيَّ قَالَ: ((سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قُلْنَا أَوْصِنَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: أَوْصِيَكُمْ بِذِمَّةِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ، وَرِزْقُ عِبَائِكُمْ)).

[راجع: ۱۳۹۲]

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ وہ عالی شان وصیت ہے جس پر اسلام ہمیشہ نازاں رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد کا خشاء غیر مسلم اقوام کو مٹانا یا ستانا ہرگز نہیں ہے۔ پھر بھی کچھ متعصب لوگوں نے جہاد کے سلسلہ میں اسلام کو ہدف ملامت بنایا ہے جن کے جواب میں خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب جعزدا انگری ناظم جامعہ سراج العلوم جعزدا انگر نیپال نے ایک تفصیلی مقالہ مرحمت فرمایا ہے۔ جسے ہم مولانا کے شکر یہ کے ساتھ یہاں درج کرتے ہیں۔ جس کے مطالعہ سے ناظرین بخاری شریف کی معلومات میں بیش از بیش اضافہ ہو گا۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں۔

”جہاد کے مفہوم سے بے خبری پر اہل یورپ مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جہاد غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کا نام ہے۔ اگرچہ ان غیر مسلموں نے مسلمانوں پر کوئی زیادتی اور ان کے ساتھ کوئی دشمنی نہ کی ہو، لیکن اہل یورپ سراسر کذب و افتراء سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ ادنیٰ تامل سے یہ اعتراض غلط اور باطل ثابت ہو جاتا ہے۔ سورہ انفال و سورہ بقرہ میں یہ تفصیل موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دین کے اندر زبردستی نہیں ہے۔ اصل میں قرآن کریم میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ جنگ و قتال کی جو آیات ہیں ان سے ناواقفوں کو سرسری مطالعہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ اسلام تمام مذاہب کا دشمن ہے، مگر یہ غلط فہمی ان آیات کے پس منظر سے ناواقفیت کے سبب پیدا ہو گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو اسلام اور مسلمانوں کے معاند اور ان کے دشمن ہیں، دوسرے وہ جن کو مسلمانوں سے کوئی خصامت اور دشمنی نہیں ہے ان دونوں کے لئے احکام جدا جدا ہیں۔

جو غیر مسلم مسلمانوں کے دشمن اور درپے آزار نہیں ہیں ان کا حکم جدا ہے۔ ان کے ساتھ دنیاوی تعلقات اور حسن سلوک کی ممانعت نہیں ہے۔ ارشاد ہے

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلواکم فی الدین ولم یخرجوکم من ديارکم ان تبرھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلواکم فی الدین و اخرجوکم من ديارکم و ظاہروا علی اخرجاکم ان تولوھم و من یتولھم فاولئک ہم الظالمون ط (الممتحنہ ۸۰۹)

”یعنی جو لوگ تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کرتے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ احسان و سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو صرف انہی لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین کے بارے میں تم سے لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں مخالفوں کی مدد کی، جو ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا، وہ ظالموں میں سے ہو گا۔“

اور جو غیر مسلم مسلمانوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کو مٹانے جلانے اور برباد کرنے کے درپے رہتے ہیں ان سے دوستی قطعاً حرام ہے اور ان کے قتل کے جواب میں قتل و قتال کے احکام موجود ہیں۔ لیکن ایسی جنگ میں بھی ظلم و زیادتی کی ممانعت موجود ہے۔

ارشاد ہے۔ ﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يقاتلونکم وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا یحبُ الْمُعْتَدِينَ﴾ اور جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے راستے میں ان سے لڑو، مگر کسی قسم کی زیادتی نہ کرو، اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ حافظ ابن حجرؒ نے جہاد کے متعلق جو تفصیل لکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمن سے جہاد تلوار، اسلحہ کے ذریعہ صرف اسی وقت ضروری ہے جبکہ مسلمانوں پر کفار زیادتی و دشمنی کا حکم کھلا رویہ اختیار کئے ہوئے ہوں۔

امام ابن تیمیہؒ نے ”مجموعہ رسائل تحت قتال الکفار“ میں صراحت کی ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿لَا اکراه فی الدین﴾ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ فلو کان الکافر یقتل حتی یسلم لکان هذا اعظم الاکراه علی الدین پس اگر مسئلہ شرعی یہ ہو کہ جب کافر مسلمان نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے تو مذہب پر جبر و اکراہ کی اس سے بڑی شکل اور کیا ہے؟

اسلام کا مقصد محض کافروں کو قتل کر ڈالنا اور ان کے اموال و جائیداد کو حاصل کر لینا نہیں ہے بلکہ جہاد کا مطلب استیلاء اسلام ہے جو دین حق ہے اور دراصل حقیقتاً دین و دنیا کا اعتدال و توازن اسلام کے نظام میں مضمر ہے۔ اس کو تمام عالم میں عام کرنا مقصود ہے جیسا کہ ارشاد ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا يَفْتَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ لِقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾

اسی معنی میں دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيُكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة: ۱۹۳) یعنی اور ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہ جائے (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) پس اگر وہ باز آجائیں تو پھر زیادتی نہیں کرنا ہے مگر ظالموں پر۔

اگر اسلام کا مقصد محض قتل کفار ہوتا تو پھر عورتوں، بچوں، بوڑھوں، معذوروں، اور گوشہ گیر فقیروں کو قتل کے حکم سے کیوں مستثنیٰ کیا جاتا؟ کیونکہ علت کفر تو سب میں مشترک ہے۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ لَا تَقْتُلُوا ذُرِّيَّةً وَلَا عَسِيفًا وَلَا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً عِنْتًا بِمَنْ يَكُونُ فِي يَدَيْهِمْ مَالٌ وَلَا بَنِيًّا وَلَا كَنُزًا وَلَا بَنِيًّا وَلَا بَنِيًّا وَلَا بَنِيًّا لَا تَقْتُلُوا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ (السياسة الشرعية ص: ۵۱۔ وموطا مع مسوى جلد ثانی ص ۱۳۲)

اسی طرح امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر حضرت اسامہؓ سے فرمایا تھا کہ دیکھو خیانت نہ کرنا، فریب نہ کرنا اور دشمن کا ہاتھ پاؤں مت کاٹنا، چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ اور ان لوگوں کو کچھ نہ کہنا جنہوں نے اپنی زندگی عبادت گاہوں، گرجا گروں میں وقف کر دی ہے۔ (صدیق اکبر مؤلفہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی بحوالہ طبری ص ۳۲۹)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کفر کا اقتدار وجہ فتنہ بن جائے تو فتنہ کو ختم کرنے کے لئے قتل ضروری ہے ورنہ نہیں۔

فرماتے ہیں۔ فمن لم يمنع المسلمين من اقامة الدين الاسلام لم يكن مضرة كفره الا على نفسه (السياسة الشرعية ابن تیمیہ ص: ۵۱) جزئیہ بھی اسلام کے اقتدار و بالادستی کو تسلیم کرنے کی غرض سے ہے، ورنہ محض تحصیل خراج و جزئیہ اسلام کا ہرگز مقصد نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خراسان کے عامل جراح بن عبداللہ کو اس لئے معطل کر دیا کہ انہوں نے جزئیہ کو کم دیکھ کر نو مسلمانوں سے کہا کہ تم لوگ اس لئے اسلام لے آئے ہو کہ جزئیہ سے بچ جاؤ۔ یہ بات حضرت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی، تو عامل کو معزول کرتے ہوئے ایک سنہرا مقولہ تحریر فرمایا کہ ”حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں دعوت حق کے لئے بھیجے گئے تھے۔ آپ خراج و جزئیہ کے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔“ (البدایہ والنہایہ جلد تاسع ص ۱۸۸)

بہر حال اسلام کا مقصد حصول اقتدار و استیلاء صرف اس لئے ہے تاکہ دین و دنیا میں اعتدال و توازن اور امن و امان قائم رہے اور نظام اسلام کے ذریعہ اقوام عالم کو سکون قلب اور امن و استقلال کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع حاصل ہوں۔

۴۔ بَابُ مَا أَقْطَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، وَمَا وَعَدَ مِنْ مَالِ بَيْحَرَيْنِ وَالْجَزْيَةِ وَلِمَنْ يُقَسِّمُ الْفَيْءَ وَالْجَزْيَةُ؟

باب آنحضرت ﷺ کا بحرین سے (مجاہدین کو کچھ معاش) دینا اور بحرین کی آمدنی اور جزئیہ میں سے کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کرنا اس کا بیان اور اس کا کہ جو مال کافروں سے بن لڑے ہاتھ آئے یا جزئیہ وہ کن لوگوں کو تقسیم کیا جائے

۳۱۶۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ

ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان

کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلایا، تاکہ بحرین میں ان کے لئے کچھ زمین لکھ دیں۔ لیکن انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! خدا کی قسم! (ہمیں اسی وقت وہاں زمین عنایت فرمائیے) جب اتنی زمین ہمارے بھائی قریش (مہاجرین) کے لئے بھی آپ لکھیں۔ آپ حضرت ﷺ نے فرمایا۔ جب تک اللہ کو منظور ہے یہ معاش ان کو بھی (یعنی قریش والوں کو) ملتی رہے گی۔ لیکن انصاری بھی اصرار کرتے رہے کہ قریش والوں کے لئے بھی سندیں لکھ دیجئے۔ جب آپ نے انصار سے فرمایا، کہ میرے بعد تم یہ دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، لیکن تم صبر سے کام لینا، تا آنکہ تم آخر میں مجھ سے آکر ملو۔ (جنگ اور فساد نہ کرنا)

(۳۱۶۴) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے روح بن قاسم نے خبر دی، انہیں محمد بن مسکد نے بیان کیا کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر ہمارے پاس بحرین سے روپیہ آیا، تو میں تمہیں اتنا، اتنا (تین لپ) دوں گا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور اس کے بعد بحرین کا روپیہ آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی سے کوئی دینے کا وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا روپیہ ہمارے یہاں آیا تو میں تمہیں اتنا، اتنا اور اتنا دوں گا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اچھا ایک لپ بھرو، میں نے ایک لپ بھری، تو انہوں نے فرمایا، کہ اسے شمار کرو، میں نے شمار کیا تو پانچ سو تھا، پھر انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار عنایت فرمایا۔

حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ: دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالُوا لَا وَاللَّهِ حَتَّى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا، فَقَالَ: ((ذَاكَ لَهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ يَقُولُونَ لَهُ)). قَالَ: فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَمْرًا، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي)).

[راجع: ۲۳۷۶]

۳۱۶۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُكَدَّرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِي: ((لَوْ قَدْ جَاءَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَغْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا)). فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عِدَّةٌ فَلْيَأْتِنِي، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ كَانَ قَالَ لِي: لَوْ قَدْ جَاءَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَأَغْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. فَقَالَ لِي: اخْنُ. فَحَنَوْتُ حَتِيَّةً. فَقَالَ لِي: عُدَّهَا. فَعَدَدْتُهَا، فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ. فَأَغْطَيْتُ أَلْفًا وَخَمْسُمِائَةٍ.

[راجع: ۲۲۹۶]

(۳۱۶۵) اور ابرہیم بن طہمان نے بیان کیا، ان سے عبدالعزیز بن صہیب نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں حمرین سے خراج کا روپیہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں پھیلا دو، حمرین کا وہ مال ان تمام اموال میں سب سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ ﷺ کے یہاں آچکے تھے۔ اتنے میں عباس رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عنایت فرمائیے (میں زیر بار ہوں) کیونکہ میں نے (بدر کے موقع پر) اپنا بھی فدیہ ادا کیا تھا اور عقیل کا بھی! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھالے لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا، (لیکن اٹھ نہ سکا) تو اس میں سے کم کرنے لگے۔ لیکن کم کرنے کے بعد بھی نہ اٹھ سکا تو عرض کیا کہ آنحضورؐ کسی کو حکم دیں کہ اٹھانے میں میری مدد کرے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا، انہوں نے کہا کہ پھر آپ خود ہی اٹھوا دیں۔ فرمایا کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کم کیا، لیکن اس پر بھی نہ اٹھا سکے تو کہا کہ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ اٹھا دے، فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، انہوں نے کہا، پھر آپ ہی اٹھا دیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، کہ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ آخر اس میں سے انہیں پھر کم کرنا پڑا اور تب کہیں جا کے اسے اپنے کاندھے پر اٹھا سکے اور لے کر جانے لگے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت تک انہیں برابر دیکھتے رہے، جب تک وہ ہماری نظروں سے چھپ نہ گئے۔ ان کے حرص پر آپ نے تعجب فرمایا، اور آپ اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھے جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی رہا۔

باب کسی ذمی کا فر کو ناحق مار ڈالنا

کیسا گناہ ہے؟

(۳۱۶۶) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسن بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مجاہد نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن

۳۱۶۵- وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ ((اَتَيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: انْثَرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ، فَكَانَ أَكْثَرُ مَالٍ أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْطِي، إِنِّي قَادَيْتُ نَفْسِي وَقَادَيْتُ عَقِيلًا. فَقَالَ خُذْ. فَحَنَّا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقْلُهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ: مَرُّ بَعْضُهُمْ يَرْفَعُهُ عَلَيَّ، قَالَ: لَا. قَالَ: فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا. فَتَنَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقْلُهُ فَلَمْ يَرْفَعُهُ فَقَالَ: فَمَرُّهُ بَعْضُهُمْ يَرْفَعُهُ عَلَيَّ، قَالَ: لَا. فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا. فَتَنَرَ ثُمَّ اخْتَمَلَهُ عَلَيَّ كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ يُنْفِعُهُ بَصَرُهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دَرَاهِمُ)).

[راجع: ۴۲۱]

۵- بَابُ إِثْمٍ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا بِغَيْرِ

جُرْمٍ

۳۱۶۶- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جاسکتی ہے۔

باب یہودیوں کو عرب کے ملک سے نکال کر باہر کرنا

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) فرمایا کہ میں تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دوں گا جب تک اللہ تم کو یہاں رکھے۔

(۳۱۶۷) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ان کے والد (ابو سعید) نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ہم ابھی مسجد نبوی میں موجود تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا کہ یہودیوں کی طرف چلو۔ چنانچہ ہم روانہ ہوئے اور جب بیت المدراں (یہودیوں کا مدرسہ) پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسلام لاؤ تو سلامتی کے ساتھ رہو گے اور سمجھ لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس ملک سے نکال دوں، پھر تم میں سے اگر کسی کی جائداد کی قیمت آئے تو اسے بیچ ڈالے۔ اگر تم اس پر تیار نہیں ہو، تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول ہی کی ہے۔

عُمَرُو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يُرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنْ رِيحُهَا تَوَجَّدَ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا)). [طرفہ فی : ۶۹۱۴]۔

۶- بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُودِ

مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَقْرَبُكُمْ مَا أَقْرَبُكُمْ اللّٰهَ)).

۳۱۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ))، فَخَرَجْنَا حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمَدْرَاسِ فَقَالَ ((أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَجْلِبَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ يَجِدُ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فَاغْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ)).

[طرفہ فی : ۶۹۴۴، ۷۳۴۸]۔

رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ ہی میں یہودیوں کے اخراج کی نیت کر لی تھی، مگر آپ کی وفات ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان کی مسلسل غداریوں اور سازشوں کی بنا پر ان کو وہاں سے نکال دیا۔

(۳۱۶۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان احوں نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے جمعرات کے دن کا ذکر کرتے ہوئے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ جمعرات کا دن، ہائے! یہ کون سا دن ہے؟ اس کے بعد وہ اتار روئے کہ ان کے آنسوؤں سے

۳۱۶۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَخْوَلِ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: يَوْمَ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمَ الْخَمِيسِ. ثُمَّ بَكَى حَتَّى بَلَ

دَفَعَهُ الْحَصَى. قُلْتُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا
يَوْمَ الْخَيْبِ؟ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ
ﷺ وَجَعُهُ فَقَالَ: ((اَتُونِي بِكَيْفٍ أَكْتُبُ
لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا)).
فَتَنَازَعُوا. وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ.
فَقَالُوا: مَا لَهُ؟ أَهَجَرَ؟ اسْتَفْهَمُوهُ. فَقَالَ:
ذُرُونِي، فَإِلَٰذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَذْغُونِي
إِلَيْهِ. فَأَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرَجُوا
الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَاجْزُوا
الْوَفْدَ بَنَحُوا مَا كُنْتُ أَجِيزُهُمْ، وَالثَّالِثَةَ
خَيْرٌ إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا، وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا
فَنَسِيْنَهَا)) قَالَ سَفِيَانٌ: هَذَا مِنْ قَوْلِ
سُلَيْمَانَ. [راجع: ۱۱۴]

کنکریاں تر ہو گئیں۔ سعید نے کہا میں نے عرض کیا، یا ابو عباس! جحرات کے دن سے کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ اسی دن رسول اللہ ﷺ کی تکلیف (مرض الوفات) میں شدت پیدا ہوئی تھی اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے (لکھنے کا) ایک کاغذ دے دو تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسی کتاب لکھ جاؤں، جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر لوگوں کا اختلاف ہو گیا پھر آنحضرت ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ نبی کی موجودگی میں جھگڑنا غیر مناسب ہے، دوسرے لوگ کہنے لگے، بھلا کیا آنحضرت ﷺ بے کار باتیں فرمائیں گے اچھا، پھر پوچھ لو، یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، کیونکہ اس وقت میں جس عالم میں ہوں، وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے تین باتوں کا حکم فرمایا، کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور وفود کے ساتھ اسی طرح خاطر تواضع کا معاملہ کرنا، جس طرح میں کیا کرتا تھا۔ تیسری بات کچھ بھلی سی تھی، یا تو سعید نے اس کو بیان نہ کیا، یا میں بھول گیا۔ سفیان نے کہا یہ جملہ (تیسری بات کچھ بھلی سی تھی) سلیمان احوال کا کلام ہے۔ اور یہ تھی کہ اسامہ کا لشکر تیار کر دینا، یا نماز کی حفاظت کرنا، یا لونڈی غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

تفسیر | اہجر الہمزۃ للاستفہام الانکاری لان معنی ہجر ہڈی وانما جاء من قائلہ استفہما ما للانکار علی من قال لا تکتبوا ای نترکوا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلوہ کامر من ہجر فی کلامہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یہجر الخ کذا فی الطیبی یعنی یہاں ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہا تھا کہ حضور ﷺ کو اب لکھوانے کی تکلیف نہ دو، ان سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کو ہڈیاں نہیں ہو گیا ہے اس لئے آپؐ کو ہڈیاں والے پر قیاس کر کے ترک نہ کرو۔ آپؐ سے ہڈیاں ہو یہ ناممکن ہے۔ اس سلسلہ کی تفصیلی بحث اسی پارہ میں گزر چکی ہے۔

کتاب کے لکھے جانے پر صحابہ کا اختلاف اس وجہ سے ہوا تھا کہ بعض صحابہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو اس شدت تکلیف میں مزید تکلیف نہ دینی چاہیے۔

بعد میں خود آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ کہ اگر لکھوانا فرض ہوتا تو آپؐ کسی کے کہنے سے یہ فرض ترک نہ کرتے، فقط برائے مصلحت ایک بات ذہن میں آئی تھی، بعد میں آپؐ نے خود اسے ضروری نہیں سمجھا۔ منقول ہے کہ آپؐ خلافت صدیقی کے بارے میں قطعی فیصلہ لکھ کر جانا چاہتے تھے تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو۔ اسی لئے آپؐ نے خود اپنے مرض الموت میں حضرت صدیق اکبرؓ کے حوالے منبر و محراب کو فرما دیا تھا۔

باب اگر کافر مسلمانوں سے دعا کریں تو ان کو معافی دی جا

سکتی ہے یا نہیں؟

(۳۱۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید مقبری نے بیان کیا، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو (یہودیوں کی طرف سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بکری کا یا ایسے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا جس میں زہر تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ جتنے یہودی یہاں موجود ہیں۔ انہیں میرے پاس جمع کرو، چنانچہ وہ سب آ گئے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو، میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔ کیا تم لوگ صحیح صحیح جواب دو گے؟ سب نے کہا جی ہاں، آپ نے دریافت فرمایا، تمہارے باپ کون تھے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تمہارے باپ تو فلاں تھے۔ سب نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر آں حضرت ﷺ نے فرمایا، اگر میں تم سے ایک اور بات پوچھوں تو تم صحیح واقعہ بیان کر دو گے؟ سب نے کہا، جی ہاں، اے ابو القاسم! اور اگر ہم جھوٹ بھی بولیں تو آپ ہمارے جھوٹ کو اسی طرح پکڑ لیں گے جس طرح آپ نے ابھی ہمارے باپ کے بارے میں ہمارے جھوٹ کو پکڑ لیا، حضور اکرم ﷺ نے اس کے بعد دریافت فرمایا کہ دوزخ میں جانے والے کون لوگ ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ کچھ دنوں کے لئے تو ہم اس میں داخل ہو جائیں گے لیکن پھر آپ لوگ ہماری جگہ داخل کر دیئے جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس میں برباد رہو، خدا گواہ ہے کہ ہم تمہاری جگہ اس میں کبھی داخل نہیں کئے جائیں گے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا تم مجھ سے صحیح واقعہ بتا دو گے؟ اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا کہ ہاں! اے ابو القاسم! آنحضرت ﷺ نے دریافت تو کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، آنحضرت نے

۷- بَابُ إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُونَ

بِالْمُسْلِمِينَ هَلْ يُعْفَى عَنْهُمْ؟

۳۱۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمَّا فَتَحَتْ خَيْبَرُ أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آةً فِيهَا سَمٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اجْمَعُوا إِلَيَّ مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ يَهُودٍ))، فَجِئُوا لَهُ، فَقَالَ: ((إِنِّي سَأَلْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ، فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِي عَنْهُ؟)) فَقَالُوا نَعَمْ. قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ أَبُوكُمْ؟)) قَالُوا: فَلَانٌ فَقَالَ: ((كَذَبْتُمْ، بَلْ أَبُوكُمْ فَلَانٌ)) قَالُوا: صَدَقْتَ. قَالَ: ((فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِي عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوا نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَإِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي آيِنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ أَهْلُ النَّارِ؟)) قَالُوا: نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا، ثُمَّ تَخْلَفُونَا فِيهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اخْسَوْا فِيهَا، وَاللَّهِ لَا نَخْلَعُكُمْ فِيهَا أَبَدًا)). ثُمَّ قَالَ: ((هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِي عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ؟)) فَقَالُوا: نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ. قَالَ: ((هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هَذِهِ الْبَشَاةِ سُمًّا)) قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: ((مَا حَمَلَكُمْ عَلَى

ذَلِكَ؟) قَالُوا أَرَدْنَا : إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرْنَجُ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَصُرْكَ)).
[طرفہ فی : ۴۲۴۹، ۵۷۷۷].

دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ آپ جھوٹے ہیں (نبوت میں) تو ہمیں آرام مل جائے گا اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آپ نے اس یہودی عورت زینب بنت حارث نامی کو جس نے زہر ملایا تھا کچھ سزا نہ دی، بلکہ معاف کر دیا، مگر جب بشر بن براء صحابی رضی اللہ عنہ جنہوں نے اس گوشت میں سے کچھ کھالیا تھا، مر گئے تو آپ نے ان کا قصاص لیا، اور اس عورت کو قتل کرا دیا۔

باب وعدے توڑنے والوں کے

حق میں امام کی بددعا

(۳۱۷۰) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ہم سے عاصم احول نے، کہا کہ میں نے انسؓ سے دعاء قنوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہونی چاہئے، میں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب (محمد بن سیرین) تو کہتے ہیں کہ آپ نے کہا تھا کہ رکوع کے بعد ہوتی ہے، انس رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ انہوں نے غلط کہا ہے۔ پھر انہوں نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہینے تک رکوع کے بعد دعاء قنوت کی تھی۔ اور آپ نے اس میں قبیلہ بنو سلیم کے قبیلوں کے حق میں بددعا کی تھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے چالیس یا ستر قرآن کے عالم صحابہ کی ایک جماعت، راوی کو شک تھا، مشرکین کے پاس بھیجی تھی۔ لیکن یہ بنی سلیم کے لوگ (جن کا سردار عامر بن طفیل تھا) ان کے آڑے آئے اور ان کو مار ڈالا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ سے ان کا معاملہ تھا۔ (لیکن انہوں نے وعادی) آنحضرت ﷺ کو کسی معاملہ پر اتنا رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا جتنا ان صحابہ کی شہادت پر آپ رنجیدہ تھے۔

۸ - بَابُ دُعَاءِ الْإِمَامِ عَلَى مَنْ

نَكَثَ عَهْدًا

۳۱۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا قَالَ ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ قَالَ: قَبْلَ الرُّكُوعِ. فَقُلْتُ إِنْ فَلَانًا يَزْعُمُ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ، فَقَالَ: كَذَبَ. ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوعِ يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ: بَعَثَ أَرْبَعِينَ أَوْ سِتِّينَ - يَشْكُ فِيهِ - مِنْ الْفُرَّاءِ إِلَى أَنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَعَرَضَ لَهُمْ هَؤُلَاءِ فَقَتَلُوهُمْ، وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ، فَمَا رَأَيْتُهُ وَجَدَ عَلَى أَحَدٍ مَا وَجَدَ عَلَيْهِمْ)).

[راجع: ۱۰۰۱]

تَشْرِیح

کیونکہ یہ لوگ قاری اور عالم تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو ان سے ہزار ہا لوگوں کو فائدہ پہنچتا۔ اسی لئے ایک سچے عالم کی موت کو عالم جہان کی موت کہا گیا ہے۔

قنوت قبل الركوع اور بعد الركوع کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا استاذ عبد اللہ صاحب مبارک پوری فرماتے ہیں۔

ورواه ابن المنذر عن انس بلفظ ان بعض اصحابه النبي صلى الله عليه وسلم قنوا في صلاة الفجر قبل الركوع وبعضهم بعد الركوع

وهذا كله يدل على اختلاف عمل الصحابة في محل قنوت المكتوبة ففقت بعضهم قبل الركوع وبعضهم بعده واما النبي صلى الله عليه وسلم فلم يثبت عنه القنوت في المكتوبة الا عند النازلة بقت في النازلة الا بعد الركوع هذا ما تحقق لي والله اعلم (مرعاة المفاتيح جلد: ۲ ص: ۳۳۳) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کو ابن منذر نے اس طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ رسول ﷺ فجر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے، بعض رکوع کے بعد پڑھتے اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں میں محل قنوت کے بارے میں صحابہ میں اختلاف تھا اور نبی کریم ﷺ سے فرض نمازوں میں سوائے قنوت نازلہ کے اور کوئی قنوت ثابت نہیں ہوئی، آپ نے صرف قنوت نازلہ پڑھی اور وہ رکوع کے بعد پڑھی ہے میری تحقیق یہی ہے واللہ اعلم۔

امام نووی استحباب القنوت میں فرماتے ہیں ومحل القنوت بعد دفع الراس في الركوع في الركعة الاخيرة یعنی قنوت پڑھنے کا محل آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ حدیث ہذا میں حضرت انسؓ کے بیان متعلق قنوت کا تعلق ان کی اپنی معلومات کی حد تک ہے واللہ اعلم۔

۹- بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ

وَجَوَارِهِنَّ

۳۱۷۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ أَنَّ أَبَا مَرْثَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيَةَ ابْنَةِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيَةَ ابْنَةَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ: ((ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْرُهُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((مَنْ هَذِهِ؟)) فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِيَةَ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: ((مَرْحَبًا يَا هَانِيَةَ))، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّی عَلِيٌّ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجْرْتُهُ، فَلَا أَرَى ابْنَ هُبَيْرَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتَ يَا أُمُّ هَانِيَةَ)) قَالَتْ أُمُّ هَانِيَةَ:

وَذَلِكَ ضَحِي. [راجع: ۲۸۰]

دیں؟

(۳۱۷۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عمر بن عبد اللہ کے غلام ابو النصر نے، انہیں ام ہانی بنت ابی طالب کے غلام ابو مرثہ نے خبر دی، انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ بیان کرتی تھیں کہ فتح مکہ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (مکہ میں) میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا، تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کون صاحبہ ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، آؤ اچھی آئیں، ام ہانی! پھر جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعت چاشت کی نماز پڑھی۔ آپ صرف ایک کپڑا جسم اطہر پر لپیٹے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص کو جسے میں پناہ دے چکی ہوں، قتل کئے بغیر نہیں رہیں گے۔ یہ شخص ہبیرہ کا فلاں لڑکا (جعدہ) ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ام ہانی! جسے تم نے پناہ دے دی، اسے ہماری طرف سے بھی پناہ ہے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ وقت چاشت کا تھا۔

ہبیرہ ام ہانی کے خاوند تھے، جعدہ ان کے بیٹے تھے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت علیؓ اپنے بھانجے کو کیوں مارتے، بعضوں نے کہا

فلاں ابن ہبیرہ سے حارث بن ہشام محرومی مراد ہیں۔ غرض حدیث سے یہ نکلا کہ عورت کا پناہ دینا درست ہے۔ ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے۔ بعضوں نے کہا امام کو اختیار ہے۔ چاہے اس امان کو منظور کرے چاہے نہ کرے۔

۱۰۔ بَابُ ذِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ

وَجَوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ، يَسْمَى بِهَا أَذْنَاهُمْ

۳۱۷۲- حَدَّثَنِي قَالَ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((حَطَبْنَا عَلِيًّا فَقَالَ: مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرُؤُهُ إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، فَقَالَ: فِيهَا الْجَرَاحَاتُ، وَأَسْنَانُ الْإِبِلِ، وَالْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَمْرِ إِلَى كَذَا، فَمَنْ أَخَذَتْ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيهَا مُحَدِّثًا فَلَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَمَنْ تَوَلَّى غَيْرَ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذَلِكَ. وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَلَعْنَةُ اللَّهِ مِثْلُ ذَلِكَ)).

[راجع: ۱۱۱]

پناہ دے تو سب مسلمانوں کو قبول کرنا چاہئے (۳۱۷۲) مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو وکیع نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم تمیمی نے، ان سے ان کے باپ (یزید بن شریک تمیمی) نے بیان کیا کہ علیؑ ہجرت نے ہمارے سامنے خطبہ دیا، جس میں فرمایا کہ کتاب اللہ اور اس ورق میں جو کچھ ہے، اس کے سوا اور کوئی کتاب (احکام شریعت کی) ایسی ہمارے پاس نہیں جسے ہم پڑھتے ہوں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس میں زخموں کے قصاص کے احکام ہیں اور دیت میں دیئے جانے والے کی عمر کے احکام ہیں اور یہ کہ مدینہ حرم ہے میری پہاڑی سے فلاں (احد پہاڑی) تک۔ اس لئے جس شخص نے کوئی نئی بات (شریعت کے اندر داخل کی) یا کسی ایسے شخص کو پناہ دی تو اس پر اللہ، ملائکہ اور انسان سب کی لعنت ہے، نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل۔ اور یہ بیان ہے جو لونڈی غلام اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کو مالک بنائے اس پر بھی اس طرح (لعنت) ہے۔ اور مسلمان مسلمان سب برابر ہیں ہر ایک کا ذمہ یکساں ہے۔ پس جس شخص نے کسی مسلمان کی پناہ میں (جو کسی کافر کو دی گئی ہو) دخل اندازی کی تو اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ بھی اسی مروجہ قرآن مجید کو پڑھتے تھے، سورتوں کی کچھ تقدیم و تاخیر اور بات ہے۔ اب جو کوئی یہ سمجھے کہ حضرت علیؑ یا دوسرے اہل بیت کے پاس کوئی اور قرآن تھا جو کامل تھا اور مروجہ قرآن مجید ناقص ہے، اس پر بھی اللہ اور فرشتوں اور سارے انبیاء کرام کی طرف سے پھٹکار اور لعنت ہے۔

۱۱۔ بَابُ إِذَا قَالُوا صَبَّأْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوا أَسْلَمْنَا

باب اگر کافر لڑائی کے وقت گھبرا کر اچھی طرح یوں نہ کہہ سکیں ہم مسلمان ہوئے اور یوں کہنے لگیں ہم نے دین بدل دیا، دین بدل دیا تو کیا حکم ہے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: ((فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ،

عبداللہ بن عمرؓ نے کہا خالد بن ولیدؓ نے (بنی ہبہ کی جنگ

میں) کافروں کو مارنا شروع کر دیا، حالانکہ وہ کہتے جاتے تھے۔ ہم نے دین بدل دیا، ہم نے دین بدل دیا، آنحضرت ﷺ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا، یا اللہ!! میں تو خالد کے کام سے بیزار ہوں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کہا (کسی فارسی آدمی سے) کہا کہ مترس (مت ڈرو) تو گویا اس نے اسے امان دے دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام زبانوں کو جانتا ہے اور حضرت عمرؓ نے (ہرمزان سے) کہا (جب اسے مسلمان گرفتار کر کے لائے) کہ جو کچھ کہتا ہو کو ڈرو مت۔

”صابی“ کے معنی اپنے پرانے دین سے نکل جانا، مطلب یہ ہے کہ غیر مسلم اسلام میں داخل ہونے کے لئے صرف یہ کہہ کہ میں نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا، کیونکہ اسے اسلام کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں، اس لئے وہ اتنا نہیں کہہ سکا کہ میں اسلام لایا، تو کیا اسے مسلمان سمجھ لیا جائے گا۔ جبکہ قرینہ بھی موجود ہو کہ اس کی مراد اسلام میں داخل ہونے سے ہی ہے، تو اسے اسلام میں داخل ہی مانا جائے گا۔ مشرکین کا قبیلہ یہ کہنا نہیں جانتا تھا کہ ہم اسلام لائے، اس لئے اس نے صرف یہی کہا کہ ہم صابی ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان کے اس لفظ کو دخول اسلام کے بارے میں نہیں سمجھا، اس لئے آپ نے ان کو قتل کیا جیسا کہ شارحین بخاری لکھتے ہیں۔

فجعل خالد ای طفف خالد بن الولید یقتل من کان یقول صبابا حیث ظن ان لفظة صبابا عند العجوز عن التلطف باسلمنا لا یکفی فی الاخبار عن الاسلام بل لابد من التصریح بالاسلام فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انی بری مما صنع خالد ولم اکن راضیا بقتلهم کذا فی الکروانی والخیر الجاری الخ یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے لفظ صبابا کو دخول اسلام کے لئے کافی نہیں جانا، بلکہ ان کے خیال میں ”اسلمنا“ کہنا ضروری تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خالد کی اس حرکت قتل سے راضی نہیں ہوں۔ معلوم ہوا کہ کوئی ناواقف آدمی کسی اشارہ کنایہ سے بھی اسلام قبول کر لے، تو اس کا اسلام صحیح تصور کیا جائے گا۔ اس بارے میں نص قرآنی موجود ہے۔ ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء: ۹۳) یعنی جو تم کو اسلامی ناطے کے طور پر اسلام علیکم کہے، تم ان کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اسلام ظاہری کا نام ہے جو ظاہر میں اسلام کا دم بھرے اور کلمہ توحید پڑھے اسے ظاہری حیثیت میں مسلمان ہی کہیں گے۔ رہا باطن کا معاملہ وہ اللہ کے حوالہ ہے۔

۱۲- بَابُ الْمَوَادِعَةِ وَالْمَصَالِحَةِ

مَعَ الْمُشْرِكِينَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهِ،

وَأَمَّا مَنْ لَمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

وَقَوْلِهِ : ﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ

لَهَا﴾ [الأنفال : ۶۱] الْآيَةَ.

۳۱۷۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرٌ

هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ

باب مشرکوں سے مال وغیرہ پر

صلح کرنا، لڑائی چھوڑ دینا،

اور جو کوئی عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ

اور (سورۃ انفال میں) اللہ کا یہ فرمانا کہ ”اگر کافر صلح کی طرف جھکیں تو

تو بھی صلح کی طرف جھک جا“ اخیر آیت تک

(۳۱۷۳) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے بشر بن

مفضل نے، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے بشیر بن یسار

نے اور ان سے سل بن ابی حشم نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن سل اور محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیر گئے۔ ان دونوں (خبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی) صلح تھی۔ پھر دونوں حضرات (خبر پہنچ کر اپنے اپنے کاموں کے لئے) جدا ہو گئے۔ اس کے بعد محیصہؓ عبد اللہ بن سلؓ کے پاس آئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خون میں لوٹ رہے ہیں۔ کسی نے ان کو قتل کر ڈالا، خیر محیصہؓ نے عبد اللہؓ کو دفن کر دیا۔ پھر مدینہ آئے، اس کے بعد عبد الرحمن بن سل (عبد اللہؓ کے بھائی) اور مسعود کے دونوں صاحبزادے محیصہ اور حویصہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفتگو عبد الرحمن بن سلؓ نے شروع کی، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ جو تم لوگوں میں عمر میں بڑے ہوں وہ بات کریں۔ عبد الرحمن بن سلؓ سب سے کم عمر تھے، وہ چپ ہو گئے۔ اور محیصہ اور حویصہ نے بات شروع کی۔ آپ نے دریافت فرمایا، کیا تم لوگ اس پر قسم کھا سکتے ہو، کہ جس شخص کو تم قاتل کہہ رہے ہو اس پر تمہارا حق ثابت ہو سکے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ایک ایسے معاملے میں کس طرح قسم کھا سکتے ہیں جس کو ہم نے خود آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا یہود تمہارے دعوے سے اپنی برأت اپنی طرف سے پچاس قسمیں کھا کر کے کر دیں؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ کفار کی قسموں کا ہم کس طرح اعتبار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خود اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی۔

ترجمہ باب اس سے نکلا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے پاس سے دیت ادا کر کے خبر کے یہودیوں سے صلح قائم رکھی، باب کا یہ ترجمہ جو کوئی عمد کو پورا نہ کرے اس کا گناہ حدیث سے نہیں نکلتا۔ شاید حضرت امام بخاریؒ کو اس باب میں کوئی حدیث لکھنی منظور تھی مگر اتفاق نہ ہوا یا اس مضمون کی حدیث ان کو ان کی شرط کے مطابق نہ ملی۔ قاتل پر حق ثابت ہونے سے مقتل کے آدمیوں کو دیت دینی ہوگی۔ وہ قاتل اگر قتل کا اقرار کر لے تو قصاص بھی لیا جاسکتا ہے یہ قسامت کی صورت ہے۔ اس میں مدعی سے پچاس قسمیں لی جاتی ہیں کہ میرا گمان فلاں شخص پر ہے کہ اسی نے مارا ہے۔

اس سے آنحضرت ﷺ کی صلح جوئی، امن پسند پالیسی، فراخ دلی بھی ثابت ہوئی، باوجودیکہ مقتل ایک مسلمان تھا جو یہود کے ماحول میں قتل ہوا، مگر آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کی اس حرکت کو نظر انداز فرما دیا، تاکہ امن کی فضا قائم رہے۔ اور کوئی طویل فساد نہ کھڑا ہو جائے، آپ نے مسلمان مقتل کے وارثوں کو خود بیت المال سے دیت ادا فرما دی، ایسے واقعات سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہئے جو اسلام کو بزور تلوار پھیلانے کا غلط پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ مذاہب کی دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو نئی نوع انسان کو

بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَضَمَةَ قَالَ: انْطَلَقَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحِيصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ بْنُ زَيْدٍ إِلَى خَيْبَرٍ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ صَلَاحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتَى مُحِيصَةُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَهْلٍ وَهُوَ يَتَسَحَّطُ فِي دَمِهِ قَتِيلًا، فَذَفَفَهُ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَاَنْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحِيصَةُ وَحَوِيصَةُ ابْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ: ((كَبُرَ كَبْرٌ)) - وَهُوَ أَخَذَ الْقَوْمَ - فَسَكَتَ، فَتَكَلَّمَا، فَقَالَ: ((أَتَخْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ)) - أَوْ صَاحِبَكُمْ - قَالُوا: وَكَيْفَ نَخْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَر؟ قَالَ: ((فَبِرْئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ)). فَقَالُوا: كَيْفَ نَأْخُذُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ؟ فَعَقَّلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَيْنِهِ))

[راجع: ۲۷۰۲]

زیادہ سے زیادہ امن دینے کا حامی ہے۔

۱۳- بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

۳۱۷۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ ((أَنَّ هِرْقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا تِجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي مَادَّ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا سُفْيَانَ فِي كُفَّارٍ قُرَيْشٍ)). [راجع: ۷]

باب عہد پورا کرنے کی فضیلت
(۳۱۷۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی، اور انہیں ابو سفیان بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل (فرمانروائے روم) نے انہیں قریش کے قافلے کے ساتھ بلا بھیجا، (یہ لوگ شام اس زمانے میں تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے۔) جب آنحضرت ﷺ نے ابو سفیان سے (صلح حدیبیہ میں) قریش کے کافروں کے مقدمہ میں صلح کی تھی۔

یعنی صلح حدیبیہ جو ۶ھ میں ہوئی، یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ ہرقل نے کہا کہ پیغمبر دعا یعنی عہد شکنی نہیں کرتے، اسی سے امام بخاری نے باب کا مطلب نکالا کہ عہد کا پورا کرنا انبیاء کی خصلت ہے جو بڑی فضیلت رکھتی ہے اور عہد توڑنا دعا بازی کرنا ہر شریعت میں منع ہے۔

۱۴- بَابُ هَلْ يُعْفَى عَنِ الذَّمِّ إِذَا

سَحَرَ؟

وَقَالَ ابْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ: ((عَنْ ابْنِ شِهَابٍ سِئْلَ: أَعْلَى مَنْ سَحَرَ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ؟ قَالَ: بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذَلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مِنْ صَنَعِهِ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ)).

باب اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا تو کیا اسے معاف کیا جا سکتا ہے؟

ابن وہب نے بیان کیا، انہیں یونس نے خبر دی کہ ابن شہاب سے کسی نے پوچھا، کیا اگر کسی ذمی نے کسی پر جادو کر دیا تو اسے قتل کر دیا جائے؟ انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث ہم تک پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کی وجہ سے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کروایا تھا اور آپ پر جادو کرنے والا اہل کتاب میں سے تھا۔

ظاہر ابن شہاب کی دلیل پوری نہیں ہوتی، کیونکہ آنحضرت ﷺ اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔ دوسرے اس کے جادو سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، صرف ذرا تحیل پیدا ہو گیا تھا، کہ آپ کوئی کام نہ کرتے اور خیال آتا کہ کر چکے ہیں۔ اللہ نے اس کی بھی خبر دے کر یہ آفت آپ کے اوپر سے دور کر دی، آپ نے اس جادوگر کو قتل نہیں کرایا، بلکہ معاف فرما دیا۔ اسی سے باب کا مضمون ثابت ہوتا ہے۔

۳۱۷۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ

حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ:

(۳۱۷۵) مجھ سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا

اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کر دیا گیا تھا۔ تو بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ سمجھتے کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا۔

حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَرَ حَتَّى كَانَ يُخِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ صَنَعَ شَيْئًا وَلَمْ يَصْنَعْهُ)). [أطرافه في: ٢٢٦٨، ٥٧٦٣، ٥٧٦٥، ٥٧٦٦، ٦٠٦٣، ٦٣٩١].

۱۵- بَابُ مَا يُخَذَرُ مِنَ الْغَدْرِ

وَقَوْلِهِ تَعَالَى:

﴿وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنْ حَسِبْتَكَ اللَّهُ﴾ الآية [الأنفال: ٦٢]

۳۱۷۶- حَدَّثَنِي الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَعْلَاءِ بْنُ زَبْرِ قَالَ: سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا إِدْرِيسَ قَالَ: سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ - وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمَ - فَقَالَ: ((اغْذُ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِي، ثُمَّ لَفْحُ نَبْتِ الْمَقْدِسِ، ثُمَّ مَوْتَانِ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقَعَاصِ الْغَنَمِ، ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتَّى يَعْطِيَ الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظْلُ سَاخِطًا، ثُمَّ لِسَنَةٌ لَا يَنْقَى مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ، ثُمَّ هَذَنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْغَرِ فَيَغْدِرُونَ، فَيَاثُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَابَةً، تَحْتَ كُلِّ غَابَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا)).

باب دغا بازی کرنا کیسا گناہ ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

”اور اگر یہ کافر لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں (اے نبی!) تو اللہ آپ کے لئے کافی ہے۔“ آخر آیت تک۔

(۳۱۷۶) مجھ سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید بن مسلم نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن علاء بن زبیر نے بیان کیا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بسر بن عبد اللہ سے سنا، انہوں نے ابو ادریس سے سنا، کہا کہ میں نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا، کہ قیام قیامت کی چھ نشانیاں شمار کر لو، میری موت، پھر بیت المقدس کی فتح، پھر ایک وبا جو تم میں شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں طاعون پھیل جاتا ہے۔ پھر مال کی کثرت اس درجہ میں ہوگی کہ ایک شخص سودینار بھی اگر کسی کو دے گا تو اس پر بھی وہ ناراض ہوگا۔ پھر فتنہ اتنا تباہ کن عام ہوگا کہ عرب کا کوئی گھریقی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آگیا ہوگا۔ پھر صلح جو تمہارے اور بنی الاصفہر (انصارائے روم) کے درمیان ہوگی، لیکن وہ دغا کریں گے اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی۔ (یعنی نولاکھ ساٹھ ہزار فوج سے وہ تم پر حملہ آور ہوں گے)

پہلی دوسری نشانی تو ہو چکی ہے۔ تیسری کہتے ہیں وہ بھی ہو چکی ہے یعنی طاعون عمواس جو حضرت عمرؓ کی خلافت میں آیا تھا۔ جس میں ہزاروں مسلمان مر گئے تھے۔ چوتھی نشانی بھی ہو چکی، مسلمان روم اور ایران کی فتح سے بے حد مالدار ہو گئے تھے۔ پانچویں نشانی کہتے ہیں ہو چکی جس سے بنو امیہ کا فتنہ مراد ہے۔ چھٹی نشانی قیامت کے قریب ہوگی، اس حدیث سے امام بخاریؒ نے یہ

نکالا کہ دعا بازی کرنا کافروں کا کام ہے اور یہ بھی قیامت کی ایک نشانی ہے کہ دعا بازی عام ہو جائے گی۔

باب ۱۶- بَابُ كَيْفٍ يُنْبَذُ إِلَى أَهْلِ الْعَهْدِ؟

اور اللہ پاک نے سورہ انفال میں فرمایا کہ ”اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے دعا بازی کا ڈر ہو تو آپ ان کا عہد معقول طور سے ان کو واپس کر دیں آخر آیت تک۔

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَإِنَّمَا تَسَاقَتُ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ﴾ الْآيَةُ [الأنفال : ۵۸]

معقول طریقہ یہ ہے کہ ان کو کھلا بھیجے، بھائی ہمارا تمہارا دوستی کا عہد ٹوٹ گیا، یہ نہیں کہ دفعتاً ان پر حملہ کر بیٹھے۔

(۳۱۷۷) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں حمید بن عبد الرحمن نے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (جنتہ الوداع سے پہلے والے حج کے موقع پر) دسویں ذی الحجہ کے دن بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھے بھی منیٰ میں یہ اعلان کرنے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر نہ کرے اور حج اکبر کا دن دسویں تاریخ ذی الحجہ کا دن ہے۔ اسے حج اکبر اس لئے کہا گیا کہ لوگ (عمروہ کو) حج اصغر کہنے لگے تھے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سال مشرکوں سے جو عہد لیا تھا اسے واپس کر دیا، اور دوسرے سال جنتہ الوداع میں جب آنحضرت ﷺ نے حج کیا تو کوئی مشرک شریک نہیں ہوا۔

۳۱۷۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِيمَنْ يُؤْذَنُ يَوْمَ النُّحْرِ بِمَنِيٍّ: لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ غُرْيَانًا. وَيَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ يَوْمَ النُّحْرِ، وَإِنَّمَا قِيلَ: ((الْحَجُّ الْأَكْبَرُ)) مِنْ أَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ ((الْحَجُّ الْأَصْغَرُ)) فَنَبَذَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى النَّاسِ فِي ذَلِكَ الْعَامِ، فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِي حَجَّ فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ مُشْرِكًا)).

[راجع : ۳۶۹]

معلوم ہوا کہ حج اکبر حج ہی کا نام ہے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حج اکبر وہ حج ہے جس میں عرفہ کا دن جمعہ کو پڑے، اس بارے میں کوئی صحیح ثبوت نہیں ہے۔

باب ۱۷- بَابُ إِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَتْ ثُمَّ عَدَوْا

اور سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ”وہ لوگ (یہود) آپ جن سے معاہدہ کرتے ہیں، اور پھر ہر مرتبہ وہ دعا بازی کرتے ہیں، اور وہ باز نہیں آتے۔“

۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

(۳۱۷۸) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے عبد اللہ بن مرہ نے، ان سے مسروق نے، ان سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم

۳۱۷۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

ﷺ نے فرمایا، چار عادتیں ایسی ہیں کہ اگر یہ چاروں کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ پکا منافق ہے۔ وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے۔ اور جب معاملہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور جب کسی سے لڑے تو گلی گلوچ پر اتر آئے۔ اور اگر کسی شخص کے اندر ان چاروں عادتوں میں سے ایک ہی عادت ہے، تو اس کے اندر نفاق کی ایک عادت ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔

عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((أَرْبَعٌ خِلَالٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَتْ مُنَافِقًا خَالِصًا: مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَذْغَبَهَا)). [راجع: ۳۴]

مقصود یہ ہے کہ وعدہ خلافی کرنا مسلمان کی شان نہیں ہے۔ وہ وعدہ خواہ کافروں ہی سے کیوں نہ کیا گیا ہو، پھر جو وعدہ اغیار سے سیاسی سطح پر کیا جائے اس کی اور بھی اونچی حیثیت ہے، اسے پورا کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے صلح حدیبیہ کو پورے طور پر نبھایا، حالانکہ اس میں قریش کی کئی شرطیں سراسر ناممکن تھیں، مگر الکریم اذا وعد ولى مشہور مقولہ ہے۔

(۳۱۷۹) - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا الْقُرْآنَ، وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ غَابِرٍ إِلَى كَذَا، فَمَنْ أَخَذَتْ حَدَّثًا أَوْ آوَى مُجِدِّنًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ عَذْلٌ وَلَا صَرْفٌ. وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْتَعِي بِهَا أَذْنَاؤُهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَذْلٌ. وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بَغِيرَ إِذْنِ مَوْلَانِهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَذْلٌ)). [راجع: ۱۱۱]

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں اعمش نے، انہیں ابراہیم تیمی نے، انہیں ان کے باپ (یزید بن شریک تیمی) نے اور ان سے علی بن ابی طالب نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے بس یہی قرآن مجید لکھا اور جو کچھ اس ورق میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مدینہ عازر پہاڑی اور فلاں (کدئی) پہاڑی کے درمیان تک حرم ہے۔ پس جس نے یہاں (دین میں) کوئی نئی چیز داخل کی یا کسی ایسے شخص کو اس کے حدود میں پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انسان سب کی لعنت ہوگی۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول اور نہ نفل قبول ہوگا۔ اور مسلمان مسلمان پناہ دینے میں سب برابر ہیں۔ معمولی سے معمولی مسلمان (عورت یا غلام) کسی کافر کو پناہ دے سکتے ہیں۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑ ڈالے اس پر اللہ اور ملائکہ اور انسان سب کی لعنت ہوگی، نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفل! اور جس غلام یا لونڈی نے اپنے آقا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو اپنا مالک بنالیا، تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور انسان سب کی لعنت ہوگی، نہ اس کی کوئی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل!

(۳۱۸۰) ابو موسیٰ (محمد بن ثقی) نے بیان کیا کہ ہم سے ہاشم بن قاسم

۳۱۸۰ - قَالَ أَبُو مُوسَى: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ

نے بیان کیا، ان سے اسحاق بن سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد سعید بن عمرو نے، ان سے ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب (جزیہ اور خراج میں سے) نہ تمہیں درہم ملے گا اور نہ دینار! اس پر کسی نے کہا۔ کہ جناب ابو ہریرہؓ تم کیسے سمجھتے ہو کہ ایسا ہو گا؟ ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ یہ صادق و مصدوق ﷺ کا فرمان ہے۔ لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ کیسے ہو جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا، جب کہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد (اسلامی حکومت غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بارے میں) توڑا جائے لگے، تو اللہ تعالیٰ بھی ذمیوں کے دلوں کو سخت کر دے گا۔ اور وہ جزیہ دینا بند کر دیں گے۔ (بلکہ لڑنے کو مستعد ہوں گے)

یہاں بھی مقصود باب اس سے حاصل ہوا کہ جب مسلمان ذمی لوگوں سے معاہدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کریں گے اور ذمیوں کو ستانے لگیں گے، تو اللہ پاک ذمیوں کو سخت دل بنا دے گا اور وہ جزیہ بند کر دیں گے۔ معلوم ہوا کہ غیروں سے جو بھی صلح امن کا معاہدہ کیا جائے، آخر وقت تک اس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

باب

۱۸- باب

(۳۱۸۱) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو ابو حمزہ نے خبر دی، کہا کہ میں نے اعمش سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا، کیا آپ صفین کی جنگ میں موجود تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ہاں (میں تھا) اور میں نے سل بن حنیفؓ کو یہ کہتے سنا تھا کہ تم لوگ خود اپنی رائے کو غلط سمجھو، جو آپس میں لڑتے مرتے ہو۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا جس دن ابو جندل آیا۔ (یعنی حدیبیہ کے دن) اگر میں آنحضرت ﷺ کا حکم پھیر سکتا تو اس دن پھیر دیتا اور ہم نے جب کسی مصیبت میں ڈر کر تلواریں اپنے کندھوں پر رکھیں تو وہ مصیبت آسان ہو گئی۔ ہم کو اس کا انجام معلوم ہو گیا۔ مگر یہی ایک لڑائی ہے۔ (جو سخت مشکل ہے اس کا انجام بہتر نہیں معلوم ہوتا)

(۳۱۸۲) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے، ان سے یزید بن عبد العزیز نے، ان سے ان کے باپ عبد العزیز

بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا؟ فَقِيلَ لَهُ: وَكَيْفَ تَرَى ذَلِكَ كَانَنَا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: إِنِّي وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ، عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ قَالُوا: عَمَّ ذَلِكَ؟ قَالَ: تَنْتَهَكَ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ ﷺ، فَيَشُدُّ اللَّهُ غُرُوجَ قُلُوبِ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُونَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ)).

۳۱۸۱- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ قَالَ: ((سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ: شَهِدْتَ صَفِينَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حَنِيفٍ يَقُولُ: إِنَّهُمُوا رَأَيْكُمْ، رَأَيْتَنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ أَمْرَ النَّبِيِّ ﷺ لَرَدَدْتُهُ، وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرِ يُفْطِنُنَا إِلَّا أَسْهَلُنَا بِنَا إِلَى أَمْرِ نَعْرِفُهُ غَيْرَ أَمْرِنَا هَذَا)). [أطرافه في: ۳۱۸۲، ۴۱۸۹، ۴۸۴۴، ۷۳۰۸].

۳۱۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ

بن سیاہ نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو وائل نے بیان کیا کہ ہم مقام صفین میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ پھر سہل بن حنیفؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تم خود اپنی رائے کو غلط سمجھو۔ ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اگر ہمیں لڑنا ہوتا تو اس وقت ضرور لڑتے۔ عمرؓ اس موقع پر آئے (یعنی حدیبیہ میں) اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! عمرؓ نے کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں! پھر عمرؓ نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کیوں دہیں؟ کیا ہم (مدینہ) واپس چلے جائیں گے، اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابن خطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی برباد نہیں کرے گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے وہی سوالات کئے، جو نبی کریم ﷺ سے ابھی کر چکے تھے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ انہیں کبھی برباد نہیں ہونے دے گا۔ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اسے آخر تک پڑھ کر سنایا، تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیا یہی فتح ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! بلاشبک یہی فتح ہے۔

تفسیر حضرت سہل بن حنیفؓ لڑائی میں کسی طرف بھی شریک نہیں تھے۔ اس لئے دونوں گروہ ان کو الزام دے رہے تھے۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں مسلمانوں سے لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ تو خود تمہاری غلطی ہے کہ اپنی ہی تلوار سے اپنے ہی بھائیوں کو قتل کر رہے ہو۔ بہت سے دوسرے صحابہ بھی حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے جھگڑے میں شریک نہیں تھے۔ حضرت سہلؓ کا مطلب یہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ نے کافروں کے مقابلہ میں جنگ میں جلدی نہ کی اور ان سے صلح کر لی تو تم مسلمانوں سے لڑنے کے لئے کیوں پلے پڑے ہو۔ خوب سوچ لو کہ یہ جنگ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا انجام کیا ہو گا۔ جنگ صفین جب ہوئی تو تمام جہل کے کافروں نے یہ خبر سن کر شادیانے بجائے کہ اب مسلمانوں کا زور آپس ہی میں ختم ہوئے گا۔ ہم سب بال بال بچے رہیں گے۔

آج بھی یہی حال ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی مذہبی باہمی اتنی لڑائیاں ہیں کہ آج کے دشمنان اسلام دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال بد نہ ہوتا تو ان کا قبلہ اول مغضوب قوم یہود کے ہاتھ نہ جاتا۔ عرب اقوام مسلمین کی خانہ جنگی نے آج امت کو

عَنْدِ الْغَزِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو وَائِلٍ قَالَ: ((كُنَّا بِصَفِينٍ، فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهَمُوا أَنْفُسَكُمْ، فَإِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا، فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ فَقَالَ: ((بَلَى)). فَقَالَ: أَلَيْسَ قِتَالَنَا فِي الْجَنَّةِ وَقِتَالُهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ: ((بَلَى)). قَالَ: فَعَلَى مَا نُعْطِي الدِّيَّةَ فِي دِينِنَا؟ أُنْزِجُ وَلَمَّا يَحْكُمُ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ؟ فَقَالَ: ((يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللَّهُ أَبَدًا)). فَأَنْطَلَقَ عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ، وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللَّهُ أَبَدًا. فَتَرَكْتُ سُورَةَ الْفَتْحِ، فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عُمَرَ إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ فَتَحَ هُوَ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)). [راجع: ۳۱۸۱]

یہ روز بد بھی دکھلایا کہ یہودی آج مسلمانوں کے سر پر سوار ہو رہے ہیں۔

سل کی حدیث کی مطابقت باب سے یوں ہے کہ جب قریش نے عہد شکنی کی تو اللہ نے ان کو سزا دی اور مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا۔ سل بن حنیفؓ نے جنگ صفین کے موقع پر جو کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے مسلمانوں کی بڑی توہین کی تھی پھر بھی آنحضرت ﷺ نے ان سے لڑنا مناسب نہ جانا اور ہم آپ کے حکم کے تابع رہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں پر ہاتھ اٹھانے سے منع کیا ہے۔ میں کیونکر مسلمانوں کو ماروں، یہ سلؓ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ صفین میں مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ صفین نامی دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ جہاں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

(۳۱۸۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قریش سے جس زمانہ میں رسول کریم ﷺ نے (حدیبیہ کی) صلح کی تھی، اسی مدت میں میری والدہ (قتیلہ) اپنے باپ (حارث بن مدرک) کو ساتھ لے کر میرے پاس آئیں، وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ (عروہ نے بیان کیا کہ) حضرت اسماءؓ نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور مجھ سے رغبت کے ساتھ ملنا چاہتی ہیں، تو کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! ان کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

باب سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ ان کی والدہ بھی قریش کے کافروں میں شامل تھیں اور چونکہ ان سے آنحضرت ﷺ سے صلح تھی، اس لئے رسول کریم ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اجازت دی کہ اپنی والدہ سے اچھا سلوک کریں۔

باب تین دن یا ایک معین مدت کے لئے صلح کرنا

(۳۱۸۴) ہم سے احمد بن عثمان بن حکیم نے بیان کیا، کہا ہم سے شرح بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے بیان کیا، کہا مجھ سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب عمرہ کرنا چاہا تو آپ نے مکہ میں داخلہ کے لئے مکہ کے لوگوں سے اجازت لینے کے لئے آدمی بھیجا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ

۳۱۸۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَدِمْتُ عَلَى أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ لِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذَا عَاهَدُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَذْهَبَهُمْ مَعَ أَبِيهَا، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَى وَهْيِ رَاغِبَةٍ، أَفَأَصِلُهَا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، صِلِيهَا)). [راجع: ۲۶۲۰]

۱۹- بَابُ الْمَصَالِحَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ

أَيَّامٍ أَوْ وَقْتٍ مَعْلُومٍ

۳۱۸۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَغْتَمِرَ أَرْسَلَ إِلَى أَهْلِ

(اجازت دی) کہ مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ ہتھیار بنام میں رکھے بغیر داخل نہ ہوں اور (مکہ کے) کسی آدمی کو اپنے ساتھ (مدینہ) نہ لے جائیں (اگرچہ وہ جانا چاہے) انہوں نے بیان کیا کہ پھر ان شرائط کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لکھنا شروع کیا اور اس طرح ”یہ محمد اللہ کے رسول کے صلح نامہ کی تحریر ہے۔“ مکہ والوں نے کہا کہ اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کو روکتے ہی نہیں بلکہ آپ پر ایمان لاتے، اس لئے تمہیں یوں لکھنا چاہئے ”یہ محمد بن عبد اللہ کے صلح نامہ کی تحریر ہے۔“ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”اللہ گواہ ہے کہ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور اللہ گواہ ہے کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں۔“ آنحضرت ﷺ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”رسول اللہ ﷺ کا لفظ مٹا دے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ خدا کی قسم! یہ لفظ تو میں کبھی نہ مٹاؤں گا“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے دکھاؤ“ راوی نے بیان کیا کہ علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو وہ لفظ دکھایا۔ اور آپ نے خود اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا۔ پھر جب آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور (تین) دن گزر گئے تو قریش حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اب اپنے ساتھی سے کہو کہ اب یہاں سے چلے جائیں (علیؑ نے بیان کیا کہ) میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں، چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

[راجع: ۱۷۸۱]

تشیخ حضرت علیؑ کا انکار حکم عدولی اور مخالفت کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ آل حضرت ﷺ کی محبت اور خیر خواہی اور جوش ایمان کی وجہ سے تھا۔ اس لئے کوئی گناہ حضرت علیؑ پر نہ ہوا۔ یہاں سے شیعہ حضرات کو سبق لینا چاہئے کہ جیسے حضرت علیؑ نے محض محبت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے فرمانے کے خلاف کیا، ویسا ہی حضرت عمرؓ نے بھی قصہ قرطاس میں آنحضرت ﷺ کی تکلیف کے خیال سے لکھے جانے میں مخالفت کی۔ دونوں کی نیت بخیر تھی۔ کارپاکل از قیاس خود گیر۔ ایک جگہ حسن عن کرنا، دوسری جگہ بد ظنی صریح انصاف سے بعید ہے۔

باب نامعلوم مدت کے لئے صلح کرنا

اور نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے فرمایا تھا، میں اس وقت تک تمہیں یہاں رہنے دوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

مَكَّةَ يَسْتَأْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ، فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَقِيمَ بِهَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجَلْبَانِ السَّلَاحِ، وَلَا يَدْعُو مِنْهُمْ أَحَدًا. قَالَ: فَأَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ يَتَنَهَمُ عَلَيْهِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: فَكَتَبَ: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ. فَقَالُوا: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ نَمْنَعَكَ وَلَبِائِعًا، وَلَكِنْ اكْتُبْ: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ. فَقَالَ: ((أَنَا وَاللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَنَا وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ)). قَالَ: وَكَانَ لَا يَكْتُبُ، قَالَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ: ((أُمْنِعْ رَسُولُ اللَّهِ)). فَقَالَ عَلِيٌّ: وَاللَّهِ لَا أَمْنَحَاهُ أَبَدًا. قَالَ: ((فَارِيئِهِ))، قَالَ: فَارَاهُ يَأْتِ، فَمَحَاهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ. فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَتْ الْأَيَّامُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا: مُزْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ. فَذَكَرَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ((نَعَمْ)). فَارْتَحَلَ.

۲۰ - بَابُ الْمَوَازَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ،

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: ((أَقْرَبُكُمْ عَلَيَّ مَا أَقْرَبُكُمْ)) (اللہ)

اسی سے باب کا مطلب ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے غیر مقررہ مدت کے لئے یہود خیبر سے معاملہ فرمایا۔ جو حضرت عمرؓ کے زمانہ تک باقی رہا۔ پھر یہودیوں کی مسلسل شرارتوں اور نپاک سازشوں کی بنا پر حضرت عمرؓ نے ان کا جلا وطن کر دینا مناسب سمجھا اور ان کو جلا وطن کر دیا۔ صد افسوس! کہ اس چودھویں صدی میں وہی یہودی آج اسلام کے قبلہ اول پر قبضہ کر کے مسلمانوں کے منہ آرہے ہیں

خذلہم اللہ (امین)

۲۱- بَابُ طَرْحِ جَيْفِ الْمُشْرِكِينَ

باب مشرکوں کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا اور دینا

اور انکی لاشوں کی (اگر انکے ورثاء دینا بھی چاہیں تو بھی) قیمت نہ لینا۔

فِي الْبَيْتِ، وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ فَنَمٌ

حضرت امام بخاریؒ نے باب کی حدیث سے دوسرا مطلب اس طرح نکالا کہ اگر آں حضرت ﷺ چاہتے تو بدر کے مقتولین کی لاشیں مکہ کے کافروں کے ہاتھ بیچ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ مکہ کے رئیس تھے، اور ان کے اقرباء بہت مالدار تھے، مگر آپ نے ایسا ارادہ نہ کیا اور لاشوں کو اندر کے کنویں میں ڈلوادیا۔ بعضوں نے کہا کہ امام بخاریؒ دوسرے مطلب کی حدیث کو اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے نہ لاسکے، لیکن انہوں نے اس طرف اشارہ کر دیا۔ جس کو ابن اسحاق نے مغازی میں نکالا کہ مشرکین نوفل بن عبد اللہ کی لاش کے بدل جو خندق میں گھس آیا تھا اور وہیں مارا گیا، آنحضرت ﷺ کو روپیہ دیتے رہے، لیکن آپؐ نے فرمایا، ہم کو اس کی قیمت درکار نہیں ہے نہ اس کی لاش۔ زہری نے کہا مشرک دس ہزار درہم اس لاش کے بدل معاوضہ دیتے پر راضی تھے۔ (وحیدی)

۳۱۸۵- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ:

میرے باپ نے خبر دی، انہیں شعبہ نے، انہیں ابو اسحاق نے، انہیں عمرو بن میمون نے اور ان سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مکہ میں (شروع اسلام کے زمانہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے اور قریب ہی قریش کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجھڑی لایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر اسے ڈال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ سے اپنا سر نہ اٹھا سکے۔ آخر فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپؐ کی پیٹھ پر سے اس اوجھڑی کو ہٹایا، اور جس نے یہ حرکت کی تھی اسے برا بھلا کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بددعا کی کہ اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ۔ اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو برباد کر۔ پھر میں نے دیکھا کہ یہ سب بدر کی لڑائی میں قتل کر دیئے گئے۔ اور ایک کنویں میں انہیں ڈال دیا گیا تھا۔ سوا امیہ یا ابی کے کہ یہ شخص بہت بھاری بھر کم تھا۔ جب اسے صحابہ نے کھینچا تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے۔

أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَاجِدًا وَخَوَّلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذْ جَاءَهُ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بَسَلَى جَزُورٍ فَقَذَفَهُ عَلَى ظَهْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَأَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهِ وَدَعَتْ عَلَى مَنْ صَنَعَ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ أَبَا جَهْلَ بْنَ هِشَامٍ وَعُقْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ - أَوْ أَبِي بْنَ خَلْفٍ)) - فَلَقَدْ رَأَيْتَهُمْ قُبِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ فَأَلْقَوْا فِي بَنَرٍ، غَيْرَ أُمَيَّةَ - أَوْ أَبِي - فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا، فَلَمَّا

جُرُوه تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ قَبْلَ أَنْ يُلْقَى لِي

النَّبِيِّ. [راجع: ۲۴۰]

قریب ہی ایک اونٹنی نے بچہ جٹا تھا۔ مشرکین اس کی بچہ دانی کا سامان ملے اٹھا کر لے آئے اور یہ حرکت کی جس پر آنحضرت ﷺ نے جب پانی سر سے گزر گیا تو ان کے حق میں یہ بد دعا کی جس کا روایت میں ذکر ہے۔ اور باب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔ لفظ سلا جزور اضافت کے ساتھ ہے۔ (مراد اونٹنی کا بچہ دان)

باب دعا بازی کرنے والے پر گناہ خواہ وہ کسی نیک آدمی کے

ساتھ ہو یا بے عمل کے ساتھ

۲۲- بَابُ إِثْمِ الْغَادِرِ

لِلزَّيْرِ وَالْفَاجِرِ

۳۱۸۶، ۳۱۸۷- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ - وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))، قَالَ أَحَدُهُمَا، يُنْصَبُ - وَقَالَ الْآخَرُ: يُرَى - يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ.

ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سلیمان اعمش نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے اور ثابت نے انس سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن ہر دغا باز کے لئے ایک جھنڈا ہو گا، ان میں سے ایک صاحب نے یہ بیان کیا کہ وہ جھنڈا (اس کے پیچھے) گاڑ دیا جائے گا اور دوسرے صاحب نے بیان کیا کہ اسے قیامت کے دن سب دیکھیں گے، اس کے ذریعہ اسے پہچانا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی مقعد پر لگایا جائے گا۔ غرض یہ ہے کہ اس کی دغا بازی سے تمام اہل محشر مطلع ہوں گے اور نقرین کریں گے۔ اللہ پاک ہر مسلمان کو ایسی بری عادتوں سے بچائے۔ آمین۔

۳۱۸۸- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لِكُلِّ غَادِرٍ لَوَاءٌ يُنْصَبُ لِعَذْرَتِهِ)). [أطرافه في: ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۹۶۶، ۷۱۱۱].

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے نافع نے اور ان سے عمر بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہر دغا باز کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا جو اس کی دغا بازی کی علامت کے طور پر (اس کے پیچھے) گاڑ دیا جائے گا۔

حضرت امام بخاری کتب الجہاد کو ختم کرتے ہوئے ان احادیث کو لا کر یہ بتلا رہے ہیں کہ اسلام میں ناحق قتل و غارت، فساد و دغا بازی ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان حرکتوں کا مرتکب ہو گا تو ان کا وہ خود ذمہ دار ہو گا۔ اسلام کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچ سکے گا)

۳۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مَجَاهِدٍ عَنْ

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے مجاہد نے، ان سے طاؤس نے

۳۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مَجَاهِدٍ عَنْ

اور ان سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا، اب (مکہ سے) ہجرت فرض نہیں رہی، البتہ جہاد کی نیت اور جہاد کا حکم باقی ہے۔ اس لئے جب تمہیں جہاد کے لئے نکالا جائے تو فوراً نکل جاؤ اور آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن یہ بھی فرمایا تھا کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے، اسی دن اس شہر (مکہ) کو حرم قرار دے دیا۔ پس یہ شہر اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لئے حرام ہی رہے گا، اور مجھ سے پہلے یہاں کسی کے لئے لڑنا جائز نہیں ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے جائز کیا گیا۔ پس اب یہ مبارک شہر اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک کے لئے حرام ہے، اس کی حدود میں نہ (کسی درخت کا) کاٹنا توڑا جائے، نہ یہاں کے شکار کو ستایا جائے، اور کوئی یہاں کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائے سوا اس شخص کے جو (مالک تک چیز کو پہنچانے کے لیے) اعلان کرے اور نہ یہاں کی ہری گھاس کاٹی جائے۔ اس پر عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، یا رسول اللہ! ازخر کی اجازت دے دیجئے۔ کیونکہ یہ یہاں کے سناروں اور گھروں کی چھتوں پر ڈالنے کے کام آتی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اچھا ازخر کی اجازت ہے۔

سید یہ حدیث پہلے بھی کئی بار گزر چلی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ باوجودیکہ وہ حرمت والا شہر تھا اور وہاں لڑنا اللہ نے کسی کے لئے درست نہیں کیا، مگر چونکہ مکہ والوں نے دعا کی اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو عہد ہاتھ تھا وہ توڑ دیا، بنو خزاعہ کے مقابلہ پر بنو بکر کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ایسے حرمت والے شہر میں بھی ان کا مارنا اور قتل کرنا اپنے رسول ﷺ کے لئے درست کر دیا۔ اس سے یہ نکلا کہ دعا بازی بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا بہت سخت ہے۔ باب کا یہی مطلب ہے۔

طَاوُسُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((لَا هِجْرَةَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَبَيْتَةٌ، وَإِذَا اسْتَفْرُغْتُمْ فَأَنْفِرُوا)). وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: ((إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَمُ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَجُلْ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَجُلْ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُغْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُفَرَّقُ صَيْدُهُ، وَلَا يُلْقَطُ لُقَطَتُهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا، وَلَا يُحْتَلَى خَلَاءَهُ)). فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ، فَإِنَّهُ لَفَيْتَهُمْ وَلْيُؤَيِّبَهُمْ. قَالَ: ((إِلَّا الْإِذْخِرَ)). [راجع: ۱۳۴۹]

خاتمہ! الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج جمعہ کا دن ہے چاشت کا وقت ہے۔ ایسے مبارک دن میں پارہ ۳ کی تسوید سے فراغت حاصل کر رہا ہوں، یہ طویل پارہ از اول تا آخر کتاب الجہاد پر مشتمل تھا، جس میں بہت سے ضمنی مسائل بھی آ گئے۔ اسلامی جہاد کے مالہ، دما علیہ کو جس تفصیل سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس مبارک کتاب میں قرآن مجید و فرامین سرکار رسالت مآب ﷺ کی روشنی میں پیش فرمایا ہے اس سے زیادہ ناممکن تھا۔ ساتھ ہی اسلامی نظریہ سیاست، اسلامی طرز حکومت، غیر مسلموں سے مسلمانوں کا برتاؤ، آداب جہاد اور بہت سے تمدنی مسائل پر اس قدر تفصیل سے بیانات آ گئے ہیں کہ بغور مطالعہ کرنے والوں کے دل و دماغ روشن ہو جائیں گے اور آج کے بدترین دور میں جبکہ انکار مذہب کی بنیاد پر تہذیب و ترقی کے راگ الاپے جا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ بد میں سارا عالم انسانیت بد امنی و بد اخلاقی کا شکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کم از کم نوجوانان اسلام کے لئے جن کو اللہ نے فطرت سلیمہ عطا کی ہے اس مبارک کتاب کے اس پارے کا مطالعہ ان کو بہت کچھ بصیرت عطا کرے گا۔

خادم نے ترجمہ اور تشریحات میں کوشش کی ہے کہ احادیث پاک کے ہر ہر لفظ کو احسن طور پر بالمعاورہ اردو میں منتقل کر دیا جائے اور اختصار و ایجاز کے ساتھ کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہ رہے۔ اب یہ ماہرین فن ہی فیصلہ کریں گے کہ میں اس پاکیزہ مقصد میں کہاں تک کامیابی حاصل کر سکا ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے کس قدر لغزشیں ہوئی ہوں گی جن کا میں پہلے ہی اعتراف کرتا ہوں اور ان علماء کرام و فضلاء عظام کا پیٹگی شکریہ ادا کرتا ہوں جو مجھ کو کسی بھی واقعی غلطی پر اطلاع دے کر مجھ کو نظر ثانی کا موقع دیں گے۔ اور الانسان مرکب من العطاء والنسیان کے تحت مجھے معذور سمجھیں گے۔

یا اللہ! جس طرح تو نے مجھ کو یہاں تک پہنچایا اور ان پاروں کو مکمل کرایا، باقی اجزاء کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائو اور میرے جتنے بھی قدر دان ہیں جو اس مبارک کتاب کی خدمت و اشاعت و مطالعہ میں حصہ لے رہے ہیں ان سب کو یا اللہ! جزائے خیر عطا فرمائو اور اسے ان سب کے لئے قیامت کے دن وسیلہ نجات بنائو، آمین، ﴿برحمتک یا ارحم الراحمین﴾

ناچیز خادم محمد داؤد راز السلفی الدہلوی

مقیم مسجد الحمدیہ ۳۱/۳

اجیری گیٹ دہلی، انڈیا

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تیر ہواں پارہ

۹۵۔ کتاب بدء الخلق

کتاب اس بیان میں

کہ مخلوق کی پیدائش کیونکر شروع ہوئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب اور اللہ پاک نے (سورہ روم میں) جو فرمایا اس کی تفسیر کہ اللہ ہی ہے جس نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا اور وہی پھر دوبارہ (موت کے بعد) زندہ کرے گا اور یہ (دوبارہ زندہ کرنا) تو اس پر اور بھی آسان ہے۔

اور ربیع بن خثیم اور امام حسن بصری نے کہا کہ یوں تو دونوں یعنی (پہلی مرتبہ پیدا کرنا پھر دوبارہ زندہ کر دینا) اس کے لئے بالکل آسان ہے۔ (لیکن ایک کو یعنی پیدائش کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کو زیادہ آسان ظاہر کے اعتبار سے کہا) هَيْنٌ اور هَيْنٌ کو لَئِنْ اور لَئِنْ مِثٌّ اور مِثٌّ اور مِثٌّ اور مِثٌّ کی طرح (مشدد اور مخفف) دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور سورہ ق میں جو لفظ اَفَعَيْنَا آیا ہے اس کے معنی ہیں کہ کیا ہمیں پہلی بار پیدا کرنے نے عاجز کر دیا تھا۔ جب اس خدا نے تم کو پیدا کر دیا تھا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا اور اسی سورت میں (اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں) لَفُؤْتُ کے معنی تھکن کے ہیں اور سورہ نوح میں

۱۔ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ

تَعَالَى :

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ، وَهُوَ

أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ [الروم : ۲۷]

قَالَ الرَّبُّ بْنُ خَثِيمٍ وَالْحَسَنُ : كُلُّ عَلَيْهِ هَيْنٌ. وَهَيْنٌ : مِثْلُ لَيْنٍ وَلَكِنْ، وَمِثٌّ وَمِثٌّ وَضَيْقٌ وَضَيْقٌ.

﴿أَفَعَيْنَا﴾ : أَفَاعَيْنَا عَلَيْنَا. حِينَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ.

﴿لَفُؤْتُ﴾ : النَّصَبُ. ﴿أَطَوَّرَا﴾ : طَوَّرَا كَذَا، وَطَوَّرَا كَذَا. عَدَا طَوَّرَهُ : إِيْ قَدَّرَهُ.

جو فرمایا اَظْوَازًا اس کے معنی یہ ہیں کہ مختلف صورتوں میں تمہیں پیدا کیا۔ کبھی نطفہ ایسے خون کی پھٹکی پھر گوشت پھر ہڈی پوست۔ عرب لوگ بولا کرتے ہیں عَذَاظُوْرَةُ یعنی فلاں اپنے مرتبہ سے بڑھ گیا۔ یہاں اطوار کے معنی رتبے کے ہیں۔

قرآن شریف میں سورہ مریم میں لفظ وَهُوَ هَيِّنٌ آیا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مناسبت سے اس لفظ کی تشریح کر دی کہ ربیع اور حسن کے قول میں یہ لفظ آیا ہے اور سورہ ق اور سورہ نوح کے لفظوں کی تشریح اس لئے کہ ان آیتوں میں آسمان اور زمین اور انسان کی پیدائش کا بیان ہے اور یہ باب بھی اسی بیان میں ہے۔

۳۱۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعٍ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُخْرَزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((جَاءَ نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا بَنِي تَمِيمٍ أَبَشِّرُوا)). قَالُوا: بَشِّرْنَا فَأَعْطِنَا. فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ. فَجَاءَهُ أَهْلُ الْيَمَنِ، فَقَالَ: ((يَا أَهْلَ الْيَمَنِ اقْبَلُوا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلَهَا بَنُو تَمِيمٍ)). قَالُوا: قَبَلْنَا. فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ يُحَدِّثُ بَذَى الْخَلْقِ وَالْفَرَسِ. فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَقَلَّتْ. لَيْتَنِي لَمْ أَقُمْ)). [أطرافه في: ۳۱۹۱، ۴۳۸۶، ۴۳۶۵، ۷۴۱۸].

۳۱۹۱- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعٌ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُخْرَزٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ

(۳۱۹۰) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، انہیں جامع بن شداد نے، انہیں صفوان بن محرز نے اور ان سے عمران بن حصین رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے بنی تمیم کے لوگو! تمہیں بشارت ہو۔ وہ کہنے لگے کہ بشارت جب آپ نے ہم کو دی ہے تو اب ہمیں کچھ مال بھی دیجئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، پھر آپ کی خدمت میں یمن کے لوگ آئے تو آپ نے ان سے بھی فرمایا کہ اے یمن والو! بنو تمیم کے لوگوں نے تو خوش خبری کو قبول نہیں کیا، اب تم اسے قبول کر لو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کیا۔ پھر آپ مخلوق اور عرش الہی کی ابتدا کے بارے میں گفتگو فرمانے لگے۔ اتنے میں ایک (نامعلوم) شخص آیا اور کہا کہ عمران! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔ (عمران رحمہ اللہ کہتے ہیں) کاش میں آپ کی مجلس سے نہ اٹھتا تو بہتر ہوتا۔

آنحضرت ﷺ نے بنو تمیم کو اسلام لانے کی وجہ سے آخرت کی بھلائی کی خوش خبری دی تھی۔ بنو تمیم کے لوگوں نے اپنی کم عقلی سے یہ سمجھا کہ آپ دنیا کمال دولت دینے والے ہیں ان کی اس سوچ سے آپ ﷺ کو دکھ ہوا۔

کہتے ہیں کہ یہ مانگنے والا اقرع بن حابس نامی ایک جنگلی آدمی تھا۔

(۳۱۹۱) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے جامع بن شداد نے بیان کیا، ان سے صفوان بن محرز نے اور ان سے عمران بن حصین رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اور اپنے اونٹ کو میں نے دروازے ہی پر باندھ دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے بنو تمیم! خوش خبری قبول کرو۔ انہوں نے دوبار کہا کہ جب آپ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو اب مال بھی دیجئے۔ پھر یمن کے چند لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ خوش خبری قبول کر لو اے یمن والو! بنو تمیم والوں نے تو نہیں قبول کی۔ وہ بولے یا رسول اللہ! خوش خبری ہم نے قبول کی۔ پھر وہ کہنے لگے ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے اس (عالم کی پیدائش) کا حال پوچھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کو لکھ لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ (ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابن النخسین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ دیکھا تو وہ سراب کی آڑ میں ہے (میرے اور اس کے بیچ میں سراب حائل ہے یعنی وہ ریتی جو دھوپ میں پانی کی طرح چمکتی ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم! میرا دل بہت پیچھتا کہ کاش میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (اور آں حضرت ﷺ کی حدیث سنی ہوتی)۔

(۳۱۹۲) اور عیسیٰ نے رقبہ سے روایت کیا، انہوں نے قیس بن مسلم سے، انہوں نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے کہا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ہمیں وعظ فرمایا اور ابتدائے خلق کے بارے میں ہمیں خبر دی۔ یہاں تک کہ جب جنت والے اپنی منزلوں میں داخل ہو جائیں گے اور جہنم والے اپنے ٹھکانوں کو پہنچ جائیں گے (وہاں تک ساری تفصیل کو آپ نے بیان فرمایا) جسے اس حدیث کو یاد رکھنا تھا اس نے یاد رکھا اور جسے بھولنا تھا وہ بھول گیا۔

خُصَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقِيَّ بِالْبَابِ. فَأَنَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ: ((اقْبُلُوا الْبَشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ)). قَالُوا: قَدْ بَشَرْتَنَا فَأَعْطِنَا (مَوْتَيْنِ). ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((اقْبُلُوا الْبَشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يُقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ)). قَالُوا: قَبَلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالُوا: جَنَّاتِكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ. قَالَ: ((كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ. وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ. وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ. وَخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ)). فَنَادَى مُنَادٌ: ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْخُصَيْنِ. فَانْطَلَقْتُ لِإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُونَهَا السَّرَابَ. فَوَ اللَّهُ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ تَرَكْتُهَا)).

[راجع: ۳۱۹۰]

۳۱۹۲- وَرَوَى عَيْسَى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ: ((سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَامَ لَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ)).

تشیخ | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا سب چیزیں حادث اور مخلوق ہیں۔ عرش فرش آسمان زمین سب میں اتنی بات ہے کہ عرش اس کا اور سب چیزوں سے پہلے وجود رکھتا تھا۔ مگر حادث اور مخلوق وہ بھی ہے۔ غرض اس حدیث سے حکماء کا مذہب باطل ہوا جو اللہ کے سوا مادے اور ادراک یعنی عقل اور آسمان اور زمین سب چیزوں کو قدیم مانتے ہیں اور ان صوفیہ کا بھی رد ہوا جو روح انسانی کو مخلوق نہیں کہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا، پھر زمین و آسمان وغیرہ وجود میں آئے۔

(۳۱۹۳) مجھ سے عبد اللہ بن ابی شیبہ نے بیان کیا، ان سے ابو احمد نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے، اور ان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ مجھے گالی دیتا۔ اس نے مجھے جھٹلایا اور اس کے لئے یہ بھی مناسب نہ تھا۔ اس کی گالی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، میرا بیٹا ہے اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا، دوبارہ (موت کے بعد) وہ مجھے زندہ نہیں کر سکے گا۔

۳۱۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ (أَرَأَاهُ يَقُولُ اللَّهُ قَالَ: شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ)). وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَشْتَمَنِي وَيَكْذِبَنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ. أَمَّا شَتَمُهُ فَقَوْلُهُ: إِنَّ لِي وَلَدًا. وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ فَقَوْلُهُ: لَيْسَ يُعِيدُنِي كَمَا بَدَأْنِي)).

[طرفہ بی: ۹۴۷۴، ۹۴۷۵]۔

تشیخ | موت کے بعد اخروی زندگی کا تصور وہ ہے جس پر تمام انبیاء کرام کا اتفاق رہا ہے، تورات، زبور، انجیل، قرآن حتیٰ کہ اس ملک (ہندوستان) کی مذہبی کتب میں بھی مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کا تصور موجود ہے۔ اس کے باوجود کفار نے ہمیشہ اس عقیدے کی تکذیب کی اور اسے ناممکن قرار دیا ہے اور اس پر بہت سے استحالات پیش کرتے چلے آ رہے ہیں جو سب باطل محض اور توہمات فاسدہ ہیں۔ اس حدیث میں اس عقیدہ پر وضاحت کی گئی ہے کہ آخرت کی زندگی کا انکار کرنا اللہ پاک کو جھٹلاتا ہے۔ جس اللہ نے انسان کو پہلا وجود عطا فرمایا، اس کے لیے دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیوں مشکل ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی باطل عقیدہ عیسائیوں کا ہے جو اللہ کے لئے اہنیت ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شان باری تعالیٰ کے اوپر بہت ہی بیہودہ الزام ہے، وہ اللہ ایسے الزامات سے مبرا ہے اور ایسی بے ہودہ بات منہ سے نکالنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینا بہت ہی بڑا جھوٹ ہے۔ جو سرا سر غلط بعید از عقل و بے ہودگی ہے۔ (ج ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (اخلاص: ۱-۴))

(۳۱۹۴) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے مغیرہ بن عبد الرحمن قرظی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں، جو اس کے پاس عرش پر موجود ہے، اس نے لکھا کہ میری رحمت میرے

۳۱۹۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَظِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمَّا قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ

رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي)). [اطرافہ بی: غصہ پر غالب ہے۔

۷۴۰۴، ۷۴۱۲، ۷۴۵۳، ۷۵۰۳

[۷۵۵۴۔

تَسْبِيحُ (اس حدیث سے بھی ابتدائے خلق پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ صفات الہی کے لیے جو الفاظ وارد ہو گئے ہیں ان کی حقیقت اللہ کے حوالہ کرنا اور ظاہر پر بلاچوں و چرا ایمان لانائی سلامتی کا راستہ ہے۔

طبی نے کہا کہ رحمت کے غالب ہونے میں اشارہ ہے کہ رحمت کے مستحقین بھی تعداد کے لحاظ سے غضب کے مستحقین پر غالب رہیں گے، رحمت ایسے لوگوں پر بھی ہوگی جن سے نیکیوں کا صدور ہی نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے غضب ان ہی لوگوں پر ہوگا جن سے گناہوں کا صدور ثابت ہوگا۔ اللھم ارحم علینا یا ارحم الراحمین

باب سات زمینوں کا بیان

۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرْضَيْنِ،

اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ طلاق میں فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے پیدا کئے سات آسمان اور آسمان ہی کی طرح سات زمینیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام ان کے درمیان اترتے ہیں۔ یہ اس لئے تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے علم کے اعتبار سے گھیر رکھا ہے اور سورۃ طور میں والسقف المرفوع سے مراد آسمان ہے اور سورۃ النازعات میں جو ﴿رفع سمکھا﴾ ہے سمک کے معنی بناء عمارت کے ہیں۔ اور سورۃ الذاریات میں جو حک کا لفظ آیا ہے اس کے معنی برابر ہونا یعنی ہموار اور خوبصورت ہونا۔ سورۃ اذا السماء انشقت میں جو لفظ اذنت ہے اس کا معنی سن لیا اور مان لیا، اور لفظ القت کا معنی جتنے مردے اس میں تھے ان کو نکال کر باہر ڈال دیا، خالی ہو گئی۔ اور سورۃ الیل میں جو لفظ طحاہا ہے اس کے معنی بچھایا۔ اور سورۃ النازعات میں جو ساہرۃ کا لفظ ہے اس کے معنی روئے زمین کے ہیں، وہیں جاندار رہتے سوتے اور جاگتے ہیں۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ، يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق: ۱۲]۔ ﴿وَالسَّفُّ الْمَرْفُوعُ﴾: السَّمَاءُ. ﴿سَمَكُهَا﴾: بِنَاءُهَا. كَانَ فِيهَا حَيَوَانٌ ﴿الْحَبْلُ﴾: اسْتَوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. ﴿وَأُذِنَتْ﴾: سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ. ﴿وَأُلْقَتْ﴾: أَخْرَجَتْ مَا فِيهَا مِنَ الْمَوْتَى. ﴿وَتَخَلَّتْ عَنْهُمْ﴾: طَحَاها ذَحَاها. ﴿السَّاهِرَةُ﴾: وَجْهَ الْأَرْضِ، كَانَ فِيهَا الْحَيَوَانُ نَوْمُهُمْ وَسَهْوُهُمْ.

جن کے لیے زمین گویا ایک بچھونا ہے جو اللہ پاک نے خود بچھا دیا ہے۔ جس کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾ (ط: ۵۵) یعنی ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا، اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے، اور قیامت کے دن قبروں سے تم کو نکال کر میدان قیامت میں حاضر کریں گے۔

نص قرآنی سے سات آسمانوں اور ان ہی کی طرح سات زمینوں کا وجود ثابت ہوا، پس جو ان کا انکار کرے وہ گویا قرآن ہی کا انکار کر رہا ہے۔ اب سات آسمانوں اور سات زمینوں کی بے حد کھوج میں لگنا انسانی حدود اختیارات سے آگے تجاوز کرنا ہے۔

تو کار زمین رانگو ساختی کہ بآسمان نیز پر داختی

(۳۱۹۵) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم کو اسماعیل بن علیہ نے خبر دی، انہیں علی بن مبارک نے کہا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے، ان کا ایک دوسرے صاحب سے ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے (جواب میں) فرمایا، ابو سلمہ! کسی کی زمین (کے ناحق لینے) سے بچو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک ہاشت کے برابر بھی کسی نے (زمین کے بارے میں) ظلم کیا تو (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق اسے پہنایا جائے گا۔

(۳۱۹۶) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں موسیٰ بن عقبہ نے، انہیں سالم بن عبد اللہ بن عمر نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی کی زمین میں سے کچھ ناحق لے لیا، تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسیا جائے گا۔

۳۱۹۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ - وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَنَسٍ خُصُومَةٌ فِي أَرْضٍ، فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذَلِكَ - فَقَالَتْ : يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ ظَلَمَ قِدْرَ شِبْرٍ طُوفَهُ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ)). [راجع: ۲۴۵۳]

۳۱۹۶- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ)). [راجع: ۲۴۵۴]

ان احادیث سے سات زمینوں کا ثبوت حاصل ہوا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں آسمانوں اور زمینوں کا سات سات ہونا ایک اہل حقیقت ہے۔

(۳۱۹۷) ہم سے محمد بن ثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد الوہاب ثقفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن سیرین نے بیان کیا، ان سے ابوبکرہ کے صاحب زادے (عبد الرحمن) نے بیان کیا اور ان سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کی تھی۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، چار مہینے اس میں سے حرمت کے ہیں۔ تین توپے درپے۔ ذلیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے

۳۱۹۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا الْوُهَابُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الزَّوْمَانُ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ. السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ: ثَلَاثَةُ مُتَوَالِيَاتٍ - ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ - وَرَجَبُ مَضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادِي

[راجع: ۶۷]

بیچ میں پڑتا ہے۔

﴿سُجَّ﴾ ہوا یہ تھا کہ عربوں کی یہ بھی ایک جہالت تھی کہ وہ کبھی محرم کو صفر کر دیتے۔ کہیں اپنے اغراض فاسدہ کے تحت ذی الحجہ کو محرم بنا دتے۔ غرض کچھ عجیب خط پچا رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ پاک نے صبح مہینہ بتلادیا۔ زمانہ کے گھوم آنے سے یہی مطلب ہے کہ جو اصل مہینہ اس دن سے شروع ہوا تھا، جس دن اس نے زمین آسمان پیدا کیے تھے۔ اسی حساب سے اب صبح مہینہ قائم ہو گیا۔ اس سے قمری مہینوں کی فضیلت بھی ثابت ہوئی، جن سے ماہ و سال کا حساب عین فطرت کے مطابق ہے۔ جس کا دن شام کو ختم ہوتا اور صبح سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا مہینہ کبھی تیس دن کا اور کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ اس کا حساب ہر ملک میں رویت ہلال پر موقوف ہے۔

(۳۱۹۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے کہ اروی بنت ابی اوس سے ان کا ایک (زمین کے) بارے میں جھگڑا ہوا۔ جس کے متعلق اروی کہتی تھی کہ سعید نے میری زمین چھین لی۔ یہ مقدمہ مروان خلیفہ کے یہاں فیصلہ کے لیے گیا جو مدینہ کا حاکم تھا۔ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا بھلا کیا میں ان کا حق دباؤں گا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ایک باشت زمین بھی ظلم سے کسی کی دہالی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ ابن ابی الزناد نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، اور ان سے سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھا (تب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی)

۳۱۹۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامِ عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ نَفِيلٍ: أَنَّهُ خَاصَمْتُهُ أَرَوَى - فِي حَقِّ زَعَمْتُ أَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا - إِلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَنَا انْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا؟ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرْضِينَ)) قَالَ ابْنُ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ هِشَامِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لِي سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ: ((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ . . .))

[راجع: ۲۴۵۲]

باب ستاروں کا بیان

قنّادہ نے (قرآن مجید کی اس آیت کے بارے میں) ”کہ ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے“ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین فائدوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ انہیں آسمان کی زینت بنایا، شیاطین پر مارنے کیلئے بنایا۔ اور (رات کی اندھیروں میں) انہیں صحیح راستہ پر چلتے رہنے کیلئے نشانات قرار دیا۔ پس جس شخص نے ان کے سوا دوسری باتیں کہیں، اس نے غلطی کی، اپنا حصہ تباہ کیا (اپنا

۳- بَابُ فِي النُّجُومِ

وَقَالَ قَنَادَةُ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ [الملك: ۵]: خُلِقَ هَذِهِ النُّجُومُ لِثَلَاثٍ: جَعَلَهَا زِينَةً لِلْسَّمَاءِ وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ، وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا، فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيهَا بغيرِ ذَلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَبِيئَتَهُ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ.

وقت ضائع کیا یا اپنا ایمان کھویا اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہو سکتی اسکو اس نے معلوم کرنا چاہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورہ کف میں لفظ ہشیمہ ہے اس کا معنی بدلا ہوا۔ الاب کے معنی مویثیوں کا چارہ۔ یہ لفظ سورہ عبس میں ہے اور سورہ رحمن میں لفظ الانام بمعنی مخلوق ہے اور لفظ برزخ بمعنی پردہ ہے۔ اور مجاہد تابعی نے کہا کہ لفظ الفاف بمعنی ملتفتہ ہے۔ اسکے معنی گہرے لپٹے ہوئے۔ الغلب بھی بمعنی الملتفتہ اور لفظ فراشا بمعنی مہادا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا۔ ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ (مستقر بھی بمعنی مہاد ہے) اور سورہ اعراف میں جو لفظ نکدا ہے اس کا معنی تھوڑا ہے۔

حضرت قتادہ کے قول کو عبد بن حمید نے وصل کیا ہے۔ اس سے ستارہ شناسوں کا رو ہوا جو گمان کرتے ہیں کہ ستاروں سے لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ سچ فرمایا کہ کذب المنجمون و رب الکعبہ کعبہ کے رب کی قسم نبوی جھوٹے ہیں جو ستاروں کو جملہ تاثیرات کا مالک بتاتے ہیں۔

باب سورہ رحمن کی اس آیت کی تفسیر کہ سورج اور چاند دونوں حساب سے چلتے ہیں۔

مجاہد نے کہا یعنی چکی کی طرح گھومتے ہیں اور دوسرے لوگوں نے یوں کہا یعنی حساب سے مقررہ منزلوں میں پھرتے ہیں، زیادہ نہیں بڑھ سکتے۔ لفظ حسابان حساب کی جمع ہے۔ جیسے لفظ شباب کی جمع شہبان ہے۔ اور سورہ الشمس میں جو لفظ ضحاھا آیا ہے۔ ضحیٰ روشنی کو کہتے ہیں اور سورہ یس میں جو یہ آیا ہے کہ سورج چاند کو نہیں پاسکتا، یعنی ایک کی روشنی دوسرے کو ماند نہیں کر سکتی نہ ان کو یہ بات سزا وار ہے اور اسی سورہ میں جو الفاظ ولا اللیل سابق النہار ہیں ان کا مطلب یہ کہ دن اور رات ہر ایک دوسرے کے طالب ہو کر لپکے جا رہے ہیں اور اسی سورہ میں لفظ انسلخ کا معنی یہ ہے کہ دن کو رات سے اور رات کو دن سے ہم نکال لیتے ہیں اور سورہ حاقہ میں جو واہیہ کا لفظ ہے۔ وہی کے معنی پھٹ جانا، اور اسی سورہ میں جو یہ ہے ﴿وَالْمَلِكُ عَلٰی اَرْجَائِهَا﴾ یعنی فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے جب تک وہ پھٹے گا نہیں۔ جیسے کہتے ہیں وہ کنویں کے کنارے پر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿هَشِيمًا﴾ مُنْعِيْرًا. وَالْأَبُ: مَا يَأْكُلُ الْأَنْعَامَ. وَالْأَنَامُ الْخَلْقُ. بَرَزَخٌ: حَاجِبٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الْفَافُ﴾: مُلْتَفَةٌ. وَالْغَلْبُ: الْمُلْتَفَةُ: فِرَاشًا: مِهَادًا. كَقَوْلِهِ: ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾، ﴿نَكِدًا﴾: قَلِيلًا.

۴- بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

﴿بِحُسْبَانٍ﴾

قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحَى. وَقَالَ غَيْرُهُ: بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَغْدُوَانِهَا. حُسْبَانٌ: جَمَاعَةُ الْحِسَابِ، مِثْلُ شِهَابٍ وَشَهْبَانٍ. ضَحَاها: ضَوَّوْها. أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرُ: لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ، وَلَا يَنْبَغِي لِهَذَا ذَلِكَ. سَابِقُ النَّهَارِ: يَنْطَلِقَانِ حَيْثُ بَانَ. نَسْلَخُ: نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ، وَنُخْرِجِي كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: وَاهِيَةً وَهِيَهَا وَتَشَفَّقُهَا. أَرْجَائِهَا: مَا لَمْ يَنْشَقْ مِنْهَا، فَهِيَ عَلَى حَافَتَيْهَا كَقَوْلِكَ: عَلَى أَرْجَاءِ الْبَيْتِ. أَعْطَشَ وَجَنٌ: أَظْلَمَ. وَقَالَ الْحَسَنُ: تَكُوْرَتْ تُكُوْرُ حَتَّى يَذْهَبَ ضَوْوُهَا. وَاللَّيْلُ وَمَا وَسَقَ:

اور سورۃ والنازعات میں جو لفظ اغطش اور سورۃ انعام میں لفظ جَنّ ہے ان کے معنی اندھیری کے ہیں۔ یعنی اندھیاری کی اور اندھیاری ہوئی اور امام حسن بصری نے کہا کہ سورۃ اذا الشمس میں کودت کا جو لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے جب لپیٹ کر تاریک کر دیا جائے گا اور سورۃ انشقاق میں جو وما وسق کا لفظ ہے اسکے معنی جو اکٹھا کرے۔ اسی سورۃ میں اتسق کا معنی سیدھا ہوا اور سورۃ فرقان میں جو بروج کا لفظ ہے۔ بروج سورج اور چاند کی منزلوں کو کہتے ہیں اور سورۃ فاطر میں جو حرور کا لفظ ہے۔ اسکے معنی دھوپ کی گرمی کے ہیں۔ اور ابن عباس نے کہا، حرور رات کی گرمی اور سموم دن کی گرمی۔ اور سورۃ فاطر میں جو یولج کا لفظ ہے اس کے معنی لپیٹتا ہے اندر داخل کرتا ہے۔ اور سورۃ توبہ میں جو ولیجۃ کا لفظ ہے اس کے معنی اندر گھسا ہوا یعنی راز دار دوست۔

(۳۱۹۹) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے باپ یزید بن شریک نے اور ان سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے، جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے، جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہو گا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی۔ بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ“ (یس: ۳۸) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

جَمَعَ مِنْ دَائِبَةٍ. اتَسَقَى: اسْتَوَى. بُرُوجًا: مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. الْحُرُورُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْحُرُورُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُومُ بِالنَّهَارِ. يُقَالُ: يُوَلِّجُ يَكْوِرُ وَلِيَجَةً، كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ.

۳۱۹۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي ذَرٍّ جِئْتَ غَرَبَ الشَّمْسِ: ((أَتَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ؟)) قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ((لَإِنَهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا، وَتُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا، فَيَقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعْ مِنْ مَغْرِبِهَا)). فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا، ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ [يس: ۳۸]. [أطرافه في:

تَشْرِیْحُ

اس حدیث میں منکرین حدیث نے کئی اشکال پیدا کیے ہیں، ایک یہ کہ سورج زمین کے نیچے جاتا ہے نہ عرش کے نیچے۔ اور دوسری روایت میں یہ مضمون موجود ہے لغرب فی عین حمئة دوسرے یہ کہ زمین اور آسمان گول کرے ہیں تو سورج ہر وقت عرش کے نیچے ہے۔ پھر خاص غروب کے وقت جانا کیا معنی؟ تیسرے سورج ایک بے روح اور بے عقل جسم ہے اس کا سجدہ کرنا اور اس کو اجازت ہونے کے کیا معنی؟ چوتھے اکثر حکیموں نے مشاہدہ سے معلوم کیا ہے کہ زمین متحرک اور سورج ساکن ہے تو سورج کے چلنے کے کیا معنی؟

پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب زمین کروی ہوئی تو ہر طرح سے عرش کے نیچے ہوئی اس لیے غروب کے وقت یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورج زمین کے نیچے گیا اور عرش کے نیچے گیا۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہر نقطے اور ہر مقام پر سورج عرش کے نیچے ہے اور وہ ہر وقت اپنے مالک کے لیے سجدہ کر رہا ہے اور اس سے آگے بڑھنے کی اجازت مانگ رہا ہے لیکن چونکہ ہر ملک والوں کا مغرب اور مشرق مختلف ہے اس لیے طلوع اور غروب کے وقت کو خاص کیا۔ تیسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ سورج بے جان اور بے عقل ہے۔ بہت سی آیات و احادیث سے سورج اور چاند اور زمین اور آسمان سب کا اپنے اپنے درجہ میں صاحب روح ہونا ثابت ہے۔ چوتھے اشکال کا جواب یہ ہے کہ بہت سے حکیم اس امر کے بھی قائل ہیں کہ زمین ساکن ہے اور سورج اس کے گرد گھومتا ہے اور اس بارے میں طرفین کے دلائل متعارض ہیں۔ اور ظاہر قرآن و حدیث سے تو سورج اور چاند اور تاروں ہی کی حرکت نکلتی ہے۔ (مختصر از وحیدی)

آیت شریفہ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ (یس: ۳۸) میں مستقر سے مراد بقائے عالم کا انقطاع ہے یعنی الی انقطاع بقاء مدة العالم و اما قوله مستقر لها تحت العرش فلا ينكر ان يكون لها استقرار تحت العرش من حيث لا ندرکه ولا نشاهده و انما اخبر عن غيب فلا نكذبه ولا نكيفه لان علمنا لا يحيط به۔ انتہی کلام الطیبی۔

۳۲۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الدَّانُجُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكْوَرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)).

۳۲۰۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ

۳۲۰۰) ہم سے مسدد بن مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد العزیز بن مختار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن فیروز واثاج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن سورج اور چاند دونوں تاریک (بے نور) ہو جائیں گے۔

۳۲۰۱) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے عبد الرحمن بن قاسم نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ اس لئے جب تم ان کو دیکھو تو نماز

پڑھا کرو۔

اللَّهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا))۔

[راجع: ۱۰۴۲]

(۳۲۰۲) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان — زید بن اسلم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت و حیات سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کی یاد میں لگ جایا کرو۔

کیونکہ یہ جملہ انقلابات قدرت الہی کے تحت ہوتے رہتے ہیں پس ایسے مواقع پر خصوصیت کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا اور نماز پڑھنا ایمان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔

(۳۲۰۳) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی، اور انہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس دن سورج گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مصلے پر) کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر کہا اور بڑی دیر تک قرأت کرتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا، ایک بہت لمبا رکوع، پھر سر اٹھا کر سبح اللہ لمن حمدہ کہا اور پہلے کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اس قیام میں بھی لمبی قرأت کی۔ اگرچہ پہلی قرأت سے کم تھی اور پھر رکوع میں چلے گئے اور دیر تک رکوع میں رہے، اگرچہ پہلے رکوع سے یہ کم تھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا، ایک لمبا سجدہ، دوسری رکعت میں بھی آپ نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد سلام پھیرا تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اب آپ نے صحابہ کو خطاب فرمایا اور سورج اور چاند گرہن کے متعلق بتلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی ہیں اور ان میں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، اس لئے جب تم گرہن دیکھو تو فوراً نماز کی طرف لپک جاؤ۔

۳۲۰۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا اللَّهَ))۔

۳۲۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَقَامَ كَمَا هُوَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعَةِ الْأُولَى، ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ: ((إِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْرَعُوا إِلَى

الصَّلَاةُ)). [راجع: ۱۰۴۴]

آج چاند اور سورج کے گرہن کی وجہ بیان کی جاتی ہیں وہ بھی شان قدرت ہی کے مظاہر ہیں، لہذا حدیث صحیح اور قرآن میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۲۰۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ : حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((الْشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنْهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا)). [راجع: ۱۹۴۱]

۳۲۰۴) ہم سے محمد بن ثنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے اسماعیل ابی خالد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے قیس بن ابی حازم نے بیان کیا اور ان سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، سورج اور چاند میں کسی کی موت یا حیات پر گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی ہیں اس لئے جب تم ان میں گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

ان جملہ احادیث میں کسی نہ کسی طرح سے چاند اور سورج کا ذکر آیا ہے اس لئے ان کو یہاں نقل کیا گیا۔ ان کے بارے میں جو کچھ زبان رسالت مآب ﷺ سے منقول ہوا اس سے آگے بڑھ کر یوں مسلمان کے لیے روا نہیں ہے۔ آج کے حالات نے چاند اور سورج کے وجود کو مزید واضح کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ﴿لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾ (المائدہ: ۳۷) یعنی چاند سورج کو سجدہ نہ کرو، یہ تو اللہ پاک کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں۔ سجدہ کرنے کے قابل صرف اللہ ہے جس نے ان سب کو وجود بخشا ہے۔ چاند میں جانے کے دعویٰ داروں نے جو کچھ بتلایا ہے اس سے بھی قرآن پاک کی تصدیق ہوتی ہے کہ چاند بھی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے وہ کوئی دیوی دیوتا یا مافوق المخلوق کوئی اور چیز نہیں ہے۔

۵- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ [الأعراف: ۵۷]

باب اللہ پاک کا سورۃ اعراف میں یہ ارشاد کہ ”وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔“

قَاصِفًا: تَفْصِيفُ كُلِّ شَيْءٍ. لَوَاقِحُ: مَلَاقِحُ مَلْفَحَةٍ. إِعْصَارٌ: رِيحٌ عَاصِفٌ تَهْبُ مِنْ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ. صَوْرٌ: بَرْدٌ نَشْرًا. مُتَفَرِّقَةٌ.

سورۃ بنی اسرائیل میں قاصفا کا جو لفظ ہے اس کے معنی سخت ہوا جو ہر چیز کو روند ڈالے۔ سورۃ حج میں جو لفظ لواقح ہے اس کے معنی ملاپ جو ملحقہ کی جمع ہے یعنی حاملہ کر دینے والی۔ سورۃ بقرہ میں جو اعصار کا لفظ ہے تو اعصار بگولے کو کہتے ہیں جو زمین سے آسمان تک ایک ستون کی طرح ہے۔ اس میں آگ ہوتی ہے۔ سورۃ آل عمران میں جو صوٰر کا لفظ ہے اس کے معنی پالا (سردی) نشر کے معنی جدا جدا۔

صحیح یہ ہے کہ لواقح لافحہ کی جمع یعنی وہ ہوائیں جو پانی کو اٹھائے چلتی ہیں۔ آیت کریمہ ﴿وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ [الأعراف: ۵۷] میں لفظ بشرا کی جگہ نشرا پڑھا ہے یعنی ہر طرف سے جدا چلنے والی ہوائیں۔ لفظ لواقح لافحہ کی جمع ہے یعنی

وہ ہوائیں جو پانی کو اٹھائے ہوئے چلتی ہیں گویا حاملہ ہیں۔ مولانا جمال الدین افغانی کہتے ہیں کہ حاملہ کرنے والی ہوا کا معنی اصول نباتات کی رو سے ٹھیک ہے کیونکہ علم نباتات میں ثابت ہوا ہے کہ ہوا نزد درخت کا مادہ اڑا کر مادہ درخت پر لے جاتی ہے۔ اس وجہ سے درخت خوب پھلتا پھولتا ہے گویا ہوا درختوں کو حاملہ کرتی ہے۔ تحقیقات جدیدہ سے بھی یہی مشاہدہ ہوا ہے۔

۳۲۰۵- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((نَصْرَتُ بِالْصَّبَا أَهْلَكْتُ عَاذَ بِالذَّبْوَرِ))

(۳۲۰۵) ہم سے آدم بن ابی ایہ نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال: ((نصرت بالصبا أهلك عاذ بالذبور)) مدد کی گئی اور قوم عاد بادبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کر دی گئی تھی۔

(راجع: ۱۰۳۵)

۳۲۰۶- حَدَّثَنَا مَكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَأَى مَخِيلَةَ فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَذْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ، فَعَرَفْتُهُ عَائِشَةَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَمَا أَذْرِي! كَمَا قَالَ قَوْمٌ: «فَلَمَّا رَأَوْهُ غَارَضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْ دَبْتِهِمْ»)) الْآيَةُ [الاحقاف: ۲۴].

(۳۲۰۶) ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن جریج نے، ان سے عطاء نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ ایر کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ کبھی آگے آتے، کبھی پیچھے جاتے، کبھی گھر کے اندر تشریف لاتے، کبھی باہر آ جاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا۔ لیکن جب بارش ہونے لگتی تو پھر یہ کیفیت باقی نہ رہتی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق آپ سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا، جب انہوں نے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تھا۔

[طرفہ فی: ۴۸۲۹].

آخر آیت تک (کہ ان کے لیے رحمت کا بادل آیا ہے، حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا)

ہو ابھی اللہ کی ایک مخلوق ہے جو مختلف تاثیر رکھتی ہے اور مخلوقات کی زندگی میں جس کا قدرت نے بڑا دخل رکھا ہے۔ قوم عاد پر اللہ نے قحط کا عذاب نازل کیا۔ انہوں نے اپنے کچھ لوگوں کو مکہ شریف بھیجا کہ وہاں جا کر بارش کی دعا کریں۔ مگر وہاں وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر دعا کرنا بھول گئے اور ہر قوم کی بستیوں پر بادل چھائے۔ قوم نے سمجھا کہ یہ ہمارے ان آدمیوں کی دعاؤں کا اثر ہے۔ مگر اس بادل نے عذاب کی شکل اختیار کر کے اس قوم کو تباہ کر دیا۔

باب فرشتوں کا بیان

۶- بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ

من جملہ اصول ایمان کے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ کے فرشتوں پر ایمان لائے۔ وہ اللہ کے معزز بندے ہیں۔ ان کے جسم لطیف ہیں وہ ہر شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ سب نیک اور اللہ کے تاجدار بندے ہیں۔ فرشتوں کا انکار کرنا کفر ہے۔ ان کے وجود پر جملہ کتب آسمانی و انبیاء کرام کا اتفاق ہے۔

قال جمهور اهل الكلام من المسلمين: الملائكة اجسام لطيفة اعطيت قدرة على التشكل باشكال مختلفة و مسكنها السموات

وا بطل من قال انها الكواكب او انها الانفس الخيرة التي فارقت اجسادها وغيره ذالك من الاقوال التي لا يوجد في الادلة السمعية شئ منها (فتح الباری)

یعنی جملہ اہل کلام مسلمین کا یہ قول ہے کہ فرشتے اجسام لطیفہ ہیں جن کو یہ قدرت دی گئی ہے کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ (جو ان کو اللہ کی طرف سے ملی ہوئی ہے) ان کا مسکن آسمان ہیں اور جن لوگوں نے کہا کہ فرشتوں سے تارے مراد ہیں یا وہ اچھی ارواح جو اپنے اجسام سے جدا ہو چکی ہیں، مراد ہیں۔ یہ جملہ اقوال باطلہ ہیں جن کی کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جبریل علیہ السلام کو یہودی فرشتوں میں سے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ الصافات میں بیان کیا کہ لنحن الصافون میں مراد ملائکہ ہیں۔

یہودی اپنی جہالت سے جبریل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے اور کہتے تھے کہ ہمارے راز کی باتیں وہی آنحضرت ﷺ سے کہہ جاتا ہے یا یہ کہ یہ ہمیشہ عذاب ہی لے کر اترتا ہے۔ اس اثر کو خود امام بخاری نے باب الہجرة میں وصل فرمایا ہے۔ لنحن الصافون فرشتوں کی زبان سے نقل کیا کہ ہم قطار باندھنے والے اللہ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اس اثر کو طبرانی نے وصل کیا ہے۔

۳۲۰۷- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَهَشَامٌ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَفْصَعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((بَيْنَا أَنَا عِنْدَ أُنَيْتٍ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ - وَذَكَرَ يَغْنِي رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ - فَأُنَيْتٌ بَطَسَتْ مِنْ ذَهَبٍ مَلِيءٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا. فَشَقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى مَرَاقِ الْبَطْنِ، ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنُ بِمَاءٍ زَمْزَمَ، ثُمَّ مَلِئَهُ حِكْمَةً وَإِيمَانًا. وَأُنَيْتٌ بِدَائِبَةِ أَبِيضٍ ذُوْنِ الْبَعْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبَرَّاقِ، فَاَنْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيلَ، حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ. قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ؛ وَلَيُعْمَى الْمَجْمَعُ جَاءَ.

(۳۲۰۷) ہم سے ہدیہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے (دوسری سند) اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ اور ہشام دستواکی نے بیان کیا، کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، کہا ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے مالک بن صفصعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میں ایک دفعہ بیت اللہ کے قریب نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا، پھر آنحضرت ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ایک تیسرے آدمی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد میرے پاس سونے کا ایک ٹٹٹ لایا گیا، جو حکمت اور ایمان سے بھرپور تھا۔ میرے سینے کو پیٹ کے آخری حصے تک چاک کیا گیا۔ پھر میرا پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک سواری لائی گئی۔ سفید، شجر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی یعنی براق، میں اس پر سوار ہو کر جبریل علیہ السلام کے ساتھ چلا۔ جب ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو پوچھا گیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جبریل۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ اور کون صاحب آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ) پوچھا گیا کہ کیا انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟

انہوں نے کہا کہ ہاں، اس پر جواب آیا کہ اچھی کشادہ جگہ آنے والے کیا ہی مبارک ہیں، پھر میں آدم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، 'آؤ پیارے بیٹے اور اچھے نبی۔ اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر پہنچے یہاں بھی وہی سوال ہوا۔ کون صاحب ہیں؟ کہا کہ جبریل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ کوئی اور صاحب بھی آئے ہیں؟ کہا کہ محمد ﷺ، سوال ہوا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا کہ ہاں۔ اب ادھر سے جواب آیا، اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں، آنے والے کیا ہی مبارک ہیں۔ اس کے بعد میں عیسیٰ اور یحییٰ ﷺ سے ملا، ان حضرات نے بھی خوش آمدید، مرحبا کہا اپنے بھائی اور نبی کو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے یہاں بھی سوال ہوا کون صاحب ہیں؟ جواب ملا جبریل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ کہا کہ محمد ﷺ، سوال ہوا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں، اب آواز آئی اچھی کشادہ جگہ آئے آنے والے کیا ہی صالح ہیں، یہاں یوسف ﷺ سے میں ملا اور انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا، اچھی کشادہ جگہ آئے ہو میرے بھائی اور نبی، یہاں سے ہم چوتھے آسمان پر آئے اس پر بھی یہی سوال ہوا، کون صاحب، جواب دیا کہ جبریل، سوال ہوا، آپ کے ساتھ اور کون صاحب ہیں؟ کہا کہ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا انہیں لانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں، پھر آواز آئی، اچھی کشادہ جگہ آئے کیا ہی اچھے آنے والے ہیں۔ یہاں میں اور یسٰی ﷺ سے ملا اور سلام کیا، انہوں نے فرمایا، مرحبا، بھائی اور نبی۔ یہاں سے ہم پانچویں آسمان پر آئے۔ یہاں بھی سوال ہوا کہ کون صاحب؟ جواب دیا کہ جبریل، پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ اور کون صاحب آئے ہیں؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ، پوچھا گیا، انہیں بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا؟ کہا کہ ہاں، آواز آئی، اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں۔ آنے والے کیا ہی اچھے ہیں۔ یہاں ہم ہارون ﷺ سے ملے اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، مبارک، میرے بھائی اور نبی، تم اچھی کشادہ جگہ آئے، یہاں سے ہم

فَاتَيْنَا عَلَى آدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ ابْنِ وَنَبِيٍّ. فَاتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ. قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ. قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَاتَيْنَا عَلَى عِيسَى وَيَحْيَى، فَقَالَا: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَاتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ. قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ مَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَاتَيْنَا يُوسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَاتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ. قِيلَ مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ ﷺ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَاتَيْنَا عَلَى إِدْرِيسَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَاتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ. قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَاتَيْنَا عَلَى هَارُونَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَاتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ. قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَدْ

أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ مَرَحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى مُوسَى فَسَلَّمْتُ فَقَالَ: مَرَحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ. فَلَمَّا جَاوَزْتَ بَكِي، فَقِيلَ: مَا أَتَيْكَ؟ قَالَ: يَا رَبِّ، هَذَا الْقَلَامُ الَّذِي بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمِّيهِ أَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي. فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ، قِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: مَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ مَرَحَبًا بِهِ، وَلِنَعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ. فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَرَحَبًا بِكَ مِنْ ابْنِ وَنَبِيٍّ. فَرَفَعَ لِي الْبَيْتُ الْمَغْمُورَ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ فَقَالَ: هَذَا بَيْتُ الْمَغْمُورِ، يُصَلِّي فِيهِ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَمُوتُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ. وَرَفَعْتُ لِي مِدْرَةَ الْمُنْتَهَى، فَإِذَا نَبَقَهَا كَأَنَّهُ قِلَالٌ هَجَرٌ، وَوَرَقَهَا كَأَنَّهُ آذَانُ الْفَيْوَلِ، فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ. فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ فَقَالَ: أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ: النَّيْلُ وَالْفُرَاتُ. ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُونَ صَلَاةً، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَنَّتْ مُوسَى فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُونَ صَلَاةً. قَالَ: أَنَا أَغْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ، عَالَجَتْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، وَإِنْ أَمْنَكَ لَا تُطِيقُ، فَارْجِعْ

چھٹے آسمان پر آئے، یہاں بھی سوال ہوا کہ کون صاحب؟ جواب دیا کہ جبریل، پوچھا گیا، آپ کے ساتھ اور بھی کوئی ہیں؟ کہا کہ ”ہاں محمد ﷺ ہیں“ پوچھا گیا، کیا انہیں بلایا گیا تھا کہا ہاں، کہا اچھی کشادہ جگہ آئے ہیں، اچھے آنے والے ہیں۔ یہاں میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرے بھائی اور نبی اچھی کشادہ جگہ آئے، جب میں وہاں سے آگے بڑھنے لگا تو وہ رونے لگے کسی نے پوچھا، بزرگوار آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، کہ اے اللہ! یہ نوجوان جسے میرے بعد نبوت دی گئی، اس کی امت میں سے جنت میں داخل ہونے والے، میری امت کے جنت میں داخل ہونے والے لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر آئے، یہاں بھی سوال ہوا کہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ جبریل، سوال ہوا کہ کوئی صاحب آپ کے ساتھ بھی ہیں؟ جواب دیا کہ محمد ﷺ پوچھا، انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ مرحبا، اچھے آنے والے۔ یہاں میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے فرمایا، میرے بیٹے اور نبی، مبارک، اچھی کشادہ جگہ آئے ہو، اس کے بعد مجھے بیت المغمور دکھایا گیا۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے بتلایا کہ یہ بیت المغمور ہے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور ایک مرتبہ پڑھ کر جو اس سے نکل جاتا ہے تو پھر کبھی داخل نہیں ہوتا۔ اور مجھے سدرۃ المنتہی بھی دکھایا گیا، اس کے پھل ایسے تھے جیسے مقام ہجر کے ٹکے ہوتے ہیں اور پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان، اس کی جڑ سے چار نہریں نکلتی تھیں، دو نہریں تو باطنی تھیں اور دو ظاہری، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ جو دو باطنی نہریں ہیں وہ تو جنت میں ہیں اور دو ظاہری نہریں دنیا میں نیل اور فرات ہیں، اس کے بعد مجھ پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئیں۔ میں جب واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے ملا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ پچاس نمازیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ انسانوں کو

میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، بنی اسرائیل کا مجھے بڑا تجربہ ہو چکا ہے۔ تمہاری امت بھی اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، اس لئے اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دو۔ اور کچھ تخفیف کی درخواست کرو۔ میں واپس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نمازیں چالیس وقت کی کر دیں۔ پھر بھی موسیٰ علیہ السلام اپنی بات (یعنی تخفیف کرانے) پر مصر رہے۔ اس مرتبہ تیس وقت کی رہ گئیں۔ پھر انہوں نے وہی فرمایا تو اب بیس وقت کی اللہ تعالیٰ نے کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے وہی فرمایا اور اس مرتبہ بارگاہ رب العزت میں میری درخواست کی پیشی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس کر دیا۔ میں جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو اب بھی انہوں نے کم کرانے کے لئے اپنا اصرار جاری رکھا۔ اور اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی کر دیں۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا، تو انہوں نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ کر دی ہیں۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے کم کرانے کا اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ اب تو میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا۔ پھر آواز آئی۔ میں نے اپنا فریضہ (پانچ نمازوں کا) جاری کر دیا۔ اپنے بندوں پر تخفیف کر چکا اور میں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہوں۔ اور ہمام نے کہا، ان سے قتادہ نے کہا، ان سے حسن نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیت المعمور کے بارے میں الگ روایت کی ہے۔

تشریح یہ طویل حدیث واقعہ معراج سے متعلق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کو یہاں اس لئے لائے کہ اس میں فرشتوں کا ذکر ہے اور یہ فرشتے بے شمار ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آسمان میں بائیس ہزار جہاں ایک فرشتہ اللہ کے لئے سجدہ نہ کر رہا ہو۔

واقعہ معراج کا آغاز حطیم سے ہوا۔ جہاں نبی اکرم ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔ وہاں سے آپ کا یہ مبارک سفر براق کے ذریعہ شروع ہوا، جو برق بمعنی بجلی سے مشتق ہے۔ معراج برحق ہے اس کا منکر گمراہ اور خاطی ہے۔ تفصیل کے لئے کتب شروح ملاحظہ ہوں۔

قال القاضي عياض اختلفوا في الاسماء الى السموات فقليل انه في المنام والحق الذي عليه الجمهور انه اسرى بجسده فان قيل بين النائم واليقظان يدل على انه دوبا نوم قلنا لا حجة فيه اذ قد يكون ذالك حال اول وصول الملك اليه وليس فيه ما يدل على كونه فانما جى القصته كلها. وقال الحافظ عبد الحق في الجمع بين الصحيحين وماروى شريك عن انس انه كان نائما فهو زيادة منجولة وقد روى الحافظ المتقون والائمة البيهقروون كابن شهاب وثابت البناني وقتاده عن انس ولم يات احد منهم بها وشريك بالحافظ عنه اهل

الحديث (فتح الباری) اس طویل عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ معراج جسمانی ہی حق ہے۔

آپ کی تشریف آوری پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس خوشی کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو مختصر عمر دینے کے باوجود اپنی نعمتوں سے کس قدر نوازا اور کیسے کیسے درجات عالیہ عطا فرمائے ہیں۔ یہ رونا فرحت سے تھا نہ کہ حسد اور بغض سے فان ذالک لا یلیق بصفات الانبیاء والاحلاق الاجلۃ من الاولیاء قالہ الخطابی۔

(۳۲۰۸) ہم سے حسن بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو الاحوص نے، ان سے اعلمش نے، ان سے زید بن وہب نے اور ان سے عبد اللہ بن زید نے بیان کیا کہ ہم سے صادق المصدوق رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور فرمایا کہ تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے۔ اتنے ہی دنوں تک پھر ایک بستہ خون کی صورت میں اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ایک مضغہ گوشت رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل، اس کا رزق، اس کی مدت زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے۔ (یاد رکھ) ایک شخص (زندگی بھرنیک) عمل کرتا رہتا ہے اور جب جنت اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آجاتی ہے اور دوزخ والوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص (زندگی بھر برے) کام کرتا رہتا ہے اور جب دوزخ اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔

۳۲۰۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ اللَّهُ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ - قَالَ: ((إِنْ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عِلْقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَنْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا يُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيَّهُ أَوْ سَعِيدَهُ. ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ، فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ. وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ)).

[أطرافه في: ۳۳۳۲، ۶۵۹۴، ۷۴۵۴]

تَنْبِيْهُ

دوسری روایت میں ہے کہ جب مرد عورت سے صحبت کرتا ہے تو مرد کا پانی عورت کے ہر رگ و پے میں سا جاتا ہے۔ ساتویں دن اللہ اس کو اکٹھا کر کے اس سے ایک صورت جوڑتا ہے۔ پھر نفس ناطقہ چوتھے چلہ میں یعنی چار مہینے کے بعد اس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چار ماہ سے قبل ہی حمل میں جان پڑ جاتی ہے ان کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں روح سے نفس ناطقہ مراد ہے اسے روح انسانی کہا جاتا ہے اور روح حیوانی پہلے ہی سے بلکہ نطفہ کے اندر بھی موجود رہتی ہے لہذا اعتراض باطل ہوا۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے اس لئے آدمی کیسے ہی اچھے کام کر رہا ہو پھر بھی خرابی خاتمہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ بزرگوں نے تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ حدیث شریف سے محبت رکھتے ہیں اور اسی فن شریف میں مشغول رہتے ہیں، اکثر ان کی عمر دراز ہوتی ہے اور خاتمہ بالآخر نصیب ہوتا ہے۔ یا اللہ! اپنے حقیر ناچیز بندے محمد داؤد راز کو بھی حدیث کی یہ برکات عطا فرمائیے اور میرے جملہ معاونین کرام کو جن کی حدیث دوستی نے مجھ کو اس عظیم خدمت کے انجام دینے کے لئے آمادہ کیا۔

اللہ پاک ان سب کو برکات دارین سے نوازیو۔ آمین ثم آمین۔

(۳۲۰۹) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مغلہ نے خبر دی، انہیں ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی، انہیں نافع نے، انہوں نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اور اس روایت کی متابعت ابو عاصم نے ابن جریج سے کی ہے کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی انہیں نافع نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اس لئے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں۔

۳۲۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: وَتَابَعَهُ أَبُو عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيَجِبُ جِبْرِيلُ. فَيَنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبُوهُ، فَيَجِبُ أَهْلُ السَّمَاءِ. ثُمَّ يُوَضِّعُ لَهُ الْقَبُولَ فِي الْأَرْضِ)).

[طرفہ فی : ۶۰۴۰، ۷۴۸۵]

تشریح اسماعیل کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جب اللہ کسی بندے سے دشمنی کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے ظاہر کرتا ہے پھر جبریل علیہ السلام اور سارے فرشتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں یہاں تک روئے زمین پر اس کے لئے برائی پھیل جاتی ہے۔ اس حدیث سے اللہ کے کلام میں آواز اور پکار ثابت ہوئی اور ان لوگوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں صوت اور حروف نہیں ہیں۔

(۳۲۱۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے خبر دی، ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ فرشتے عمان میں اترتے ہیں۔ اور عمان سے مراد بابل ہیں۔ یہاں فرشتے ان کاموں کا ذکر کرتے ہیں جن کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے۔ اور یہیں سے شیاطین کچھ چوری چھپے باتیں اڑا لیتے ہیں۔ پھر کانہوں کو اس کی خبر کر

۳۲۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَمَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ - فَتَذْكُرُ الْأُمُورَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَتَسْرِقُ الشَّيَاطِينُ السَّمْعَ

دیتے ہیں اور یہ کاہن سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر اسے بیان کرتے ہیں۔

فَتَسْمَعُهُ فَوُجِّهْ إِلَى الْكُفَّانِ، فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِائَةً كَذِبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ)).

[أطرافه في: ٣٢٨٨، ٥٧٦٢، ٦٢١٣،

٧٥٦١]۔

(۳۲۱۱) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ اور اغر نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب سے پہلے آنے والے اور پھر اس کے بعد آنے والوں کو نمبر وار لکھتے جاتے ہیں۔ پھر جب امام (خطبے کے لئے منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر سننے لگ جاتے ہیں (یہ حدیث کتاب الجمعہ میں مذکور ہو چکی ہے یہاں فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے)

۳۲۱۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالْأَعْرَضِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِكَةُ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَلِأَوَّلٍ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَّأُوا الصُّحُفَ وَجَاوَزُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)). [راجع: ٩٢٩]

(۳۲۱۲) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے مسجد میں شعر پڑھنے پر ناپسندیدگی فرمائی تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت یہاں شعر پڑھا کرتا تھا جب آپ سے بہتر شخص (آنحضرت ﷺ) یہاں تشریف رکھتے تھے۔ پھر حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے تم نے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! (کفار مکہ کو) میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ حسان کی مدد کر۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں بے شک (میں نے سنا تھا)

۳۲۱۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: ((مَرُّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ: كُنْتُ أَنْشِدُ فِيهِ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ. ثُمَّ التَفْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ: أَنْشِدْكَ بِاللَّهِ أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((أَجِبْ عَنِّي، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ؟)) قَالَ: نَعَمْ)).

[راجع: ٤٥٣]

اس سے حمد و نعت کے اشعار پڑھنے اور کہنے کا جواز ثابت ہوا۔

(۳۲۱۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے

۳۲۱۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ الْبَرَاءِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَسَّانٍ (أَفْهَجُهُمْ - أَوْ هَاجَهُمْ - وَجَبْرِئِلَ مَعَكَ))
 بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حسان بن جبریل سے فرمایا، 'مشرکین مکہ کی تم بھی جھوٹا کرو یا (یہ فرمایا کہ) ان کی جھوٹا جواب دو، جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔' [أطرافه في: ٤١٢٣، ٤١٢٤، ٦١٥٣]

پھر حضرت حسان بن جبریل نے ایسا جواب دیا کہ مشرکین کے دھوکے اڑ گئے۔ ان کی ساری حقیقت کھول کر رکھ دی۔ ایک شعر حضرت حسان بن جبریل کا یہ ہے۔ لنا فی کل یوم من معرک سباب او قتال او هجاء
 "یعنی ہم تو ہر روز سامان کی تیاری میں مشغول ہیں تم سے جنگ کرنے میں یا تم کو جواباً گالی دینے میں یا تمہارے جھوٹے کرنے میں۔" معلوم ہوا کہ مسجد میں دینی اسلامی اشعار کا پڑھنا جائز ہے۔

٣٢١٤- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ حَمِيدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى غُبَارِ سَاطِعٍ فِي سِكَكِ بَنِي عَنَمٍ. زَادَ مُوسَى: مَوَكَّبٍ جَبْرِئِلَ)).
 (٣٢١٣) ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو وہب بن جریر نے خبر دی، ان سے میرے والد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے حمید بن ہلال سے سنا اور ان سے انس بن مالک بن جبریل نے بیان کیا کہ جیسے وہ غبار میری نظروں کے سامنے ہے۔ موسیٰ نے روایت میں یوں زیادتی کی کہ "حضرت جبریل علیہ السلام کے (ساتھ آنے والے) سوار فرشتوں کی وجہ سے۔" جو غبار خاندان بنو عنم کی گلی میں اٹھاتا تھا۔

بنو عنم قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے جو انصار میں سے تھے، حضرت ابویوب انصاری اسی خاندان سے تھے۔
 ٣٢١٥- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ يَأْتِيكَ الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِي مِثْلِ صَلَافَةِ الْجَرَسِ، فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، وَيَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيَكَلِّمُنِي، فَأَعْنِي مَا يَقُولُ)).
 (٣٢١٥) ہم سے فروہ بن ابی المغراء نے بیان کیا، کہا ہم سے علی بن مسر نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حارث بن ہشام بن جبریل نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ وحی آپ کے پاس کس طرح آتی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کئی طرح سے آتی ہے۔ کبھی فرشتہ کے ذریعہ آتی ہے تو وہ گھنٹی بجنے کی آواز کی طرح نازل ہوتی ہے۔ جب وحی ختم ہو جاتی ہے تو جو کچھ فرشتے نے نازل کیا ہوتا ہے، میں اسے پوری طرح یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ وحی اترنے کی یہ صورت میرے لئے بہت دشوار ہوتی ہے۔ کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آ جاتا ہے وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو کچھ کہہ جاتا ہے میں اسے پوری طرح یاد کر لیتا ہوں۔

[راجع: ٢]

نزول وحی کی تفصیلات پارہ اول کتاب الوحی میں تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔
 ٣٢١٦- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ (٣٢٢٦) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شیبان نے

بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ اللہ کے راستے میں جو شخص کسی چیز کا بھی جوڑا دے، تو جنت کے چوکیدار فرشتے اسے بلائیں گے کہ اے فلاں اس دروازے سے اندر آجا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ یہ تو وہ شخص ہو گا جسے کوئی نقصان نہ ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تو بھی انیس میں سے ہو گا۔

اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کی جائے وہ جوڑے کی شکل میں زیادہ بہتر ہے جیسے کپڑوں کے دو جوڑے یا دو روپے یا دو قرآن شریف وغیرہ وغیرہ۔ یہ بہترین صدقہ ہو گا۔ یہاں فرشتوں کا اہل جنت کو بلانا ان کا وجود اور ان کا ہم کلام ہونا ثابت کرنا مقصود ہے۔

(۳۲۱۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد مندی نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر بن خدیج نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں ابو سلمہ نے اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ”اے عائشہ! یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں، تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔“ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں کہا کہ علیہ السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جنہیں میں نہیں دیکھ سکتی، عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد نبی کریم ﷺ سے تھی۔

قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: أَيُّ فُلٍ هَلُمَّ)). فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ذَلِكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ)). [راجع: ۱۸۹۷]

۳۲۱۷- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ، هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ))، فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا أَرَى. تُرِيدُ النَّبِيَّ ﷺ)).

[أطرافه في: ۳۷۶۸، ۶۲۰۱، ۶۲۴۹، ۶۱۵۳].

(۳۲۱۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے عمر بن ذر نے بیان کیا، (دوسری سند) امام بخاری نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا، ان سے عمر بن ذر نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے ایک مرتبہ فرمایا، ہم سے ملاقات کے لیے جتنی مرتبہ آپ آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ بیان کیا کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”اور ہم نہیں اترتے لیکن تیرے رب کے حکم سے، اسی کا ہے جو کچھ کہ ہمارے سامنے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے“ آخر آیت تک۔

۳۲۱۸- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ. ح. قَالَ: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَجِبْرِيلَ: ((أَلَا تَزُورُنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا؟ قَالَ: فَتَرَكْتُ: ﴿وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ، لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا﴾)) [مریم: ۶۴]. [طرفاه في: ۴۷۳۱،

[۷۴۵۵]

معلوم ہوا کہ فرشتے ہیں اور وہ حکم الہی کے تابع ہیں۔

(۳۲۱۹) ہم سے اسماعیل بن ابی ادریس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبریل علیہ السلام نے قرآن مجید مجھے (عرب کے) ایک ہی محاورے کے مطابق پڑھ کر سکھایا تھا، لیکن میں اس میں برابر اضافہ کی خواہش کا اظہار کرتا رہا، تا آنکہ عرب کے سات محاوروں پر اس کا نزول ہوا۔

۳۲۱۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ)).

[طرفہ فی: ۴۹۹۱]

تشیخ قرآن مجید کی سات قراتوں پر اشارہ ہے۔ جن کا تفصیلی ثبوت صحیح روایات و احادیث سے ہے۔ جیسا کہ ہر زبان میں مختلف مقامات کی زبان کا اختلاف ہوتا ہے۔ عرب میں ہر قبیلہ ایک الگ دنیا میں رہتا تھا، جن میں محاورے بلکہ زیر، زبر تک کے فرق کو انتہائی درجے میں ملحوظ رکھا جاتا تھا، مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید اگرچہ ایک ہی ہے۔ لیکن قرات کے اعتبار سے خود اللہ پاک نے اس کی سات قراتیں قرار دی ہیں۔

اس حدیث کے یہاں لانے سے حضرت جبریل علیہ السلام کا وجود اور ان کے مختلف کارنامے بیان کرنا مقصود ہے۔ خاص طور پر وحی لانے کے لئے یہی فرشتہ مقرر ہے۔ جیسا کہ مختلف آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی قرات سب پر امت کا اتفاق ہے۔ متداول اور مشہور قرات یہی ہے جو امت میں معمول ہے۔

(۳۲۲۰) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبید اللہ بن عبد اللہ نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینے میں اور بڑھ جاتی، جب حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کے لیے ہر روز آنے لگتے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کے لئے آتے اور آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ خصوصاً اس دور میں جب حضرت جبریل علیہ السلام روزانہ آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو آپ خیرات و برکات میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے اور عبد اللہ بن مبارک سے روایت ہے، ان

۳۲۲۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ. فَلَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ أَجْوَدَ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ)). وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَرَوَى أَبُو

ہُرَيْرَةُ وَفَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((أَنَّ جَبْرِئِلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ)).
 سے معمر نے اسی اسناد کے ساتھ اسی طرح بیان کیا اور حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا نبی کریم ﷺ سے کہ حضرت

[راجع: ۶]

جبریل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔
 یعنی ہر سال میں ایک بار آتے مگر جس سال میں آپ کی وفات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دوبار حاضر خدمت ہو کر دور
 کیا۔ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت کی قرأت آنحضرت ﷺ کے اخیر دور کے موافق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ
 رضی اللہ عنہ کی جو روایات مذکور ہوئی ہیں ان کو خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب علامات النبوة اور فضائل القرآن میں وصل کیا ہے۔

۳۲۲۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ
 عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ
 أَخْرَجَ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ غُرُوةٌ : أَمَا إِنَّ
 جَبْرِئِلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ عُمَرُ: أَعْلَمُ
 مَا تَقُولُ يَا غُرُوةُ، قَالَ: سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ
 أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ
 يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:
 ((نَزَلَ جَبْرِئِلُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ
 صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ
 مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، يَخْسِبُ بِأَصَابِعِهِ
 خَمْسَ صَلَوَاتٍ)).

[راجع: ۵۲۱]

اپنی انگلیوں پر آپ نے پانچوں نمازوں کو گن کر بتایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو عملی طور پر اوقات نماز کی تعلیم دینے آئے تھے۔ چنانچہ اول وقت اور آخر وقت ہر دو میں پانچوں
 نمازوں کو پڑھ کر آپ کو بتلایا۔ یہاں حدیث میں اس پر اشارہ ہے۔ عروہ بن زبیر نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو تاخیر نماز
 عصر پر ٹوکا اور حدیث مذکور بطور دلیل پیش فرمائی پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کے استفسار پر حدیث مع سند بیان کی، جسے سن کر حضرت
 عمر بن عبد العزیز کو یقین کامل ہو گیا۔ اس حدیث سے نماز عصر کا اول وقت پر ادا کرنا بھی ثابت ہوا۔ جیسا کہ جماعت اہل حدیث کا
 معمول ہے۔ ان لوگوں کا عمل خلاف سنت بھی معلوم ہوا جو عصر کی نماز تاخیر کر کے پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ تو بالکل غروب کے وقت نماز
 عصر ادا کرنے کے عادی ہیں، ایسے لوگوں کو منافی کہا گیا ہے۔

۳۲۲۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ
 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبِ
 (۳۲۲۲) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی عدی
 نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے، ان سے حبیب بن ابی ثابت نے، ان

سے زید بن وہب نے اور ان سے ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبریل علیہ السلام کہہ گئے ہیں کہ تمہاری امت کا جو آدمی اس حالت میں مرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا رہا ہو گا، تو وہ جنت میں داخل ہو گا یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) جنم میں داخل نہیں ہو گا۔ خواہ اس نے اپنی زندگی میں زنا کیا ہو، خواہ چوری کی ہو۔ اور خواہ زنا اور چوری کرتا ہو۔

نَبِيٍّ قَاتِلٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((قَالَ لِي جِبْرِيلُ: مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، أَوْ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ. قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ)) [راجع: ۱۲۳۷]

تشریح مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک چاہے گا تو ان کو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو ان کو گناہوں کی سزا دے کر بعد میں جنت میں داخل کر دے گا۔ بشرطیکہ وہ دنیا میں کبھی شرک کے مرتکب نہ ہوئے ہوں کیونکہ شرک کے لئے اللہ نے جنت کو قطعاً حرام کر دیا ہے۔ وہ نام نہاد مسلمان غور کریں جو بزرگوں کے مزارات پر جا کر شریک افعل کا ارتکاب کرتے ہیں، قبور پر سجدہ اور طواف کرتے ہیں۔ ان کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، ایسے لوگ ہرگز جنت میں نہ جائیں گے خواہ کتنے ہی نیک کام کرتے ہوں، اللہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں خود فرمایا ہے۔ ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (الزمر: ۶۵) ”اے رسول! اگر آپ بھی شرک کر بیٹھیں تو آپ کی ساری نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے“ کہانی نے کہا کہ روایت میں ایسے گنہگاروں کے دوزخ میں نہ داخل ہونے سے مراد ان کا بیٹھنے کا دخول مراد ہے۔ ويجب التاويل

بمثله جمعاً بين الآيات والاحاديث (کرمانی)

(۳۲۲۳) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے زمین پر آتے جاتے رہتے ہیں، کچھ فرشتے رات کے ہیں اور کچھ دن کے اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے جو تمہارے یہاں رات میں رہے۔ اللہ کے حضور میں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے۔۔۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔۔۔ کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اسی طرح جب ہم ان کے یہاں گئے تھے، جب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

۳۲۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ: مَلَائِكَةُ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ - وَهُوَ أَعْلَمُ - فَيَقُولُ: كَيْفُ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّونَ)) [راجع: ۵۵۵]

تشریح ان جملہ احادیث کے لانے سے مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض فرشتوں کا وجود ثابت کرنا ہے۔ جن پر ایمان لانا ارکان ایمان سے ہے۔ فرشتوں میں حضرت جبریل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام زیادہ مشہور ہیں۔ باقی ان کی تعداد اتنی ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ سب اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اس کی اجازت بغیر وہ دم بھی نہیں مار سکتے نہ وہ

کسی نفع نقصان کے مالک ہیں۔

۷- بَابُ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ ((آمین))

وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ فَوَافَقَتْ

إِحْذَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ

مِنْ ذَنْبِهِ

باب اس حدیث کے بیان میں کہ جب ایک تمہارا (جہری نماز میں سورہ فاتحہ کے ختم پر با آواز بلند) آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان پر (زور سے) آمین کہتے ہیں اور اس طرح دونوں کی زبان سے ایک ساتھ (با آواز بلند) آمین نکلتی ہے تو بندے کے گزرے ہوئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ترجمہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس میں جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے ختم پر آمین بالبحر یعنی بلند آواز سے آمین بولنے کی فضیلت وارد ہوئی ہے، امت میں سواد اعظم کا یہی معمول ہے۔ یہاں تک کہ مسالک اربعہ میں سے تینوں مسالک شافعی مالکی حنبلی سب آمین بالبحر کے قائل اور عامل ہیں۔ مگر بہت سے حنفی حضرات نہ صرف اس سنت سے نفرت کرتے ہیں اور اس سنت پر عمل کرنے والوں کو بنگاہ حقارت دیکھتے ہیں بلکہ بعض جگہ اپنی مساجد میں ایسے عالین بالسنہ کو نماز ادا کرنے سے روکتے ہیں جو بہت ہی زیادہ افسوس ناک حرکت ہے۔ بہت سے منصف مزاج حنفی اکابر علماء نے اس کا سنت ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور اس کے عالین کو ثواب سنت کا حق دار بتلایا ہے۔ کاش! جملہ برادران ایسے امور مسنونہ پر لڑنا بھڑکانا چھوڑ کر اتفاق و اتحاد ملت پیدا کریں۔ اور امت کو انتشار سے نکالیں۔ آمین بالبحر کا مسنون ہونا اور دلائل مخالفین کا جواب پیچھے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ یہاں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو اس لئے لائے کہ فرشتوں کا وجود اور ان کا کلام ثابت کیا جائے۔

(۳۲۲۴) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن یزید نے خبر دی، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، انہیں اسماعیل بن امیہ نے ان سے نافع نے بیان کیا، ان سے قاسم بن محمد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے ایک تکیہ بھرا، جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ وہ ایسا ہو گیا جیسے نقشی تکیہ ہوتا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے کیا غلطی ہوئی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا، یہ تو میں نے آپ کے لئے بنایا ہے تاکہ آپ اس پر ٹیک لگا سکیں۔ اس پر آپ نے فرمایا، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہوتی ہے اور یہ کہ جو شخص بھی تصویر بنائے گا، قیامت کے دن اسے اس پر عذاب دیا جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ جس کی مورت تو نے بنائی، اب

۳۲۲۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّهُ نَافِعًا حَدَّثَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَادَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ كَأَنَّهَا نَمْرُقَةٌ، فَجَاءَ لِقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ، فَقُلْتُ: مَا لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((مَا بَالُ هَذِهِ؟)) وَسَادَةً قُلْتُ وَسَادَةً جَعَلْتَهَا لَكَ لِيَضْطَجِعَ عَلَيْهَا. قَالَ: ((أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّورَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُولُ أَخْيَا مَا خَلَقْتُمْ))

[راجع: ۲۱۰۵]

اسے زندہ بھی کر کے دکھا۔

جانداروں کی صورت بنانا اس سے ناجائز ہونا ثابت ہوا اور یہی ٹھیک ہے اور فرشتوں کا وجود بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ وہ نیکی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور بدی دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں۔

(۳۲۲۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے، اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتے ہوں اور اس میں بھی نہیں جس میں مورت ہو۔

۳۲۲۵- حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ تَمَازِيلُ)). [أطرافه في : ۳۲۲۶،

[۳۲۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۶۸]۔

اس سے بھی فرشتوں کا وجود اور نیکی بدی سے ان کا اثر لینا ثابت ہوا۔

(۳۲۲۶) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا ہم کو عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے بکیر بن ایچ نے بیان کیا، ان سے بسر بن سعید نے بیان کیا اور ان سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور (راوی حدیث) بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی روایت حدیث میں شریک ہیں، جو کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں تھے۔ ان دونوں سے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، فرشتے اس گھر میں داخل ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویر ہو۔ بسر نے بیان کیا کہ پھر زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیمار پڑے اور ہم ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ گھر میں ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور اس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے عبید اللہ خولانی سے کہا، کیا انہوں نے ہم سے تصویروں کے متعلق ایک حدیث نہیں بیان کی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ کپڑے پر اگر نقش و نگار ہوں (جاندار کی تصویر نہ ہو) تو وہ اس حکم سے الگ ہے۔ کیا آپ نے حدیث کا یہ حصہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا

۳۲۲۶- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ بُكَيْرٍ بْنُ الْأَشْجِ حَدَّثَهُ أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ - وَمَعَ بُسْرٍ بْنُ سَعِيدٍ عُبَيْدُ اللَّهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِي كَانَ فِي حَجَرٍ مِمْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ - حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ)). قَالَ بُسْرٌ: لَمَرَضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ، فَعَدَنَاهُ، فَإِذَا نَحْنُ فِي بَيْتِهِ بِبُسْرٍ فِيهِ تَصَاوِيرُ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ: أَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيرِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ قَالَ: ((لَا رَقَمَ فِي نَوْبٍ)). أَلَا سَمِعْتَهُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: بَلَى

قَدْ ذَكَرَ۔ کہ نہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں! حضرت زید نے یہ بھی بیان کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ فرشتے امور معاشی سے نفرت کرتے ہیں۔ جاندار کی تصویر بنانا بھی عند اللہ محضیت ہے۔ اس لئے جس گھر میں ایسی تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، وہ گھر رحمت الہی سے محروم ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی میں جو کچھ وارد ہوا وہ برحق ہے۔ اس میں کرید کرنا بدعت ہے۔ فرشتے روحانی مخلوق ہیں۔ وہ جیسے ہیں ایسے ہی ان کے کارنامے بھی ہیں۔ حضرت زید بن خالد کے گھر میں پردے کے کپڑے پر غیر جاندار کی تصویریں تھیں جو اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۲۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((وَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْرِئِيلَ فَقَالَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ)). [طرفه في: ۵۹۶۰]۔

۳۲۲۷- ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمرو نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے باپ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے آنے کا وعدہ کیا تھا (لیکن نہیں آئے) پھر جب آئے تو آں حضرت ﷺ نے ان سے وجہ پوچھی، انہوں نے کہا کہ ہم کسی بھی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا موجود ہو۔

جو کتے حفاظت کے لئے پالے جائیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ دیگر روایات میں وضاحت موجود ہے۔ روایت میں ایک راوی کا نام عمرو نقل ہوا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ صحیح نسخہ میں عمر ہے جو محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اور یہی درست ہے۔

۳۲۲۸- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَالُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ)). [راجع: ۷۹۶]۔

۳۲۲۸- ہم سے اسماعیل بن ادریس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے سمی نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب (نماز میں) امام کہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ تو تم کہا کرو، اللھم ربنا لک الحمد۔ کیونکہ جس کا ذکر ملائکہ کے ساتھ موافق ہو جاتا ہے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

امام کے ساتھ مقتدی کا سمع اللہ لمن حمدہ کہنا پھر اللھم ربنا لک الحمد پڑھنا یا امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد مقتدی کا خالی ربنا لک الحمد کہنا ہر دو امور جائز ہیں۔ تفصیل پیچھے مذکور ہو چکی ہے۔

۳۲۲۹- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

۳۲۲۹- ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن فلح نے بیان کیا، ان سے میرے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے، ان سے عبد الرحمن بن ابی عمرو نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص نماز کی وجہ سے جب تک

کہیں ٹھہرا رہے گا اس کا یہ سارا وقت نماز میں شمار ہو گا اور ملائکہ اس کے لئے یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اور اس پر اپنی رحمت نازل کر (اس وقت تک) جب تک وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ نہ جائے یا بات نہ کرے۔

النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَحَدَكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْسِبُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ تَقُولُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، مَا لَمْ يَقُمْ مِنْ صَلَاتِهِ أَوْ يُحْدِثْ)). [راجع: ۱۷۶]

اس سے فرشتوں کا نیک دعائیں کرنا ثابت ہوا۔

(۳۲۳۰) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عطاء بن ابی رباح نے، ان سے صفوان بن یعلیٰ نے اور ان سے ان کے والد (یعنی بن امیہ بنیہ) نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ منبر پر سورۃ احزاب کی اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ﴿وَنَادُوا يَا مَالِكُ﴾ اور وہ دوزخی پکاریں گی اے مالک! (یہ داروغہ جہنم کا نام ہے) اور سفیان نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یوں

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ: ﴿وَنَادُوا يَا مَالِكُ﴾ قَالَ سُفْيَانُ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ: وَنَادُوا يَا مَالِكُ)).

[طرفہ فی: ۳۲۶۶، ۴۸۱۹]

ہے ﴿وَنَادُوا يَا مَالِكُ﴾

پوری آیت یوں ہے ﴿وَنَادُوا يَمْلِكُ لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا ذَلِكُمْ قَالَ إِنَّكُمْ تُكْفَرُونَ﴾ (الزخرف: ۷۷) یعنی ”دوزخی داروغہ دوزخ مالک کو پکاریں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ وہ ہم کو موت دیدے وہ جواب دے گا کہ تم مرنے والے نہیں ہو، بلکہ سب ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے۔“ اس سے بھی فرشتوں کا وجود اور ان کا مختلف خدمات پر مامور ہونا ثابت ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں لفظ ونادوا یا مالک یا مالک کا مخفف ہے۔ مطلب ہر دو کا ایک ہی ہے کہ دوزخی دوزخ کے داروغہ مالک کو پکاریں گے۔ اس سے بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہوا۔

(۳۲۳۱) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے کہا، ان سے عروہ نے کہا اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گذرا ہے؟ آپ نے اس پر فرمایا کہ تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ ابن عبد یلیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔

۳۲۳۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمٍ أُحُدٍ؟ قَالَ: ((لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكَ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَلِيلٍ

لیکن اس نے (اسلام کو قبول نہیں کیا اور) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

یہ طائف کا مشہور واقعہ ہے جب آنحضرت ﷺ اپنے شفیق چچا ابو طالب کے انتقال کے بعد بغرض تبلیغ اسلام طائف تشریف لے گئے تھے، آپ نے وہاں کے سرداروں کو خصوصیت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی، مگر وہ لوگ بد تمیزی سے پیش آئے اور آپ کے پیچھے اباش لڑکوں کو لگا دیا جن کی حرکات سے آپ کو سخت تکلیف کا سامنا ہوا، مگر ان حالات میں بھی آپ نے ان پر عذاب پسند نہیں فرمایا، بلکہ ان کی ہدایت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو لا کر اس سے بھی فرشتوں کا وجود ثابت فرمایا۔ اخشبین سے مراد مکہ کے دو مشہور پہاڑ جبل ابوقیس اور جبل قعقعان مراد ہیں۔

لفظ عقبہ جو روایت میں آیا ہے یہ طائف کی طرف ایک گھاٹی کا نام ہے۔ طائف کی طرف آپ شوال ۱۰ نبوی میں تشریف لے گئے تھے۔ پہلے وہاں کے لوگوں نے خود آپ کو بلا بھیجا تھا بعد میں وہ مخالف ہو گئے اور انہوں نے آپ پر پتھر مارے، ایک پتھر آپ کی ایزی میں لگا اور آپ زخمی ہو گئے۔ اس قدر ستانے کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ﷺ۔

۳۲۳۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ زُرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ، فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ [النجم: ۹]

(۳۲۳۲) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسحاق شیبانی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زربن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے (سورۃ نجم میں) ارشاد ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ، فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ﴾ کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ آن

لَيْلِ بْنِ عَبْدِ كَلَّالٍ فَلَمْ يُجِنِّي إِلَىٰ مَا أَرَدْتُ، فَاَنْطَلَقْتُ. وَأَنَا مَهْمُومٌ، عَلَىٰ وَجْهِهِ، فَلَمْ أَسْتَفِيقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَطْلَقْتَنِي، فَظَنَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ، فَقَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ، وَقَدْ بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ، فَقَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ذَلِكَ فِيمَا شِئْتَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أَطْبِقَ عَلَيْهِمُ (الْأَخْشَبِينَ)). فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَخَدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا)). [طرفه في: ۷۳۸۹]

حضرت علیؓ نے جبریل علیہ السلام کو (اپنی اصلی صورت میں) دیکھا، تو ان کے چھ سو بازو تھے۔

قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْغُودٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتْمِائَةٌ جَنَاحَ.

[طرفہ فی: ۴۸۵۶، ۴۸۵۷]۔

(۳۲۳۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن حبیب نے (اللہ تعالیٰ کے ارشاد) ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ کے متعلق بتلایا کہ آں حضرت علیؓ نے ایک سبز رنگ کا پھوٹا دیکھا تھا جو آسمان میں سارے کناروں کو گھیرے ہوئے تھا۔

۳۲۳۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ﴿لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى﴾ قَالَ: ((رَأَى رُفُوفًا أَخْضَرَ سَدَّ أَفْقَ السَّمَاءِ)).

[طرفہ فی: ۴۸۵۸]۔

اس پر حضرت جبریل علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے یا ان کے پر تھے۔

(۳۲۳۴) ہم سے محمد بن عبد اللہ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، ان سے ابن عون نے، کہا ہم کو قاسم نے خبر دی اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو اس نے بڑی جھوٹی بات زبان سے نکالی، لیکن آپ نے جبریل علیہ السلام کو (معراج کی رات میں) ان کی اصلی صورت میں دیکھا تھا۔ ان کے وجود نے آسمان کا کنارہ ڈھانپ لیا تھا۔

۳۲۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: ((مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ، وَلَكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ وَخَلْقِهِ سَادًا مَا بَيْنَ الْأَفْقِ)).

[أطرافہ فی: ۳۲۳۵، ۴۶۱۲، ۴۸۵۵]۔

[۷۳۸۰، ۷۵۳۱]۔

(۳۲۳۵) مجھ سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا ہم سے زکریا بن ابی زائدہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن الاشوع نے، ان سے شعبی نے اور ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا (ان کے اس کہنے پر کہ آنحضرت علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں تھا) پھر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿ثُمَّ دَنَى فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى﴾ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ آیت تو جبریل علیہ السلام کے بارے میں ہے، وہ انسانی شکل میں آنحضرت علیہ السلام کے پاس آیا کرتے

۳۲۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ ابْنِ الْأَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: ((قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَأَيْنَ قَوْلُهُ: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾، فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى؟ قَالَتْ: ذَلِكَ جِبْرِيلُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ، وَإِنَّمَا أَنَا هَذِهِ الْمَرْءَةُ فِي صُورَتِهِ

النَّبِيِّ هِيَ صُورَتُهُ، فَسَدَّ الْأَفْقُ)).
تھے اور اس مرتبہ اپنی اس شکل میں آئے تھے جو اصلی تھی اور انہوں نے تمام آسمان کے کناروں کو ڈھانپ لیا تھا۔ [راجع: ۳۲۳۴]

تفسیر شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے اللہ کو دیکھا تھا یا نہیں، اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال یہی ہے کہ آپ نے اللہ پاک کو نہیں دیکھا۔ بہر حال آیت مذکورہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کا رد کیا جو اس سے آپ کا دیدار الہی ثابت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آیت میں جس کی قربت کا ذکر ہے۔ اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔
و قال النووي الراجح المختار عند أكثر العلماء انه راه ببصره والله اعلم والتوقف فيها لعدم الدلائل الواضحة على احد الجانبين خیر۔
یعنی امام نوویؒ نے کہا کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے کہ آپؐ نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا چونکہ کسی خیال کی تائید میں واضح دلائل نہیں ہیں، اس لیے اس مسئلہ میں خاموش رہنا بہتر ہے۔

۳۲۳۶- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ آتَيْنِي قَالَا : الَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ خَازِنِ النَّارِ، وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهَذَا مِيكَائِيلُ)).
[راجع: ۸۴۵]

۳۲۳۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے ابو رجاء نے بیان کیا، ان سے سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے آج رات (خواب میں) دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ وہ جو آگ جلا رہا ہے۔ وہ جنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو بارہ نمبرچھ میں گذر چکی ہے۔ یہاں اس سے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے۔
۳۲۳۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَبَاتَ غَضَبَانِ عَلَيْهَا، لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ)). تَابَعَهُ شُعْبَةُ وَأَبُو حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ. [طرفاه فی : ۵۱۹۳، ۵۱۹۴].

۳۲۳۷) ہم سے مسدد بن ہشام نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا، لیکن اس نے آنے سے انکار کر دیا اور مرد اس پر غصہ ہو کر سو گیا، تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ اس روایت کی متابعت، ابو حمزہ، ابن داؤد اور ابو معاویہ نے اعمش کے واسطے سے کی ہے۔

تفسیر ابو عوانہ کے ساتھ اس حدیث کو شعبہ اور ابو حمزہ اور عبد اللہ بن داؤد اور ابو معاویہ نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔ شعبہ کی روایت خود مؤلف نے کتاب النکاح میں وصل کی ہے اور ابو حمزہ کی روایت موصولاً نہیں ملی اور ابن داؤد کی روایت مسدد نے اپنی بڑی سند میں وصل کی اور ابو معاویہ کی روایت امام مسلم اور نسائی نے موصولاً نکالی ہے۔

اس حدیث کو یہاں لانے سے فرشتوں کا وجود ثابت کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی نافرمان عورت پر خدا کے حکم سے رات بھر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرد کی اطاعت عورت کے لئے کتنی ضروری ہے۔ مرد کی خواہش کی قدر نہ کرنا عورت

کے لئے بدبختی کا سبب بن سکتا ہے۔ عورت کی زینت یہی ہے کہ بچے سے اس کی گود بھر پور ہو اور بچے کے لئے مرد سے ملاپ ضروری تھا جس کے لئے عورت نے انکار کر دیا۔ ممکن ہے اسی ملاپ میں اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہو جاتی، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مصالح ہیں جن کی بنا پر عورت کے لئے مرد کی اطاعت ضروری ہے۔ عدم اطاعت کی صورت میں بہت سے فسادات پیدا ہو سکتے ہیں۔

(۳۲۳۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو لیث نے خبر دی، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا تھا کہ (پہلے غار حراء میں جو حضرت جبریل علیہ السلام مجھ کو سورۃ اقرء پڑھا کر گئے تھے اس کے بعد) مجھ پر وحی کا نزول (تین سال) بند رہا۔ ایک بار میں کہیں جا رہا تھا کہ میں نے آسمان میں سے ایک آواز سنی اور نظر آسمان کی طرف اٹھائی، میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں انہیں دیکھ کر اتنا ڈر گیا کہ زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنے گھر آیا اور کہنے لگا کہ مجھے کچھ اڑھادو، مجھے کچھ اڑھادو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”فاهجر“ تک۔ ابو سلمہ نے کہا کہ آیت میں الرجز سے بت مراد ہیں۔

۳۲۳۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَمْ تَفِرْ عَنِّي الْوَحْيُ فِتْرَةً، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قَبْلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءِ قَاعِدَ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجِئْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمَلُونِي زَمَلُونِي، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: وَالرُّجْزُ الْأَوْتَانُ)). [راجع: ۴]

اسلام میں بت پرستی ایک گندہ عمل ہے۔ اسی لئے بت پرستوں کو ﴿إِنَّمَا الْمُنْشَرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (التوبہ: ۳۸) کہا گیا ہے کہ شرک کرنے والے گندے ہیں۔ وہ بتوں کے پجاری ہوں یا قبروں کے ہرود کا عند اللہ ایک ہی درجہ ہے۔

(۳۲۳۹) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے، (دوسری سند) امام بخاری نے کہا اور مجھ سے خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن عروبہ نے، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو العالیہ نے اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شب معراج میں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ گندمی رنگ، قد لمبا اور بال گھنگھریالے تھے، ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوہ کا کوئی شخص ہو اور

۳۲۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمٍّ نَبِيكُم - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِي بِي مُوسَى رَجُلًا أَدَمَ طَوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنْوَةَ،

میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا تھا۔ درمیانہ قد، میانہ جسم، رنگ سرخی اور سفیدی لئے ہوئے اور سر کے بال سیدھے تھے (یعنی کھنکھریالے نہیں تھے) اور میں نے جہنم کے داروغہ کو بھی دیکھا اور دجال کو بھی، منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دکھائی تھیں (سورہ سجدہ میں اسی کا ذکر ہے کہ) پس (اے نبی!) ان سے ملاقات کے بارے میں آپ کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں، یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ملنے میں۔ انس اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے یوں بیان کیا کہ جب دجال نکلے گا، تو فرشتے دجال سے مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

وَرَأَيْتُ عِيسَى رَجُلًا مَرْتَبًا، مَرْتَبًا
الْمَخْلُوقِ إِلَى الْخُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، سَبَطَ
الرَّأْسِ، وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ،
وَالَّذِي جَالَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَرَاهُنَّ اللَّهُ إِيَّاهُ،
فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ. قَالَ أَنَسٌ
وَأَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: تَخْرُسُ الْمَلَائِكَةُ
الْمَدِينَةَ مِنَ الدَّجَالِ)).
[طرفہ فی : ۳۳۹۶].

ان دونوں روایتوں کو خود امام بخاری نے کتاب الحج اور کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔

باب جنت کا بیان اور یہ بیان کہ

جنت پیدا ہو چکی ہے

۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ

وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ

اسی طرح دوزخ دونوں موجود ہیں، جملہ اہل سنت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے۔

حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ ای موجودۃ الان و اشار بذالک الی الرد علی من زعم من المعتزلة انها لا توجد الا يوم القيامة و قد ذکر البخاری فی الباب روایات کثیرة دالة علی ما ترجم بہ فمنها ما يتعلق بكونها موجودة الان و منها ما يتعلق بصفاتها و اصرح مما ذكره فی ذالک ما اخرجه احمد و ابو داود باسناد قوى عن ابی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ الجنة قال لجبرئیل اذهب فانظر اليها..... الحديث (فتح الباری)

یعنی جنت اب موجود ہے اور اس میں معتزلہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ جنت قیامت ہی کے دن پیدا ہوگی۔ مصنف نے یہاں کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ جن سے جنت کا وجود ثابت ہوتا ہے اور بعض احادیث جنت کی صفات سے متعلق ہیں اور اس بارے میں زیادہ صریح وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ پاک نے جنت کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اور جنت کو دیکھو۔

ابوالعالیہ نے کہا (سورہ بقرہ میں) جو لفظ ازواج مطہرہ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کی حوریں حیض اور پیشاب اور تھوک اور سب گندگیوں سے پاک صاف ہوں گی اور جو یہ آیا ہے کلمات رزقوا منها من ثمره رزقا آخر آیت تک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان کے پاس ایک میوہ لایا جائے گا پھر دوسرا میوہ تو جنتی کہیں گے یہ تو وہی میوہ ہے جو ہم کو پہلے مل چکا ہے۔ متشابہا کے معنی صورت اور رنگ میں ملے جلتے ہوں گے لیکن مزے میں جدا جدا ہوں گے (سورہ قاحہ میں) جو لفظ قطوفها دانیہ آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہوں گے کہ بہشتی

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾: مِنَ الْخَيْضِ
وَالْبَوْلِ وَالْبَرَاقِ: ﴿كَلِمًا رَزَقُوا﴾: أَتُوا
بِشَيْءٍ، ثُمَّ أَتُوا بِآخَرٍ. ﴿قَالُوا هَذَا الَّذِي
رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾: أَوْتَيْنَا مِنْ قَبْلُ. ﴿وَأَوْتُوا
بِهِ مُتَشَابِهًا﴾: يُشَبُّ بِبَعْضِهِ بَعْضًا وَيَخْتَلِفُ
فِي الطَّعْمِ. ﴿قَطُوفُهَا﴾: يَقْطِفُونَ كَيْفَ
شَاؤُوا ﴿دَانِيَةً﴾: قَرِيبَةً. ﴿أَلَا زَانِكٌ﴾:
السُّرُرُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: النَّصْرَةُ فِي

لوگ کھڑے بیٹھے جس طرح چاہیں ان کو توڑ سکیں گے۔ دانیہ کا معنی نزدیک کے ہیں، اَزَانُکَ کے معنی تخت کے ہیں، امام حسن بصری نے کہا لفظ نصرۃ منہ کی تازگی کو اور لفظ سرور دل کی خوشی کو کہتے ہیں۔ اور مجاہد نے کہا سلسبیلہ کے معنی تیز پہنے والی، اور لفظ غول کے معنی پیٹ کے درد کے ہیں۔ ینزفون کے معنی یہ کہ ان کی عقل میں فورا نہیں آئے گا (جیسا کہ دنیاوی شراب سے آجاتا ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا (سورہ نبا میں) جو دھاقا کا لفظ آیا ہے اس کے معنی لبالب بھرے ہوئے کے ہیں۔ لفظ کواکب کے معنی پستان اٹھے ہوئے کے ہیں۔ لفظ رَحِیق کے معنی جنت کی شراب، تسنیم وہ عرق جو بہشتیوں کی شراب کے اوپر ڈالا جائے گا۔ بہشتی اس کو پیئیں گے۔ اور لفظ ختام (سورہ مطفین میں) کے معنی مہر کی مٹی (جس سے وہاں کی شراب کی بوتلوں پر مہر لگی ہوئی ہوگی) نصااختان (سورہ رَحْمٰن میں) دو جوش مارتے ہوئے چشمے، لفظ مَوْضُونۃ (سورہ واقعه میں) کا معنی جزاؤ بنا ہوا، اسی سے لفظ وَضِیْنُ النّاقۃ نکلا ہے۔ یعنی اونٹنی کی جھول وہ بھی بنی ہوئی ہوتی ہے اور لفظ کوب کا معنی جس کی جمع اکواب (سورہ واقعه میں) ہے، کوزہ جس میں نہ کان ہو نہ کنڈا اور لفظ اباریق ابریق کی جمع وہ کوزہ جو کان اور کنڈہ رکھتا ہو۔ اور لفظ عربا (سورہ واقعه میں) عربوب کی جمع ہے جیسے صبور کی جمع صبر آتی ہے۔ مکہ والے عرب کو عَرَبِیۃ اور مدینہ والے غنیمہ اور عراق والے شلہ کہتے ہیں۔ ان سب سے وہ عورت مراد ہے جو اپنے خاوند کی عاشق ہو۔ اور مجاہد نے کہا لفظ روح (سورہ واقعه میں ہے) کا معنی بہشت اور فرانی رزق کے ہیں۔ ریحان کا معنی (جو اسی سورۃ میں ہے) رزق کے ہیں اور لفظ مَنْصُود (سورہ واقعه) کا معنی کیلے کے ہیں۔ مَنْصُود وہ بیر جس میں کانٹا نہ ہو میوے کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے بعض لوگ کہتے ہیں لفظ عرب (جو سورہ واقعه میں ہے) اس کے معنی وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں، مسکوب کا معنی (جو اسی سورۃ میں ہے) بہتا ہوا پانی۔ اور لفظ و فرش مرفوعۃ (سورہ واقعه) کا معنی پچھونے اونچے یعنی اوپر تلے بچھے ہوئے۔ لفظ لغوا جو اسی سورۃ میں ہے۔ اس کے معنی غلط جھوٹ کے ہیں۔ لفظ تائیم

الْوُجُوہ، وَالسُّرُورُ فِي الْقَلْبِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿سَلْسَبِيلًا﴾: حَدِيدَةُ الْحَرِیَّةِ. ﴿غُولٌ﴾: وَجَعُ الْبَطْنِ. ﴿يَنْزَفُونَ﴾: لَا تَذْهَبُ غَوْلُهُمْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿دِهَاقًا﴾: مُمْتَلِنًا. ﴿كَوَاعِبُ﴾: نَوَاهِدُ. ﴿الرَّحِیقُ﴾: الْحَمْرُ. ﴿التَّسْنِیمُ﴾: يَغْلُو شَرَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ. ﴿خِتَامُهُ﴾: طِیْنُهُ. ﴿مِیْسَلُکُ﴾: ﴿نَصَاحَتَانِ﴾: قِیَاضَتَانِ. يُقَالُ: ﴿مَوْضُونَةٌ﴾: مَسْجُوعَةٌ مِنْهُ ((وَضِیْنُ النَّاقَةِ)). وَ((الْكُوبُ)) مَا لَا أُذُنَ لَهُ وَلَا غُرُورَ. وَ((الْأَبَارِیقُ)) ذَوَاتُ الْأَذَانِ وَالْعَرَا. غَرَبَاهُ. مُثْقَلَةٌ. وَاحْذَهَا عُرُوبٌ، مِثْلُ صُورٍ وَصَبْرٍ. یُسَمِّیْهَا أَهْلُ مَكَّةَ ((الْعَرَبِیَّةُ)) وَأَهْلُ الْمَدِیْنَةِ ((الْفُجَعِیَّةُ)) وَأَهْلُ الْعِرَاقِ ((الشَّکْلَةُ)). وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿رُوحٌ﴾: جَنَّةٌ وَرَحَاءٌ. ﴿وَالرَّیْحَانُ﴾: الرِّزْقُ. وَ﴿الْمَنْصُودَةُ﴾: الْمَوْزُ. وَ﴿الْمَنْصُودَةُ﴾: الْمُوقِرُ حَمَلًا، وَيُقَالُ أَيْضًا: لَا شَوْكَ لَهُ. وَالْعَرَبُ: الْمُحَبِّاتُ إِلَى أَرْوَاجِهِنَّ. وَيُقَالُ: ﴿مَسْکُوبٌ﴾: جَارٍ. وَ﴿فَرْشٌ مَرْفُوعَةٌ﴾: بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. ﴿لُغَوًا﴾: بَاطِلًا. ﴿تَائِیْمًا﴾: کَذِبًا. ﴿أَفْئَاتٌ﴾: أَغْصَانٌ. ﴿وَجَنَى الْجَنَّتِیْنِ دَانٍ﴾: مَا یُجْتَنَبِی قَرِیْبًا. ﴿مَذْهَامَتَانِ﴾: سَوْدَاوَانِ مِنَ الرَّیِّ.

جو اسی سورۃ میں ہے اس کا معنی بھی جھوٹ کے ہیں۔ لفظ افنان جو سورۃ رخص میں ہے۔ اس کے معنی شاخیں ڈالیاں اور وجنا الجنین دان کا معنی بہت تازگی اور شادابی کی وجہ سے وہ کالے ہو رہے ہوں گے۔

مجتہد اعظم حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان اکثر الفاظ کے معانی و مطالب بیان کر دیئے جو جنت کی تعریف میں قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں۔ اللہ پاک لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو جنت کی یہ جملہ نعمتیں عطا کرے۔ آمین۔

۳۲۴۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَإِنَّهُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مِثْعَدَةٌ بِالْعِدَاةِ وَالْعَشِيِّ، فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ)).

(۳۲۴۰) ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کوئی شخص مرتا ہے تو (روزانہ) صبح و شام دونوں وقت اس کا ٹھکانا (جہاں وہ آخرت میں رہے گا) اسے دکھلایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ میں۔

[راجعہ: ۱۳۷۹]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واضح تر دلیل ہے کہ جنت و دوزخ اس وقت موجود ہیں اور وہ ان کے اہل کو روزانہ دکھائی جاتی ہیں، پورا دخول قیامت کے دن ہو گا۔

۳۲۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ دُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أُطْلِعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَأُطْلِعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ)).

(۳۲۴۱) ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلم بن زریر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابورجاء نے بیان کیا اور ان سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو جنتیوں میں زیادتی غریبوں کی نظر آئی اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دوزخیوں میں زیادتی عورتوں کی نظر آئی۔

[إطرافہ فی: ۵۱۹۸، ۶۴۴۹، ۶۵۴۶]۔

جنت میں غریبوں سے موحد، قبیح سنت غریب لوگ مراد ہیں جو دیندار اغنیاء سے کتنے ہی برس پہلے جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور دوزخ میں زیادہ عورتیں نظر آئیں، جو ناشکری اور لعن طعن کرنے والی آپس میں حسد اور بغض رکھنے والی ہوتی ہیں۔

۳۲۴۲- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ

(۳۲۴۲) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں جنت دیکھی، میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا جو ایک محل کے کنارے وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔ مجھے ان کی غیرت یاد آئی اور میں وہاں سے فوراً لوٹ آیا۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہنے لگے 'یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے ساتھ بھی غیرت کروں گا؟'

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ قَالَ: ((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا امْرَأَةٌ تَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرِ، فَقُلْتُ: لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ؟ فَقَالُوا: لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ، فَوَلَّيْتُ مُذْبِرًا. فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ: أَعْلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللَّهِ)).

[أطرافه في : ٣٦٨٠، ٥٢٢٧، ٧٠٢٣]

[٧٠٢٥]

تشیخ ان جملہ احادیث کو یہاں لانے سے حضرت امام کا مقصد جنت اور اس کی نعمتوں کا ثابت کرنا ہے نیز یہ بھی کہ جنت محض کوئی خواب و خیال کی چیز نہیں ہے بلکہ وہ ایک ثابت اور برحق چیز ہے جس کو اللہ پاک پیدا کر چکا ہے اور اس کی ساری مذکورہ نعمتیں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت امام نے ان مختلف نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے جنت کے مختلف کوائف پر استدلال فرمایا ہے۔ جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود جنت کے بارے میں کسی شیطانی وسوسہ میں گرفتار ہوں، ان کو فوراً توبہ کر کے اللہ اور رسول کی فرمودہ باتوں پر ایمان و یقین رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہشت موجود ہے، پیدا ہو چکی ہے۔ وہاں ہر ایک جنتی کے مکانات اور سلمان وغیرہ سب تیار ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قطعی جنتی ہونا بھی اس حدیث سے اور بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوشی کے مارے رو دیئے اور یہ جو کہا کہ کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تو میرے بزرگ ہیں۔ میرے مربی ہیں۔ میری بیویاں سب آپ کی لونڈیاں ہیں۔ غیرت تو برابر والے سے ہوتی ہے نہ کہ مالک اور مربی سے۔

(۳۲۴۳) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمران جوئی سے سنا، ان سے ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس اشعری نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (جنتیوں کا خیمہ کیا ہے، ایک موتی ہے خولدار جس کی بلندی اوپر کو تیس میل تک ہے۔ اس کے ہر کنارے پر مومن کی ایک بیوی ہوگی جسے دوسرے نہ دیکھ سکیں گے۔

۳۲۴۳- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الْخِيْمَةُ ذُرَّةٌ مُجَوَّلَةٌ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ أَهْلٌ لَا يَرَاهُمْ الْآخَرُونَ)).

ابو عبد الصمد اور حارث بن عبید نے ابو عمران سے (بجائے تیس میل کے) ساٹھ میل بیان کیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ: ((سِتُونَ مِيلًا)).

[طرفه في : ٤٨٧٩]

(۳۲۴۳) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال گذرا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو۔ ”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔“

۳۲۴۴- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قَالَ اللَّهُ: أَغْذِذْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ. فَافْرَوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾.

[أطرافه في: ٤٧٧٩، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨].

یہ آیت سورۃ الم سجدہ میں ہے۔ قیامت کے دن یہ ایمان والوں کے اعمال صالحہ کا بدلہ ہو گا جو بالضرور ان کو ملے گا۔

(۳۲۴۵) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام بن منبہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا ہے۔ نہ اس میں تھوکیں گے نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ پیشاب، پانخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے۔ انگلیٹیوہوں کا ہیندھن عود کا ہو گا۔ پیسنہ مشک جیسا خوشبودار ہو گا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی۔ جن کا حسن ایسا ہو گا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ نہ جنتیوں میں آپس میں کوئی اختلاف ہو گا اور نہ بغض و عناد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ پاک کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہا کریں گے۔

۳۲۴۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامِ بْنِ مَنْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَوَّلُ زُفْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَنْصَفُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَحِطُونَ وَلَا يَتَفَوِّطُونَ. آيَتُهُمْ فِيهَا الذَّهَبُ، أَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِصَّةُ، وَمَجَامِيرُهُمُ الْأَلْوَةُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مَخُ سَوْقَهُمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ. لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبٌ وَاحِدٌ، يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا)).

[أطرافه في: ٣٢٤٦، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧].

(۳۲۴۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۳۲۴۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

فرمایا، جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے گروہ کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے۔ جو گروہ اس کے بعد داخل ہو گا ان کے چہرے سب سے زیادہ چمک دار ستارے جیسے روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہوں گے کہ کوئی بھی اختلاف ان میں آپس میں نہ ہو گا اور نہ ایک دوسرے سے بغض و حسد ہو گا۔ ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی، ان کی خوبصورتی ایسی ہوگی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ وہ صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے نہ ان کو کوئی بیماری ہوگی، نہ ان کی ناک میں کوئی آلائش آئے گی اور نہ تھوک آئے گا۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے اور ننگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی انگلیٹھیوں کا ایندھن الوہ کا ہو گا، ابوالیمان نے بیان کیا کہ الوہ سے عود ہندی مراد ہے۔ اور ان کا پسینہ مشک جیسا ہو گا۔ مجاہد نے کہا کہ ابکار سے مراد اول فجر ہے۔ اور العشی سے مراد سورج کا اتنا ڈھل جانا کہ وہ غروب ہوتا نظر آنے لگے۔

اللہ ﷻ قَالَ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ، وَالَّذِينَ عَلَى إِثْرِهِمْ كَأَشَدَّ كَوْنًا بِإِضَاءَةٍ، قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ زَوْجَانِ: كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرَى مَخُ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحَسَنِ. يُسَبِّحُونَ اللَّهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا. وَلَا يَسْتَمُومُونَ، وَلَا يَمْتَحِطُونَ وَلَا يَصْنَعُونَ. آتَيْنَهُمُ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، وَأَمْشَاطَهُمُ الذَّهَبَ، وَقَوَدُ مَجَامِرِهِمُ الْأَلْوَةُ - قَالَ أَبُو الْيَمَانِ: يُعْنِي الْغُود - وَرَشَحِهِمُ الْمِسْكَ)). وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْإِبْكَارُ أَوَّلُ الْفَجْرِ، وَالْعَشِيُّ مِثْلُ الشَّمْسِ أَنْ تَغْرُبَ.

[راجع: ۳۲۴۵]

(۳۲۴۷) ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے بیان کیا اور ان سے سل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) سات لاکھ کی ایک جماعت جنت میں ایک ہی وقت میں داخل ہوں گی اور ان سب کے چہرے ایسے چمکیں گے جیسے چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔

۳۲۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدِّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَيَدْخُلْنَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا - أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ - لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ، وَجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَذْرِ)).

[طرفاء فی: ۶۵۴۳، ۶۵۵۴].

(۳۲۴۸) ہم سے عبد اللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس بن محمد نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سندس (ایک خاص قسم کا

۳۲۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ

ریشم کا ایک جبہ تحفہ میں پیش کیا گیا۔ آپ (مردوں کے لئے) ریشم کے استعمال سے پہلے ہی منع فرما چکے تھے۔ لوگوں نے اس جبہ کو بہت ہی پسند کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہوں گے۔

(۳۲۴۹) ہم سے مسدود نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابواسحاق نے بیان کیا، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا ایک کپڑا پیش کیا گیا اس کی خوبصورتی اور نزاکت نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر اور افضل ہیں۔

جَبَّةٌ سُنْدُسٌ. وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ. لَمُنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا)). [راجع: ۲۶۱۵]

۳۲۴۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِثَوْبٍ مِنْ حَرِيرٍ، فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِينِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمُنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا)).

[أطرافه في: ۳۸۰۲، ۵۸۳۶، ۶۶۴۰].

آنحضرت ﷺ کا اشارہ یہ تھا کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت ایک جنتی کے ناک منہ پونچھنے کے رومال سے زیادہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔

(۳۲۵۰) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابو حازم نے اور ان سے سل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔

۳۲۵۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَوْضِعٌ سَوِطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). [راجع: ۲۷۹۴]

(۳۲۵۱) ہم سے روح بن عبد المؤمن نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سو سال تک چل سکتا ہے اور پھر بھی اس کو طے نہ کر سکے گا۔

۳۲۵۱- حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّكَّابُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا)).

سورہ واقعہ میں اللہ پاک نے جنت کے سائے کے بارے میں فرمایا، ﴿وَبِلِّ مَمْدُودٍ﴾ (الواقعہ: ۳۰) یعنی وہاں درختوں کا سایہ دور

دراز تک پھیلا ہوا ہو گا۔ یا اللہ ہم سب اس کتاب کے قدر دانوں کو جنت کا وہ سایہ عطا فرمائو۔

احادیث و آیات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جنت ایک مجسم حقیقت کا نام ہے جو لوگ جنت کو محض خواب و خیال کی حد تک مانتے ہیں وہ خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ ایسے غلط خیال والوں کے لئے اگر جنت محض ایک خواب یا قتل تعبیری بن کر رہ جائے تو عجب نہیں ہے اللہم لا تجعلنا منہم آمین۔

(۳۲۵۲) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے فلح بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ﴿و ظل ممدود﴾ ”اور لمبا سایہ“

۳۲۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانَ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّائِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ، وَاقْرَءُوا إِنَّ شَيْئَكُمْ: ﴿و ظل ممدود﴾۔

[طرفہ بی: ۴۸۸۱]۔

(۳۲۵۳) اور کسی شخص کے لیے ایک کمان کے برابر جنت میں جگہ اس پوری دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔

۳۲۵۳- ((وَلَقَابُ قَوْمٍ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ))۔ [راجع: ۲۷۹۳]

(۳۲۵۴) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن فلح نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے باپ نے بیان کیا، ان سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن ابی عمرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا، ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ جو گروہ اس کے بعد داخل ہو گا ان کے چہرے آسمان پر موتی کی طرح چمکنے والے ستاروں میں جو سب سے زیادہ روشن ستارہ ہوتا ہے اس جیسے روشن ہوں گے، سب کے دل ایک جیسے ہوں گے نہ ان میں بغض و فساد ہو گا اور نہ حسد، ہر جنتی کی دو حور عین بیویاں ہوں گی، اتنی حسین کہ ان کی پنڈلی کی ہڈی اور گوشت کے اندر کا گودا بھی دیکھا جا سکے گا۔

۳۲۵۴- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ عَلَى أَنفُسِهِمْ كَأَخْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، قُلُوبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، لَا تَبَاغُضُ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسَدُ، لِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ، يُرَى مَخْ سَوْفَهُنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعِظَمِ وَاللَّحْمِ))۔

(۳۲۵۵) ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے

۳۲۵۵- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مَنْهَالٍ قَالَ

بیان کیا، کہا کہ مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے (صاحبزادے) ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں اسے ایک دودھ پلانے والی انا کے حوالہ کر دیا گیا ہے (جو ان کو دودھ پلاتی ہے)

(۳۲۵۶) ہم سے عبدالعزیز بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک بن انس نے بیان کیا، ان سے صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جنتی لوگ اپنے سے بلند کمرے والوں کو اوپر اسی طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ستارے کو جو صبح کے وقت رہ گیا ہو، آسمان کے کنارے پورب یا پچھم میں دیکھتے ہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے افضل ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ تو انبیاء کے محل ہوں گے جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہ پاسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی۔

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ أَبِرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ: إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ)).

[راجع: ۱۳۸۲]

۳۲۵۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ قُوفِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيُّ الْغَابِرُ فِي الْأَفْقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ، لَتَفَاضِلٍ مَا بَيْنَهُمْ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَتَلَفَعُهَا غَيْرُهُمْ؟ قَالَ: بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، رِجَالٌ آمَنُوا بِاللَّهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ)).

[طرفہ فی: ۶۵۵۶].

جو لوگ دنیا میں انبیائی طریق کار پر کاربند رہے اور اسلام قبول کر کے اعمال صالحہ میں زندگی گزاری، یہ محل ان ہی کے ہوں گے۔

(اللهم اجعلنا منهم آمین)

باب جنت کے دروازوں کا بیان

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے (اللہ کے راستے میں کسی چیز کا) ایک جوڑا خرچ کیا، اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا اس باب میں عبادہ بن صامت نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

(۳۲۵۷) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا ہم سے محمد بن مطرف نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابو حازم نے بیان کیا، ان سے سل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازے

۹- بَابُ صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ)) فِيهِ عِبَادَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۲۵۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ

کا نام ریان ہے۔ جس سے داخل ہونے والے صرف روزے دار ہوں گے۔

باب دوزخ کا بیان اور یہ بیان کہ دوزخ بن چکی ہے وہ موجود ہے۔

سورہ نباء میں جو لفظ غساق آیا ہے اس کا معنی پیپ لہو، عرب لوگ کہتے ہیں غسقت عینہ اس کی آنکھ بہہ رہی ہے یغسق الجرح زخم بہہ رہا ہے۔ غساق اور غسیق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ غسلین کا لفظ جو سورہ حاقہ میں ہے اس کا معنی دھون یعنی کسی چیز کے دھونے میں جیسے آدمی کا زخم ہو یا اونٹ کا جو نکلے فغلین کے وزن پر غسل سے مشتق ہے۔ عکرمہ نے کہا حصب کا لفظ جو سورہ انبیاء میں ہے معنی حطب یعنی ایندھن کے ہیں۔ یہ لفظ جھٹی زبان کا ہے دوسروں نے کہا، حاصبا کا معنی جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے تند ہوا، آندھی اور حاصب اس کو بھی کہتے ہیں جو ہوا اڑا کر لائے۔ اسی سے لفظ حصب جہنم نکلا ہے جو سورہ انبیاء میں ہے۔ یعنی دوزخ میں جھونکے جائیں گے وہ اس کے ایندھن بنیں گے۔ عرب لوگ کہتے ہیں حصب فی الارض یعنی وہ زمین میں چلا گیا۔ حصب حصاء سے نکلا ہے یعنی پتھر ملی کنکریاں۔ صدید کا لفظ جو سورہ ابراہیم میں ہے اس کا معنی پیپ اور لہو کے ہیں۔ خبت کا لفظ جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے اس کا معنی بھج جائے گی۔ تورون کا لفظ جو سورہ واقعہ میں ہے اس کا معنی آگ سلگاتے ہو، کہتے ہیں آذونیت یعنی میں نے آگ سلگائی۔ مقوین کا لفظ جو سورہ واقعہ میں ہے یہ لفظ قی سے نکلا ہے قی اجاز زمین کو کہتے ہیں اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سواء الجحیم کی تفسیر میں کہا جو سورہ صافات میں ہے دوزخ کا پتھوں بچ کا حصہ، لشوبا من حمیم (جو اسی سورہ میں ہے) اس کا معنی یہ ہے کہ دوزخیوں کے کھانے میں گرم کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔ الفاظ زفیر اور شہیق جو سورہ ہود میں ہیں ان کے معنی آواز سے رونا اور آہستہ سے رونا، لفظ وردا جو سورہ مریم میں ہے یعنی پیاسے، لفظ غیا جو اسی سورہ میں ہے۔ یعنی ٹوٹا نقصان اور

أَبْوَاب، فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ))۔ [راجع: ۱۸۹۶]

۱۰- بَابُ صِفَةِ النَّارِ

وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ

﴿غَسَاقًا﴾: يُقَالُ: غَسَقَتْ عَيْنُهُ. وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ. وَكَانَ الْغَسَاقُ وَالْغَسِيقُ وَاحِدًا. ﴿غَسَلِينَ﴾: كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتُهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غَسَلِينَ. فَعَلَيْنَ مِنَ الْغَسَلِ، مِنَ الْخُرْجِ وَالذَّبْرِ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾: حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿حَاصِبًا﴾: الرِّيحُ الْعَاصِفُ، وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ، وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ. يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ. هُمْ حَصَبُهَا، وَيُقَالُ: حَصَبٌ فِي الْأَرْضِ ذَهَبٌ، وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَصَبَاءِ الْحِجَارَةِ. ﴿صَدِيدًا﴾: قَيْحٌ وَذَمٌّ. ﴿خَبْتٌ﴾: طَفِئَتْ. ﴿تُوزُونَ﴾: تَسْتَخْرُجُونَ أَوْزِينَ، أَوْ قَدْرًا. ﴿لِلْمُقْوِينَ﴾: لِلْمَسَافِرِينَ. وَالْقِي: الْفَقْرُ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿صِرَاطُ الْجَحِيمِ﴾: سَوَاءُ الْجَحِيمِ وَوَسْطُ الْجَحِيمِ. ﴿لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ﴾: يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيَسَاطُ بِالْحَمِيمِ. ﴿زَفِيرٌ وَشِهْقٌ﴾: صَوْتٌ شَدِيدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيفٌ. ﴿وَرْدًا﴾: عِطَاشًا. ﴿غَيَا﴾: خُسْرَانًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يَسْجَرُونَ﴾: تَوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ. ﴿وَنَحَاسٌ﴾: الصُّفْرُ

مجاہد نے کہا لفظ یسجرون جو سورہ مؤمن میں ہے، یعنی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ لفظ نحاس جو سورہ رحمن میں ہے اس کا معنی تانبا جو پگھلا کر ان کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ لفظ ذوقوا جو کئی سورتوں میں آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب کو دیکھو، منہ سے پکھنا مراد نہیں ہے۔ لفظ مارج جو سورہ رحمن میں ہے یعنی خالص آگ۔ عرب لوگ کہتے ہیں، مرج الامیر رعینہ یعنی بادشاہ اپنی رعیت کو چھوڑ بیٹھا، وہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں۔ لفظ مریج جو سورہ ق میں ہے، یعنی ملا ہوا، مشتبه۔ کہتے ہیں مرج امر الناس اختلط یعنی لوگوں کا معاملہ سب خلط ملط ہو گیا۔ لفظ مرج البحرين جو سورہ رحمن میں ہے مرجت دابتک سے نکلا ہے، یعنی تو نے اپنا جانور چھوڑ دیا ہے۔

(۳۲۵۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے مہاجر ابو الحسن نے بیان کیا کہ میں نے زید بن وہب سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ایک سفر میں تھے (جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ طہر کی اذان دینے اٹھے تو) آپ نے فرمایا کہ وقت ذرا ٹھنڈا ہو لینے دو، پھر دوبارہ (جب وہ اذان کے لئے اٹھے تو پھر) آپ نے انہیں یہی حکم دیا کہ وقت اور ٹھنڈا ہو لینے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کے نیچے سے سایہ ڈھل گیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ نماز ٹھنڈے اوقات میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۳۲۵۹) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے اعش نے، ان سے ذکوان نے اور ان سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۳۲۶۰) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا کہ ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سلمہ بن

يُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ. ﴿يَقَالُ ذُوقُوا﴾ :
بَاشِرُوا وَجَرُّوا، وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذُوقِ
الْقَمَرِ. ﴿مَارِجٌ﴾ : خَالِصٌ مِنَ النَّارِ، مَرَجُ
الْأَمِيرِ رَعِيَّتُهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَغْدُو بَعْضُهُمْ
عَلَى بَعْضٍ. ﴿مَرِجٌ﴾ : مُلْتَبَسٌ. مَرَجُ أَمْرِ
النَّاسِ: اخْتَلَطَ. ﴿مَرَجُ الْبَحْرَيْنِ﴾ :
مَرَجَتْ دَابَّتُكَ تَرَكْتَهَا.

۳۲۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ مُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ:
سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا
ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: ((كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ:
أَبْرِدْ، ثُمَّ قَالَ: أَبْرِدْ، حَتَّى فَاءَ الْفَاءِ -
يَعْنِي لِلتَّلَوِّ - ثُمَّ قَالَ: أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ.
فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ))

[راجع: ۵۳۵]

۳۲۵۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ،
فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ)).

[راجع: ۵۳۸]

۳۲۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا
شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو

عبدالرحمن نے بیان کیا اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنم نے اپنے رب کے حضور میں شکایت کی اور کہا کہ میرے رب! میرے ہی بعض حصے نے بعض کو کھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس جائزے میں اور ایک گرمی میں۔ تم انتہائی گرمی اور انتہائی سردی جو ان موسموں میں دیکھتے ہو، اس کا یہی سبب ہے۔

سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اشْتَكَيْتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ: رَبُّ أَكَلْتُ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفْسَيْنِ: نَفْسٍ فِي الشَّيْءِ وَنَفْسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ فِي الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهِرِيِّ)). [راجع: ۵۳۷]

تفسیر یہ اسباب باطنی ہیں۔ جن کو جیسے رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اسی طرح تسلیم کر لینا اور مزید کرید نہ کرنا ہی اہل ایمان کے لئے ضروری ہے جو لوگ امور باطن کو اپنی محدود عقل کے پیمانے سے ناہنہ چاہتے ہیں، ان کو سوائے خسران اور خرابی ایمان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ منکرین حدیث نے اپنی کور باطنی کی بنا پر ایسی احادیث کو خصوصیت سے نشانہ تنقید بنایا ہے وہ اتنا نہیں سمجھ پاتے کہ ایسے استعارات خود قرآن کریم میں بھی بہت جگہ استعمال کئے گئے ہیں جیسے ارشاد ہے ﴿إِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۳۳) یعنی کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے مگر تم ان کی کیفیت نہیں سمجھ سکتے۔ یا جیسے آیت ﴿يَوْمَ تَقُوزُ لِيَحْجَبَهُمْ هِلَالُ امْتِلَابٍ وَ تَقُوزُ هِلَالٌ مِنْ مُزَيْنٍ﴾ (ق: ۳۰) میں نار دوزخ کا کلام کرنا مذکور ہے۔ منکرین حدیث جو محض قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ایسے قرآنی استعارات کے بارے میں کیا تنقید کریں گے۔

ثابت ہوا کہ عالم برزخ باطنی، عالم آخرت، عالم دوزخ، عالم جنت ان سب کے لئے جو جو کوائف جن جن لفظوں میں قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں ان کو ان کے ظاہری معانی کی حد تک تسلیم کر کے آگے زبان بند کرنا ایمان والوں کی شان ہے یہی لوگ راسخین فی العلم اور یہی لوگ عند اللہ سمجھ دار ہیں۔ جعلنا اللہ منهم امین۔

(۳۳۲۱) ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عبد الملک عقدی نے بیان کیا ان سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے بیان کیا کہ میں مکہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بیٹھا کرتا تھا۔ وہاں مجھے بخار آنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس بخار کو زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنم کی بھاپ کے اثر سے آتا ہے، اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو یا یہ فرمایا کہ زمزم کے پانی سے۔ یہ شک ہمام راوی کو ہوا ہے۔

۳۲۶۱- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ هُوَ الْعَقْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضَّبْعِيِّ قَالَ: كُنْتُ أَجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ، فَأَخَذَنِي الْحُمَّى فَقَالَ: أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءٍ زَمْزَمَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوهَا بِالنِّمَاءِ، أَوْ قَالَ: بِمَاءٍ زَمْزَمَ. شَكَّ هَمَّامٌ)).

صغریٰ بخارات میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا مفید ہے۔ آج کل شدید بخار کی حالت میں ڈاکٹر برف کا استعمال کراتے ہیں۔ لہذا آب زمزم کے بارے میں جو کہا گیا ہے، وہ بالکل صدق اور صواب ہے۔ بخار کی حرارت بھی ایک حرارت ہے جسے دوزخ کی حرارت کا حصہ قرار دینا بعید از عقل نہیں ہے۔ فافهم۔

(۳۲۶۲) مجھ سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرحمن بن ممدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے ان کے باپ نے، ان سے عبید بن رفاعہ نے بیان کیا، کہا مجھ کو رافع بن خدیج نے خبر دی کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا تھا کہ بخار جنم کے جوش مارنے کے اثر سے ہوتا ہے اس لئے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔

(۳۲۶۳) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے زہیر نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے عروہ بن زہیر نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بخار جنم کی بھاپ کے اثر سے ہوتا ہے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔

(۳۲۶۴) ہم سے مسدود نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے نافع نے بیان کیا اور انیس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بخار جنم کی بھاپ کے اثر سے ہوتا ہے اس لیے اسے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔

(۳۲۶۵) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہاری (دنیا کی) آگ جنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) ستر واں حصہ ہے۔ کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لیے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بھی بہت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی آگ کے مقابلے میں جنم کی آگ انتر گنا بدہ کر ہے۔

(۳۲۶۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے، انہوں نے عطاء سے سنا،

۳۲۶۲- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ غُبَابَةَ بْنِ رِفَاعَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «الْحُمَى مِنْ قَوْرِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ».

[طرفہ فی: ۵۷۲۳]..

۳۲۶۳- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَى مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ».

[طرفہ فی: ۵۷۲۵]..

۳۲۶۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «الْحُمَى مِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ، فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ».

[طرفہ فی: ۵۷۲۳]..

۳۲۶۵- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: «نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ». قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَتْ لِكَافِيَةٍ، قَالَ: فَصُلَّتْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُمْ مِنْهُ حَرًّا».

۳۲۶۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ يُخْبِرُ

انہوں نے صفوان بن یعلیٰ سے خبر دی۔ انہوں نے اپنے والد کے واسطے سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر اس طرح آیت پڑھتے سنا۔ ﴿وَنَادُوا يَا مَالِكُ﴾ ”(اور وہ دوزخی پکاریں گے، اے مالک!)“

(۳۲۶۷) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو داؤد اسلم نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اگر آپ فلاں صاحب (عثمان رضی اللہ عنہ) کے یہاں جا کر ان سے گفتگو کرو تو اچھا ہے (تاکہ وہ یہ فساد دبانے کی تدبیر کریں) انہوں نے کہا کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں ان سے تم کو سنا کر (تمہارے سامنے ہی) بات کرتا ہوں، میں تمہاری بات ان سے گفتگو کرتا ہوں اس طرح پر کہ فساد کا دروازہ نہیں کھولتا، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ سب سے پہلے میں فساد کا دروازہ کھولوں اور میں آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سننے کے بعد یہ بھی نہیں کہتا کہ جو شخص میرے اوپر سردار ہو وہ سب لوگوں میں بہتر ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ سے جو حدیث سنی ہے وہ کیا ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا آنحضرت ﷺ کو میں نے یہ فرماتے سنا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آکر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لئے نہیں کہتے تھے، اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص کہے گا جی ہاں، میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ برے کاموں سے تمہیں منع بھی کرتا تھا، لیکن میں اسے خود کیا کرتا تھا۔ اس حدیث کو غندر نے بھی شعبہ سے، انہوں نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

باب ابلیس اور اس کی فوج کا بیان

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ: ((سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمُنْبَرِ: ((وَنَادُوا يَا مَالِكُ)))). [راجع: ۳۲۳۰]

۳۲۶۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قِيلَ لَأَسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فَلَانًا فَكَلَّمْتَهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ تَلَرُونَ أَنِّي لَا أَكَلِمُهُ إِلَّا أَسْمِعْكُمْ، إِنِّي أَكَلِمُهُ فِي السَّرِّ دُونَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ، وَلَا أَقُولُ لِرَجُلٍ: - أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيرًا - إِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ، بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَمَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْبَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَذُورُ كَمَا يَذُورُ الْجِمَارُ بِرَحَاةٍ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ أَيُّ فُلَانٍ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ أَمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ، وَأَنْهَأُكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ))، رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ.

[طرفہ فی: ۷۰۹۸].

۱۱- بَابُ صِفَةِ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ

اور مجاہد نے کہا (سورۃ والصفات میں) لفظ یقذفون کا معنی پھینکے جاتے ہیں (اسی سورۃ میں) دحورا کے معنی دھتکارے ہوئے کے ہیں۔ اسی سورۃ میں لفظ واصب کا معنی ہمیشہ کا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا (سورۃ اعراف میں) لفظ مدحورا کا معنی دھتکارا ہوا، مردود (اور سورۃ نساء میں) مریدا کا معنی متمرّد و شریر کے ہیں۔ اسی سورۃ میں فلیبتکن بتک سے نکلا ہے یعنی چیرا، کاٹا۔ (سورۃ بنی اسرائیل میں) واستغفرز کا معنی ان کو ہلکا کر دے۔ اسی سورۃ میں خیل کا معنی سوار اور راجل یعنی پیادے۔ یعنی رجالہ اس کا مفرد راجل جیسے صحب کا مفرد صاحب اور تاجر کا مفرد تاجر اسی سورۃ میں لفظ لا حتکن کا معنی جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ سورۃ والصفات میں لفظ قرین کے معنی شیطان کے ہیں۔

تفسیر یہ باب لا کر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لمائدہ کار کیا جو شیطان کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا نفس ہی شیطان ہے باقی الہیں کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے۔ قطلانی نے کہا الہیں ایک شخص ہے روحانی جو آگ سے پیدا ہوا ہے اور وہ جنوں اور شیطانوں کا باپ ہے۔ جیسے آدم آدمیوں کے باپ تھے۔ بعض نے کہا وہ فرشتوں میں سے تھا خدا کی نافرمانی سے مردود ہو گیا اور جنوں کی فرست میں داخل کیا گیا۔

(۳۲۶۸) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، انہیں ہشام نے، انہیں ان کے والد عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پر (جب آپ حدیبیہ سے لوٹے تھے) جادو ہوا تھا۔ اور لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھے ہشام نے لکھا تھا، انہوں نے اپنے والد سے سنا تھا اور یاد رکھا تھا اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ آپ کے ذہن میں یہ بات ہوتی تھی کہ فلاں کام میں کر رہا ہوں حالانکہ آپ اسے نہ کر رہے ہوتے۔ آخر ایک دن آپ نے دعا کی پھر دعا کی کہ اللہ پاک اس جادو کا اثر دفع کرے۔ اس کے بعد آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہوا اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ تدبیر بتادی ہے جس میں میری شفا مقدر ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک تو میرے سر کی طرف بیٹھ گئے اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا، انہیں بیماری کیا ہے؟ دوسرے آدمی

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿يَقْذِفُونَ﴾: يُرْمُونَ. ﴿ذُحُورًا﴾: مَطْرُودِينَ. ﴿وَاصِبٌ﴾: دَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿مَذْهُورًا﴾: مَطْرُودًا، يُقَالُ: ﴿مَرِيدًا﴾: مُتَمَرِّدًا. بَنَكُهُ: قَطَعَهُ. ﴿وَاسْتَغْفَرَزَ﴾: اسْتَخَفَّ. ﴿بِخَيْلِكَ﴾: الْفَرَسَانِ. وَالرَّجُلُ الرَّجَالَةُ، وَاحِدُهُ رَجُلٌ، مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ، وَتَاجِرٍ وَتَجَرٍ. ﴿لَا حَتَّكَ﴾: لَأَسْتَاصِلَنَّ. ﴿قَرِينٌ﴾: شَيْطَانٌ.

۳۲۶۸- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). وَقَالَ اللَّيْثُ: كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامُ أَنَّهُ سَمِعَهُ وَوَعَادَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ يُحِيلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهُ، حَتَّى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ: أَشْعُرُ أَنَّ اللَّهَ أَفْتَانِي فِيمَا فِيهِ شَفَاتِي؟ أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَا أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِي، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ. قَالَ: وَمَنْ طَبَّهُ؟

نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا، جادو ان پر کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم یہودی نے، پوچھا کہ وہ جادو (ٹوٹا) رکھا کس چیز میں ہے؟ کہا کہ کنگھے میں، کتان میں اور کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں۔ پوچھا، اور یہ چیزیں ہیں کہاں؟ کہا کہ بئر ذروان میں۔ پھر نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور واپس آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، وہاں کے کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، وہ ٹوٹا آپ نے نکلویا بھی؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے تو اللہ تعالیٰ نے خود شفا دی اور میں نے اسے اس خیال سے نہیں نکلویا کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی جھگڑا کھڑا کر دوں۔ اس کے بعد وہ کنواں پاٹ دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس جادو کے اثر سے آپ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عورتوں سے محبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ نہیں۔ **شیخ رحمہ اللہ** فرض اس سحر کا اثر آپ کے بعض خیالات پر ہوا۔ باقی وحی اور تبلیغ رسالت میں اس کا کوئی اثر نہ ہو سکا۔ اتنا سا جو اثر ہوا اس میں بھی اللہ پاک کی کچھ مصلحت تھی۔

مدینہ میں بنی زریق کے باغ میں ایک کنواں تھا اس کا نام بئر ذروان تھا۔ اگر آپ اس جادو کو نکلواتے تو سب میں یہ خبر اڑ جاتی تو مسلمان لوگ اس یہودی مردود کو مار ڈالتے، معلوم نہیں کیا کیا فسادات کھڑے ہو جاتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو نکلوا کر دیکھا لیکن اس کے کھلوانے کا منتر نہیں کرایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس یہودی نے آنحضرت ﷺ کی مورت موم سے بنا کر اس میں سویاں گاڑ دی تھیں اور تانت میں گیارہ گرہیں دی تھیں۔ اللہ نے موذن کی سورتیں اتاریں، آپ ان کی ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تو ایک ایک گرہ کھلتی جاتی۔ اسی طرح جب اس مورت میں سے سوئی نکالتے تو اس کو تکلیف ہوتی، اس کے بعد آرام ہو جاتا (وحیدی)

ہردو روایات میں تطبیق یہ ہے کہ اس وقت آپ نے اسے نہیں نکلویا، بعد میں کسی دوسرے وقت اسے نکلویا اور اس کی اس تفصیل کو ملاحظہ فرمایا۔

(۳۲۶۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے بھائی (عبدالحمید) نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے، ان سے یحییٰ بن سعید نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی تم میں سے سویا ہوا ہوتا ہے، تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے خوب اچھی طرح سے اور ہر گرہ پر یہ افسون پھونک دیتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی

۳۲۶۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((يَغْقُدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ - إِذَا هُوَ نَامَ - ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ

ہے۔ پڑا سوتا رہ۔ لیکن اگر وہ شخص جاگ کر اللہ کا ذکر شروع کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب نماز فجر پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو خوش مزاج خوش دل رہتا ہے ورنہ بد مزاج ست رہ کر وہ دن گزارتا ہے۔

مَكَانَهَا: عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ. فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْخَلَتْ غَفْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْخَلَتْ غَفْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْخَلَتْ غَفْدُهُ كُلُّهَا فَاصْبَحْ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسَلَانًا)).

[راجع: ۱۱۴۲]

(۳۲۷۰) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابوالاکل نے اور ان سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حاضر خدمت تھا تو نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا، جو رات بھر دن چڑھے تک پڑا سوتا رہا، آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے جس کے کان یا دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔

۳۲۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ عَبْدُ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلًا نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ، قَالَ: ((ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ، أَوْ قَالَ: فِي أُذُنِهِ)). [راجع: ۱۱۴۴]

تشریح

یہ حدیث کیا ہے گویا تمام صحت اور فرحت کے نفعوں کا خلاصہ ہے، تجربہ سے بھی ایسا ہی معلوم ہوا ہے، جو لوگ تہجد کے وقت سے یا صبح سویرے سے اٹھ کر طہارت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں ان کا سارا دن چین اور آرام اور خوشی سے گزرتا ہے اور جو لوگ صبح کو دن چڑھے تک سوتے پڑے رہتے ہیں وہ اکثر بیمار اور ست مزاج کاہل رہتے ہیں۔ تمام حکیموں اور ڈاکٹروں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ صبح سویرے بیدار ہونا اور صبح کی ہوا خوری کرنا صحت انسانی کے لئے بے حد مفید ہے۔

میں (حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم) کہتا ہوں جو لوگ صبح سویرے اٹھ کر طہارت سے فارغ ہو کر نماز اور ذکر الہی میں مصروف رہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ رزق کی وسعت دیتا ہے اور ان کے گھروں میں بے حد برکت اور خوشی رہتی ہے اور جو لوگ صبح کی نماز نہیں پڑھتے، دن چڑھے تک سوتے رہتے ہیں وہ اکثر افلاس اور بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے گھروں میں نحوست پھیل جاتی ہے۔ اگرچہ سب نمازیں فرض ہیں مگر فجر کی نماز کا اور زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ دنیا کی صحت اور خوشی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ (وحیدی)

(۳۲۷۱) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے منصور نے ان سے سالم بن ابی الجعد نے، ان سے کریب نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے ”اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو کچھ ہمیں تودے (اولاد) اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔“ پھر اگر ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۳۲۷۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((أَمَّا إِنْ أَحَدُكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا، فُرِزًا وَلَدًا، لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ)).

[راجع: ۱۴۱]

یہ اپنی عورت سے جماع کرتے وقت پڑھنے کی دعائے مسنونہ ہے۔ جس کے بہت سے فوائد ہیں جو تجربہ سے معلوم ہوں گے۔

(۳۲۷۲) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں ہشام بن عروہ نے، انہیں ان کے والد نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کا اوپر کا کنارہ نکل آئے تو نماز نہ پڑھو جب تک وہ پوری طرح ظاہر نہ ہو جائے اور جب غروب ہونے لگے تب بھی اس وقت تک کے لئے نماز چھوڑ دو جب تک بالکل غروب نہ ہو جائے۔

(۳۲۷۳) اور نماز سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ پڑھو، کیونکہ سورج شیطان کے سر کے یا شیطانوں کے سر کے دونوں کونوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ عبدہ نے کہا میں نہیں جانتا ہشام نے شیطان کا سر کہا یا شیطانوں کا۔

ہونا یہ ہے کہ شیطان طلوع اور غروب کے وقت اپنا سر سورج پر رکھ دیتا ہے کہ سورج کے پونے والوں کا سجدہ شیطان کے لیے ہو۔
(۳۲۷۴) ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے یونس نے بیان کیا، ان سے حمید بن بلال نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے نماز پڑھنے میں کسی شخص کے سامنے سے کوئی گزرے تو اسے گزرنے سے روکے، اگر وہ نہ روکے تو پھر روکے اور اگر اب بھی نہ روکے تو اس سے لڑے وہ شیطان ہے۔

(۳۲۷۵) اور عثمان بن عیث نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صدقہ فطر کے غلہ کی حفاظت پر مجھے مقرر کیا، ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر انہوں نے آخر تک حدیث بیان کی۔ اس (چور) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹنے لگو تو آیت لکری پڑھ لیا کرو، اس کی برکت

۳۲۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَادْعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ)). (راجع: ۵۰۹)

۳۲۷۳- ((وَلَا تَحْتَبُوا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ. أَوْ الشَّيْطَانِ، لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَ هِشَامٌ)).

۳۲۷۴- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ وَهُوَ يَصَلِّي فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْنَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيَقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ)).

۳۲۷۵- وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِفِخْطِ زَكَاةِ رَمَضَانَ: فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْتُمِي مِنَ الطَّعَامِ، فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ: لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ -: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى لِرَاشِكَ فَأَقْرَأْ آيَةَ الْكَرْسِيِّ، لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنْ

سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر ہو جائے گا اور شیطان تمہارے قریب صبح تک نہ آ سکے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بات تو اس نے سچی کہی ہے اگرچہ وہ خود جھوٹا ہے۔ وہ شیطان تھا۔ (۳۲۷۶) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، انہیں عروہ نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی، فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ ڈالے تو اسے اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے، شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔

تشیخ شیطان یہ وسوسہ اس طرح ڈالتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں علل اور معلولات اور اسباب اور میسبات ہیں یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پیدا ہوتی ہے وہ چیز دوسری سے مثلاً بیٹا باپ سے، باپ دادا سے، دادا پردادا سے، اخیر میں انتہا خدا تک ہوتی ہے۔ تو شیطان یہ کہتا ہے پھر خدا کی بھی کوئی علت ہو گی، اس مردود کا جواب اعوذ باللہ پڑھنا ہے۔ اگر خواہ مخواہ عقلی جواب ہی مانگے تو جواب یہ ہے کہ اگر ازل میں برابر علل اور معلولات کا سلسلہ چلا جائے اور کسی علت پر ختم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ مابالعرض بغیر ما بالذات کے موجود ہو اور یہ محال ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس سلسلہ کی انتہا ایک ایسی ذات مقدس پر ہے جو علت محض ہے اور وہ کسی کی معلول نہیں اور وہ موجود بالذات ہے اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں۔ وہی ذات مقدس خدا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے عقلی ڈھکوسلوں میں نہ پڑے اور اعوذ باللہ پڑھ کر اپنے مالک حقیقی سے مدد چاہے۔ وہ شیطان کا وسوسہ دور کر دے گا جیسے اس نے خود فرمایا ہے ﴿ان عبادی لیس لک علیہم سلطان﴾ یعنی اے شیطان! میرے خاص بندوں پر تیری کوئی دلیل نہیں چل سکے گی۔ صدق اللہ تبارک و تعالیٰ

۳۲۷۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : ((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فَتَحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتْ

(۳۲۷۶) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے تمیم بن کے مولیٰ ابن ابی انس نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں کس دیا جاتا ہے۔

[الشَّيَاطِينُ]۔ [راجع: ۱۸۹۸]

۳۲۷۸- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ قَالَ: قُلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنْ مُوسَى قَالَ لِقَتَاهُ: أَتَنَا غَدَاً، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْخُبْرَ وَمَا أُنْسَيْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ. وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ بِهِ)).

[راجع: ۱۷۴]

(۳۲۷۸) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے، کہا کہ مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا (نوف بکالی کہتا ہے کہ خضر کے پاس جو موسیٰ گئے تھے وہ دوسرے موسیٰ تھے) تو انہوں نے کہا کہ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفیق سفر (یوشع بن نون) سے فرمایا کہ ہمارا کھانا لا، اس پر انہوں نے بتایا کہ آپ کو معلوم بھی ہے جب ہم نے چٹان پر پڑاؤ ڈالا تھا تو میں مچھلی وہیں بھول گیا (اور اپنے ساتھ نہ لاسکا) اور مجھے اسے یاد رکھنے سے صرف شیطان نے غافل رکھا اور موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک کوئی تھکن معلوم نہیں کی جب تک اس حد سے نہ گزر لئے، جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

(۳۲۷۹) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے کہ ہاں! فتنہ اسی طرف سے نکلے گا جہاں سے شیطان کے سر کا کونا نکلتا ہے۔

۳۲۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ: هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا، إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا، مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)).

[راجع: ۳۱۰۴]

(۳۲۸۰) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن عبد اللہ انصاری نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی، اور انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات کا اندھیرا شروع ہونے پر یا رات شروع ہونے پر اپنے بچوں کو اپنے پاس (گھر میں) روک لو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلنا شروع کرتے ہیں۔ پھر جب عشاء کے وقت میں سبھ ایک گھڑی

۳۲۸۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ - أَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - فَكَفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنْ

گذر جائے تو انہیں چھوڑ دو (چلیں پھریں) پھر اللہ کا نام لے کر اپنا دروازہ بند کرو، اللہ کا نام لے کر اپنا چراغ بجھاؤ، پانی کے برتن اللہ کا نام لے کر ڈھک دو، اور دوسرے برتن بھی اللہ کا نام لے کر ڈھک دو، (اور اگر ڈھکن نہ ہو) تو درمیان میں ہی کوئی چیز رکھ دو۔

الْعِشَاءَ فَحَلَّوْهُمْ، وَأَغْلَقَ بَابَكَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَأَوَلِّ سِقَاءَكَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ، وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَلَوْ تَغْرَضُ عَلَيْهِ شَيْئًا)). [اطرافہ فی: ۳۳۰۴، ۳۳۱۶،

۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶]۔

زمین پر پھیلنے والے شیطانوں سے مراد یہاں شریر جن ہیں۔ بعض نے کہا سانپ مراد ہیں۔ اکثر سانپ اس وقت اپنے بلوں سے ہوا کھانے کے لئے نکلتے ہیں۔ ظاہر حدیث کی بنا پر شیاطین نکلتے، زمین پر پھیلتے اور بنی آدم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (امنا وصدقنا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

(۳۲۸۱) ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں زہری نے، انہیں زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے اور ان سے صفیہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے تو میں رات کے وقت آپ سے ملاقات کے لیے (مسجد میں) آئی، میں آپ سے باتیں کرتی رہی، پھر جب واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے چھوڑ آنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا مکان اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مکان ہی میں تھا۔ اسی وقت دو انصاری صحابہ (اسید بن حضیر، عبادہ بن بشیر) گذرے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت جحش ہیں۔ ان دونوں صحابہ نے عرض کیا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! (کیا ہم بھی آپ کے بارے میں کوئی شبہ کر سکتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے اس لئے مجھے ڈر لگا کہ کیسے تمہارے دلوں میں بھی کوئی وسوسہ نہ ڈال دے، یا آپ نے (لفظ سوء کی جگہ) لفظ شینا فرمایا۔ معنی ایک ہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ انسان کو کسی کے لئے ذرا بھی شبہ پیدا کرنے کا موقع نہ دینا چاہیے، آنحضرت ﷺ نے یہی سوچ کر ان کے سامنے اصل معاملہ رکھ دیا، اور ان کو غلط وسوسہ سے بچالیا۔

(۳۲۸۲) ہم سے عبدان نے بیان کیا، ان سے ابو حمزہ نے، ان سے

۳۲۸۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ حِمْيٍ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثَنِي ثُمَّ قُمْتُ فَأَنْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِي - وَكَانَ سَكَنُهَا فِي دَارِ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ - فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ أَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حِمْيٍ)) فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِفَ لِي قُلُوبُكُمَا سُوءًا. أَوْ قَالَ: شَيْنًا)).

[راجع: ۲۰۳۵]

۳۲۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ

اعمش نے، ان سے عدی بن ثابت نے اور ان سے سلیمان بن صرد نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور (قریب ہی) دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے کہ ایک شخص کا منہ سرخ ہو گیا اور گردن کی رگیں پھول گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اگر یہ شخص پڑھ لے۔ (ترجمہ) ”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطاں سے۔“ تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ لوگوں نے اس پر اس سے کہا کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں کہ تمہیں شیطاں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، اس نے کہا کیا میں کوئی دیوانہ ہوں۔

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ: ((كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَانِ، فَأَحَدُهُمَا اخْضَمَ وَجْهَهُ وَانْتَفَخَتْ أَوْذَانُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِنِّي لَا عَلِمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ. قَالُوا لَهُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَقَالَ: وَهَلْ بِي جُنُونٌ؟)).

[طرفاہ فی: ۶۰۴۸، ۶۱۱۵]

وہ سمجھا کہ شیطاں سے پناہ جب ہی مانگتے ہیں جب آدمی دیوانہ ہو جائے حالانکہ غصہ پن بھی دیوانہ پن یا جنون ہی ہے۔ قسطلانی نے کہا شاید یہ شخص منافق یا بالکل گنہگار قسم کا ہو گا۔ ۳۲۸۳- حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ: اللَّهُمَّ جَنِّبِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي، فَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يَسْلُطْ عَلَيْهِ)). قَالَ: وَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. . مُثْلُهُ.

[راجع: ۱۴۱]

۳۲۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ

۳۲۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً فَقَالَ: ((إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ

الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَأَمَكَّنَنِي اللَّهُ مِنْهُ. (لَذِكْرُهُ)). [راجع: ۴۶۱]

اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غالب کر دیا۔ پھر حدیث کو تفصیل کے ساتھ آخر تک بیان کیا۔

۳۲۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا نُوذِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ، فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ. فَإِذَا نُوبَ بِهَا أَذْبَرَ، فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَقَلْبِهِ لَيَقُولَ: اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا، حَتَّى لَا يَذَرِيَ أَثَلًا صَلَّى أَمْ أَرْتَبَا، فَإِذَا لَمْ يَذَرْ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْتَبَا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ السُّهُو)).

۳۲۸۵) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے، ان سے ابو سلمہ نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اپنی پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوس ڈالنے لگتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو اور فلاں بات یاد کر، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ تین رکعت نماز پڑھی تھی یا چار رکعت، جب یہ یاد نہ رہے تو سو کے دو سجدے کرے۔

[راجع: ۶۰۸]

جیسا شیطان ہے ویسا ہی اس کا گوز مارتا بھی ہے۔ اذان سے نفرت کر کے وہ بھاگتا ہے اور اس زور سے بھاگتا ہے کہ اس کا گوز نکلنے لگتا ہے۔ امانا و صدقنا ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے انسان نما شیطان بھی ہیں جو اذان جیسی پیاری آواز سے نفرت کرتے ہیں، اس کے روکنے کے جتن کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بظاہر انسان درحقیقت ذریات شیطان ہیں۔ ﴿قَاتِلْهُمْ اللَّهُ اَنَّى يُولُوكُنَّ﴾

۳۲۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْفَنُ الشَّيْطَانَ فِي جَنْبِهِ بِأَصْبَعِهِ حِينَ يُولَدُ، غَيْرَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْفَنُ لَطْفَنَ لَهَا الْجَنَاب)).

۳۲۸۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے، انہیں اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شیطان ہر انسان کی پیدائش کے وقت اپنی انگلی سے اس کے پہلو میں کچوکے لگاتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جب انہیں وہ کچوکے لگائے گیا تو پردے پر لگا آیا تھا (جس کے اندر بچہ رہتا ہے۔ اس کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی اس حرکت سے محفوظ رکھا)

[طرفہ فی: ۳۴۳۱، ۴۵۴۸]

۳۲۸۷- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ الْمَغِيرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَدِمْتُ الشَّامَ، قَالُوا: أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: ((أَفَيْكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ

۳۲۸۷) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے بیان کیا، ان سے المغیرہ نے، ان سے ابراہیم نے اور ان سے علقمہ نے بیان کیا کہ میں شام پہنچا تو لوگوں نے کہا، ابودرداء آئے انہوں نے کہا، کیا تم لوگوں میں وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول

کی زبان پر (یعنی آپ کے زمانے سے) شیطان سے بچا رکھا ہے۔
ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا اور
ان سے مغیرہ نے یہی حدیث، اس میں یہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے
اپنے نبی کی زبانی شیطان سے اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کیا تھا، آپ کی
مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے تھی۔

مَنْ الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ)).
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ مُغِيرَةَ وَقَالَ: ((الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ عَلَى
لِسَانِ نَبِيِّهِ ﷺ، يَعْنِي عَمَّارًا)).
[أطرافه في: ٣٧٤٢، ٣٧٤٣، ٣٧٦١،
٤٩٤٣، ٤٩٤٤، ٦٢٧٨].

مطلب یہ کہ عمار شیطانی افوا میں نہیں آئیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ عمار خلیفہ برحق یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور باغیوں
میں شریک نہ ہوئے، اس حدیث سے حضرت عمار کی بڑی فضیلت نکلی، وہ خاص آنحضرت ﷺ کے جانثار تھے۔
۳۲۸۸- قَالَ: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدُ
بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا
الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:
((الْمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ - وَالْعَنَانُ
الْقَمَامُ - بِالْأَمْرِ يَكُونُ فِي الْأَرْضِ -
فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِينُ الْكَلِمَةَ فَتَقْرُأُهَا فِي أُذُنِ
الكَاهِنِ كَمَا تَقْرَأُ الْقَارُورَةُ، فَيَزِيدُونَ مَعَهَا
مِائَةً كَذِبَةً)). [راجع: ٣٢١٠]

شیشے میں کچھ ڈالنا منظور ہوا ہے تو اس کا منہ اس طرف سے لگاتے ہیں جس میں عرق پانی وغیرہ کوئی چیز ہوتی ہے تاکہ باہر نہ
گرے۔ اسی طرح شیطان کاہنوں کے کان سے منہ لگا کر یہ بات ان کے کان میں چپکے سے پھونک دیتے ہیں۔
۳۲۸۹- حَدَّثَنَا عَاصِمٌ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُنَبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((التَّائِبُ مِنَ
الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَنَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرِدْهُ مَا
اسْتَطَاعَ، فَإِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَجِكَ
الشَّيْطَانُ)). [طرفاه في: ٦٢٢٣، ٦٢٢٦].

معلوم ہوا کہ جمالی لیتے وقت حتی الامکان اپنے منہ کو بند کر کے آواز نہ نکلنے دے کیونکہ یہ سستی کی علامت ہے۔

۳۲۹۰- حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا عَنْ
أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ:
((لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ،
فَصَاحَ إِبْلِيسُ: أَيُّ عِبَادَ اللَّهِ، أَخْرَأَكُمْ،
فَوَجَعَتْ أَوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأَخْرَاهُمْ،
فَنَظَرَ حَذِيفَةَ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيهِ الْيَمَانِ، فَقَالَ:
أَيُّ عِبَادَ اللَّهِ، أَبِي أَبِي. فَوَا اللَّهُ مَا
اخْتَجَزُوا حَتَّى قَتَلُوهُ فَقَالَ حَذِيفَةُ : غَفَرَ
اللَّهُ لَكُمْ. قَالَ غَزْوَةٌ: فَمَا زَالَتْ فِي
حَذِيفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةٌ خَيْرٌ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ)).

[أطرافه في : ۳۸۲۴، ۴۰۶۵، ۶۶۶۸،

۶۸۸۳، ۶۸۹۰.]

(۳۲۹۰) ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، کہا کہ ہشام نے ہمیں اپنے والد عروہ سے خبر دی اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا، کہا کہ احد کی لڑائی میں جب مشرکین کو شکست ہو گئی تو ابلیس نے چلا کر کہا کہ اے اللہ کے بندو! (یعنی مسلمانو) اپنے پیچھے والوں سے بچو، چنانچہ آگے کے مسلمان پیچھے کی طرف پل پڑے اور پیچھے والوں کو (جو مسلمان ہی تھے) انہوں نے مارنا شروع کر دیا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے والد یمن رضی اللہ عنہ بھی پیچھے تھے۔ انہوں نے ہتیرا کہا کہ اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں یہ میرے والد ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ لوگوں نے سب تک انہیں قتل نہ کر لیا نہ چھوڑا۔ بعد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا کہا کہ خیر اللہ تمہیں معاف کرے۔ (کہ تم نے غلط فہمی سے ایک مسلمان کو مار ڈالا) عروہ نے بیان کیا کہ پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے برابر مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ تاکہ اللہ سے جا ملے۔

آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ کی دیت آپ دلائے گئے۔ لیکن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے وہ بھی مسلمانوں کو معاف کر دی، سبحان اللہ! صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک ایک نیکی ہماری عمر بھر کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(۳۲۹۱) ہم سے حسن بن ربیع نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو الاحوص نے، ان سے اشعث نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے مسروق نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی ایک اچک ہے جو وہ تم میں سے ایک کی نماز میں سے کچھ اچک لیتا ہے۔

۳۲۹۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْيَفَاتِ الرَّجُلِ
فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: ((هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ
الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةٍ أَحَدِكُمْ)).

[راجع: ۷۵۱]

(۳۲۹۲) (دوسری سند) ہم سے ابو الغیرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے نبی کریم ﷺ نے (مثل روایت سابقہ کی حدیث بیان کی)

۳۲۹۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا
الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ. حَدَّثَنِي سَلِيمَانُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا

کیا، کہا ہم سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی قتادہ نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے۔ اس لئے اگر کوئی برا اور ڈراؤنا خواب دیکھے تو بائیں طرف تھو تھو کر کے شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ اس عمل سے شیطان اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(۳۲۹۳) ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابوبکر کے غلام سہی نے، انہیں ابو صالح نے اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص دن بھر میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھے گا (ترجمہ) ”میں ہے کوئی معبود سوا اللہ تعالیٰ کے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے۔ اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ تو اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ سونیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور سو برائیاں اس سے مٹا دی جائیں گی۔ اس روز دن بھر یہ دعا شیطان سے اس کی حفاظت کرتی رہے گی۔ تا آنکہ شام ہو جائے اور کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہ آئے گا، مگر جو اس سے بھی زیادہ یہ کلمہ پڑھ لے۔

یعنی دو سو یا تین سو بار اس کو اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا یہ کلمہ ہر روز سو بار پے در پے پڑھے یا تھوڑا تھوڑا کر کے، ہر حال میں وہی ثواب ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ صبح سویرے اور رات ہوتے ہی سو سو بار پڑھے، تاکہ دن اور رات دونوں میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔

(۳۲۹۴) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عبد الحمید بن عبد الرحمن بن زید نے خبر دی، انہیں محمد بن سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) نے خبر دی اور ان سے ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر

الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللَّهِ، وَالْخُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا خَلَمَ أَحَدُكُمْ خُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَنْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَوَعَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَا تَصْرُفُ)). [أطرافه في: ۵۷۴۷، ۶۹۸۴، ۶۹۸۶، ۶۹۹۵، ۶۹۹۶، ۷۰۰۵]. ۳۲۹۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَمِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عِزَّةٌ عَشْرَ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيتَ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِزْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمِيسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ)) [أطرافه في: ۶۴۰۳].

یعنی دو سو یا تین سو بار اس کو اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ قسطلانی نے کہا یہ کلمہ ہر روز سو بار پے در پے پڑھے یا تھوڑا تھوڑا کر کے، ہر حال میں وہی ثواب ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ صبح سویرے اور رات ہوتے ہی سو سو بار پڑھے، تاکہ دن اور رات دونوں میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔

۳۲۹۴- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعْدٍ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ: ((اسْتَأْذَنَ

ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت چند قریشی عورتیں (خود آپ کی بیویاں) آپ کے پاس بیٹھی آپ سے گفتگو کر رہی تھیں اور آپ سے (خرچ میں) بڑھانے کا سوال کر رہی تھیں۔ خوب آواز بلند کر کے۔ لیکن جو نبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی، وہ خواتین جلدی سے پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی، آنحضرت ﷺ مسکرا رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنساتا رکھے، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتوں پر تعجب ہوا ابھی ابھی میرے پاس تھیں، لیکن جب تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے جلدی سے بھاگ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، لیکن آپ یا رسول اللہ! زیادہ اس کے مستحق تھے کہ آپ سے یہ ڈرتیں، پھر انہوں نے کہا، اے اپنی جانوں کی دشمنو! مجھ سے تو تم ڈرتی ہو اور آنحضرت ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ ازدواج مطہرات بولیں کہ واقعہ یہی ہے کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے برخلاف مزاج میں بہت سخت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر شیطان بھی کہیں راستے میں تم سے مل جائے، تو جھٹ وہ یہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ رافضیوں نے اس حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے جو سراسر جہالت اور نفسانیت پر مبنی ہے آنحضرت ﷺ بادشاہ وقت رحمۃ اللعالمین تھے اور بادشاہوں کا رحم و کرم اس درجہ ہوتا ہے کہ بد معاشوں کو بھی بادشاہ سے فضل و کرم کی توقع ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو ال کی طرح تھے۔ کو تو ال کا اصلی فرض یہی ہوتا ہے کہ بد معاشوں اور ڈاکوؤں کو پکڑے اور بد معاش جتنا کو تو ال سے ڈرتے ہیں، اتنا بادشاہ سے نہیں ڈرتے۔

(۳۲۹۵) ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا مجھ سے ابن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے یزید نے، ان سے محمد بن ابراہیم نے، ان سے عیسیٰ بن طلحہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب کوئی شخص سو کر اٹھے اور پھر وضو کرے تو تین مرتبہ ناک جھاڑے۔ کیونکہ شیطان رات بھر اس کی ناک کے نتھنے پر بیٹھا رہتا ہے۔ (جس سے آدمی پر سستی غالب آجاتی ہے۔ پس ناک جھاڑنے سے وہ سستی دور ہو جائے گی)

عُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَكْلُمْنَهُ وَيَسْتَكْفِرْنَ غَالِيَةً أَصْوَاتَهُنَّ، فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُفْنَ يَتَذَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضْحَكُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِنَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: ((عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاهِي كُنُّ عِنْدِي، فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ)). قَالَ عُمَرُ: قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ يَهْنَى. ثُمَّ قَالَ: أَيُّ عَدَوَاتِ أَنْفُسِهِنَّ، أَتَهْنِي وَلَا تَهْنَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ؟ قُلْنَ: ((نَعَمْ، أَنْتَ أَفْظُ وَأَغْلَطُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ)). قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ)). [طرفاء فی : ۳۶۸۳، ۶۰۸۵]۔

تَشْرِیْحُ ۳۲۹۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا اسْتَيْقَظَ أَرَاهُ أَحَدَكُم - مِنْ مَنَامِهِ قَوَّضًا فَلَيْسَ يَسْتَنْزِلُ ثَلَاثًا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ)).

ان جملہ احادیث سے حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے شیاطین کا وجود ثابت فرمایا ہے اور وہ جن جن صورتوں سے بنی آدم کو گمراہ کرتے ہیں، ان میں سے اکثر صورتیں ان احادیث میں مذکور ہو گئی ہیں۔ شیطان کے وجود کا انکار کرنے والے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمان کھلانے کے حق دار نہیں ہیں۔ باب اور احادیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

۱۲- بَابُ ذِكْرِ الْجِنَّ وَتَوَابِهِمْ

باب جنوں کا بیان اور ان کو ثواب

اور عذاب کا ہونا

کیونکہ اللہ نے (سورہ انعام میں) فرمایا، اے جنو اور آدمیو! کیا تمہارے پاس تمہارے ہی میں سے رسول نہیں آئے؟ جو میری آیتیں تم کو سناتے رہے آخر تک۔ (قرآن مجید میں سورہ جن میں) بخسہ بمعنی نقصان کے ہے۔ مجاہد نے کہا سورہ الصافات میں جو یہ ہے کہ کافروں نے پروردگار اور جنات میں ناتا ٹھہرایا ہے، قریش کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں سردار جنوں کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا، جن جانتے ہیں کہ ان کافروں کو حساب کتاب دینے کے لیے حاضر ہونا پڑے گا (سورہ یس میں جو یہ ہے) ﴿وَهُمْ لَهُمْ جَنْدٌ مُّحَضَّرُونَ﴾ یعنی حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

وَعِقَابِهِمْ

لِقَوْلِهِ: ﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي - إِلَى قَوْلِهِ - عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾. ﴿بِخْسًا﴾: نَقْصًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا﴾: قَالَ كَفَّارٌ قُرَيْشِي: الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سُرَوَاتِ الْجِنِّ، قَالَ اللَّهُ: ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾: سَتَحْضَرُونَ لِلْحِسَابِ. ﴿جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ﴾: عِنْدَ الْحِسَابِ.

نہجروں اور دہریوں نے جہاں فرشتوں اور شیطان کا انکار کیا ہے، وہاں جنوں کا بھی انکار کیا ہے۔ قسطلانی نے کہا جنوں کا وجود قرآن مجید اور حدیث اور اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہے اور فلاسفہ اور نہجروں کا انکار قاتل اعتبار نہیں۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ پاک نے آدم سے دو ہزار برس پہلے جنوں کو پیدا فرمایا تھا۔ (وحیدی)

(۳۲۹۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے امام مالک نے، ان سے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ انصاری نے اور انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم کو جنگل میں رہ کر بکریاں چرانا بہت پسند ہے۔ اس لیے جب کبھی اپنی بکریوں کے ساتھ تم کسی بیابان میں موجود ہو اور (وقت ہونے پر) نماز کے لیے اذان دو تو اذان دیتے ہوئے اپنی آواز خوب بلند کرو، کیونکہ مؤذن کی آواز اذان کو جہاں تک بھی کوئی انسان، جن یا کوئی چیز بھی سنے گی تو قیامت کے دن اس کے لئے گواہی دے گی۔ حضرت ابو

۳۲۹۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: ((أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَأَذْنَتِ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعِ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جَنَّ وَلَا إِنْسٍ وَلَا شَيْءَ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ

سنا۔ آپ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کہ سانپوں کو مار ڈالا کرو (خصوصاً) ان کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں اور دم بربیدہ سانپ کو بھی، کیونکہ دونوں آنکھ کی روشنی تک ختم کر دیتے ہیں اور حمل تک گرا دیتے ہیں۔

يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: ((اَقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاَقْتُلُوا ذَا الطُّفَيْنَيْنِ وَالْأَبْتَرِ، فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبْلَ)).

[اطرافہ فی: ۳۳۱۰، ۳۳۱۲، ۴۰۱۶]۔

(۳۲۹۸) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مرتبہ میں ایک سانپ کو مارنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھ سے ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ اسے نہ مارو، میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تو سانپوں کے مارنے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بعد میں پھر آنحضرت نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو جو جن ہوتے ہیں دفعتاً مار ڈالنے سے منع فرمایا۔

۳۲۹۸- ((قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَبَيْنَا أَنَا أَطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا، فَنَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ: لَا تَقْتُلَهَا. فَقُلْتُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ. فَقَالَ: إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذَلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ، وَهِيَ الْعَوَامِرُ)).

[طرفہ فی: ۳۳۱۱، ۳۳۱۳]۔

(۳۲۹۹) اور عبد الرزاق نے بھی اس حدیث کو معمر سے روایت کیا اس میں یوں ہے کہ مجھ کو ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھایا میرے چچا زید بن خطاب نے اور معمر کے ساتھ اس حدیث کو یونس اور ابن عیینہ اور اسحاق کلبی اور زبیدہ نے بھی زہری سے روایت کیا اور صالح اور ابن ابی حفصہ اور ابن جمع نے بھی زہری سے، انہوں نے سالم سے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس میں یوں ہے کہ مجھ کو ابو لبابہ اور زید بن خطاب (دونوں) نے دیکھا۔

۳۲۹۹- ((وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ: فَرَأَى أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. وَتَابَعَهُ يُونُسُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَالزُّبَيْدِيُّ. وَقَالَ صَالِحٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: رَأَى أَبُو لُبَابَةَ وَزَيْدُ بْنُ

عبد الرزاق کی روایت کو امام مسلم اور امام احمد اور طبرانی نے، اور یونس کی روایت کو مسلم نے اور ابن عیینہ کی روایت کو امام احمد نے وصل کیا، اسحاق کی روایت ان کے نسخہ میں موصول ہے، صالح کی روایت کو امام مسلم نے وصل کیا ہے۔ ابن ابی حفصہ کی روایت ان کے نسخہ میں موصول ہے، ابن جمع کی روایت کو بغوی اور ابن السکن نے وصل کیا ہے۔

گھریلو سانپوں کے بارے میں مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے ان کے لیے یہ ارشاد فرمایا کہ تین دن تک ان کو ڈراؤ کہ ہمارے گھر سے چلے جاؤ، اگر پھر بھی وہ نہ نکلیں تو ان کو مار ڈالو، سانپوں میں کالاناگ سب سے بدتر ہے۔ اس کے زہر سے آدمی دم بھر میں مر جاتا ہے۔ کہتے ہیں سانپ کی عمر ہزار سال ہوتی ہے۔ ہر سال میں ایک دفعہ کینچلی بدلتا ہے۔

باب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہیں جن کو چرانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے۔

۱۵- بَابُ خَيْرِ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ

يَتَّبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

(۳۳۰۰) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ

۳۳۰۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ

مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے عبدالرحمن بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ نے، ان سے ان کے والد نے، اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک زمانہ آئے گا جب مسلمان کاسب سے عمدہ مال اس کی وہ بکریاں ہوں گی جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی وادیوں میں لے کر چلا جائے گا تاکہ اس طرح اپنے دین و ایمان کو فتنوں سے بچالے۔

(۳۳۰۱) ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابو الزناد نے خبر دی، انہیں اعرج نے خبر دی، اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کفر کی چوٹی مشرق میں ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں، اونٹ والوں اور زمینداروں میں ہوتا ہے جو (عموماً) گاؤں کے رہنے والے ہوتے ہیں اور بکری والوں میں دل جمعی ہوتی ہے۔

قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَفْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجَبَالِ وَمَوَاقِعَ الْفَطْرِ، يَقْرُؤُ بِلِسَانِهِ مِنَ الْقُرْآنِ)). [راجع: ۱۹]

۳۳۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوُ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخِيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفُتَادِينِ أَهْلُ الْوَبَرِ، وَالسُّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ)). [أطرافه في: ۴۳۹۹، ۴۳۸۸، ۴۳۸۹، ۴۳۹۰].

یورپ میں کفر کی چوٹی فرمائی، کیوں کہ عرب کے ملک سے ایران، توران یہ سب مشرق میں واقع ہیں اور اس زمانہ میں یہاں کے بادشاہ بڑے مغرور تھے۔ ایران کے بادشاہ نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا تھا۔

(۳۳۰۲) ہم سے مسدد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ تظان نے بیان کیا، ان سے اسماعیل نے بیان کیا کہ مجھ سے قیس نے بیان کیا اور ان سے عقبہ بن عمرو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان تو ادھر ہے یمن میں! ہاں، اور قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دھنیں پکڑے چلاتے رہتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کی چوٹیاں نمودار ہوں گی، یعنی ربیعہ اور مصر کی قوموں میں۔

۳۳۰۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرِو أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: أَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ: ((الْإِيمَانُ يَمَانٌ هَا هُنَا، إِلَّا إِنْ الْقَسْوَةُ وَعَلِظَ الْقُلُوبِ فِي الْفُتَادِينِ عِنْدَ أَصُولِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِي رَبِيعَةٍ وَمُضَرَ)).

[أطرافه في: ۴۳۹۸، ۴۳۸۷، ۵۳۰۳].

تشیخ یمن والے بغیر بنگ اور بغیر تکلیف کے اپنی رغبت اور خوشی سے مسلمان ہو گئے تھے آنحضرت ﷺ نے ان کی تعریف

فرمائی اور اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ یمن والے قوی الایمان رہیں گے یہ نسبت اور ملک والوں کے۔ یمن میں بڑے بڑے اولیاء اللہ اور عاملین بالمعیت گزرے ہیں۔ آخری زمانہ میں علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی حدیث کے بڑے عالم گزرے ہیں۔ ان سے پہلے علامہ محمد بن اسماعیل امیر وغیرہ (وحیدی)

(۳۳۰۳) ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے جعفر بن ربیعہ نے، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدَّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا)).

حافظ نے کہا اس حدیث سے مرغ کی فضیلت نکلی۔ ابو داؤد نے یہ سند صحیح نکالا مرغ کو برا مت کہو وہ نماز کیلئے بلاتا ہے یعنی نماز کے وقت جگا دیتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ نیک لوگوں کی صحبت میں دعا کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ قبول ہونے کی امید زیادہ ہوتی ہے۔

(۳۳۰۴) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو روح بن عبادہ نے خبر دی، کہا ہم کو ابن جریج نے خبر دی، کہا کہ مجھے عطاء بن ابی رباح نے خبر دی اور انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب رات کا اندھیرا شروع ہو یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو اپنے پاس روک لیا کرو، کیونکہ شیاطین اسی وقت پھیلتے ہیں۔ البتہ جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو، اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھول سکتا، ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بالکل اسی طرح حدیث سنی تھی جس طرح مجھے عطاء نے خبر دی تھی، البتہ انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ ”اللہ کا نام لو۔“

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ - أَوْ أَمْسَيْنَ - فَكُفُّوا صَيَانَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا)). قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ ((وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ)).

[راجع: ۳۲۸۰]

(۳۳۰۵) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب

۳۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ

نے، ان سے خالد نے، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل میں کچھ لوگ غائب ہو گئے۔ (ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں) میرا تو یہ خیال ہے کہ انہیں چوہے کی صورت میں مسخ کر دیا گیا۔ کیونکہ چوہوں کے سامنے جب اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو وہ اسے نہیں پیتے (کیونکہ بنی اسرائیل کے دین میں اونٹ کا گوشت حرام تھا) اور اگر بکری کا دودھ رکھا جائے تو پی جاتے ہیں۔ پھر میں نے یہ حدیث کعب احبار سے بیان کی تو انہوں نے (حیرت سے) پوچھا، کیا واقعی آپ نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے؟ کئی مرتبہ انہوں نے یہ سوال کیا۔ اس پر میں نے کہا (کہ آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تو پھر کس سے) کیا میں توراۃ پڑھا کرتا ہوں؟ (کہ اس سے نقل کر کے بیان کرتا ہوں)

حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فَقَدْتُ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يُدْرِي مَا فَعَلْتُ، وَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا الْفَارَّ: إِذَا وَضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ، وَإِذَا وَضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ)). فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ لِي مِرَارًا فَقُلْتُ: أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَةَ؟

اس میں اختلاف ہے کہ مسح لوگوں کی نسل رہتی ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک نہیں رہتی اور باب کی حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس وقت تک آپ پر وحی نہ آئی ہوگی، اسی لئے آپ نے گمان کے طور پر فرمایا۔ (وحیدی)

(۳۳۰۶) ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، ان سے ابن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یونس نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے گرگٹ (چھپکلی) کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ موذی جانور ہے لیکن میں نے آپ سے اسے مار ڈالنے کا حکم نہیں سنا تھا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بتاتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔

۳۳۰۶- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِلْوَزَغِ: ((الْفَوَيْسِقُ)). وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ. وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِهِ)). [راجع: ۱۸۳۱]

(۳۳۰۷) ہم سے صدقہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابن عیینہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عبد الحمید بن جبیر بن شیبہ نے بیان کیا، ان سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور انہیں ام شریک رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔

۳۳۰۷- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرٍ بِنِ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أُمَّ شَرِيكِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْوَزَاغِ)). [طرفه ي: ۳۳۵۹].

(۳۳۰۸) ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابواسامہ

۳۳۰۸- حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ

نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس سانپ کے سر پر دو نقطے ہوتے ہیں، انہیں مار ڈالا کرو، کیونکہ وہ اندھا بنا دیتے ہیں اور حمل کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔
ابو اسامہ کے ساتھ اس کو حماد بن سلمہ نے بھی روایت کیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اَقْتُلُوا ذَا الطُّفَيْنَيْنِ، فَإِنَّهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ وَيَصِيبُ الْحَبْلَ)).
تَابِعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ: ((أَخْبَرَنَا أَسَمَةُ)).

[طرفہ فی: ۳۳۰۹]

(۳۳۰۹) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے دم بریدہ سانپ کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ آنکھوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور حمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

۳۳۰۹- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَتْلِ الْأَبْتَرِ وَقَالَ: إِنَّهُ يُصِيبُ الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْحَبْلَ)).

[راجع: ۳۳۰۸]

یعنی ان میں زہریلا مادہ اتنا زود اثر ہے کہ اس کی تیز نگاہی اگر کسی کی آنکھ سے ٹکرا جائے تو بصارت کے زائل ہونے کا خوف ہے۔ اسی طرح حاملہ غورتوں کا حمل ساقط کرنے کے لئے بھی ان کی تیز نگاہی خطرناک ہے۔ پھر زہر کس قدر مملک ہو گا اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔

(۳۳۱۰) ہم سے عمرو بن علی فلاس نے بیان کیا، کہا ہم سے ابن ابی عدی نے بیان کیا ان سے ابو یونس قشیری (حاتم بن ابی صفیرہ) نے، ان سے ابن ابی ملیکہ نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو پہلے مار ڈالا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں انہیں مارنے سے خود ہی منع کرنے لگے۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ایک دیوار گروائی تو اس میں سے ایک سانپ کی کینچلی نکلی، آپ نے فرمایا کہ دیکھو، وہ سانپ کہاں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے تلاش کیا (اور وہ مل گیا تو) آپ نے فرمایا کہ اسے مار ڈالو، میں بھی اسی وجہ سے سانپوں کو مار ڈالا کرتا تھا۔

۳۳۱۰- حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِي يُونُسَ الْقَشِيرِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي مَلِيكَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ، ثُمَّ نَهَى قَالَ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ هَدَمَ حَائِطًا لَهُ فَوَجَدَ فِيهِ سَلْحَ حَيَّةٍ فَقَالَ: ((انْظُرُوا أَيْنَ هُوَ فَظَرُّوا فَقَالَ: اَقْتُلُوهُ))، فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذَلِكَ)).

[راجع: ۳۲۹۷]

(۳۳۱۱) پھر میری ملاقات ایک دن ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کہ پتلے یا سفید سانپوں کو نہ مارا کرو۔ البتہ دم کٹے ہوئے سانپ کو جس پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں اس کو مار ڈالو، کیونکہ یہ اتنا زہریلا ہے کہ حاملہ کے حمل کو گرا دیتا ہے اور آدمی کو اندھا بنا دیتا ہے۔

۳۳۱۱- فَلَقِيتُ أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقْتُلُوا الْجَنَانَ إِلَّا كُلَّ أَبْتَرٍ ذِي طَفَيْنَيْنِ، فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ فَأَقْتُلُوهُ)).

[راجع: ۳۲۹۸]

تشیخ پہلے جو حدیث گزری اس میں دھاریوں والے اور بے دم کے سانپ کے مارنے کا حکم فرمایا۔ یہاں بھی اس کے مارنے کا حکم دیا جس میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں وہ اور بھی زیادہ زہریلا ہو گا۔ یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس سانپ میں ان دونوں میں سے کوئی صفت یا دونوں صفتیں پائی جائیں اس کو مار ڈالو (وحیدی)

۳۳۱۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتَ.

(۳۳۱۲) ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا اور ان سے نافع نے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے۔

[راجع: ۳۲۹۷]

۳۳۱۳- فَحَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ قَتْلِ جَنَّاتِ النَّبُوتِ، فَأَمْسَكَ عَنْهَا)). [راجع: ۳۲۹۸]

(۳۳۱۳) پھر ان سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے گھروں کے پتلے یا سفید سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے مارنا چھوڑ دیا۔

تشیخ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ابھی پیچھے آیت شریفہ ﴿وَبَشِّرْ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتِ نَبَاتٍ﴾ (البقرہ: ۱۶۳) کے ذیل باب منعقد فرمایا تھا۔ ان جملہ احادیث کا تعلق اسی باب کے ساتھ ہے۔ درمیان میں بکری کا ضمنی طور پر ذکر آ گیا تھا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے لئے الگ باب باندھنا مناسب جانا۔ پھر بکری کی احادیث کے بعد باب زیر آیت ﴿وَبَشِّرْ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتِ نَبَاتٍ﴾ (البقرہ: ۱۶۳) کے ذیل ان جملہ احادیث کو لائے جن میں حیوانات کی مختلف قسموں کا ذکر ہوا ہے۔ فتدبر و تفکک اللہ

بَابُ خَمْسٍ مِنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ

باب پانچ بہت ہی برے (انسان کو تکلیف دینے والے) جانور ہیں، جن کو حرم میں بھی مار ڈالنا درست ہے

۳۳۱۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْخَذْيَا وَالْفَرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ)).

(۳۳۱۴) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پانچ جانور موزی ہیں، انہیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے (تو حل میں بطریق اولیٰ ان کا مارنا جائز ہو گا) چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کٹ لینے والا کتا۔

[راجع: ۱۸۲۹]

صحت انسانی کے لحاظ سے بھی یہ جانور بہت مضر ہیں۔ اگر ان میں سے ہر جانور کو اس کے مضر اثرات کی روشنی میں دیکھا جائے تو حدیث نبوی کا بیان صاف طور پر ذہن نشین ہو جائے گا۔

۳۳۱۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ

(۳۳۱۵) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن دینار نے اور انہیں حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں اگر کوئی شخص حالت احرام میں بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بچھو، چوہا، کاٹ لینے والا کتا، کوا اور چیل۔

(۳۳۱۶) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے کثیر نے، ان سے عطاء نے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پانی کے برتنوں کو دھک لیا کرو، مشکیزوں (کے منہ) کو باندھ لیا کرو، دروازے بند کر لیا کرو اور اپنے بچوں کو اپنے پاس جمع کر لیا کرو، کیونکہ شام ہوتے ہی جنات (روئے زمین پر) پھلتے ہیں اور اچکتے پھرتے ہیں اور سوتے وقت چراغ بجھالیا کرو، کیونکہ موزی (چوہا) بعض اوقات جلتی جلی کو کھینچ لاتا ہے اور اس طرح سارے گھر کو جلادیتا ہے۔ ابن جریج اور حبیب نے بھی اس کو عطاء سے روایت کیا، اس میں جنات کے بدل شیاطین مذکور ہیں۔

جنات اور شیاطین بعض دفعہ سانپ کی شکل میں زمین پر پھیل کر خاص طور پر رات میں انسانوں کی تکلیف کا سبب بن جاتے ہیں، حدیث کا مفہوم یہی ہے۔

(۳۳۱۷) ہم سے عبدہ بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم کو یحییٰ بن آدم نے خبر دی، انہیں اسرائیل نے، انہیں منصور نے، انہیں ابراہیم نے، انہیں علقمہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (مقام منیٰ میں) ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آیت ﴿وَالْمُرْسَلَاتُ عُرْفًا﴾ ”نازل ہوئی، ابھی ہم آپ کی زبان مبارک سے اسے سن ہی رہے تھے کہ ایک بل میں سے ایک سانپ نکلا۔ ہم اسے مارنے کے لئے جھپٹے، لیکن وہ بھاگ گیا اور اپنے بل میں داخل ہو گیا، (آنحضرت ﷺ نے) اس پر فرمایا، تمہارے ہاتھ سے وہ اسی طرح بچ نکلا، جیسے تم اس کے نشان سے بچ گئے اور یحییٰ نے اسرائیل سے روایت کیا ہے، ان سے اعمش نے، ان

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ: الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ)). [راجع: ۱۸۲۶]

۳۳۱۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ: ((خَمَرُوا الْآيَةَ، وَأَوْتُوا الْأُسْفِيَةَ، وَأَجْفُوا الْأَبْوَابَ، وَأَكْفُوا صَبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشِيِّ، فَإِنَّ لِلْجَنِّ انْثِشَارًا وَخُطْفَةً، وَأَطْفُوا الْمَصَابِيحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَإِنَّ الْفُتَيْسَةَ رُبَّمَا اجْتَرَتْ الْفَتِيلَةَ فَأَخْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ)). قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيبٌ عَنْ عَطَاءٍ: ((فَبِئْسَ لِلشَّيْطَانِ)). [راجع: ۳۲۸۰]

۳۳۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَارٍ، فَزَلْتُ: ﴿وَالْمُرْسَلَاتُ عُرْفًا﴾ فَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا، فَأَبْتَدَرْنَاَهَا لِنَقْتُلَهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ فِي جُحْرِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَقَيْتُ شَرَّكُمْ كَمَا وَقَيْتُمْ شَرَّهَا)). وَعَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ

سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود نے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے اس سورۃ کو تازہ بتازہ سن رہے تھے اور اسرائیل کے ساتھ اس حدیث کو ابو عوانہ نے مغیرہ سے روایت کیا اور حفص بن غیاث اور ابو معاویہ اور سلیمان بن قرم نے بھی اعمش سے بیان کیا، ان سے ابراہیم نے، ان سے اسود نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے۔

إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ . مِثْلَهُ . قَالَ : ((وَأَنَا لَنَلْقَاهَا مِنْ فِيهِ رَطْبَةً)) . وَتَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ . وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسَلِيمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ . [راجع: ۱۸۳۰]

ابو عوانہ کی روایت کو خود مؤلف نے کتاب التفسیر میں اور حفص کی روایت کو بھی مؤلف نے کتاب الحج میں اور ابو معاویہ کی روایت کو امام مسلم نے وصل کیا، سلیمان بن قرم کی روایت کو حافظ نے کہا، میں نے موصولاً نہیں پایا۔

(۳۳۱۸) ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد الاعلیٰ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے عبید اللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے بیان کیا، ایک عورت ایک بلی کے سب سے دوزخ میں گئی۔ اس نے بلی کو باندھ کر رکھنا تو اسے کھانا دیا اور نہ ہی چھوڑا کہ وہ کیرے کوڑے کھا کر اپنی جان بچا لیتی۔ عبد الاعلیٰ نے کہا اور ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا، ان سے سعید مقبری نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا۔

۳۳۱۸- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا غَبِيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((ذَخَلَتْ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطْنَهَا، فَلَمْ تَطْعَمْهَا، وَلَمْ تَدْعَهَا تَأْكُلْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ)) . قَالَ : وَحَدَّثَنَا غَبِيْدُ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . مِثْلَهُ . [راجع: ۲۳۶۵]

معلوم ہوا کہ مخلوقات کو قصداً کچھ بھی تکلیف دینا عند اللہ سخت معیوب اور گناہ عظیم ہے۔

(۳۳۱۹) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے امام مالک نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، گروہ انبیاء میں سے ایک نبی ایک درخت کے سائے میں اترے، وہاں انہیں کسی ایک چوٹی سے کاٹ لیا۔ تو انہوں نے حکم دیا، ان کا سارا سامان درخت کے تلے سے اٹھالیا گیا۔ پھر چوٹیوں کا سارا چھتہ جلوا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ تم کو تو ایک ہی چوٹی نے کاٹا تھا فقط اسی کو جلانا تھا۔

۳۳۱۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : ((نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجَهَارِهِ فَأَخْرَجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأَخْرَقَ بِالنَّارِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ : فَهَلَا نَمْلَةٌ وَاحِدَةٌ؟)) . [راجع: ۳۰۱۹]

غلط ترجمہ کا ایک نمونہ:

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہمارے معزز علماء کرام بخاری شریف کے تراجم کئی عدد نکال رہے ہیں۔ مگر ان کے تراجم اور تشریحات میں لفظی اور معنوی بہت سی غلطیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جگہ حدیث کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ حضرات اس کے برعکس ترجمہ کر جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہاں بھی موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ فاصر بجہازہ فاخرج من تحتها کا ترجمہ تفنیم البخاری (دیوبندی) میں یوں کیا گیا ہے۔

”تو انہوں نے اس کے چھتے کو درخت کے نیچے سے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ نکالا گیا۔“ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے، صحیح وہ ہے جو ہم نے کیا ہے، جیسا کہ اہل علم پر روشن ہے۔

باب اس حدیث کا بیان جب مکھی پانی یا کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے پر میں شفا ہوتی ہے

(۳۳۲۰) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عتبہ بن مسم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھے عبید بن حنین نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب مکھی کسی کے پینے (یا کھانے کی چیز) میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دے اور پھر نکال کر پھینک دے۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور اس کے دوسرے (پر) میں شفا ہوتی ہے۔

(۳۳۲۱) ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے حسن اور ابن سیرین نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخش گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا یا ساہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہو گئی۔

۱۷- بَابُ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَإِنْ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءٌ ۳۳۲۰- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُيَيْنَةُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابٍ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنْ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَالْأُخْرَى شِفَاءٌ)). [طرفه في: ۵۷۸۲].

۳۳۲۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سَبْرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((غُفِرَ لِمَرْأَةٍ مُؤَمِّسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكْبٍ يَلْهَثُ، قَالَ: كَاذَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ - فَتَرَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْتَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَتَرَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ، فُغْفِرَ لَهَا بِذَلِكَ)).

[طرفه في: ۳۴۶۷].

۳۳۲۲- ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے اس حدیث کو اس طرح یاد رکھا کہ مجھ کو کوئی شک ہی نہیں، جیسے اس میں شک نہیں کہ تو اس جگہ موجود ہے۔ (انہوں نے بیان کیا کہ) مجھے عبید اللہ نے خبر دی، انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور انہیں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، (رحمت کے) فرشتے ان گھروں میں نہیں داخل ہوتے جن میں کتاب یا جاندار کی تصویر ہو۔

۳۳۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا أَنْكَ هَا هُنَا، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ)).

[راجع: ۲۳۲۵]

۳۳۲۳- ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں نافع نے اور انہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم فرمایا ہے۔

۳۳۲۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ)).

شکار کے لئے یا گھر بار کی رکھوالی کے لئے کتے پالنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پاگل یا جو کتے انسانوں کے دشمن ہوں اور کاٹنے کے لئے دوڑتے ہوں انہیں مارنے کا آپ نے حکم دیا ہے آپ کی مراد تمام کتوں سے نہیں۔

۳۳۲۴- ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جو شخص کتا پالے، اس کے عمل نیک میں سے روزانہ ایک قیراط (ثواب) کم کر دیا جاتا ہے، کھیت کے لئے یا مویشی کے لیے جو کتے پالے جائیں وہ اس سے الگ ہیں۔

۳۳۲۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلِّ يَوْمٍ قِيرَاطًا، إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ)).

[راجع: ۲۳۲۲]

کتنے ضرور کبھی نہ کبھی کسی کا کسی بھی قسم کا نقصان ضرور کر دیتے ہیں، اس نقصان کے عوض اس کے پالنے والے پر ذمہ داری ہو گی، حفاظت کے لئے جو کتے پالے جائیں ان پر ضرور مالک کا کنٹرول ہو گا لہذا وہ مستثنیٰ کئے گئے۔

۳۳۲۵- ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یزید بن خصیفہ نے خبر دی، کہا کہ مجھے سائب بن یزید نے خبر دی، انہوں نے سفیان بن ابی زہیر شنیوی رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا، کہ جس نے کوئی کتا پالا۔ نہ تو پالنے والے کا مقصد کھیت کی حفاظت ہے اور نہ مویشیوں

۳۳۲۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ زُهَيْرٍ الشَّيْبِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ أَقْتَنَى كَلْبًا لَا

کی، تو روزانہ اس کے نیک عمل میں سے ایک قیراط (ثواب) کی کمی ہو جاتی ہے۔ سائب نے پوچھا، کیا تم نے خود یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے سنی تھی؟ انہوں نے کہا، ہاں! اس قبلہ کے رب کی قسم (میں نے خود اس حدیث کو رسول کریم ﷺ سے سنا ہے)

يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلُّ يَوْمٍ قِيرَاطًا)). فَقَالَ السَّائِبُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: إِي وَرَبِّ هَذِهِ الْقِبْلَةِ. [راجع: ۲۳۲۳]

۶۰- کتاب احادیث الانبیاء

کتاب انبیاء علیہم السلام کے بیان میں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد للہ! آج جب کہ دوران سفر جنوبی ہند میں محترم الحاج محمد ابراہیم صاحب ترچناپلی کے ہاں مقیم ہوں، کتاب بدء الخلق پوری ہوئی اور کتاب الانبیاء کا آغاز ہوا۔ جس میں مختلف پیغمبروں کے حالات مذکور ہوں گے۔ باب بدء الخلق میں حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسی احادیث بھی لائے ہیں جن کا بظاہر تعلق ترجمہ باب سے معلوم نہیں ہوتا۔ کہانی نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس باب میں بدء الخلق کا ذکر تھا تو امام بخاری نے اس میں بعض مخلوقات کا بھی ذکر کر دیا، جیسے کتا، چوہا وغیرہ۔ واللہ اعلم۔

مخلوقات میں آسمان و زمین، انسان، حیوان سب ہی داخل ہیں۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آپ مختلف قسم کی احادیث اس باب کے ذیل میں لائے، تاکہ فرامین رسول کریم ﷺ کی روشنی میں ہر قسم کی مخلوقات کے کچھ حالات معلوم ہو سکیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے متعلق ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ دنیا میں کل ایک لاکھ اور چوبیس ہزار پیغمبر آئے۔ جن میں رسول یعنی صاحب شریعت اور کتابیں تین سو تیرہ ہیں۔ ان سب پیغمبروں کے آخر میں خاتم الرسل ہمارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں جو یہ وارد ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں ایک پیغمبر ہے تمہارے پیغمبر کی طرح۔ تو اول تو یہ اثر شاذ ہے۔ دوسرے اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اور زمینوں کے پیغمبر ہمارے پیغمبر ﷺ سے پہلے آچکے ہوں اور ہمارے پیغمبر ﷺ ان کے بھی بعد تشریف لائے ہوں تو وہ سب پیغمبر اپنی اپنی زمینوں کے خاتم الانبیاء ہوئے۔ اور ہمارے پیغمبر ﷺ سب پیغمبروں کے خاتم ہوئے۔

ختم نبوت کا عقیدہ امت کا مسلمہ عقیدہ ہے جس پر جملہ مکاتب فکر اسلامی کا اتفاق ہے مگر کچھ عرصہ قبل یہاں ہندوستان میں ایک صاحب پیدا ہوئے اور انہوں نے اس عقیدے کو مسخ کرنے کے لئے مختلف قسم کی تاویلات کا جال پھیلا کر بہت سے لوگوں کو اس بارے میں متزلزل کر دیا۔ پھر یہ صاحب خود بھی مدعی نبوت بن بیٹھے اور کتنے لوگوں کو اپنا مرید بنا لیا، ان سے مراد مرزا غلام احمد صاحب

قاویانی ہیں جو عرضہ قبل وفات پا چکے ہیں۔ مگر ان کے جانشین پوری امت اسلامی سے کٹ کر اپنا ایک علیحدہ دین بنائے ہوئے ہیں۔ جو مسلمان خدا و رسول پر پختہ ایمان رکھتے ہیں ان کو ہرگز ایسے لوگوں کے جال میں نہ آنا چاہئے، ختم نبوت کے خلاف عقیدہ بنا کر نبوت کا دعویٰ کر کے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے تخت نبوت پر قبضہ کرنا ہے۔ جس کا پوری شدت سے مقابلہ کرنا ہر اس مسلمان کا فرض ہے جو اللہ کو معبود برحق اور رسول کریم ﷺ کے رسول برحق اور خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ تفصیلات کے لیے مصنفات حضرت فاتح قادیان مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ جو خاص اسی مشن پر حضرت مولانا مرحوم نے تحریر فرمائی ہیں اور بھی بہت سے علماء نے اس موضوع پر بہت سی فاضلانہ کتابیں لکھی ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

لفظ انبیاء نبی کی جمع ہے جو نبوت سے ہے۔ جس کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ کچھ خاصان الہی براہ راست اللہ پاک سے خبر پا کر دنیا کو خبریں دیتے ہیں۔ یحییٰ نبی ہیں۔ والنہو نعمہ یمن بہا اللہ علی من شاء ولا یبلغھا احد بعلمہ ولا کشفہ ولا یتحقھا باستعداد اولادہ ولا وقع فی ذکر عدد الانبیاء حدیث ابی ذر مرفوعاً انہم مائة الف واربعہ وعشرون الفالرسول منهم ثلاث مائة و ثلاث عشر۔ صحیحہ ابن حبان (فتح الباری) یعنی اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے نبوت کسی کو اس کے علم یا کشف یا استعداد ولایت کی بنا پر نہیں حاصل ہوتی۔ یہ محض اللہ کی طرف سے ایک وہی نعمت ہے۔ انبیاء کی تعداد کے بارے میں مرفوعاً حدیث ابو ذر میں آیا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہے جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں اور باقی سب نبی ہیں۔ رسالت کا مقام نبوت سے اور بھی بلند و بالا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیدائش کے بیان میں

۱- بَابُ خَلْقِ آدَمَ صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْہِ ذُرِّیَّتِہِ

(سورہ رحمن میں لفظ) صلصال کے معنی ایسے گارے کے ہیں جس میں ریتی ملی ہو اور وہ اس طرح سے بجتے لگے جیسے پکی ہوئی مٹی بجتی ہے۔ بعض نے کہا صلصال کے معنی منتن یعنی بدبودار کے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ صل سے نکلا ہے۔ فاکلمہ مکرر کر دیا یا جیسے صر صر صر سے۔ عرب لوگ کہتے ہیں صر الباب یا صر صر الباب جب بند کرنے سے دروازے میں سے آواز نکلے جیسے کبکبہ کب سے نکلا ہے۔ سورہ اعراف میں لفظ فمرت بہ کا معنی چلتی پھرتی رہی، حمل کی مدت پوری کی، (سورہ اعراف میں) لفظ ان لا تسجد کا معنی ان تسجد کے ہیں۔ یعنی تجھ کو سجدہ کرنے سے کس بات نے روکا۔ لا کا لفظ یہاں زائد ہے۔

باب اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں یہ فرمانا، اے رسول! وہ وقت یاد کر جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں

﴿صَلِّصَل﴾: طِينَ خِلْطَ بِرْمَلٍ، فَصَلِّصَلْ كَمَا يُصَلِّصَلُ الْفَخَّارُ، وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيدُونَ بِهِ صَلٌّ، كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرَّصَرَ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ، مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ بَغْنِي كَبْكَبْتُهُ. ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾: بِهَا اسْتَمَرَّ الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ. ﴿أَنْ لَا تَسْجُدَ﴾: أَنْ تَسْجُدَ.

باب وَقَوْلِ اللہِ تَعَالٰی: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی

الأرض خَلِيفَةً ﴿البقرة: ۳۰﴾.

ایک (قوم کو) جانشین بنانے والا ہوں

(خلیفہ کے یہ بھی ایک معنی ہیں کہ ان میں سلسلہ دار ایک کے بعد دوسرے ان کے قائم مقام ہوتے رہیں گے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، سورہ طارق میں جو لما علیہا حافظ کے الفاظ ہیں، یہاں لما الاء کے معنے میں ہے۔ یعنی کوئی جان نہیں مگر اس پر اللہ کی طرف سے ایک تمکبان مقرر ہے، (سورہ بلد میں جو) فی کبد کا لفظ آیا ہے کبد کے معنی تختی کے ہیں۔ اور (سورہ اعراف میں) جو ریشا کا لفظ آیا ہے ریشا اس کی جمع ہے یعنی مال، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے دوسروں نے کہا، ریشا اور ریش کا ایک ہی معنی ہے یعنی ظاہری لباس اور (سورہ واقعہ میں) جو تمنون کا لفظ آیا ہے اس کے معنی نطفہ کے ہیں جو تم عورتوں کے رحم میں (جماع کر کے) ڈالتے ہو۔ (اور سورہ طارق میں ہے) انه علی رجعه لقادر مجاہد نے کہا اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ خدا مٹی کو پھر ذکر میں لوٹا سکتا ہے (اس کو قریابی نے وصل کیا، اکثر لوگوں نے یہ معنی کئے ہیں کہ وہ خدا آدمی کے لوٹنے یعنی قیامت میں پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) (اور سورہ سجدہ میں) کل شئی خلقه کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز کو اللہ نے جوڑے جوڑے بنایا ہے۔ آسمان زمین کا جوڑے ہے (جن آدمی کا جوڑے ہے، سورج چاند کا جوڑے ہے) اور طاق اللہ کی ذات ہے جس کا کوئی جوڑے نہیں ہے۔ سورہ تین میں ہے فی احسن تقویم یعنی اچھی صورت اچھی خلقت میں ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ ﴿اسفل سافلین الامن امن﴾ یعنی پھر آدمی کو ہم نے پست سے پست تر کر دیا (دوزخی بنادیا) مگر جو ایمان لایا۔ (سورہ عصر میں) فی خسر کا معنی گمراہی میں پھرا ایمان والوں کو مستثنیٰ کیا۔ (فرمایا اللہین امنوا) سورہ والصفات میں لازب کا معنی لازم (یعنی چھٹی ہوئی لیس دار) سورہ واقعہ میں الفاظ ﴿وننشکم فی ما لا تعلمون﴾ یعنی جو نئی صورت میں ہم چاہیں تم کو بنادیں۔ (سورہ بقرہ میں) نسیح بحمدک یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔ ابو العالیہ نے کہا اسی سورہ میں جو ہے ﴿فتلقى آدم من

قال ابن عباس: ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾: إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. ﴿فِي كَبَدٍ﴾: فِي شِدَّةٍ خَلَقَ. ﴿وَرِيَاشًا﴾: الْمَالُ. وَقَالَ غَيْرُهُ: الرِّيشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ. ﴿مَا تَمْنُونَ﴾: النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾: النُّطْفَةُ فِي الْإِخْلِيلِ. كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفَعٌ: السَّمَاءُ شَفَعٌ. ﴿وَالْوَتْرُ﴾: اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. ﴿فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾: فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ. ﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾: إِلَّا مَنْ آمَنَ. ﴿خُسْرٍ﴾: ضَلَالٍ، ثُمَّ اسْتَنَى إِلَّا مَنْ آمَنَ. ﴿لَا زِبَ﴾: لَا زَمَ. ﴿نَنْشِكُمْ﴾: فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ. ﴿نَسِخَ بِحَمْدِكَ﴾: نُعْظَمُكَ. وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ: ﴿فَتَلَقَى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾: فَهُوَ قَوْلُهُ: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا﴾. ﴿فَازْلُهِمَا﴾: فَاسْتَزَلَّهُمَا. وَ﴿يَتَسَنَّهُ﴾: يَتَغَيَّرُ. ﴿آسِنَ﴾: مُتَغَيَّرُ. وَ﴿الْمَسْنُونُ﴾: الْمُتَغَيَّرُ. ﴿حَمًا﴾: جَمْعُ حَمَاءٍ وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيَّرُ. ﴿يَخْصِفَانِ﴾: أَخَذَ الْخِصَافَ ﴿مِنْ وَرَقِ النَّجَّةِ﴾: يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ. ﴿سَوَّاهُمَا﴾: كَيْفَاةً عَنْ فَرْجِهِمَا. ﴿وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾: هَا هُنَا

ربہ کلمات ﴿وہ کلے یہ ہیں﴾۔ ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ اسی سورۃ میں
 فازلہما کا معنی یعنی ان کو ڈگا دیا پھسلا دیا۔ (اسی سورۃ میں ہے) لم
 يتسنه یعنی بگڑا تک نہیں۔ اسی سے (سورۃ محمد میں) لفظ انس ہے یعنی
 بگڑا ہوا (بدبودار پانی) اسی سے سورۃ حجر میں لفظ مسنون ہے۔ یعنی بدلی
 ہوئی بدبودار (اسی سورۃ میں) حما کا لفظ ہے جو حماۃ کی جمع ہے یعنی
 بدبودار کیچڑ (سورۃ اعراف میں) لفظ یخصفان کے معنی یعنی دونوں
 آدم اور حوا نے بہشت کے پتوں کو جوڑنا شروع کر دیا۔ ایک پر ایک
 رکھ کر اپنا ستر چھپانے لگے۔ لفظ سواتہما سے مراد شرم گاہ ہیں۔ لفظ
 متاع الی حین میں حین سے قیامت مراد ہے، عرب لوگ ایک گھڑی
 سے لے کر بے انتہامت تک کو حین کہتے ہیں۔ قبیلہ سے مراد
 شیطان کا گروہ جس میں وہ خود ہے۔

حضرت مجتہد مطلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن شریف کی مختلف سورتوں کے مختلف الفاظ کے معانی یہاں
 واضح فرمائے ہیں۔ ان الفاظ کا ذکر ایسے ایسے مقامات پر آیا ہے جہاں کسی نہ کسی طرح سے اس کتاب الانبیاء سے متعلق کسی نہ کسی طرح
 سے کچھ مضامین بیان ہوئے ہیں۔ یہاں ان اکثر سورتوں کو بریکٹ میں ہم نے بتلادیا ہے، وہاں وہ الفاظ تلاش کر کے آیات سیاق و سباق
 سے پورے مطالب کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ان جملہ آیات اور ان کے مذکورہ بالا الفاظ کی پوری تفصیل طوالت کے خوف سے یہاں
 ترک کر دی گئی ہے۔

اللہ پاک خیریت کے ساتھ اس پارے کو بھی پورا کرائے کہ وہ ہی مالک و مختار ہے۔ المرقوم تاریخ ۱۵ شوال ۱۳۹۱ھ ترچناپلی بر مکان

حاجی محمد ابراہیم صاحب اداہم اللہ اقبالہم آمین۔

(۳۳۲۶) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے
 عبد الرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے، ان سے ہمام نے اور ان
 سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو ساٹھ ہاتھ لہا بنایا۔
 پھر فرمایا کہ جا اور ان ملائکہ کو سلام کر، دیکھنا کن لفظوں میں وہ
 تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں کیونکہ وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا
 طریقہ سلام ہو گا۔ آدم علیہ السلام (گئے اور) کہا، السلام علیکم فرشتوں نے
 جواب دیا، السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے ورحمۃ اللہ کا جملہ بڑھا
 دیا، پس جو کوئی بھی جنت میں داخل ہو گا وہ آدم علیہ السلام کی شکل اور
 قامت پر داخل ہو گا، آدم علیہ السلام کے بعد انسانوں میں اب تک قد

۳۳۲۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ
 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ
 ﷺ قَالَ: ((خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ وَطَوَّلَهُ سِتُونَ
 ذِرَاعًا، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أَوْلَيْكَ
 مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاسْتَمِعَ مَا يُحْيُونَكَ،
 تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ. فَقَالَ: السَّلَامُ
 عَلَيْكُمْ فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ
 اللَّهِ. فَرَادَوْهُ: وَرَحْمَةُ اللَّهِ فَكُلُّ مَنْ
 يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلْ

الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ)).
چھوٹے ہوتے رہے۔

[طرفہ فی : ۶۲۲۷]۔

تفسیر چھوٹے ہوتے ہوتے اس حد کو پہنچے جس حد پر یہ امت ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ آدم بے ریش و ہروت تھے، گھونگر والے بال اور نہایت خوبصورت تھے۔ قطلانی نے کہا بھشتی سب ان ہی کی صورت اور حسن و جمال کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور دنیا میں جو رنگ کی سیاهی یا بد صورتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ یا اللہ راقم کو بھی بایں صورت جنت کا داخلہ نصیب کیجئے اور ان سب بھائیوں مردوں عورتوں کو بھی جو بخاری شریف کا یہ مقام مطالعہ فرماتے وقت با آواز بلند آمین کہیں۔

(۳۳۲۷) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے عمارہ نے ان سے ابو زرہ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کی صورتیں ایسی روشن ہوں گی جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا ہے، پھر جو لوگ اس کے بعد داخل ہوں گے وہ آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔ نہ تو ان لوگوں کو پیشاب کی ضرورت ہو گی نہ ٹہنی کی، نہ وہ تھوکیں گے نہ ناک سے آلائش نکالیں گے۔ ان کے نگلھے سونے کے ہوں گے اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہو گا۔ ان کی انگلیٹھیوں میں خوشبودار عود جلتا ہو گا، یہ نہایت پاکیزہ خوشبو دار عود ہو گا۔ ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ سب کی صورتیں ایک ہوں گی یعنی اپنے والد آدم علیہ السلام کے قد و قامت پر ساٹھ ساٹھ ہاتھ اونچے ہوں گے۔

۳۳۲۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوَكَبٍ ذَرِيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَنْفِلُونَ وَلَا يَمْتَحِطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلْوَرُ، الْأَلَنْجُوجُ عُودُ الطَّيِّبِ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْخُورُ الْعَيْنُ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ ابْنِهِمْ آدَمَ سِتُونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ)). [راجع: ۳۲۴۵]

ترجمہ باب بیس سے نکلتا ہے۔ یہ حدیث اوپر بھی گزر چکی ہے۔

(۳۳۲۸) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے ہشام بن عروہ نے، ان سے ان کے باپ نے، ان سے زینب بنت ابی سلمہ نے، ان سے ام المؤمنین (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرمتا، تو کیا اگر عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ وہ تری دیکھ لے، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ہنسی آگئی اور فرمانے لگیں، کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟

۳۳۲۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا اخْتَلَمَتْ؟ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ)). فَضَحِكْتُ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ:

آپ نے فرمایا، (اگر ایسا نہیں ہے) تو پھر بچے میں (ماں کی) مشابہت کہاں سے آتی ہے۔

(۳۳۲۹) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو مروان فزاری نے خبر دی۔ انہیں حمید نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کی خبر ملی تو وہ آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھوں گا۔ جنہیں نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ وہ کون سا کھانا ہے جو سب سے پہلے جنتیوں کو کھانے کے لئے دیا جائے گا؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے ابھی مجھے آکر اس کی خبر دی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ملائکہ میں تو یہی یہودیوں کے دشمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، قیامت کی سب سے پہلی علامت ایک آگ کی صورت میں ظاہر ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک لے جائے گی، سب سے پہلا کھانا جو اہل جنت کی دعوت کے لئے پیش کیا جائے گا، وہ مچھلی کی کبھی پر جو نکلا نکار رہتا ہے وہ ہوگا اور بچے کی مشابہت کا جہاں تک تعلق ہے تو جب مرد عورت کے قریب جاتا ہے اس وقت اگر مرد کی منی پھل کر جاتی ہے تو بچہ اسی کی شکل و صورت پر ہوتا ہے۔ اگر عورت کی منی پھل کر جائے تو پھر بچہ عورت کی شکل و صورت پر ہوتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بول اٹھے ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ پھر عرض کیا، یا رسول اللہ! یہود انتہا کی جھوٹی قوم ہے۔ اگر آپ کے دریافت کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کے بارے میں انہیں علم ہو گیا تو آپ کے سامنے مجھ پر ہر طرح کی تہمتیں دھرنی شروع کر دیں گے۔ چنانچہ کچھ یہودی آئے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گھر کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا ”لوگوں میں عبداللہ بن سلام کون صاحب ہیں؟“ بارے یہودی کہنے

تَخْلِبُ الْمَرْأَةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((فَمَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ؟))۔ [راجع: ۱۳۰]

۳۳۲۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((بَلَغَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ مَقْدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ، مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ؟ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ إِلَى أَخَوَاتِهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَخْبَرَنِي بِهِنَّ آتِفَا جِبْرِيلَ)). قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: ذَلِكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ السَّلَاطِكَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ. وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ. وَأَمَّا الشَّيْءُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا مَغَشِيَ الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَآؤُهُ كَانَ الشَّيْءُ لَهُ، وَإِذَا سَبَقَ مَآؤُهَا كَانَ الشَّيْءُ لَهَا)). قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ. ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهْتٌ، إِنْ عَلِمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بِهَوْنِي عِنْدَكَ. فَجَاءَتِ الْيَهُودُ، وَدَخَلَ عَبْدُ اللَّهِ الْاِئْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَيُّ

گئے وہ ہم میں سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے صاحب زادے ہیں۔ ہم میں سب سے زیادہ بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے صاحب زادے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا، اگر عبد اللہ مسلمان ہو جائیں تو پھر تمہارا کیا خیال ہو گا؟ انہوں نے کہا، اللہ تعالیٰ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔ اتنے میں حضرت عبد اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب وہ سب ان کے متعلق کہنے لگے کہ ہم میں سب سے بدترین اور سب سے بدترین کا بیٹا ہے، وہ ان کی برائی کرنے لگے

رَجُلٍ فَيَكُمُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ؟) قَالُوا: أَعْلَمْنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا، وَأَخِيرُنَا وَابْنُ أَخِيرِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللَّهِ؟)) قَالُوا: أَعَادَهُ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ. فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. فَقَالُوا: شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا. وَوَقَعُوا فِيهِ. [أطرافه في: ٣٩١١، ٣٩٣٨، ٤٤٨٠].

حضرت عبد اللہ بن سلام یہود کے بڑے عالم تھے جو آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر فوراً ہی صداقت محمدی کے قائل ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔ یہ جو بعض لوگ نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام نے آنحضرت ﷺ سے ہزار سوال کیے تھے، یہ غلط ہے اسی طرح ہزار مسئلہ کا رسالہ بھی مصنوعی ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمان ایسے جھوٹے رسالوں کو پڑھیں اور حدیث کی صحیح کتابیں نہ دیکھیں۔ اسی طرح صحیح کا ستارہ، وقائق الاخبار اور منہات اور دلائل الخیرات کی اکثر روایتیں موضوع ہیں۔ آگ سے متعلق ایک روایت یوں ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک جاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی بصری کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کرے۔ یہ روایت صحیح مسلم اور حاکم میں ہے۔ امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ آگ ہمارے زمانے ۶۵۳ء میں مدینہ میں ظاہر ہوئی اور آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی پہلو سے لے کر پنازی تک پھیلی ہوئی تھی، اس کا حال شام اور تمام شہروں میں بتواتر معلوم ہوا اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔ ابو شامہ ایک معاصر مصنف کا بیان ہے کہ ہمارے پاس مدینہ سے خطوط آئے جن میں لکھا تھا کہ چہار شنبہ کی رات کو ۳ جمادی الثانی میں مدینہ میں ایک سخت دھماکہ ہوا، پھر بڑا زلزلہ آیا جو ساعت بہ ساعت بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ پانچویں تاریخ کو بہت بڑی آگ پنازی میں قریظہ کے محلہ کے قریب نمودار ہوئی، جس کو ہم مدینہ کے اندر اپنے گھروں سے اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا وہ ہمارے قریب ہی ہے۔ ہم اسے دیکھنے کو چڑھے تو دیکھا کہ پہاڑ آگ بن کر بہ رہے ہیں اور ادھر ادھر شعلے بن کر جا رہے ہیں۔ آگ کے شعلے پہاڑ معلوم ہو رہے تھے۔ محلوں کے برابر چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ یہ آگ مکہ مکرمہ اور صحرا سے بھی نظر آتی تھی، یہ حالت ایک ماہ سے زیادہ رہی (تاریخ الخلفاء بحوالہ ابو شامہ واقعات ۶۵۳ء)

علامہ ذہبی نے بھی اس آگ کا ذکر کیا ہے (مختصر تاریخ الاسلام ذہبی، جلد: ۲/ ص: ۳۱۱ حیدر آباد) حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں سے جو بصری میں اس وقت موجود تھے یہ شہادت منقول ہے کہ انہوں نے رات کو اس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ۶۵۳ء خلاصہ از سیرۃ النبی، جلد: ۳/ ص: ۷۳)

۳۳۳۰- حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ

(۳۳۳۰) ہم سے بشر بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا

النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ يَغْنِي ((لَوْ لَا بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْتَرْ اللَّحْمَ، وَلَوْ لَا حَوَاءَ لَمْ تَخُنْ أَنْتِ زَوْجَهَا)).
(عبدالرزاق کی) روایت کی طرح کہ اگر قوم بنی اسرائیل نہ ہوتی تو گوشت نہ سزا کرتا اور اگر حوا نہ ہوتی تو عورت اپنے شوہر سے دغا نہ کرتی۔

بني اسرائيل كومن و سلوى بطور انعام التي ملا کرتا تھا اور انہیں اس کے جمع کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی، مگر انہوں نے جمع کرنا شروع کر دیا، سزا کے طور پر سلوی کا گوشت سزا دیا گیا، اسی طرف حدیث میں اشارہ ہے۔ اسی طرح سب سے پہلے حضرت حوا علیہا السلام نے شیطان کی سازش سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت کے کھانے کی ترغیب دلائی تھی۔ یہی عادت ان کی اولاد میں بھی پیدا ہو گئی۔ خیانت سے یہی مراد ہے۔ اب عورتوں میں عام بے وفائی اسی فطرت کا نتیجہ ہے۔ وہ ٹیڑھی پہلی سے پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ درج ذیل حدیث میں مذکور ہے۔

۳۳۳۱- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَمُوسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضَلَعٍ، وَإِنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلَعِ أَغْلَاهُ، فَإِنَّ ذَهَبَتْ تَقِيمُهُ كَسَرْتُهُ، وَإِنْ تَرَكْتُهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ)).

۳۳۳۱) ہم سے ابو کریب اور موسیٰ بن حزام نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے حسین بن علی نے بیان کیا، ان سے زائدہ نے، ان سے میسرہ اشجعی نے، ان سے ابو حازم نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پہلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پہلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

[طرفہ فی: ۵۱۸۴، ۵۱۸۶]۔

۳۳۳۲- حَدَّثَنَا غَمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ ((إِنْ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عِلْقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَنْبَغُ اللَّهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ، وَأَجَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ. ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ

۳۳۳۲) ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے زید بن وہب نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا اور آپ چچوں کے سچے تھے کہ انسان کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں پہلے چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے۔ پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ملتہ یعنی غلیظ اور جامد خون کی صورت میں رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے لئے مضغہ (گوشت کا لو تھڑا) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر (چوتھے چلہ میں) اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے۔ پس وہ فرشتہ اس کے عمل، اس کی مدت

زندگی، روزی اور یہ کہ وہ نیک ہے یا بد، کو لکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس انسان (زندگی بھر) دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آتی ہے اور وہ جنتیوں کے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے کام شروع کر دیتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔

(۳۳۳۳) ہم سے ابو النعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے، اے رب! یہ نطفہ ہے، اے رب! یہ مضغہ ہے۔ اے رب! یہ علقہ ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے، اے رب! یہ مرد ہے یا اے رب! یہ عورت ہے، اے رب! یہ بد ہے یا نیک؟ اس کی روزی کیا ہے؟ اور مدت زندگی کتنی ہے؟ چنانچہ اسی کے مطابق ماں کے پیٹ ہی میں سب کچھ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

بچہ اپنی اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا رہتا ہے۔

(۳۳۳۴) ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے ابو عمران جوئی نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب کیا گیا ہو گا۔ اگر دنیا میں تمہاری کوئی چیز ہوتی تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لئے اسے بدلے میں دے سکتا تھا؟ وہ شخص کہے گا کہ جی ہاں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب تو آدم کی پیٹھ میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے بھی معمولی چیز کا مطالبہ کیا تھا۔ (روزی

الرَّوْحُ. فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّىٰ مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ)).

[راجع: ۳۲۰۸]

۳۳۳۳- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُيَيْنَةَ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ وَكُلَّ فِي الرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ: يَا رَبِّ نُطْفَةٌ، يَا رَبِّ عُلْقَةٌ، يَا رَبِّ مُضْغَةٌ. فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْلُقَهَا قَالَ: يَا رَبِّ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَى؟ يَا رَبِّ أَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ؟ فَمَا الرِّزْقُ؟ فَمَا الْأَجَلُ؟ فَيَكْتُبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ)).

[راجع: ۳۱۸]

۳۳۳۴- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسٍ يَرْفَعُهُ: ((إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِأَهْلِ النَّارِ عَذَابًا: لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَى مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ: أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي، فَأَبَيْتَ إِلَّا الشُّرْكَ)).

[طرفہ فی : ۶۵۳۸، ۶۵۵۷]

ازل میں) کہ میرا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا، لیکن (جب تو دنیا میں آیا تو) اسی شرک کا عمل اختیار کیا۔

تفسیر جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا اولین پیغام یہی رہا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، تمام آسمانی کتابیں اس مسئلہ پر اتفاق کامل رکھتی ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں شرک کی تردید بڑے واضح اور مدلل الفاظ میں موجود ہے جن کو نقل کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ مگر صد افسوس کہ دوسری امتوں کی طرح بہت سے نادان مسلمانوں کو بھی شیطان نے گمراہ کر کے شرک میں گرفتار کر دیا۔ عقیدت و محبت بزرگان کے نام سے ان کو دھوکا دیا اور وہ بھی مشرکین مکہ کی طرح یہی کہنے لگے۔ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (الزمر: ۳) ہم ان بزرگوں کو صرف اسی لئے مانتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کے نزدیک پہنچادیں، یہ ہمارے ویسے ہیں جن کے پوجنے سے خدا ملتا ہے۔ یہ شیطان کا وہ فریب ہے جو ہمیشہ مشرک قوموں کے لیے ضلالت و گمراہی کا سبب بنا رہا ہے۔ آج بہت سے بزرگوں کے مزاروں پر نادان مسلمان وہ سب حرکتیں کرتے ہیں جو ایک بت پرست بت کے سامنے کرتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے ان کا نام لیتے ہیں، امداد کے لئے ان کی دہائی دیتے ہیں۔ یا غوث یا علی وغیرہ ان کے وظائف بنے ہوئے ہیں۔ جہاں تک قرآن اور سنت کی تشریحات ہیں ایسے لوگ کھلے شرک کے مرتکب ہیں اور مشرکین کے لیے اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ عقیدہ توحید جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہرگز ان خرافات کے لیے درجہ جواز نہیں دیتا۔ اللہ پاک ایسے نام نہاد مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

۳۳۳۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَرْثُةٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَقْتُلْ نَفْسَ ظَلَمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ ذِمَّتِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)).

۳۳۳۵) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن مرہ نے بیان کیا، ان سے مسروق نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو آدم علیہ السلام کے سب سے پہلے بیٹے (قابیل) کے نامہ اعمال میں بھی اس قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ قتل ناحق کی بناسب سے پہلے اسی نے قائم کی تھی۔

[طرفہ فی : ۶۸۶۷، ۷۳۲۱]

تفسیر انسان کا خون ناحق تمام انبیاء کی شریعتوں میں سنگین جرم قرار دیا گیا ہے، انسان کسی بھی قوم، مذہب، نسل سے تعلق رکھتا ہو اس کا ناحق قتل ہر شریعت میں خاص طور پر شریعت اسلامی میں گناہ کبیرہ بتلایا گیا ہے۔ تعجب ہے ان معاندین اسلام پر جو واضح تشریحات کے ہوتے ہوئے اسلام پر ناحق خون ریزی کا الزام لگاتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ جرم کرتا ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اسلام کی نگاہ میں وہ سخت مجرم ہے۔ چونکہ قابیل نے اس جرم کا راستہ اولین طور پر اختیار کیا، اب جو بھی یہ راستہ اختیار کرے گا اس کا گناہ قابیل پر بھی برابر ڈالا جائے گا ہر نیکی اور بدی کے لیے یہی اصول ہے۔

باب روحوں کے جتنے ہیں جھنڈ کے جھنڈ

۲- بَابُ الْأَرْوَاحِ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

۳۳۳۶) امام بخاری نے کہا کہ لیث بن سعد نے روایت کیا یحییٰ بن سعید انصاری سے، ان سے عمرہ نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ

۳۳۳۶- قَالَ: وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((الْأَزْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، لَمَّا تَعَارَفَ مِنْهَا اِتَّخَذَتْ، وَمَا تَنَافَرَتْ مِنْهَا اِجْتَنَفَتْ)).
وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهَذَا.

نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ
روحوں کے جھنڈ کے جھنڈ الگ الگ تھے۔ پھر وہاں جن روحوں میں
آپس میں پہچان تھی ان میں یہاں بھی محبت ہوتی ہے اور جو وہاں غیر
تھیں یہاں بھی وہ خلاف رہتی ہیں اور یحییٰ بن ایوب نے بھی اس
حدیث کو روایت کیا، کما جھ سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، آخر تک۔

تشیع کتاب الانبیاء کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ اس سلسلے میں مناسب تھا کہ آدمیت کے کچھ نیک و بد خصائل،
اس کی فطرت پر روشنی ڈالی جائے، تاکہ آدمی کی فطرت پڑھنے والوں کے سامنے آ سکے۔ اس لیے حضرت امام رضا علیہ السلام ان
احادیث مذکورہ کو یہاں لائے۔

اب حدیث آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے جن کو قرآن میں عبد شکور کے نام سے پکارا گیا ہے، آپ
رقت قلب سے بکثرت رویا کرتے تھے، اسی لیے لفظ نوح سے مشہور ہو گئے۔ واللہ اعلم۔
روحیں عالم ازل میں لشکروں کی طرح یکجا تھیں جن روحوں میں وہاں باہمی تعارف ہو گیا ان سے دنیا میں بھی کسی نہ کسی دن
ملاپ ہو ہی جاتا ہے اور جن میں باہمی تعارف نہ ہو سکا وہ دنیا میں بھی باہمی طور پر میل نہیں کھاتی ہیں۔ اس کے تحت ہمارے محترم
مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم نے شرح وحیدی میں ایک مفصل نوٹ تحریر فرمایا ہے جو قارئین کرام کے لئے دلچسپی کا موجب ہو گا۔
مولانا فرماتے ہیں:

”بغیر مناسبت روحانی کے محبت ہو ہی نہیں سکتی، ایک بزرگ کا قول ہے اگر مومن ایسی مجلس میں جائے جہاں سو منافق بیٹھے ہوں
اور ایک مومن ہو تو وہ مومن ہی کے پاس بیٹھے گا اور اگر منافق اسی مجلس میں جائے جہاں سو مومن ہوں اور ایک منافق ہو تو اس کی
تسلی منافق ہی کے پاس بیٹھنے سے ہوگی۔ اسی مضمون میں ایک شاعر نے لکھا کہ ہم جنس باہم جنس پر دواز کبوتر باکبوتر بازا، (وحیدی)
دلی دوستی جو خالصاً اللہ بلا غرض ہوتی ہے بغیر اتحاد روحانی کے نہیں ہو سکتی۔ ایک بدعتی کبھی کسی موحد قبیع سنت کا دوست اور اسی
طرح سخت قسم کا مقلد اہل حدیث کا ہوا خواہ نہیں ہو سکتا ایک مجلس میں اتفاق سے ایک مولوی صاحب جو جمہیہ کے ہم مشرب ہیں مجھ
سے ملے اور ایک بے عمل جاہل شخص سے کہنے لگے ہم میں اور تم میں الادواح جنود مجنودہ اسی حدیث کی رو سے اتحاد ہے میں نے
ان کا دل لینے کو کہا کیا ہم کو آپ کے ساتھ یہ اتحاد نہیں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ مجھ کو ان کی سچائی پر تعجب ہوا۔ واقعی بھی اور اہل
حدیث میں کسی طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔ جس دن سے یہ صحیح بخاری مترجم چھپنا شروع ہوئی ہے کیا کون بعض لوگوں کے دل پر سانپ
نوٹا ہے اور حدیث کی کتاب اس عمر گد کے ساتھ طبع ہونے سے دیکھ کر آپ ہی آپ جلع مرتے ہیں۔ اتحاد اور اختلاف روحانی کا اثر
اسی سے معلوم کر لینا چاہیے حالانکہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حدیث شریف کی اشاعت ناپسند کرتے ہیں۔ اور ناچیز مترجم پر جھوٹے
اتهام دھر کر یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ ترجمہ ناتمام رہ جائے۔ ﴿وَاللّٰهُ مَتَمُّ نُوْرِهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ﴾ (الصفت: ۸) (وحیدی)

حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم نے اپنے زمانے کے حاسدوں کا یہ حال لکھا ہے۔ مگر آج کل بھی معاملہ تقریباً ایسا ہی ہے۔ جو ناچیز
(محمد داؤد راز) کے سامنے آ رہا ہے۔ کتنے حاسدین اشاعت بخاری شریف مترجم اردو کا عظیم کام دیکھ کر حسد کی آگ میں جلے جا رہے
ہیں۔ اللہ پاک ان کے حسد سے محفوظ رکھے اور اس خدمت کو پورا کرائے۔ آمین۔

باب حضرت نوح علیہ السلام کے بیان میں۔

۳- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ [ہود ۲۵] سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم

کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن مجید کی اسی سورہ ہود میں) بادی الرای کے متعلق کہا کہ وہ چیز ہمارے سامنے ظاہر ہو۔ اقلعی یعنی روک لے ٹھہر جافا التور یعنی پانی اس تور میں سے ابل پڑا اور عکرمہ نے کہا کہ (تور بمعنی) سطح زمین کے ہے اور مجاہد نے کہا کہ الجودی جزیرہ کا ایک پہاڑ ہے۔ وجلہ و فرات کے بیچ میں اور سورہ مومن میں لفظ داب بمعنی حال ہے۔

باب سورہ نوح میں اللہ کا یہ فرمانا۔ ”ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اس سے کہا کہ اپنی قوم کو تکلیف کا عذاب آنے سے پہلے ڈرا۔ آخر سورہ تک اور سورہ یونس میں فرمانا اے رسول! نوح کی خبر ان پر تلاوت کر جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے قوم! اگر میرا یہاں ٹھہرنا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو تمہارے سامنے بیان کرنا تمہیں زیادہ ناگوار گذرتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں

المسلمین تک۔

(۳۳۳۷) ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انیس یونس نے، انیس زہری نے کہ سالم نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں خطبہ سنانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق ثناء بیان کی، پھر دجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں تمہیں دجال کے فتنے سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو اس سے نہ ڈرایا ہو۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ لیکن میں تمہیں اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے بھی اپنی قوم کو نہیں بتائی تھی، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دجال کانا ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔

(۳۳۳۸) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، ہم سے شیبان نے بیان کیا،

﴿قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «بَادِي الرَّأْيِ»: مَا ظَهَرَ لَنَا. «أَقْلَعِي»: أَمْسِكِي. «وَقَارَ التَّوْرَ»: نَبَعَ الْمَاءِ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ: وَجْهُ الْأَرْضِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «الْجُودِي»: جَبَلٌ بِالْجَزِيرَةِ. «دَابَّ»: مِثْلُ حَالٍ.

۴- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ إِلَىٰ آخِرِ السُّورَةِ [نوح: ۱-۲۸].

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذِكْرِي بآيَاتِ اللَّهِ - إِلَىٰ قَوْلِهِ - مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

۳۳۳۷- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ : وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَالَ فَقَالَ: ((إِنِّي لَا أَنْذِرُكُمْ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ لَا أَنْذِرُهُ قَوْمَهُ، لَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ، وَلَكِنِّي أَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ : تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ، وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ)).

[راجع: ۳۰۵۷]

۳۳۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ

ان سے یحییٰ نے، ان سے ابوسلمہ نے اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کیوں نہ میں تمہیں دجال کے متعلق ایک ایسی بات بتا دوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو اب تک نہیں بتائی۔ وہ کانا ہو گا اور جنت اور جہنم جیسی چیز لائے گا۔ پس جسے وہ جنت کے گادر حقیقت وہی دوزخ ہوگی اور میں تمہیں اس کے فتنے سے اسی طرح ڈراتا ہوں، جیسے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

اللہ پاک اپنے بندوں کو آزمائے کے لیے دجال کو پہلے کچھ کاموں کی طاقت دے دے گا پھر بعد میں اس کی عاجزی ظاہر کر دے گا، ایسی صورت خود بتا دے گی کہ وہ خدا نہیں ہے۔ احادیث میں نوح علیہ السلام کا ذکر آیا ہے باب سے یہی مناسبت ہے۔

(۳۳۳۹) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، ہم سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو صالح نے اور ان سے ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) نوح علیہ السلام بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا، کیا (میرا پیغام) تم نے پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا، اے رب العزت! اب اللہ تعالیٰ ان کی امت سے دریافت فرمائے گا، کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا، اس کے لیے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام خداوندی اپنی قوم تک پہنچایا تھا اور یہی مفہوم اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کا ہے کہ ”اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہی دو۔“ اور وسط کے معنی درمیانی کے ہیں۔

(۳۳۴۰) مجھ سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، ہم سے محمد بن عبید نے بیان کیا، ہم سے ابو حیان یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ابو زرہ نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے

يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَا أُحَذِّثُكُمْ حَدِيثًا عَنِ الدَّجَالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ: إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَأَلْتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ، وَإِنِّي أَنْذِرُكُمْ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ)). [راجع: ۳۰۵۷]

۳۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَجِيءُ نُوحٌ وَأَمَّتُهُ، فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: هَلْ بَلَغْتَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ أَيُّ رَبِّ. فَيَقُولُ لِأَمَّتِهِ: هَلْ بَلَغْتُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: لَا، مَا جَاءَنَا مِنْ نَبِيٍّ. فَيَقُولُ لِنُوحٍ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ ﷺ وَأَمَّتُهُ، فَتَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ، وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ [البقرة: ۱۴۳] وَالْوَسْطُ الْعَدْلُ.

[طرفاء فی: ۴۴۸۷، ۷۳۴۹].

۳۳۴۰ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُبَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

ساتھ ایک دعوت میں شریک تھے۔ آپ کی خدمت میں دست کا گوشت پیش کیا گیا جو آپ کو بہت مرغوب تھا۔ آپ نے اس دست کی ہڈی کا گوشت دانتوں سے نکال کر کھایا۔ پھر فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمام مخلوق کو ایک چٹیل میدان میں جمع کرے گا؟ اس طرح کہ دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ دیکھ سکے گا۔ آواز دینے والے کی آواز ہر جگہ سنی جاسکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ ایک شخص اپنے قریب کے دوسرے شخص سے کہے گا، دیکھتے نہیں کہ سب لوگ کیسی پریشانی میں مبتلا ہیں؟ اور مصیبت کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیوں نہ کسی ایسے شخص کی تلاش کی جائے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں ہم سب کی شفاعت کے لئے جائے۔ کچھ لوگوں کا مشورہ ہو گا کہ دادا آدم ﷺ اس کے لئے مناسب ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے باوا آدم! آپ انسانوں کے دادا ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا، اپنی روح آپ کے اندر پھونکی تھی، ملائکہ کو حکم دیا تھا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا اور جنت میں آپ کو (پیدا کرنے کے بعد) ٹھہرایا تھا۔ آپ اپنے رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیں۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ ہم کس درجہ الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہیں۔ وہ فرمائیں گے کہ (گناہ گاروں پر) اللہ تعالیٰ آج اس درجہ غضبناک ہے کہ کبھی اتنا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ہو گا اور مجھے پہلے ہی درخت (جنت) کے کھانے سے منع کر چکا تھا لیکن میں اس فرمان کو بجالانے میں کوتاہی کر گیا۔ آج تو مجھے اپنی ہی پڑی ہے۔ (نفسی نفسی) تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ہاں، نوح ﷺ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ نوح ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے نوح ﷺ! آپ (آدم ﷺ کے بعد) روئے زمین پر سب سے پہلے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”عبد شکور“ کہہ کر پکارا ہے۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ آج ہم کیسی مصیبت و پریشانی میں

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُغْوَةٍ، فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ - وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ. فَهَسَّ مِنْهَا نَفْسَةً وَقَالَ: ((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. هَلْ تَذَرُونَ بَعْدَ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ. فَيَنْصُرُهُمُ النَّاطِرُ، وَيَسْمَعُهُمُ الدَّاعِي، وَتَذْنُو مِنْهُمْ الشَّمْسُ، فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ: أَلَا تَرَوْنَ إِلَيَّ مَا أَنْتُمْ فِيهِ، إِلَى مَا بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ: أَبُوكُمْ آدَمُ: فَيَاثُونَهُ فَيَقُولُونَ يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَتَفَخَّ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، وَأَسْكَنْكَ الْجَنَّةَ. أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ وَمَا بَلَغْنَا؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ. نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِهِ، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ. فَيَاثُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا. أَمَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ أَلَا تَرَى إِلَى مَا بَلَغْنَا؟ أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ. نَفْسِي نَفْسِي، ائْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَاثُونِي، فَأَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيَقَالُ: يَا

بتلاہیں؟ آپ اپنے رب کے حضور میں ہماری شفاعت کر دیجئے۔ وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس درجہ غضبناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک نہیں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد اتنا غضبناک ہو گا۔ آج تو مجھے خود اپنی ہی فکر ہے۔ (نفسی نفسی) تم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جاؤ۔ چنانچہ وہ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں (ان کی شفاعت کے لئے) عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر آواز آئے گی، اے محمد! سر اٹھاؤ اور شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا کہ ساری حدیث میں یاد نہ رکھ سکا۔

(۳۳۳۱) ہم سے نصر بن علی بن نصر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو ابو احمد نے خبر دی، انہیں سفیان نے، انہیں ابو اسحاق نے، انہیں اسود بن یزید نے اور انہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے (آیت) ﴿فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ﴾ مشہور قرأت کے مطابق (ادغام کے ساتھ) تلاوت فرمائی تھی۔

[۴۸۷۴]

مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَاشْفَعْ تُشْفَعُ، وَسَلْ تُعْطَى. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ : لَا أَحْفَظُ سَائِرَهُ. [طرفاء فی : ۳۳۶۱، ۴۷۱۲].

۳۳۴۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ بْنُ نَصْرِ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ﴾ مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ)). [أُطْرَافُهُ فِي : ۳۳۴۵، ۳۳۷۶، ۴۸۶۹]

[۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴]

بعض نے مذکر زال کے ساتھ پڑھا ہے۔ چونکہ اس روایت میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس حدیث کو یہاں لایا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح بہت عظیم رسول گزرے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا بیان کئی جگہ آیا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب الیاس علیہ السلام پیغمبر کا بیان

۴ - بَابُ

سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک الیاس رسولوں میں سے تھا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (خدا کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ تم بھل (بت) کی تو عبادت کرتے ہو اور سب سے اچھے پیدا کرنے والے کی عبادت کو چھوڑتے ہو۔ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا بھی۔ لیکن ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا۔ پس بے شک وہ سب لوگ (عذاب کے لیے) حاضر کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے ان بندوں کے جو

﴿وَإِنْ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ، إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَوَّرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ إِلَّا عَبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ [الصافات : ۲۳] قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : يُذَكَّرُ بِخَيْرٍ. ﴿سَلَامٌ عَلَى آلِ

مخلص تھے اور ہم نے بعد میں آنے والی امتوں میں ان کا ذکر خیر چھوڑا ہے۔ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو کنا علیہ فی الاخرین کے متعلق کہا کہ بھلائی کے ساتھ انہیں یاد کیا جاتا رہے گا۔ سلامتی ہو الیاسین پر، بے شک ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا۔ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ الیاس، ادریس علیہ السلام کا نام تھا۔

یہ الیاس بن یاسین بن ہارون تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے تھے۔ بعض کے نزدیک الیاس سے حضرت ادریس ہی مراد ہیں۔ مگر امام بخاری نے اس کو صحیح نہیں سمجھا، اس لیے حضرت ادریس کے لیے ذیل کا باب الگ باندھا ہے۔

باب حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان

حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خود نوح علیہ السلام کے دادا تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ ”اور ہم نے ان کو بلند مکان (آسمان) پر اٹھالیا تھا۔

(۳۳۴۲) عبدان نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہیں یونس نے خبر دی اور انہیں زہری نے، (دوسری سند) اور ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عنبہ نے، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا اور ان سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے گھر کی چھت کھولی گئی۔ میرا قیام ان دنوں مکہ میں تھا۔ پھر جبریل علیہ السلام اترے اور میرا سینہ چاک کیا اور اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا، اسے میرے سینے میں اندیل دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے کر چلے، جب آسمان دنیا پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ دروازہ کھولو، پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں جبریل، پھر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں، پوچھا کہ انہیں لانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ جواب دیا کہ ہاں، اب دروازہ کھلا، جب ہم آسمان پر پہنچے تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، کچھ انسانی روحیں ان کے دائیں

یاسین، اِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ، اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ [الصفات: ۱۳۰]۔ يَذْكُرُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنْ اِلْيَاسَ هُوَ اِدْرِيسُ۔

۵- بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ جَدُّ اَبِي نُوْحٍ، وَيُقَالُ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ۳۳۴۲- قَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الزُّهْرِيِّ ح. وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَنَبَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ أَنَسُ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَوْجٌ عَنْ سَنَفٍ بَيْنِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءٍ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُّثَلًى حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي الْفَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ: أَفْتَحْ. قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَعِيَ مُحَمَّدٌ، قَالَ: أُرْسِلْ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَفْتَحَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ إِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَنْ

طرف تھیں اور کچھ بائیں طرف، جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رو پڑتے۔ انہوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی نیک بیٹے! میں نے پوچھا، جبریل! یہ صاحب کون بزرگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ انسانی روحوں ان کے دائیں اور بائیں طرف تھیں ان کی اولاد بنی آدم کی روحوں تھیں ان کے جو دائیں طرف تھیں وہ جنتی تھیں اور جو بائیں طرف تھیں وہ دوزخی تھیں، اسی لئے جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو مسکراتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے تھے، پھر جبریل علیہ السلام مجھے اوپر لے کر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے، اس آسمان کے داروغہ سے بھی انہوں نے کہا کہ دروازہ کھولو، انہوں نے بھی اسی طرح کے سوالات کیے جو پہلے آسمان پر ہو چکے تھے، پھر دروازہ کھولا، انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے تفصیل سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے مختلف آسمانوں پر اور لیس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو پایا، لیکن انہوں نے ان انبیاء کرام کے مقامات کی کوئی تخصیص نہیں کی، صرف اتنا کہا کہ آنحضرت ﷺ نے آدم علیہ السلام کو آسمان دنیا (پہلے آسمان پر) پایا اور ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے پر اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر جب جبریل علیہ السلام اور لیس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید، نیک نبی نیک بھائی، میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ اور لیس علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے بھی کہا خوش آمدید نیک نبی نیک بھائی، میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ تو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے فرمایا کہ خوش آمدید نیک نبی اور نیک بیٹے، میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ابن شہاب سے زہری نے بیان کیا اور مجھے ایوب بن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابو جہہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر مجھے اوپر لے کر چڑھے اور میں اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا جہاں سے قلم کے لکھنے کی آواز صاف سننے لگی تھی،

يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ، فَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِنِّ الصَّالِحِ. قُلْتُ: مَنْ هَذَا يَا جَبْرِيلُ؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ. فَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى. ثُمَّ عَرَجَ بِي جَبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِحَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ حَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ. قَالَ أَنَسُ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَاوَاتِ إِدْرِيسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ، وَلَمْ يُنَبِّئْ لِي كَيْفَ مَنَازِلِهِمْ، غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّادِسَةِ. وَقَالَ أَنَسُ: فَلَمَّا مَرَّ جَبْرِيلُ بِإِدْرِيسَ قَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ. ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيسَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: عِيسَى. ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِنِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِبْرَاهِيمُ۔ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ

وَأَبَا حَيْثَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَا يَقُولَانِ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ثُمَّ غَرَجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ . قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنْسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً ، فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرُ بِمُوسَى فَقَالَ مُوسَى : مَا الَّذِي فَرَضَ عَلَى أُمَّتِكَ ؟ قُلْتُ : فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلَاةً ، قَالَ : فَرَا جِعَ رَبُّكَ ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ ، فَرَا جَعْتُ ، فَرَا جَعْتُ رَبِّي ، فَوَضَعَ شَطْرَهَا . فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ : رَا جِعَ رَبُّكَ ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ : رَا جِعَ رَبُّكَ ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ ، فَرَجَعْتُ فَرَا جَعْتُ رَبِّي فَقَالَ : هِيَ خَمْسٌ وَخَمْسُونَ ، لَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ، فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ : رَا جِعَ رَبُّكَ ، فَقُلْتُ : قَدْ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي . ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى السُّدْرَةَ الْمُنْتَهَى ، فَفَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَذْرِي مَا هِيَ . ثُمَّ أَدْخَلْتُ فَإِذَا فِيهَا جَنَابُذُ اللَّوْلُو ، وَإِذَا تَوَاتَاهَا الْمِسْكُ .

[راجع: ۳۴۹]

ابوبکر بن حزم نے بیان کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس وقت کی نمازیں مجھ پر فرض کیں۔ میں اس فریضہ کے ساتھ واپس ہوا اور جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر کیا چیز فرض کی گئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ پچاس وقت کی نمازیں ان پر فرض ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں، کیونکہ آپ کی امت میں اتنی نمازوں کی طاقت نہیں ہے، چنانچہ میں واپس ہوا اور رب العالمین کے دربار میں مراجعت کی، اس کے نتیجے میں اس کا ایک حصہ کم کر دیا گیا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس مرتبہ بھی انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے پھر مراجعت کریں پھر انہوں نے اپنی تفصیلات کا ذکر کیا کہ رب العالمین نے ایک حصہ کی پھر کمی کر دی، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر کی، انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے مراجعت کریں، کیونکہ آپ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں ہے، پھر میں واپس ہوا اور اپنے رب سے پھر مراجعت کی، اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ فرما دیا کہ نمازیں پانچ وقت کی کر دی گئیں اور ثواب پچاس نمازوں ہی کا باقی رکھا گیا، ہمارا قول بدلا نہیں کرتا۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے اب بھی اسی پر زور دیا کہ اپنے رب سے آپ کو پھر مراجعت کرنی چاہیے۔ لیکن میں نے کہا کہ مجھے اللہ پاک سے بار بار درخواست کرتے ہوئے اب شرم آتی ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر آگے بڑھے اور سدرة المنتہی کے پاس لائے جہاں مختلف قسم کے رنگ نظر آئے، جنہوں نے اس درخت کو چھپا رکھا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھے۔ اس کے بعد مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ موتی کے گنبد بنے ہوئے ہیں اور اس کی مٹی مشک کی طرح خوشبودار تھی۔

اس حدیث شریف میں حضرت اور لیس علیہ السلام کا ذکر خیر آیا۔ اسی مناسبت سے اسے یہاں درج کیا گیا۔ معراج کا واقعہ اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نوٹ: حدیث معراج میں یہ عقیدہ لازماً رکھنا چاہیے کہ معراج جسمانی برحق ہے اور اس میں سینہ ہاک ہونے وغیرہ وغیرہ جتنے بھی

کوائف مذکور ہوئے ہیں اپنے ظاہری معانی کے لحاظ سے سب برحق ہیں۔ ظاہر پر ایمان لانا اور دیگر کوائف اللہ کے حوالہ کرنا ایمان والوں کا شیوہ ہے۔ اس میں مزید کرید کرنا جائز نہیں۔

۶- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿وَأِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾ [ہود : ۵۰]

وَقَوْلِهِ : ﴿إِذْ أَنْذَرْتُ قَوْمَهُ بِالْأَخْفَافِ - إِلَى قَوْلِهِ - كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾ [الأخفاف : ۲۱]

فِيهِ عَنْ عَطَاءٍ وَسَلِيمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا

”اور قوم عاد کی طرف ہم ان کے بھائی ہود کو (نبی بنا کر) بھیجا انہوں نے کہا، اے قوم! اللہ کی عبادت کرو“

اور سورۃ اخفاف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”کہ جب ہود نے اپنی قوم کو اخفاف یعنی ریت کے میدانوں میں ڈرایا“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم قوموں کو“ تک

اس باب میں عطاء ابن ابی رباح اور سلیمان بن یسار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے

عطاء کی روایت کو مؤلف نے سورۃ اخفاف کی تفسیر میں اور سلیمان کی روایت کو مؤلف نے ہی کُصل کیا ہے، اخفاف حقت کی جمع ہے، قوم عاد ریت کے اونچے نیلوں پر آباد تھی۔ اس لئے ان کی بستیوں کو لفظ اخفاف سے موسوم کیا گیا ہے، یمن میں ایک وادی کا نام اخفاف تھا جہاں عاد کی قوم رہتی تھی، قوادہ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے نیلوں میں قوم عاد کے لوگ آباد تھے۔ قرآن مجید میں ایک سورۃ اخفاف کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں قوم عاد پر جو عذاب آیا اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

باب

باب :- (اور سورۃ قاحہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”لیکن قوم عاد، تو انہیں ایک نہایت تیز تند آندھی سے ہلاک کیا گیا، جو بڑی غضبناک تھی۔“ ابن عیینہ نے (آیت کے لفظ) عاتیہ کی تشریح میں کہا کہ ای عت علی الحزان یعنی وہ اپنے داروغہ فرشتوں کے قابو سے باہر ہو گئی جسے اللہ نے ان پر متواتر سات رات اور آٹھ دن تک مسلط کیا (آیت میں) لفظ حسوما بمعنی متتابعہ ہے۔ یعنی وہ پے در پے چلتی رہی (ایک منٹ بھی نہیں رکی) پس اگر تو اس وقت موجود ہوتا تو اس قوم کو وہاں یوں گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے پڑے ہیں، سو کیا تجھ کو ان میں سے کوئی بھی بچا ہوا نظر آتا ہے۔“

قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَأَمَّا عَادُ فَأَهْلِكُوهَا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ﴾ [الحاقة : ۸]

شَدِيدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: عَتَتْ عَلَى الْخَزَانِ ﴿سَخَرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا﴾ مُتَّابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أُغِجَرُوا نَخْلًا خَاوِيَةً﴾ أَصُولُهَا، ﴿فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ﴾ بَقِيَّةٍ.

(عاتیہ) کا مطلب یہ ہے کہ اس ہوا نے حکم الہی سے اپنے داروغہ فرشتے کی بھی ایک نہ سنی اور ایک دم نکل بھاگی۔ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا، بعض نے کہا ترجمہ یوں ہے کہ وہ قوم عاد پر غالب آگئی یعنی ان کے روکے سے نہ رک سکی، ہوا کے عذاب اب بھی آتے رہتے ہیں۔

(۳۳۴۳) ہم سے محمد بن عرعہ نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے حکم نے، ان سے مجاہد نے اور ان سے حضرت ابن عباس

۳۳۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْزَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ

رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (غزوہ خندق کے موقع پر) پروا ہوا سے میری مدد کی گئی اور قوم عاد بچھو ہوا سے ہلاک کر دی گئی تھی۔

(۳۳۴۴) (حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن کثیر نے بیان کیا، ان سے سفیان ثوری نے، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابن ابی نعیم نے اور ان سے حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت علی رحمہ اللہ نے (میں سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا تو آپ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا، اقرع بن حابس حنظلی ثم الجاشعی، عیینہ بن بدر فزاری، زید طائی بنو نہمان والے اور علقمہ بن علاش عامری بنو کلاب والے، اس پر قریش اور انصار کے لوگوں کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ نے نجد کے بڑوں کو تو دیا لیکن ہمیں نظر انداز کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف ان کے دل ملانے کے لیے انہیں دیتا ہوں (کیونکہ ابھی حال ہی میں یہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں) پھر ایک شخص سامنے آیا، اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، گلے پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی اٹھی ہوئی، ڈاڑھی بست گھنی تھی اور سرمندا ہوا تھا۔ اس نے کہا اے محمد! اللہ سے ڈرو (ﷺ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اس کی فرمانبرداری کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے روئے زمین پر دیانت دار بنا کر بھیجا ہے۔ کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ اس شخص کی اس گستاخی پر ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی، میرا خیال ہے کہ یہ حضرت خالد بن ولید تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اس سے روک دیا، پھر وہ شخص وہاں سے چلنے لگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نسل سے یا (آپ نے فرمایا کہ) اس شخص کے بعد اسی کی قوم سے ایسے لوگ جھوٹے مسلمان پیدا ہوں گے، جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے، لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، یہ مسلمانوں کو قتل کریں

ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قَالَ: ((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأَهْلِكْتُ عَادَ بِالذَّبُورِ)). [راجع: ۱۰۳۵]

۳۳۴۴- قَالَ: قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نَعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((أَرْسَلَ عَلِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِذَهَبِيَّةٍ، فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَرْبَعَةِ: الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسِ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ، وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرِ الْفَزَارِيِّ، وَزَيْدِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نُهْمَانَ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ عَلَاشَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ. فَقَضَيْتُ قُرَيْشَ وَالْأَنْصَارَ قَالُوا: يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدْعُنَا. قَالَ: ((إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ)). فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوُجْهَتَيْنِ نَاتِيءُ الْجَبِينِ كَثُ اللَّحْيَةِ مَخْلُوقٌ فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: ((مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ إِذَا غَضِبْتَ؟ أَيَأْمِينِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَلَا تَأْمَنُونِي؟)) فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ - أَحْسِبُهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ - فَمَنَعَهُ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: ((إِنَّ مِنْ ضَنْضِيءٍ هَذَا - أَوْ فِي عَقَبِ هَذَا - قَوْمٌ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمُرُّونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَةِ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْتَانِ، لَئِنْ أَنَا أَذَرْتُكُمْ لَأَقْتُلَنَّكُمْ قَتْلَ عَادٍ)).

۵۰۰۸، ۶۱۶۳، ۶۹۳۱، ۶۹۳۳، ۷۴۳۲، ۵۷۶۲۔
گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میری زندگی اس وقت تک
باقی رہے تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جیسے قوم عاد کا عذاب
الہی سے قتل ہوا تھا کہ ایک بھی باقی نہ بچا۔

تفسیر اس حدیث کے آخر میں قوم عاد کے عذاب الہی سے ہلاک ہونے کا ذکر ہے اس مناسبت سے یہ حدیث یہاں درج کی گئی۔
جس بد بخت گروہ کا یہاں ذکر ہوا ہے یہ خارجی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا ان پر کفر کا فتویٰ لگایا،
خود اتباع قرآن کا دعویٰ کیا۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ میں یہ لوگ مارے گئے، دینداری کا دعویٰ کرنے اور دوسرے مسلمانوں کو
بنظر حقارت دیکھنے والے آج بھی بہت سے لوگ موجود ہیں، لمبے لمبے کرتے پئے ہوئے ہاتھوں میں تسبیح لٹکائے ہوئے، بظلوں میں قرآن
دہائے ہوئے مگر ان کے دلوں کو دیکھو تو بھڑیے معلوم ہوتے ہیں۔

۳۴۵- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا
إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ
قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ: ((سَمِعْتُ
النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: «فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ»
(۳۳۴۵) ہم سے خالد بن یزید نے بیان کیا، کہا ہم سے اسرائیل نے
بیان کیا، ان سے ابواسحاق نے، ان سے اسود نے کہا کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے
نبی کریم ﷺ سے سنا آپ آیت فہل من مدکر کی تلاوت فرما رہے
تھے (راجعہ: ۳۳۴۱)

یہ آیت سورہ قمر میں قوم عاد کے قصہ میں بھی آئی ہے۔ اس مناسبت سے یہ حدیث بیان کی۔

باب یا جوج و ما جوج کا بیان

۷- بَابُ قِصَّةِ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: «قَالُوا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّا يَا جُوجَ
وَمَاجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ» [الكهف: ۹۴]
اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں فرمایا وہ لوگ کہنے لگے یا جوج اور ما جوج
لوگ ملک میں بہت فساد مچا رہے ہیں۔

تفسیر یہ دونوں قبیلوں کے نام ہیں جو یافث بن نوح کی اولاد میں ہیں، بعض نے کہا یا جوج ترک لوگ ہیں اور ما جوج ایک دوسرا
گروہ ہے۔ قیامت کے قریب یہ لوگ بہت غالب ہوں گے اور ہر طرف سے نکل پڑیں گے، ان کا کلنا قیامت کی ایک نشانی
ہے۔ جو لوگ یا جوج اور ما جوج کے وجود میں شبہ کرتے ہیں وہ احمق ہیں، یا جوج اور ما جوج آدمی ہیں، کوئی عجوبہ نہیں ہیں اور جو روایتیں ان کے
قد و قامت کے متعلق منقول ہیں ان کی سندیں صحیح نہیں۔ توراہ شریف میں یا جوج اور ما جوج کا ذکر ہے، بعض نے کہا یا جوج روسی لوگ
ہیں اور ما جوج تاتاری بعض نے کہا ما جوج انگریز ہیں (وحیدی) صحیح بات یہی ہے کہ حقیقت حال کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اہل ایمان کا کام
ارشاد الہی امانا صدقنا کہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ”اور آپ سے (اے رسول) ذوالقرنین (بادشاہ) کے
متعلق یہ لوگ پوچھتے ہیں۔ (آپ فرمادیں کہ ان کا قصہ میں ابھی
تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ہم نے اسے زمین کی حکومت دی تھی
اور ہم نے اسکو ہر طرح کا سامان عطا فرمایا تھا پھر وہ ایک سمت چل نکلا،
اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ“ تک۔

«وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقُرْنَيْنِ» [الكهف:
۸۳]: «قُلْ سَأَتْلُوا عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا إِنَّا
مَكْنَانَا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
سَبَبًا: فَاتَّبِعْ سَبَبًا: طَرِيقًا. إِلَى قَوْلِهِ:

﴿أَتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ﴾ وَأَحْذَرُ زُبْرَةً وَهِيَ الْقَطْعُ ﴿حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ وَالسَّائِدَيْنِ : الْجَبَلَيْنِ خَرَجَا أَجْرًا. ﴿قَالَ انْفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ أَتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا﴾ أَصْبَبَ عَلَيْهِ رِصَاصًا، وَيُقَالُ الْحَدِيدُ، وَيُقَالُ الصُّفْرُ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: النُّحَاسُ، ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ﴾ يَغْلُوهُ، اسْتَطَاعَ : اسْتَفْعَلَ مِنْ طَعَتْ لَهُ، فَلِذَلِكَ فُتِحَ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيعُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيعُ. ﴿وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا. قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي، فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ﴾ أَلْزَقَهُ بِالْأَرْضِ. وَنَاقَةٌ دَكَّاءٌ : لَا سَنَامَ لَهَا. وَالِدَكَّاءُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُ حَتَّى صَلَبَ مِنَ الْأَرْضِ وَتَلَبَّدَ. ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا. وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِيهِ بَغْضٍ، حَتَّى إِذَا فُصِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ قَالَ قَتَادَةُ: حُدَبٌ أَكْثَمَةٌ. قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: رَأَيْتُ السُّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمَحْبَرِ. قَالَ: ((قَدْ رَأَيْتُهُ)).

زیر کا واحد زیرۂ ہے اور زیرۂ کلڑے کو کہتے ہیں ”یہاں تک کہ جب اس نے ان دونوں پہاڑوں کے برابر دیوار اٹھادی۔ صدفین سے پہاڑ مراد ہیں۔ ابن عباسؓ سے (بین الصدفین کی تفسیر میں منقول ہے) اور السدین الصدفین کی دوسری قرأت بھی الجبلین (دو پہاڑ) کے معنی میں ہے، خرجا بمعنی محصول اجرت، ذوالقرنین نے (عملہ سے) کہا کہ اب اس دیوار کو آگ سے دھونکو یہاں تک کہ جب اسے آگ بنا دیا تو کہا اب میرے پاس پگھلا ہوا سیسہ تاجبالاؤ تو میں اس پر ڈال دوں افرغ علیہ قطرا کے معنی ہیں کہ میں اس پر پگھلا ہوا سیسہ ڈال دوں (قطر کے معنی) بعض نے بوبے (پگھلے ہوئے سے) کئے ہیں اور بعض نے بیتل سے، ابن عباسؓ نے اس کا معنی تاجبالتایا ہے۔ پھر قوم یاجوج و ماجوج کے لوگ (اس سد کے بعد) اس پر چڑھ نہ سکے بظہر وہ بمعنی یعلوہ اطعت لہ سے استفعال کا صیغہ ہے۔ اسی لیے اسطاع یسطیع، یسطیع بھی پڑھتے ہیں اور یاجوج ماجوج اس میں سوراخ بھی نہ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے پروردگار کی ایک رحمت ہے پھر جب میرے پروردگار کا مقررہ وعدہ آپنچے گا تو وہ اس دیوار کو دکائی یعنی زمین دوز کر دے گا، عرب کے لوگ اسی سے بولتے ہیں ناقة دكاء جس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی کوہان نہ ہو۔ اور الدکاء من الارض کی مثال وہ زمین جو ہموار ہو کر سخت ہو گئی ہو، اونچی نہ ہو اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اس روز ہم ان کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ بعض ان کا بعض سے گڈمڈ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے۔ قتادہ نے کہا کہ حدب کے معنی ٹیلہ کے ہیں۔ ایک صحابی نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اس دیوار کو دھاری دار چادر کی طرح دیکھا ہے جس کی ایک دھاری سرخ ہے اور ایک کالی ہے، اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا واقعی تم نے اسکو دیکھا ہے۔

تفسیر ہوایہ تھا کہ دونوں طرف دو اونچے پہاڑ تھے بیچ میں راستہ کھلا ہوا تھا، اس میں سے یاجوج ماجوج کے لوگ کھس آتے اور غریب رعایا کو ستاتے۔ ذوالقرنین نے یہ دیوار لوہے کی بنا کر انکا راستہ ہی بند کر دیا۔ بعض کم عقل لوگ اس قصہ پر اعتراض

کرتے ہیں کہ اگر یہ دیوار بنی ہوتی تو آج کل ضرور اس کا پتہ لگ جاتا کیونکہ دنیا کی چھان بین آج کل بہت ہو چکی ہے اور کوئی ملک اور جزیرہ ایسا باقی نہیں رہا جہاں سیاح نہ پہنچے ہوں، ان کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں تو یہ دیوار موجود تھی صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا آج یاجوج ماجوج کی سد میں اتنا کھل گیا۔ بعد کے لیے بھی ہمارا عقیدہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ سیاحوں نے سارے عالم کا پتہ لگالیا ہو جن لوگوں نے دیوار چین کو سد سکندری سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ چین کی دیوار بہت لمبی ہے اور وہ لوہے کی بھی نہیں ہے اسے چین کے ایک بادشاہ نے بنوایا تھا۔ مذکورہ ذوالقرنین سے اسکندر اعظم مراد ہیں۔ جنہوں نے دین ابراہیمی قبول کر لیا تھا اسکندر یونانی مراد نہیں ہے یہ بعد کے زمانہ قبل مسیح میں ہوا ہے۔

(۳۳۴۶) ہم سے یحییٰ بن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے، ان سے ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے، ان سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں تشریف لائے آپ کچھ گھبرائے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، ملک عرب میں اس برائی کی وجہ سے بربادی آجائے گی جس کے دن قریب آنے کو ہیں، آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے پھر آنحضرت ﷺ نے انگوٹھے اور اس کے قریب کی انگلی سے حلقہ بنا کر بتلایا۔ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اس کے باوجود ہلاک کر دیئے جائیں گے کہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ جب فتن و فجور بڑھ جائے گا (تو یقیناً بربادی ہوگی)

(۳۳۴۷) ہمیں مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب نے، ان سے ابن طاؤس نے، ان سے ان کے والد طاؤس نے، ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھول دیا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے نوے کا عدد بنا کر بتلایا۔

۳۳۴۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا فَرِعَا يَقُولُ: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَيَلُ لِّلْغَرْبِ مِّنْ شَرِّ مَا قَدْ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِّنْ رَّدْمٍ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجٍ مِّثْلَ هَذِهِ)) - وَخَلَقَ بِأَصْبَعِهِ الْإِنهَامَ وَالَّتِي تَلِيهَا - قَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْهَلِكَ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ: ((نَعَمْ، إِذَا تَكَثَّرَ الْخَبَثُ)). [أطرافه في: ۳۵۹، ۷۰، ۷۱۳۵].

۳۳۴۷- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((فُتِحَ اللَّهُ مِّنْ رَّدْمٍ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجٍ مِّثْلَ هَذِهِ، وَعَقَّدَ بِيَدِهِ تِسْعِينَ)). [طرفة في: ۷۱۳۶].

تَشْرِيحُ عقد انال میں اس کی صورت یوں ہے کہ خضر اور بنصر کو بند کرے اور کُلے کی انگلی بند کر دے، انگوٹھے کو بیچ کی انگلی پر رکھے۔ قطلانی نے کہا اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اتنا ہی سا کھلا ہے، ایک روایت میں یوں ہے کہ یاجوج ماجوج روز اس کو کھودتے ہیں تھوڑی سی جگہ جاتی ہے تو کہتے ہیں کل آکر توڑ لیں گے، اللہ تعالیٰ شب بھر میں پھر اس کو ویسا ہی مضبوط کر دیتا ہے،

جب ٹوٹنے کا وقت آ پہنچے گا اس روز یوں کہیں گے کل ان شاء اللہ آکر توڑ ڈالیں گے، اس شب میں وہ دیوار ویسی ہی رہے گی صبح کو توڑ کر نکل پڑیں گے (وحیدی)

۳۳۴۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: يَا آدَمُ. فَيَقُولُ: لَيْتَكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ. فَيَقُولُ: أَخْرِجْ بَعَثَ النَّارَ. قَالَ: وَمَا بَعَثَ النَّارَ؟ قَالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعِمَائَةٍ وَتِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ. فَعِنْدَهُ يَشِيبُ الصَّغِيرُ، وَتَصْعَقُ كُلُّ ذَاتِ حَمَلٍ حَمَلُهَا، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى، وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ)). قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّا ذَلِكَ الْوَاحِدُ؟ قَالَ: ((أَبْشِرُوا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلْفَ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي أَرَجُو أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَكَبَّرْنَا. فَقَالَ: أَرَجُو أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَكَبَّرْنَا. فَقَالَ: أَرَجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَكَبَّرْنَا فَقَالَ: مَا أَنْتُمْ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشُّغْرَةِ السُّودَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَيْضَ، أَوْ كَالشُّغْرَةِ بَيْضَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ)).

[أطرافه في: ٤٧٤١، ٦٥٣٠، ٧٤٨٣].

(۳۳۴۸) مجھ سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو صالح نے اور ان سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا، اے آدم! آدم ﷺ عرض کریں گے میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں، مستعد ہوں، ساری بھلائیاں صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جہنم میں جانے والوں کو (لوگوں میں سے الگ) نکال لو۔ حضرت آدم ﷺ عرض کریں گے اے اللہ! جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ اس وقت (کی ہولناکی اور وحشت سے) بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی۔ اس وقت تم (خوف و دہشت سے) لوگوں کو مدہوشی کے عالم میں دیکھو گے، حالانکہ وہ بے ہوش نہ ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہو گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو، وہ ایک آدمی تم میں سے ہو گا اور ایک ہزار دوزخی یا جوج ماجوج کی قوم سے ہوں گے پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے امید ہے کہ تم (امت مسلمہ) تمام جنت والوں کے ایک تہائی ہو گے۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت والوں کے آدھے ہو گے پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (محشر میں) تم لوگ تمام انسانوں کے مقابلے میں اتنے ہو گے جتنے کسی سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال، یا جتنے کسی سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔

ترجمہ باب اس فقرے سے نکلتا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی کے مقابل یا جوج ماجوج میں سے ہزار آدمی پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس سے یا جوج ماجوج کی ایسی کثرت نسل معلوم ہوتی ہے کہ امت اسلامیہ ان کافروں کا ہزارواں حصہ ہو گی۔ یا جوج ماجوج دو قبیلوں کے نام ہیں جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ قیامت کے قریب یہ لوگ بہت غالب ہوں گے اور ہر طرف سے نکل

پڑیں گے۔ ان کا نکلا قیامت کی ایک نشانی ہے جو لوگ یاجوج ماجوج کے وجود میں شبہ کرتے ہیں وہ خود احمق ہیں۔ حدیث سے امت محمدیہ کا کفرت جتنی ہوتا بھی ثابت ہوا مگر جو لوگ کلمہ اسلام پڑھنے کے باوجود قبروں، تعزینوں، جھنڈوں کی پوجا پاٹ میں مشغول ہیں وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس لیے کہ وہ مشرک ہیں اور مشرکوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو قطعاً حرام کر دیا ہے جیسا کہ آیت شریفہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء: ۳۸) سے ظاہر ہے۔

باب (سورۃ نساء میں) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

”اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا“ اور (سورۃ نحل میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”بے شک ابراہیم (تمام خوبیوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے خود) ایک امت تھے“ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمان بردار، ایک طرف ہونے والے اور (سورۃ توبہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”بے شک ابراہیم نہایت نرم طبیعت اور بڑے ہی بردبار تھے۔“ ابو میسرہ (عمرو بن شرحبیل) نے کہا کہ (اواہ) حبشی زبان میں رحیم کے معنی میں ہے۔

۸- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ [النساء ۱۶۵] وَقَوْلِهِ : ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ﴾ [النحل : ۱۲۰] وَقَوْلِهِ : ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۱۴] . وَقَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ: الرَّحِيمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

(۳۳۴۹) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو سفیان ثوری نے خبر دی، ان سے مغیرہ بن نعمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن جبیر نے بیان کیا اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ حشر میں ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بن ختمہ اٹھائے جاؤ گے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ”جیسا کہ ہم نے پیدا کیا تھا پہلی مرتبہ، ہم ایسے ہی لوٹائیں گے۔ یہ ہماری طرف سے ایک وعدہ ہے جس کو ہم پورا کر کے رہیں گے (سورۃ انبیاء) اور انبیاء میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا اور میرے اصحاب میں سے بعض کو جنم کی طرف لے جایا جائے گا تو میں پکار اٹھوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، میرے اصحاب! لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پھر کفر اختیار کر لیا تھا۔ اس وقت میں بھی وہی جملہ کموں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کہیں گے کہ ”جب تک میں ان کے ساتھ تھا۔ ان پر نگران تھا“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد الحکیم تک۔“

۳۳۴۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ حُفَاةَ عَرَاةٍ غُرْلًا. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَعِيدُهُ، وَغَدَا عَلَيْنَا، إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ. وَإِنَّ أَنَا مِمَّنْ أَصْحَابِي يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشَّمَالِ، فَأَقُولُ: أَصْحَابِي، أَصْحَابِي. فَيَقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُؤْتَدِينَ عَلَى أَغْفَابِهِمْ مِنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ - إِلَى قَوْلِهِ - الْحَكِيمُ﴾.

مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا۔ یہ دہشت کے وہ بدوی تھے جو برائے نام اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی پھر مرتد ہو کر اسلام کے خلاف مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے تھے جو یا تو منافق تھے یا اسلام کے غلبہ سے خوف زدہ ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور انہوں نے اسلام سے کبھی کوئی دلچسپی سرے سے لی ہی نہیں تھی۔ ان مرتدین نے خلافت اسلامیہ کے خلاف جنگ کی اور شکست کھائی یا قتل کیے گئے۔

(۳۳۵۰) ہم سے اسماعیل بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ مجھے میرے بھائی عبد الحمید نے خبر دی، انہیں ابن ابی ذب نے، انہیں سعید مقبری نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے (والد کے) چہرے پر سیاہی اور غبار ہو گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ آج میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا۔ آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہو گی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہو گا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۳۳۵۰- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَمِيدِ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((يَلْقَىٰ إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَىٰ وَجْهِهِ آزَرٌ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي؟ فَيَقُولُ: فَالْيَوْمَ لَا أُعَصِيكَ. فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُنْعَوْنُ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَىٰ مِنْ أَبِي الْأُبْعَدُ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: ((إِنِّي حَرَمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ. ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ مَا تَحْتَ رِجْلِكَ، فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيحٍ مُلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَانِمِهِ فَيُلْقَىٰ فِي النَّارِ)).

[طرفہ فی: ۴۷۶۸، ۴۷۶۹۔]

اس حدیث سے ان نام نہاد مسلمانوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو اولیاء اللہ کے بارے میں جھوٹی حکایات و کرامات گھڑ گھڑ کر ان کو بدنام کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بڑے پیر جیلانی صاحب نے روجوں کی تھیلی حضرت عزرائیل علیہ السلام سے چھین لی جن میں مومن و کافر سب کی روحیں تھیں وہ سب جنت میں داخل ہو گئے۔ ایسے بہت سے قصے بہت سے بزرگوں کے بارے میں مشرکین نے گھڑ رکھے ہیں۔ جب حضرت خلیل اللہ جیسے پیغمبر قیامت کے دن اپنے باپ کے کام نہ آسکیں گے تو اور دوسرے کسی کی کیا مجال ہے کہ بغیر اذن الہی کسی مرید یا شاگرد کو بخشواسکیں۔

(۳۳۵۱) ہم سے یحییٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن حارث نے خبر دی، ان سے یکیر نے بیان کیا، ان سے ابن عباس کے مولیٰ کریم نے اور ان سے

۳۳۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أُبَيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَنْ كُرَيْبِ بْنِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں، آپ نے فرمایا کہ قریش کو کیا ہو گیا؟ حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں رکھی ہوں، یہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تصویر ہے اور وہ بھی پانسہ پھینکتے ہوئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيهِ صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَصُورَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ: ﷺ: أَمَّا هُمُ فَقَدْ سَمِعُوا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ، هَذَا إِبْرَاهِيمُ مُصَوِّرٌ، فَمَا لَهُ يَسْتَفْسِمُ)). [راجع: ۳۹۸]

عرب کے مشرکوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی مورتی بنا کر ان کے ہاتھ میں پالنے کا تیر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیر کو پانسہ بنانا، اس سے جو اکیلنا یا فال نکالنا کسی بھی پیغمبر کی شان نہیں ہو سکتی۔ قطلانی نے کہا کہ مکہ کے کافر جب سفرو وغیرہ پر نکلتے تو ان پانسوں سے فال نکالا کرتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بطور معبود کسی بت کو پوجا جائے یا کسی نبی اور ولی کی قبر یا مورت کو، شرک ہونے میں ہر دو برابر ہیں۔ جو نادان مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جس شرک کی مذمت ہے وہ کافروں کی بت پرستی مراد ہے۔ ہم مسلمان اولیاء اللہ کو محض بطور وسیلہ پوجتے ہیں۔ ان نادانوں کا یہ کہنا سراسر فریب نفس ہے۔

(۳۳۵۲) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ایوب نے، انہیں عکرمہ نے اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو اندر اس وقت تک داخل نہ ہوئے جب تک وہ مٹانہ دی گئیں اور آپ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تصویریں دیکھیں کہ ان کے ہاتھوں میں تیر پالنے کے تھے تو آپ نے فرمایا، اللہ ان پر بربادی لائے۔ واللہ ان حضرات نے کبھی تیر نہیں پھینکے۔

۳۳۵۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ لَمَّا رَأَى الصُّورَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيتَ. وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامَ فَقَالَ: قَاتَلَهُُمُ اللَّهُ. وَاللَّهِ إِنْ اسْتَفْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قُتِلَا)). [راجع: ۳۹۸]

یعنی ان بزرگوں نے فال نکالنے کے لئے کبھی تیر استعمال نہیں کئے، وہ ایسی بیہودہ حرکات سے خود ہی بیزار تھے۔ ایسے ہی وہ بزرگ بھی ہیں جن کی قبروں پر دھول تاشے بجائے جارہے ہیں۔

(۳۳۵۳) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم حضور ﷺ سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر اللہ کے نبی یوسف بن نبی اللہ بن نبی

۳۳۵۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَكْرَمَ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتَقَاهُمْ. فَقَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ، قَالَ: فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنُ خَلِيلِ

اللہ بن خلیل اللہ (سب سے زیادہ شریف ہیں) صحابہ نے کہا کہ ہم اس کے متعلق بھی نہیں پوچھتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اچھا عرب کے خاندانوں کے متعلق تم پوچھنا چاہتے ہو۔ سنو جو جاہلیت میں شریف تھے اسلام میں بھی وہ شریف ہیں جب کہ دین کی سمجھ انہیں آ جائے۔ ابو اسامہ اور معتمر نے عبید اللہ سے بیان کیا، ان سے سعید نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

(۳۳۵۴) ہم سے مؤمل نے بیان کیا، کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے، کہا ہم سے ابو رجاء نے، کہا ہم سے سرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج کی رات میرے پاس (خواب میں) دو فرشتے (جبریل و میکائیل علیہ السلام) آئے۔ پھر یہ دونوں فرشتے مجھے ساتھ لے کر ایک لمبے قد کے بزرگ کے پاس گئے، وہ اتنے لمبے تھے کہ ان کا سر میں نہیں دیکھ پاتا تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

(۳۳۵۵) ہم سے بیان بن عمرو نے بیان کیا، کہا ہم سے نصر نے بیان کیا، کہا ہم کو ابن عون نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، آپ کے سامنے لوگ دجال کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہو گا ”کافر“ یا (یوں لکھا ہوا ہو گا) ”ک ف ر“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔ البتہ آپ نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام (کی شکل و وضع معلوم کرنے) کے لیے تم اپنے صاحب کو دیکھ سکتے ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بدن گھٹا ہوا، گندم گوں، ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی ٹیکل کھجور کی چھال کی تھی۔ جیسے میں انہیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے وادی میں اتر رہے ہیں۔

صاحب کے لفظ سے یہ اشارہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات مبارک کی طرف کیا تھا۔ کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

اللہ. قَالُوا: لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَ؟ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَفَهُوْا. قَالَ أَبُو أُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ: ((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ)). [أطرافه في : ۳۳۷۴، ۳۳۸۳، ۳۴۹۰، ۴۶۸۹].

۳۳۵۴- حَدَّثَنَا مُؤْمَلٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَتَانِي اللَّيْلَةُ آتِيَانِ، فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ طَوِيلٍ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طَوْلًا، وَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ ﷺ)). [راجع: ۸۴۵]

۳۳۵۵- حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - وَذَكَرُوا لَهُ الذُّجَالَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ كَافِرٌ أَوْ ك ف ر. - قَالَ: لَمْ أَسْمَعْهُ، وَلَكِنَّهُ قَالَ: أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَاَنْظُرُوا إِلَى صَاحِبِكُمْ، وَأَمَّا مُوسَى فَجَعَدُ آدَمُ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرٍ مَخْطُومٍ بِخَلْبَةٍ؛ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أَنْحَدَرُ فِي الْوَادِي يُكْبِرُ)).

[راجع: ۱۵۵۵]

(۳۳۵۶) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے مغیرہ بن عبد الرحمن القرشی نے بیان کیا، ان سے ابوالزناد نے، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں بسولے سے ختنہ کیا۔

۳۳۵۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اخْتَنَّ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقُدُومِ)). [طرفه في: ۶۲۹۸].

اسی عمر میں ان کو ختنے کا حکم آیا، استرہ پاس نہ تھا اس لیے حکم الہی کی تعمیل میں خود ہی بسولے سے ختنہ کر لیا۔ ابویعلیٰ کی روایت میں اتنی صراحت ہے۔ بعض منکرین حدیث نے اس حدیث پر بھی اعتراض کیا ہے جو لن کی حماقت کی دلیل ہے۔ جب ایک انسان خود کٹی کر سکتا ہے۔ خود اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کاٹ سکتا ہے تو حضرت ابراہیم کا خود بسولے سے ختنہ کر لینا کون سا موجب تعجب ہے اور اسی سال کی عمر میں ختنے پر اعتراض کرنا بھی حماقت ہے جب حکم الہی ہوا، اس کی تعمیل کی گئی۔ منکرین حدیث محض عقل سے کورے ہیں۔

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابوالزناد نے بیان کیا، پھر یہی حدیث نقل کی لیکن پہلی روایت میں قدوم بہ تشدید دال ہے اور اس میں قدوم بہ تخفیف دال ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی بسولہ (جو بڑھیوں کا ایک مشہور ہتھیار ہوتا ہے اسے بسوہ بھی کہتے ہیں)

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ وَقَالَ: ((بِالْقُدُومِ)) مُخَفَّفَةً. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ. وَتَابَعَهُ عَجْلَانُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

شعیب کے ساتھ اس حدیث کو عبد الرحمن بن اسحاق نے بھی ابوالزناد سے روایت کیا ہے اور عجلان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور محمد بن عمرو نے ابو سلمہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔

تفسیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی عمر میں ختنے کا حکم آیا، اس وقت استرہ ان کے پاس نہ تھا۔ تاخیر مناسب نہیں سمجھی اور اسی صورت سے حکم الہی ادا کیا، ابویعلیٰ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ عبد الرحمن بن اسحاق کی روایت کو مسند نے اپنی مسند میں اور عجلان کی روایت کو امام احمد نے اور محمد بن عمرو کی روایت کو ابویعلیٰ نے وصل کیا ہے۔

(۳۳۵۷) ہم سے سعید بن تلید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ بن وہب نے خبر دی، کہا کہ مجھے جریر بن حازم نے خبر دی، انہیں ایوب سختیانی نے، انہیں محمد بن سیرین نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابراہیم علیہ السلام نے تور یہ تین مرتبہ کے سوا اور کبھی

۳۳۵۷- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلَيْدٍ الرَّعْنِي أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمْ يَكُذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ

نہیں کیا۔

السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ))۔

[راجع: ۲۲۱۷]

توریہ کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ کچھ اور ہو لیکن کوئی شخص کسی خاص مصلحت کی وجہ سے اسے دو معانی والے الفاظ کے ساتھ اس انداز میں بیان کرے کہ سننے والا اصل واقعہ کو نہ سمجھ سکے بلکہ اس کا ذہن خلاف واقعہ چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔ شریعت نے بعض مخصوص حالات میں اس کی اجازت دی ہے۔

(۳۳۵۸) ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے محمد نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ جھوٹ بولا تھا، دوان میں سے خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے تھے۔ ایک تو ان کا فرمانا (بطور توریہ کے) کہ ”میں بیمار ہوں“ اور دوسرا ان کا یہ فرمانا کہ ”بلکہ یہ کام تو ان کے بڑے (بت) نے کیا ہے“ اور بیان کیا کہ ایک مرتبہ ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام ایک ظالم بادشاہ کی حدود سلطنت سے گزر رہے تھے۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے اور اس کے ساتھ دنیا کی ایک خوب صورت ترین عورت ہے۔ بادشاہ نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنا آدمی بھیج کر انہیں بلوایا اور حضرت سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں۔ پھر آپ سارہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے سارہ! یہاں میرے اور تمہارے سوا اور کوئی بھی مومن نہیں ہے اور اس بادشاہ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اس سے کہہ دیا کہ تم میری (دینی اعتبار سے) بہن ہو۔ اس لیے اب تم کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے میں جھوٹا بنوں۔ پھر اس ظالم نے حضرت سارہ کو بلوایا اور جب وہ اس کے پاس گئیں تو اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن فوراً ہی پکڑ لیا گیا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو (کہ اس مصیبت سے نجات دے) میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، چنانچہ انہوں نے اللہ سے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ لیکن پھر دوسری مرتبہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس مرتبہ بھی اسی طرح پکڑ لیا گیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور پھر کہنے لگا کہ اللہ سے میرے لیے دعا کرو، میں

۳۳۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: قَوْلُهُ: «إِنِّي سَقِيمٌ» وَقَوْلُهُ: «بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا» وَقَالَ: بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ هَاهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ، فَأَرْسَلْ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: أُخْتِي. فَأَتَى سَارَةَ قَالَ: يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرِكَ، وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكَ أُخْتِي، فَلَا تُكَذِّبِينِي. فَأَرْسَلْ إِلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأَخَذَ. فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرُكَ، فَدَعَتْ اللَّهَ فَأُطْلِقَ. ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأَخَذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ، فَقَالَ: ادْعِي اللَّهَ لِي وَلَا أَضْرُكَ، فَدَعَتْ اللَّهَ فَأُطْلِقَ. فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُونِي بِإِنْسَانٍ، إِنَّمَا أَتَيْتُمُونِي بِشَيْطَانٍ، فَأَخَذَ مَهَا هَاجَرَ. فَاتَّعَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ

اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ سارہؑ نے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کسی خدمت گار کو بلا کر کہا کہ تم لوگ میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو، یہ تو کوئی سرکش جن ہے (جاتے ہوئے) سارہؑ کے لیے اس نے ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا۔ جب سارہ آئیں تو ابراہیم علیہما السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کافریا (یہ کہا کہ) فاجر کے فریب کو اسی کے منہ پر دے مارا اور ہاجرہ کو خدمت کے لئے دیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے بنی ماء السماء (اے آسمانی پانی کی اولاد! یعنی اہل عرب) تمہاری والدہ یہی (حضرت ہاجرہؑ) ہیں۔

تفسیر روایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تین جھوٹ کا ذکر ہے جو حقیقت میں جھوٹ نہ تھے۔ کیونکہ لفظ جھوٹ انبیاء علیہم السلام کی شان سے مستبعد ہے۔ ایسے جھوٹ کو دوسرے لفظوں میں توریہ کہا جاتا ہے۔ ایک توریہ وہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ جانے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ انہی سفیم میں اپنے دکھ کی وجہ سے چلنے سے مجبور ہوں۔ وہ دکھ قوم کے افعال اور حرکات بد دیکھ کر دل کے دکھی ہونے پر اشارہ تھا۔ انبیاء و مصلحین اپنی قوم کی خرابیوں پر دل سے کڑھتے رہتے ہیں۔ آیت کا یہی مطلب ہے۔ اس کو توریہ کر کے لفظ جھوٹ سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا ظاہری جھوٹ جو اس حدیث میں مذکور ہے حضرت سارہ علیہا السلام کو اس ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچانے کے لیے اپنی بہن قرار دینا۔ یہ دینی اعتبار سے تھا۔ دینی اعتبار سے سارے مومن مرد و عورت بھائی بہن ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی تھی۔ تیسرا جھوٹ جنوں کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کے بت خانے کو اجاڑ کر کھاناڑا بڑے بت کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور دریافت کرنے پر فرمایا تھا کہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہو گا؟ بت پرستوں کی حماقت ظاہر کرنے کے لئے یہ طر کے طور پر فرمایا تھا۔ بطور توریہ اسے بھی جھوٹ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہر حال اس حدیث پر بھی منکرین حدیث کا اعتراض محض حماقت ہے۔ اللہ ان کو نیک سمجھ عطا کرے۔ آمین۔ روایت میں عربوں کو آسمان سے پانی پینے والی قوم کہا گیا ہے کیونکہ اہل عرب کا زیادہ تر گزران بارش ہی پر ہے۔ اگرچہ آج کل وہاں کنویں اور نہریں بنائی جا رہی ہیں اور یہ سعودی حکومت کے کارنامے ہیں۔ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز آمین۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس بادشاہ کی بیٹی تھیں جسے اس نے برکت حاصل کرنے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم میں بلا لیا تھا۔

(۳۳۵۹) ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا یا ابن سلام نے (ہم سے بیان کیا عبید اللہ بن موسیٰ کے واسطے سے) انہیں ابن جریج نے خبر دی، انہیں عبد الحمید بن جبیر نے، انہیں سعید بن مسیب نے اور انہیں حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ نے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

يُصَلِّي، فَأَوْثَمًا بِيَدِهِ : مَهِيمٌ؟ قَالَتْ: رَدَّ اللَّهُ كَيْدَ الْكَافِرِ - أَوْ الْفَاجِرِ - فِي نَخْرِهِ، وَأَخَذَهُمْ هَاجِرًا. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: بَلَكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ)).

[راجع: ۲۲۱۷]

۳۳۵۹ - حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى - أَوْ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ - أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: (أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ

كَانَ يَفْخُ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)). کی آگ پر پھونکا تھا۔

[۲۳۰۷]

یعنی اس نے پھونکیں مار کر آگ کو اور بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ یہ گرجٹ ایک مشہور زہریلا جانور ہے جو ہر آن اپنے رنگ بھی بدلتا رہتا ہے۔ جسے مارنے کا حکم خود حدیث شریف میں ہے اور اسے مارنے پر ثواب بھی ہے۔ روایت میں اس کی حرکت بد کا ذکر ہے، یہ بھی واقعہ بالکل برحق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو فرمادیا اس میں شک و شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

۳۳۶۰- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبِي الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَئِنَّا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ ؟ قَالَ : ((لَيْسَ كَمَا تَقُولُونَ ، ﴿لَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ : بِشِرْكٍ . أَوَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى قَوْلِ لَقَمَانَ لِأَبْنِهِ ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ؛ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾)). (راجع: ۳۲)

۳۳۶۰) ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمارے والد نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے ابراہیم نے بیان کیا، ان سے علقمہ نے اور ان سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت اتری ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی قسم کے ظلم کی ملاوٹ نہ کی“ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں ایسا کون ہو گا جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ واقعہ وہ نہیں جو تم سمجھتے ہو ”جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوٹ نہ کی“ (میں ظلم سے مراد شرک ہے کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی کہ ”اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا“ بے شک شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔

کہانی نے کہا کہ آیت مذکورہ میں بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ یہی باب سے مناسبت ہے۔ بعض نے کہا کہ آیت ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) حضرت ابراہیم ہی کا مقولہ ہے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کے حق میں ہے۔

۹- بَابُ يَرْفُونَ : النَّسْلَانِ فِي

معنی ہیں دوڑ کر چلے

۳۳۶۱) ہم سے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے ابو حیان نے، ان سے ابو زرہ نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو ایک ہموار اور وسیع میدان میں جمع کرے گا، اس طرح کہ پکارنے والا سب کو اپنی بات سنا سکے گا اور دیکھنے والا سب کو ایک ساتھ دیکھ سکے گا (کیونکہ یہ میدان ہموار ہو

الْمَشْيِ

۳۳۶۱- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أُنْبِئَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بِلَحْمٍ ، فَقَالَ : ((إِنَّ اللَّهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ، فَيَسْمِعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفِذُهُمُ الْبَصَرَ ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ

گا، زمین کی طرح گول نہ ہو گا) اور لوگوں سے سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پھر آپ نے شفاعت کا ذکر کیا کہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ روئے زمین پر اللہ کے نبی اور خلیل ہیں۔ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں شفاعت کیجئے، پھر انہیں اپنے جھوٹ (تور یہ) یاد آجائیں گے اور کہیں گے کہ آج تو مجھے اپنی ہی فکر ہے۔ تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

مِنْهُمْ - فَذَكَرَ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ - فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ : أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنَ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، فَيَقُولُ - فَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ - نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى)). تَابَعَهُ أَنَسٌ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[راجع: ۳۳۴۰]

اس حدیث سے ان جاہل نادان مسلمانوں کی مذمت نکلی جو اپنے مصنوعی اماموں اور پیروں پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان کو بخشوا لیں گے۔ مقلدین ائمہ اربعہ میں سے اکثر جمال کا یہی خیال ہے کہ ان کے امام ان کی بخشش کے ذمہ دار ہیں، ایسے ناقص خیالات سے ہر مسلمان کو بچنا بہت ضروری ہے۔

(۳۳۶۲) مجھ سے ابو عبد اللہ احمد بن سعید نے بیان کیا، ہم سے وہب بن جریر نے بیان کیا، ان سے ان کے والد جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے ایوب سختیانی نے، ان سے عبد اللہ بن سعید بن جبیر نے، ان سے ان کے والد سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (حضرت ہاجرہ) پر رحم کرے، اگر انہوں نے جلدی نہ کی ہوتی (اور زمزم کے پانی کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو آج وہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

۳۳۶۲ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((يَرْحُمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ، لَوْ لَا أَنَّهَا عَجَلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا)). [راجع: ۲۳۶۸]

(۳۳۶۳) محمد بن عبد اللہ انصاری نے کہا کہ ہم سے اسی طرح یہ حدیث ابن جریر نے بیان کی لیکن کثیر بن کثیر نے مجھ سے یوں بیان کیا کہ میں اور عثمان بن ابوسلیمان دونوں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ نے مجھ سے یہ حدیث اس طرح بیان نہیں کی بلکہ یوں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل اور انکی والدہ حضرت ہاجرہؓ کو لے کر مکہ کی سرزمین کی طرف آئے۔ حضرت ہاجرہؓ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ انکے ساتھ ایک پرانی مشک تھی۔ ابن عباسؓ نے اس حدیث کو مرفوع نہیں کیا۔

۳۳۶۳ - قَالَ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَمَّا كَثِيرُ بْنُ كَثِيرٍ فَحَدَّثَنِي قَالَ : ((إِنِّي وَغُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ جُلُوسٌ مَعَ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ : مَا هَكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ : أَقْبَلَ إِبْرَاهِيمُ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمُّهُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - وَهِيَ تُرْضِعُهُ - مَعَهَا شَتَّةٌ لَمْ يَرْفَعْهُ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبَانِيهَا إِسْمَاعِيلُ)). [راجع: ۲۳۶۸]

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی مشک بھریانی حضرت ہاجرہؓ کو دے کر ان کو اور ان کے شیر خوار بچے کو اس اجاڑ بیابان جنگل میں بے

آب و دانہ محض اللہ کے بھروسے پر چھوڑ کر چلے آئے۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا اور بچہ پیاس سے بے قرار ہونے لگا تو حضرت ہاجرہ گھبرا کر پانی کی تلاش میں نکلیں، انہوں نے صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے لیکن پانی کا نشان نہ ملا۔ آخر حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور انہوں نے زمین پر اپنا ایک پر مارا جس سے زمزم کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس چشمے کا پانی ایک مینڈ بنا کر روک دیا۔ وہ حوض کی شکل میں ہو گیا۔ آج تک یہ چشمہ قائم ہے جس کو زمزم کہتے ہیں اور اس کا پانی برکت والا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے اللہ پاک اسے پورا کر دیتا ہے۔ حدیث ہذا میں زمزم کے بارے میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ ”اگر حضرت ہاجرہ اس پر مینڈ نہ لگاتیں تو لکان عینا معینا وہ ایک ہوتا ہوا چشمہ ہوتا“ بعض ترجمہ کرنے والوں نے یہاں ترجمہ میں یہ اور اضافہ کر دیا ہے کہ (روئے زمین پر) وہ ایک ہوتا ہوا چشمہ ہوتا۔ روئے زمین سے ترکرنے والوں کی اگر ساری زمین یعنی ربع مسکون مراد ہے تو یہ خود ان کا اضافہ ہے۔ حدیث میں صرف یہی ہے کہ وہ ایک ہوتا ہوا چشمہ ہوتا۔ ترجمہ میں ایسے اضافات ہی سے منکرین حدیث کو موقع ملا ہے کہ وہ حدیث کے خلاف اپنی ہفوات باطلہ سے عوام کو گمراہ کریں۔ اعاذنا اللہ عنہم آمین۔

(۳۳۶۴) ہم سے عبد اللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ایوب سختیانی اور کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ نے۔ یہ دونوں کچھ زیادہ اور کمی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، وہ دونوں سعید بن جبیر سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، عورتوں میں کمر پہنے باندھنے کا رواج اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) سے چلا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے کمر پہنے اس لئے باندھا تھا تا کہ سارہ ان کا سراغ نہ پائیں (وہ جلد بھاگ جائیں) پھر انہیں اور ان کے بیٹے اسماعیل کو ابراہیم (علیہ السلام) ساتھ لے کر مکہ میں آئے، اس وقت ابھی وہ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے دونوں کو ایک بڑے درخت کے پاس بٹھا دیا جو اس جگہ تھا جہاں اب زمزم ہے مسجد کی بلند جانب میں۔ ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہیں تھا۔ اس لیے وہاں پانی بھی نہیں تھا۔ ابراہیم نے ان دونوں کو وہیں چھوڑ دیا اور ان کے لئے ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجور اور ایک مشک میں پانی رکھ دیا۔ پھر ابراہیم (اپنے گھر کے لئے) روانہ ہوئے۔ اس وقت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور کہا کہ اے ابراہیم! اس خشک جنگل میں جہاں کوئی بھی آدمی اور کوئی بھی چیز موجود نہیں، آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کئی دفعہ اس بات کو دہرایا لیکن ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف دیکھتے نہیں تھے۔ آخر ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں، اس پر ہاجرہ بول اٹھیں کہ پھر اللہ تعالیٰ

۳۳۶۴ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيرِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ - يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ((أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النَّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قَبْلِ أُمِّ إِسْمَاعِيلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعْفِيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةٍ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبَابِهَا إِسْمَاعِيلُ. وَهِيَ تُرَضِعُهُ - حَتَّى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ ذَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمٍ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ، وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءٌ فِيهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفَى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَتْ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرَكُنَا بِهَذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ، فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا. فَقَالَتْ لَهُ: أَللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ:

ہماری حفاظت کرے گا، وہ ہم کو ہلاک نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام روانہ ہو گئے جب وہ ثنیہ پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے تو ادھر رخ کیا، جہاں اب کعبہ ہے (جہاں پر ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر آئے تھے) پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو اس بے آب و دانہ میدان میں ٹھہرایا ہے (سورۃ ابراہیم) یشکرون تک۔ ادھر اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلانے لگیں اور خود پانی پینے لگیں۔ آخر جب مٹک کا سارا پانی ختم ہو گیا تو وہ پیاسی رہنے لگیں اور ان کے لخت جگر بھی پیاس سے رہنے لگے۔ وہ اب دیکھ رہی تھیں کہ سامنے ان کا بیٹا (پیاس کی شدت سے) بیچ و تاب کھا رہا ہے یا (کہا کہ) زمین پر لوٹ رہا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹ گئیں کیونکہ اس حالت میں بچے کو دیکھنے سے ان کا دل بے چین ہوتا تھا۔ صفا پہاڑی وہاں سے نزدیک تر تھی۔ وہ (پانی کی تلاش میں) اس پر چڑھ گئیں اور وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آیا، وہ صفا سے اتر گئیں اور جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا لیا (تاکہ دوڑتے وقت نہ الجھیں) اور کسی پریشان حال کی طرح دوڑنے لگیں پھر وادی سے نکل کر مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی انسان نظر آئے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ اس طرح انہوں نے سات چکر لگائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (صفا اور مروہ کے درمیان) لوگوں کے لئے دوڑنا اسی وجہ سے مشروع ہوا۔ (ساتویں مرتبہ) جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے کہا، خاموش! یہ خود اپنے ہی سے وہ کہہ رہی تھیں اور پھر آواز کی طرف انہوں نے کان لگا دیئے۔ آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی پھر انہوں نے کہا کہ تمہاری آواز میں نے سنی۔ اگر تم میری کوئی مدد کر سکتے ہو تو کرو۔ کیا دیکھتی ہیں کہ جہاں اب زمزم (کا کنواں) ہے، وہیں ایک فرشتہ موجود ہے۔ فرشتے نے اپنی ایڑھی سے زمین میں گڑھا کر دیا، یا یہ کہا کہ اپنے بازو سے، جس سے وہاں پانی ابل آیا۔ حضرت ہاجرہ نے اسے حوض کی شکل میں بنا دیا اور اپنے ہاتھ سے اس

نعم۔ قَالَتْ : إِذْنٌ لَا يُصَيِّعُنَا. ثُمَّ رَجَعَتْ. فَأَنْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: ﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ - حَتَّى بَلَغَ - يَشْكُرُونَ﴾. وَجَعَلْتُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ تَرْضِعُ إِسْمَاعِيلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السَّقَاءِ عَطِشْتُ وَعَطِشَ ابْنُهَا، وَجَعَلْتُ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى - أَوْ قَالَ: يَتَلَبَّطُ - فَأَنْطَلَقْتُ كِرَاهِيَةً أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَوَجَدْتُ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِينُهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتُ الْوَادِيَّ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَهَبَّطْتُ مِنَ الصَّفَا، حَتَّى إِذَا بَلَغْتُ الْوَادِيَّ رَفَعْتُ طَرَفَ دِرْعِيهَا، ثُمَّ سَعَتُ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتَّى جَاوَزْتُ الْوَادِيَّ، ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرْتُ هَلْ تَرَى أَحَدًا، فَلَمْ تَرَ أَحَدًا، فَفَعَلْتُ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((فَلِذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا)). فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ: صَبِّ - تَرِيدُ نَفْسَهَا - ثُمَّ تَسَمَّعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ : قَدْ أَسْمَعْتُ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَإِذَا هِيَ بِالْمَلِكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَحَبَّتْ بِعَقْبِهِ

طرح کر دیا (تاکہ پانی بننے نہ پائے) اور چلو سے پانی اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ جب وہ بھر چکیں تو وہاں سے چشمہ پھراہل پڑا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ! ام اسماعیل پر رحم کرے، اگر زمزم کو انہوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا یا آپ نے فرمایا کہ چلو سے مشکیزہ نہ بھرا ہوتا تو زمزم ایک بتے ہوئے چشمے کی صورت میں ہوتا۔ بیان کیا کہ پھر ہاجرہ نے خود بھی وہ پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا۔ اس کے بعد ان سے فرشتے نے کہا کہ اپنے برباد ہونے کا خوف ہرگز نہ کرنا کیونکہ یہیں خدا کا گھر ہو گا جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا، اب جہاں بیت اللہ ہے اس وقت وہاں ٹیلے کی طرح زمین اٹھی ہوئی تھیں۔ سیلاب کا دھارا آتا اور اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا۔ اس طرح وہاں کے دن و رات گزرتے رہے اور آخر ایک دن قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں سے گزرے یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) قبیلہ جرہم کے چند گھرانے مقام کداء (کہہ کا بلائی حصہ) کے راستے سے گزر کر مکہ کے نشیبی علاقے میں انہوں نے پڑاؤ کیا (قریب ہی) انہوں نے منڈلاتے ہوئے کچھ پرندے دیکھے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب بھی ہم اس میدان سے گزرے ہیں یہاں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ آخر انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے۔ وہاں انہوں نے واقعی پانی پایا چنانچہ انہوں نے واپس آکر پانی کی اطلاع دی۔ اب یہ سب لوگ یہاں آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اس وقت پانی پر ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمیں اپنے پڑوس میں پڑاؤ ڈالنے کی اجازت دیں گی۔ ہاجرہ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ پانی پر تمہارا کوئی حق نہیں ہو گا۔ انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے۔ انسانوں کی موجودگی ان کے لئے دلچسپی کا باعث ہوئی۔ ان لوگوں نے خود بھی یہاں قیام کیا اور اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلوایا اور وہ سب لوگ بھی یہیں آکر ٹھہر گئے۔ اس طرح یہاں ان کے کئی گھرانے آکر آباد ہو گئے اور بچہ

— أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ — حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تَحْوِضُهُ وَتَقُولُ بِيَدِهَا هَكَذَا، وَجَعَلَتْ تَعْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَانِهَا وَهُوَ يَقُورُ بَعْدَ مَا تَعْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ — أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَعْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا)). قَالَ: فَتَسَرَّبَتْ وَأَرْضَصَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الصُّبْيَةَ، فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتُ اللَّهِ يَنْبِئُ هَذَا الْغُلَامَ وَأَبُوهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَهْلَهُ. وَكَانَ النَّبِيُّ مُرْتَفِعًا مِنَ الْأَرْضِ كَالرَّأْيِيَةِ، تَأْتِيهِ السُّيُوفُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ — أَوْ أَهْلُ بَيْتِ مَنْ جُرْهُمَ — مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ، فَتَزَلُّوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا، فَقَالُوا: إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَذُورُ عَلَى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهِذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ، فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّتَيْنِ فَإِذَا هُمَ بِالْمَاءِ، فَارْجَعُوا فَخَبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ، فَأَقْبَلُوا — قَالَ وَأُمُّ إِسْمَاعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ — فَقَالُوا: أَتَأْذِنِينَ لَنَا أَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكَ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ. قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((قَالَ لَفِي ذَلِكَ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تَجِبُ الْإِنْسَ))، فَتَزَلُّوا، وَأَرْسَلُوا إِلَى أَهْلِيهِمْ

(اسماعیل علیہ السلام) جبرہم کے بچوں میں) جوان ہوا اور ان سے عربی سیکھ لی۔ جوانی میں اسماعیل علیہ السلام ایسے خوبصورت تھے کہ آپ پر سب کی نظرس اٹھتی تھیں اور سب سے زیادہ آپ بھلے لگتے تھے۔ چنانچہ جبرہم والوں نے آپ کی اپنے قبیلے کی ایک لڑکی سے شادی کر دی۔ پھر اسماعیل علیہ السلام والدہ (ہاجرہ) کا انتقال ہو گیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد ابراہیم علیہ السلام یہاں اپنے چھوٹے ہوئے خاندان کو دیکھنے آئے۔ اسماعیل گھر پر نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی بیوی سے اسماعیل کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ روزی کی تلاش میں کہیں گئے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے ان کی معاش وغیرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے، بڑی تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے شکایت کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو جیسے انہوں نے کچھ انیسیت سی محسوس کی اور دریافت فرمایا، کیا کوئی صاحب یہاں آئے تھے؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں ایک بزرگ اس اس شکل کے یہاں آئے تھے اور آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، میں نے انہیں بتایا (کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں) پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر اوقات کا کیا حال ہے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ ہماری گزر اوقات بڑی تنگی سے ہوتی ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہوں نے تمہیں کچھ نصیحت بھی کی تھی؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ ہاں مجھ سے انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو سلام کہہ دوں اور وہ یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بزرگ میرے والد تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں جدا کر دوں، اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ چنانچہ اسماعیل علیہ السلام نے انہیں طلاق دے دی اور بنی جبرہم ہی میں ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں نہیں آئے۔ پھر جب کچھ دنوں کے بعد وہ تشریف لائے تو اس مرتبہ بھی اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر پر موجود نہیں تھے۔ آپ ان کی بیوی کے یہاں گئے اور ان

فَنَزَلُوا مَعَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ
آيَاتٍ مِنْهُمْ، وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ
مِنْهُمْ، وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ،
فَلَمَّا أَذْرَكَ زَوْجَهُ امْرَأَةً مِنْهُمْ. وَمَاتَتْ أُمُّ
إِسْمَاعِيلَ، فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ
إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ، فَلَمَّ يَجِدُ
إِسْمَاعِيلَ، فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ:
خَرَجَ يَنْتَقِي لَنَا، ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ غَيْبِهِمْ
وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ: نَحْنُ بَشَرٌ، نَحْنُ فِي
صَبِيحٍ وَشِدَّةٍ. فَشَكَتَ إِلَيْهِ. قَالَ: فَإِذَا جَاءَ
زَوْجُكَ فَأَقْرِئْنِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُولِي لَهُ
يُغَيِّرُ عَتَبَةَ بَابِهِ. فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ كَانَتْهُ
أَنْسَ شَيْئًا فَقَالَ: هَلْ جَاءَ كُمْ مِنْ أَحَدٍ؟
قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَنَا شَيْخٌ كَذًا وَكَذَا،
فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتَهُ، وَسَأَلَنِي كَيْفَ
غَيْبُنَا، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ. قَالَ:
فَهَلْ أَوْصَاكَ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، أَمَرَنِي
أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: غَيْرُ عَتَبَةٍ
بَابِكَ. قَالَ: ذَاكَ أَبِي، قَدْ أَمَرَنِي أَنْ
أَفَارِقَكَ، الْحَقِّي بِأَهْلِكَ. فَطَلَّقَهَا، وَتَزَوَّجَ
مِنْهُمْ أُخْرَى. فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ
اللَّهُ، ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدَ فَلَمَّ يَجِدُهُ، فَدَخَلَ
عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ: خَرَجَ
يَنْتَقِي لَنَا. قَالَ: كَيْفَ أَنْتُمْ؟ وَسَأَلَهَا عَنْ
غَيْبِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍ
وَسَعَةٍ، وَأَنْتَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَقَالَ:
مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ. قَالَ فَمَا

سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے لئے روزی تلاش کرنے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کا حال کیسا ہے؟ آپ نے ان کی گزر بسر اور دوسرے حالات کے متعلق پوچھا، انہوں نے بتایا کہ ہمارا حال بہت اچھا ہے، بڑی فراخی ہے، انہوں نے اس کے لئے اللہ کی تعریف و ثناء کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت! آپ نے دریافت فرمایا کہ پیتے کیا ہو؟ بتایا کہ پانی! ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے دعا کی، اے اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت نازل فرما۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان دنوں انہیں اناج میسر نہیں تھا۔ اگر اناج بھی ان کے کھانے میں شامل ہوتا تو ضرور آپ اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ صرف گوشت اور پانی کی خوراک میں ہمیشہ گزارہ کرنا مکہ کے سوا اور کسی زمین پر بھی موافق نہیں پڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (جاتے ہوئے) اس سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر واپس آجائیں تو ان سے میرا سلام کہتا اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے دروازے کی چوکھٹ باقی رکھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا کہ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں ایک بزرگ، بڑی اچھی شکل و صورت کے آئے تھے۔ بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی پھر انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا (کہ کہاں ہیں؟) اور میں نے بتا دیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کا کیا حال ہے۔ تو میں نے بتایا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں، انہوں نے آپ کو سلام کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو باقی رکھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بزرگ میرے والد تھے، چوکھٹ تم ہو اور آپ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں۔ پھر جتنے دنوں اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، کے بعد ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ اسماعیل رزم کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں (جہاں ابراہیم انہیں چھوڑ گئے تھے) اپنے تیر بنا رہے ہیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہو گئے اور جس طرح

شَرَأَبُكُمْ؟ قَالَتْ : الْمَاءُ . قَالَ : اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ . قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حُبٌّ)) وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ ، قَالَ : فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُؤَفِّقَاهُ . قَالَ : فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكَ فَأَقْرِئْنِي عَلَيْهِ السَّلَامَ ، وَمُرِّيهِ يُنْبِتُ عُتْبَةَ بَابِهِ . فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ : هَلْ أَنَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، أَنَا نَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ - وَأَنْتَ عَلَيْهِ - فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَا بِخَيْرٍ . قَالَ : فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ : نَعَمْ ، هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ ، وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُنْبِتَ عُتْبَةَ بَابِكَ . قَالَ : ذَاكَ أَبِي ، وَأَنْتِ الْعُتْبَةُ ، أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكَ . ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ ، فَلَمَّا رَأَاهُ قَامَ إِلَيْهِ ، فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ . ثُمَّ قَالَ : يَا إِسْمَاعِيلُ ، إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ . قَالَ : فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ . قَالَ : وَتُعِينَنِي؟ قَالَ : وَأُعِينُكَ . قَالَ : فَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَنْبِيَ هَا هُنَا نَبِيًّا - وَأَشَارَ إِلَى أَكْحَمَةَ مُرْتَفِعَةً عَلَى مَا حَوْلَهَا - قَالَ : فَجَعَلَ ذَلِكَ رَفْعًا الْقَوَاعِدَ مِنَ النَّبِيِّ ، فَجَعَلَ إِسْمَاعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي . حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ الْبَنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ

ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے ساتھ محبت کرتا ہے وہی طرز عمل ان دونوں نے بھی ایک دوسرے کے ساتھ اختیار کیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اسماعیل اللہ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا، آپ کے رب نے جو حکم آپ کو دیا ہے آپ اسے ضرور پورا کریں۔ انہوں نے فرمایا، اور تم بھی میری مدد کر سکو گے؟ عرض کیا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسی مقام پر اللہ کا ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک اور اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چاروں طرف! حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت کی تعمیر شروع کی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر لائے اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے رکھ دیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے، اسماعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں یہ دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہمارے رب! ہماری یہ خدمت تو قبول کر بے شک تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔“ فرمایا کہ یہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور بیت اللہ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے۔ ”اے ہمارے رب! ہماری طرف سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو بڑا سننے والا بہت جاننے والا ہے۔“

(۳۳۶۵) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عامر عبد الملک بن عمرو نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابراہیم بن نافع نے بیان کیا، ان سے کثیر بن کثیر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی (حضرت سارہ) کے درمیان جو کچھ جھگڑا ہوتا تھا جب وہ ہوا تو آپ اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ (حضرت ہاجرہ) کو لے کر نکلے، ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا۔ جس میں پانی تھا، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اسی مشکیزہ کا پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں۔ جب ابراہیم مکہ پہنچے تو انہیں ایک بڑے درخت کے پاس ٹھہرا کر اپنے گھر واپس جانے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں۔ جب مقام کداء پر پہنچے تو انہوں نے پیچھے سے آواز دی

لَهُ، فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ قَالَ: فَجَعَلَا بَيْنَيْنِ حَتَّى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾۔

[راجع: ۲۳۶۸]

۳۳۶۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيلَ وَأُمِّ إِسْمَاعِيلَ، وَمَعَهُمْ شَتَّةٌ فِيهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّتَّةِ فَيَدِيرُ لَبَنَهَا عَلَى صَبِيهَا حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ ذَوْحِهِ ثُمَّ رَجَعَ

کہ اے ابراہیم! ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ پر! ہاجرہ نے کہا کہ پھر میں اللہ پر خوش ہوں۔ بیان کیا کہ پھر حضرت ہاجرہ اپنی جگہ پر واپس چلی آئیں اور اسی مشکیزے سے پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ ادھر ادھر دیکھنا چاہیے، ممکن ہے کہ کوئی آدمی نظر آجائے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہی سوچ کر وہ صفا (پہاڑی) پر چڑھ گئیں اور چاروں طرف دیکھا کہ شاید کوئی نظر آجائے لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ پھر جب وادی میں اتریں تو دوڑ کر مروہ تک آئیں۔ اسی طرح کئی چکر لگائے، پھر سوچا کہ چلوں ذرا بچے کو تو دیکھوں کس حالت میں ہے۔ چنانچہ آئیں اور دیکھا تو بچہ اسی حالت میں تھا (جیسے تکلیف کے مارے) موت کے لئے تڑپ رہا ہو۔ یہ حال دیکھ کر ان سے صبر نہ ہو سکا، سوچا چلوں دوبارہ دیکھوں ممکن ہے کہ کوئی آدمی نظر آجائے، آئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھ گئیں اور چاروں طرف نظر پھیر پھیر کر دیکھتی رہیں لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح حضرت ہاجرہ نے سات چکر لگائے پھر سوچا، چلوں دیکھوں بچہ کس حالت میں ہے؟ اسی وقت انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے (آواز سے مخاطب ہو کر) کہا کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھلائی ہے تو میری مدد کرو۔ وہاں جبرئیل علیہ السلام موجود تھے۔ انہوں نے اپنی ایڑی سے یوں کیا (اشارہ کر کے بتایا) اور زمین ایڑی سے کھودی۔ راوی نے بیان کیا کہ اس عمل کے نتیجے میں وہاں سے پانی پھوٹ پڑا۔ ام اسماعیل ڈریں۔ (کہیں یہ پانی غائب نہ ہو جائے) پھر وہ زمین کھودنے لگیں۔ راوی نے بیان کیا کہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر وہ پانی کو یوں ہی رہنے دیتیں تو پانی زمین پر بہتا رہتا۔ غرض ہاجرہ زمزم کا پانی پیتی رہیں اور اپنا دودھ اپنے بچے کو پلاتی رہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس کے بعد قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وادی کے نشیب سے گزرے۔ انہیں وہاں پر ند نظر آئے۔ انہیں یہ کچھ خلاف عادت معلوم ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ پرندہ تو صرف پانی ہی پر (اس طرح) منڈلا سکتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنا آدمی وہاں بھیجا۔ اس نے جا کر دیکھا تو واقعی وہاں پانی موجود تھا۔ اس نے آکر اپنے قبیلے والوں کو خبر دی تو یہ سب لوگ یہاں آگئے اور

إِبْرَاهِيمَ إِلَىٰ أَهْلِهِ، فَاتَّبَعْتَهُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ حَتَّىٰ لَمَّا بَلَغُوا كَذَاءَ نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهِ : يَا إِبْرَاهِيمُ إِنِّي مِمَّنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ : إِلَيَّ اللَّهُ. قَالَتْ : رَضِيتُ بِاللَّهِ. قَالَ : فَرَجَعْتُ فَجَعَلْتُ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَةِ وَيَدِيرُ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيهَا، حَتَّىٰ لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَتَنَظَّرْتُ لَعَلِّي أَحْسُ أَحَدًا. قَالَ: فَذَهَبْتُ فَصَعِدْتُ الصَّفَا فَتَنَظَّرْتُ وَنَظَّرْتُ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا؟ فَلَمْ تَحِسْ أَحَدًا. فَلَمَّا بَلَغَتْ الْوَادِي سَعَتْ وَأَتَتْ الْمَرَوَةَ، فَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطًا، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْ ذَهَبْتُ فَتَنَظَّرْتُ مَا فَعَلْتُ - تَعْنِي الصَّبِيَّ - فَذَهَبْتُ فَتَنَظَّرْتُ لَعَلِّي إِذَا هُوَ عَلَىٰ خَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ فَلَمْ يَغْرِهَا نَفْسَهَا قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَتَنَظَّرْتُ أَحْسُ أَحَدًا، فَذَهَبْتُ فَصَعِدْتُ الصَّفَا فَتَنَظَّرْتُ وَنَظَّرْتُ فَلَمْ تُحِسْ أَحَدًا. حَتَّىٰ أَتَمْتُ سَبْعًا، ثُمَّ قَالَتْ : لَوْ ذَهَبْتُ فَتَنَظَّرْتُ مَا فَعَلْتُ، إِذَا هِيَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغَيْتُ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ، إِذَا جَبْرِئِلُ، قَالَ: فَقَالَ بِعَقْبِهِ هَكَذَا، وَغَمَزَ عَقْبَهُ عَلَى الْأَرْضِ، قَالَ: فَلَانْبَقُ الْمَاءُ، فَذَهَبْتُ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَعَلْتُ تَخْفِرُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((لَوْ تَرَكْتُهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا))، قَالَ: فَجَعَلْتُ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِيرُ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيهَا. قَالَ فَمَرُّ نَاسٍ مِنْ جُرْهُمَ بَيْنَ الْوَادِي إِذَا هُمْ

کہا کہ اے ام اسماعیل! کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ رہنے کی یا (یہ کہا کہ) اپنے ساتھ قیام کرنے کی اجازت دیں گی؟ پھر ان کے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) بالغ ہوئے اور قبیلہ جرہم ہی کی ایک لڑکی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا اور انہوں نے اپنی اہلیہ (حضرت سارہ) سے فرمایا کہ میں جن لوگوں کو (مکہ میں) چھوڑ آیا تھا ان کی خبر لینے جاؤں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ابراہیم علیہ السلام مکہ تشریف لائے اور سلام کر کے دریافت فرمایا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ شکار کے لیے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکت بدل ڈالیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو ان کی بیوی نے واقعہ کی اطلاع دی۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں ہو (جسے بدلنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کہہ گئے ہیں) اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ بیان کیا کہ پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ ابراہیم علیہ السلام کو خیال ہوا اور انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں جن لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں انہیں دیکھنے جاؤں گا۔ راوی نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ شکار کے لیے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ٹھہریے اور کھانا تناول فرما لیجئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کھاتے پیتے کیا ہو؟ انہوں نے بتایا کہ گوشت کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کے کھانے اور ان کے پانی میں برکت نازل فرما۔ بیان کیا کہ ابوالقاسم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی برکت اب تک چلی آ رہی ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر (تیسری بار) ابراہیم علیہ السلام کو ایک مدت کے بعد خیال ہوا اور اپنی اہلیہ سے انہوں نے کہا کہ جن کو میں چھوڑ آیا ہوں ان کی خبر لینے مکہ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور اس مرتبہ اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جو زمزم کے پیچھے اپنے تیر ٹھیک کر رہے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اے اسماعیل! تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اس کا ایک گھر بناؤں، بیٹے نے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے رب کا حکم بجالائیے۔ انہوں نے فرمایا اور مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ تم اس کام

بطریق، کَانَهُمْ أَنْكَرُوا ذَلِكَ، وَقَالُوا : مَا يَكُونُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ، فَبَعَثُوا رَسُولَهُمْ فَنَظَرُ، فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ، فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ، فَأَتُوا إِلَيْهَا فَقَالُوا : يَا أُمَّ إِسْمَاعِيلَ أَتَأْذِنِينَ لَنَا أَنْ نَكُونَ مَعَكَ، أَوْ نَسْكُنَ مَعَكَ؟ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَتَكَحَّ فِيهِمْ امْرَأَةٌ. قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَأَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ : إِنِّي مُطْلِعٌ تَرَكْتِي. قَالَ : فَجَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ : أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ : ذَهَبَ يَصِيدُ. قَالَ : فَوَلِي لَهُ إِذَا جَاءَ : غَيْرَ عَتَبَةٍ بَابِكَ. فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ، قَالَ: أَنْتِ ذَلِكَ، فَادْهَبِي إِلَى أَهْلِكَ. قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَأَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطْلِعٌ تَرَكْتِي. قَالَ فَجَاءَ فَقَالَ: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيدُ، فَقَالَتْ: أَلَا تَنْزِلُ فَتَقْطَعُ وَتَشْرَبُ؟ فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ، وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ - قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((بَرَكَتُهُ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)). قَالَ: ثُمَّ إِنَّهُ بَدَأَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ: إِنِّي مُطْلِعٌ تَرَكْتِي، فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيلَ مِنْ وَرَاءِ زَمْزَمَ يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ، فَقَالَ: يَا إِسْمَاعِيلُ إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَنْبِيَ لَكَ بَيْتًا. قَالَ: أَطِيعُ رَبَّكَ. قَالَ: إِنَّهُ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ تُعِينَنِي عَلَيْهِ، قَالَ: إِذَنْ أَفْعَلُ - أَوْ كَمَا قَالَ. قَالَ: فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيمُ

میں میری مدد کرو۔ عرض کیا کہ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ یا اسی قسم کے اور الفاظ ادا کیے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر دونوں باپ بیٹے اٹھے۔ ابراہیم علیہ السلام دیواریں اٹھاتے تھے اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر لالا کر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے یہ خدمت قبول کر۔ بے شک تو بڑا سننے والا، بہت جاننے والا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر جب دیوار بلند ہو گئی اور بزرگ (ابراہیم علیہ السلام) کو پتھر (دیوار پر) رکھنے میں دشواری ہوئی تو وہ مقام (ابراہیم) کے پتھر پر کھڑے ہوئے اور اسماعیل علیہ السلام ان کو پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے جاتے اور ان حضرات کی زبان پر یہ دعا جاری تھی۔ ”اے ہمارے رب!۔۔ ہماری طرف سے اسے قبول فرما لے۔ بے شک تو بڑا سننے والا، بہت جاننے والا ہے۔“

يٰۤاِسْمٰعِيْلُ يٰۤاَوَّلُ الْحِجَارَةِ، وَيَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ﴾. قَالَ: حَتّٰى اَرْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعَفَ الشَّيْخُ عَلٰى نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلٰى حَجَرٍ الْمَقَامِ فَجَعَلَ يٰۤاَوَّلُ الْحِجَارَةِ وَيَقُولَانِ: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ﴾.

[راجع: ۲۳۶۸]

تشیخ اس طویل حدیث میں بہت سے امور مذکور ہوئے ہیں۔ شروع میں حضرت ہاجرہ ملیہا السلام کے کمرپشہ باندھنے کا ذکر ہے جس سے عورت جلد چل پھر کر کام کاج با آسانی کر سکتی ہے۔ بعض نے یوں ترجمہ کیا ہے، تاکہ اس کمرپشہ سے اپنے پاؤں کے نشان جو راستے میں پڑتے ہیں وہ مٹا دی جائیں تاکہ حضرت سارہ ملیہا السلام ان کا پتہ نہ پا سکیں۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت سارہ ملیہا السلام کے کوئی اولاد نہیں تھی (بعد میں ہوئی) اور حضرت ہاجرہ ملیہا السلام جو ایک شاہ مصر کی شاہزادی تھیں اور جسے اس بادشاہ نے اس خاندان کی برکات دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حرم میں داخل کر دیا تھا چنانچہ حضرت ہاجرہ کو حمل رہ گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام عالم وجود میں آئے۔ حضرت سارہ ملیہا السلام کے رشک میں بہت اضافہ ہو گیا، تو اس ڈر سے حضرت ہاجرہ ملیہا السلام گھر سے نکلیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی ساتھ لے لیا اور کمر سے پٹہ باندھا تاکہ اس کے ذریعہ اپنے پاؤں کے نشانات کو مٹا دی جائیں۔ اس طرح حضرت سارہ ان کا پتہ نہ پا سکیں۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو مکہ کی بے آب و گیاہ سرزمین پر لا بسایا جہاں اللہ پاک نے ان کے ہاتھوں اپنا گھراڑ سرنو تعمیر کرایا۔ جبرہم جس کا ذکر روایت میں آیا ہے، بین کا ایک قبیلہ ہے، یہی قبیلہ حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر یہاں آباد ہوا اور جوان ہونے پر حضرت اسماعیل کی اسی خاندان میں شادی ہو گئی۔ پہلی شادی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا جو اشارہ سے طلاق کے لیے کہہ گئے۔ دوسری بیوی کو صابرہ و شاکرہ پاکر ان سے خوشی کا اظہار فرمایا، بے شک ان واقعات میں اہل بصیرت کے لیے بہت سے اسباق ہدایت پوشیدہ ہیں، جن کو سمجھنے کے لئے نظر بصیرت کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک ہر بخاری شریف مطالعہ کرنے والے بھائی کو نظر بصیرت عطا فرمائے۔ آمین۔

باب

۱۰۔ باب

(۳۳۶۶) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الواحد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم تیمی نے، ان سے ان کے والد یزید بن شریک نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے

۳۳۶۶- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا الْوَّاحِدُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التِّيمِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قُلْتُ: يَا رَسُولَ

عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے پہلے روئے زمین پر کون سی مسجد بنی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد حرام۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں نے عرض کیا اور اس کے بعد؟ فرمایا کہ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نے عرض کیا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان میں کتنا فاصلہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ چالیس سال۔ پھر فرمایا اب جہاں بھی تجھ کو نماز کا وقت ہو جائے وہاں نماز پڑھ لے۔ بڑی فضیلت نماز پڑھنا ہے۔

اللَّهُ أَيُّ مَسْجِدٍ وَضَعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ. قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً. ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكْتَ الصَّلَاةَ بَعْدَ فَصْلَةٍ، فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيهِ. [طرفہ فی: ۳۴۲۵].

تشیخ

مکررین حدیث نے اس روایت کو بھی تحت مشق بنا کر حدیث نبوی سے مسلمانوں کو بد ظن کرنے کی نپاک کوشش کی ہے اور یہ شبہ یہاں ظاہر کیا ہے کہ کعبہ کو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا اور ان دونوں میں ہزار سال سے بھی زیادہ کا فاصلہ ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو پہلے پہل نہیں بنایا تھا بلکہ کعبہ کی پہلی بنا حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے تو ممکن ہے کعبہ بننے کے چالیس سال بعد خود حضرت آدم علیہ السلام نے یا ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہر دو بناؤں سے ان مقامات مقدسہ کی تجدید مراد ہے۔ شارحین حدیث لکھتے ہیں ويرفع الاشكال بان يقال الآية والحديث لا يدلان على بناء ابراهيم و سليمان لما بنيا ابتداء وضعهما لهما بل ذالك تجديد لما كان اسسه غيرهما و بدها و قد روى ان اول من بنا البيت ادم و على هذا فيجوز ان يكون غيره من ولده و وضع بيت المقدس من بعده اربعين انتهى قلت بل ادم هو الذي وضعه ايضا قال الحافظ ابن حجر في كتابه التيجان لابن هشام ان ادم لما بنى الكعبة امره الله تعالى السير الى بيت المقدس و ان يبنيه فيها و نسك فيه (سنن نسائي، جلد: اول / ص: ۱۱۳) یعنی آیت اور حدیث ہر دو کا اشکال یوں رفع کیا جاسکتا ہے کہ ہر دو اس امر پر دلالت نہیں کرتی ہیں کہ ان ہر دو کی ابتدائی بنیاد ان دونوں بزرگوں نے رکھی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر دو کی ابتدائی بنیاد غیروں کے ہاتھوں کی ہے اور یہ دونوں حضرات ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان ہر دو مقامات کی تجدید کرنے والے ہیں اور مروی ہے کہ شروع میں بیت اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور اس کی بنیاد پر ممکن ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے ان کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ خود آدم علیہ السلام نے اس کی بھی بنیاد رکھی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ بیت المقدس جائیں اور اس کی بنیاد رکھیں۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور بیت المقدس کو بنایا اور وہاں عبادت الہی بجالائے۔

علامہ سندھی فرماتے ہیں ليس المراد بناء ابراهيم للمسجد الحرام و بناء سليمان للمسجد الاقصى فان بينهما مدة طويلة بل المراد البناء سوالهذين البنائين (حوالہ مذکور) یعنی حدیث میں ان ہر دو مساجد کی ابراہیمی اور سلیمانی بنیادیں مراد نہیں ہیں۔ ان کے درمیان تو طویل مدت کا فاصلہ ہے بلکہ ان ہر دو کے سوا ابتدائی بنا مراد ہیں۔ بائبل تواریخ ۲ باب ۳ آیات ۱-۲ میں مذکور ہے کہ بیت المقدس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد کی پرانی نشانیوں پر تعمیر کیا تھا جس سے بھی واضح ہے کہ بیت المقدس کے بانی اول حضرت سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔

(۳۳۶۷) ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، ان سے امام مالک نے، ان سے مطلب کے آزاد کردہ غلام عمرو بن ابی عمرو نے اور ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ کو

۳۳۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ

دیکھ کر فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا شہر قرار دیا تھا اور میں مدینہ کے دو پتھر طے علاقے کے درمیانی علاقے کے حصے کو حرمت والا قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کو عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

عَنْهُ: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أَحَدُ فَقَالَ: هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا)). رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [راجع: ۳۷۱]

تشریح اودراک دیا ہے جیسے کہ آیت ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَنْتَبِهُ عَنْهُ﴾ (بنی اسرائیل: ۸۴) میں مراد ہے۔ حدیث ہذا سے مدینہ المنورہ کی حرمت بھی مثل مکہ المکرمہ ثابت ہوئی۔ جو حضرات حرمت مدینہ کے قائل نہیں ہیں ان کو اس پر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے اس لیے اس باب میں لائے۔

۳۳۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((أَلَمْ تَرَى أَنَّ قَوْمَكَ بَنُوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ فَقَالَ: لَوْ لَا حِذْنَانِ قَوْمِكَ يَالْكَفَرِ)). فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: لَيْنَ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِئْثَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلْبَانِ الْحِجَرَ إِلَّا أَنَّ النَّبِيَّ لَمْ يَنْتَمِ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ. وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ ((عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ)).

۳۳۶۸) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمیسی نے بیان کیا، کہا ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں سالم بن عبد اللہ نے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ابن ابی بکر نے خبر دی اور انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تمہیں معلوم نہیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی (نئی) تعمیر کی تو کعبہ کی ابراہیمی بنیاد کو چھوڑ دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر آپ ابراہیمی بنیادوں کے مطابق دوبارہ اس کی تعمیر کیوں نہیں کر دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا (تو میں ایسا ہی کرتا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میرا خیال ہے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں رکنوں کے، جو حجر اسود کے قریب ہیں، بوسہ لینے کو صرف اسی وجہ سے چھوڑا تھا کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیاد پر نہیں بنا ہے (یہ دونوں رکن آگے ہٹ گئے ہیں) اسماعیل بن ابی اویس نے اس حدیث میں عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر کہا۔

[راجع: ۱۲۶]

یعنی عبد اللہ کو ابو بکر کا پوتا کہا ہے۔ بعض نسخوں میں عبد اللہ بن ابی بکر ہے۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ اس روایت میں ان کا نام عبد اللہ مذکور ہے اور تیمیسی کی روایت میں صرف ابن ابی بکر تھا۔ اسماعیل کی روایت کو خود مؤلف نے تفسیر میں وصل کیا ہے۔

(۳۳۶۹) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیمی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو مالک بن انس نے خبر دی۔ انہیں عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے، انہیں ان کے والد نے، انہیں عمرو بن سلیم زرقی نے، انہوں نے کہا مجھ کو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں کہا کرو ”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ بے شک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔

۳۳۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرٍو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُمْ قَالُوا: ((يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ: إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)). [طرفه في : ۶۳۶۰].

آل سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ آپ کے اہل بیت یعنی حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ درود سے مراد یہ ہے کہ آپ کی نسل برکت کے ساتھ دنیا میں ہمیشہ باقی رہے۔

(۳۳۷۰) ہم سے قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبد الواحد بن زیاد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو قرہ مسلم بن سالم ہمدانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبد اللہ بن عیسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے عبد الرحمن بن ابی لیل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ ملے تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا یا رسول اللہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو ”اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل

۳۳۷۰- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُو قُرَّةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ: لَقِيتُ كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ فَقَالَ: أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةَ سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقُلْتُ: بَلَى فَأَهْدِيهَا لِي، فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ النَّبِيِّ، فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ. قَالَ: ((قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ

ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔

إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔

[طرفاء فی : ۴۷۹۷، ۶۳۵۷]۔

تفسیر: اہل بیت یعنی حضرت علی و حضرت فاطمہ اور حسین مراد ہیں۔

(۳۳۷۱) ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے منہال نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بزرگ دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعہ اللہ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام کے لیے مانگا کرتے تھے ”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔

۳۳۷۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُنْهَالِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ: إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ)).

تفسیر: مجتہد مطلق حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تک جس قدر احادیث اس باب کے تحت میں بیان فرمائی ہیں ان سب میں کسی نہ کسی پہلو سے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم کا ذکر موجود ہے اور باب اور احادیث میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ ضمنی طور پر احادیث میں اور بھی بہت سے مسائل کا ذکر آگیا ہے جو تدریک کرنے سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ درود سے مراد دین و دنیا کی وہ برکتیں جو اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو عطا فرمائیں کہ آج بھی بیشتر اقوام عالم کا نسلی تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اور بلا شک اللہ پاک نے یہی برکات حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کی ہیں کہ آپ کا کلمہ پڑھنے والے آج روئے زمین پر کروڑہا کروڑ کی تعداد میں موجود ہیں اور روزانہ بیچ وقتہ فضائے آسمانی میں آپ کی رسالت حقہ کا اعلان اس شان سے کیا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام پیشوایان مذہب میں نظیر ناممکن ہے۔ اللہم صل علی محمد وعل آل محمد وبارک وسلم آمین۔

باب اللہ تعالیٰ نے سورہ حجر میں فرمایا، اے پیغمبر! ان لوگوں

۱۱- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَنَبِّئْهُمْ

کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قصہ سنائیے

عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا ”اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو زندہ کس طرح کرے گا لیکن یہ صرف میں اس لیے چاہتا ہوں کہ میرے دل کو اور زیادہ اطمینان ہو جائے۔“ تک

الایة [الحجر: ۵۱] ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ: رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُخَيِّمُ الْمَوْتَى﴾ إِلَى قَوْلِهِ: ﴿وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ الْآيَةُ [البقرة: ۲۶۰]

تَنْبِيْهِ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ سوال بارگاہ الہی میں کیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی قدرت میں کوئی شک تھا، معاذ اللہ ادنیٰ مومن کو بھی اس میں شک نہیں ہے تو ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے خاص خلیل تھے، ان کو کیونکر شک ہو سکتا تھا۔ غرض صرف یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے جلائے جانے پر کامل یقین تھا مگر انہوں نے یہ چاہا کہ یہ یقین اور بڑھ جائے یعنی مشاہدہ بھی کر لیں۔ اس لیے کہ عین یقین کا مرتبہ علم یقین سے بڑھا ہوا ہے۔ مشہور قول ہے ”شہیدہ کے بود مانند دیدہ“ حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سوال محض مزید در مزید اطمینان قلب کے حصول کے لیے تھا جیسا کہ خود قرآن مجید میں یہ بہ تفصیل موجود ہے۔ روی الطبرانی و ابن ابی حاتم من طریق السدی قال لما اتخذ الله ابراهيم خليلا استاذنه ملك الموت ان يبشره فاذن له فذكر قصة معه في كيفية قبض روح الكافرو المومن۔ قال فقام ابراهيم يدعوره رب ارنى كيف تحيي الموتى حتى اعلم انى خليك و من طريق على بن ابى طلحة عنه لا علم انك تحيى اذا دعوتك والى هذا جنح القاضى ابوبكر الباقلانى (فتح البارى) يعنى جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو ملک الموت یہ بشارت دینے کے لئے ان کے پاس آئے اور ساتھ ہی انہوں نے کافرو مومن کی روحوں کو قبض کرنے کی کیفیت بھی سنائی۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار! مجھ کو بھی دکھلا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔ میری یہ دعا قبول کرتا کہ میں جان لوں کہ میں تیرا خلیل ہوں۔ دوسری روایت کے مطابق یہ ہے کہ ”تا کہ میں جان لوں کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے اور میں جب بھی تجھ سے کچھ دعا کروں گا تو ضرور تو اسے قبول کر لے گا۔“ مزید تفصیلات کے لیے فتح الباری کے اس مقام کا مطالعہ کیا جائے۔

(۳۳۷۲) ہم سے احمد بن صالح نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا، کہا کہ مجھے یونس نے خبر دی، انہیں ابن شہاب نے، انہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور سعید بن مسیب نے، انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا تم ایمان نہیں لائے، انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں، لیکن یہ صرف اس لئے تا کہ میرے دل کو اور زیادہ اطمینان ہو جائے۔ اور اللہ لوط علیہ السلام پر رحم کرے کہ وہ زبردست رکن (یعنی خداوند کریم) کی پناہ لیتے تھے اور اگر میں اتنی مدت تک قید خانے میں رہتا جتنی مدت تک یوسف علیہ السلام رہے تھے تو میں بلانے والے کی بات ضرور مان لیتا۔

۳۳۷۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((نَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ: «رَبِّ ارْأِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى. قَالَ: أَوْلَمْ تُؤْمِنْ؟ قَالَ: بَلَى وَلَكِنْ لَيْطَمِئِنَّ قُلُوبِي، وَيَرْحَمَ اللَّهُ لَوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السَّجْنِ طَوْلَ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ)).

[أطرافه في : ۳۳۷۵، ۳۳۸۷، ۴۵۳۷،

۴۶۹۴، ۶۹۹۲.]

تَنْبِيْهِ یعنی قید سے چھوٹا غنیمت سمجھتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر پر آفرین ہے کہ اتنی مدت تک قید میں رہنے کے بعد بھی اس بلانے والے کے بلاوے پر نہ نکلے جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اور پہلے اپنی صفائی کے خواہاں ہوئے۔ یہ آنحضرت ﷺ نے تواضع کی راہ سے فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا مرتبہ بڑھانے کے لئے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کا صبر و استقلال بھی کچھ کم نہ تھا۔ آنجہ

خوبان ہمہ دارند تو تہاداری (وحیدی)

۱۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم : ۵۴]

۳۳۷۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا

حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ

الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((مَرَّ النَّبِيُّ

ﷺ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ، فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ارْزُمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ

أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، وَأَنَا مَعَ بَنِي فَلَانٍ. قَالَ:

فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ؟ فَقَالُوا

: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ قَالَ:

ارْزُمُوا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلُّكُمْ)).

[راجع: ۲۸۹۹]

باب (حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بیان) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان
”اور یاد کرو اسماعیل کو کتاب میں بے شک وہ وعدے کے
سچے تھے۔“

(۳۳۷۳) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے حاتم بن اسماعیل نے بیان کیا، ان سے یزید بن ابی عبید نے اور ان سے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ قبیلہ اسلم کی ایک جماعت سے گزرے جو تیر اندازی میں مقابلہ کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے بنو اسماعیل! تیر اندازی کئے جاؤ کیونکہ تمہارے بزرگ دادا بھی تیر انداز تھے اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی دوسرے فریق نے تیر اندازی بند کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہوئی، تم لوگ تیر کیوں نہیں چلاتے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ فریق مقابل کے ساتھ ہو گئے تو اب ہم کس طرح تیر چلا سکتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا مقابلہ جاری رکھو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

روایت میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باب اور حدیث میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ باپ دادا کے اچھے کاموں کو فخر کے ساتھ اپنانا بہتر طریقہ ہے۔

باب حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا بیان

اس باب میں ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

۱۳- بَابُ قِصَّةِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِيهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ان دونوں حدیثوں کو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے وصل کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مراد وہ روایت ہے الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ کیونکہ اس میں حضرت اسحاق اور ان کے کریم ہونے کا بیان ہے۔

باب حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیان اور اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ

میں یوں فرمانا کہ ”کیا تم لوگ اس وقت موجود تھے جب

یعقوب علیہ السلام کی موت حاضر ہوئی۔ آخر آیت ونحن لہ

مسلمون تک۔

۱۴- بَابُ ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ

حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ

لِنَبِيِّهِ ﴿إِلَى قَوْلِهِ﴾: ﴿وَنَحْنُ لَهُ

مُسْلِمُونَ﴾ [البقرة : ۱۳۳]

(۳۳۷۴) ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم نے معتمر بن سلیمان سے سنا، انہوں نے عید اللہ عمری سے، انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو، وہ سب سے زیادہ شریف ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر سب سے زیادہ شریف یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ (یعقوب) بن نبی اللہ (اسحاق) بن خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) تھے صحابہ نے عرض کیا، ہمارے سوال کا مقصد یہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ عرب کے شرفاء کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جاہلیت میں جو لوگ شریف اور اچھے عادات و اخلاق کے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی شریف اور اچھے سمجھے جائیں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ بھی حاصل کریں۔

[راجع: ۳۳۵۳]

روایت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر آیا ہے یہی وجہ مناسبت باب ہے۔

۱۵ - بَابُ

باب (حضرت لوط علیہ السلام کا بیان) اور اللہ تعالیٰ کا سورہ نمل میں فرمانا کہ ہم نے لوط کو بھیجا، انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم جانتے ہوئے بھی کیوں فحش کام کرتے ہو۔ تم آخر کیوں عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت بچاتے ہو، کچھ نہیں تم محض جاہل لوگ ہو، اس پر ان کی قوم کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوا کہ انہوں نے کہا، آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک باز بننے ہیں۔ پس ہم نے لوط کو اور ان کے تابعداروں کو نجات دی۔ سوا ان کی بیوی کے۔ ہم نے اس کے متعلق فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ عذاب والوں میں باقی رہنے والی ہو گی اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ پس ڈرائے ہوئے لوگوں پر بارش کا عذاب بڑا ہی سخت تھا۔

(۳۳۷۵) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ

۳۳۷۴- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ((قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : مَنْ أَكْرَمَ النَّاسِ؟ قَالَ : أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ. قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ : فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّهِ. قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ : فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَنِي؟ قَالُوا : نَعَمْ. قَالَ : فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَفَهُوا)).

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ بُنُيُوتُونَ، أَمْ أَنْتُمْ مُنْصِرُونَ، بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ. فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أَنْاسٌ يَنْظَهُرُونَ. فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَرْنَا مِنَ الْغَائِبِينَ، وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ﴾

[النمل ۴۵-۵۸]

۳۳۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :

((يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْوَطِ إِنْ كَانَ لَيَاوِي إِلَيَّ)) [راجع: ۳۳۷۲] رُكْنِ شَدِيدِ))۔ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے کہ وہ زیر دست رُكْنِ (یعنی اللہ) کی پناہ میں گئے تھے۔

تشریح اس حدیث کے ذیل حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یغفر اللہ للوط ان کان لیاوی الی (رُكْنِ شدید) ای الی اللہ سبحانہ و تعالیٰ یشیر الی قوله تعالیٰ لو ان لی بکم قوۃ او اوائی الی رُكْنِ شدید و یقال ان قوم لوط لم یکن فیہم احد یجتمع معہ فی نسبہ لانہم من سدوم و ہی عن الشام و کان اصل ابراہیم و لوط من العراق فلما ہاجر ابراہیم الی الشام ہاجر معہ لوط فبعث اللہ لوطا الی اہل سدوم فقال لو ان لی منعہ و اقارب و عشیرہ لکنست استنصر بہم علیکم لیدفعوا عن ضیفانی و لہذا جاء فی بعض طرق هذا الحدیث کما اخرجہ احمد من طریق محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال قال لوط لوان لی بکم قوۃ او اوائی الی رُكْنِ شدید قال فانہ کان یاوی الی رُكْنِ شدید ای الی عشیرتہ لکنہ لم یاو الیہم و اوی الی اللہ (بارہ: ۱۳ فتح الباری ص: ۲۴۴)

یعنی اللہ پاک لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے۔ ان کا سارا توبہ تبت ہی مضبوط تھا یعنی اللہ پاک ان کا سارا تھا گویا آنحضرت ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ لو ان لی بکم قوۃ الایۃ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قوم لوط میں کوئی بھی نسبی آدمی لوط سے متعلق نہیں تھا اس لئے کہ اس بستی والے سدوم سے تھے جو شام سے ہے اور ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی اصل نسل عراق والوں سے تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی تو حضرت لوط علیہ السلام نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ پھر اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ اسی لئے انہوں نے یہ جملہ کہا کہ اگر میرے بھی مددگار، اقارب و اعزہ اور خاندان والے ہوتے تو میں ان سے تمہارے مقابلے پر مدد حاصل کرتا تا کہ وہ میرے مہمانوں سے تم کو دفع کرتے۔ اسی لئے بعض روایات میں مروی ہے کہ بلاشبہ حضرت لوط اپنی مدد کے لئے ایک اپنا خاندان رکھتے تھے لیکن انہوں نے ان کی پناہ نہیں لی بلکہ اللہ پاک کی طرف پناہ حاصل کی۔ قوم لوط اور ان کی بد کرداریوں کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی جگہ ہوا ہے۔ بد اخلاقی اور بے ایمانی میں یہ قوم بڑھ گئی تھی۔ اللہ پاک نے ان کی بستیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں آج بحیرہ مردار واقع ہے اسی جگہ اس قوم کی بستیاں تھیں۔ واللہ اعلم۔

۱۶- بَابُ ﴿ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ، قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ﴾ [الحجر: ۶۲]، ﴿ بُرْكَتِهِ ﴾: بِمَنْ مَعَهُ لَا تُهْمُ قُوَّتُهُ. ﴿ تَرَكُوا ﴾: تَمِيلُوا. فَأَنْكَرَهُمْ وَنَكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدًا. ﴿ يَهْرَعُونَ ﴾: يُسْرِعُونَ. ﴿ ذَابَر ﴾: آخَر. ﴿ صَيْحَةً ﴾: هَلَكَةً. ﴿ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴾: لِّلنَّاطِرِينَ. ﴿ لَّبَسِيلٍ ﴾: لِبَطْرِينِ.

باب (سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا) پھر جب آل لوط کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آئے تو لوط نے کہا کہ تم لوگ تو کسی انجیان ملک والے معلوم ہوتے ہو“ (سورہ الذاریات میں) موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ”برکتہ“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرعون کے ساتھ تھے کیونکہ وہ اس کے قوت بازو تھے (سورہ ہود میں) ولا ترکوا کا معنی مت بھکو (سورہ ہود میں) انکرہم، نکرہم اور استنکرہم کا ایک ہی معنی ہے (سورہ ہود میں) یہرعون کا معنی دوڑتے ہیں (سورہ حجر میں) دابر کے معنی آخر دم ہے (سورہ حجر میں) صیحة کا معنی ہلاکت (سورہ حجر میں) للمتوسمین کا معنی دیکھنے والوں کے لیے (سورہ حجر میں) لبسیل کا معنی راستے کے ہیں (یعنی راستے میں)

تشریح باب کے ذیل لفظ برکتہ آیا ہے یعنی قوت۔ رُكْنِ کے معنی قوت، زور۔ یہ لفظ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں وارد ہوا ہے اور حضرت لوط علیہ السلام کے قصے میں بھی رُكْنِ کا لفظ آیا ہے۔ ﴿ اَوَائِي إِلَيَّ رُكْنِ شَدِيدٍ ﴾ (ہود: ۸۰) اس لیے امام بخاری نے

اس کو ذکر کر دیا واستکرہم کا لفظ ان فرشتوں کے باب میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بطور مہمانوں کے آئے تھے۔ مگر چونکہ یہی فرشتے پھر حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تھے اس مناسبت کی وجہ سے اس کا بھی ذکر کر دیا۔ بعض نے کہا لوط کے قصے میں بھی ﴿إِنَّكُمْ قَوْمٌ مَّتَكُزُونَ﴾ (الحجر: ۶۲) وارد ہے اور نکرہم اسی سے ہے۔ لفظ صبیحہ آیت شریفہ ﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ﴾ (الحجر: ۷۳) میں ہے جو حضرت لوط کی امت کے بارے میں ہے۔ نیز آیت میں جو سورہ یس میں ہے ﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً﴾ (یس: ۵۳) لفظ صبیحہ مذکور ہے۔

۳۳۷۶- حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((فَهَلْ مِنْ مُدَكَّرٍ))۔
(۳۳۷۶) ہم سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو احمد نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، ان سے ابو اسحاق نے، ان سے اسود نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ”فهل من مدكر“ پڑھا تھا۔

(راجع: ۳۳۴۱)

یہ آیت سورہ قمر میں حضرت لوط کے قصے میں وارد ہے۔ اس مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں بھی ذکر کر دیا ہے۔ جیسے پہلے بھی کئی بار گذر چکی ہے۔

۱۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَالَّذِينَ كَذَبُوا أَصْحَابُ الْحَجَرِ﴾ [الحجر: ۸۰]۔
بَاب (قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا بیان) اللہ پاک کا سورہ اعراف میں فرمانا ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا (سورہ حجر میں) جو فرمایا، حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ حجر ثمود والوں کا شہر تھا لیکن (سورہ انعام میں) جو حرث حجر آیا ہے وہاں حجر کے معنی حرام اور ممنوع کے ہیں۔ عرب لوگ کہتے ہیں حجر مجبور یعنی حرام و ممنوع اور حجر عمارت کو بھی کہتے ہیں اور جس زمین کو گھیر لیا جائے (دیوار یا باڑ سے) اسی سے خانہ کعبہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں۔ حطیم محطوم سے نکلا ہے۔ محطوم کے معنی ٹوٹا ہوا۔ پہلے وہ کب کے اندر تھا۔ اس کو توڑ کر باہر کر دیا اس لیے حطیم کہنے لگے جیسے قتل مقتول سے اور مادیان گھوڑی کو بھی۔ حجر کے معنی عقل کے بھی ہیں جیسے حج کے معنی بھی عقل کے ہیں (سورہ فجر میں ہے) ﴿هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ﴾ اور حجر الیمامہ (حجاز اور یمن کے بیچ میں) ایک مقام کا نام ہے۔ الْمَنْزِلُ۔

ثمود عرب کا ایک قبیلہ تھا۔ ان کے دادا کا نام ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح تھا اس لئے ان کو ثمود کہنے لگے۔ اللہ ﷻ نے حضرت صالح کو پیغمبر بنا کر ان لوگوں کی طرف بھیجا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر بکثرت آیا ہے۔

۳۳۷۷- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (۳۳۷۷) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ

نے بیان کیا، کہا ہم سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے عبد اللہ بن زمعہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (خطبہ کے دوران) آپ نے اس قوم کا ذکر کیا جنہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ (خدا کی قسم بھیجی ہوئی) اس (اونٹنی کو) ذبح کرنے والا قوم کا ایک بہت ہی باعزت آدمی (قیدار نامی) تھا، جیسے ہمارے زمانے میں ابو زمعہ (اسود بن مطلب) ہے۔

(۳۳۷۸) ہم سے محمد بن مسکین ابو الحسن نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حسان بن حیان ابو ذکریاء نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سلیمان نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن دینار نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجر (ثمود کی بستی) میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں کے کنوؤں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوندھ لیا ہے اور پانی اپنے برتنوں میں بھی رکھ لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ گندھا ہوا آٹا پھینک دیا جائے اور ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جس نے آٹا اس پانی سے گوندھ لیا ہو (وہ اسے پھینک دے)

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ: ((سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ - وَذَكَرَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ - قَالَ انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُو عِزٍّ وَمَنْعَةٍ فِي قَوْمِهِ كَأَبِي زَمْعَةَ)).

[أطرافه في: ۴۹۴۲، ۵۲۰۴، ۶۰۴۲].

۳۳۷۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْكِينٍ أَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ أَبُو ذَكْرِيَاءَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَشْرَبُوا مِنْ بَنِيهَا وَلَا يَسْتَقُوا مِنْهَا، فَقَالُوا: قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَطْرَحُوا ذَلِكَ الْعَجِينَ وَيَهْرِيقُوا ذَلِكَ الْمَاءَ)). وَيُرْوَى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبُدٍ وَأَبِي الشُّمُوسِ: ((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِالْقَاءِ الطَّعَامِ)). وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((مَنْ اغْتَنَجَ بِمَائِهِ)). [طرفه في: ۳۳۷۹].

سبرہ کی حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم نے اور ابو الشموس کی روایت کو طبرانی اور ابن مندہ نے اور ابو ذر کی روایت کو ہزار نے وصول کیا ہے۔ چونکہ اس مقام پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا لہذا آپ نے وہاں کے پانی کو استعمال کرنے سے منع فرمایا، ایسا نہ ہو کہ اس سے دل سخت ہو جائیں یا کوئی اور بیماری پیدا ہو جائے۔

(۳۳۷۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے انس بن عیاض نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے، ان سے نافع نے اور انہیں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کی بستی حجر میں پڑاؤ کیا تو وہاں کے کنوؤں کا پانی اپنے برتنوں میں بھر لیا اور آٹا بھی اس پانی سے

۳۳۷۹- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ ((أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرْضَ ثَمُودَ، الْحِجْرَ، وَاسْتَقُوا

گوندھ لیا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ جو پانی انہوں نے اپنے برتنوں میں بھر لیا ہے اسے اندیل دیں اور گندھا ہوا آٹا جانوروں کو کھلا دیں۔ اس کے بجائے حضور ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی لیں جس سے صالح ﷺ کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔

(۳۳۸۰) ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہیں معمر نے، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ کو سالم بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد (عبد اللہ بن مسعود) نے کہ نبی کریم ﷺ جب مقام حجر سے گزرے تو فرمایا کہ ان لوگوں کی بستی میں جنہوں نے ظلم کیا تھا نہ داخل ہو، لیکن اس صورت میں کہ تم روتے ہوئے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائے جو ان پر آیا تھا۔ پھر آپ نے اپنی چادر چہرہ مبارک پر ڈال لی۔ آپ اس وقت کجاوے پر تشریف رکھتے تھے۔

اللہ کے عذاب سے کس قدر ڈرنا چاہئے اور خدا اور رسول ﷺ کی کھلم کھلا مخالفت کرنے والوں سے کتنا بچنا چاہئے، یہ مذکورہ حدیثوں سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی بستی کا پانی بھی نہ لینے دیا اور اس پانی سے جو آٹا گوندھ لیا تھا، اسے بھی جانوروں کے آگے ڈال دینے کا حکم آپ نے فرمایا۔ اللہم احفظنا۔

(۳۳۸۱) مجھ سے عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے بیان کیا، انہوں نے یونس سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے سالم سے اور ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہیں ان لوگوں کی بستی سے گزرنا پڑے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو روتے ہوئے گزرو۔ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب آنے پڑے جس میں یہ ظالم لوگ گرفتار کئے گئے تھے۔

اگرچہ یہ حدیث تمام مطلق بدکرداروں کو شامل ہے مگر آپ نے یہ حدیث اس وقت فرمائی جب آپ حجر پر سے گزرے جہاں ثمود کی قوم بستی تھی جیسے پچھلی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

باب حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیان، اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا کہ کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب

مِنْ بَنِيهَا وَاعْتَجَنُوا بِهِ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُهْرِنَقُوا مَا اسْتَقُوا مِنْ بَنِيهَا وَأَنْ يَغْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبَنَرِ الَّتِي كَانَتْ تَرُدُّهَا النَّاقَةُ)).
تَابَعَهُ أَسَامَةُ عَنْ نَافِعٍ. [راجع: ۳۳۷۸]

۳۳۸۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ ﷺ: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا مَرَّ بِالْحَجَرِ قَالَ: ((لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ أَنْ يُصَيِّبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ. ثُمَّ تَفْتَحَ بَرْدَانِهِ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ)).

[راجع: ۴۳۳]

۳۳۸۱- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِينَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ - إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ - أَنْ يُصَيِّبَكُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَهُمْ)).

۱۸- بَابُ

هَؤُلَاءِ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

عَلَيْهِ السَّلَام کی موت حاضر ہوئی

[البقرة : ۱۳۳]

(۳۳۸۲) ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد الصمد نے خبر دی، کہا ہم سے عبد الرحمن بن عبد اللہ نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شریف بن شریف بن شریف بن شریف، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تھے۔

۳۳۸۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: ((الكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنُ الْكَرِيمِ: يَوْسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)). [طرفاه في : ۳۳۹۰، ۴۶۸۸].

اس روایت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر خیر ہوا ہے۔ یہی وجہ مناسبت باب ہے جو پہلے بھی گزر چکا ہے یہاں اختصار کے ساتھ ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا بیان کرنا مقصود ہے۔

باب (حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان) اللہ پاک نے فرمایا کہ بیشک یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعات میں پوچھنے والوں کے لیے قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں

۱۹- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلْمُتَذَكِّرِينَ﴾ [يوسف : ۷]

(۳۳۸۳) مجھ سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو اسامہ نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ نے بیان کیا، انہیں سعید بن ابی سعید نے خبر دی اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ شریف آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا، جو اللہ کا خوف سب سے زیادہ رکھتا ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر سب سے زیادہ شریف اللہ کے نبی یوسف بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد یہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا تم لوگ عرب کے خانوادوں کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔ دیکھو! لوگوں کی مثال کانوں کی سی ہے (کسی کان میں سے اچھا مال نکلتا ہے کسی میں سے برا) جو لوگ تم میں سے زمانہ جاہلیت میں شریف اور بہتر اخلاق کے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اور شریف ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

۳۳۸۳- حَدَّثَنِي عُيَيْنَةُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أَسَامَةَ عَنْ عُيَيْنَةَ اللَّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ((سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَتَقَاهُمْ اللَّهُ. قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللَّهِ ابْنُ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ نَبِيِّ اللَّهِ ابْنِ خَلِيلِ اللَّهِ. قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ. قَالَ: فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَنِي؟ النَّاسُ مَعَادِنٌ، خَيْرُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَيْرُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَهَمُوا)).

حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ عَنْ عُيَيْنَةَ

اللہ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ بِهَذَا. [راجع: ۳۳۵۳]

مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم کو عبدہ نے خبر دی، انہیں عبید اللہ نے، انہیں سعید نے، انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہی حدیث روایت کی۔

تشیخ معلوم ہوا کہ اسلام میں بنیاد شرافت و بنداری اور دین کی سمجھ حاصل کرنا ہے جسے لفظ قنات سے یاد کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر نظر کرم کرتا ہے اسے دین کی قنات یعنی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں امت کے سامنے زندہ مثالیں محدثین کرام کی ہیں جن کو اللہ پاک نے دینی قنات سے نوازا کہ آج اسلام ان ہی کی مساعی جلیلہ سے زندہ ہے کہ سیرت نبوی احادیث صحیحہ کی روشنی میں مکمل طور پر مطالعہ کی جاسکتی ہے۔ اللہ پاک جملہ محدثین کرام و مجتہدین عظام کو امت کی طرف سے ہزاروں ہزار جزائیں عطا فرمائے اور قیامت کے دن سب کو فردوس بریں میں جمع کرے اور مجھ ناچیز حقیر گنہگار ادنیٰ خادم اور میرے قدر دانوں کو باری تعالیٰ حشر کے میدان میں اپنے حبیب پاک اور جملہ بزرگان خاص کی رفاقت عطا فرمائے آمین۔

۳۳۸۴- حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : قَالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا : ((مُرِّي أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ)). قَالَتْ : إِنَّهُ رَجُلٌ أَسِيفٌ، مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ رَقًى. فَعَادَ، فَعَادَتْ. قَالَ شُعْبَةُ : فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ - أَوِ الرَّابِعَةِ - : ((إِنَّكَ صَوَّاحِبُ يُوسُفَ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ)). [راجع: ۱۹۸]

(۳۳۸۴) ہم سے بدل بن محبر نے بیان کیا، کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی، ان سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ بن زبیر سے سنا اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی کریم ﷺ نے (مرص الموت میں) ان سے فرمایا، ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ بہت نرم دل ہیں، آپ کی جگہ جب کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہو جائے گی۔ حضور ﷺ نے انہیں دوبارہ یہی حکم دیا۔ لیکن انہوں نے بھی دوبارہ یہی عذر بیان کیا، شعبہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم تو یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیاں ہو۔ ظاہر میں کچھ باطن میں کچھ) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو، نماز پڑھائیں۔

۳۳۸۵- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ : ((مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ - فَقَالَ مِثْلَهُ، فَقَالَتْ مِثْلَهُ - فَقَالَ: مُرُوهُ، فَإِنَّكَ صَوَّاحِبُ يُوسُفَ - فَأَمَّ أَبُو بَكْرٍ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ)).

(۳۳۸۵) ہم سے ربیع بن یحییٰ بصری نے بیان کیا، کہا ہم سے زائدہ نے بیان کیا، ان سے عبد الملک بن عمیر نے، ان سے ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ جب بیمار پڑے تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نہایت نرم دل انسان ہیں لیکن حضور ﷺ نے دوبارہ یہی حکم فرمایا اور انہوں نے بھی وہی عذر دہرایا۔ آخر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔ ظاہر کچھ باطن کچھ) چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ

وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ ((رَجُلٌ رَقِيقٌ)).
کی زندگی میں امامت کی اور حسین بن علی جعفری نے زائدہ سے
”رجل رقیق“ کے الفاظ نقل کئے کہ ابو بکر نرم دل آدمی ہیں۔ [راجع: ۶۷۸]

یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیوں سے وہ عورتیں مراد ہیں جن کو زلیخا نے جمع کیا تھا جنہوں نے بظاہر زلیخا کو اس کی محبت پر ملامت کی تھی مگر دل سے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے متاثر تھیں۔ آنحضرت ﷺ کا مقصد اس جملہ سے یہ تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری یہ رائے ظاہری طور پر ہے ورنہ دل سے ان کی امامت تسلیم ہے۔

۳۳۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: ((اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مَبِينًا كَسَبِي يُونُسَ)).
(۳۳۸۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے اعرج نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے، اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! تمام ضعیف اور کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت گرفت میں پکڑ لے۔ اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانے کی سی قسط سالی ان (ظالموں) پر نازل فرما۔

۳۳۸۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السَّجْنِ مَا لَبِثَ يُونُسُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لِأَجْبَتِهِ)). [راجع: ۳۳۷۲]
(۳۳۸۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد بن اسماء ابن اخی جویریہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے جویریہ بن اسماء نے بیان کیا، ان سے مالک نے بیان کیا، ان سے زہری نے بیان کیا، ان کو سعید بن مسیب اور ابو عبیدہ نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ وہ زبردست رکن (یعنی خداوند کریم) کی پناہ لیتے تھے اور اگر میں اتنی مدت تک قید میں رہتا جتنی یوسف علیہ السلام رہے تھے اور پھر میرے پاس (بادشاہ کا آدمی) بلانے کے لئے آتا تو میں فوراً اس کے ساتھ چلا جاتا۔

آنحضرت ﷺ حضرت یوسف کے صبر و استقلال کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے اپنی برأت کا صاف شہادی اعلان ہوئے بغیر جیل خانہ چھوڑنا پسند نہیں فرمایا۔ ﴿رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي﴾ (یوسف: ۳۳) آیت سے بھی ان کے مقام رفعت و عظیم مرتبت کا اظہار ہوتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین۔ آمین۔ اللہ کے پیاروں کی یہی شان ہوتی ہے۔

۳۳۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا: ((يَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السَّجْنِ مَا لَبِثَ يُونُسُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لِأَجْبَتِهِ)).
(۳۳۸۸) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم کو محمد بن فضیل

نے خبر دی، کہا ہم سے حصین نے بیان کیا، ان سے سفیان نے، ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بہتان تراشا گیا تھا اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاریہ عورت ہمارے یہاں آئی اور کہا کہ اللہ فلاں (مسطح بن اثامہ) کو تباہ کر دے اور وہ اسے تباہ کر بھی چکا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا، آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اسی نے تو یہ جھوٹ مشہور کیا ہے۔ پھر انصاریہ عورت نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا سارا) واقعہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی والدہ سے) پوچھا کہ کونسا واقعہ ہے؟ تو ان کی والدہ نے انہیں واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا یہ قصہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہو گیا ہے؟ ان کی والدہ نے بتایا کہ ہاں۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ایک بات ان سے ایسی کہی گئی تھی اور اسی کے صدمے سے ان کو بخار آ گیا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھاؤں جب بھی آپ لوگ میری بات نہیں مان سکتے اور اگر کوئی عذر بیان کروں تو اسے بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ بس میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی سی ہے (کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی من گھڑت کہانی سن کر فرمایا تھا کہ) ”جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر اللہ ہی کی مدد چاہتا ہوں۔“ اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ نازل فرمایا۔ جب آنحضرت ﷺ نے اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کسی اور کا نہیں۔

ابن فضیل حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَفْيَانَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : ((سَأَلْتُ أُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا قِيلَ فِيهَا مَا قِيلَ قَالَتْ : بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ، إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُولُ: فَعَلَ اللَّهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ. قَالَتْ: فَقُلْتُ: لِمَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ نَمَى ذِكْرَ الْحَدِيثِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَيُّ حَدِيثٍ؟ فَأَخْبَرْتَهَا. قَالَتْ: فَسَمِعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَخَرَّتْ مَغْشِيًا عَلَيْهَا، فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ. فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((مَا لِهَذِهِ؟)) قُلْتُ حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيثٍ تَحَدَّثَ بِهِ. فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ: وَاللَّهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُونَنِي، وَلَئِنْ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْدِرُونَنِي، فَمَثَلَنِي وَمَثَلَكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوبَ وَبَنِيهِ، وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ. فَأَنْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ مَا أَنْزَلَ، فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ: بِحَمْدِ اللَّهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ)).

[أطرافه في : ٤١٤٣، ٤٦٩١، ٤٧٥١].

حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے ذکر سے ترجمہ باب نکلتا ہے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دوسرے طرق کی طرف بھی اشارہ کیا ہو جس میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوران گفتگو یوں کہا کہ مجھ کو حضرت یعقوب

لَتَشْرَحَ

ﷺ کا نام یاد نہ آیا تو میں نے یوسف کا باپ کہہ دیا۔
 ۳۳۸۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا
 اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ:
 ((أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللَّهِ : ((حَتَّى إِذَا
 اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُوا أَنَّهُمْ قَدْ كَذَّبُوا))
 أَوْ كَذَّبُوا، قَالَتْ: بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ،
 فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقْبَلُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ
 كَذَّبُوهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ. فَقَالَتْ: يَا عُرَيْثُ،
 لَقَدْ اسْتَقْبَلُوا بِذَلِكَ، فَقُلْتُ: فَلَعَلَّهَا ((أَوْ
 كَذَّبُوا)) قَالَتْ: مَعَاذَ اللَّهِ، لَمْ تَكُنْ
 الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بَرَبِّهَا، وَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ
 قَالَتْ: هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا
 بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ
 وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمْ النُّصْرُ، حَتَّى إِذَا
 اسْتَيْسَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُوا
 أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللَّهِ)).
 قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: ((اسْتَيْسَسُوا)) اسْتَفْعَلُوا
 مِنْ يَنْسَتْ. مِنْهُ مِنْ يُوسُفَ
 ((لَا تَيَاسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ)) مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ.
 [أطرافه في : ٤٥٢٥، ٤٦٩٥، ٤٦٩٦].

(۳۳۸۹) ہم سے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، کہا کہ مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت کے متعلق پوچھا ”حتی اذا استیسس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا“ (تشدید کے ساتھ) ہے یا کذبوا (بغیر تشدید کے) یعنی یہاں تک کہ جب انبیاء ناامید ہو گئے اور انہیں خیال گزرنے لگا کہ انہیں جھٹلایا گیا تو اللہ کی مدد پہنچی تو انہوں نے کہا کہ (یہ تشدید کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ) ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر معنی کیسے بنیں گے، پیغمبروں کو یقین تھا ہی کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا رہی ہے۔ پھر قرآن میں لفظ ”ظن“ گمان اور خیال کے معنی میں استعمال کیوں کیا گیا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے چھوٹے سے عروہ! بے شک ان کو تو یقین تھا میں نے کہا تو شاید اس آیت میں بغیر تشدید کے کذبوا ہو گا یعنی پیغمبر یہ سمجھے کہ اللہ نے جو ان کی مدد کا وعدہ کیا تھا وہ غلط تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا معاذ اللہ! انبیاء اپنے رب کے ساتھ بھلا ایسا گمان کر سکتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مراد یہ ہے کہ پیغمبروں کے تابعدار لوگ جو اپنے مالک پر ایمان لائے تھے اور پیغمبروں کی تصدیق کی تھی ان پر جب مدت تک خدا کی آزمائش رہی اور مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبر لوگ اپنی قوم کے جھٹلانے والوں سے ناامید ہو گئے (سمجھے کہ اب وہ ایمان نہیں لائیں گے) اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان کے تابعدار بنے ہیں وہ بھی ان کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے، اس وقت اللہ کی مدد آن پہنچی۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ استیسسوا افتعلوا کے وزن پر ہے جو ینست منه سے نکلا ہے، ای من یوسف (سورہ یوسف کی آیت کا ایک جملہ ہے یعنی زلیخا یوسف علیہ السلام سے ناامید ہو گئی) ﴿لَا تَيَاسُوا مِنْ رُوحِ اللَّهِ﴾ (یوسف: ۸۷) یعنی اللہ سے امید رکھو ناامید نہ ہو۔

(۳۳۹۰) مجھے عبدہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے

۳۳۹۰- أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ

عبدالصمد نے بیان کیا۔ ان سے عبدالرحمن نے بیان کیا، ان سے ان کے والد عبداللہ بن دینار نے بیان کیا اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شریف بن شریف بن شریف بن شریف یوسف: ”یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام“ ہیں۔

الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((الكَرِيمُ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنُ الْكَرِيمِ ابْنُ الْكَرِيمِ يُوسُفُ بْنُ يُعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)).

[راجع: ۳۳۸۲]

ان جملہ روایات میں کسی نہ کسی سلسلے سے یوسف علیہ السلام کا ذکر غیر آیا ہے۔ اسی لئے ان کو اس باب کے ذیل بیان کیا گیا۔

باب (سورۃ انبیاء میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان

”اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری نے آگھیرا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔“ (سورۃ ص میں) ارکض برجلک، بمعنی اضرب (یعنی اپنا پاؤں زمین پر مار) یرکضون بمعنی یعدون (سورۃ انبیاء میں) یعنی دوڑتے ہیں)

(۳۳۹۱) مجھ سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر بن خردی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایوب علیہ السلام ننگے غسل کر رہے تھے کہ سونے کی مڈیاں ان پر گر گئیں۔ وہ ان کو اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! جو کچھ تم دیکھ رہے ہو (سونے کی مڈیاں) کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہیں کر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ صحیح ہے، اے رب العزت لیکن تیری برکت سے میں کس طرح بے پروا ہو سکتا ہوں۔

۲۰۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ﴾. ﴿ارْكُضْ﴾. اضْرِبْ. ﴿يَرْكُضُونَ﴾ : يَغْدُونَ.

۳۳۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ غُرْبَانَا خَرَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ يَخْشِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَىٰ رَبَّهُ: يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنِيكَ عَمَّا تَرَىٰ؟ قَالَ: بَلَىٰ يَا رَبِّ وَلَكِنْ لَا غِنَىٰ لِي عَنْ بَرَكَتِكَ)).

[راجع: ۲۷۹]

باب (سورۃ مریم میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور یاد کرو کتاب

(قرآن مجید) میں موسیٰ علیہ السلام کو کہ وہ چنا ہوا بندہ اور رسول و نبی تھا اور ہم نے طور کی داہنی طرف سے انہیں آواز دی اور سرگوشی کے لئے انہیں نزدیک بلایا اور ان کے لئے اپنی مہربانی سے ہم نے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا۔ واحد، تشبیہ اور جمع سب کے لئے لفظ نجی بولا

۲۱۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا. وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا﴾. ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ

جاتا ہے۔ سورہ یوسف میں ہے خلصوا نجیا یعنی اکیلے میں جا کر مشورہ کرنے لگے (اگر نجی کا لفظ مفرد کے لیے استعمال ہوا ہو تو) اس کی جمع انجیۃ ہوگی۔ سورہ مجادلہ میں لفظ یتناجون بھی اسی سے نکلا ہے۔

هَارُونَ نَبِيًّا يُقَالُ لِلْوَاكِدِ وَالْإِنْتِنِ وَالْجَمِيعِ : نَجِيٍّ. وَيُقَالُ : خَلَصُوا نَجِيًّا اغْتَزَلُوا نَجِيًّا، وَالْجَمِيعُ أَنْجِيَّةٌ يَتَنَاجَوْنَ.

تفسیر اسرائیلی پیغمبروں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر صاحب شریعت نبی ہیں۔ ان کے ذکر خیر میں قرآن مجید کی بیشتر آیات نازل ہوئی ہیں۔ ان کی پیدائش اور بعد کی پوری زندگی قدرت الہی کا بہترین نمونہ ہے۔ وقت کی ایک جابر حکومت سے ٹکر لینا بلکہ اس کا تختہ الٹ دینا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ اللہ پاک نے ان پر اپنی مقدس کتاب توراۃ نازل فرمائی جس کے بارے میں قرآن مجید کی شہادت ہے ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا الْقُرْآنَ فِيهَا هُذًى وَ نُورًا﴾ (المائدہ: ۴۴)

باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور فرعون کے خاندان کے ایک مومن مرد (شمعان نامی) نے کہا جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد مسرف کذاب تک۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ - إِلَى - مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَابٌ﴾ [غافر: ۲۸]

(۳۳۹۲) ہم سے عبد اللہ بن یوسف تیسری نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، پھر نبی کریم ﷺ (غار حراء سے) ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹ آئے تو آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ نصرانی ہو گئے تھے اور انجیل کو عربی میں پڑھتے تھے۔ ورقہ نے پوچھا کہ آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ نے انہیں بتایا تو انہوں نے کہا کہ یہی ہیں وہ ”ناموس“ جنہیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اور اگر میں تمہارے زمانے تک زندہ رہا تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ ناموس محرم راز کو کہتے ہیں جو ایسے راز سے بھی آگاہ ہو جو آدمی دوسروں سے چھپائے۔

۳۳۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : ((فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى خَدِيجَةَ يَرْجُفُ فَوَادُهُ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ إِلَى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ - وَكَانَ رَجُلًا تَنْصُرُ، يَقْرَأُ الْإِنْجِيلَ بِالْعَرَبِيَّةِ - فَقَالَ وَرَقَةُ: مَاذَا تَرَى؟ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ وَرَقَةُ: هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى، وَإِنْ أَذْرَكْنِي يَوْمَكَ أَنْصُرَكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا)). النَّامُوسُ: صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلَعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ.

[راجع: ۳]

باب اللہ تعالیٰ کا (سورہ طہ) میں فرمانا۔

اے نبی تو نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا ہے جب انہوں نے آگ دیکھی۔ آخر آیت بالواد المقدس طوی، تک۔ انست کا معنی میں نے آگ دیکھی (تم یہاں ٹھہرو) میں اس میں سے ایک چنگاری

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ :

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى إِذْ رَأَى نَارًا - إِلَى قَوْلِهِ - بِالْوَادِي الْمَقْدَسِ طَوًى﴾ [طہ: ۹-۱۲] ﴿أَنْسَتْ﴾ أَبْصَرَتْ

تمہارے پاس لے آؤں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، مقدس کا معنی مبارک۔ طوی اس وادی کا نام تھا جہاں اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ سیرتھا یعنی پہلی حالت پر۔ نہئی یعنی پرہیزگاری۔ بملکنا یعنی اپنے اختیار سے۔ ہوی یعنی بدبخت ہوا۔ فارغا یعنی موسیٰ کے سوا اور کوئی خیال دل میں نہ رہا۔ رداء یعنی فریاد رس یا مددگار۔ بیطش بضم ط اور بیطش بکسر ط دونوں طرح قرأت ہے۔ یاتمرون یعنی مشورہ کرتے ہیں۔ جذوة یعنی لکڑی کا ایک موٹا ٹکڑا جس میں سے آگ کا شعلہ نہ نکلے (صرف اس کے منہ پر آگ روشن ہو) سشد عضدک یعنی تیری مدد کریں گے۔ جب تو کسی چیز کو زور دے گویا تو نے اس کو عضد بازو دیا۔ (یہ سب تفسیریں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں) اوروں نے کہا عقدہ کا معنی یہ ہے کہ زبان سے کوئی حرف یہاں تک کہ تیا ف بھی نہ نکل سکے۔ ازری یعنی پیٹھ فیسحتکم یعنی تم کو ہلاک کرے۔ مثلی امثل کی مؤنث ہے۔ یعنی تمہارا دین خراب کرنا چاہتے ہیں۔ عرب لوگ کہتے ہیں۔ خذ المثلی خذ الامثل یعنی اچھی روش، اچھا طریقہ سنبھال۔ ثم انتوا صفا یعنی قطار باندھ کر آؤ۔ عرب لوگ کہتے ہیں آج تو صف میں گیا یا نہیں یعنی نماز کے مقام پر۔ فاو جس یعنی موسیٰ کا دل دھڑکنے لگا خیفۃ کی اصل خوفۃ تھی واؤ کو بوجہ کسرہ ما قبل کے ی سے بدل دیا گیا فی جذوع النخل یعنی علی جذوع النخل۔ خطبک یعنی تیرا حال۔ مساس مصدر ہے ماسہ مساسا سے۔ لامساس یعنی تجھ کو کوئی نہ چھوئے، نہ تو کسی کو چھوئے۔ لنسفنہ یعنی ہم اس کو راہ کر کے دریا میں اڑا دیں گے۔ لا تضحی ضحی سے ہے یعنی گرمی۔ قضیہ یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلی جا کبھی قص کا معنی کہنا اور بیان کرنا بھی آتا ہے۔ (سورۃ یوسف میں) اسی سے نحن نقص علیک ہے۔ لفظ عن جنب اور عن جنابۃ اور عن اجتناب سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی دور سے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا علی قدر یعنی وعدے پر۔ لاتنیا یعنی سستی نہ کرو۔ بیسا یعنی خشک۔ من زینۃ القوم۔ یعنی زیور میں سے

﴿نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ﴾ الْآيَةِ.
 قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿الْمُقَدَّسُ﴾: الْمُبَارَكُ.
 ﴿طَوًى﴾: اسْمُ الْوَادِي. ﴿سِيرَتَهَا﴾:
 حَالَتَهَا. ﴿وَالنُّهْيُ﴾: التَّقْيُ. ﴿بِمَلَكِنَا﴾:
 بِأَمْرِنَا. ﴿هُوًى﴾: شَقِي. ﴿فَارِغًا﴾: إِلَّا
 مِنْ ذِكْرِ مُوسَى. ﴿رَدَّاءٌ﴾: كَيْ يُصَدَّقَنِي،
 وَيُقَالَ: مُعِينًا، أَوْ مُعِينًا. ﴿بِطَشٌ،
 وَيَبْطِشُ﴾. ﴿يَأْتِمُرُونَ﴾: يَتَشَاوِرُونَ.
 وَالْجِذْوَةُ: قِطْعَةُ غَلِيظَةٍ مِنَ الْخَشَبِ
 لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ. ﴿سَشْدُكَ﴾: سَعْيُكَ،
 كُلَّمَا عَزَزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضْدًا.
 وَقَالَ غَيْرُهُ: كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ، أَوْ
 فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَاوَاةٌ فَهِيَ: ﴿عُقْدَةٌ﴾.
 ﴿أَزْرِي﴾: ظَهْرِي. ﴿فِيَسْحَتُكُمْ﴾:
 فَيَهْلِكُكُمْ. ﴿الْمَثَلِي﴾: تَأْنِيْتُ الْأَمْثَلِ،
 يَقُولُ: بِدِينِكُمْ، يُقَالُ: خُذِ الْمَثَلِي خُذِ
 الْأَمْثَلِ. ﴿ثُمَّ أَنْتَوَا صَفًّا﴾ يُقَالُ: هَلْ
 أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ؟ يَعْنِي الْمُصَلِّيَ الَّذِي
 يُصَلِّي فِيهِ. ﴿فَاَوْجَسَ﴾: أَضْمَرَ خَوْفًا،
 فَذَهَبَ الْوَاوُ مِنْ ﴿خَيْفَةٍ﴾ لِكُسْرَةِ
 الْحَاءِ. ﴿فِي جُذُوعِ النَّخْلِ﴾: عَلَى
 جُذُوعِ. ﴿خَطْبُكَ﴾: بِأَلْكَ. ﴿مِسَاسٌ﴾:
 مَصْدَرُ مَاسَهُ مِسَاسًا. ﴿لَنْسَفْنَهُ﴾:
 لَنُذَرِّيَنَهُ. ﴿الضَّحَاءُ﴾: الْحَرُّ. ﴿قَضِيَّهِ﴾:
 اتَّبَعِي أَثَرَهُ، وَقَدْ يَكُونُ أَنْ نَقُصَّ الْكَلَامَ
 ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾. ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾ عَنْ
 بَعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ اجْتِنَابٍ وَاحِدٌ.

جوبنی اسرائیل نے فرعون والوں سے مانگ کر لئے تھے۔ فَقَذَفْنَاهَا یعنی میں نے اس کو ڈال دیا۔ القی یعنی بتایا۔ فنسی اس کا مطلب یہ ہے کہ سامری اور اس کے لوگ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے غلطی کی جو اس پچھڑے کو خدا نہ سمجھ کر دوسری جگہ چل دیا۔ ان لا يرجع الیہم قولاً۔ یعنی وہ پچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

فَالْمُجَاهِدُ: ﴿عَلَى قَدَرٍ﴾: مَوْعِدٍ. ﴿لَا تَبْسَا﴾: لَا تَضْعَفَا. ﴿يَبْسَا﴾: يَابَسَا. ﴿مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ﴾: التَّحْلِي الَّذِي اسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ. ﴿فَقَذَفْنَاهَا﴾: أَلْقَيْنَاهَا. ﴿أَلْقَى﴾: صَنَعَ ﴿فَنَسِيَ﴾: مُوسَى: هُمْ يَقُولُونَ الرَّبُّ أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ قَوْلًا فِي الْعِجْلِ.

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں قرآن مجید کے بہت سے ان الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے جو مختلف آیات میں بہ سلسلہ ذکر موسیٰ علیہ السلام وارد ہوئے ہیں۔ قرآن پاک کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے موقع بہ موقع ان الفاظ کا سمجھنا بھی ضروری ہے اور ایسے شائقین کرام کے لئے بخاری شریف کے اس مقام سے بہترین روشنی مل سکے گی۔ اللہ پاک ہر مسلمان مرد اور عورت کو قرآن پاک اور بخاری شریف کا مطالعہ کرنے اور غور و تدبر کے ساتھ ان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ یہ بات ہر بھائی کو یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے سرسری مطالعہ کافی نہیں ہے۔ جو لوگ محض سرسری مطالعہ کر کے ان پاکیزہ علوم کے ماہر بنا چاہتے ہیں وہ ایک خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث کو گہری نگاہ سے بار بار مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سچ ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (العنکبوت: ۶۹) آیت شریفہ کے مذکورہ مجاہدہ میں کتاب و سنت کا بنظر بصیرت گہرا مطالعہ کرنا بھی داخل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۳۳۹۳) ہم سے ہدیبہ بن خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس رات کے متعلق بیان کیا، جس میں آپ کو معراج ہوا کہ جب آپ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں ہارون علیہ السلام سے ملے۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ہارون علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا، خوش آمدید، صالح بھائی اور صالح نبی۔ اس حدیث کو قتادہ کے ساتھ ثابت بنانی اور عباد بن ابی علی نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۳۳۹۳- حَدَّثَنَا هُدَيْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ ((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةٍ أُسْرِيَ بِهِ، حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَإِذَا هَارُونُ، قَالَ: هَذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)). تَابَعَهُ ثَابِتٌ وَعَبَادُ بْنُ أَبِي عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ۳۲۰۷]

بعض نسخوں میں اس مقام پر باب نمبر ۳۲ جو گذشتہ صفحات میں گذرا ہے بیان ہوا ہے۔ البتہ اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں ہوئی۔

باب (سورہ طہ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان اور کیا تجھ کو موسیٰ کا

۲۴- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

واقعہ معلوم ہوا ہے اور (سورہ نساء میں) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا

﴿وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى - وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾

اللہ کا کلام کرنا برحق ہے جس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس میں کرید کرنا بدعت ہے۔

(۳۳۹۴) ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام بن یوسف نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انیس زہری نے، انیس سعید بن مسیب نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس رات کی کیفیت بیان کی جس میں آپ کو معراج ہوا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ایک دبلے پتلے سیدھے بالوں والے آدمی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنوہ میں سے ہوں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا، وہ میانہ قد اور نہایت سرخ و سفید رنگ والے تھے۔ ایسے تروتازہ اور پاک و صاف کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل خانہ سے نکلے ہیں اور میں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی اولاد میں سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر دو برتن میرے سامنے لائے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ دونوں چیزوں میں سے آپ کا جو بی چاہے پیجئے، میں نے دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے پی گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا (دودھ آدمی کی پیدائشی غذا ہے) اگر اسکے بجائے آپ نے شراب پی ہوتی تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(۳۳۹۵) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا ہم سے غندر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے ابو العالیہ نے بیان کیا اور ان سے تمہارے نبی کے چچا زاد بھائی یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی شخص کو یوں نہ کہنا چاہئے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں، حضور ﷺ نے ان کا نام ان کے والد کی طرف منسوب کر کے لیا۔

(۳۳۹۶) اور حضور ﷺ نے شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

۳۳۹۴ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَيْلَةُ أُسْرِي بِي رَأَيْتُ مُوسَى وَإِذَا رَجُلٌ ضَرَبَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَوْءَةٍ، وَرَأَيْتُ عِيسَى فَإِذَا رَجُلٌ رُبْعَةٌ أَحْمَرٌ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ، وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ بِهِ. ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ: اشْرَبْ أَيُّهُمَا شِئْتَ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ، فَقِيلَ: أَخَذْتَ الْفِطْرَةَ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ)).

[أطرافه في: ۳۴۳۷، ۴۷۰۹، ۵۵۷۶، ۵۶۰۳].

۳۳۹۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ: قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمٍّ نَبِيَكُمْ - يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ: أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى. وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ)).

[أطرافه في: ۳۴۱۳، ۴۶۳۰، ۷۵۳۹].

۳۳۹۶ - وَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ

موسیٰ علیہ السلام گندم گوں اور دراز قد تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قبیلہ شنوءہ کے کوئی صاحب ہوں اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بال والے اور میانہ قد کے تھے اور حضور ﷺ نے داروغہ جہنم مالک کا بھی ذکر فرمایا اور دجال کا بھی۔

(۳۳۹۷) ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ایوب سختیانی نے بیان کیا، ان سے سعید بن جبیر کے صاحبزادے (عبد اللہ) نے اپنے والد سے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَهُمْ يَصُومُونَ يَوْمًا - يَغْنِي عَاشُورَاءَ - فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى، وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ، فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا لِلَّهِ. فَقَالَ: أَنَا أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ)). [راجع: ۲۰۰۴]

ان جملہ مرویات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر وارد ہوا ہے۔ احادیث اور باب میں یہی وجہ مناسبت ہے۔ دیگر امور مذکورہ فرمنا ذکر میں آگئے ہیں۔

۲۵- باب

باب سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ کیا پھر اس میں دس راتوں کا اور اضافہ کر دیا اور اس طرح ان کے رب کی میعاد چالیس راتیں پوری کر دیں۔“ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری غیر موجودگی میں میری قوم میں میرے خلیفہ رہو۔ اور ان کے ساتھ نرم رویہ رکھنا اور مفسدوں کے راستے پر مت چلنا۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے ٹھہرائے ہوئے وقت پر (ایک چلہ کے) بعد آئے اور ان کے رب نے ان سے گفتگو کی تو انہوں نے عرض کیا میرے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھ کو دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔“ اللہ تعالیٰ کے آخر ارشاد وانا اول المومنین تک۔ عرب لوگ بولتے ہیں دیکہ یعنی اسے ہلا دیا۔ اسی سے ہے (سورۃ قاحہ میں) فدکنا دیکہ

فَقَالَ: ((مُوسَى آدَمَ طَوَالَ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنْوَاءَ. وَقَالَتْ: عَيْسَى جَعْدٌ مَرْبُوعٌ، وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، وَذَكَرَ الدَّجَالَ)). [ر ح: ۳۲۳۹]

۳۳۹۷- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: ((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَهُمْ يَصُومُونَ يَوْمًا - يَغْنِي عَاشُورَاءَ - فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى، وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ، فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا لِلَّهِ. فَقَالَ: أَنَا أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ، فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ)). [راجع: ۲۰۰۴]

قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى: ﴿وَوَاعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ فَنَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ: اخْلُفْنِي فِي قَوْمٍ وَأَصْلِحْ، وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ. وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ: رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ، قَالَ: لَنْ تَرَانِي - إِلَى قَوْلِهِ - وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ. يُقَالُ ذَكَهُ: زُنْزَلُهُ فَذَكَّنَا، فَذَكَّنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَحْدَةِ كَمَا قَالَ اللَّهُ غَزَوْا جَلَّ: ﴿إِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

واحدہ تشنیہ کا صیغہ اس طرح درست ہوا کہ یہاں پہاڑوں کو ایک چیز فرض کیا اور زمین کو ایک چیز، قاعدے کے موافق یوں ہونا تھا فد ککن بصیغہ جمع۔ اس کی مثال وہ ہے جو سورہ انبیاء میں ہے ﴿ان السموات والارض کانتا رتقا﴾ اور یوں نہیں فرمایا کن رتقا بہ صیغہ جمع (حالانکہ قیاس یہی چاہتا تھا) رتقا کے معنی جڑے ہوئے ملے ہوئے۔ اشریوا (جو سورہ بقرہ میں ہے) اس شرب سے نکلا ہے جو رنگنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے عرب لوگ کہتے ہیں ثوب مشرب یعنی رنگا ہوا کپڑا (سورہ اعراف میں) ننتقا کا معنی ہم نے اٹھالیا۔

(۳۳۹۸) ہم سے محمد بن یوسف بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن یحییٰ نے، ان سے ان کے والد یحییٰ بن عمارہ نے اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے ہوں گے یا (بے ہوش ہی نہیں کئے گئے ہوں گے بلکہ) انہیں کوہ طور کی بے ہوشی کا بدلہ ملا ہو گا۔

(۳۳۹۹) مجھ سے عبد اللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے (سلوٹی کا گوشت جمع کر کے نہ رکھتے) تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ اور اگر حوا نہ ہوتیں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے دغانہ کرتیں) تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت کبھی نہ کرتی۔

مطلب یہ ہے کہ گوشت کو جمع کرنے کی عادت بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی۔ پس گوشت سڑنا شروع ہو گیا۔ اگر یہ عادت اختیار نہ کی جاتی اور گوشت کو بروقت کھالیا جاتا تو اس کے سڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اسی طرح حضرت حواء حضرت آدم علیہ السلام سے دغانہ کرتیں تو ان کی بیٹیوں میں بھی یہ خوپیدا نہ ہوتی۔ اللہ پاک مکرین حدیث کو سمجھ دے کہ فہم حدیث کے لئے وہ عقل سلیم سے کام لیں۔

باب سورہ اعراف میں طوفان سے مراد سیلاب کا طوفان ہے بکثرت اموات کو بھی طوفان کہتے ہیں۔

كَانَتَا رَتْقًا ۖ وَلَمْ يَكُنْ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. ﴿أَشْرَبُوا﴾ ثَوْبٌ مُشْرَبٌ مَصْبُوغٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿انْبَجَسَتْ﴾ انْفَجَرَتْ. ﴿وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾: رَفَعْنَا.

۳۳۹۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((النَّاسُ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوزِي بِصَعْقَةِ الطُّورِ)). [راجع: ۲۴۱۲]

۳۳۹۹- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَوْ لَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ، وَلَوْلَا حَوَاءُ لَمْ تَخْنُ أَنْفَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ)).

۲۶- بَابُ طُوفَانٍ مِنَ السَّيْلِ

وَيُقَالُ: لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ: طُوفَانٌ

﴿الْقَمَلُ﴾: الْحَمَانُ يُشْبِهُ صِعَارَ الْحَلَمِ. ﴿حَقِيقٌ﴾ حَقٌّ. ﴿سُقِطٌ﴾: كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ.

القمل اس چمچڑی کو کہتے ہیں جو چھوٹی جوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ حقیق بمعنی حق لازم۔ سقط بمعنی نام ہوا۔ جو شخص شرمندہ ہوتا ہے اس کے لئے عرب لوگ کہتے ہیں سقط فی یدہ تو (گویا) وہ اپنے ہاتھ میں گر پڑا۔

یعنی کبھی ہاتھ کو دانتوں سے شدت غم میں کاٹتا ہے اور کبھی ہاتھ سے دوسری حرکتیں کرتا ہے جو غم و الم کو ظاہر کرتی ہیں۔

سورۃ اعراف کی پوری آیت یہ ہے۔ ﴿فَازْهَلْنَا عَنْهُمْ الْغَوَاةَ وَالْجَوَاذِ وَالْقَمَلُ وَالصَّفَادُغَ وَالْذَّمَّ ابْنُ مَقْصَلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ﴾ (الاعراف: ۱۳۳) یعنی ہم نے فرعونوں پر طوفان کا عذاب نازل کیا (ایک ہفتہ برابر پانی برساتا رہا) اور نڈی دل بھیجا اور جو کیں اور مینڈک بکثرت پیدا ہو گئے اور خون کا عذاب نازل کیا جو ہماری قدرت کے کھلے ہوئے نشانات تھے۔ ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی وہ لوگ متکبر اور مجرم ہی بنے رہے۔ ان عذابوں کا ذکر توراۃ میں بھی آیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ دریائے نیل کا پانی لو کی طرح ہو گیا تھا اور تمام مچھلیاں مر گئی تھیں (خروج) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پر ان ہی سے متعلق چند الفاظ کی وضاحت فرمائی ہے۔

۲۷- بَابُ حَدِيثِ الْخَضِرِ مَعَ

مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

کے واقعات

۳۴۰۰) ہم سے عمرو بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ حبرن قیس فرزاری رضی اللہ عنہ سے صاحب موسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا۔ پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا اور کہا کہ میرا اپنے ان ساتھی سے صاحب موسیٰ کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے جن سے ملاقات کے لئے موسیٰ رضی اللہ عنہ نے راستہ پوچھا تھا، کیا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ موسیٰ رضی اللہ عنہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا، کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو اس تمام زمین پر آپ سے زیادہ علم رکھنے والا ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ رضی اللہ عنہ پر وحی نازل کی کہ کیوں نہیں، ہمارا بندہ خضر ہے۔ موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان تک پہنچنے کا راستہ

۳۴۰۰- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبِيدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْبَحْرُ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُوَ خَضِرٌ، فَمَرَّ بِهِمَا أَبِي بْنُ كَعْبٍ، فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ: إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلَى لَقِيهِ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ شَأْنَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ؟ قَالَ: لَا. فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى: بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ،

پوچھا تو انہیں مچھلی کو اس کی نشانی کے طور پر بتایا گیا اور کہا گیا کہ جب مچھلی گم ہو جائے (تو جہاں گم ہوئی ہو وہاں) واپس آ جانا وہیں ان سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام دریا میں (سفر کے دوران) مچھلی کی برابر نگرانی کرتے رہے۔ پھر ان سے ان کے رفیق سفر نے کہا کہ آپ نے خیال نہیں کیا جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تو میں مچھلی کے متعلق آپ کو بتانا بھول گیا تھا اور مجھے شیطان نے اسے یاد رکھنے سے غافل رکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی کی تو ہمیں تلاش ہے چنانچہ یہ بزرگ اسی راستے سے پیچھے کی طرف لوٹے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ان دونوں کے ہی وہ حالات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ، فَجُعِلَ لَهُ
الْحُوتُ آيَةً، وَقِيلَ لَهُ: إِذَا فَقَدْتَ
الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ، فَكَانَ يَتَّبِعُ
الْحُوتَ فِي الْبَحْرِ، فَقَالَ لِمُوسَى قَتَاةُ:
أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ
الْحُوتَ وَمَا أُنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ
أَذْكُرَهُ. فَقَالَ مُوسَى: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي،
فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا، فَوَجَدَا
خَضِرًا، فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللَّهُ
فِي كِتَابِهِ)). [راجع: ۷۴]

تفسیر قرآن مجید کی سورہ کف میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس ملاقات کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ بت سے ظاہری امور قابل اعتراض نظر آ جاتے ہیں مگر ان کی حقیقت کھلنے پر ان کا حق ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے فتویٰ دینے میں ہر ہر پہلو پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ پاک علماء و فقہاء سب کو نیک سمجھ عطا کرے کہ وہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بصیرت حاصل کریں۔ آمین۔

(۳۴۰۱) ہم سے علی بن عبد اللہ مدینی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، کہا ہم سے سعید بن جبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوف بکالی یہ کہتا ہے کہ موسیٰ صاحب خضر بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں بلکہ وہ دوسرے موسیٰ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دشمن خدا نے بالکل غلط بات کہی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے کہ ان سے پوچھا گیا کون سا شخص سب سے زیادہ علم والا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ کیوں نہیں میرا ایک بندہ ہے جہاں دو دریا آ کر ملتے ہیں وہاں رہتا ہے اور تم سے زیادہ علم والا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے رب

۳۴۰۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا
سُفْيَانٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ:
أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ: ((قُلْتُ لَابْنِ
عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى
صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسَى بَنِي
إِسْرَائِيلَ، إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ، فَقَالَ:
كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ مُوسَى
قَامَ خَطْبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فُسِيلَ: أَيُّ
النَّاسِ أَعْلَمُ؟ فَقَالَ: أَنَا. فَعَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ
إِذْ لَمْ يَزِدْ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ: بَلَى، لِي
عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ.
قَالَ: أَيُّ رَبٍّ وَمَنْ لِي بِهِ؟ - وَرُبَّمَا قَالَ

العالمین! میں ان سے کس طرح مل سکوں گا؟ سفیان نے (اپنی روایت میں یہ الفاظ) بیان کئے کہ ”اے رب!“ ”کیف لی بہ“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک مچھلی پکڑ کر اسے اپنے تھیلے میں رکھ لینا، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس میرا وہ بندہ وہیں تم کو ملے گا۔ بعض دفعہ راوی نے (بجائے فہوئم کے) فہوئمہ کہا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لے لی اور اسے ایک تھیلے میں رکھ لیا۔ پھر وہ اور ایک ان کے رفیق سفر یوشع بن نون روانہ ہوئے، جب یہ چٹان پر پہنچے تو سرسے ٹیک لگالی، موسیٰ علیہ السلام کو نیند آگئی اور مچھلی تڑپ کر نکلی اور دریا کے اندر چلی گئی اور اس نے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا اور وہ محراب کی طرح ہو گئی، انہوں نے واضح کیا کہ یوں محراب کی طرح۔ پھر یہ دونوں اس دن اور رات کے باقی حصے میں چلتے رہے، جب دوسرا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سفر سے فرمایا کہ اب ہمارا کھانا لاؤ کیونکہ ہم اپنے اس سفر میں بہت تھک گئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت تک کوئی تھکان محسوس نہیں کی تھی جب تک وہ اس مقررہ جگہ سے آگے نہ بڑھ گئے جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا۔ ان کے رفیق نے کہا کہ دیکھئے تو سہی جب ہم چٹان پر اترے تھے تو میں مچھلی (کے متعلق کہنا) آپ سے بھول گیا اور مجھے اس کی یاد سے شیطان نے غافل رکھا اور اس مچھلی نے تو وہیں (چٹان کے قریب) دریا میں اپنا راستہ عجیب طور پر بنا لیا تھا۔ مچھلی کو تو راستہ مل گیا اور یہ دونوں حیران تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی وہ جگہ تھی جس کی تلاش میں ہم نکلے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں اسی راستے سے پیچھے کی طرف واپس ہوئے اور جب اس چٹان پر پہنچے تو وہاں ایک بزرگ اپنا سارا جسم ایک کپڑے میں لپیٹے ہوئے موجود تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا پھر کہا کہ تمہارے خطے میں سلام کا رواج کہاں سے آگیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا، بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا کہ جی ہاں۔ میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے وہ

سَفِيَانُ: أَيُّ رَبِّ وَكَيْفَ لِي بِهِ؟ - قَالَ: تَأْخُذْ حُوتًا فَتَجْعَلْهُ فِي مِكْتَلٍ، حَيْثُمَا فَقَدْتَ الْحُوتَ فَهُوَ ثَمٌّ - وَرَبَّمَا قَالَ: فَهُوَ ثَمَّةٌ - وَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلْهُ فِي مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَقَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُونٍ حَتَّى أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا، فَرَقَدَ مُوسَى، وَاضْطَرَبَ الْحُوتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ، فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا، فَأَمْسَكَ اللَّهُ عَنِ الْحُوتِ جَرِيَّةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ - فَقَالَ: هَكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ - فَأَنْطَلَقْنَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا، حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ لِقَتَاهُ: إِنَّا غَدَاءُنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا. وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ. قَالَ لَهُ قَتَاهُ: أَرَأَيْتَ إِذْ أَوْتَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ، وَمَا أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ، وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا، فَكَانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا وَلَهُمَا عَجَبًا. قَالَ لَهُ مُوسَى: ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا - رَجَعَا يَقْصَصَانِ آثَارَهُمَا - حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجَّى بِثَوْبٍ، فَسَلَّمَ مُوسَى، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ: وَأَنْتَ بَارِضُكَ السَّلَامُ قَالَ: أَنَا مُوسَى، قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُكَ لِنُعَلِّمَنِي مِمَّا عَلَّمْتَ رُشْدًا. قَالَ: يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ

علم نافع سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے موسیٰ! میرے پاس اللہ کا دیا ہوا ایک علم ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم سکھایا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے۔ اسی طرح آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا ایک علم ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے اور واقعی آپ ان کاموں کے بارے میں صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”إِمْرًا“ تک آخر موسیٰ اور خضر علیہ السلام دریا کے کنارے کنارے چلے۔ پھر ان کے قریب سے ایک کشتی گزری۔ ان حضرات نے کہا کہ انہیں بھی کشتی والے کشتی پر سوار کر لیں۔ کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کوئی مزدوری لئے بغیر ان کو سوار کر لیا۔ جب یہ حضرات اس پر سوار ہو گئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک کنارے بیٹھ کر اس نے پانی میں اپنی چونچ کو ایک یا دو مرتبہ ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! میرے اور آپ کے علم کی وجہ سے اللہ کے علم میں اتنی بھی کمی نہیں ہوئی جتنی اس چڑیا کے دریا میں چونچ مارنے سے دریا کے پانی میں کمی ہوئی ہوگی۔ اتنے میں خضر علیہ السلام نے کلمہ اڑی اٹھائی اور اسی کشتی میں سے ایک تختہ نکال لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو نظر اٹھائی تو وہ اپنی کلمہ اڑی سے تختہ نکال چکے تھے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ جن لوگوں نے ہمیں بغیر کسی اجرت کے سوار کر لیا انہیں کی کشتی پر آپ نے بری نظر ڈالی اور اسے چیر دیا کہ سارے کشتی والے ڈوب جائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے نہایت ناگوار کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (یہ بے صبری اپنے وعدہ کو بھول جانے کی وجہ سے ہوئی، اس لیے) آپ اس چیز کا مجھ سے مواخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا اور میرے معاملے میں تنگی نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر ہوئی تھیں پھر

عَلَّمْنِيهِ اللَّهُ لَا تَعْلَمُهُ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ عِلْمُكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ. قَالَ: هَلْ أَتَيْتُكَ؟ قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا، وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا - إِلَى قَوْلِهِ - إِمْرًا. فَأَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ كَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمْ، فَقَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ. فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ جَاءَ غَصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْبِ السَّفِينَةِ، فَقَرَفَ فِي الْبَحْرِ نَفْرَةً أَنْ نَفَرْتَيْنِ، قَالَ لَهُ الْخَضِرُ: يَا مُوسَى، مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هَذَا الْغَصْفُورُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ. إِذْ أَخَذَ الْقَاسَ فَنَزَعَ لَوْحًا، فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسَى إِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقُدُومِ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: مَا صَنَعْتَ؟ قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدَتِ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقَتْهَا لِنُفْرَقَ أَهْلُهَا، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا. قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ قَالَ: لَا تَوَاجِدْنِي بِمَا نَسِيتُ، وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي غَسْرًا. فَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا. فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبْيَانِ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَلَعَهُ بِيَدِهِ هَكَذَا - وَأَوْمَأَ سَفْيَانٌ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهُ يَقْطِفُ شَيْئًا - فَقَالَ لَهُ مُوسَى: هَذَا قَتَلْتُ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا. قَالَ:

جب دریائی سفر ختم ہوا تو ان کا گزر ایک بچے کے پاس سے ہوا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر اپنے ہاتھ سے (دھڑ سے) جدا کر دیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے (جدا کرنے کی کیفیت بتانے کے لیے) اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑ رہے ہوں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے ایک جان کو ضائع کر دیا۔ کسی دوسری جان کے بدلے میں بھی یہ نہیں تھا۔ بلاشبہ آپ نے ایک برا کام کیا۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا، کیا میں نے آپ سے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اچھا اس کے بعد اگر میں نے آپ سے کوئی بات پوچھی تو پھر آپ مجھے ساتھ نہ لے چلے گا، بے شک آپ میرے بارے میں حدِ عذر کو پہنچ چکے ہیں۔ پھر یہ دونوں آگے بڑھے اور جب ایک بستی میں پہنچے تو بستی والوں سے کہا کہ وہ انہیں اپنا مہمان بنالیں، لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر اس بستی میں انہیں ایک دیوار دکھائی دی جو بس گرنے ہی والی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا۔ سفیان نے (کیفیت بتانے کے لیے) اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز اوپر کی طرف پھیر رہے ہوں۔ میں نے سفیان سے ”مانلا“ کا لفظ صرف ایک مرتبہ سنا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ تو ایسے تھے کہ ہم ان کے یہاں آئے اور انہوں نے ہماری میزبانی سے بھی انکار کیا۔ پھر ان کی دیوار آپ نے ٹھیک کر دی، اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت ان سے لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بس یہاں سے میرے اور آپ کے درمیان جدا کی ہو گئی جن باتوں پر آپ صبر نہیں کر سکے، میں ان کی تاویل و توجیہ آپ تم پر واضح کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہماری تو خواہش یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ تکوینی واقعات ہمارے لیے بیان کرتا۔ سفیان نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، اگر انہوں نے صبر کیا ہوتا تو ان کے (مزید واقعات) ہمیں معلوم ہوتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (جسور کی قرأت و رانہم

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا؟ قَالَ: اِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي، قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا. فَاْتَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا، فَلَابُوا اَنْ يُصَيِّفُوهُمَا، فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَنْقُضَ ۖ مَا بِلَا - اَوْ مَا بِيَدِهِ هَكَذَا، وَاَشَارَ سَفِيَّانُ كَاَنَّهُ يَمْسَحُ شَيْئًا اِلَىٰ فَوْقَ، فَلَمْ اَسْمَعْ سَفِيَّانَ يَذْكُرُ ((مَا بِلَا)) اِلَّا مَرَّةً - قَالَ: قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُصَيِّفُوْنَا، عَمِدَتْ اِلَىٰ حَائِطِهِمْ ۖ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِمْ اُخْرًا. قَالَ: هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ، سَأُنَبِّئُكَ بِتَاوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِيعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۖ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((وَدِدْنَا اَنْ مُّوسَى كَانَ صَبْرًا فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبْرِهِمَا)). قَالَ سَفِيَّانُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسَى لَوْ كَانَ صَبْرًا يَقْصُ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا)) قَالَ: وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَضَبًا. وَاَمَّا الْغَلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ. ثُمَّ قَالَ لِي سَفِيَّانُ : سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ. قِيلَ لِسَفِيَّانَ: حَفِظْتُهُ قَبْلَ اَنْ تَسْمَعَهُ مِنْ عَمْرُو اَوْ تَحَفِظْتُهُ مِنْ اِنْسَانٍ فَقَالَ: مِمَّنْ اَتَحَفِظُهُ، وَرَوَاهُ اَحَدٌ عَنْ عَمْرُو غَيْرِي؟ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ)).

کے بجائے) ”امامہم ملک یاخذ کل سفینۃ غصبا“ پڑھا ہے۔ اور وہ بچہ (جس کی حضرت خضر علیہ السلام نے جان لی تھی) کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔ پھر مجھ سے سفیان نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے دو مرتبہ سنی تھی اور انہیں سے (سن کر) یاد کی تھی۔ سفیان نے کسی سے پوچھا تھا کہ کیا یہ حدیث آپ نے عمرو بن دینار سے سننے سے پہلے ہی کسی دوسرے شخص سے سن کر (جس نے عمرو بن دینار سے سنی ہو) یاد کی تھی؟ یا (اس کے بجائے یہ جملہ کہا) ”تحفظتہ من انسان“ (شک علی بن عبد اللہ کو تھا) تو سفیان نے کہا کہ دوسرے کسی شخص سے سن کر میں یاد کرتا، کیا اس حدیث کو عمرو بن دینار سے میرے سوا کسی اور نے بھی روایت کیا ہے؟ میں نے ان سے یہ حدیث دو یا تین مرتبہ سنی اور انہیں سے سن کر یاد کی۔

(۳۴۰۲) ہم سے محمد بن سعید اصہبانی نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں ہمام بن منبہ نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، خضر علیہ السلام کا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ وہ ایک سوکھی زمین (جہاں سبزی کا نام بھی نہ تھا) پر بیٹھے۔ لیکن جوں ہی وہ وہاں سے اٹھے تو وہ جگہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔

۳۴۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَنْبَهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرُ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فُرْوَةٍ بَيْضَاءٍ، فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضِرَاءَ)).

کتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن مکان بن قانع بن عاتبہ بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔ وہ حضرات شریعہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلیبی بیٹے تھے اور بھی مختلف روایات ہیں۔ بقول قسطلانی اکثر علماء و صوفیاء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اور محققین امت اہل حدیث نے کہا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان کے بیٹھنے سے زمین کا سرسبز ہونا ان کی کرامت تھی۔ اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے بشرطیکہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ من گھڑت نہ ہو مگر یہ کرامت محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔ فروۃ بیضاء کی تفسیر میں امام ابن حجر لکھتے ہیں۔ الفروۃ قیل ہی جلدۃ وجہ الارض جلس علیہا فانبتت وصارت خضراء و خازفی الخضر فتح الخاء و کسرها واختلف فی نبوتہ قال الثعلبی کان فی زمن ابراهیم الخلیل و قال الاکثرون انه حی موجود الیوم --- الی اخرہ --- کذا فی الکرمانی قال العینی والمطابقة من حدیث ان الخضر مذکور فیہ کذا فی الفتح۔

روایت میں جس شخص نوافل نکالی کا ذکر ہے اہل دمشق سے ایک فاضل تھا اور یہ بھی مروی ہے کہ یہ کعب احبار کا بھتیجا تھا، اس کا خیال تھا کہ صاحب خضر موسیٰ بن میثا ہیں جو توراۃ کی بنا پر رسول ہیں مگر صحیح بات یہی ہے کہ یہ صاحب خضر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ مجمع البحرین جس کا ذکر ہے وہ جگہ ہے جہاں بحر فارس اور بحر روم ملتے ہیں۔ مچھلی جو ناشتہ کے لئے ساتھ میں بھون کر رکھی گئی تھی

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے ہمراہ لے کر صحرہ کے پہلے پہنچے تو وہاں آب حیات کا چشمہ تھا جس سے وہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام کے کاموں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراضات ظاہری حالات کی بنا پر تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب حقائق کا اظہار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بجز تسلیم کے کوئی چارہ نہ تھا۔ مزید تفصیلات کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

باب

۲۸ - بَابُ

(۳۴۰۳) مجھ سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر بن ان سے ہمام بن منبہ نے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا کہ بیت المقدس میں سجدہ و رکوع کرتے ہوئے داخل ہوں اور یہ کہتے ہوئے کہ یا اللہ! ہم کو بخش دے۔ لیکن انہوں نے اس کو الٹا کیا اور اپنے چوتروں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے ”حبة فی شعرة“ (یعنی بالیوں میں دانے خوب ہوں) داخل ہوئے۔

۳۴۰۳- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنْبِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: اذْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةً، قَبِلُوا وَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْنَانِهِمْ وَقَالُوا: حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ)).

[طرفاء في: ۴۴۷۹، ۴۶۴۱].

پروردگار سے ٹھٹھا کے طور پر یہ کہنا شروع کیا تو خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے۔

(۳۴۰۴) مجھ سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے روح بن عبادہ نے بیان کیا، ان سے عوف بن ابوجہیلہ نے بیان کیا، ان سے امام حسن بصری اور محمد بن سیرین اور خلاص بن عمرو نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی شرم والے اور بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کی حیا کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں ازیت پہنچانے کے درپے تھے وہ کیوں باز رہ سکتے تھے، ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ بدن چھپانے کا اہتمام صرف اس لئے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا کوڑھ ہے یا ان کے خصیتیں بڑھے ہوئے ہیں یا پھر کوئی اور بیماری ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ان کی بنفوات تباہی دیکھائے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل کرنے کے لئے آئے اور ایک پتھر پر اپنے کپڑے (اتار کر) رکھ دیئے۔ پھر غسل شروع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لئے بڑھے لیکن پتھر ان

۳۴۰۴- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدُ وَخَلَّاسٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيًّا سَتِيرًا لَا يُبْرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتَحْيَاءَ مِنْهُ، فَأَذَاهُ مَنْ أَذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالُوا: مَا يَسْتَبْرُ هَذَا التَّسْتُرُ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ: إِمَّا بَرَصٍ وَإِمَّا أَذْرَةٍ، وَإِمَّا آفَةٍ. وَإِنَّ اللَّهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوا لِمُوسَى، فَخَلَا يَوْمًا وَخَذَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ، فَلَمَّا فَرَّغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا، وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ، فَأَخَذَ مُوسَى غِصَاهُ فَطَلَبَ الْحَجَرَ. فَجَعَلَ

کے کپڑوں سمیت بھاگے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے دوڑے۔ یہ کہتے ہوئے کہ پتھر! میرا کپڑا دے دے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے اور ان سب نے آپ کو ننگا دیکھ لیا، اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے ان کی برأت کر دی۔ اب پتھر بھی رک گیا اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پہنا۔ پھر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ خدا کی قسم اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ جگہ نشان پڑ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی تھی“ پھر ان کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بری قرار دیا اور وہ اللہ کی بارگاہ میں بڑی شان والے اور عزت والے تھے۔ ”میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[راجع: ۲۷۸]

حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ باب سے یہی مناسبت ہے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى﴾ (الأحزاب: ۶۹) میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۴۰۵) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابو اکل سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مال تقسیم کیا، ایک شخص نے کہا کہ یہ ایک ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ کی رضا جوئی کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ میں نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ غصہ ہوئے اور میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار دیکھے۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا۔

کئے والا ایک منافق تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس منافق کی بکواس پر صبر کیا اور اس بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

باب اللہ پاک کا (سورۃ اعراف میں) فرمانا کہ وہ اپنے بتوں کی پوجا کر رہے تھے اور اسی سورت میں متبر کے معنی تباہی، نقصان۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ولینبروا کا معنی خراب کریں۔ ماعلوا کا معنی

يَقُولُ: ثَوْبِي حَجَرٌ، ثَوْبِي حَجَرٌ. حَتَّىٰ انْتَهَىٰ إِلَىٰ مَلَأٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ غُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبَسَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَ اللَّهُ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا: وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِبَتُهُ﴾ [الأحزاب: ۶۹].

۳۴۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ عَنِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قَسَمًا. فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ لِقِسْمَةٌ مَا أُرِيدُ بِهَا وَجْهَ اللَّهِ. فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَغَضِبَ حَتَّىٰ رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى، قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرٍ مِنْ هَذَا فَصَبْرٌ)). [راجع: ۳۱۵۰]

۲۹ - بَابُ ﴿يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ

لَهُمْ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]
﴿مُتَبَرِّينَ﴾: خُسْرَانٌ. ﴿وَلِيَتَّبِعُوا﴾: يُدْمَرُوا

جس جگہ حکومت پائیں، غالب ہوں۔

مَا عَلَوْنَا: مَا عَلَوْنَا۔

سورۃ بنی اسرائیل کا لفظ ولینبروا گو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے متعلق نہ تھا مگر منبر اور اس کا مادہ ایک ہونے سے اس کو یہاں بیان کر دیا اور لفظ ما علوا لینبروا کے بعد سورۃ بنی اسرائیل میں مذکور تھا اس لئے اس کو بھی بیان کر دیا۔

(۳۴۰۶) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے اور ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (سفر میں) پیلو کے پھل توڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ جو سیاہ ہوں انہیں توڑو، کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کیا حضور نے کبھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

۳۴۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَجْنِي الْكَبَابِ، وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُ)). قَالُوا: أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ؟ قَالَ: ((وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا؟)).

[طرفہ فی: ۵۴۵۳]

اس حدیث میں چونکہ سب پیغمبروں کا ذکر ہے تو ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آگئے بلکہ نسائی کی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ بکریاں ہر پیغمبر نے اس لئے چرائی ہیں کہ ان کے چرانے کے بعد پھر آدمیوں کے چرانے کا کام ان کو سونپا جاتا ہے۔ بعض نے کہا اس لیے کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ نبوت اور پیغمبری اللہ کی دین ہے جسے وہ اپنے ناتواں بندوں کو دیتا ہے یعنی چرواہوں کو، دنیا کے مغرور لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ قال فی الفتح والمناسب بقصص موسیٰ من جهة عزمہ قوله و هل من نبي الا وقد رعاها فدخل فيه موسى

باب اللہ تعالیٰ کا سورۃ بقرہ میں فرمانا، وہ وقت یاد کرو جب

۳۰ - بَابُ ۛ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۛ

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو“ آخر آیت تک۔

الآية [البقرة: ۶۷]

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مالدار تھا جس کی لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا۔ بھتیجے نے ورثہ اور لڑکی سے شادی کی طمع میں اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور لاش کو دوسری جگہ لے جا کر ڈال دیا۔ پھر صبح خود ہی شور و غل، رونا پینا شروع کیا اور جہاں لاش کو ڈالا تھا وہاں کے رہنے والوں کے ذمہ اس خون کو لگایا۔ اہل محلہ اس قصہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ آپ نے یہ حکم فرمایا جو سورۃ بقرہ کی آیات مذکورہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بارے میں اپنے شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہیں پائی۔ لہذا آیات قرآنی پر اشارہ کرنا کافی سمجھا۔ ان آیات میں مشکل الفاظ کی وضاحت بھی اسی سلسلہ میں ہے۔

ابو العالیہ نے کہا کہ (قرآن مجید میں لفظ) العوان نوجوان اور بوڑھے کے درمیان کے معنی میں ہے۔ فاقع بمعنی صاف۔ لا ذلول یعنی جسے کام نے نہ حال اور لاغر نہ کر دیا ہو۔ تنبیر الارض یعنی وہ اتنی کمزور نہ

قال أبو العالیة: العوان النصف بین البکر والہرمۃ. ۛ فاقع ۛ: صاف. ۛ لا ذلول ۛ: لم یذلها العمل ۛ تنبیر

ہو کہ زمین نہ موت سکے اور نہ کھیتی باڑی کے کام کی ہو۔ مسلمہ یعنی صحیح سالم اور عیوب سے پاک ہو۔ لاشیہ یعنی داغی (نہ ہو) صفراء اگر تم چاہو تو اس کے معنی سیاہ کے بھی ہو سکتے ہیں اور زرد کے بھی جیسے جمالہ صفر میں ہے۔ فاداراتم بمعنی فاختلقتم تم نے اختلاف کیا۔ مزید معلومات کے لئے ان مقامات قرآن کا مطالعہ ضروری ہے جہاں یہ الفاظ آئے ہیں۔

باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور ان کے بعد کے حالات کا بیان

(۳۴۰۷) ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر بن خردی، انہیں عبداللہ بن طاؤس نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو بھیجا، جب ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں چائنا مارا (کیونکہ وہ انسان کی صورت میں آیا تھا) ملک الموت، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں واپس ہوئے اور عرض کیا کہ تو نے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس مجھے بھیجا جو موت کے لئے تیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوبارہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اپنا ہاتھ کسی تیل کی پیٹھ پر رکھیں، ان کے ہاتھ میں جتنے بال اس کے آجائیں ان میں سے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عمر انہیں دی جائے گی (ملک الموت دوبارہ آئے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنایا) حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے اے رب! پھر اس کے بعد کیا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر موت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر ابھی کیوں نہ آجائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ بیت المقدس سے مجھے اتنا قریب کر دیا جائے کہ (جہاں ان کی قبر ہو وہاں سے) اگر کوئی پتھر پھینکنے والا پتھر پھینکے تو وہ بیت المقدس تک پہنچ سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہاں

الأرض: لَيْسَتْ بِذَلُولٍ تُغَيِّرُ الْأَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرِّ. ﴿مُسْلِمَةٌ﴾: مِنَ الْعُيُوبِ. ﴿لَا شَيْءَ﴾: بَيَاضٌ. ﴿صَفْرَاءُ﴾: إِنَّ شَيْئًا سَوْدَاءَ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهِ: ﴿جَمَالَاتٌ صَفْرَاءُ﴾. ﴿فَادَارَاتِمُ﴾: اخْتَلَقْتُمُ.

۳۱- بَابُ وَفَاةِ مُوسَى، وَذِكْرِهِ مَا بَعْدَهُ

۳۴۰۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَوَجَعَ إِلَى. رَبِّهِ فَقَالَ: أُرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ. قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَنْ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِمَا غَطَّتْ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ: أَيُّ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتَ. قَالَ: فَلَا أَنْ. قَالَ: فَسَأَلَ اللَّهُ أَنْ يُدِينَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَوْ كُنْتُ ثُمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ تَحْتَ الْكَيْسِبِ الْأَحْمَرِ)). قَالَ: وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

موجود ہوتا تو بیت المقدس میں، میں تمہیں ان کی قبر دکھاتا جو راستے کے کنارے پر ہے، ریت کے سرخ ٹیلے سے نیچے۔ عبدالرزاق بن ہمام نے بیان کیا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور ان کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح بیان کیا۔

تفسیر ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس انسانی صورت میں آئے تھے۔ لہذا آدمی جان کر آپ نے ان کو طمانچہ مارا، یہ چیز عقل سے بعید نہیں ہے۔ مگر منکرین حدیث کو بہانہ چاہیے۔ انہوں نے اس حدیث کو بھی تختہ مشق بنایا ہے جو سراسر ان کی جالت ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں موت ہی کو پسند کیا۔ ہمارے حضور ﷺ سے بھی آخر وقت میں یہی کہا گیا تھا آپ نے بھی رفیق اعلیٰ سے الحاق کے لئے دعا فرمائی جو قبول ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بیت المقدس میں دفن ہونے کی دعا اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ کو بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ آپ کی قبر کو پوجنے لگ جائیں گے جیسا کہ مشرکین کا حال ہے کہ اپنے انبیاء و صلحاء کے مزارات کو عبادت گاہ بناتے چلے آ رہے ہیں۔ ہمارے حضور ﷺ کو بھی کعبہ شریف سے ڈھائی سو میل دور مدینہ طیبہ میں اللہ نے آرام گاہ نصیب فرمائی۔ اگر حضور ﷺ مکتہ المکرمہ میں دفن ہوتے تو امت اسلامیہ کے جمال کی طرف سے بھی یہی خطرہ تھا۔ پھر بھی آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری قبر کو دش (بت) نہ بنایو کہ لوگ یہاں آکر پوجا پاٹ شروع کر دیں۔ الحمد للہ حضور ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آج تک مسلمان نما مشرکوں کو وہاں آپ کی قبر کی پوجا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

(۳۴۰۸) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں ابو سلمہ بن عبدالرحمان اور سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے ایک آدمی اور یہودیوں میں سے ایک شخص کا جھگڑا ہوا۔ مسلمان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا، قسم کھاتے ہوئے انہوں نے یہ کہا۔ اس پر یہودی نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو ساری دنیا میں برگزیدہ بنایا۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے اور مسلمان کے جھگڑے کی آپ کو خبر دی۔ آپ نے اسی موقع پر فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش کر دیئے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا پھر دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بے ہوش ہونے والوں میں تھے اور

۳۴۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : اسْتَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ الْمُسْلِمُ : وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا ﷺ عَلَى الْعَالَمِينَ - فِي قَسَمٍ يَقْسِمُ بِهِ - فَقَالَ الْيَهُودِيُّ : وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِينَ. فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذَلِكَ يَدَهُ فَلَطَمَ الْيَهُودِيَّ، فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمَرَ الْمُسْلِمُ، فَقَالَ : ((لَا تَخَيَّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَضَعِفُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفْنَى، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ

العَرْشِ. فَلَا أَذْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعَقَ
فَأَفَاقَ قَبْلِي. أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَشْنَى اللَّهَ)).
مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آگئے یا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے ہوش
ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا۔

[راجعہ: ۲۴۱۱]

یعنی مجھ کو دوسرے نبیوں پر اس طرح فضیلت نہ دو کہ ان کی توہین نہ لگے۔ یا یہ حکم اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ آپ جملہ پیغمبروں سے افضل ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے سے فضیلت نہ دو جتنا شرع میں وارد ہوا ہے اتنا ہی کہو۔ حشر میں بے ہوش نہ ہونے والوں کا اشتہار آیت میں ہے۔ وَلَفَّحَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مِنْ فِي السَّمُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ (الرمر: ۶۸) یعنی جس وقت صور پھونکا جائے گا تو سب اہل محشر بے ہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے گا وہ بے ہوش نہ ہو گا ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ بھی اس اشتہار میں شامل ہوں۔

۳۴۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:
(اِخْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى:
أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجْتُكَ خَطِيئَتِكَ مِنَ
الْجَنَّةِ. فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ مُوسَى الَّذِي
اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ
تَلَوْنِي عَلَى أَمْرِ قَدَّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى
مَرَّتَيْنِ)). [أطرافه في: ۴۷۳۶، ۴۷۳۸،

۳۴۰۹) ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے
ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حمید بن
عبدالرحمن نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول کریم
ﷺ نے فرمایا، حضرت موسیٰ اور حضرت آدم ﷺ نے آپس میں
بحث کی۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے ان سے کہا کہ آپ آدم ہیں جنہیں
ان کی لغزش نے جنت سے نکالا۔ حضرت آدم ﷺ بولے اور آپ
موسیٰ ﷺ ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام
سے نوازا، پھر بھی آپ مجھے ایک ایسے معاملے پر ملامت کرتے ہیں جو
اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی پہلے مقدر کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا، چنانچہ حضرت آدم ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ پر غالب آگئے۔
آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔

[۶۶۱۴، ۷۵۱۵]۔

اس حدیث میں بھی حضرت موسیٰ ﷺ کا ذکر خیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جن لیا اور پیغمبری عطا فرمائی۔ باب اور حدیث میں یہی
وجہ مناسبت ہے۔

۳۴۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ
نُصَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ
سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا
قَالَ: ((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، وَرَأَيْتُ
سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأَفُقَ، فَقِيلَ: هَذَا

۳۴۱۰) ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے حصین بن نمیر نے
بیان کیا، ان سے حصین بن عبدالرحمن نے، ان سے سعید بن جبیر نے
اور ان سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک دن
نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے
تمام امتیں لائی گئیں اور میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت
آسمان کے کناروں پر چھائی ہوئی ہے۔ پھر بتایا گیا کہ یہ اپنی قوم کے

مُوسَى فِي قَوْمِهِ)). [أطرافه في : ٥٧٠٥،

٥٧٥٢، ٦٤٧٢، ٦٥٤١].

۳۲- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةً
فِرْعَوْنَ - إِلَى قَوْلِهِ - وَكَانَتْ مِنْ
الْقَانِئِينَ ﴿التحریم : ۱۱﴾

۳۴۱۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ
مُرَّةَ الهمداني عن أبي موسى رضي الله
عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((كَمَلُ
مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ
إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ
عِمْرَانَ، وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ
كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ)).

[أطرافه في : ٣٤٣٣، ٣٧٦٩، ٥٤١٨].

تشریح ثرید اس کھانے کو کہتے ہیں جو روٹی اور شوربا ملا کر بنایا جاتا ہے۔ کمال سے مراد یہاں وہ کمال ہے جو ولایت سے بڑھ کر
نبوت کے قریب پہنچا، مگر نبوت نہ ملی ہو۔ اس تاویل کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ ولی تو بہت سی عورتیں گزری ہیں اور
پیغمبر کوئی عورت نہیں گزری۔ اس پر اجماع ہے مگر اشعری نے کہا ہے کہ چھ عورتیں پیغمبر گزری ہیں حوا، سارہ، موسیٰ کی والدہ، ہاجرہ،
آسیہ اور مریم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۳۳- بَابُ ﴿إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ

مُوسَى﴾ الْآيَةِ [القصص : ۷۶]

﴿لَتَنُوَّءَ﴾: لَتَنُقُلْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿أَوَّلِي
الْقُوَّةَ﴾: لَا يَرْفَعُهَا الْغُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ.
يُقَالُ: ﴿الْفَرَحَيْنِ﴾: الْمَرَحَيْنِ. ﴿وَيَكُنَّ
اللَّهُ﴾ مِثْلُ ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ يُوسَعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ.

باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے“

اللہ تعالیٰ کے فرمان ”وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِئِينَ“ تک

(۳۴۱۱) ہم سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے وکیع
نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان
سے مرہ ہمدانی نے اور ان سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے
بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں تو بہت
سے کامل لوگ اٹھے لیکن عورتوں میں فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم
بنت عمران علیہما السلام کے سوا اور کوئی کامل نہیں پیدا ہوئی، ہاں
عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر
ثرید کی فضیلت ہے۔

باب قارون کا بیان ”بے شک قارون، موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا“ (الآیۃ (سورۃ القصص)

(آیت میں) لتنوء بمعنی لتثقل یعنی بھاری ہوتی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ
نے اولی القوۃ کی تفسیر میں کہا کہ اس کی کنجیوں کو لوگوں کی ایک
طاقتور جماعت بھی نہ اٹھا پاتی تھی۔ الفرحین بمعنی المرحین اترانے
والے ویکان، الم تر ان کی طرح ہے۔ اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و
یقدر۔ یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے

مذوق میں فراخی کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا مگر دنیاوی دولت میں مغرور ہو کر کافر ہو گیا۔ حالانکہ توراۃ کا عالم تھا مگر دنیا داری نے اسے اس حد تک گمراہ کر دیا کہ آخر نتیجہ وہ ہوا جو قرآن میں مذکور ہے۔

باب اس بیان میں کہ ”والی مدین اخاہم شعیباً“ سے
اہل مدین مراد ہیں کیونکہ مدین ایک شہر تھا بحر قلزم پر۔

اس کی مثال جیسے سورہ یوسف میں فرمایا واسال القرية واسال العیر یعنی بستی والوں سے اور قافلہ والوں سے پوچھ لے۔ ظہریا یعنی ادھر ادھر پھر کر نہیں دیکھتے۔ عرب لوگ جب ان کا کام نہ نکلے تو کہتے ہیں ظہوت حاجتی یا جعلتی ظہریا تو نے میرا کام پس پشت ڈال دیا یا مجھ کو پس پشت کر دیا۔ ظہری اس جانور یا طرف کو کہتے ہیں جس کو تو اپنی قوت بڑھانے کے لئے ساتھ رکھے مکانہم اور مکانہم دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ لم یغنوا زندہ نہیں رہے تھے۔ وہاں بے ہی نہ تھے (سورہ مائدہ میں) فلاتاس رنجیدہ نہ ہو (سورہ اعراف میں) اسی رنجیدہ ہوں، غم کروں۔ امام حسن بصری نے کہا (سورہ ہود میں) کافروں کا جو یہ قول نقل کیا۔ ﴿انک لانت الحکیم الرشید﴾ تو یہ کافروں نے ٹھٹھے کے طور پر کہا تھا۔ مجاہد نے کہا سورہ شعراء میں لیکتہ سے مراد ایک تہ ہے یعنی جھاڑی میں۔ یوم الظلة یعنی جس دن عذاب ایک ساتبان کی شکل میں نمودار ہوا (ابر میں سے آگ برسی)

باب حضرت یونس علیہ السلام کا بیان

سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ کا فرمانا ”اور بے شک یونس علیہ السلام آخر آیت ”وہو ملیم“ تک۔ مجاہد نے کہا ملیم گنہگار، المشحون بوجہل بھری ہوئی۔ فلولا انہ کان من المسبحین۔ آخر تک۔ فنبذناہ بالعراء کا معنی روئے زمین بقطین وہ درخت جو اپنی جڑ پر کھڑا نہیں رہتا جیسے کدو وغیرہ۔ وارسلناہ الی مائة الف او یزیدون فامنوا فمتعنناہم الی حین (سورہ ن میں فرمایا) مکظوم جو کظیم کے معنی میں ہے یعنی مغنوم

۳۴- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ [الأعراف :

۸۵، ہود: ۸۴، العنکبوت: ۳۶] إِلَىٰ أَهْلِ مَدْيَنَ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ، وَمِثْلُهُ : ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ﴾ وَاسْأَلِ الْعِيرَ يَغْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَأَهْلَ الْعِيرِ، ﴿وَرَأَىٰ كُفْرًا﴾ ظَهْرِيًّا ﴿لَمْ يَلْتَفِتُوا إِلَيْهِ، يُقَالُ إِذَا لَمْ تُقْضَ حَاجَتُهُ: ظَهَرَتْ حَاجَتِي، وَجَعَلْتَنِي ظَهْرِيًّا. قَالَ: الظَّهْرِيُّ أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ ذَابَّةً أَوْ وَغَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ. ﴿مَكَانَتُهُمْ﴾ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ. ﴿يَغْنُوا﴾: يَعِيشُوا. ﴿يَأْيُسُ﴾: يَحْزَنُ ﴿أَسَى﴾: أَحْزَنُ. وَقَالَ الْحَسَنُ: ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾ يَسْتَهْزِئُونَ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿لَيْكَةً﴾: الْأَيْكَةُ. ﴿يَوْمَ الظُّلَّةِ﴾: إِظْلَالُ الْعَذَابِ عَلَيْهِمْ

۳۵- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى:

﴿وَإِنْ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ - إِلَىٰ قَوْلِهِ- ﴿وَهُوَ مُلِيمٌ﴾ [الصافات : ۱۳۹] قَالَ مُجَاهِدٌ: مُذْنِبٌ. الْمَشْحُونُ: الْمَوْقُورُ. ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ﴾ الْآيَةُ ﴿فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ﴾ يُوَجِّهِ الْأَرْضَ ﴿وَهُوَ سَقِيمٌ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ

رجحیدہ۔

شَجَرَةٍ مِنْ يَفْطِينٍ ﴿۱﴾ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ أَصْلٍ،
الدَّبَاءِ وَنَحْوِهِ. ﴿۲﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ
أَوْ يَزِيدُونَ، فَأَمِنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ ﴿۳﴾.
﴿۴﴾ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى
وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۵﴾ [القلم : ۴۸]،
﴿كُظِّمَ﴾: وَهُوَ مَغْمُومٌ.

(۳۴۱۲) ہم سے مسدود نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، ان
سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے اعمش نے بیان کیا
(دوسری سند) ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان
کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابو وائل نے اور ان سے حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص
میرے متعلق یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں۔
مسدود نے یونس بن متی علیہ السلام کے لفظ بڑھا کر روایت کیا۔

(۳۴۱۳) ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان
کیا، ان سے قتادہ نے، ان سے ابو العالیہ نے اور ان سے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص
کے لئے مناسب نہیں کہ مجھے یونس بن متی سے بہتر قرار دے۔ آپ
نے ان کے والد کی طرف منسوب کر کے ان کا نام لیا تھا۔

۳۴۱۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ ح. حَدَّثَنَا
أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ
أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي
خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ)) زَادَ مُسَدَّدٌ: ((يُونُسَ
بْنُ مَتَّى)). [طرفه في: ۴۶۰۳، ۴۸۰۴].
۳۴۱۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ: ((مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ
مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى. وَنَسَبَهُ إِلَيَّ أَبِئْه)).

[راجع: ۳۳۹۵]

تفسیر حضرت یونس علیہ السلام کو قرآن مجید نے ذوالنون یعنی مچھلی والا بھی کہا ہے جنہوں نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر آیت کریمہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ کا ورد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ باہر نکال لیا۔ اس آیت کریمہ کے ورد میں اب بھی یہی تاثیر ہے۔

(۳۴۱۴) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد
نے، ان سے عبدالعزیز بن ابوسلمہ نے، ان سے عبداللہ بن فضل
نے، ان سے اعرج نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک
مرتبہ لوگوں کو ایک یہودی اپنا مسلمان دکھا رہا تھا لیکن اسے اس کی جو
قیمت لگائی گئی اس پر وہ راضی نہ تھا۔ اس لئے کہنے لگا کہ ہرگز نہیں،

۳۴۱۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ
اللَيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا يَهُودِيٌّ
يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ أُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ،

اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ یہ لفظ ایک انصاری صحابی نے سن لئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ نبی کریم ﷺ ابھی ہم میں موجود ہیں اور تو اس طرح قسم کھاتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ ﷺ کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ اس پر وہ یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، اے ابوالقاسم! میرا مسلمانوں کے ساتھ امن اور صلح کا عہد و پیمان ہے۔ پھر فلاں شخص کا کیا حال ہو گا جس نے میرے منہ پر چاٹا مارا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس صحابی سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے منہ پر کیوں چاٹا مارا؟ انہوں نے وجہ بیان کی تو آپ غصے ہو گئے اس قدر کہ غصے کے آثار چہرہ مبارک پر نمایاں ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو، جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی، سوا ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا، لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ ﷺ عرش کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ یہ انہیں طور کی بے ہوشی کا بدلہ دیا گیا ہو گا یا مجھ سے بھی پہلے ان کی بے ہوشی ختم کر دی گئی ہوگی۔

(۳۴۱۵) اور میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی شخص حضرت یونس بن متی سے بہتر ہے۔

(۳۴۱۶) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے سعد بن ابراہیم نے، انہوں نے حمید بن عبد الرحمن سے سنا اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کسی شخص کے لئے یہ کہنا لائق نہیں کہ میں حضرت یونس بن متی سے افضل ہوں۔

فَقَالَ: لَا وَالَّذِي اصْطَفَىٰ مُوسَىٰ عَلَى الْبَشَرِ، فَمَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ وَقَالَ: تَقُولُ وَالَّذِي اصْطَفَىٰ مُوسَىٰ عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهَرِنَا؟ فَذَهَبَ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَبَا الْقَاسِمِ، إِنَّ لِي ذِمَّةً وَعَهْدًا، فَمَا بَالُ فَلَانٍ لَطَمَ وَجْهِي؟ فَقَالَ: لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟ فَذَكَرَهُ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: ((لَا تَفْضَلُوا بَيْنَ أَنْبِيََاءِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يَنْفَخُ فِي الصُّورِ فَيَصْنَعُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ يَنْفَخُ فِيهِ أُخْرَىٰ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ، فَإِذَا مُوسَىٰ أَخَذَ بِالْعَرْشِ، فَلَا أَذْرِي أَحْوَسَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّورِ، أَمْ بُعِثَ قَبْلِي)).

[راجع: ۲۴۱۱]

۳۴۱۵- ((وَلَا أَقُولُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَى)). [أطرافه في: ۳۴۱۶، ۴۶۰۴، ۴۶۳۱، ۴۸۰۵].

۳۴۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَى)). [راجع: ۳۴۱۵]

یعنی اپنی رائے اور عقل سے کیونکہ فضیلت ایک مخفی امر ہے۔ اس کا اللہ کے علم پر چھوڑنا بہتر ہے مگر چونکہ دوسری حدیثوں میں اس کی صراحت آگئی کہ آنحضرت ﷺ سب انبیاء کے سردار ہیں، اس لئے آپ کو ان سے بہتر کہنا جائز ہوا مگر ادب کے ساتھ کہ دوسرے پیغمبروں کی توہین نہ ہو (وحیدی)

باب اللہ پاک کا (سورۃ اعراف میں) یہ فرمانا
ان یہودیوں سے اس بستی (ایلہ) کا حال پوچھ جو سمندر کے
نزدیک تھی

یہ لوگ ہفتہ کے دن زیادتی کرنے لگے۔ شرعاً یعنی شوارع، پانی پر
تیرتی ہوئی۔ آخر آیت ﴿کونوا قردة خاسنین﴾ تک۔

۳۶- بَابُ ﴿وَأَسْأَلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ
الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْتَدُونَ
فِي السَّبْتِ﴾ [الأعراف : ۱۶۳] :
يَعْتَدُونَ، يَتَجَاوَزُونَ فِي السَّبْتِ ﴿إِذْ تَأْتِيهِمْ
حِينَانُهُمْ يَوْمَ سَبِيهِمْ شَرْعًا - شَوَارِعَ
إِلَى قَوْلِهِ - كُونُوا قُرَدًا خَاسِنِينَ﴾.

ان بستی والوں نے حیلہ سازی سے کام لیا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنا چھوڑا مگر اس دن مچھلیاں بکثرت آتیں اور یہ ان کو
روک کر ایک جگہ گھیر رکھتے پھر دوسرے دنوں میں شکار کرتے۔ اسی حرکت کا آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ صد افسوس کہ مسلمانوں میں
بھی ایسے فقہائے کرام پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے کتاب الحیل یعنی حیلہ سازی کے مختلف طریقے بتلانے کے لئے کتابیں لکھ ڈالیں اور
اس بارے میں یہودیوں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اللہ سب کو صراط مستقیم نصیب کرے۔ آمین

۳۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :
﴿وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ [النساء : ۱۶۲] ،
[الإسراء : ۵۵]

الزبور بمعنی الکتب اس کا واحد زبور ہے۔ زبور بمعنی کتبت میں نے
لکھا۔ اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنے پاس سے فضل دیا (اور ہم نے
کہا تھا کہ) اے پہاڑ! ان کے ساتھ تسبیح پڑھا کر۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ
(اوبی معہ) کے معنی سبحی معہ ہے اور پرندوں کو بھی ہم نے ان کے
ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا اور لوہے کو ان کے لئے نرم کر دیا تھا کہ
اس سے زرہیں بنائیں۔ سابغات کے معنی دروع کے ہیں یعنی
زرہیں۔ وقد رفی السرد کا معنی ہیں، اور بنانے میں ایک خاص انداز
رکھ (یعنی زرہ کی) کیلوں اور حلقے کے بنانے میں۔ کیلوں کو اتنا باریک
بھی نہ کر کہ ڈھیلی ہو جائیں اور نہ اتنی بڑی ہوں کہ حلقہ ٹوٹ جائے
اور اچھے عمل کرو۔ بے شک تم جو بھی عمل کرو گے میں اسے دیکھ رہا
ہوں۔

﴿الزُّبُرُ﴾: الْكُتُبُ وَاحِدُهَا زُبُورٌ. زَبَرْتُ:
كَتَبْتُ. ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا، يَا
جِبَالُ أَطُوبَىٰ مَعَهُ﴾ [سبأ : ۱۰-۱۱].
قَالَ مُجَاهِدٌ سَبَّحِي مَعَهُ. ﴿وَالطَّيْرُ، وَأَلْنَا
لَهُ الْحَدِيدَ، أَنْ أَعْمَلَ سَابِغَاتٍ﴾ :
الدَّرُوعَ. ﴿وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ﴾ الْمَسَامِيرُ
وَالْحَلَقُ، وَلَا يَدِقُّ الْمَسْمَارُ فَيَتَسَلَّسَلُ،
وَلَا تَعْظَمُ فَيَقْصَمُ. ﴿أَفْرِغْ﴾ : أَنْزِلْ.
﴿بَسْطَةً﴾: زِيَادَةً وَفَضْلًا. ﴿وَاعْمَلُوا
صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾.

(۳۴۱۷) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق
نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حفصہ

۳۴۱۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((خُفِفَ عَلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْقُرْآنُ، فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَيَسْرُجُ، فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ، وَلَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلٍ يَدُهُ)) رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

[راجع: ۲۰۷۳]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے قرآن (یعنی زبور) کی قرأت بہت آسان کر دی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر زین کئے کا حکم دیتے اور زین کسی جانے سے پہلے ہی پوری زبور پڑھ لیتے تھے اور آپ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔ اس کی روایت موسیٰ بن عقبہ نے کی، ان سے صفوان نے، ان سے عطاء بن یسار نے، ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح | اس قدر جلد زبور پڑھ لینا حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا۔ لیکن اب عام مسلمانوں کے لئے قرآن کا ختم تین دن سے پہلے کرنا سنت کے خلاف ہے۔ جس نے قرآن پاک تین دن سے پہلے اور تین دن سے کم میں ختم کیا اس نے قرآن فہمی کا حق ادا نہیں کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سب بھائیوں میں پستہ قد تھے اس لئے لوگ ان کو بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ لیکن اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کے بھائیوں پر فضیلت دی اور ان پر زبور نازل فرمائی۔ اس طرح انجیل کا یہ فقرہ صحیح ہوا کہ جس پتھر کو معماروں نے خراب دیکھ کر پھینک دیا تھا، وہی محل کے کونے کا صدر نشین ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے لوہے کا کام بطور معجزہ عطا فرمایا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا اور وہ ان سے زریں اور مختلف سامان بناتے۔ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ حدیث شریف میں ان کے روزہ کی بھی تعریف کی گئی ہے اور قرآن مجید میں ان کی عبادت و ریاضت اور انابت الی اللہ کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۴۱۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ وَأَبَا سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: أَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَقُولُ: وَاللَّهِ لَا صُومَنَ النَّهَارَ وَلَا قَوْمَنَ اللَّيْلِ مَا عِشْتُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَنْتَ الَّذِي تَقُولُ: وَاللَّهِ لَا صُومَنَ النَّهَارَ وَلَا قَوْمَنَ اللَّيْلِ مَا عِشْتُ؟)) قُلْتُ: قَدْ قُلْتُهُ. قَالَ: ((إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَثْمَالِهَا، وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الذَّهْرِ)).

(۳۴۱۸) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے، ان سے ابن شہاب نے، انہیں سعید بن مسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ میں نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم، جب تک میں زندہ رہوں گا، دن میں روزے رکھوں گا اور رات بھر عبادت کیا کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم جب تک زندہ رہوں گا دن بھر روزے رکھوں گا اور رات بھر عبادت کروں گا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے یہ جملہ کہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے نبھا نہیں سکو گے، اس لئے روزہ بھی رکھا کرو اور بغیر روزے کے بھی رہا کرو اور رات میں عبادت بھی کیا کرو اور سویا بھی کرو۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح روزہ کا یہ طریقہ بھی (ثواب کے اعتبار سے) زندگی

بھر کے روزے جیسا ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے افضل طریقہ کی طاقت رکھتا ہوں، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے اس پر فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن بغیر روزے کے رہا کرو۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے بھی افضل طریقے کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن بغیر روزہ کے رہا کرو، حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کا طریقہ بھی یہی تھا اور یہی سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے بھی افضل طریقے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل اور کوئی طریقہ نہیں۔

(۳۴۱۹) ہم سے غلام بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے مسعر نے بیان کیا، کہا ہم سے حبیب بن ابی ثابت نے بیان کیا، ان سے ابو العباس نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا میری یہ خبر صحیح ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر (روزانہ) روزہ رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا لیکن اگر تم اسی طرح کرتے رہے تو تمہاری آنکھیں کنزور ہو جائیں گی اور تمہارا جی اکتا جائے گا۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو کہ یہی (ثواب کے اعتبار سے) زندگی بھر کا روزہ ہے یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ) زندگی بھر کے روزے کی طرح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے میں محسوس کرتا ہوں، مسعر نے بیان کیا کہ آپ کی مراد قوت سے تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کی طرح روزے رکھا کرو۔ وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہا کرتے تھے اور اگر دشمن سے مقابلہ کرتے تو میدان سے بھاگنا نہیں کرتے تھے۔

احادیث مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باب سے یہی وجہ مطابقت ہے۔

باب حضرت داؤد علیہ السلام کا بیان۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ نے فرمایا کہ اس کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے پسندیدہ روزہ حضرت

فَقُلْتُ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ)). قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)). قَالَ: ((فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ وَهُوَ أَغْدَلُ الصِّيَامِ)). قُلْتُ: إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ)). [راجع: ۱۱۳۱]

۳۴۱۹- حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَلَمْ أَنْبَأْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ، وَنَفِثَتِ النَّفْسُ، صُمَّ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ، أَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ. قُلْتُ: إِنِّي أَجِدُ بِي - قَالَ مِسْعَرٌ: يَعْنِي قُوَّةً - قَالَ: فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَكَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى)). [راجع: ۱۱۳۱]

۳۸- بَابُ أَحَبِّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ

صَلَاةُ دَاوُدَ،

وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ: كَانَ

داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ وہ (ابتدائی) آدھی رات میں سویا کرتے اور ایک تہائی رات میں عبادت کیا کرتے تھے۔ پھر جب رات کا چھٹا حصہ باقی رہ جاتا تو سویا کرتے۔ اسی طرح ایک دن روزہ رکھا کرتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہا کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی کے متعلق کہا تھا کہ جب بھی سحر کے وقت میرے یہاں نبی کریم ﷺ موجود رہے تو سوئے ہوئے ہوتے تھے۔

(۳۴۲۰) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان بن عیینہ نے، ان سے عمرو بن دینار نے، ان سے عمرو بن اوس ثقفی نے، انہوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے کا سب سے پسندیدہ طریقہ داؤد علیہ السلام کا طریقہ تھا۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بغیر روزے کے رہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز کا طریقہ تھا، آپ آدھی رات تک سوتے اور ایک تہائی حصے میں عبادت کیا کرتے تھے، پھر بقیہ چھٹے حصے میں بھی سوتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہمیشہ روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ کیونکہ ہمیشہ روزہ رکھنے میں نفس کو روزے کی عادت ہو جاتی ہے اور عادت کی وجہ سے عبادت کے لئے جو مشقت ہونی چاہئے وہ باقی نہیں رہتی۔ حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات کے بعد اٹھ کر تہجد پڑھتے، پھر سوجاتے، پھر صبح کی نماز کے لئے اٹھتے۔ یہ اور زیادہ مشکل اور نفس پر زیادہ شاق ہے۔

باب اللہ پاک کا سورہ ص میں فرمانا، ہمارے زور دار بندے داؤد کا ذکر کر، وہ خدا کی طرف رجوع ہونے والا تھا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد و فصل الخطاب تک (یعنی فیصلہ کرنے والی تقریر ہم نے انہیں عطا کی تھی) مجاہد نے کہا کہ فصل الخطاب سے مراد فیصلے کی سوجھ بوجھ ہے۔ ولا تشطط یعنی بے انصافی نہ کرو اور ہمیں سیدھی راہ بتا، یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے نعجہ (دنیاں) ہیں، عورت کے لئے بھی نعجہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نعجہ بکری کو بھی کہتے ہیں، اور میرے پاس صرف ایک دینی ہے، سو یہ کہتا ہے وہ بھی مجھ کو دے ڈال، یہ کفلاہ زکریا کی طرح ہے بمعنی ضمہا

يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ. وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ عَلِيٌّ: وَهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ: ((مَا أَفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَابِمًا)).

۳۴۲۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ، كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا. وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ، كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ)). [راجع: ۱۱۳۱]

۳۹- بَابُ ﴿وَإِذْ ذَكَرْنَا دَاوُدَ إِذْ أَلَيْنَا لَهُ الْوَابِ﴾ إِلَى قَوْلِهِ - وَفَصْلُ الْخِطَابِ ﴿[ص: ۱۷-۲۰] قَالَ مُجَاهِدٌ: الْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ. ﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾: لَا تُسْرِفْ. ﴿وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ﴾. إِنَّ هَذَا أَحَبُّ لِي نَسْعٍ وَتَسْعُونَ نَعْجَةً - يُقَالُ لِلْمَرْأَةِ: نَعْجَةٌ، وَيُقَالُ لَهَا أَيْضًا: شَاةٌ - وَلِي نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ: أَكْفَلْنِيهَا. - مَثَلُ ﴿وَكَفَلَهَا زَكْرِيَّا﴾: ضَمَّهَا -

”اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کہا کہ اس نے تیری دینی اپنی دنیویوں میں ملانے کی درخواست کر کے واقعی تجھ پر ظلم کیا اور اکثر سماجی یوں ہی ایک دوسرے کے اوپر ظلم کیا کرتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”انما فتناء“ تک۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (فتناہ کے معنی ہیں) ہم نے ان کا امتحان کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اس کی قرأت تاء کی تشدید کے ساتھ ”فتناہ“ کیا کرتے تھے ”سو انہوں نے اپنے پروردگار کے سامنے توبہ کی اور وہ جھک پڑے اور رجوع ہوئے۔“

وَعَزَّيْنِي: عَلَيَّيْنِي. صَارَ أَغْرَ مَنِي،
اَعَزَّزْتُهُ: جَعَلْتُهُ عَزِيْزًا. فِي الْحُطَابِ.
يُقَالُ: الْمُحَاوَرَةُ. قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ
بِسَوَالٍ نَعَجْتُكَ اِلَى نَعَايِهِ. وَاِنْ كَثُرَ مِنْ
الْحُطَابِ: الشُّرَكَاءُ. لَيَبْغِي - اِلَى قَوْلِهِ
- اِنَّمَا فَتْنَاهُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اخْتَبَرْنَاهُ.
وَقَرَأَ عُمَرُ: فَتْنَاهُ. - بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ -
فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ.

تشریح بعض نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک کم سو بیویاں رکھ کر پھر کسی کی حسین بیوی دیکھی۔ ان کے دل میں اس عورت کو حاصل کرنے کا خیال آیا۔ اللہ پاک نے اس خیال پر بھی ان کو ملامت کی اور دو فرشتوں کو مدعی اور مدعا علیہ بنا کر ان ہی سے فیصلہ کرایا جو حق تھا۔ پہلے تو حضرت داؤد کو خیال نہ آیا، پھر سمجھ گئے کہ یہ سب میرے ہی حسب حال ہے۔ اس وقت خوف خدا سے روئے اور استغفار کیا۔ قطلانی نے کہا کہ یہ جو بعض مفسرین نے داستان لکھی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک عورت کے بال کھلے دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے تھے اور اس کے خاوند کو قتل کرا دیا، یہ سب جھوٹ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لے کر بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔

۳۴۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ
يُوسُفَ قَالَ: سَمِعْتُ الْعَوَّامَ عَنْ مُجَاهِدٍ
قَالَ: ((قُلْتُ لَابْنِ عَبَّاسٍ أَسْجُدُ فِي ص؟
فَقَرَأَ: وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسَلِيمَانَ -
حَتَّى آتَى - فَبَهَذَا هُمْ اقْتَدَوْا. فَقَالَ:
نَبِيُّكُمْ ﷺ مِمَّنْ أَمَرَ أَنْ يَفْتَدِيَ بِهِمْ)).
[أُطْرَافُهُ ي: ٤٦٣٢، ٤٨٠٦، ٤٨٠٧].

۳۴۲۱) ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا ہم سے سہل بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ میں نے عوام سے سنا، ان سے مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا میں سورہ ص میں سجدہ کیا کروں؟ تو انہوں نے آیت ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسَلِيمَانَ﴾ کی تلاوت کی ”فَبَهَذَا هُمْ اقْتَدَوْا“ تک۔ نیز انہوں نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کا حکم تھا۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب التفسیر میں بھی نکالا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے سورہ ص میں سجدہ کیا۔ ہمارے رسول کریم ﷺ کو جو اگلے رسولوں کی اقتداء کرنے کا حکم ہوا، اس کا مطلب یہ ہے کہ عقائد و اصول سب پیغمبروں کے ایک ہیں گو فروعات میں کسی قدر اختلاف ہے۔

۳۴۲۲- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ
حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ:

۳۴۲۲) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا ہم سے وہب نے بیان کیا، ان سے ایوب نے بیان کیا، ان سے عکرمہ نے اور ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سورہ ص کا سجدہ:

((لَيْسَ صَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ، وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا))، [راجع: ۱۰۶۹] ضروری نہیں، لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو اس سورۃ میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

گو حدیث اس باب سے تعلق نہیں رکھتی مگر سورۃ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کا بیان ہے اور اس میں سجدہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں ہے، اس مناسبت سے اس کو یہاں بیان کر دیا۔

باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد

۴۔ بابُ قولِ اللہِ تَعَالٰی:

اور ہم نے داؤد کو سلیمان (بیٹا) عطا فرمایا، وہ بہت اچھا بندہ تھا، بہت ہی رجوع ہونے والا اور توجہ کرنے والا۔ سلیمان کا یہ کہنا کہ مالک میرے مجھ کو ایسی بادشاہت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو۔ اور سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اور یہ لوگ پیچھے لگ گئے اس علم کے جو سلیمان کی بادشاہت میں شیطان پڑھا کرتے تھے۔“ اور سورۃ سبا میں فرمایا ”(ہم نے) سلیمان کے لیے ہوا کو (تابع) کر دیا کہ اس کی صبح کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور اس کی شام کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور قطر یعنی ہم نے ان کے لئے لوہے کا چشمہ بہا دیا (واصلنا له عين القطر بمعنی) واذناله عين الحديد ہے۔“ اور جنات میں کچھ وہ تھے جو ان کے آگے ان کے پروردگار کے حکم سے خوب کام کرتے تھے۔“ آخر آیت من محارِب تک۔ مجاہد نے کہا کہ محارِب وہ عمارتیں جو محلوں سے کم ہوں تماثیل تصویریں اور لگن اور جواب یعنی حوض جیسے اونٹوں کے لئے حوض ہوا کرتے ہیں۔“ اور (بڑی بڑی) جہی ہوئی دیکھیں ”آیت الشکور تک۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کی موت کا پتہ نہ دیا، جز ایک زمین کے کیرے (دیمک) کے کہ وہ ان کے عصا کو کھاتا رہا، سو جب وہ گر پڑے تب جنات نے جانا کہ وہ مر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان المہین ”تک“ سلیمان علیہ السلام کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا، فطفق مسح الخ یعنی اس نے گھوڑوں کی ایال اور اگاڑی بچھاڑی کی رسیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ الاصفاد بمعنی الوثاق بیڑیاں زنجیریں۔ مجاہد نے کہا کہ الاصفاد، صفت الفرس سے مشتق ہے، اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑا ایک پاؤں اٹھا کر کھر کی

﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ، نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ [ص: ۳۰] الرَّاجِعُ: الْمُنِيبُ. وَقَوْلُهُ: ﴿هَبْ لِي مَلَكًا لَا يَنْهِي لِأَخِيذٍ مِنْ بَعْدِي﴾ [ص: ۳۵] وَقَوْلُهُ: ﴿وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ﴾ [البقرة: ۱۰۲]، ﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ - أَذْنًا لَهُ عَيْنَ الْحَدِيدِ - ﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَىٰ مِن مَّحَارِبٍ﴾ [سبأ: ۱۲] قَالَ مُجَاهِدٌ: بُنْيَانٌ مَا دُونَ الْقُصُورِ ﴿وَتَمَانِيْلُ وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَالْحِيَاضِ لِلْإِبِلِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَأَجَوِيَةٍ مِنَ الْأَرْضِ ﴿وَقُدُورٌ رَّاسِيَاتٍ اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ. فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ - الْأَرْضُ - تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ﴾ عَصَاهُ ﴿فَلَمَّا خَرَّ - إِلَىٰ قَوْلِهِ - الْمُهِنِ﴾ [سبأ: ۱۳-۱۴] ﴿حُبِّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي. فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ﴾ يَمْسَحُ أَغْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيهَا. ﴿الْأَصْفَادُ﴾ الْوَتَاقُ.

نوک پر کھڑا ہو جائے" الجیاد یعنی دوڑنے میں تیز۔ جسدا بمعنی شیطان، (جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پہن کر ان کی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔) رخاء نرمی سے، خوشی سے۔ حیث اصاب یعنی جہاں وہ جانا چاہتے فامن، اعط کے معنی میں ہے، جس کو چاہے دے۔ بغیر حساب بغیر کسی تکلیف کے، بے حرج۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿الصَّافِيَاتُ﴾: صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ إِحْدَى رِجْلَيْهِ حَتَّى تَكُونَ عَلَى طَرَفِ الْحَافِرِ. ﴿الْجِيَادُ﴾: السَّرَاغُ. ﴿جَسَدًا﴾: شَيْطَانًا. ﴿رُخَاءً﴾: طَيِّبَةً. ﴿حَيْثُ أَصَابَ﴾: حَيْثُ شَاءَ. ﴿فَامُنٌ﴾: أَغْطِ. ﴿بَغَيْرِ حِسَابٍ﴾: بِغَيْرِ حَرَجٍ.

لفظ الخ کی یہ تفسیر امام بخاری رحمہ اللہ نے کی ہے کہ وہ گھوڑوں کا ملاحظہ فرمانے لگے۔ اکثر مفسرین نے یہ معنی کئے ہیں کہ ان کے پاؤں اور گردنیں تلوار سے کاٹنے لگے۔ چونکہ ان کے دیکھنے میں عمر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

(۳۴۲۳) ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے محمد بن زیاد نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ایک سرکش جن کل رات میرے سامنے آ گیا تاکہ میری نماز خراب کر دے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں کہ تم سب لوگ بھی دیکھ سکو۔ لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی کہ ”یا اللہ! مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو“ اس لئے میں نے اسے نامراد واپس کر دیا۔ عفریت سرکش کے معنی میں ہے، خواہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

۳۴۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ((إِنَّ عَفْرِيَّتًا مِنَ الْجِنِّ تَقْلَتُ الْبَارِحَةَ لَيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلَاتِي، فَأَمْكِنَنِي اللَّهُ مِنْهُ، فَأَخَذْتُهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ عَلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي﴾ فَرَدَّدْتُهُ خَاسِتًا)). عَفْرِيَّتٌ: مُتَمَرِّدَةٌ مِنْ إِنْسٍ أَوْ جَانٍ، مِثْلُ زَنْبِيَّةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّانِبِيَّةُ. [راجع: ۴۶۱]

روایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے، باب سے یہی مناسبت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا آیت رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي (ص: ۳۵) میں مذکور ہے۔

(۳۴۲۴) ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا ہم سے مغیرہ بن عبد الرحمن نے بیان کیا، ان سے ابو الزناد نے، ان سے اعرج نے، ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی سترپیوئوں کے پاس جاؤں گا

۳۴۲۴- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مَغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ

اور ہریوی ایک شہسوار بنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا ان شاء اللہ، لیکن انہوں نے نہیں کہا۔ چنانچہ کسی بیوی کے یہاں بھی بچہ پیدا نہیں ہوا، صرف ایک کے یہاں ہوا اور اس کی بھی ایک جانب بیکار تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ لیتے (تو سب کے یہاں بچے پیدا ہوتے) اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔ شعیب اور ابن ابی الزناد نے (بجائے ستر کے) نوے کہا ہے اور یہی بیان زیادہ صحیح ہے۔

(۳۴۲۵) مجھ سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا ہم سے میرے والد نے بیان کیا، کہا ہم سے اعمش نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم تمیمی نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے حضرت ابو زریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ فرمایا کہ مسجد حرام! میں نے سوال کیا، اس کے بعد کونسی؟ فرمایا کہ مسجد اقصیٰ۔ میں نے سوال کیا اور ان دونوں کی تعمیر کا درمیانی فاصلہ کتنا تھا؟ فرمایا کہ چالیس سال۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جائے فوراً نماز پڑھ لو۔ تمہارے لئے تمام روئے زمین مسجد ہے۔

اس کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے جس کی بناء اول بہت قدیم ہے مگر بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بنایا۔ کعبہ شریف کی بھی بناء اول بہت قدیم ہے مگر حضرت ابراہیم نے اس کی تجدید فرمائی۔ ہر دو عمارتوں کی پہلی بنیادوں میں چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ اس طرح منکرین حدیث کا اعتراض پادر ہوا ہو گیا جو وہ اس حدیث پر وارد کرتے ہیں۔ امت میں گمراہ فرقے بہت پیدا ہوئے مگر منکرین حدیث نے ان تمام گمراہ فرقوں سے آگے قدم بڑھا کر بنیاد اسلام کو ڈھانے کی کوشش کی ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ

(۳۴۲۶) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، کہا ہم سے ابو الزناد نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری اور تمام انسانوں کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی ہو۔ پھر پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔

ذَاوُدَ : لِأَطْوَفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ : إِنَّ شَاءَ اللَّهُ. فَلَمْ يَقُلْ، وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا أَحَدَ شَقِيهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَوْ قَالَهَا لَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ((تَسْعِينَ)) وَهُوَ أَصَحُّ.

۳۴۲۵- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التِّمِيمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلُ؟ قَالَ : ((الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ)). قَالَتْ : ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ : ((ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى)). قُلْتُ : كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : ((أَرْبَعُونَ)). ثُمَّ قَالَ : ((حِينَئِذَا أَذْرَكْنَاكَ الصَّلَاةَ فَصَلِّ وَالْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ)). [راجع: ۳۳۶]

۳۴۲۶- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَجَعَلَ الْفِرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِي النَّارِ)).

(۳۴۲۷) اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ساتھ دونوں کے بچے تھے۔ اتنے میں ایک بھیڑیا آیا اور ایک عورت کے بچے کو اٹھالے گیا۔ ان دونوں میں سے ایک عورت نے کہا بھیڑیا تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے یہاں اپنا مقدمہ لے گئیں۔ آپ نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد کے یہاں آئیں اور انہیں اس جھگڑے کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا چھری لاؤ۔ اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کے درمیان بانٹ دوں۔ چھوٹی عورت نے یہ سن کر کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ ایسا نہ کیجئے، میں نے مان لیا کہ یہ اسی بڑی کا لڑکا ہے۔ اس پر سلیمان علیہ السلام نے اس چھوٹی کے حق میں فیصلہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سکین کا لفظ اسی دن سنا، ورنہ ہم ہمیشہ (چھری کے لئے) مدیہ کا لفظ بولا کرتے تھے۔

ان جملہ احادیث مذکورہ میں ضمنی طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اسی لئے ان احادیث کو یہاں درج کیا گیا۔ باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ مزید تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

باب حضرت لقمان کا بیان اور سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور بیشک دی تھی ہم نے لقمان کو حکمت یعنی یہ کہا کہ اللہ کا شکر ادا کر

آیت ﴿ان الله لا يحب كل مختال فخور﴾ تک۔ لا تصغر یعنی اپنا چہرہ نہ پھیر۔

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے زمانہ کے ایک دانا حکیم تھے، بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے فیض بھی حاصل کیا، جمور کا قول یہی ہے کہ یہی ایک دانا حکیم تھے نبی نہ تھے۔ بعض لوگوں نے ان کو نبی کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۴۲۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوث نہیں کی“ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا ”ہم میں ایسا

۲۷-۳۴ (رواق): كانت امرأتان معهما ابناهما. جاء الذئب فذهب بابن أحدهما. فقالت صاحبتها إنما ذهب بابنك. وقالت الأخرى: إنما ذهب بابنك. فتحاكما إلى داود ففضى به للكبرى. فخرجتا على سليمان بن داود عليهما السلام فاخبرتاها فقال: اتوليني بالسكين اشق بينهما. فقالت الصغرى: لا تفعل برحمتك الله. هو ابناها. ففضى به للصغرى. قال أبو هريرة رضي الله عنه: والله إن سمعت بالسكين إلا يومئذ، وما كنا نقول إلا المذبة).

[صرفہ فی : ۶۷۶۹].

۴۱- باب قول الله تعالى:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ - إِنْ اللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [لقمان : ۱۲-۱۸].

﴿وَلَا تُصَغِّرْ﴾ : الإغراض بالنوجد.

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے زمانہ کے ایک دانا حکیم تھے، بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے فیض بھی حاصل کیا، جمور کا قول یہی ہے کہ یہی ایک دانا حکیم تھے نبی نہ تھے۔ بعض لوگوں نے ان کو نبی کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۴۲۸) ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے، ان سے ابراہیم نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوث نہیں کی“ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا ”ہم میں ایسا

کون ہو گا جس نے اپنے ایمان میں ظلم نہیں کیا ہو گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ”اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ بے شک شرک ہی ظلم عظیم ہے۔“

(۳۴۲۹) مجھ سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، کہا ہم سے اعش نے بیان کیا، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے علقمہ نے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب آیت ”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوث نہیں کی“ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بڑا شاق گزرا اور انہوں نے عرض کیا ہم میں کون ایسا ہو سکتا ہے جس نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی ملاوث نہ کی ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں، ظلم سے مراد آیت میں شرک ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا تھا اے نصیحت کرتے ہوئے کہ ”اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، بے شک شرک بڑا ہی ظلم ہے۔“

باب ”اور ان کے سامنے بستی والوں کی مثال بیان کر“ الآیۃ
 فغزونا کے معنی میں مجاہد نے کہا کہ ہم نے انہیں قوت پہنچائی“
 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طائرِ کم کے معنی ”تمہاری
 مصیبتیں“ ہیں۔

٤٢- بَابُ ﴿وَاصْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا﴾
أَصْحَابِ الْقَرْيَةِ ﴿الْآيَةِ﴾ [يس: ١٣]
﴿فَعَزَّزْنَا﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ: شَدَّدْنَا.
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ﴿طَانِرُكُمْ﴾: مَصَابِيكُكُمْ

باب حضرت زکریا علیہ السلام کا بیان

٤٣- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا، إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ يَدَّاءَ حَافِيًا. قَالَ : رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا - إِلَى

میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی ہے۔

آیت ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ تک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رضیا، مرضیا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عتیا بمعنی عصیا ہے۔ عتایتو سے مشتق ہے۔ زکریا علیہ السلام بولے ”اے پروردگار! میرے یہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا“ آیت ”ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا“ تک۔ (سویا بمعنی) صحیحاً ہے۔ پھر وہ اپنی قوم کے روبرو حجرہ میں سے برآمد ہوا اور اشارہ کیا کہ اللہ کی پاکی صبح و شام بیان کیا کرو۔ فاوہی بمعنی فاشار ہے۔ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط پکڑ“ آیت ”وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا“ تک۔ حفیاً بمعنی لطیفاً۔ عاقراً، مؤنث اور مذکر دونوں کے لئے آتا ہے۔

قوله - لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿

[مریم : ۳-۷]۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : مَثَلًا . يُقَالُ : ﴿رَضِيًّا﴾ : مَرْضِيًّا . ﴿عَتِيًّا﴾ : عَصِيًّا . عَتَا يَعْتُو . ﴿قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ - ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا . وَيُقَالُ صَحِيحًا . ﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ﴾ ، فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَن سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا . ﴿فَأَوْحَى﴾ : فَاشَار . ﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ - إِلَى قَوْلِهِ - وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا . ﴿حَفِيًّا﴾ : لَطِيفًا . ﴿عَاقِرًا﴾ : الذَّكَرُ وَالْأُنثَى سَوَاءً .

اسرائیلی نبیوں میں حضرت زکریا کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش ان ہی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں ان کو بطور معجزہ حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند رشید عطا فرمایا، ان آیات میں ان ہی کا ذکر ہے۔ ان آیات کے مشکل الفاظ کی بھی وضاحت یہاں پر کر دی گئی۔ تفصیل کے لئے سورۃ مریم کا مطالعہ کر لیا جائے۔

(۳۴۳۰) ہم سے ہدیہ بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اور ان سے مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے متعلق بیان فرمایا کہ پھر آپ اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ پھر دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ پوچھا گیا، کون ہیں؟ کہا کہ جبریل علیہ السلام۔ پوچھا گیا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا، کیا انہیں لانے کے لئے بھیجا گیا تھا؟ کہا کہ جی ہاں۔ پھر جب میں وہاں پہنچا تو عیسیٰ اور یحییٰ رضی اللہ عنہما وہاں موجود تھے۔ یہ دونوں نبی آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، دونوں نے جواب دیا اور کما خوش آمدید نیک بھائی اور نیک نبی۔

۳۴۳۰۔ حَدَّثَنَا هُدَيْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّادٌ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ: ((أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ عَنْ نَبِيِّهِ أُسْرَى بِهِ: ثُمَّ صَعِدَ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ، فَاسْتَفْتَحَ، قِيلَ مَنْ هَذَا؟ قِيلَ: جِبْرِيلُ. قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قِيلَ: مُحَمَّدٌ. قِيلَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قِيلَ: نَعَمْ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا يَحْيَى وَعِيسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَتِي. قَالَ: هَذَا يَحْيَى وَعِيسَى. فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِمَا، فَسَلَّمْتُ، فَرَدَّاهُ، ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ)). [راجع: ۳۲۰۷]

روایت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت ایشاع دونوں ماں جالی ہمیں تھیں جن کی ماں کا حنہ نام ہے۔ مریم سریانی لفظ ہے جس کے معنی خادمہ کے ہیں۔ کرمانی و فتح وغیرہ۔

۴۴ - باب قول اللہ تعالیٰ :

وَإِذْ نُكِّرُ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّخَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا [مریم : ۱۶] . إِذْ قَالَتُ السَّلَامُكَ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُشْرِكُ بِكَلِمَتِهِ [آل عمران : ۴۵] . إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ - إِلَى قَوْلِهِ - يُرْزَقُ مِنْ يَشَاءَ بغير حساب [آل عمران : ۳۳] . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ﴿وَآلَ عِمْرَانَ﴾ . الْمُؤْمِنُونَ مِنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ وَآلِ عِمْرَانَ وَآلِ يَاسِينَ وَآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ . يَقُولُ : ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ﴾ [آل عمران : ۶۸] . وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ . وَيُقَالُ : ﴿آلُ يَعْقُوبَ﴾ أَهْلُ يَعْقُوبَ . فَإِذَا صَغُرُوا : ((آل)) ثُمَّ رَدُّوهُ إِلَى الْأَصْلِ : قَالُوا : أَهْلُ .

باب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا بیان۔ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں چلی گئیں (اور وہ وقت یاد کر) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تجھ کو خوش خبری دے رہا ہے، اپنی طرف ایک کلمہ کی“ بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہاں پر برگزیدہ بنایا۔ آیت ”یُرْزَقُ مِنْ يَشَاءَ بغير حساب“ تک۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آل عمران سے مراد ایماندار لوگ ہیں جو عمران کی اولاد میں ہوں جیسے آل ابراہیم اور آل یسین اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہی لوگ مراد ہیں جو مومن ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اللہ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک والے وہی لوگ ہیں جو ان کی راہ پر چلتے ہیں یعنی جو مومن موحد ہیں۔ آل کا لفظ اصل میں اہل تھا۔ آل یعقوب یعنی اہل یعقوب (ہ کو ہمزہ سے بدل دیا) تفسیر میں پھر اصل کی طرف لے جاتے ہیں تب اہیل کہتے ہیں۔

مکانا شرقیا کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم ہیکل چھوڑ کر جہاں ان کی پرورش ہوئی اپنے آبائی وطن ناصرہ چلی گئیں۔ یہ یروشلم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور باشندگان یروشلم کے لئے مشرق کا حکم رکھتا ہے۔ انجیل سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ وہ اس معاملے کا محل وقوع ناصرہ ہی بتلاتے ہیں۔ دیکھو کتاب لوقا۔

(۳۴۳۱) ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، کہا انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا، کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہر ایک بنی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے اور پھر شیطان کے چھونے سے زور سے چینتا ہے۔ سوائے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہما

۳۴۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ قَالَ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمْسُهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهْلُ صَارِحًا مِنْ مَسِّ

السلام کے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (اس کی وجہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ!) میں اسے (مریم کو) اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

باب اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور (وہ وقت یاد کر) جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم بیشک اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے اور پلیدی سے پاک کیا ہے اور تجھ کو دنیا جہاں کی عورتوں کے مقابلہ میں برگزیدہ کیا۔ اے مریم! اپنے رب کی عبادت کرتی رہ اور سجدہ کرتی رہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ، یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم تیرے اوپر وحی کر رہے ہیں اور تو ان لوگوں کے پاس نہیں تھا جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو پالے اور تو نہ اس وقت ان کے پاس تھا جب وہ آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ یکفل بضم کے معنی میں بولتے ہیں، یعنی ملا یوے۔ کفلہا یعنی ضمہا ملا لیا (بعض قراتوں میں) تخفیف کے ساتھ ہے۔ یہ وہ کفالت ہے جو قرضوں وغیرہ میں کی جاتی ہے یعنی ضمانت وہ دو سراسر معنی ہے۔

(۳۴۳۲) مجھ سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا، کہا ہم سے نضر نے بیان کیا، ان سے ہشام نے، کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی، کہا کہ میں نے عبد اللہ بن جعفر سے سنا، کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے کہ مریم بنت عمران (اپنے زمانہ میں) سب سے بہترین خاتون تھیں اور اس امت کی سب سے بہترین خاتون حضرت خدیجہ ہیں (رضی اللہ عنہا)۔

باب اللہ پاک کا سورہ آل عمران میں فرمانا ”جب فرشتوں نے کہا اے مریم!

فانما یقول لہ کن فیکون تک۔ یبشرک اور یشترک (مزید اور مجرد) دونوں کے ایک معنی ہیں۔ وجہا کا معنی شریف۔ ابراہیم نخعی نے کہا۔ مسیح صدیق کو کہتے ہیں۔ مجاہد نے کہا کھلا کا معنی بردبار۔ اکمہ

الشَّيْطَانُ. غَيْرَ مَرِيَمَ وَابْنَهَا. ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : «وَأَيُّ أَعْيَدَهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» [آل عمران : ۳۶]۔

۴۵ - باب «وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ. يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ. ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ. وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَتَيْنَهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ. وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ» [آل عمران : ۴۲] يُقَالُ «يَكْفُلُ» يَضُمُّ. كَفَّلَهَا ضَمُّهَا مُحَقَّقَةٌ. لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُونِ وَشِبْهِهَا.

۳۴۳۲ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : «خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ عِمْرَانُ، وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ».

[طرفہ فی : ۳۸۱۵]۔

۴۶ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ - إِلَى قَوْلِهِ - فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ» [آل عمران : ۴۵-۴۸] . «يَبْشُرُكَ» : وَيَبْشُرُكَ وَاحِدًا . «وَجِيهًا» : شَرِيفًا . وَقَالَ

جودن کو دیکھے، پر رات کو نہ دیکھے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اوروں نے کہا اکمہ کے معنی مادر زاد اندھے کے ہیں۔

إِبْرَاهِيمُ: الْمَسِيحُ الصَّدِيقُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْكَهْلُ الْحَلِيمُ. وَالْأَكْمَةُ مَنْ يُبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: مَنْ يُولَدُ أَعْمَى.

آیات مذکورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے جو بغیر باپ کے محض اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے۔ جن نام نماہ مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ کی اس حقیقت سے انکار کیا ہے ان کا قول باطل ہے۔ قرآن پاک میں صاف موجود ہے۔ ﴿إِنْ مَثَلٌ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (آل عمران ۵۹) صدق اللہ تعالیٰ امانہ و صدقنا۔ قوله المسيح الصديق قال الطبري مراد ابراهيم بهذا ان الله مسحه فطهره من الذنوب فهو فعيل بمعنى مفعول و يقال سمي بذلك لانه كان لا يمسح ذاعامة الابري و سمي الدجال به لانه يمسح الارض و قيل لكونه ممسوح العين (فتح الباری)

(۳۴۳۳) ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، انہوں نے کہا کہ میں نے مرہ ہمدانی سے سنا۔ وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی۔ مردوں میں سے توہمت سے کامل ہو گزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا اور کوئی کامل پیدا نہیں ہوئی۔

۳۴۳۳- حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ. كَمَلُ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ)). [راجع: ۳۴۱۱]

(۳۴۳۴) اور ابن وہب نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے خبر دی، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے بیان کیا اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اونٹ پر سوار ہونے والیوں (عربی خواتین) میں سب سے بہترین قریشی خواتین ہیں۔ اپنے بچے پر سب سے زیادہ محبت و شفقت کرنے والی اور اپنے شوہر کے مال و اسباب کی سب سے بہتر نگران و محافظ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے تھے کہ مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئی تھیں۔ یونس کے ساتھ اس حدیث کو زہری کے بھیجے

۳۴۳۴- وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ: أَخْنَاهُ عَلَى طِفْلِ، وَأَرْغَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ)). يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى إِثَرِ ذَلِكَ: وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيرًا قَطُّ. تَابَعَهُ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيُّ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ

اور اسحاق کلبی نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

باب اللہ پاک کا سورہ مریم میں فرمانا ”اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (تختی اور تشدد) نہ کرو

اور اللہ تعالیٰ کی نسبت وہی بات کہو جو سچ ہے۔ مسیح عیسیٰ بن مریم ملیہما السلام تو بس اللہ کے ایک پیغمبر ہی ہیں اور اس کا ایک کلمہ جسے اللہ نے مریم تک پہنچا دیا اور ایک روح ہے اس کی طرف سے۔ پس اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس سے باز آجاؤ۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے بیٹا ہو۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کا کارساز ہونا کافی ہے۔ ابو عبید نے بیان کیا کہ کلمتہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو گیا اور دوسروں نے کہا کہ وروح منہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا اور روح ڈالی اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔

نصاری کے عقیدہ تثلیث کی تردید ہے جو روح القدس اور مریم اور عیسیٰ تینوں کو ملا کر ایک خدا کے قائل ہیں۔ یہ ایسا باطل عقیدہ ہے جس پر عقل اور نقل سے صحیح دلیل پیش نہیں کی جاسکتی مگر عیسائی دنیا آج تک اس عقیدہ فاسدہ پر جی ہوئی ہے۔ آیت ولا تقولوا ثلاثة میں اسی عقیدہ باطلہ کا ذکر ہے۔

(۳۴۳۵) ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا ہم سے ولید نے بیان کیا، ان سے اوزاعی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے عمیر بن ہانی نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا اور ان سے عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ ہے کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں، جسے پہنچا دیا تھا اللہ نے مریم تک اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہو گا (آخر) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ولید نے بیان کیا کہ مجھ سے ابن جابر نے بیان کیا، ان سے عمیر نے اور جنادہ نے اور اپنی روایت

عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرفاء فی: ۵۰۸۲، ۵۳۶۵].

۴۷- بَابُ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ، إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً انْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ، لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [النساء: ۱۷۱].

وَقَالَ أَبُو غُبَيْبٍ: ﴿كَلِمَتُهُ﴾ كُنْ فَكَانَ. وَقَالَ غَيْرُهُ: ﴿وَرُوحٌ مِنْهُ﴾: أَحْيَاہُ فَجَعَلَهُ رُوحًا. وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةً.﴾

۳۴۳۵- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عِبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ)). قَالَ الْوَلِيدُ: حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ

میں یہ زیادہ کیا (ایسا شخص) جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے (داخل ہو گا)

باب سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اس) کتاب میں مریم کا ذکر کر جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر

ایک پورب رخ مکان میں چلی گئی۔ لفظ انتبذت نبذ سے نکلا ہے جیسے حضرت یونس کے قصبے میں فرمایا نبذناہ یعنی ہم نے ان کو ڈال دیا۔ شرقیا پورب رخ (یعنی مسجد سے یا ان کے گھر سے پورب کی طرف) فاجاء ہا کے معنی اس کو لاچار اور بے قرار کر دیا۔ تساقط گرے گا۔ قضا دور۔ فرما بڑا یا برا۔ نسیا ناچیز۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی کہا۔ دوسروں نے کہا نسی کہتے ہیں حقیر چیز کو (یہ سدی سے منقول ہے) ابو وائل نے کہا کہ مریم یہ سمجھی کہ پرہیز گار وہی ہوتا ہے جو عقل مند ہوتا ہے۔ جب انہوں نے کہا (جبریل علیہ السلام کو ایک جوان مرد کی شکل میں دیکھ کر) اگر تو پرہیز گار ہے اللہ سے ڈرتا ہے۔ وکیع نے اسرائیل سے نقل کیا، انہوں نے ابو اسحاق سے، انہوں نے براء بن عازب سے سربا سربانی زبان میں چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔

(۳۴۳۶) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا، ان سے محمد بن سیرین نے اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گود میں تین بچوں کے سوا اور کسی نے بات نہیں کی۔ اول عیسیٰ علیہ السلام (دوسرے کا واقعہ یہ ہے کہ) بنی اسرائیل میں ایک بزرگ تھے، نام جرج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے انہیں پکارا۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ میں والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اس پر ان کی والدہ نے (غصہ ہو کر) بد دعا کی، اے اللہ! اس وقت تک اسے موت نہ آئے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ جرج اپنے عبادت خانے میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک فاحشہ عورت آئی اور ان سے بدکاری چاہی لیکن انہوں نے (اس کی خواہش پوری کرنے سے)

جَنَادَ وَزَادَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ أَيُّهَا شَاءَ.

۴۸ - باب ۴۸: وَأَذْكُرُ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا ﴿مَرْيَمَ : ۱۶﴾. فَبَدَّلْنَاهُ : الْقَيْنَاهُ : اغْتَرَلَتْ شَرْقِيًّا : مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ. ﴿فَأَجَاءَهَا﴾ : أَفَعَلْتُ مِنْ جَنَّتْ، وَيُقَالُ : أَلْجَأَهَا اضْطَرَّهَا، ﴿تَسَاقَطُ﴾ : تَسْقَطُ. ﴿قَصِيًّا﴾ : قَاصِيًّا. ﴿فَرِيًّا﴾ عَظِيمًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ﴿نَسِيًّا﴾ : لَمْ أَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ النَّسِيُّ : الْحَقِيرُ. وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ : عَلِمْتُ مَرْيَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ذُو نُهْبَةٍ حِينَ قَالَتْ : ﴿إِنْ كُنْتُ نَبِيًّا﴾. وَقَالَ وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ : ﴿سَرِيًّا﴾ نَهْرٌ صَغِيرٌ بِالسُّرْيَانِيَةِ.

۳۴۳۶ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ : عِيسَى. وَكَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جَرَجٌ كَانَ يُصَلِّي، جَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَقَالَ : أَجِيبِي أَوْ أَصَلِّي؟ فَقَالَتْ : اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وَجْهَ الْمُؤْمِسَاتِ، وَكَانَ جَرَجٌ فِي صَوْمَعَةٍ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمَكَّتْهُ مِنْ نَفْسِهَا،

انکار کیا۔ پھر ایک چرواہے کے پاس آئی اور اسے اپنے اوپر قابو دے دیا۔ اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ان پر یہ تہمت دھری کہ یہ جرتج کا بچہ ہے۔ ان کی قوم کے لوگ آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا، انہیں نیچے اتار کر لائے اور انہیں گالیاں دیں۔ پھر انہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی، اس کے بعد بچے کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا ہے اس پر (ان کی قوم شرمندہ ہوئی اور) کہا کہ ہم آپ کا عبادت خانہ سونے کا بنائیں گے۔ لیکن انہوں نے کہا ہرگز نہیں، مٹی ہی کا بنے گا (تیسرا واقعہ) اور ایک بنی اسرائیل کی عورت تھی، اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ قریب سے ایک سوار نہایت عزت والا اور خوش پوش گزرا، اس عورت نے دعا کی، اے اللہ! میرے بچے کو بھی اسی جیسا بنادے لیکن بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر اس کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جیسے میں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی چوس رہے ہیں (بچے کے دودھ پینے لگنے کی کیفیت بتلاتے وقت) پھر ایک باندی اس کے قریب سے لے جالی گئی (جسے اسکے مالک مار رہے تھے) تو اس عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس جیسا نہ بنانا۔ بچے نے پھر اس کا پستان چھوڑ دیا اور کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنادے۔ اس عورت نے پوچھا۔ ایسا تو کیوں کہہ رہا ہے؟ بچے نے کہا کہ وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا اور اس باندی سے لوگ کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور زنا کیا حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

وہ پاک دامن خدا کی نیک بندی تھی۔ ان تینوں بچوں کے کلام کرنے کا تعلق صرف بنی اسرائیل سے ہے۔ ان کے علاوہ بعض

دوسرے بچوں نے بھی بچپن میں کلام کیا ہے۔

۳۷:۳۴۔۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا دِشَامُ عَنْ مَعْمَرٍ ح. وَحَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ

(۳۷:۳۴) مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا ہم کو ہشام نے خبر دی، انہیں معمر نے (دوسری سند) مجھ سے محمود نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، ان سے زہری

نے بیان کیا، کہا مجھ کو سعید بن مسیب نے خبر دی اور ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات میری معراج ہوئی، میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ ---- میرا خیال ہے کہ معمر نے کہا ---- دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے قبیلہ شہوہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا بھی حلیہ بیان فرمایا کہ درمیانہ قد اور سرخ و سپید تھے، جیسے ابھی ابھی غسل خانے سے باہر آئے ہوں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی اور میں ان کی اولاد میں ان سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا کہ جو آپ کا جی چاہے لے لو۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا۔ اس پر مجھ سے کہا گیا کہ فطرت کی طرف آپ نے راہ پالی، یا فطرت کو آپ نے پالیا۔ اسکے بجائے اگر آپ شراب کا برتن لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(۳۴۳۸) ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی، کہا ہم کو عثمان بن مغیرہ نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھٹگھریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندم گوں، دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا آدمی ہو۔

زط سوڈان کا ایک قبیلہ یا یہود کا، جہاں کے لوگ دبلے پتلے لمبے قد کے ہوتے ہیں۔ زط سے جاٹ کا لفظ بنا ہے جو ہندوستان کی ایک مشہور قوم ہے جو ہندو اور مسلمان ہر دو مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ روایت میں عن مجاہد عن ابن عمر تا قلمین کا سمو۔ ہے اصل میں صحیح یہ ہے عن مجاہد عن ابن عباس

(۳۴۳۹) ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو ضمیرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، ان سے

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي: لَقِيتُ مُوسَى، قَالَ: فَفَعَنَهُ فَإِذَا رَجُلٌ خَشْبَتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجُلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ شُوْوَةَ. قَالَ: وَلَقِيتُ عِيسَى، فَفَعَنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: رَبْعَةٌ أَحْمَرٌ، كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ - يَغْنِي الْحَمَامَ - وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ. قَالَ: وَأَتَيْتُ بَنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْآخَرُ فِيهِ خَمْرٌ، فَقِيلَ لِي: خُذْ أَتَيْهُمَا شَبْتٌ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرَبْتُهُ، فَقِيلَ لِي: هُدَيْتَ الْفِطْرَةَ - أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ - أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَيْتَ أُمَّتَكَ)).

[راجع: ۳۳۹۴]

۳۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((رَأَيْتُ عِيسَى وَمُوسَى وَإِبْرَاهِيمَ، فَأَمَّا عِيسَى فَأَحْمَرٌ جَعْدٌ غَرِيبُ الصَّدْرِ، وَأَمَّا مُوسَى فَأَدَمٌ خَشْبَتُهُ سَبْطُ كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ الزُّطِّ)).

۳۴۳۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوسَى عَنْ نَافِعٍ

نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہے، لیکن دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا، اس کی آنکھ اٹھے ہوئے انکور کی طرح ہوگی۔

(۳۴۴۰) اور میں نے رات کعبہ کے پاس خواب میں ایک گندمی رنگ کے آدمی کو دیکھا جو گندمی رنگ کے آدمیوں میں شکل کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا۔ اس کے سر کے بال شانوں تک لٹک رہے تھے، سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے شانوں پر رکھے ہوئے وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا، سخت اور مڑے ہوئے بالوں والا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا۔ اسے میں نے ابن قطن سے سب سے زیادہ شکل میں ملتا ہوا پایا، وہ بھی ایک شخص کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فرشتوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس روایت کی متابعت عبید اللہ نے نافع سے کی ہے۔

[۷۰۲۶، ۷۱۲۸]

(۳۴۴۱) ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا، کہا کہ مجھ سے زہری نے بیان کیا، ان سے سالم نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم نبی کریم ﷺ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ سرخ تھے بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اپنے کو دیکھا، اس وقت مجھے ایک صاحب نظر آئے جو گندمی رنگ لٹکے ہوئے بال والے تھے، دو آدمیوں کے درمیان ان کا سارا لئے ہوئے اور سر سے پانی صاف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے جواب دیا

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرِي النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ فَقَالَ: ((إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، إِلَّا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عَيْنَةُ طَافِيَةٍ)). [راجع: ۳۰۵۷]

۳۴۴۰- وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمٌ كَأَحْسَنِ مَا يُرَى مِنْ آدَمِ الرِّجَالِ، تَضْرِبُ لَمَنَّهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجُلٌ الشَّعْرَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ. ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهَ مَنْ رَأَيْتُ بَابِنِ قَطْنٍ، وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمَسِيحُ الدَّجَالُ. تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ.

[أطرافه في: ۳۴۴۱، ۵۹۰۲، ۶۹۹۹]

۳۴۴۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَا وَاللَّهِ، مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعِيسَى أَحْمَرُ، وَلَكِنْ قَالَ: ((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ آدَمٌ سَبَطَ الشَّعْرَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْظِفُ رَأْسَهُ مَاءً - أَوْ يُهْرَاقُ رَأْسَهُ مَاءً - فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: ابْنُ مَرْيَمَ.

کہ آپ ابن مریم ﷺ ہیں۔ اس پر میں نے انہیں غور سے دیکھا تو مجھے ایک اور شخص بھی دکھائی دیا جو سرخ، موٹا، سر کے بال مڑے ہوئے اور داہنی آنکھ سے کانٹا تھا اس کی آنکھ ایسی دکھائی دیتی تھی جیسے اٹھا ہوا ہو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس سے شکل و صورت میں ابن قطن بہت زیادہ مشابہ تھا۔ زہری نے کہا کہ یہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت کے زمانہ میں مر گیا تھا۔

فَذَهَبْتُ أَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيمٌ
جَعْدُ الرَّأْسِ أَغْوَرُ عَيْنِهِ الْيَمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ
عَبْثَةٌ طَافِيَةٌ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا
الدَّجَالُ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبْهًا ابْنُ
قَطْنٍ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: رَجُلٌ مِنْ خِزَاعَةَ
هَلَكَ فِي لُجَاةٍ لِيَهْلِيَةٍ)).

[راجع: ۳۴۴۰]

تشریح جس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جعد کا لفظ آیا ہے تو اس کے معنی گھونگھریالے بال والے نہیں ہیں، ورنہ یہ حدیث اس کے مخالف ہوگی۔ اسی لئے ہم نے جعد کے معنی اس حدیث میں گٹھے ہوئے جسم کے کئے ہیں اور مطابقت اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ خفیف گھونگھریالے تیل والے یا پانی سے بھگونے یا گٹھون کرنے سے سیدھے ہو جاتے ہیں (وحیدی)

۳۴۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ
أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ
بَابْنِ مَرْثَمٍ، وَالْأَنْبِيَاءِ أَوْلَادُ غُلَاتٍ لَيْسَ
بِنَبِيِّ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ)). [طرفہ فی: ۳۴۴۳].

آپ بھی پیغمبر وہ بھی پیغمبر آپ کے اور ان کے بیچ میں دوسرا کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔ خود حضرت عیسیٰ نے انجیل میں آپ کی بشارت دی کہ میرے بعد تسلی دینے والا آئے گا اور وہ تم کو بہت سی باتیں بتائے گا جو میں نے نہیں بتائی کیونکہ وہ بھی وہیں سے علم حاصل کرے گا جہاں سے میں حاصل کرتا ہوں۔ ایک انجیل میں صاف آنحضرت ﷺ کا نام مذکور ہے لیکن نصاریٰ نے اس کو چھپا ڈالا ہے۔ اس شریعت کا کوئی ٹھکانا ہے۔ کہتے ہیں کہ فارقلیط کے معنی بھی سراہا ہوا ہیں یعنی محمد ﷺ۔

تشریح ۳۴۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانَ حَدَّثَنَا
فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ: ((أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعَيْسَى ابْنِ
مَرْثَمٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ
لِعُلَاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ)).
وَقَالَ ابْنُ أَبِي هَرَبَةَ: حَدَّثَنَا عَنْ مُوسَى بْنِ

۳۴۴۳) ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا ہم سے فلح بن سلیمان نے بیان کیا، کہا ہم سے ہلال بن علی نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمن بن ابی عمرو نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں عیسیٰ بن مریم سے اور لوگوں کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور انبیاء علیہم السلام علقائی بھائیوں (کی طرح) ہیں۔ ان کے مسائل میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔ اور ابراہیم بن لہمان نے بیان کیا، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے، ان سے

غَفَبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: [راجع: ۳۴۴۳]

صفوان بن سلیم نے، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

علائی بھائی وہ جن کا باپ ایک ہو، ماں جدا جدا ہوں۔ اسی طرح جملہ انبیاء کا دین ایک ہے اور فروعی مسائل جدا جدا ہیں۔

۳۴۴۴- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((رَأَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرُقُ، فَقَالَ لَهُ: أَسْرَقْتَ؟ قَالَ: كَلَّا وَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. فَقَالَ عِيسَى: آمَنْتُ بِاللَّهِ، وَكَذَبْتُ عَنِّي)).

(۳۴۴۴) ہم سے عبد اللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم کو معمر نے خبر دی، انہیں ہمام نے اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا پھر اس سے دریافت فرمایا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا کہ ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور میری آنکھوں کو دھوکا ہوا۔

یعنی مومن جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا جب اس نے قسم کھائی تو معلوم ہوا کہ وہ سچا ہے۔ آنکھ سے غلطی ممکن ہے مثلاً اس کے شبیہ کوئی دوسرا شخص ہو۔ یا درحقیقت اس کا فعل چوری نہ ہو۔ اس مال میں اس کا کوئی حق متعین ہو۔ بہت سے احتمال ہو سکتے ہیں۔ بعض نے کہا ایسا کہنے سے حضرت عیسیٰ کی مراد یہ تھی کہ مومن کو مومن کی قسم پر ایسا بھروسا ہونا چاہئے جیسے آنکھ سے دیکھنے پر بلکہ اس سے زیادہ۔ بعض نے یہ کہا مطلب یہ تھا کہ قاضی کو اپنے علم اور مشاہدے پر حکم دینا درست نہیں جب تک باقاعدہ جرم کے لئے ثبوت مہیا نہ ہو جائے (وحیدی)

۳۴۴۵- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: عَلَى الْمَنْبَرِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ((لَا تُطْرَوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ)). [راجع: ۲۴۶۲]

(۳۴۴۵) ہم سے حمیدی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، کہا کہ میں نے زہری سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

اللہ کے غلام، اللہ کے حبیب، اللہ کے خلیل، اشرف انبیاء آپ کی تعریف کی حد یہی ہے۔ جب قرآن میں آپ کو اللہ کا بندہ فرمایا یہ آیت اتری ﴿لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ﴾ (الحج: ۱۹) تو آپ نہایت ہی خوش ہوئے اللہ کی عبودیت خالصہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ یہ جاہل کیا جانیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نعت یہی سمجھ رکھی ہے کہ آپ کو خدا بنا دیں یا خدا سے بھی ایک درجہ آگے چڑھا دیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہهم (وحیدی)

(۳۴۴۶) ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی، کہا ہم کو صالح بن جی نے خبر دی کہ خراسان کے ایک شخص نے شعبی سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ابو بردہ نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا، اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو اچھی طرح ادب سکھائے اور پورے طور پر اسے دین کی تعلیم دے۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اسے دگنا ثواب ملتا ہے اور وہ شخص جو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا، پھر مجھ پر ایمان لایا تو اسے بھی دگنا ثواب ملتا ہے اور وہ غلام جو اپنے رب کا بھی ڈر رکھتا ہے اور اپنے آقا کی بھی اطاعت کرتا ہے تو اسے بھی دگنا ثواب ملتا ہے۔

ترجمہ خراسان کے نامعلوم شخص نے شعبی سے کہا کہ ہم لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر آدمی ام ولد کو آزاد کر کے پھر اس سے نکاح کرے تو ایسا ہے جیسے اپنی قربانی کے جانور پر سوار ہوا، تو امام شعبی نے یہ بیان کیا جو آگے مذکور ہے۔

(۳۴۴۷) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے مغیرہ بن نعمان نے، انہیں سعید بن جبیر نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) تم لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی ”جس طرح ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہماری جانب سے وعدہ ہے اور بیشک ہم اسے کرنے والے ہیں“ پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ پھر میرے اصحاب کو دائیں (جنت کی) طرف لے جایا جائے گا۔ لیکن کچھ کو بائیں (جہنم کی) طرف لے جایا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں لیکن مجھے بتایا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو اسی وقت انہوں نے ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ میں اس وقت وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے کہا تھا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان کی نگرانی کرتا رہا لیکن جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا

۳۴۴۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ: فَقَالَ الشَّعْبِيُّ أَخْبَرَنِي أَبُو بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((إِذَا أَدَّبَ الرَّجُلُ أَمَتَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا أَمَنَ بَعِيسَى ثُمَّ أَمَنَ بِهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ إِذَا أَتَقَى رَبَّهُ وَأَطَاعَ مَوْلَاهُ فَلَهُ أَجْرَانِ)). [راجع: ۹۷]

۳۴۴۷- حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((تُخْشَرُونَ خِفَةَ غُرَاةٍ غُرُلًا. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعِندََّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾. فَأَوَّلُ مَنْ يَكْسَى إِبْرَاهِيمُ. ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالِ مَنْ أَصْحَابِي ذَاتَ الِيسَمِ ذَاتِ الشَّمَالِ، فَأَقُولُ أَصْحَابِي، فَيَقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مِنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ: وَنُتِّ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ، فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ، وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. إِلَى قَوْلِهِ

تکلبان ہے اور تو ہر چیز پر تکلبان ہے۔ ”آیت“ العزیز الحکیم تک“ محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ ابو عبد اللہ سے روایت ہے اور ان سے قبیمہ نے بیان کیا کہ یہ وہ مرتدین ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کفر اختیار کیا تھا اور جن سے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی۔

اور وہ اہل بدعت بھی دھکار دیے جائیں گے جنہوں نے قسم قسم کی بدعات سے اسلام کو مسخ کر ڈالا تھا جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ ان کو حوض کوثر سے روک دیا جائے گا۔ خود معلوم ہونے پر آنحضرت ﷺ فرمائیں گے سحقالمن غیر بعدی دینا ان کے لئے دوری ہو جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل ڈالا۔ ان جملہ احادیث مذکورہ میں کسی نہ کسی طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے ان کو یہاں لایا گیا اور یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

باب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

کا آسمان سے اترنا

(۳۴۴۸) ہم سے اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا، کہا ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے صالح بن کیمان نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن مسیب نے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اس وقت مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔ اس وقت کا ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہو گا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ”اور کوئی اہل کتاب ایسا نہیں ہو گا جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔“

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ)). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفَرَبَرِيُّ: ذَكَرَ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قَبِيصَةَ قَالَ: ((هُمْ الْمُؤْتَدُونَ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَاتَلَهُمْ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)). [راجع: ۳۴۴۹]

۴۹ - بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

۳۴۴۸- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكُنَّ أَنْ يَنْزَلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخَنَازِيرَ، وَيَضَعِ النِّجْرِيَّةَ، وَيَفِيضَ النَّمْلُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا)). ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَاقْرَأُوا إِنَّ شِئْنَكُمْ ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَمِنْهُمْ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ بِكُمْ شَهِيدًا﴾.

[راجع: ۲۲۲۲]

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے قریب جو یہود و نصاریٰ ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانے میں نازل ہوں گے تو اس زمانے کے اہل کتاب ان کے اوپر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسا ہی منقول ہے۔

(۳۴۴۹) ہم سے ابن کبیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام نافع نے اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے (تم نماز پڑھ رہے ہو گے) اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہو گا۔ اس روایت کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی۔

۳۴۴۹- حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)) تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالْأَوْزَاعِيُّ. (راجع: ۲۲۲۲)

تشریح آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ آیت قرآنی وان من اهل الكتاب الخ اس عقیدہ پر نص قطعی ہے اور احادیث صحیحہ اس بارے میں موجود ہیں۔ اس زمانہ آخر میں چند نیچری قسم کے لوگوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا اور پنجاب کے ایک شخص مرزا قادیانی نے اس انکار کو بہت کچھ اچھالا اور جملہ مسلمانان سلف و خلف کے خلاف ان کی موت کا عقیدہ باطلہ مشہور کیا، جو صریح باطل ہے۔ کسی بھی راسخ الایمان مسلمان کو ایسے بد عقیدہ لوگوں کی ہفوات سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔

باب بنی اسرائیل کے واقعات کا بیان۔

(۳۴۵۰) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو عوانہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الملک نے بیان کیا، ان سے ربعی بن حراش نے بیان کیا کہ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا آپ وہ حدیث ہم سے نہیں بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ سے سنی تھی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ آگ اور پانی دونوں ہوں گے لیکن لوگوں کو جو آگ دکھائی دے گی وہ ٹھنڈا پانی ہو گا اور لوگوں کو جو ٹھنڈا پانی دکھائی دے گا تو وہ جلانے والی آگ ہو گی۔ اس لئے تم میں سے جو کوئی اس کے زمانے میں ہو تو اسے اس میں گرنا چاہئے جو آگ ہو گی۔ کیونکہ وہی انتہائی شیریں اور ٹھنڈا پانی ہو گا۔

۵۰- بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۳۴۵۰- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ غَمْبَرٍ عَنْ رَبِيعٍ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُمَرَ لِحَذِيفَةَ: أَلَا تَحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: ((إِنَّ مَعَ الدَّجَالِ إِذَا خَرَجَ مَاءٌ وَنَارًا، فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ، وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ. فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقْعُ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ، فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ)). (إسرفہ فی: ۷۱۳۰)

(۳۴۵۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کے پاس ملک الموت ان کی روح قبض کرنے آئے تو ان سے پوچھا گیا کوئی اپنی نیکی تمہیں یاد

۳۴۵۱- قَالَ حَذِيفَةُ: ((وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ أَنَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ، فَقِيلَ لَهُ: هَلْ عَمِلْتَ مِنْ

ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں پڑتی، ان سے دوبارہ کہا گیا کہ یاد کرو! انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی اپنی نیکی یاد نہیں، سو اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور لین دین کیا کرتا تھا، جو لوگ خوشحال ہوتے انہیں تو میں (اپنا قرض وصول کرتے وقت) مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ ہاتھ والوں کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی پر جنت میں داخل کیا۔

(۳۴۵۲) اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ایک شخص کی موت کا جب وقت آگیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میری موت ہو جائے تو میرے لئے بہت ساری لکڑیاں جمع کرنا اور ان میں آگ لگا دینا۔ جب آگ میرے گوشت کو جلا چکے اور آخری ہڈی کو بھی جلا دے تو ان جلی ہوئی ہڈیوں کو پیس ڈالنا اور کسی تند ہوا والے دن کا انتظار کرنا اور (ایسے کسی دن) میری راکھ کو دریا میں بہا دینا۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کیا اور اس سے پوچھا ایسا تو نے کیوں کروایا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ تیرے ہی خوف سے اے اللہ! اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ یہ شخص کفن چور تھا۔

فخص مذکور بنی اسرائیل سے تھا، باب سے یہی وجہ مناسبت ہے۔ مردوں کو جلانا ایسے ہی غلط تصورات کا نتیجہ ہے جو خلاف فطرت ہے۔ انسان کی اصل مٹی سے ہے لہذا مرنے کے بعد اسے مٹی میں دفن کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔

(۳۴۵۳، ۳۴۵۴) مجھ سے بشر بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھ کو معمر اور یونس نے خبر دی، ان سے زہری نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ اپنی چادر چہرہ مبارک پر بار بار ڈال لیتے پھر جب شدت بڑھتی تو اسے ہٹا دیتے تھے۔ حضور ﷺ نے اسی حالت میں فرمایا تھا،

خَيْرٌ؟ قَالَ: مَا أَغْلَمُ. قِيلَ لَهُ: أَنْظِرْ. قَالَ: مَا أَغْلَمُ شَيْئًا، غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أَبَايُ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا فَأَجَارِيهِمْ، فَأَنْظِرُ الْمُسِيرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَغْسِرِ، فَأَدْخِلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)). [راجع: ۲۰۷۷]

۳۴۵۲- فَقَالَ: ((وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، فَلَمَّا يَسَّ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصَى أَهْلَهُ: إِذَا أَنَا مِتُّ فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا كَثِيرًا أَوْقِدُوا فِيهِ نَارًا، حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَتْ إِلَى عَظْمِي فَامْتَحَشَتْ، فَخُذُوهَا فَاطْحَنُوهَا ثُمَّ انْظُرُوا يَوْمًا رَاحًا فَادْفُوهُ فِي التِّيمِّ: فَفَعَلُوا. فَجَمَعَهُ فَقَالَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِنْ خَشْيَتِكَ. فَغَفَرَ اللَّهُ لَهُ)) قَالَ عَقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو: ((وَأَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ، وَكَانَ نَبَاشًا)).

[طرفاء فی: ۳۴۷۹، ۶۴۸۰].

۳۴۵۳، ۳۴۵۴- حَدَّثَنِي بَشَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنِي مُعَمَّرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا: لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَطْرَحُ خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ آنحضور ﷺ اس امت کو ان کے کئے سے ڈرانا چاہتے تھے۔

كَذَلِكَ: ((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، يَحْذَرُ مَا صَنَعُوا)).

[راجع: ۴۳۵، ۴۳۶]

(۳۴۵۵) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے فرات قرار نے بیان کیا، انہوں نے ابو حازم سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پانچ سال تک بیٹھا ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے ان کی جگہ آ موجود ہوتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں میرے نائب ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے بیعت کر لو، بس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔

۳۴۵۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاتِ الْقَرَارِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَمْسَ سِنِينَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ)). قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: ((فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَأَلَّوْا، أَعْطَوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ)).

خلفاء کی اطاعت کے ساتھ خلفاء کو بھی ان کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے، ان کو اللہ کی عدالت میں سخت ترین رسوائی کا سامنا کرنا ہو گا، آج نام نہاد جمہوریت کے دور میں کرسیوں پر آنے والے لوگوں کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں مگر کتنے کرسی نشین ہیں جو اپنی ذمہ داریوں کو سوچتے ہیں، ان کو صرف ووٹ مانگنے کے وقت کچھ یاد آتا ہے بعد میں سب بھول جاتے ہیں الا ماشاء اللہ

(۳۴۵۶) ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو غسان نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے زید بن اسلم نے بیان کیا، ان سے عطاء بن یسار نے اور ان سے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی ساہنہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ!

۳۴۵۶- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانٍ قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَّارِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: ((لَتَبْعَنَّ سَنَنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شَبِيرًا بِشِيرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ سَلَكَوا جُحْرَ صَبٍّ

لَسَلَّكُمُوهُ. قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ : فَمَنْ؟

کیا آپ کی مراد پہلی امتوں سے یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر کون ہو سکتا ہے؟

[طرفه في : ٧٣٢٠].

نتیجہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ تم اندھا دھند یہود اور نصاریٰ کی تقلید کرنے لگو گے، فکر اور تامل کا مادہ تم سے نکل جائے گا۔ ہمارے زمانے میں مسلمان ایسے ہی اندھے بن گئے ہیں، یہود و نصاریٰ نے جس طرح اپنے دین کو برباد کیا ان سے بھی بڑھ کر مسلمانوں نے بدعات ایجاد کر کے اسلام کا حلیہ مسخ کر دیا ہے، قبر پرستی، امام پرستی مسلمانوں کا شاعر بن گئی ہیں، ان میں اس قدر فرقت پیدا ہو گئے کہ یہود و نصاریٰ سے آگے ان کا قدم ہے، شیعہ اور سنی ناموں سے جو تفریق ہوئی وہ تفریق در تفریق ہوتے ہوئے سینکڑوں فرقوں تک نوبت پہنچ چکی ہے، کتب و سنت کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔

۳۴۵۷- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ((ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّافُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانُ وَأَنْ يُؤَيِّرَ الْإِقَامَةَ)). [راجع: ۶۰۳]

(۳۴۵۷) ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا ہم سے خالد نے، ان سے ابوقلابہ نے اور انس رضی اللہ عنہ سے کہ: ((ذکر کیا گیا کہ نماز کے لئے اعلان کے طریقہ پر بحث کرتے وقت) صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا، لیکن بعض نے کہا کہ یہ تو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ آخر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اذان میں (کلمات) دو دفعہ کہیں اور تکبیر میں ایک ایک دفعہ۔

عبادت کے لئے آگ جلا کر یا ناقوس بجا کر لوگوں کو بلانا آج بھی اکثر ادیان کا معمول ہے۔ اسلام نے اس طریقہ کو ناپسند کر کے اذان کا بہترین طریقہ جاری کیا جو پانچ اوقات فضائے آسمانی میں پکار کر کہی جاتی ہے، جس میں عقیدہ توحید و رسالت کا وجد اور اعلان ہوتا ہے اور بہترین لفظوں میں مسلمانوں کو عبادت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ روایت میں یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے یہی باب سے مناسبت ہے۔ روایت میں اکبری تکبیر کہنے کا ذکر صاف لفظوں میں موجود ہے، مگر اس زمانہ میں اکثر برادران ملت، اکبری تکبیر سن کر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں جو ان کی ناواقفیت کی کھلی دلیل ہے، اکبری تکبیر سنت نبوی ہے اس سے انکار ہرگز جائز نہیں ہے، اللہ پاک ہمارے محترم برادران کو توفیق دے کہ وہ ایسا غلط تعصب دلوں سے دور کر دیں۔

۳۴۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الصُّحَيْ عَنِ مَسْرُوقٍ ((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَتْ تَكْرَهُ أَنْ يَجْعَلَ يَدُهُ فِي خَاصِرَتِهِ وَتَقُولُ: إِنَّ الْيَهُودَ تَفْعَلُهُ)).

(۳۴۵۸) ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، ہم سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، ان سے ابو الصحیٰ نے بیان کیا، ان سے مسروق نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہ پر ہاتھ رکھنے کو ناپسند کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے ہیں۔

اس روایت کی متابعت شعبہ نے امش سے کی ہے۔

کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی عادت یہود کی تھی اور اس سے تکبر کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے ناپسند قرار دیا گیا۔ ضمناً یہود کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے۔

(۳۴۵۹) ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے نافع نے بیان کیا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا زمانہ پچھلی امتوں کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت ہے، تمہاری مثال یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور لئے اور کہا کہ میرا کام آدھے دن تک کون ایک ایک قیراط کی اجرت پر کرے گا؟ یہود نے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرنا طے کر لیا۔ پھر اس شخص نے کہا کہ آدھے دن سے عصر کی نماز تک میرا کام کون شخص ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کرے گا۔ اب نصاریٰ ایک ایک قیراط کی مزدوری پر آدھے دن سے عصر کے وقت تک مزدوری کرنے پر تیار ہو گئے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو قیراط پر کون شخص میرا کام کرے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ تمہیں لوگ ہو جو دو دو قیراط کی مزدوری پر عصر سے سورج ڈوبنے تک کام کرو گے، تم آگاہ رہو کہ تمہاری مزدوری دگنی ہے۔ یہود و نصاریٰ اس فیصلہ پر غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کو کم ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔

۳۴۵۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ((إِنَّمَا أَجَلُكُمْ - فِي أَجَلٍ مِنْ خَلَا مِنْ الْأُمَمِ - مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ. وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عَمَلًا فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَأَنْتُمْ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، أَلَا لَكُمْ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ. فَفَضَّيَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقْلُ عَطَاءً، قَالَ اللَّهُ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَإِنَّهُ فَضَّلَنِي، أُعْطِيَهِ مِنْ شَيْئٍ)).

[راجع: ۵۵۷]

یہود و نصاریٰ اور مسلمان مذہبی دنیا کی یہ تین عظیم قومیں ہیں، جن کو آسمانی کتابیں دی گئی ہیں، ان کے علاوہ دنیا کی دوسری قوموں میں بھی الہام ربانی کا القاء ہوا ہے مگر اب ان کی تاریخ مستند نہیں ہے۔ بہر حال یہ تین قومیں آج بھی دنیا میں اپنے قدیم دعوای کے ساتھ موجود ہیں جن میں مسلمان قوم ایک ایسے دین کی علم بردار ہے جو ناخ لا دیان ہونے کا مدعی ہے، ان کو اللہ نے یہ فضیلت بخشی ہے کہ ہر نیک کام پر ان کو نہ صرف دو گنا بلکہ دس گنا تک اجر ملتا ہے۔ حدیث میں یہی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ قیراط چار

تشریح

حدیث میں یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے یہی باب سے وجہ مناسبت ہے، مندی کا خضاب مراد ہے جسے ڈاڑھی اور سر پر لگانا مسنون ہے، اس حدیث سے یہ بھی نکلا کہ یہود و نصاریٰ کی تہذیب کی بجائے اسلامی تہذیب، اسلامی طرز معاشرت اختیار کرنا ضروری ہے اور اندھا دھند ان کے مقلد بن کر انکی بدترین تہذیب کو اختیار کرنا بڑی دہانت ہے مگر افسوس کہ آج بیشتر نام نہاد مسلمان اسی تہذیب کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں، جن روایتوں میں ازالہ شیب یعنی سفید بالوں کے ازالہ کی نہی آئی ہے، وہ نہی سیاہ خضاب سے متعلق ہے جو منع ہے۔ مسلم شریف میں ہے قال النبی غیروہ و جنبوا السواد یعنی سفید بالوں کو خنجر کر دو مگر سیاہ خضاب سے بچو۔ جو لوگ جانتے ہیں کہ ڈاڑھی بڑھانا اسلئے سنت ہے کہ یہ یہود کی تہذیب کی مخالفت کرنا ہے انکو معلوم ہونا چاہئے کہ بالوں کا سفید ہی رکنا بھی یہودی تہذیب ہے جیسا کہ یہاں بیان موجود ہے پھر اس تہذیب کی مخالفت میں مندی کا خضاب کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ڈاڑھی کا بڑھانا ضروری ہے مگر اکثر مسلمان ہیں جو آدمی بات یاد رکھتے ہیں، آدمی کو بھول جاتے ہیں۔ بہر حال اسلامی تہذیب ایک مکمل بہترین تہذیب ہے، آج مغربیت کے فدا کی اسلامی تہذیب چھوڑنے والے شکل و صورت و لباس وغیرہ وغیرہ سے عذاب خداوندی میں گرفتار ہیں جو ایسا لباس اپناتے ہوئے بھی جس کو پہن کر نہ آرام سے کھا سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں پھر اس لباس پر گن ہیں۔

۳۴۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، وَمَا نَسِينَا مِنْهُ حَدَّثَنَا، وَمَا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُزْخٌ فَجَزَعٌ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ، فَمَا رَقَا الدَّمُ حَتَّى مَاتَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)).

ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے حسن نے، کہا ہم سے حضرت جندب بن عبد اللہ نے اسی مسجد میں بیان کیا (حسن نے کہا کہ) انہوں نے جب ہم سے بیان کیا ہم اسے بھولے نہیں اور نہ ہمیں اس کا اندیشہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حدیث کی نسبت غلط کی ہوگی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پچھلے زمانے میں ایک شخص (کے ہاتھ میں) زخم ہو گیا تھا اور اسے اس سے بڑی تکلیف تھی، آخر اس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خون بننے لگا اور اسی سے وہ مر گیا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے خود میرے پاس آنے میں جلدی کی اس لئے میں نے بھی جنت کو اس پر حرام کر دیا۔

[راجع: ۱۳۶۴]

پچھلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر حدیث میں وارد ہوا، یہی باب سے مناسبت ہے، حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ خود کشی کرنے والے پر جنت حرام ہے، ان جملہ احادیث میں اہل کتاب کا ذکر کسی نہ کسی طور پر بتایا ہے اسی لئے ان کو یہاں درج کیا گیا ہے۔

باب بنی اسرائیل کے ایک کوڑھی اور ایک نابینا اور ایک

۵۱- بَابُ حَدِيثِ أَبِرْصَ وَأَعْمَى

گمنج کا بیان

وَأَقْرَعٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ

۳۴۶۴- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا

عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا

عَاصِمٌ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا

إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ

بَنِي إِسْرَائِيلَ

بَنِي إِسْرَائِيلَ

سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا (دوسری سند) اور مجھ سے محمد نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد اللہ بن رجاہ نے بیان کیا، انہیں ہمام نے خبر دی، ان سے اسحاق بن عبد اللہ نے بیان کیا، انہیں عبد الرحمن بن ابی عمرو نے خبر دی اور ان سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ بدلا اور اچھی چمڑی کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہو گئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہو گئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کامل تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ! یا اس نے گائے کئی، اسحاق بن عبد اللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنچے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حالمہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنچے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کامل پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حالمہ گائے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پٹلی اسے واپس

الرُّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ أَخْبَرَنَا هَمَامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصَ وَأَعْمَى وَأَقْرَعَ بَدَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَنْتَلِيَهُمْ قَبَعَتْ إِلَيْهِمْ مَلَكًا، فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْ أَنَّ حَسَنَ وَجِلْدِي حَسَنَ، قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ. قَالَ: فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ، فَأَعْطِي لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا. فَقَالَ: أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْإِبِلُ - أَوْ قَالَ: الْبَقَرُ - هُوَ شَكٌّ فِي ذَلِكَ: إِنَّ الْأَبْرَصَ وَالْأَقْرَعَ قَالَ: أَحَدُهُمَا: الْإِبِلُ، وَقَالَ الْآخَرُ: الْبَقَرُ: فَأَعْطِي نَاقَةً عَشْرَاءَ، وَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هَذَا، قَدْ قَدَّرَنِي النَّاسُ. قَالَ: فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ، وَأَعْطِي شَعْرًا حَسَنًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ. قَالَ: فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا، وَقَالَ: يَبَارِكُ لَكَ فِيهَا. وَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: يَرُدُّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأَنْصُرَ بِهِ النَّاسَ. قَالَ: فَمَسَحَهُ،

دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کامل تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجنے کی گائے تیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین و فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ حقوق اور بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں، کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے۔ تم ایک فقیر اور قلاش تھے۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجنے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اپنی اسی پہلی صورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوا اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں تمہاری بیٹائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی

فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ : فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : الْغَنَمُ، فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا، فَأَنْجَحَ هَذَانِ وَوَلَدَ هَذَا، فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنْ إِبِلٍ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنْ بَقَرٍ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنْ الْغَنَمِ. ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ. فَقَالَ: رَجُلٌ مَسْكِينٌ تَقَطَّعَتْ بِهِ الْجِبَالُ فِي سَفَرِهِ فَلَا بَلَغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بَكَ، أَسْأَلُكَ - بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنُ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ وَالْحَسَنَ وَالْمَالَ - بَعِيرًا أَتَقَالُ بَلَّغَ عَلَيْهِ فِي سَفَرِي. فَقَالَ لَهُ: إِنَّ الْحُقُوقَ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ لَهُ: كَأَنِّي أَغْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَفْذُرُكَ النَّاسُ، فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللَّهُ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَبِيرٍ عَنْ كَبِيرٍ. فَقَالَ: إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتُ. وَأَتَى الْأَفْرَغَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا، فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتُ كَاذِبًا فَصَيِّرْكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتُ. وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ فَقَالَ: رَجُلٌ مَسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِهِ الْجِبَالُ فِي سَفَرِهِ، فَلَا بَلَغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ بَكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبْلُغُ بِهَا فِي سَفَرِي. فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ بَصَرِي، وَفَقِيرًا فَقَدْ أَغْنَانِي، فَخُذْ مَا شِئْتَ، فَوَ اللَّهُ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ اللَّهُ. فَقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ، فَإِنَّمَا ابْتَلَيْتُمْ، فَقَدْ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ، وَسَخِطَ عَلَيَّ صَاحِبَيْكَ)). [طرفہ فی : ۶۶۵۳].
 قسم جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ،
 میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے
 پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش
 ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔

تفسیر آیت قرآنی ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراہیم: ۷) اگر میرا شکر کرو گے تو نعمت زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا
 عذاب بھی سخت ہے، اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے بخوبی واضح ہے۔ روایت کے آخر میں نبیؐ کے الفاظ لا اجدک
 متقول ہیں یعنی تو کتنی بھی بکریاں لے لے میں تجھ سے واپس نہیں مانگوں گا بعض نسخوں میں لا اجدک ہے پھر ترجمہ یوں ہو گا میں تیری
 تعریف اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک جو تجھے درکار ہے وہ اللہ کے نام پر نہ لے لے گا۔ انسان کی فطرت ہے وہ بہت جلد اپنی
 پہلی حالت کو بھول جاتا ہے، خاص طور پر مال و دولت والے جو بیشتر غریب ہوتے ہیں پھر وہ دولت مند بن جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں
 کہ وہ پہلے کیا تھے۔ ایسے لوگوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے جو اللہ دولت دینے پر قادر ہے، وہ واپس لینے پر بھی اسی طرح قادر ہے اور یہ
 روزانہ ہوتا رہتا ہے دیکھنے کو نظر بصیرت درکار ہے۔

باب اصحاب کف کے بیان

سورہ کف میں اللہ نے فرمایا ہے ”اے پیغمبر! کیا تو سمجھا کہ کف اور
 رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں عجیب تھے، کف پہاڑ میں جو درہ
 ہو، رقیم کے معنی لکھی ہوئی کتاب، مرقوم کے معنی بھی لکھی ہوئی
 ربطنا علی قلوبہم، ہم نے ان کے دلوں میں صبر والا شططا ظلم اور
 زیادتی، وصيد کے معنی لگن اور محن، اس کی جمع و صائد اور وصد
 آتی ہے، وصيد دروازے کو بھی کہتے ہیں (دہلیز) کو موصدة جو سورہ
 ہمزہ میں ہے یعنی بند دروازہ لگی ہوئی عرب لوگ کہتے ہیں۔ صد:
 الباب اور او صد الباب یعنی دروازہ بند کیا، بعثنا ہم نے ان کو زندہ کر
 دیا۔ ازکی یعنی زیادہ سونے والا یا پاکیزہ خوش مزیاست۔ فضرب اللہ
 علی اذانہم یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو سلا دیا، رجما بالغیب یعنی بے
 دلیل (محض گمان اٹکل پچر) مجاہد نے کہا تقرضہم یعنی چھوڑ دیتا ہے،
 کتر اجاتا ہے۔ سورہ کف میں ان جوانوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

۵۲- بَابٌ هُمْ حَسِبَتْ أَنَّ أَصْحَابَ
 الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ ﴿۱﴾ الْكَهْفُ
 فِي الْحَبْلِ ﴿۲﴾ وَالرَّقِيمُ: الْكِتَابُ.
 ﴿۳﴾ مَرْقُومٌ: مَكْتُوبٌ، مِنَ الرِّقْمِ. ﴿۴﴾ رَبَطْنَا
 عَلَى قُلُوبِهِمْ: أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا.
 ﴿۵﴾ شَطَطًا: إِفْرَاطًا. ﴿۶﴾ الْوَصِيدُ: الْفَنَاءُ،
 وَجَمْعُهُ وَصَائِدٌ وَوَصْدٌ، وَيُقَالُ: الْوَصِيدُ
 الْبَابُ. ﴿۷﴾ مَوْصَدَةٌ: مُطَبَقَةٌ، أَصَدَ الْبَابُ
 وَأَوْصَدَ. ﴿۸﴾ بَعَثْنَاهُمْ: أَحْيَيْنَاهُمْ. ﴿۹﴾ أَزَكَّى
 أَكْثَرُ رَيْعًا. ﴿۱۰﴾ فَضْرَبَ اللَّهُ عَلَى آذَانِهِمْ:
 فَنَامُوا. ﴿۱۱﴾ رَجَمًا بِالْغَيْبِ: لَمْ يَسْتَنِ.
 وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾: تَتْرُكُهُمْ.

تفسیر اس کا مفصل بیان کتاب التفسیر میں آئے گا، ان شاء اللہ۔ امام بخاری نے اصحاب کف کے باب میں کوئی حدیث بیان نہیں
 کی شاید ان کو اپنی شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی، عبد بن حمید نے ان کا قصہ طول کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی
 سے روایت کیا ہے، مگر وہ موقوف ہے۔ رقیم وہ تختہ جس پر اصحاب کف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ (الحمد للہ کہ پارہ نمبر ۱۳ بھی خیریت
 کے ساتھ ختم ہوا)

بكلما ت افتتاحية طيبات

فضيلة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز ادام الله فيوضهم
نائب رئيس الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة المملكة العربية السعودية

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

من عبد العزيز بن عبد الله بن باز الى حضرة الاخ المكرم فضيلة الشيخ
محمد داود راز حفظه الله السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ، وبعد فقد
وصل الينا كتابكم الكريم وسرنا ما تضمنه من الافادة عن قيامكم بترجمة
وشرح الجامع الصحيح مع ترجمة رسائلنا الى اللغة الاردوية وانا لنشكركم
على هذا العمل الجليل الطيب ونسأل الله عز وجل ان يعينكم على اتمامه
وان يضاعف لكم الاجر والمثوبة وان ينفع بالجميع انه خير مستول والله
يوفقكم ويتولاكم والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

نائب رئيس الجامعة الاسلامية

عبد العزيز بن عبد الله بن باز

١١ صفر المظفر ١٣٨٩ هـ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كلمات طيبات فضيلة الشيخ محمد بن سبيل

امام الحرم الشريف مكة المكرمة زادها الله شرفا وكرامة

بسم الله الرحمن الرحيم

اتصل بنا فضيلة الشيخ محمد داؤد راز وقدم لنا ترجمة صحيح البخارى فى لغة الاردية ونباء على قراءة فضيلة الشيخ عبد الحق المدرس بالمسجد الحرام لهذا الكتاب بتلك اللغة وانه اجاد فيه وافاد فانا نشكره على ذلك ونرجوه بتوفيقه لخدمة العلم والسنة المطهرة فجزاه الله خيرا .

املاه الفقير الى الله

محمد سبيل

امام الحرم الشريف ورئيس المدرسين بمكة ١٠/١٠/١٣٩٠ هـ

الرئاسة العامة للاشراف الدينى رئيس المدرسين والمراقبين